تاریخ اعثم کوفی
از
احمد بن ابو محمد بن علی اعثم کوفی

از

احمد بن ابو محمد بن علی اعثم کوفی

ناشر

علی پبلیکیشنز، جنازگاہ، مزنگ لاہور

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواجہ احمد بن اعشم کوفی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ حضرت سرور کائنات افضل موجودات محرم قاب قوسین رسول الثقلین ابو القاسم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن سعد بن عدنان جب نور معرفت خدائے واحد سے دنیا کو معمور اور راہ ہدایت سے حق رسالت کو ادا کر چکے اور تمام عالم نورانی ہو گیا گمراہوں نے راہ شرع اختیار کر لی تو بارگاہ باری تعالیٰ سے یہ آیہ شریفہ **الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی** یعنی میں نے تمہارے واسطے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں تمام کر دیں۔ نازل ہوئی۔ اور سرور کائنات صلعم نے اس دارفانی سے طرف عالم جاودانی انتقال فرمایا۔ اس وقت بتقاضائے بشریت تمام اصحاب نہایت مغموم اور ہراساں ہوئے۔ بے دین اور کم اعتقاد والے ہر طرف سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ طرح طرح کی صلاح اور مشورے کرنے لگے۔ موقع پانے والے اور بدگو اپنے اپنے فائدہ کی تدبیروں میں مصروف ہوئے جس جلسے میں مہاجر و انصار جمع ہوئے تھے اس میں ابو الہیثم بن للتیہان نے کھڑے ہو کر اس مضمون کے شعر پڑھے کہ انسان ہمیشہ دنیا میں نہیں رہتا۔ موت ہر ذی حیات کے دم کے ساتھ ہے۔ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کے صدمے سے ہمارے حواس پریشان ہیں۔ عقل ٹھکانے نہیں۔ ہم نے جن کافروں کی گردنیں توڑ ڈالی تھیں وہ سر اٹھا کر بدلا لینے پر آمادہ ہو رہے ہیں۔ خصوصاً ان تین گرہوں یہودیوں ترسا اور مناقوں میں سے مسلیمہ کذاب کی جماعت سب سے زیادہ غل اور شور مچا رہی ہے۔ جنگ و جدل کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ جہاں تک ان سے ہو سکتا ہے۔ ہاتھ پاؤں اور زبان دونوں سے کام لے رہے ہیں۔ طلیحہ بن خویلد اس کا شور بے چٹ بنا ہوا ہے۔ اور اس کے ساتھ ایک تناؤ میں تنتا ہے۔ اب ہمیں اپنی فکر لازم ہے۔ کل کے انجام کو آج ہی سمجھ لینا بہتر ہے۔ **لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا** شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی امر ظاہر فرمائے۔ اے مہاجر و انصار تم اس بات کو خوب سمجھ لو کہ خلافت کے عہدہ کو کسی سربرآوردہ قریش نے قبول نہ کیا تو اس امت کی بربادی کا بعینہ یہ حال ہو گا کہ جیسے جنگل میں آندھی اور طوفان کے وقت گڈریے کی غیر حاضری سے غریب بھیڑوں کا حال ہوتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ حضرت علی مرتضیٰ یا ابوبکر یا انصار و اصحاب میں کوئی اور اس کام کو انجام دے۔ اگر ایسا نہ ہو تو مسیلمہ کذاب کی مخالفت سے سخت اندیشہ ہے۔ ابو الہیثم کے اس مضمون کے شعروں سے صحابہ کے دلوں پر بہت بڑا اثر ہوا۔ ایک صحابی نے کھڑے ہو کر کہا۔ اے نیک اور برگزیدہ لوگو اگر تم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مانتے تو وہ خدا سے جا ملے اور اگر زمین و آسمان پیدا کرنے والے اللہ کی عبادت کرتے تو وہ ہمیشہ موجود ہے۔ اس نے قرآن شریف میں کئی جگہ آنحضرتؐ کی وفات سے مطلع کیا ہے اور سب سن چکے ہیں۔ اب آنحضرتؐ تو وفات پا چکے

ہیں۔ اور کل کی کسی کو کچھ خبر نہیں اس لئے آج ہی کا دن ہے۔ اگر اس امت کے کاموں کی درستی نہ کی گئی تو وہ ہلاک ہو جائے گی۔ بہتر ہے کہ ہم مشورہ کریں ہمت نہ ہاریں۔ اور جس کو جو کچھ بہتر نظر آئے کہہ گزرے پھر تو ہر ایک اپنی اپنی سی کہنے لگا۔ انصار نے کہا کہ ہم نے دین کی مدد کی ہے اور اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ہماری تعریف و توصیف کی ہے۔ جب حضرت رسالت پناہی بحکم الہی مکہ سے ہجرت کرکے ہمارے شہر میں تشریف لائے تو ہم نے اپنا مال ان پر نثار کیا۔ اپنے گھران کے اور ان کے دوستوں کے لئے چھوڑ دیئے۔ اپنی جانوں کو خدمت گذاری کے لئے ہتھیلیوں پر رکھ لیا۔ یہ وہ حالات ہیں جن سے کوئی بے خبر نہیں۔ نہ ان فضیلتوں سے کسی کو انکار ہو سکتا ہے۔ مناسب ہے کہ ہم میں سے خلیفہ مقرر کیا جائے۔ ہجرت کرنے والوں میں سے ایک شخص بول اٹھا کہ اے انصار تم نے اپنی اور اپنی قوم کی نسبت جس قدر بزرگی اور شرف کا اظہار کیا بالکل سچ ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ لیکن ہجرت کرنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے وقت ساتھ دیا ہے اور اپنی جانیں قربان کی ہیں۔ اللہ تعالی نے قرآن شریف میں ان کی تعریف بھی کی اور بزرگی عطا فرمائی ہے۔ خلیفہ اسی گروہ سے ہونا چاہئے۔ پھر نامور اصحاب کا گروہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ حضرت رسول مقبولؐ کے دوستو خلافت کے لئے نہ جھگڑو۔ عبث کوشش سے باز رہو۔ باہم صلح رکھو' انصار میں سے کسی کو امیر بنا لینا چاہئے۔ اور مہاجرین میں سے وزیر کیونکہ آپس میں فساد نہ ہونے پائے۔ بلکہ باہمی ربط و ضبط کو ترقی ہو۔ تمام اہل جلسہ نے دعا گوئی کے ساتھ اس رائے کو پسند کیا۔ ابوبکر نے کہا اے پیغمبر کے دوستو یہ بات تو ٹھیک نہیں ہے۔ ایک محل دو تخت اور ایک شہر میں دو بادشاہ اور ایک غلاف میں دو تلواریں کب رہی ہیں۔ ایک غلاف کے لئے ایک ہی تلوار موزوں ہے۔ لو کان فیہما الہتہ الا اللہ لفسدتا یعنی اگر دنیا میں کئی خدا ہوتے تو ضرور فساد پڑتا۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا تم نے ٹھیک بات کہی اور تم ہی سب سے اچھے شخص ہو۔ اے ابو قحافہ کے بیٹے خلافت کے لئے تم سے بہتر اور زیادہ لائق دوسرا کوئی شخص نہیں ہے۔ اسلام کی رونق اور مسلمانوں کی مرضی اس بات میں ہے کہ تم ہی خلیفہ بنو کیونکہ جناب رسول مقبول صلعم کی زندگی میں بھی تم امت کے پیشرو تھے اور سب سے پہلے صحابی اور وفادار و رازدار دوست اب بھی تم اس عظیم الشان کام کے لئے سزاوار ہو اور کوئی اس منصب جلیلہ کے لائق نہیں۔

بیعت ابوبکر

پھر صحابہ نے متفق ہو کر صدیق اکبرؓ سے بیعت کرنی چاہی۔ ہر شخص بیعت کرنے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت کرتا تھا۔ تمام مہاجرین و انصار نے کسی کراہت اور عذر کے بغیر بیعت کرکے آپ کو خلیفہ مان لیا۔ اور اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ جب تمام حاضرین جلسہ بیعت کر چکے صدیق اکبر نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بلانے کا پیغام بھیجا آپ نے قبول کیا اور جس وقت مجمع میں تشریف لائے رسم سلام ادا کرکے اپنے مرتبے سے ہو بیٹھے اور فرمایا کہ مجھے کس لئے بلایا ہے۔ عمر ابن الخطاب نے کہ کہ آپ کو ان سب مہاجرین و انصار نے اس لئے بلایا ہے کہ آپ بھی ہم سے متفق ہو جائیں۔ اور جس طرح جملہ اصحاب نے ابوبکر کو خلیفہ بنا کر بیعت کر لی ہے۔ آپ بھی بیعت کر لیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے اس منصب کو ہمارے ہاتھ سے بہانہ کرکے چھینا ہے۔ اور حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رشتہ داری کے ذریعے سے اپنے کو برتر بنایا ہے۔ میں تمہاری حجت کو تم ہی پر تمام کرتا ہوں۔ اور مدلل دعوی تمہارے روبرو پیش کرتا ہوں۔ مجھ سے وہ بات سنو جو بال سے زیادہ باریک ہے۔ اور تم کو لازم تھا کہ اسے بیان کرتے اے رسولؐ کے دوستو دیکھو دنیا میں

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کون زیادہ قریبی رشتہ دار ہے۔ خدا سے ڈرو اور بہانہ نہ ڈھونڈو اور انصاف پر قادر ہو کر انصاف کی بات کہو۔ ابو عبیدہ جراح نے کہا اے ابو الحسین تم ہی اس کام کے لائق ہو بلکہ سب سے پہلے اسلام لانے اور قرابت میں۔ سب پر فضیلت رکھنے کے سبب اس سے بھی زیادہ منصب کے سزاوار ہو۔ لیکن اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے اتفاق کر لیا ہے اور ایک کام پورا ہو چکا ہے۔ تم بھی اصحاب کی خوشی کے لئے رضامند ہو جاؤ اور جھگڑا کر کے اس مصلحت کو درہم برہم نہ کرو۔ علی مرتضیٰؑ نے کہا اے ابو عبیدہ تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے اور امین ہو اور اس امت کے معتمد۔ اپنے حال پر رحم کھاؤ اور جو سچ بات ہو اسے ظاہر کرو' رب العزت نے جو بزرگی خاندان نبوت کو عطا فرمائی ہے اسے اپنے کنبوں کی طرف منتقل نہ کرو' ہمارے ہی گھر میں قرآن نازل ہوا ہے۔ ہمارے ہی مکانوں میں جبرئیل وحی لے کر آئے ہیں۔ علم اور فقہ اور دین اور سنت اور فریضہ کے معدن ہم ہی ہیں۔ خلق اللہ کی بھلائی کو ہم ہی خوب جانتے ہیں۔ تم لالچی نہ بنو اور اپنے آپ کو ہلاکت کے بھنور میں نہ ڈالو اس میں تمہارا ہی نقصان ہے۔ بشیر بن البراء نے کہا اے ابو الحسنؑ خدا کی قسم اگر تمہاری یہ باتیں بیعت سے پہلے صحابہ کے کانوں تک پہنچتیں تو کوئی صحابی آپ کی مرضی کے خلاف نہ کرتا اور سب یک زبان ہو کر آپ کی بیعت اختیار کر لیتے۔ لیکن تم تو اپنے گھر میں بیٹھے رہے اور ہم سے علیحدگی اختیار کر لی۔ لوگوں نے جانا کہ تم بہانہ کر کے اس قضیہ سے الگ تھلگ رہنا چاہتے ہو جب بات طے ہو گئی تو آپ تشریف لائے۔ حضرت علیؑ نے کہا اے بشیر کیا تو اس بات کو پسند کرتا ہے۔ پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعش مطہر کو گھر میں پڑی رکھتا اور کفن و دفن کی تدبیر سرسری طور پر کر کے جھگڑے کے لئے کمربستہ ہو جاتا اور خلافت لینے پر اڑ بیٹھتا۔ ابوبکر نے کہا اے ابو الحسن اگر میں جانتا کہ تم اس کام میں جھگڑا کرو گے تو میں ہرگز قبول نہ کرتا۔ اب تو لوگوں نے بیعت کر لی ہے۔ اگر تم بھی ساتھ ہو جاؤ تو ہماری غلطی نیکی کے درجہ پر پہنچ جائے۔ اگر تم اس بات کو قبول نہیں کر سکتے اور کچھ فکر و تامل ہے تو تم سے کچھ تعرض نہیں اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بغیر بیعت اس جلسے سے مراجعت فرمائی۔ بعض کا قول ہے کہ جناب فاطمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے ڈھائی ماہ بعد آپ نے بیعت کی اور عائشہ سے روایت ہے کہ چھ ماہ بعد بیعت کی' باقی حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔ اس بات میں بہت سے قول ہیں جو رافضیوں اور ان کے مخالفوں نے مبالغہ اور غلو کی راہ سے بیان کئے۔ جس کے لکھنے سے طوالت کے سوا اور کوئی فائدہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ لکھنے اور پڑھنے والوں کو اپنی مرضی کے خلاف باتوں سے بچائے رکھے۔ تاریخ داں عالموں کا بیان ہے کہ جب صدیق کو خلافت مل گئی تو انھوں نے منبر پر جا کر ایک اچھا خطبہ پڑھا جس کا مطلب یہ تھا کہ اے لوگو حق تعالیٰ کی حمد و سپاس کے بعد معلوم ہو کہ تم پر سردار ہونا مجھ پر لازم ہو گیا ہے۔ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں نیک زندگی بسر کروں تو تم سب اصلاح اور کوشش سے میری مدد کرتے رہنا اور اگر مجھ سے کوئی بھول چوک ہو جائے تو بالضرور تنبیہہ کرنا۔ سستی اور چشم پوشی سے ذرا کام نہ لینا۔ کیونکہ میرے نزدیک راستی سب سے اچھی چیز ہے۔ میں امین رہوں گا' جھوٹ بولنا خیانت کرنا ہے۔ تم کو یقین رکھنا چاہئے کہ میری نگاہیں کمزور اور طاقتور یکساں ہیں اور یہ امر بھی پوشیدہ نہیں کہ جو گروہ اپنے دشمنوں کے مقابلے میں لڑائی میں سستی کرتا ہے وہ اپنے آپ کو ذلیل اور برباد کرتا ہے اور جو لوگ فساد کی جرات کرتے ہیں وہ آفتوں میں پھنستے ہیں۔ جب تک میں خداوند تعالیٰ کے حکم پر چلوں تم میرے کہنے کو مانتے رہنا جس وقت مجھے اس کے حکم کے برخلاف پاؤ مجھ سے علیحدہ ہو جانا۔ اس خطبے کے بعد صدیق اکبر منبر سے اتر آئے اور امام بن کر لوگوں کو نماز پڑھائی۔ پھر اپنے مکان کو تشریف لے گئے۔ عرصہ دراز تک اسی طرح مسلمانوں کے ساتھ برتاؤ رہا۔ اور پھر اطراف و جوانب سے خبریں آنے لگیں کہ عرب کے لوگ دین اسلام سے پھر گئے ہیں۔ بعضوں نے شرع نبوی کو ترک کر دیا ہے۔ کئی شخصوں نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے کتنے ہی لوگوں نے بیت المال کے

حقوق روک رکھے ہیں۔ ایک فرقہ نے روزہ نماز کو ترک کر دیا ہے۔ اسد کے قبیلے نے مکاری کا پیشہ اختیار کر لیا ہے۔ اور طلیحہ بن خویلد کی جھوٹی باتوں کو سچ سمجھتا ہے۔ بنی فرازہ نے عنیتیہ بن حصین کو اپنا پیغمبر مان کر کفر کا جھنڈا بلند کیا ہے۔ بنو سلیم فجاہ دھاڑی چور کو پیشوا قرار دے کر دین محمدی سے پھر گیا ہے۔ بنو تمیم نے مالک بن نویرہ کے ساتھ منادی کر دی ہے کہ زکوٰۃ نہ دیں۔ ایک اور گروہ نے ایک اور عورت کو پیغمبرہ بنا لیا ہے۔ اور بنت المنذر کے فریب اور فساد میں شامل ہو گئے ہیں۔ اشعث بن قیس نے بنی کندہ کو مبتلائے غرور کر کے بہت نقصان جان و مال کیا ہے۔ بحرین کے لوگوں نے خصم بن زید کو سردار بنا کر قاعدۂ محمدی توڑ ڈالا ہے۔ یمامہ کے عوام الناس میسلمہ کذاب کے گرد جمع ہو کر اسے نبی سمجھنے لگے ہیں۔ جب صدیقؓ کو یہ خبریں تصدیق ہو گئیں تو مرتدوں کے دفعیہ اور ردک تھام کا مصمم ارادہ کیا۔ امیر المومنینؓ عمر نے کہا اے خلیفہ پیغمبر اگر تم اب کے برس ٹال جاؤ اور چشم پوشی کرو اور اہل عرب کو زکوٰۃ کے مواخذہ میں نہ ستاؤ تو ممکن ہے وہ دوسرے سال آپ ہی سدھر جائیں اور راستی پر آ جائیں۔ کیونکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کلمہ گویوں کے ساتھ خونریزی کی اجازت نہیں اور کسی کلمہ گو کا خون کرنا اور مال کھانا استحقاق اور محاسبہ کے سوا جائز نہیں۔ صدیق نے کہا اے عمرؓ خدا کی قسم! اگر! میری حفاظت میں اگر بکری کا بچہ چھ مہینے کی عمر کا بھی ہو اور اسے لینا چاہیں تو ہرگز نہ دوں گا۔ بلکہ جہاں تک ممکن ہو گا ان سے جنگ کروں گا اور کسی مشرک کی بات نہ سنوں گا۔ عمرؓ نے کہا اے خلیفہ اگر تم نے مشرکوں سے لڑنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے تو ہم سب فرمانبردار ہیں۔ جو حکم دو بجا لائیں۔ صدیق اسامہ بن زید کے لشکر گاہ میں گئے جسے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی میں شام کی طرف جانے کا حکم دیا تھا۔ مگر وہ آپ کی وفات کے وقوعہ کی وجہ سے ٹھہر گیا تھا۔ کہا: اے اسامہ اگرچہ ان دنوں تیری بہت سخت ضرورت ہے لیکن پیغمبر کے حکم کے خلاف کرنا خطا ہے۔ ان کے حکم کی پیروی کر اور جس طرف کا ارشاد ہو چکا ہے لڑائی کے لئے جا زرہ پہن لے اور جس قدر ہو سکے کوشش کر۔ اسامہ نے خلیفہ کے کہنے سے شام پر لشکر کشی کی اور صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی سرکشوں سے لڑنے کا مصمم ارادہ کر کے چاہا کہ بذات خود روانہ ہوں مگر اصحاب رسول نے اس رائے کو مناسب نہ سمجھا اور کہا اے نائب رسول خدا کے تم خود نہ جاؤ تم زمانہ کا حال دیکھ رہے ہو اگر تمہارا ایک بال بھی بیکا ہوا تو ہم سب ہلاک ہو جائیں گے۔ یہی بہتر ہے کہ تم مدینہ میں رہو چہار طرف خط لکھ کر روانہ کرو' سرداروں اور عاملوں کو ان کے علاقہ پر طلب کرو' لشکر فراہم کرو' بزرگان قریش اور جان نثار انصار میں سے کسی کو سپہ سالار بناؤ' کہ وہ مرتد اور کافروں کی بیخ کنی کرے۔ اور ان کو خوب سزا دے۔ صدیق نے خط بھیج کر عمان سے عمر ابن عاص کو بلایا۔ وہ حکم بجا لایا اور عمان کے بہادروں میں سے ستر اور اس علاقہ کا زر محصول ہمراہ لے کر حاضر خدمت ہوا۔ اور شرف سعادت حاصل کیا۔ صدیق اور جملہ اصحاب اس کے آنے اور خدمت گزاری سے بہت خوش ہوئے۔ عمان والوں کے حق میں دعائے خیر کی۔ بعد ازاں خلیفہ نے حاکمانہ تحریر لکھ کر علاقہ بحرین سے ابان بن سعید کو طلب کیا۔ ابان حسب الحکم اپنے قبیلے کے سرداروں اور عبدالقیس کے ناموروں اور تین ہزار آزمودہ کار کو ساتھ لے کر داخل مدینہ ہوا۔ اور صدیق سے آ ملا۔ صدیق نے ان کی تعریف کی اور بہت مہربانی فرمائی۔ اسی طرح اور علاقوں اور سمتوں سے بھی جرار فوجی اور مشہور مشہور بہادر خلیفہ کے حضور حاضر ہونے لگے۔ سب نے مرتد اور بد عہد لوگوں کی خونریزی پر اتفاق کیا۔ اور طے قبیلہ کی ایک جماعت نے جس کو ان باتوں کے فیصلے اور اجراء کی کچھ خبر نہ تھی بڑا کام کیا۔ عدی بن حاتم طائی جس کے سینے میں اس کے باپ کی مہر و مروت کے سبب سے اسلام جاگزیں ہو چکا تھا مستعد ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہا اے قبائل طے **ایاکم و غوائل الغی** یعنی تم اور غی کے گروہ اگر پاک دین پر رہو گے اور وفا شعاری اختیار کرو گے تو دیندار ہو گے۔ اگر پشت پھیرو گے تو مردانگی اور مرکب دونوں سے خالی رہ جاؤ گے۔ بد نصیبی اور خود رائی کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کو

ہماری احتیاج نہیں۔ اس نے اپنے پیارے پیغمبر کو اپنی بارگاہ میں بلا لیا ہے۔ اور صدیق خلیفہ بن گیا ہے۔ مال و متاع اس کے پاس بھیج دو اس کے دینے سے انکار نہ کرو کیونکہ زکوٰۃ کے نہ دینے سے برکت جاتی رہتی ہے۔ اور موت دامنگیر ہو جاتی ہے۔ مرتد لوگوں سے لڑنے کی تیاریاں کر لو خصوصاً" تین قبیلوں اسد' غطفان اور فزارہ کے خلاف ہمت کرو جو زمانہ جاہلیت میں تمہارے دشمن تھے اور اسلام میں حاسد' تمہارا کام کل کی نسبت آج خود بنا ہوا ہے۔ اور اس وقت صدیق اکبر ان پر جہاد کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ خالد بن ولید کو مہاجرین اور انصار کے لشکر جرار کا سردار بنایا ہے۔ تم اس کی فوج کا بہترین حصہ بنو۔ طے کے تمام قبیلوں نے اس تجویز کو پسند کیا۔ ہر طرف سے شور بلند ہوا کہ جو کچھ کہا ہم نے سنا اور دل سے منظور کیا پھر تو عدی بن حاتم اور زید الخیل نے اپنی قوم کا زر زکوٰۃ جمع کیا اور مدینہ میں آئے اہل مدینہ لشکر اور اس فراوانی اسپ و شتر ساز و سامان کو دیکھ کر ڈر گئے۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ یہ زکوٰۃ اور خیرات کا ذخیرہ ہے۔ خیال گزرا کہ کسی غنیم کی فوج ہے۔ عدی اور زید الخیل نے آگے بڑھ کر صدیقؓ کو سلام کیا خلافت کی مبارک باد دی۔ پھر پوچھا کیا خلیفہ پیغمبر مجھ کو پہچانتے ہیں۔ خلیفہ نے کہا ہاں تو عدی بن حاتم ہے۔ اور ایسے وقت میں تو نے ہمارا اقرار کیا ہے جبکہ اور لوگ انکار کر رہے ہیں۔ اور مدد کو آیا ہے جبکہ دوسرے علیحدہ ہو رہے ہیں۔ تو نے وفا کی ہے۔ جبکہ اور جفا سے پیش آ رہے ہیں۔ تیرے دوست زید الخیل کو بھی میں جانتا ہوں جو تیرا معتمد محرم راز اور سچا دوست ہے۔ پھر آپ نے ان کے لئے تعریفیہ اور دعائیہ جملے کہے سب کے سامنے بے حد نوازش فرمائی۔ زبرقان بن بدر التمیمی نے بھی اپنے عزیزان بنی سعید کو جمع کیا اور کہا اے زید بن منات کی اولاد تمہیں معلوم ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کے پاس پہنچ گئے اور صدیق کو امت کی حفاظت سونپی گئی ہے۔ اور خالد بن ولید اہل ردہ پر جہاد کرنے کے لئے مقرر ہوئے ہیں۔ تم نے سنا ہو گا کہ بنی طے نے اپنی بہبودی کس بات میں دیکھی ہے۔ اور اپنی بھلائی کے لئے کیسی کوشش کی ہے۔ تم بھی اپنے حال کی طرف توجہ کرو اور آفتوں میں نہ پھنسو میری بے لاگ بات کو مانو میں تو تمہاری ہی بھلائی کو کہتا ہوں۔ اس گروہ میں سے ایک آدمی نے اٹھ کر جواب دیا کہ ابوبکر کی نسبت ہم اپنے مال کے زیادہ حقدار ہیں۔ ہمارے دولت مندوں کی زکوٰۃ کا روپیہ ہمارے غریبوں پر خرچ ہونا چاہئے۔ اب صاحب شریعت موجود نہیں اور اس حکم کے لئے عذر پیدا ہو گیا ہے زبرقان نے کہا تمہارا یہ خیال لغو اور غلط ہے۔ تمہارا یہ گمان گمان فاسد ہے۔ تم یہ گمان کرو کہ میں اس روپے سے کچھ تم لوگوں کو واپس دے دوں گا۔ یہ خدا کا مال ہے جس میں بال برابر بھی کسی کا دخل نہیں۔ یہ باتیں میرے نزدیک کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔ میں تمہاری کوئی بات سن نہیں سکتا۔ میں ضرور اس دولت کو ابھی صدیق کے پاس پہنچاؤں گا۔ یہ کہہ کر سب مال و متاع سمیٹ کر مدینہ کی طرف چل دیا۔ جب صدیق اکبرؓ کے سعادت دیدار سے مشرف ہو کر زر زکوٰۃ حوالہ کر چکا تو صدیق نے اس کے آنے کے شکریئے میں دعائیہ کلمات کہے اور بہت تعریف کی۔ قاعدہ تھا کہ عرب کے سرداروں میں سے جو سردار آتا اور اپنے ذمے کے حقوق ادا کرتا اسے خالد بن ولید کے لشکر میں شامل کر دیتے تھے اس لئے اب خالد کے لشکر کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اسے اپنے سامنے بٹھا کر احکام اور پند و نصائح سنائے کہ سب سے پہلے طلیحہ بن خویلد الاسدی کی خبر لے اس کے پیروؤں اور گمراہ دوستوں یعنی قبیلہ اسد اور غطفان اور فزارہ کے شر کو دفع کر۔ اگر تو ان کے شہروں کے پاس پہنچ کر اذان کی آواز سنے تو جب تک ان کو اچھی طرح نہ سمجھائے اور جنگ کرنا لازم نہ ہو جائے تلوار نہ کھینچنا اور قتل و غارت گری نہ کرنا۔ ہر ایک قبیلہ کے امیروں اور سرداروں کے پاس جاسوسوں کو بھیج کر اچھے وعدوں سے مطمئن کرنا جس شخص کو جس رتبہ کا پائے اسی درجہ تک اس کی دلجوئی واجب سمجھنا جہاں تک ہو سکے ڈرا دھمکا کر ترغیب و تحریص سے کام لینا کہ ان کے دلوں میں تیرا رعب اور دبدبہ اچھی طرح اثر کر جائے۔ خالد نے کہا میں ان کو کس خصلت کے اختیار کرنے اور کس رسم سے باز رہنے کی تاکید

کروں۔ صدیق نے کہا ان کو دس باتوں کے اختیار کرنے پر مجبور کرنا۔ اور ان کے خلاف سے روکنا اور وہ یہ ہیں کلمہ شہادت' صاحب شریعت کے حکم کی متابعت' نماز پنجگانہ ادا کرنا' ماہ رمضان کے روزے رکھنا' خمس اور زکوٰۃ ادا کرنا' جملہ ارکان اور شرائط کے ساتھ خانہ کعبہ کی زیارت کرنا' نیک کام کرنا' بری اور فحش باتوں سے بچنا' امام کا حکم ماننا' اہل اسلام کے ساتھ مل کر بیٹھنا' پھر حکم دیا کہ باشندگان ردہ کے نام ایک خط لکھیں جس کا مطلب یہ تھا کہ بے حد بخشنے والے خدا کے واسطے یہ خط عبداللہ بن عثمان خلیفہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اہل عرب کے خاص و عام کے نام روانہ کرتا ہے۔ اس شخص پر آفرین ہے جس نے اطاعت کی ہے اور دین پر چلتا ہے۔ حق اور یقین کا دوستدار ہے۔ خدا کی وحدانیت کا قائل ہے اور حضرت محمدؐ کی سچائی کا مقر ہے۔ جو شخص اللہ کی طرف رجوع کرے گا وہی سیدھا راستہ پائے گا۔ اور جو حرص و ہوا میں مبتلا ہو گا وہ بدنصیب دین و دنیا سے محروم رہے گا۔ آگاہ ہو جاؤ کہ میں تم کو خدا کی طرف متوجہ کرتا ہوں اس کے عذاب سے ڈراتا ہوں اور شریعت محمدی کی طرف ترغیب دلاتا ہوں' جسے اللہ تعالیٰ راستہ نہ دکھائے وہی گمراہ اور بے سامان ہے جس کی وہ حفاظت نہ کرے وہی خوف زدہ اور ٹوٹے میں ہے جسے سچ بولنے کی توفیق نہ دے وہی جھوٹا بکواسی ہے۔ جسے صاحب اقبال نہ بنا دے وہی ذلیل و خوار ہے۔ جسے روزی نہ دے نادار و بیکار ہے۔ جسے فتح نہ بخشے وہی خراب و خستہ ہے۔ اللہ جل شانہ کا فرمان یاد کرو حضرت رسول خدا پیغمبر آخر الزمان کے پیرو ہو جس کی خدا رہنمائی کرتا ہے اسے کسی بات کا غم نہیں رہتا اور جسے گمراہ کرتا ہے پھر اسے کوئی راستہ پر نہیں لا سکتا۔ دربار خلافت میں یہ خبر پہنچ گئی ہے کہ کچھ لوگ طریقہ اسلام کو قبول کرنے اور نیک کاموں کا عادی بننے کے بعد دین سے پھر گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں پر نازاں ہو کر اس کی اطاعت گزاری سے غفلت کرنے لگے ہیں۔ شیطان نے ان کے دماغوں میں گھر کر لیا ہے۔ انہوں نے یہ نہ جانا کہ شیطان ان کا قدیمی دشمن ہے۔ مردہ سے زندہ ہو جانا ممکن ہے۔ لیکن قدیمی دشمنوں میں نیا دوست بنانا ناممکن ہے ہرگز نفس امارہ کی باتوں پر نہ جاؤ اور شیطان مردود کا کہنا نہ مانو جس کا خرمن جل جاتا ہے وہ دوسروں کو بھی اپنے ہی جیسا نقصان زدہ دیکھنا چاہتا ہے۔ شیطان نے ہمیشگی کا عذاب خرید کر دوزخ میں گھر بنا لیا ہے۔ جبکہ اس نے اپنے حال پر رحم نہیں کھایا تو تمہیں کب چھوڑے گا۔ اب میں خالد بن ولید کو مہاجرین اور انصار کے لشکر جرار کے ساتھ تمہارے شہروں کی طرف بھیجتا ہوں اور اسے تمام باتیں سمجھا دی کہ جب تک برائی اور بھلائی کو واضح طور سے پیش نہ کر چکے تلوار نہ کھینچے اور کسی مجرم کو نہ مارے جو شخص اپنی بھلائی سمجھ کر راہ راست پر آ جائے اور ناشائستہ افعال گزشتہ سے شرمندہ ہو کر ایمانداری اور اطاعت الٰہی کی پیروی اختیار کرے اس کا عذر قبول کرے اور کچھ مواخذہ نہ کرے میں امید کرتا ہوں کہ خدائے عزوجل ان لوگوں کو بخش دے گا جو اپنے کیے پر شرمندہ ہوں گے لیکن جو دین پاک سے منکر ہو کر جہالت اور گمراہی پر اڑ بیٹھیں گے ان کی نسبت خالد کو اجازت ہے کہ ان کے شہروں' گھروں اور ان کے جملہ دوستوں کی بیخ کنی کر ڈالے اور جو دشمن لڑائی میں پکڑے جائیں ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑے ان کے بچوں کو غلام بنائے اور ان کا تمام نقد و جنس لوٹ لے۔ ان لوگوں پر سلامتی ہو جو خدا پر ایمان لائے اور پیغمبر کے ساتھ عہد کیے ہوئے ہیں۔ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی مدد اور مہربانیوں کے بغیر نہ گناہوں سے ہٹ سکتا ہے نہ اس کی عبادت کی طاقت رکھتا ہے۔ جب یہ خط لکھا گیا لپیٹ کر خالد بن ولید کو دے دیا اور کہا کہ یہ خط عام و خاص کے لئے نصیحت اور تیرے لئے دستور العمل ہے فقط السلام۔ خالد بن ولید' صدیق سے لے کر اپنے ساتھیوں سمیت جانب علاقہ بنی اسد روانہ ہوا جب بنی اسد کو یہ خبر پہنچی کہ خالد بن ولید ان کے علاقہ کی طرف آ رہا ہے تو چند آدمی طلیحہ کے پاس گئے جسے انہوں نے اپنا پیغمبر مان رکھا تھا اور پوچھا کیا جبریل نے نازل ہو کر تجھے خالد کے آنے کی خبر دی ہے۔ اس نے کہا نہیں' لوگوں نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ کسی ایسے شخص کو بھیج جو خالد کی اور اس کی فوج کی ٹھیک خبر لائے کہا بہت خوب **ان انتم بعثتم بفارسین**

لطلبين على فرسين اشقين محجلين ادهمين اعزين من بني نضر بن قعو اتنا كم من القوم بعين یعنی تم فلاں قبیلے کے دو سوار جرار اسپان برق کردار تیز رفتار کالے گلدار پر سوار کرا کے روانہ کرو تو وہ اس کی خبر لائیں گے۔ اس قوم گمراہ میں سے ایک شخص نے یہ کلام سن کر گواہی دی کہ فی الحقیقت تو پیغمبر ہے اور یہ گفتگو ٹھیک نبی کی گفتگو ہے۔ پھر اس قبیلے کے دو سوار جیسے بتائے تھے۔ ویسے ہی روانہ کئے۔ وہ الٹے پاؤں بھاگے آئے کہ خالد آ پہنچا۔ اس واقعہ سے اس گروہ کی گمراہی اور زیادہ بڑھ گئی اور پہلے سے بھی زیادہ مغرور ہو گئے۔

خالد بن ولید کی طلیحہ کے ساتھ جنگ

اور طلیحہ کا شکست پانا

طلیحہ اپنی قوم اور تابعین کا دل بڑھاتا تھا اور تاکید کرتا تھا کہ خالد اور اس کے لشکر سے ہرگز نہ ڈرنا۔ وہ سب گمراہ ہیں ان کے خط کا جواب لکھنا محال ہے۔ اور تم خبردار رہو کہ وہ ایک امر مبہم کے پیچھے پڑے ہیں اور جبرئیل میرے پاس خبر لایا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ اس کے بندے خاک منہ پر رکھیں اور سیرین اونچے کریں۔ وہ حکم دیتا ہے کہ ہر حال میں مجھے یاد رکھیں۔ خواہ گھر میں ہوں یا جنگل میں بیٹھے ہوں یا کھڑے ہوں اپنے مال و اسباب تمام جاہلیت کی طرح محفوظ رکھو۔ جبرئیلؑ نے مجھے یہ بھی خبر دی ہے کہ عینیہ بن حصین جو کچھ کہتا ہے۔ اصحاب محمدی کے ڈر سے کہتا ہے اور اس میں شبہ نہیں کہ اگر وہ اس دین پر سچا اعتقاد رکھتا ہے تو تمام دشمنوں کو عاجز اور حقیر سمجھتا' اسی مطلب کا ایک قطعہ بھی گھڑ کر پڑھ کر دیا۔ جب آخری شعر پڑھ چکا تو اس کی قوم کے کچھ آدمیوں نے کھڑے ہو کر فریاد کی کہ ہم پیاس سے نیم جاں ہو گئے ہیں اور ہمارے مویشی مر رہے ہیں۔ ہم کیا تدبیر کریں اس وقت ایک شعر کہا جس کا مطلب یہ تھا خاص میری سواری کے گھوڑے علال نامی پر سوار ہو کر کئی فرسنگ جاؤ پہاڑوں اور پشتوں میں تلاش کرو۔ وہاں صاف پانی پاؤ گے۔ اس کی قوم کا ایک آدمی فوراً چل پڑا جب بالائے کوہ پہنچا تو وہاں صاف پانی کا ایک چشمہ پایا۔ خود پیا اور ایک مشک بھر کر لایا تمام لوگوں کو اس جگہ کا پتا دیا اور اسی وقت سب کے سب وہاں گئے' آپ پانی پیا' جانوروں کو پلایا اور جس قدر ضرورت سمجھی مشکوں اور پکھالوں میں بھر کر لائے اور سب نے اس بات کو اس کا معجزہ تصور کیا۔ ادھر خالد جنگ کرنے میں طلیحہ سے تامل اور تاخیر کر رہا تھا قاصد بھیج کر اس کو اور اس کی قوم والوں کو سمجھا رہا تھا اور ترغیب دیتا تھا کہ لڑائی اور خونریزی سے باز رہو۔ مگر طلیحہ سختی اور سرکشی پر اڑ رہا تھا۔ اور زیادہ زیادہ کفر اور نافرمانی کی بات کر رہا تھا۔ اس طرح جب اس کی شوخی حد سے زیادہ گزر گئی تو خالد نے لڑائی کی ٹھان لی۔ صف جنگ آراستہ کر کے اس کے مقابلے پر بڑھا۔ عدی بن حاتم کو دائیں بازو پر اور زید الخیل کو بائیں طرف مقرر کیا۔ زبرقان بن بدر کو آگے رکھا اور خود قلب میں کھڑا ہوا دوسری طرف بھی طلیحہ نے اسد اور غطفان اور قرارہ کے قبیلوں کو آراستہ کر کے جنگ شروع کر دی۔ عدی بن حاتم اور زید الخیل جمعیت قبائل طے عرب کے مرتدوں سے خوب جنگ کی اور ایسی بہادری دکھائی کہ کبھی پہلے کسی جنگ میں ظاہر نہ ہوئی تھی۔ خالد نے ان کو دعا دی اور بڑی تعریف کی' اس دن نہایت ہی سخت لڑائی ہوئی دونوں لشکر دست و گریبان تھے۔ ایک دوسرے کو قتل کر رہا تھا۔ خون کی نہریں رواں تھیں اس قیامت خیز ہنگامہ میں عینیہ بار بار طلیحہ کے پاس آتا اور جبرئیل کے نازل ہونے اور وحی کے آنے کا حال پوچھتا۔ طلیحہ نے کہا جبرئیل خبر لایا ہے کہ تمہاری امیدیں خالد کی امیدوں کے ہم پلہ ہوں گی اور ان کے اور تمہارے مابین وہ کیفیت گزرے گی جو کبھی نہ

بھولے گی۔ عینیہ نے کہا تیرے ساتھ وہ جھگڑا ہو گا جسے خلقت ہمیشہ یاد رکھے گی۔ پھر کہا اے عزیزو اور بھائی بندو یقین جانو کہ یہ شخص عورت سے بھی کم عقل ہے۔ اور نہایت ہی جھوٹا اب مجھ پر اس کا فریب کھل گیا ہے بھاگنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں یہ کہتے ہی پشت موڑی اور بھاگ نکلا۔ عینیہ کے بھاگتے ہی خالد نے اسد اور غطفان کی صفوں کو پریشان کر دیا۔ اور وہ بیابان کی طرف منہ اٹھا کر بھاگے اس وقت ان پر عجیب مصیبت نازل تھی سب کے سب موت کے پنجے میں گرفتار تھے دلوں پر خوف چھایا ہوا تھا اور گردنوں پر تلواریں پڑ رہی تھیں۔ سامنے مردم خوار درندے تھے۔ اور پس پشت شمشیر شعلہ بار' طلیحہ چیخ رہا تھا ارے بے شرم مجھ کو تنہا چھوڑ چلے' ایک بھگوڑے نے بھاگتے ہوئے کہا ہم تجھے دکھانا چاہتے ہیں کہ ہم کیوں بھاگے جاتے ہیں۔ ہمارے دشمن وہ لوگ ہیں جو موت کے ایسے ہی شائق ہیں جیسے ہم زندہ رہنے کے اور وہ سختیوں اور کوششوں کے اسی قدر دلدادہ ہیں جس قدر ہم عیش و راحت کے۔ طلیحہ کی زوجہ نوار بولی۔ اگر تم میں کوئی شخص بھی اس دین پر ثابت قدم ہوتا تو اپنے پیغمبر کو تنہا نہ چھوڑتا۔ کسی نے جواب دیا اگر تیرا خاوند پیغمبر ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کے حال پر ایسا مہربان نہ ہوتا۔ طلیحہ نے اپنی زوجہ سے کہا اے نوار ہلاکت سے بچ۔ خود علال پر بیٹھ اور اپنی زوجہ کو پیچھے بٹھا کر بھگوڑوں کے نشان قدم پر پڑ لیا۔ خالد لڑائی کے بعد مال و اسباب لوٹنے میں مشغول ہوا۔ زن و فرزند و عزیز و قریب کسی کو باقی نہ چھوڑا۔ تمام مال و متاع لوٹ لیا۔ سارا علاقہ صاف کر دیا۔ ایک انصاری نے اس مضمون کا ایک شعر بھی کہا ہے' جب خالد مال غنیمت کے فراہم کرنے سے فارغ ہوا اور مخالفوں کو برباد کر چکا تو تمام مال و اسباب ایک پاکباز جماعت کی تحویل میں دے دیا اور خود طلیحہ اور اس کی قوم کے تعاقب میں گیا اور وادی الاحزاب میں جا لیا۔ خفیف سی لڑائی ہوئی اور یہاں بھی مرتد تاب مقابلہ نہ لا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ عینیہ بن حصین اور قرۃ بن مسلمہ گرفتار ہوئے۔ طلیحہ شام کی طرف بھاگ گیا اور غسان کے حاکموں سے پناہ چاہی۔ خالد یہاں سے پھر آیا اور قیدیوں کی گردنوں میں طوق ڈال کر جانب مدینہ روانہ ہوا۔ نزدیک شہر پہنچا تو لوگ قیدیوں کا تماشا دیکھنے نکل پڑے جب قیدی صدیق کے سامنے لائے گئے تو آپ نے عینیہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے دشمن خدا تو نے مسلمان ہو کر اور قرآن شریف سے واقف ہو کر دین کو دنیا کے عوض بدل ڈالا۔ عینیہ نے کہا اے صدیق اکبر خلیفہ پیغمبر جناب رسالت مآبؐ تمہاری نسبت میرے حال سے زیادہ واقف تھے تاہم انہوں نے مجھے اسی منافقانہ چال پر رہنے دیا۔ خدا کی قسم میں نے اب گزری ہوئی باتوں کو چھوڑ دیا ہے اور اس مذہب سے پھر گیا ہوں۔ مجھے معاف کرو خدا تم کو معاف کرے گا۔ صدیق کا دل معافی کی طرف مائل ہوا فوراً بندشیں کھلوا کر آزاد کیا اس پر اور اس کے چچا زاد بھائیوں پر مہربانی فرمائی۔ پھر قرۃ بن مسلمہ نے کہا اے خلیفہ میں مسلمان ہوں اور دین کی حفاظت میں ہوں میرے لئے اسی قدر سزا کافی ہے اور میرا قتل ہر طرح سے حرام ہے۔ عمر نے کہا اے امیر المومنین قرۃ خود بھی کریم ہے اور کریم کا بیٹا ہے۔ سردار اور آزاد شخص ہے اگرچہ اس نے گناہ کیا ہے مگر اب بہت شرمندہ ہے اگر امیر المومنین اس کی گزشتہ خطاؤں کو معاف فرما کر چھوڑ دیں تو مروت اور رعایت سے بعید نہ ہو گا۔ صدیق اکبر نے اس پر مہربانی فرمائی اور اسے رہا کر دیا۔ اس کو اس کے بھائیوں اور چچا کو خلعت عطا کیا اور گھر جانے کی اجازت دے دی۔ وہ صدیق کے بہت ثناء خواں ہوئے جب طلیحہ نے سنا کہ عینیہ اور قرۃ کو معافی دے کر ان کے ساتھ ایسا احسان کیا ہے بہت نادم ہوا اپنی خطاؤں کی عذر خواہی و شرمندگی اور اپنی حالت کی بے سرو سامانی کے مضمون کا ایک قطعہ تصنیف کر کے صدیق اکبر کی خدمت میں بھیج دیا۔ وہ قطعہ صدیق اکبر کے سامنے پیش ہوا تو آپ کو اس کے اظہار ندامت اور خستہ حالی پر بہت رونا آیا۔ طلیحہ ابھی خدائے سبحانہ و تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے اور مدینہ آنے کی فکر کر رہا تھا کہ صدیق اکبر نے وفات پائی اور فاروق خلیفہ ہو گئے۔ اس لئے فاروق کی خدمت میں حاضر ہو کر سچے دل سے مسلمان ہو گیا' اس مہم سے فارغ ہو کر خالد تمیم کے شہروں کی طرف متوجہ ہوا۔ ابطاح کی سرزمین پر قیام کر کے انتظار

کرنے لگا کہ بارگاہ صدیق سے کیا حکم صادر ہوتا ہے۔ تاکہ اس کے بعد مسیلمہ کذاب پر حملہ کرکے اس کے فساد کو مٹائے۔ مسیلمہ کا کاروبار ترقی پر تھا۔ وہ یمامہ کے لوگوں کو بہکاتا تھا کہ بھلا کوئی بتائے کہ قریش نبوت اور امامت میں کس سبب سے ہم سے زیادہ مستحق ہیں۔ نہ وہ ہم سے شمار میں زیادہ ہیں نہ قدامت و شوکت میں برتر تمہارے شہر بھی ان کے شہروں سے زیادہ آباد ہیں۔ اور تمہاری دولت بھی ان کی دولت سے بڑی ہوئی ہے۔ میرے پاس بھی اسی طرح ہروقت جبرئیل آتا ہے جس طرح محمدؐ کے پاس آتا اور وحی لاتا تھا۔ رزحال بن نہشل و محکم بن طفیل جو یمامہ کے نامور سردار ہیں۔ ہروقت میری نسبت اس امر کی گواہی دے سکتے ہیں کہ حضرت محمد بن عبداللہ نے اپنی زندگی میں اقرار کیا تھا کہ میں نبوت میں ان کا شریک حال ہوں۔ اب یہ خبر پھیل گئی کہ یمامہ کے باشندوں نے مسیلمہ کذاب پر ایمان لا کر اس کو اپنا پیغمبر مان لیا ہے۔ اور جو کچھ لوگ جن کے دماغ عقل سے معمور اور دل علم سے روشن ہیں اسے جھوٹا سمجھتے اور اس کی باتوں کو لغو جانتے ہیں۔ علاوہ ازیں منذر تمیم کی لڑکی سجاعہ نے بھی نبوت کا دعویٰ کرکے ایک مذہب جاری کیا اور یہ خبر سن کر کہ سرزمین یمامہ میں مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ کیا اور مجھے بلاتا ہے اپنے کنبہ اور ملت والوں کی بھاری جمعیت کے ساتھ چل کھڑی ہوئی اس عورت کا شوہر اذان میں یہ لفظ کہا کرتا تھا **اشہد ان سحا حا نبی اللہ** یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ سجاعہ اللہ کی نبی ہیں۔ اس عورت نے مسیلمہ کے پاس پہنچ کر اس کی پیغمبری کو قبول کر لیا۔ اور کہا کہ میں نے تیری تعریفیں سنی ہیں۔ اب میں تجھ کو قبول کرتی ہوں اور تیرا حکم بجا لاتی ہوں۔ تاکہ میاں بیوی دونوں پیغمبر کہلائیں۔ اور باہمی اتفاق سے لوگوں کو فرمانبردار بنائیں۔ اب تو مجھے وحی کے آنے اور قرآن کے نازل ہونے سے باخبر کر۔ مسیلمہ نے کہا جو کچھ مجھ پر نازل ہوا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے **لا اقعوا بھذ البلد لا تبوج ھذا البلد حتی یکون ذا مال فی ولد و فر دا سفر ادخیل و عدد علی زعم من حسد** سجاعہ نے کہا میں گواہی دیتی ہوں کہ تو سچا پیغمبر ہے۔ اب میں نے تجھ کو اپنے اوپر حلال کر لیا ہے۔ مجھے تیری صحبت کی آرزو ہے۔ لیکن مہر کی نسبت چاہتی ہوں کہ میرے حسب حال ہو۔ مسیلمہ نے کہا میں نے مہر کے عوض عشا اور صبح کی نماز تیری امت کو معاف کر دی۔ اسی وقت موذن کو بلا کر کہا کہ اس سردارنی کی قوم میں جا کر منادی کر دے کہ پیغمبر خدا مسیلمہ نے صبح اور عشا کی نماز تمہارے اوپر معاف کر دی۔ اسی قسم کی اور بہت سی باتیں ہیں۔ جو اس کتاب میں نہیں سما سکتیں انہیں طوالت کے خیال سے چھوڑے دیتا ہوں۔ اس دروغ گو مدبر اور مدبرہ کی بہت سے گفتگو نشست و برخاست کے متعلق اسی طرح کی ہے جس میں سے ایک یہ ہے کہ **الا قومی الا النبیک فقد ھئنی لک المضجح فان شئت سلقنا ک و ان شئت علی ادبح و انشئت بثلثیہ و ان شئت بد اجمع** یعنی اٹھ کیونکہ تیری سیج بچھی ہوئی ہے میں تیری خواہش پوری کروں گا اگر تو یہ چاہے تو سیدھی طرح نہیں تو اوندھا لٹا کر ہمبستری کروں گا۔ اور یہ بھی تیرا حکم بجا لاؤں گا۔ اگر تو چاہے تو چہار قائمہ پر بیٹھ اور میں تیری خوشی سے دو حصے داخل کروں گا۔ اور تو پسند کرے گی تو سبھی۔ سجاع نے کہا **براجمع** یعنی سب کا سب کام میں لا کیونکہ اولاد کے باعث برکت اور بہت مفید ہے۔ اور مجھ پر بھی وحی نازل ہوئی ہے۔ غرض مسیلمہ کی یہ حرکتیں اور کیفیتیں صدیق کے سامنے بیان کی گئیں۔

آپ نے فرمایا جلدی نہ کرو اللہ جل شانہ بدکاروں کو سزا دے گا اور زمانہ اس کے فساد کو ختم کرے گا۔ پھر اصحاب کی رائے کے اتفاق کے ساتھ خالد بن ولید کے نام اس مضمون کا خط لکھا۔ عبداللہ بن عثمان خلیفہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے یہ خط خلاق عالم خدائے اکرم کے واسطے خالد بن ولید اور اس کے ہمراہیوں مہاجرین و انصار کے نام روانہ کرتا ہے۔ ان سب پر سلامتی ہو اور برکت۔ اے خالد آگاہ ہو کہ میں نے تجھے ان لوگوں پر جہاد کرنے کے لئے خود مختار سردار بنایا ہے۔ جو دین اسلام سے پھر گئے ہیں اور کافر و گمراہ ہو گئے ہیں۔ میں تجھ پر خدا اور اس کے رسول صلعم کو شاہد ٹھہرا کر کہتا ہوں کہ تم خدا سے ڈرنا اپنے آپ کو امانت شعار ٹھہرانا۔ ڈھیل اور سستی کو اختیار نہ کرنا اپنے قبیلوں کے غرور سے جو ان

میں موجود ہے باز رہنا۔ مرضی الٰہی کے مطابق میری نصیحت کو ماننا جب تجھے میرا یہ خط مل جائے تو خلیفہ کے علاقہ پر لشکر کشی کرکے مسیلمہ کذاب سے جنگ کرنا۔ خبردار رہ کہ یمامہ اور بنی حنفیہ کے لوگوں کو اور لوگوں جیسا نہ سمجھنا چاہیے۔ یہ لوگ دوسروں سے بہت زیادہ قوت دار اور صاحب شوکت ہیں۔ ان کے شہروں میں پہنچ کر جلدی جنگ نہ کرنا۔ جہاں تک ہو سکے دلجوئی اور مہربانی راہ راست پر لانا' اگر وہ کہنا مان جائیں اور اپنے کئے پر پشیمان ہو کر پھر اسلامی طریقے کو اختیار کرلیں تو ان کی توبہ اور عذر کو قبول کرلینا اور جو شخص نادانی اور کفرو سرکشی پر اڑا رہے اور فساد کرنا چاہے اس کا سر اتار لینا۔ صرف ان ہی لوگوں سے لڑنا جو خدا سے پھرے ہوئے ہیں اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتے۔ جب لڑائی کا پیغام پہنچے خدا پر بھروسہ کرنا خود مستعد رہنا۔ اور کسی دوسرے پر انحصار نہ رکھنا' لشکر کی صفوں کو درست کرکے دائیں بائیں اور پس و پیش کے دستوں پر مہاجرین و انصار میں سے چیدہ چیدہ اور آزمودہ کار بہادر مقرر کرنا' امت کے سن رسیدہ اور معمر شخصوں سے مشورہ لینا کیونکہ ان کا ارشاد موجب خیر و برکت ہو گا۔ ان کے حقوق و مرتبہ کا لحاظ رکھنا ان کو عزیز اور لائق احترام سمجھنا' سست اور شکستہ دل نہ ہونا۔ شمشیر بازوں کو شمشیر بازوں کے مقابلے میں بھیجنا۔ نیزہ داروں کو نیزہ داروں کے سامنے رکھنا۔ اور اسی طرح دوسری قسم کے ہتھیار والوں کو ان ہی جیسے مسلح لوگوں سے لڑانا' اپنی فوج سے محبت آمیز گفتگو کرنا' اہل علم خصوصاً" انصار کے ساتھ اچھے برتاؤ رکھنا کیونکہ تو نے ان کے حقوق میں حضرت پیغمبر کی وصیت سن لی ہے۔ ان کو اچھی خدمتوں کا نیک صلہ دینا۔ اور ان کی خطاؤں کی سزا رضامندی کے ساتھ دینا ہر ایک بات پر اللہ تعالی کے فضل کرم پر بھروسہ کرنا زیادہ سلام۔

جب خالد کے پاس یہ خط پہنچا لشکر کے سرداروں کو بلایا' خط پڑھ کر سنایا سب نے کہا بس جو تیری رائے وہ ہماری رائے ہم میں کوئی تیری مخالفت نہ کرے گا۔ خالد نے ہمراہیوں کی بات سن کر یمامہ پر لشکر کشی کی اس علاقہ میں خالد کے پہنچنے کی خبر سنتے ہی محکم بن طفیل نے یمامہ کے نامور سرداروں کو طلب کیا اور کہا اے حنیفہ کے قبیلو آگاہ ہو کہ خالد تمہارے شہروں کی طرف آ رہا ہے۔ اب تم کو ایسے لوگوں سے لڑنا پڑے گا جو اپنی جانوں کو سپہ سالاروں کے حکم کے سامنے ہیچ سمجھے ہیں۔ اور موت کو رضائے الٰہی کے مقابل حقیر تصور کرتے ہیں۔ تم بھی استقلال کا جامہ پہن لو اور دل کھول کر جنگ کرو۔ سب نے یکزبان ہو کر کہا جب وقت آئے گا۔ اور لڑائی کا سامنا ہو گا ہم خالد پر اس کی غلطی ثابت کریں گے۔ دشمنوں کے خون سے ندیاں بہا دوں گا۔ پھر بنو حنیفہ کو معلوم ہوا کہ خالد ان کے قریب آ پہنچا اور لشکر ساتھ ہے۔ نامور اشخاص اپنے سردار کے پاس جس کا نام ثمامہ بن اثال تھا آئے اور وہ بہت ہی سمجھدار اور عقلمند مشہور تھا۔ بولے ہم تیری بات کو سچا اور متبرک جانتے ہیں۔ آج ولید جیسے دشمن نے ہماری بیخ کنی کا ارادہ کیا ہے اور مسیلمہ نبوت کا دعویٰ کرکے ان کو سرکش بنا رہا ہے۔ ہم سخت حیران و پریشان ہیں تو بتا کہ تیری کیا رائے ہے کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ ثمامہ نے کہا اے لوگو یچ جانو کہ محمد بن عبداللہ تعالی کے سچے پیغمبر تھے۔ ان کا دین برحق ہے اور ان کے پیرو راہ راست پر ہیں۔ یقیناً مسیلمہ جھوٹا مکار و دغا باز ہے۔ اس کی سب باتیں دھوکا اور فریب آمیز ہیں۔ مسلیمہ کی خرافات بھی تم نے سنی ہے۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا قرآن بھی سنا ہے۔ خود ہی انصاف کر سکتے ہو کہ اس کی باتوں کو کلام الٰہی سے کیا نسبت ہے۔ پھر یہ آیہ پڑھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ حم تنزیل الکتب من اللہ العزیز العلیم ۔ غافر الذنب و قابل التوب شدید العقاب ذی الطول لا الہ الا ھو الیہ المصیر اور کہا اپنی دوستی کا خیال رکھو اور اس کام کو حقیر نہ جانو میں نے اپنی بھلائی تو اسی بات میں سمجھی ہے کہ آج رات کو متعلقین سمیت خالد سے جا ملوں گا اور اس سے پناہ مانگوں گا کہ میری جان اور متعلقین کو اپنی حفاظت میں لے سب نے کہا ہم تیرے ساتھ ہیں جہاں تو جائے گا ہم تیرے ساتھ جائیں گی۔ پھر جب کچھ رات گزر گئی تو

ثمامہ بن اثال مع زن و فرزند و عزیز و اقربا سوار ہو کر خالد کی خدمت میں آیا عذر کیا اور پناہ مانگی' خالد نے اس پر بہت عنایت کی۔ جانو مال اہل و عیال سب کو امان دی اور ان کے حال پر اظہار محبت و شفقت فرمایا۔ مسیلمہ خالد کے آنے کی خبر سنتے ہی لشکر یمامہ سمیت لڑنے پر آمادہ ہو گیا۔ دونوں لشکر مقابل اتر پڑے۔ دوسرے دن مسیلمہ نے فوج کے دائیں بائیں اور قلب و جناح کی صفیں آراستہ کرکے ہر ایک کو قرینے سے کھڑا کیا اور خود قلب لشکر میں جا کر جھنڈا گاڑا۔ خالد نے اس کی جرات کو ملاحظہ کرکے زید بن خطاب کو دست راست کی فوج حوالے کی ثابت بن قیس کو دست چپ کے لشکر پر مقرر کیا۔ اس کے بھائیوں کو جناح میں رکھا۔ اور خود قلب لشکر میں جاگزیں ہوا۔ دونوں طرف سے بہادروں نے جوش و خروش دکھایا۔ جنگ و جدل شروع ہوئی اور خونریزی کی آگ بھڑکی دونوں لشکر دست و گریبان ہوئے۔ اسلامی سپاہ سے تقریباً" تین سو بہادر شہید ہوئے۔ اور مخالفوں میں سے بے شمار جہنم واصل ہوئے۔ چنانچہ محکم بن طفیل جو مسیلمہ کا وزیر تھا ثابت بن قیس انصاری کے ہاتھ سے ہلاک ہوا۔ پھر مسیلمہ کے لشکر نے بد دل ہو کر ایک ایسا منتقمانہ حملہ کیا کہ غالب آ گیا اور اسلامی فوجوں کو پیچھے ہٹا دیا۔ کسی کی پیش نہ جانے دی۔ اس حملے میں اسی مسلمان شہید ہو گئے۔ پھر تو لشکر اسلامی نے جوش و خروش کے ساتھ حملہ کیا اور بہادرانہ جنگ کی۔ یہاں تک کہ مسیلمہ کی فوج کو ہٹنا پڑا۔ اس وقت مسیلمہ ننگا سر کئے اپنے ساتھیوں کے حوصلہ بڑھا رہا تھا کہ میں خدا کا پسندیدہ رسول ہوں' خالد جیسا فاسق اور فاجر نہیں۔ وہ حملہ پر حملہ کرتا تھا۔ کافروں نے اس کا ساتھ دے کر مسلمانوں کی جمعیت کو ایک طرف سے دبا دیا مگر خالد قدم جمائے رہا۔ دشمن کو اپنی جگہ نہ آنے دیا۔ پھر اپنے لوگوں کو پکارا کہ اے قرآن پڑھنے والو خدا سے ڈرو خدا سے ڈرو دین کے بدخواہوں سے منہ نہ موڑو۔ مبادا خدا تم سے ناراض نہ ہو جائے۔ اور توبہ قبول نہ کرے۔ مسلمان یہ سنتے ہی پلٹ پڑے۔ بھوکے شیروں کی طرح جھپٹے۔ ابو دجانہ بپھرے ہوئے شیر اور مست ہاتھی کی طرح رجز پڑھتا برچھا ہلاتا صفوں سے آگے نکل گیا۔ اور ایسی جنگ کی کہ دیکھنے والے حیران تھے۔ میدان میں جوئے خون بہا دی۔ رافع بن خدیج الانصاری بیان کرتا ہے کہ میں بنی حنیفہ کی لڑائی میں شریک تھا۔ انہوں نے بیس دفعہ سے بھی زیادہ مسلمانوں کو پیچھے ہٹایا اور بہت سے مشہور بہادروں کو شہید کیا اور قریب تھا کہ خدا کو دین محمدی کی عزت منظور نہ ہوتی۔ تو تمام ذلت و خواری لشکر اسلام ہی کو ہوتی مگر مسلمانوں نے مجتمع ہو کر پھر صفیں باندھیں اور شیر غراں کی طرح مسیلمہ کی صفوں کو درہم برہم کر دیا۔ تمام لشکر بھاگ نکلا۔ مسیلمہ نے باغ میں پناہ لی۔ ابو دجانہ نے کہا کہ مجھے ایک ڈھال پر بٹھا کر اور نیزوں کے اوپر سے اٹھا کر باغ کی دیوار کے اندر ڈال دو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ ابو دجانہ نے باغ میں جاتے ہی تلوار کھینچ کر تن تنہا حملہ کیا۔ لڑتے لڑتے جام رحمت الٰہی نوش کیا۔ خالد ابو دجانہ کا یہ حال دیکھ کر باغ کے گرد پھرا' پھر ایک جگہ رخنہ پایا' اس میں سے اندر کود پڑا اور داخل باغ ہو کر ایسی شمشیرزنی کی کہ سنگ خارا پر بھی ہاتھ پڑتا تو دو ٹکڑے کر دیتا۔ مسیلمہ کذاب کا ایک ہوا خواہ اس کی طرف آیا۔ بد زبانی شروع کر دی دونوں الجھ پڑے۔ خالد اسے گھوڑے سے گرا کر اوپر سے آپ بھی آ رہا۔ اس نے اپنے ہاتھ کے حربے سے پے در پے خالد کو سات زخم لگائے۔ خالد زخمی ہو کر الگ ہوا اور چاہا کہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو مگر اس شور و غل میں اس کا گھوڑا بھاگ کر باغ سے نکل گیا تھا۔ خالد نے منہ دشمنوں کی طرف کر لیا اور پشت باغ کی دیوار کی طرف کرکے لڑتا بھڑتا الٹے قدموں ہٹتا باغ میں سے نکل آیا وہ اس وقت سخت زخمی اور کمزور تھا۔ عباد بن بشر انصاری نے باغ کے دروازے پر کھڑا ہو کر آواز دی کہ اے انصار اور نیک دل لوگو جان اور زندگی سے ہاتھ دھو کر تلواریں سنبھال لو اور باغ میں گھس جاؤ۔ کافروں کا خون بہا کر دنیا کو نیک نامی کے ساتھ خیرباد کہہ جاؤ۔ تمام مسلمانوں نے تلواریں کھینچ کر باغ کے دروازہ پر حملہ کیا اور نعرہ تکبیر لگاتے ہوئے باغ میں گھس پڑے۔ یہ سب ایک سو بیس آدمی تھے۔ خوب لڑے' صرف چار شخص جو زخمی ہو گئے تھے باہر واپس آئے باقی سب کے سب غریق رحمت ہوئے۔ اب طرفین کا حال ابتر ہو

گیا سب کی آنکھوں میں دنیا اندھیر تھی۔ کچھ لوگوں نے مسیلمہ سے کہا کیا تو دیکھتا ہے کہ خلق خدا پر کیا حال گزر رہا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میرے پاس اس واقعہ کی وحی نازل ہوئی تھی پھر ان لوگوں نے کہا تو نے جو وعدے کیے تھے وہ کیا ہوئے۔ اب ہمیں فتح نہیں ہوئی تو کس کی فتح سمجھنی چاہیے۔ کیا تو نے ہم سے نہیں کہا تھا کہ ہمارا دین سچا ہے۔ اور ہماری ہی زمین جائے نزول وحی ہے۔ مسیلمہ نے سر جھکا لیا کہ کیسا دین کیسا طریق تم مرد بن کر جنگ کرو آبرو کا خیال رکھو تم بھی ان کو گمراہ اور اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے اگر ایسا ہی ہوتا تو تمہارا کام زیادہ عمدہ ہوتا۔ وہ حیرت زدہ حالت میں ملامت کر رہا تھا۔ لوگ اس کی گمراہی اور روسیاہی سے واقف ہو گئے۔ اس کے مکرو فریب اور جھوٹ میں جائے شبہہ باقی نہ رہی۔ سب اپنی غلطی اور بھول چوک سے آگاہ ہو کر باغ کی دیوار سے ٹکرانے لگے۔ مسلمانوں کے لشکر نے ان کی یہ پریشانی اور گھبراہٹ دیکھ کر ایک ہی دفعہ اس دیوار پر جست کی اور تمام کافروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ نالہ و فریاد کا شور آسمان تک پہنچا۔ مسیلمہ نے فوج میں گھس کر چاہا کہ باغ کے دروازے سے نکل جائے اور حصار میں پناہ لے وحشی باغ کے دروازہ پر کھڑا ہوا تھا ایک انصاری نے مسیلمہ کو پہچان کر غل مچایا کہ مسیلمہ جان بچا کر بھاگا جاتا ہے۔ وحشی نے لپک کر وہی حربہ جس سے حضرت رسول خداؐ کے چچا حضرت امیر حمزہ کو شہید کیا تھا مسیلمہ کے پیٹ پر مارا۔ حربہ مذکور دوہری زرہ کو چیرتا ہوا کمر کی طرف نکل آیا۔ مسیلمہ زمین پر گر پڑا وحشی نے آواز دی کہ میں ہی جبیر بن مطعم کا غلام وحشی ہوں جس نے زمانہ کفر میں بہترین قریش کو قتل کر کے بہشت میں پہنچایا تھا۔ اور اب مسلمان ہو کر بدترین خلائق مسیلمہ کو مار کر واصل جہنم کیا۔ اس جنگ میں باقی بنی حنیفہ جان بچا کر باغ کے دروازے سے نکل گئے اب خالد نے باغ کے دروازہ پر مسیلمہ کو مردہ پڑا پایا۔

حلیہ مسیلمہ کذاب

کالا رنگ، بوڑھا، بدصورت، کمزور، تل چاولے بال، کہا مجاعہ بن مرار کو بلاؤ۔ مجاعہ آیا۔ کہ میں حاضر ہوں۔ خالد نے پوچھا اس روسیاہ نے تم کو اس مصیبت میں پھنسایا تھا۔ اور تمہارے شہروں میں فساد پھیلایا تھا۔ مجاعہ نے جواب دیا اے امیر بہتر ہے کہ تم بنی حنیفہ سے صلح کر لو کیونکہ صرف جلد باز لوگ لڑنے کے لئے نکل آئے تھے۔ ورنہ جنگ جو اور تجربہ کار لوگ سب موجود ہیں۔ تمام قلعے ان سے اور سامان جنگ سے بھرے ہوئے ہیں۔ خالد نے تامل کیا اور سوچا کیا مجاعہ صحیح کہتا ہے۔ ابھی وہ اپنے ارادے کا فیصلہ نہ کر چکا تھا کہ خود بھی اس نے دیکھ لیا کہ تمام حصار دلیروں سے پر اور سب ہتھیار بند ہیں۔ اگر ان سے جنگ کی گئی تو ان سے لڑنا اور اس تھکے ہوئے اور زخمی لشکر کے بس کی بات نہیں۔ اس لئے مجاعہ کی تجویز کو پسند کرنا پڑا۔ اور اس شرط پر صلح کی اجازت دی کہ تمام زر و دینار اور مال و متاع جو ان قلعوں کے اندر ہے بیت المال میں داخل کر دیں۔ اور تین میں سے ایک مویشی اور چار میں سے ایک بردہ حوالہ کریں۔ اس کے بعد خالد واپس چلا آیا اور صلح پختہ ہو گئی۔ پھر لشکر کا حال دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ اسلامی فوج کے ایک ہزار دو سو آدمی تھے جن میں سے سات سو حافظ قرآن تھے شہید ہو گئے۔ اہل مدینہ اور صدیق اکبر اس خبر کو سن کر رو دیئے۔ جب قاصد لوٹ کا پانچواں حصہ لے کر حاضر ہوئے تو صدیق اکبر نے جواب سلام کے بعد کہا اے ابو حنیفہ یہ کیا بات تھی کہ جو تم نے مسیلمہ کے ساتھ اختیار کی تھی۔ ان میں سے ایک شخص عمر بن سحر نامی اٹھ کھڑا ہوا اور بولا اے رسول خداؐ کے خلیفہ ہم میں سے ایک کمبخت نے علیحدہ ہو کر شیطان سے لو لگائی تھی اور عقل و فہم کو اس سلسلے میں خیرباد کہہ دیا تھا۔ شیطان نے اس کے بعض کاموں کو خوب ہوا دی اور اس کے عزیزوں میں سے کچھ لوگ اس کے پیرو بن بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کی سزا انہیں دی۔ صدیق اکبر نے کہا اپنے کئے کا کچھ علاج

نہیں اور نیک کام کرنے والا کبھی شرمندہ نہیں ہوتا۔ خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ میں نے بھی تمہاری خطا معاف کر دی۔ اور تمہارے فعلوں سے درگزر کیا۔ آئندہ تم کبھی راہ راست سے نہ پھرنا' سرکشی اور خطا کاریوں سے باز رہنا۔ والسلام! اسی اثناء میں خبر آئی کہ بحرین کے باشندے پھر گئے ہیں یعنی بنی بکر وائل کے ایک گروہ نے بنی عبدالقیس کی دشمنی کے سبب کہ وہ مسلمان تھے بحرین والوں سے کہا آؤ ہم ان سے جنگ کریں۔ اور اس علاقہ کو نعمان بن المنذر کے خاندان میں واپس لائیں۔ کیونکہ وہ ابو قحافہ کے بیٹے کی نسبت زیادہ حقدار ہیں۔ پھر اٹھ کھڑے ہوئے اور کسریٰ بادشاہ فارس کے پاس آئے اور عرض کی کہ وہ شخص جس پر قریش کے قبیلوں اور مصری باشندوں کو ناز تھا دنیا سے اٹھ گیا۔ ایک نالائق بوڑھا کمزور شخص اس کی جگہ خلیفہ بن کر بیٹھا ہے۔ اس کا عامل ہمارے علاقہ سے نکل گیا ہے۔ اب یہ ملک خراب اور بے سرا پڑا ہے۔ عبدالقیس کے کچھ لوگوں کے سوا اور کوئی نہیں رہا ہے۔ ہم شمار اور قوت اور رعب داب میں ان سے زیادہ ہیں۔ اگر بادشاہ کسی عامل کو وہاں بھیجے تو کوئی اس کا مزاحم نہ ہو گا۔ کسریٰ نے پوچھا تم اس علاقہ کی سرداری کے لئے کس کو زیادہ حقدار اور لائق سمجھتے ہو۔ جسے تمہارے واسطے بھیجوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم منذر بن نعمان بن المنذر کو پسند کرتے ہیں۔ کیونکہ وہی اس ملک کا وارث ہے۔ کسریٰ نے آدمی بھیج کر منذر کو بلایا' اور خلعت گراں بہا دے کر اور تاج سر پر رکھ کر دو سو تازی گھوڑے اور سات ہزار عجمی سوار حوالے کئے۔ وزیروں سے مشورہ کیا کہ منذر ابھی بچہ اور نوعمر ہے۔ اسے ابھی کچھ تجربہ نہیں ہم چاہتے ہیں کہ اسے عرب کی بادشاہت عطا کریں۔ مگر اندیشہ ہے کہ وہ اس کام کو انجام نہ دے سکے۔ منذر نے ایک قصیدہ کہا جس میں اپنی قابلیت و صلاحیت اور امور سلطنت سے واقفیت نیز شاہی انعاموں کے شکریے اور حکمرانی و ملک داری کے کام میں معذور سمجھے جانے اور اطاعت و فرمانبرداری بادشاہ کے مضامین لکھے تھے۔ تصنیف کرکے کسریٰ کے حضور میں پیش کئے کسریٰ نے تعریف کرکے رخصت کیا۔ بنی بکر بن وائل کا گروہ اس کے ساتھ ہوا۔ جن میں سے مشہور لوگ حطیم بن ضیعہ اور طیبان بن عمرو اور سمع بن مالک تھے۔ جب بحرین کے علاقہ میں داخل ہوئے اور عبدالقیس کو خبر ہوئی چار ہزار سپاہی اور ایک سردار جارود بن المعلی جمع ہوئے ان کے پیرو اور غلام ان کے ساتھ تھے۔ منذر کے سات ہزار ایرانی لشکر اور تین ہزار بنی بکر تھے۔ دونوں میں بڑی سخت لڑائی ہوئی' پہلے منذر کی فوج بھاگ نکلی۔ بنی بکر اور لشکر کے بہت سے آدمی مارے گئے مگر وہ پھر جمع ہو کر پلٹے اور شدید حملہ کیا جس کی تاب نہ لا کر عبدالقیس کے لشکر نے شکست فاش اٹھائی اور دیار ہجر کی طرف بھاگے۔ آدھے لوگوں نے جراثار حصار میں اور آدھوں نے حصار وار میں پناہ لی۔ حطیم بن ضیعہ اور بنی بکر کے لشکر نے اس قلعہ کا محاصرہ کرکے تمام راستے بند کر دیئے۔ جب مدد کی ضرورت پڑی تو عبداللہ بن عوف نے ایک شعر لکھ کر صدیق اکبر کے پاس بھیجا۔ صدیق اس خبر کو سن کر بہت غمگین ہوئے۔ اور غم و غصے نے سخت غلبہ کیا۔ علاء بن حضرمی کو حکم دیا اور دو ہزار مہاجرین و انصار کو اس کے ہمراہ کرکے عجمی اور بنی بر کی فوجوں سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اور کہا اے علاء تو جس عربی قبیلے سے ملے اسے بنی بکر کی لڑائی پر آمادہ کر کیونکہ انہوں نے بحرین کی بادشاہی کے لئے منذر بن نعمان کو بلایا ہے۔ اس کے سر پر تاج شاہی رکھا ہے۔ اور ارادہ رکھتے ہیں کہ دین محمدی کو برباد کرکے پھر اپنا مطلب پورا کریں۔ علاء روانہ ہوا اور جب سرزمین یمامہ میں پہنچا تو پہلے ثمال بن اثال سے ملا۔ یہ آدمی بڑا خوش عقیدہ اور نیک نیت دیندار تھا۔ علاء نے کہا اے ثمامہ تیرے چچا کی اولاد بنی بکر کے ساتھ ہو کر راہ راست سے پھر گئی ہے۔ صلاحیت کو کھو دیا ہے۔ عبدالقیس کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ صدیق اکبر نے مجھے ان سے جنگ کرنے کو بھیجا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ جس عربی قبیلے سے ملتا جاؤں اسے پیغام دوں کہ بنی بکر سے لڑیں۔ کیا اچھا ہو کہ سب سے پہلا مددگار تو ہو اور اپنی قوم سے لڑنے میں میرا ساتھ دے۔ ثمامہ نے جواب دیا کہ تو جانتا ہی ہے کہ ابھی کچھ عرصہ نہیں گزرا کہ میری قوم کے لوگ مسیلمہ کے فتنے میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ میں خیال

کرتا ہوں کہ وہ میری نہ مانیں گے نہ ساتھ دیں گے۔ اگر تو کہے تو میں اس کا امتحان کروں اور اس مدعا کو ان سے بیان کروں۔ علاء نے کہا بہت اچھی بات ہے۔ ثمامہ نے یمامہ کے سرداروں کو طلب کیا اور ان سے بنی بکر سے جنگ کرنے کے لئے لکھ کر پوچھا کہ اگر تم میرا ساتھ دو گے تو پچھلے گناہوں کی آلودگی دھوئی جائے گی۔ یہ جنگ بنی بکر کے مرتد اور عجم کے کافروں کے ساتھ ہے۔ یمامہ کے امیروں نے کہا اے ثمامہ مسیلمہ کا ساتھ دینے سے ہمارا جو کچھ حال ہوا ہے کہ مال و دولت غارت ہوا۔ نسلیں تباہ ہوئیں۔ تجھے خوب معلوم ہے کچھ دنوں کے لئے ٹھہر جا۔ کہ ہم سنبھل جائیں۔ پھر جس خدمت کے لئے حکم دے گا اسے بجا لائیں گے۔ ثمامہ کا کہنا موثر نہ ہوا تو وہ اپنے چچا کی اولاد سمیت بہ ارادہ جہاد علاء کے ساتھ ہو لیا۔ علاء بنی تمیم کے علاقہ میں پہنچا ہی تھا کہ قیس بن عاصم استقبال کے لئے آیا اور رسم سلام ادا کی۔ علاء نے اس سے بنی بکر کے ساتھ جنگ کرنے کی درخواست کی۔ اس نے جواب میں کہا میں اس قصد سے تیرے پاس آیا ہوں کہ تیرا رہبر بن کر اور علاقہ بنی سعد سے گزر کر مقدمتہ الجیش ہونے کا حق ادا کروں۔ پھر قیس بنی علاء کے ساتھ ہو لیا اور جب بنی سعد کے ملک سے آگے نکل گئے تو قیس نے مناسب سمجھا کہ علاء کا اور بھی ساتھ دے اب علاء کے ساتھ دو ہزار جوان تھے۔ یہ سب ہجرت کرنے والے انصار ثمامہ ابن اثال اور اس کا خاندان اور قیس بن عاصم مع عزیز و اقرباء تھے۔ بحرین کے علاقہ میں داخل ہوتے ہی جرانا قلعہ کے مشہور مسلمانوں کو ان کے آنے کی خبر مل گئی۔ جس سے وہ نہایت شاد ہوئے اور علاء کو دشمنوں کی فوج کی کثرت سے مطلع کیا۔ علاء نے یہی مناسب سمجھا کہ دشمنوں پر چھاپہ مارے۔ اہل قلعہ کو بھی اس سے آگاہ کر دیا کہ وہ بھی ہوشیار رہیں۔ اور جس وقت ہم محاصرہ کرنے والوں سے جنگ کریں اور تم شور و غل سنو فوراً قلعہ سے نکل کر حملہ کر دینا۔ پھر رات گزرنے پر علاء نے لشکر کو کمر بندی کا حکم دیا اور یہ دبے پاؤں روانہ ہوئے۔ جب دشمنوں کی فوج قریب رہ گئی تو یکبارگی حملہ کر دیا اور شور و غل سے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ قلعہ کے سپاہی بھی اس ہنگامہ آرائی کا شور سنتے ہی دروازہ کھول کر باہر نکل پڑے۔ اور ہر طرف سے دشمنوں کو نرغہ کر کے قتل کرنا شروع کر دیا۔ کفار غفلت میں تھے بھاگ نکلے اور قلعہ ہجر میں پناہ گزین ہوئے۔ اگرچہ اس لڑائی میں بہت سے مسلمان شہید ہوئے مگر مخالفوں میں سے اس قدر مارے گئے کہ میدانوں میں جا بجا ان کی لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ جملہ مال اسباب اور مویشی غنیمت میں ہاتھ آئے۔ علاء نے عبدالقیس کی جماعت سے کہا اس جنگ میں تم نے اس قدر ثواب حاصل کیا ہے جس قدر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ سلم کے سامنے معرکہ ہائے بدر و احد اور دوسری لڑائیوں میں جنگ کرنے اور شہید ہونے والوں کو ملا ہے۔ اب مضبوط ارادہ کے ساتھ فتح و ظفر حاصل کرنے کی نیت کر لو اور جہاد کے لئے مستعد ہو جاؤ۔ بنی عبدالقیس نے جواب دیا کہ اے امیر خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ فتح تیرے قدموں کی برکت سے دی ہے اور کافروں کو ذلیل و خوار کیا ہے۔ مگر قریب ہی ایک جزیرہ ہے جس کے باشندوں کی دشمنی اور دوسرے دشمنوں سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔ اگر امیر اس پر حملہ کرنے کا حکم دے تو ہم پہلے ان کا کام تمام کر دیں پھر اور کوئی خدمت بجا لائیں۔ علاء نے جزیرۂ دارین پر لشکر کشی کر دی۔ یہاں بے شمار کافر آباد تھے۔ اور یہاں جانے کا کوئی راستہ بھی نہ تھا۔ مسلمانوں کو یہاں انتہائی کوششیں کرنی پڑیں آخر کار وہ قلعہ بھی فتح ہو گیا۔ اکثر کفار مار گئے ان کی عورتیں اور بچے گرفتار ہو کر غلام بنائے گئے۔ تمام مال و اسباب اور مویشی لوٹ لے گئے۔ اس کے بعد لشکر اسلام مراجعت کر کے اپنی قیام گاہ پر لوٹ آیا۔ جزیرۂ دارین کی فتح سے فارغ ہو کر فارس کے کافروں اور بنی بکر کے لوگوں کی طرف رخ کیا جنہوں نے قلعہ ازدم کے پاس صفیں آراستہ کر کے جنگ کی۔ دونوں لشکر دست و گریبان ہو گئے۔ اور طرفین سے بے شمار آدمی مارے گئے۔ ازبسکہ اسلامی فوج نے ایک پر جوش حملہ کیا تو تاب مقابلہ نہ لا سکے جدھر کو منہ اٹھا سب بھاگ گئے۔ عجمی کافر اور بنی بکر کے مرتد دھر لئے گئے۔ مسلمانوں نے یہاں تک پیچھا کیا کہ وہ جنگلوں کی طرف نکل گئے جو بالکل بے آب

و گیاہ تھا۔ منذر نے آل حنیفہ کے پاس پناہ لی اور فارس کی فوج سے کچھ موعدار قطیف میں چلے گئے اور کچھ کسریٰ کی بارگاہ میں واپس گئے۔ علاء نے لوٹ کر مال جمع کیا۔ اس کا پانچواں حصہ صدیق کی خدمت میں بھیجا اور باقی مستحق لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ صدیق نے فرمان بھیجا کہ تجھے اسی علاقہ میں ٹھہرنا چاہیے۔ حضر موت اور کندہ کے باشندوں اور قبیلوں کے مرتد ہونے کا جو حال اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ جناب رسالت ماب صلعم نے حضرموت اور کندہ کی امامت اور ان کی زکوٰۃ کی وصولی کی خدمت زیاد بن لبید انصاری کو عطا فرما رکھی تھی۔ اور وہ آنحضرتؐ کے زمانہ زندگی میں ہی وہاں رہا کرتا تھا۔ جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات اور ابوبکر کی خلافت کی خبریں وہاں پہنچیں تو زیاد نے اس علاقہ کے بزرگ اور سربر آوردہ لوگوں کو جمع کر کے تمام بیان کیا اور چاہا کہ صدیق اکبر کی طرف سے ان کی بیعت لے۔ اشعث بن قیس نے جو ان قبیلوں میں سب سے زیادہ معزز تھا۔ جواب دیا کہ اے زیاد ہم نے تیری باتیں سن لیں اور جس بات کی تو خواہش رکھتا ہے وہ بھی معلوم ہو گئی مگر سب لوگ صدیق کی خلافت کو قبول کر لیں گے تو ہم بھی شریک ہو جائیں گے۔ زیاد نے کہا مہاجرین اور انصار کا اتفاق کافی ہے اور معتبر ہے۔ اشعث نے کہا اس وقت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آئندہ کیا ہوتا ہے پھر امراء القیس بن عباس بیان کرنے لگے اے اشعث میں تیرے سامنے خدا اور رسول اور ایمان و قرآن کو ازروئے شفاعت پیش کرتا ہوں۔ کہ مسلمانوں کی مخالفت کا خیال نہ کر اور اسلام سے نہ پھر اگر تو ایسا کرے گا اور یہ قبیلے تیرا ساتھ دیں گے تو جس وقت اللہ تعالیٰ دین محمدی کی مدد کرے گا اور کوئی جانشین قرار پائے گا تو اس وقت اندیشہ ہے کہ تو خلقت کی ہلاکت کا باعث ہو۔ تو نے بھی سنا ہو گا کہ بعض کم عقل، ناسمجھ اور بد اندیش لوگوں کا کیا حال ہوا ہے۔ اشعث نے کہا اے ابن عباس محمد صلعم نے رحلت کی اور اہل عرب اپنے دادا کے معبودوں کو پوجنے لگے۔ ہم عرب کے ایک کنارہ پر آباد ہیں۔ ابوبکر کی فوجیں ہم تک نہ آسکیں گی اور نہ وہ ہم سے جنگ کرے گا۔ امراء القیس نے کہا اے اشعث یقین جان کہ ابوبکر نے جس طرح اور دشمنوں پر لشکر کشی کی ہے۔ اسی طرح ہمارے خلاف بھی فوجیں بھیجے گا۔ اور ابن زیاد بن ولید جو اس وقت ہم میں موجود ہے کسی ایک فرد کو بھی اس کے خلاف نہ ہونے دے گا۔ اشعث نے ہنس کر کہا زیاد اس بات کو غنیمت نہ سمجھے گا کہ ہم اسے نہیں ستاتے اور وہ ہم میں اپنی جان صحیح و سلامت رکھتا ہے۔ امراء القیس یہ کہتا ہوا:

دوستوں کا کام سمجھانا ہے ہم سمجھا چلے   خوش نصیب اس کو سمجھے جو نصیحت مان لے

چل دیا اور کندہ کے قبیلوں اور حضرموت کے باشندوں کے دو فریق ہو گئے۔ ایک فریق نیک نیتی اور سچے عقیدہ سے ادائے نماز و زکوٰۃ میں مصروف ہو گیا اور دوسرے فریق نے سرکشی اور گمراہی کا طریقہ اختیار کیا۔ زیاد یہ دیکھ کر گھبرایا مگر اپنی جان کی سلامتی سے خوش تھا۔ جب کچھ دن گزر گئے اس نے منادی کرا دی۔ کہ اے مسلمانو زکوٰۃ کا روپیہ جمع کرو کہ صدیق کے پاس روانہ کریں۔ کیونکہ فوجیں بکثرت جمع کی جا رہی ہیں اور خرچ بڑھا ہوا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے اہل ردہ کے شر کو مٹا دیا ہے۔ لوگوں نے روپیہ داخل کرنا شروع کر دیا ہے۔ بعض نے بکمال خوشی و جوش قلبی ادا کیا بعض نے دباؤ اور مجبوری سے دیا۔ زیادہ نرمی اور گرمی جس طریقے سے مناسب سمجھتا روپیہ وصول کرتا تھا ایک دن جبکہ ایک جوان کے اونٹ کو زکوٰۃ کے نشان سے داغ کر بیت المال کے گلے میں داخل کیا ہی تھا کہ وہ جوان آیا اور بولا کہ میں اس اونٹ کو بہت عزیز رکھتا ہوں اسے نہ لو اور اس سے بھی اچھا کوئی اور اونٹ مجھ سے لے لو۔ زیاد نے اس بات کو نہ مانا۔ جوان جس کا نام یزید بن معاویہ القری تھا حارث بن سراقہ کے پاس جو اس علاقہ کے سرداروں میں سے تھا گیا اور کہا زیاد نے میرے ساتھ ایسا برتاؤ کیا۔ میں چاہتا ہوں کہ تو اس سے میری سفارش کر کہ وہ اونٹ مجھے دے دے اور دوسرا لے لے کیونکہ مجھے اس اونٹ سے خاص انس ہے۔ حارث زیاد بن لبید کے پاس آیا اور اس سے اس بات کا ذکر کیا کہ یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے یہ اونٹ اسے دے دو اور اس

کے عوض کوئی اور لے لو۔ زیاد نے اس کے دینے سے انکار کیا اور کہا کہ اس اونٹ کو زکوٰۃ کے نشان سے داغ دیا ہے۔ اب اس کا واپس دینا جائز نہیں۔ یہ سن کر سراقہ کے بیٹے کو غصہ آیا۔ اونٹوں کے گلے میں پہنچ کر اس نوجوان سے کہا اپنا اونٹ نکال کر لے جا اور میرے سامنے سلامتی سے اپنے گھر پہنچ جا اگر تجھ سے کوئی شخص بولے گا تو زور بازو سے بھیجا نکال ڈالوں گا ہم اسی وقت تک خدا اور رسول کے حکم کے تابع تھے جب تک صاحب شریعت ہم میں موجود تھا اب اس کی طلبی میں فرمان الٰہی پہنچ چکا ہے۔ اگر اس کے اہل بیت میں سے کوئی اس کی جگہ مقرر ہو تو ہم اس کی اطاعت کریں گے ابو قحافہ کے بیٹے کی حکمرانی کیسی اور ہم پر اس کا کیا حق؟ اس مضمون کا ایک شعر بھی تصنیف کر کے جس میں خاندان مصطفوی کی طرف سے انتہائی عقیدت اور ابوبکر سے بیزاری ظاہر ہوئی تھی۔ زیاد کے پاس بھیج دیا' زیاد اس شعر کو پڑھتے ہی کانپ اٹھا اور اپنے دوستوں کو ساتھ لے کر جانب مدینہ روانہ ہوا۔ دو منزل طے کر کے ایک شعر تاکیدا'' و تنبیہا'' اشعث کے پاس بھیجا۔ اشعث بن قیس اور اس کے تمام قبیلے پر پورا اثر پڑا۔ اشعث نے کہا اگر یہی رائے مستقل ہو گئی ہے تو لازم ہے کہ ہم ہر طرف سے پختہ بندوبست کریں۔ اور بہ احتیاط تمام اپنے ملک کو دشمنوں سے بچائیں۔ مجھے یقین ہے کہ اہل عرب ابوبکر کے خاندان یعنی تمیم بن مرہ کی اطاعت اختیار نہ کریں گے اور بطحاء کے سرداروں یعنی ہاشم کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ کیونکہ یہی لوگ معدن رسالت اور لائق امامت ہیں۔ اور اگر بنی ہاشم کے علاوہ کسی اور شخص کے لئے خلافت جائز ہے تو ہم سے زیادہ کوئی اس کا مستحق نہیں ہے۔ ہمارے باپ دادا اس سرزمین کے بادشاہ رہے ہیں۔ اس وقت دنیا میں نہ قریشی تھے نہ بطحا والے پھر اسی مضمون کا ایک شعر کہہ کر مخالفت پر کمربستہ ہو بیٹھے۔ زیادہ بن لبید قبائل کندہ میں سے بنی زہد کے پاس گیا۔ اور کندہ کی شکایت کر کے ان کو ابوبکر کی اطاعت کی ترغیب دی۔ انہوں نے بھی جواب دیا کہ ہم میں سے ایسے شخص کی اطاعت کیوں چاہتا ہے جس کی اطاعت کے لئے رسولؐ نے کسی فرد بشر کو حکم نہیں دیا نہ اس کے لئے کوئی ایسی مثال قائم کی ہے۔ زیاد نے کہا کہ یہ سب سچ ہے مگر تمام مسلمانوں نے متفق ہو کر اسے خلیفہ بنا لیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اجتہاد ہی کو اختیار کیا تھا تو رسول پاک کے اہل بیت کو کس لئے چھوڑ دیا۔ یہ حق ان ہی کے لئے سزاوار تھا جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے **اولو الارحام بعضہم الی ببعض فی کتب اللہ** زیاد نے کہا کہ مہاجرین اور انصار اسلام کے معاملے میں ہم تم سے زیادہ سمجھ رکھتے ہیں۔ اس نے کہا خدا کی قسم انہوں نے حسد کیا اور حقدار سے حق چھین لیا۔ ہم کو پورا یقین ہے کہ جب تک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اہل بیت میں سے کسی ایک کو امت کا پیشوا قرار نہیں دے لیا اس وقت تک دنیا سے رحلت نہیں فرمائی۔ اے زیاد تو ہمارے قبیلے سے نکل جا تیری گفتگو ٹھیک نہیں ہے۔ اور ہم تیری باتوں کو ہرگز نہیں مانیں گے۔ پھر ایک شخص عدی بن عوف نامی نے کہا اے بھائیو غفلت کے پردے ہٹا دو اور ان باتوں کا خیال چھوڑ دو جن کو بعض آدمی اس لئے بیان کرتے ہیں کہ تم کو ایمان کے راستے سے بھٹکا دیں۔ اور دوزخ کا مستحق بنا دیں۔ خدا اور رسول کی طرف متوجہ رہو اور زیاد بن لبید کی بات کو مانو جس بات کو مہاجرین اور انصار نے اختیار کر لیا ہے اس کو تم بھی اختیار کرو کیونکہ وہ لوگ مسلمانوں کی بھلائی برائی کو تم ہم سے بہت اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں۔ اس معاملہ میں وہ ہم سے زیادہ باخبر اور رازداں ہیں۔ عدی کہنے کو تو یہ باتیں کہہ گزرا مگر اس کے عزیز یہ باتیں سنتے ہی غیظ و غضب میں بھڑک اٹھے' عدی کو گالیاں دینے لگے اور زیاد سمیت قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ زیاد یہ رنگ دیکھتے ہی بھاگ نکلا اور ایک اور قبیلہ سے پناہ چاہی مگر جہاں جاتا تھا لوگ اس کی بات سننے سے انکار کر دیتے تھے۔ آخر مجبور و لاچار ہو کر صدیق کے پاس گیا اور تمام حال بیان کیا۔ صدیق کو سنتے ہی اضطراب پیدا ہوا اور اس کے تدارک کے لئے متفکر ہوئے اس مہم پر کس شخص کو مقرر کریں کہ فساد دور ہو۔ خاطر مبارک میں آیا کہ اگرچہ خالد بن ولید اس مہم کے لئے مناسب ہے مگر وہ سرزمین یمامہ پر گیا ہوا ہے لیکن زیاد بن لبید کا ان

لوگوں کے متعلق تجربہ زیادہ ہے۔ اس لئے اس کو بھیجنا چاہئے۔ مہاجر و انصار میں سے چار ہزار سوار نامزد کرکے زیاد کو حکم دیا کہ باشندگان حضرموت اور اہل کندہ کی سرکشی دبانے کے لئے جائے۔ صدیق کا حکم سنتے ہی مع لشکر چل پڑا۔ لوگوں میں خبر پھیل گئی کہ اسلامی لشکر آن پہنچا ہے۔ اور نواح میں پہنچ کر قتل و غارت شروع کر ڈالا ہے۔ اور ان کا تمام مال و اسباب بھی لوٹ لیا ہے۔ سکال اور حجوں کے قبیلے ان باتوں کے سنتے ہی کانپ اٹھے اور جان بچانے سے مایوس ہو کر رات کے وقت زیاد کے پاس آئے اور مل بیٹھے۔ زیاد نے ان کو امان دی اور مسلمانوں کی امداد کے لئے کہا۔ پھر قبیلہ بنی ہند کے پاس آیا ان کے کافر مردوں کو قتل کر ڈالا۔ عورتوں اور بچوں کو قتل کر ڈالا غرضیکہ جس قبیلہ میں پہنچتا دشمنوں کو تباہ و برباد کرتا اور اطاعت کرنے والوں کو امان دیتا۔ یہاں تک کہ قبیلہ بنی حجر کی باری آئی۔ جو حضرموت کے جلیل القدر لوگ تھے۔ زیاد نے رات کے وقت ان پر چھاپہ مارا کچھ دیر تو یہ لوگ لڑتے رہے۔ آخر کار بھاگ نکلے۔ اسلامی فوجوں کو لوٹ میں بہت سا مال ہاتھ آیا۔ اور ان کے تمام اہل و عیال پکڑ لئے گئے۔ پھر بنی میری کی طرف رخ کیا۔ یہ لوگ بھی بڑے دلیر اور بہادر مشہور تھے۔ زیاد کے آنے کی خبر سنتے ہی ہتھیار سنبھال کر بڑے جوش و خروش سے حملہ کیا۔ لمحہ بھر میں بیس مسلمانوں کو شہید کر ڈالا اور ان کے بھی خاصی تعداد میں مارے گئے۔ انجام کار مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگ نکلے، تمام مال و اسباب اور زن و فرزند کو چھوڑ گئے۔ لشکر اسلام نے تمام لوٹ کو جمع کیا اور اس فتح سے بہت ہی شاد ہوئے شکر الٰہی بجا لائے جب اشعث بن قیس نے سنا کہ زیاد نے ان قبیلوں کا ایسا حال کیا ہے منہ میں جھاگ بھر لایا اور کہا اے میرے چچا کی اولاد جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اپنے عزیزوں میں بنی مرۃ و حیلہ کو جمع کیا۔ ایک ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ ادھر زیاد کے ساتھ چار ہزار مہاجرین و انصار موجود تھے اور پانچ سو سکال اور حجوں والے علاقہ حضرموت کے نامور شہر بریم کے دروازہ پر جنگ ہوئی۔ کوئی پہر بھر مقابلہ ہوا تھا کہ اسلامی لشکر بھاگ نکلا تین سو نو آدمی شہید ہوئے۔ باقی بھاگ نکلے اور بریم کے علاقہ میں جا چھپے۔ اشعث نے تمام مال غنیمت اور قیدیوں پر قبضہ کر لیا اور جس قدر سامان دوسرے قبیلوں کا لوٹا ہوا برآمد ہوا سب ان کے مالکوں کے حوالے کیا باقی کو اپنے لشکر اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا۔ زیاد نے قلعہ بریم میں محصور ہونے کے بعد کسی بہانہ سے مہاجرین ابی امیہ کو خط لکھ کر روانہ کیا اور تمام حالات سے اطلاع دی۔ مہاجر لشکر زیاد کی مدد کے لئے جانب قلعہ بریم روانہ ہوا۔ اشعث کو بھی خبر مل گئی۔ وہ قلعہ کے دروازہ پر آ موجود ہوا۔ اور بنی کندہ کے پاس قاصد بھیجا کر مدد طلب کی۔ بنی ارقم و بنی حمزہ و بنی ہند کے لوگ آئے اور اشعث کے عزیزوں اور دوستوں کا لشکر کثیر فراہم ہو گیا۔ اب تو زیاد اور مہاجرین کی جان پر آ بنی اور سخت مصیبت واقع ہوئی۔ زیاد نے بذریعہ خط صدیق کو تمام حال سے مطلع کیا صدیق کو سخت اندیشہ ہوا اشعث بن قیس اور قبائل کندہ کے مشہور سرداروں کے نام نہایت ہی مہربانی اور نرمی کا خط روانہ کیا۔ اس میں کچھ ڈرایا دھمکایا کچھ انعام و اکرام کی امیدیں دلائیں۔ اور خاتمہ پر لکھا کہ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ دین اسلام پر ثابت قدم رہو اور دشمن دین شیطان کی باتوں سے بچے رہو اور اگر یہ خلل اور خرابی جو تمہارے اعتقادوں میں واقع ہوئی ہے۔ زیاد بن لبید کی حرکات سے ہو تو میں اس کو تمہاری سرداری سے معزول کر دوں گا اور تمہارے پاس کسی ایسے شخص کو بھیجوں گا جو تمہارے ساتھ نیکی سے زندگی بسر کرے اور میں نے اس قاصد کو بھی فہمائش کر دی ہے کہ تم لوگ فرمانبرداری اختیار کرو، اور راہ راست پر آ جاؤ۔ تو وہ زیاد کو ہمارے پاس پھیر لائے۔ تم توبہ اور استغفار کرو۔ اور گزشتہ فعلوں سے باز آ جاؤ۔ انہ ھو التواب الرحیم یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کو قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔ قاصد نے یہ خط اشعث کو دیا تو پڑھ کر بہت ہی برہم ہوا۔ پیچ و تاب کھایا اور صدیق کی بات کو نہ مانا۔ قاصد نے بھی اشعث اور اس کے دوستوں کو سمجھانے کے طریق سے چند نصیحت آمیز کلمے کہے۔ اشعث کے ایک عزیز نے اٹھتے ہی تلوار کا ایک وار قاصد کے سر پر مارا۔ ادھر قاصد زخمی ہوا۔ ادھر تمام مجلس میں شور مچ گیا اور اشعث نے اس شخص کی

تعریف کرتے ہوئے کہا۔ خدا تجھ کو بخشے ان ناانصافیوں کا جواب اس سے بہتر نہیں ہو سکتا۔ ابو قرۃ بنی مجر نے کہا اے اشعث تجھے شرم نہیں آتی کہ پیغام کا جواب اس طریق سے دیا جائے۔ خدا کی قسم تجھ سے زیادہ بے عقل کوئی اور دنیا بھر میں نہیں ہو گا اور ایسی بے انصافی دیکھ کر کوئی بھی تیرا ساتھ نہ دے گا۔ اگر ہم تیرے ساتھ رہیں گے بزدل کہلائیں گے۔ یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے چچا کی اولاد اور دوستوں وغیرہ سے بولا کہ اس بدعہد شخص سے الگ ہو جاؤ۔ اور اس کو چھوڑ دو۔ ورنہ عذاب کے امیدوار رہو۔ اتنا کہہ کر چل دیا۔ بنی حمر میں سے ابو الشمر نے بھی اسی قسم کی گفتگو کی۔ اور اشعث کو چھوڑ گیا۔ اسی طرح اور لوگ بھی گروہ در گروہ اس کے پاس سے چلے گئے اور اشعث صرف دو ہزار سواروں کے ساتھ جو اس کے بھائی بند تھے رہ گیا۔ سکال اور حجوں کے پانچ ہزار جوان زیاد بن لبید اور مہاجر بن ابی امیہ سے جا ملے۔ دریائے یرقان پر جنگ ہوئی۔ طرفین سے بے شمار آدمی ہلاک ہوئے اور مہاجر بن ابی امیہ اشعث کی تلوار سر پر کھا کر زخمی ہوا پھر بھی اسلامی لشکر نے شکست کھائی اور بھاگ کر قلعہ بریم میں پناہ لی۔ اشعث قلعہ کے دروازہ پر آن پڑا اور چاروں طرف سے مضبوطی کر کے مسلمانوں کو سخت تنگ کیا۔ زیاد نے جس طرح بن پڑا صدیق کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ صدیق نے خط پڑھ کر مہاجرین و انصار کے سرداروں کو طلب کیا اور زیاد اور مہاجر کا سارا ماجرا سنایا۔ ابو ایوب انصاری نے کہا اے صدیق بنی کندہ کی جماعت بہت طاقت ور ہے۔ ان کی فوجیں بہت مضبوط ہیں۔ مجتمع ہونے پر ان کی تعداد شمار سے باہر ہو سکتی ہے۔ مناسب ہے کہ غصے کو ضبط کر کے اس حال کے محصولات سے چشم پوشی کی جائے۔ بعدہ وہ خود شرمندہ ہو کر مطیع ہو جائیں گے۔ اور بیت المال کے حقوق ادا کریں گے۔ وہ جہان کے بادشاہ ہوئے ہیں اور دنیا کے سرداروں میں ہیں۔ نہ ان جیسا کوئی سپاہی ہے ان کے مقابل نہ ہونا ہی بہتر ہے۔ صدیق نے ہنس کر کہا اے ابو ایوب میں نے عہد کر لیا ہے کہ بیت المال کے حقوق میں سے کسی پر بکری کا چھ ماہ کا بچہ بھی باقی نہ چھوڑں گا۔ اور اگر کوئی اس سے بھی انکار کرے گا تو حتی الامکان اس سے لڑوں گا۔ پھر سب کو رخصت کر کے گھر چلے گئے اور فاروق کو بلایا اور سب حال کہہ سنایا اور کہا میری رائے یہ ہے کہ علیؑ کو اشعث کے مقابلے کے لئے روانہ کروں۔ کیونکہ وہ عقل اور سمجھ اور فضیلت اور شجاعت اور علم اور گفتار اور ہدایت میں سب سے ممتاز ہے۔ یہ گتھی اسی سے کھلے گی۔ اور اسی کے ہاتھوں کام انجام پائے گا۔ فاروق نے کہا آپ کا فرمانا درست ہے۔ علیؑ ان صفات سے آراستہ ہے مگر میں ایک بات سے ڈرتا ہوں جو ناگزیر ہے اور وہ یہ ہے کہ میں جانتا ہوں کہ علیؑ اس امر میں پوری احتیاط کو کام میں لائیں گے اگر خدانخواستہ انہوں نے ان لوگوں کے مقابلے پر جانا گوارا نہ کیا اور کفر و اسلام میں کسی قدر تامل واقع ہوا تو پھر کوئی ایک آدمی بھی اس فرقہ سے جنگ کرنے کو اچھا نہ سمجھے گا۔ بہتر یہی ہے کہ علی تمہارے ساتھ مدینہ ہی میں رہیں اور تم ان کی صحبت اور مشورہ سے فائدہ حاصل کرتے رہو۔ اور عکرمہ بن ابی جہل کو مطلع کیا کہ آگاہ ہو قبیلہ کندہ نے علانیہ گناہ گاری کا راستہ اختیار کیا ہے اور زیاد بن لبید اور مہاجر ابن ابی امیہ کا قافیہ تنگ کر رکھا ہے۔ اس خط کو پڑھتے ہی لشکر سمیت جانب قلعہ بریم علاقہ حضرموت روانہ ہو جاؤ اور ان بدمعاش گناہگاروں کو سزا دے اور اثناء راہ میں اہل مکہ اور دوسرے عربی قبیلوں میں سے جو کوئی تیرا ساتھ دے اسے اپنے ہمراہ لے جا یہ خط دیکھتے ہی عکرمہ نے ملازموں اور خادموں وغیرہ کو طلب کیا' کل کیفیت سنا دی سب نے اس امر کو قبول کیا' تقریباً" دو ہزار سواروں کی جمعیت سے چل نکلا۔ علاقہ صنعات میں پہنچ کر لوگوں کو بنی کندہ سے جنگ کرنے پر آمادہ کیا وہ بھی اس درخواست کو منظور کر کے عکرمہ کے ساتھ ہو لئے۔ جب یارب میں پہنچے اور قیام کیا تو اہل دیا کو اطلاع ہوئی کہ عکرمہ بنی کندہ سے لڑنے جاتا ہے۔ بہت ہی برافروختہ ہوئے اور کہا ہم عکرمہ کی ایسی گوشمالی کریں گے کہ وہ بنی کندہ سے لڑنا بھول جائے گا۔ اس ارادہ پر مستقل ہو کر صدیق کے عامل کو اپنے علاقہ سے نکال دیا اور خود مختار بن بیٹھے۔ حذیفہ بن عمر نے جو دیا کا عامل تھا صدیق کو اہل دیا کی بغاوت سے مطلع کیا۔ صدیق

اس اطلاع یابی سے سخت متردد ہوئے اور لکھا کہ دیا والوں نے شرارت اور سرکشی کی ہے۔ پہلے انہی کو واجبی سزا دے اور ذرا سستی نہ کر جب فتح پائے اور تمام کام حسب مراد ٹھیک ہو جائے تو تمام باشندگان دیا کو گرفتار کرکے میرے پاس بھیج دے۔ پھر زیاد بن لبید کے پاس جانا اور اس کے ساتھ ہو کر مخالفوں کی سرکوبی کرنا اور کوشش بلیغ سے کام لینا شاید اللہ حضرموت کے علاقہ کو تمہارے ہاتھ سے فتح کردے اور یہ فساد ختم ہو جائے۔ عکرمہ نے صدیق کا خط پڑھتے ہی اہل دیا کی طرف رخ کیا اور دوسری طرف سے لقیط بن مالک نے لشکر جمع کرکے عکرمہ کی سمت کوچ کیا۔ دونوں فوجوں میں سخت جنگ ہوئی۔ لقیط نے شکست کھائی اور عکرمہ نے تعاقب کرکے بہتوں کو قتل کیا اور بھگوڑوں نے اپنے قلعہ میں پناہ لے کر دروازہ بند کر لیا۔ عکرمہ نے ایک زوردار حملہ سے قلعہ فتح کرکے اکثر سرداروں کو قتل کیا اور بعض کو قیدی بنایا تمام عورتیں اور بچے پکڑ لئے۔ مال غنیمت کے تین سو اونٹ لاد کر صدیق کے پاس مدینہ روانہ کئے۔ صدیق اس فتح سے بہت خوش ہوئے اور چاہا کہ قیدیوں کو سزا دیں۔ فاروق نے سفارش کی اور کہا کہ وہ کلمہ گو اور نماز ادا کرتے ہیں اگر ان کے قتل سے درگزر کریں تو مصلحت سے بعید نہ ہوگا اس لئے حکم دیا کہ انہیں قید میں رکھیں یہ لوگ صدیق کی خلافت کے زمانہ میں قید رہے اور فاروق کے زمانہ میں رہا کئے گئے۔ کچھ تو اپنے وطن چلے گئے اور کچھ بصرہ میں رہنے لگے۔ الغرض عکرمہ اہل دیا سے فارغ ہو کر حضرموت کے شہروں کی طرف چلا۔ اشعث کو بھی خبر لگی اس کے قبضے میں بجز نام قلعہ تھا۔ خوب مضبوط کرکے اپنے اہل و عیال اور نوکروں چاکروں کو مال و دولت سمیٹ اس میں لے گیا۔ اور لڑائی کے ارادہ سے مستعد ہو بیٹھا۔ زیاد نے عکرمہ کے آنے کی خبر سن کر اپنی فوج میں منادی کرا دی کہ ان دشمنوں سے جنہوں نے کفر کا طریق اختیار کر لیا ہے اگرچہ مقابلہ کرنا ناممکن ہے مگر میں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ ان سے جنگ کروں اور عکرمہ کے پہنچنے سے پہلے جو ہماری امداد کے لئے مع ایک بڑی فوج کے آ رہا ہے فتح حاصل کروں جس سے ہمارا اور تمہارا نام دنیا میں نیکی کے ساتھ مشہور ہو جائے۔ اشعث کو بھی اس کی اطلاع ہوئی۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دشمن کی کثرت سے نہ ڈرو تلواریں کھینچ لو اور جس قدر ہو سکے خوب کوشش کرو کہ دنیا میں شہرت ہو جائے اس کے ساتھیوں نے بہ طیب خاطر اس کی بات کو سنا اور اس کا ساتھ دینے اور لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ زیاد نے صبح کے وقت فوج کو ترتیب دے کر دائیں بائیں اور سامنے دستوں کو قائم کیا۔ اور خود میدان جنگ میں نکل کر جنگ کی خواہش ظاہر کی۔ اشعث نے بھی میمنہ، میسرہ اور جناح کی فوجوں کو قائم کرکے آپ قلب لشکر میں ٹھیرا۔ پھر تو دونوں فوجیں دست و گریبان ہو گئیں۔ خوب خوب جنگ ہوئی طرفین سے بے شمار آدمی کام آ گئے۔ زیاد بن لبید کا بازو اشعث کی تلوار سے زخمی ہو گیا۔ آخر اس کا لشکر بھاگ نکلا اور اپنی جگہ دشمنوں کے قبضے کے لئے چھوڑ کر بریم میں جا چھپے۔ دوسرے دن عکرمہ فوج کو درست کرکے آگے بڑھا۔ زیاد بن لبید اور مہاجر بن امیہ سے آ ملا۔ مسلمانوں کو اس کے آنے سے بہت ہی خوشی حاصل ہوئی۔ مخالف لوگوں پر دہشت طاری ہوئی۔ اشعث اپنی فوج کا دل بڑھاتا تھا کہ دشمنوں کی کثرت سے نہ ڈرو اور دلوں کو پژمردہ نہ ہونے دو شیر کو بکریوں کی کثرت کا کیا ڈر اور چیتے کو گیدڑوں کے انبوہ کا خطر کیا۔ عکرمہ نے بھی اپنی فوج کو مردانہ حملہ کرنے کی ہدایت کی اور کہا کہ ان کی صفوں کو سامنے سے ہٹا دو۔ عکرمہ کی فوجوں نے بھی یکلخت گھوڑے دوڑائے اور اشعث کے جھنڈے تک جا پہنچے۔ اور شیر مردوں نے دشمنوں کو مثل روباہ تصور کرکے سامنے سے ہٹا دیا۔ اشعث نے اپنی فوج کے ساتھ مضبوطی سے قدم جمائے رکھے۔ اور اس محلہ میں اپنی جگہ پر قبضہ نہ ہونے دیا۔ اس قدر گرد غبار بلند ہوا کہ گویا قیامت آ گئی۔ بے شمار انسان قتل اور زخمی ہو گئے۔ ظہر سے عصر تک لڑائی ہوتی رہی۔ جب شاہ مشرق سورج کی سواری افق مغرب میں پہنچی عکرمہ اور زیاد نے اپنی فوجوں کو سنایا کہ اے دوستو دشمن شکستہ دل ہو گیا ہے۔ اور ان کے بہت سے آدمی زخمی ہو چکے ہیں۔ مل کر ایک حملہ کرو اور تلواروں سے کام لو ممکن ہے کہ فتح یاب ہو جاؤ پھر تو عکرمہ اور زیاد نے ایک

ساتھ حملہ کرکے ان فاجروں کا کام تمام کر دیا۔ اور ان کا پیچھا کرکے قلعہ کے اندر داخل کر دیا۔ خود قلعہ کے گرد آپڑے اور پڑاؤ قائم کیا۔ ہر طرف ناکہ بندی کر دی اور خوب مستحکم کر لیا۔ جب محصورین تنگ ہوئے تو اشعث نے کہا اے چچا کی اولاد' اور خوشی اور غمی کے ساتھیو اس دشوار مہم کی اب کیا تدبیر کی جائے اور اس مشکل کے حل کرنے کے لئے تمہاری کیا رائے ہے۔ سب نے ایک زبان ہو کر کہا ہم کو دشمن کے خوش دل ہو کر زندہ رہنے کی نسبت عزت آبرو کے ساتھ مر جانا قبول ہے۔ تو مطمئن رہ کہ جب تک ہمارے تن میں رمق جان باقی ہے تجھے تنہا نہ چھوڑیں گے۔ اور جن دوستوں اور عزیزوں نے بہ سبب رنجش سابقہ اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اب اسے ابتلائے مصیبت دیکھ کر حمایت کے لئے دوڑے آئے اور مدد کی اور کہا دل کو مضبوط رکھ اور قلعہ دشمن کے حوالے نہ کر۔ اشعث اس کے آنے سے بہت خوش ہوا اور لڑنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

دوسرے دن فوج کو درست کرکے زیاد پر حملہ کیا ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ بہت سے جوان مارے گئے بہت سے زخمی ہوئے عکرمہ کے سر پر تلوار لگی اور مسلمانوں کے دل چھوٹ گئے۔ زیاد نے لشکر اور عکرمہ کا یہ حال دیکھ کر کہا اے مہاجر اور انصار اور اے یاران وفادار ہمارے دشمن خستہ اور مغلوب ہو چکے ہیں۔ صبر اور استقلال ہی سے راحت ملتی ہے۔ ذرا دل کڑا کرکے ایک دو دن مردانگی کی داد دو اور قدم مضبوطی سے جمائے رہو دشمنوں کو کوئی مہلت نہ دو ممکن ہے کہ پردۂ غیب سے ہماری فتح ظاہر ہو اور یہ مشکل کام آسان ہو جائے۔ ساتھیوں نے جواب دیا کہ جس قدر ہم میں قوت ہے اور جب تک رمق جان بدن میں موجود ہے دشمنوں کے دفاع میں ذرا بھی سستی نہ کریں گے۔ باقی امیدیں اللہ تعالی کے فضل کے ساتھ موجود ہیں یہ کہا اور اپنی قیام گاہ پر چلے آئے۔ زیاد بن لبید اور تمام مسلمانوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور خدا کے فضل پر بھروسہ کیا اللہ تعالی نے اپنی عنایت سے مسلمانوں کا رعب مخالفوں کے دلوں میں ڈال دیا۔ زیاد نے تمام راستے بند کر دیئے۔ محصورین آب و دانہ کی قلت سے عاجز ہو گئے۔ اشعث نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ لوگ لڑائی سے ذرا نہیں اکتاتے مناسب ہے کہ ان سے صلح کر لیں۔ اور امان طلب کر لیں۔ جب دن نکلا اور اشعث اور ان کے لوگوں پر سخت تنگی ہوئی اور آدمی بھوک اور پیاس کے صدموں سے بے طاقت ہونے لگے۔ تو ایک قاصد زیاد کے پاس بھیجا اور اپنے اپنے اہل و عیال کے لئے امان چاہی۔ زیاد نے منظور کر لیا اور امان نامہ لکھ دیا۔

بنی کندہ نے جانا کہ اس نے سب کے لئے امان طلب کی ہے۔ کسی نے بھی کچھ نہ کہا۔ اشعث قلعہ سے باہر نکل آیا۔ زیاد نے پوچھا اے اشعث کیا تو نے اپنے چچا زادوں کے لئے امان نہیں چاہی ہے اور اسی اقرار پر میں نے عہد نامہ لکھا ہے اشعث نے کہا ہاں زیاد نے کہا خدائے تعالی نے تیری عقل محو کر لی ہے کہ عہد نامہ میں تو نے اپنا نام نہیں لکھا ہے اپنے لئے امان حاصل نہیں کی ہے۔ خدا کی قسم میں تجھ کو تیرے کیئے کی سزا دوں گا۔ اور تیر سر سے دنیا کو پاک کر دوں گا۔ اشعث نے کہا اے زیاد تو نے مجھے ایسا نا سمجھ سمجھ رکھا ہے کہ سب کے لئے تو امان لکھ لوں اور اپنے آپ کو ہلاک کروں اگر تو مجھے قتل کرے گا تو تمام یمن کو اپنے اور اپنے آقا کے خلاف غضب ناک بنائے گا۔ اور تیرے مقابلے کے لئے اس قدر سوار اور پیادے امنڈ آئیں گے کہ تو اپنے پچھلے دن بھول جائے گا۔ زیاد نے اشعث اور اس کے دوستوں کو خوب طرح سے قبضے میں کر لیا اور قلعہ کے اندر داخل ہوا۔ ایک ایک جوان کو سامنے بلاتا تھا اور جلاد کو حکم دیتا تھا کہ اس کا سر اڑا دے۔ جب کچھ آدمی قتل ہو چکے تو باقیوں کو امان دے دی۔ نہبل بن الارس انصاری کا بیان ہے کہ میں نے اس دن کشتوں کی طرف نظر کی تو ان کو بنی قریظہ کے اس دن کے کشتوں کی مانند پایا جس دن رسول مقبول ان کو دوزخ میں داخل کر رہے تھے۔ پھر زیاد نے بنی کندہ کے بقیہ السیف شرفاء کی گنتی کا حکم دیا وہ اسی آدمی تھے۔ سب کو گرفتار کرکے اشعث سمیت صدیق کے پاس روانہ کیئے گئے جب سامنے آئے تو صدیق نے کہا اے اپنی جان کے دشمن اشعث خدا کا شکر ہے کہ اس نے تجھ کو میرے حوالہ کر دیا۔

اشعث بولا کہ ہاں اے صدیق خدا نے تجھ کو ہم پر فتح یاب کیا کیونکہ میری قوم نے میرا ساتھ نہ دیا اور جو کچھ میری طرف سے ہوا وہ سب زیاد کا قصور تھا۔ وہ میری قوم کے افراد کو ظلم و ستم سے قتل اور بے عزت کرتا تھا۔ مجھ سے بھی جو کچھ بن پڑا وہ کئے گیا۔ پھر قسم کھائی کہ میں دین اسلام پر ثابت قدم ہوں نہ مذہب بدلا ہے نہ مال کی بخلی کی ہے مگر زیاد ہم پر ظلم کرتا تھا اور بے گناہوں کو مارتا تھا۔ مجھ سے یہ ذلت برداشت نہ ہوئی اور نہ قوم کو مصیبت میں چھوڑ سکا اب جو گزرنا تھا گزر گیا خدا کی قسم اب میں باز آیا اپنی زندگی کو باداشہوں کی جانوں کی عوض خریدتا ہوں۔ یمن کے تمام قیدی رہا کردوں گا۔ اور اسلام کی مدد اظہر من الشمس کروں گا۔ صدیق نے اس کو اور اس کے چچا زاد بھائیوں کو چھوڑ دیا اور سب کو خلعت عطا کئے۔ اشعث کو اپنا داماد بنایا یعنی ام فروہ سے اس کا نکاح کر دیا۔ اور بھی بے شمار احسان و اکرام کئے۔ اشعث نے صدیق کی نظروں میں بہت بڑی عزت پائی۔ ام فروہ سے اشعث کی چار اولادیں پیدا ہوئیں۔ محمد اسمٰعیل اسحاق اور جعدہ۔ محمد۔ عمرو عثمان اور علی کے ہوا خواہوں میں تھا جناب امیر المومنین حسینؑ ابن علیؑ ابن ابی طالب کی شہادت کے وقت کربلا میں موجود تھا۔ اسمٰعیل اور اسحٰق عبدالملک بن مروان کے عہد خلافت میں قتل کئے گئے۔ اہل ردہ کا مجمل حال یہی ہے۔ باقی فتوحات کا تذکرہ ذیل کے بعد انشاء اللہ کیا جائے گا۔

عہد صدیق کی فتوحات

مورخین لکھتے ہیں کہ جب صدیق مرتدین کی درستی اور اصلاح سے فراغت پا چکے تو روم اور عجم کے تصرف میں لانے اور ان اطراف ممالک میں اسلام کو پھیلانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ سب سے پہلے جس شخص نے عرب اور عجم میں جنگ شروع کی اور مخالفت پھیلائی وہ مثنیٰ بن حارث شیبانی تھا۔ اس واقعہ کی بنا یہ ہے کہ قبائل ربیعہ بہ وجہ قحط سالی تہامہ اور حجاز سے نقل مکانی کر کے عراق میں داخل ہوئے۔ جزیرہ اور یمامہ کی سرزمین میں قیام کیا۔ نوشیرواں نے بلا کر دریافت کیا کہ تم یہاں کیوں آئے انہوں نے کہا کہ ہمارے شہروں اور میدانوں میں قحط پڑا اور ہم مجبور ہوئے کہ حضور عالی جاہ کی دولت و حشمت کے زیر سایہ پناہ لیں اگر اجازت ہو تو ہم یہاں ٹھہر جائیں گے ورنہ کسی اور طرف کو نکل جائیں گے۔ کسریٰ نے اس شرط پر ٹھہرنے کی اجازت دی کہ فسادات اور شورش برپا نہ کریں اور باامن زندگی بسر کریں۔ انہوں نے بھی اس امر کو منظور کر لیا۔ اور عرصہ دراز تک وہاں نیک چلنی سے بسر کی اور ایرانیوں نے بھی ان سے کچھ مخالفت نہ کی نہ انہوں نے بھی اس کی کسی چیز سے واسطہ رکھا۔ آخر کار ایرانی فوج کی بری نگاہیں پڑنے لگیں۔ انہیں طمع دامنگیر ہوئی تو انہوں نے ہاتھ پاؤں نکالے اور مخالفت اختیار کی۔ اس خاندان کا ایک سردار مثنیٰ ابن حارث شیبانی نام تھا لوٹ مار کرنے لگا۔ کوفہ اور اس کے نواح میں ڈاکے ڈالتا۔ زمینداروں کو لوٹتا اور دین اسلام کو قبول کرنے کی درخواست کرتا۔ لوگوں نے صدیق سے بھی اس کا حال بیان کیا اور ایرانیوں کے ساتھ اس کے فتنہ و فساد کا سب حال سنایا۔ صدیق نے پوچھا یہ شخص کون ہے۔ لوگوں نے جواب دیا اے خلیفہ رسول حسب و نسب کے لحاظ سے یہ شخص بڑا مغرور اور دانش مند صاحب دولت و حشمت اور باشوکت ہے۔ مثنیٰ ابن حارث شیبانی نام ہے۔ صدیق نے اس کے لئے خلعت اور جھنڈا تجویز کیا' ایرانیوں سے جنگ کی ترغیب دی اور دلجوئی کی۔ اس سے مثنیٰ کی بہت حوصلہ افزائی ہوئی اور اس نے اپنی سرگرمیوں میں اضافہ کر دیا۔ کوفہ اور اس کے نواح پر حملہ آور ہوا اور ایک چوپایہ بھی باقی نہ چھوڑا۔ ایک برس تک یہی کچھ کرتا رہا۔ پھر اپنے چچازاد بھائی سوید ابن قطبہ کو بلا لیا۔ اور فوج دے کر بصرہ کی طرف بھیجا کہ پارسیوں پر حملہ کرے اور خود کوفہ کی طرف رجوع ہوا۔ سوید کو بصرہ کی دھن لگ گئی۔ مثنیٰ کے ہمراہ اس

کے چچا کی اولاد تھی اور سویدا کے ساتھ خاص و عام لوگوں کی جمعیت۔ آخرکار اس کی چیرہ دستیوں کی فریاد ایران تک پہنچی۔ کسریٰ نے ان کے دفعیہ کا حکم دے دیا۔ تمام اطراف کی فوجیں اس پر امنڈ پڑیں۔ صدیق کو بھی اس حال کی اطلاع ملی۔ سخت فکر مند ہوئے۔ فاروق نے کہا اے خلیفہ رسول مجھے ایک بات سوجھی ہے۔ اگر حکم ہو تو بیان کروں۔ صدیق نے کہا کہو۔ فاروق نے کہا خالد بن ولید یمامہ کو فتح کر چکا ہے۔ اور اب بھی اسی طرف مشغول ہے۔ اور وہاں ان لوگوں سے رشتہ داری بھی کرلی ہے۔ اسے حکم دے کہ عراق کی طرف متوجہ ہو اور مثنیٰ کے ہمراہ ایرانیوں سے جنگ کرے۔ شاید اللہ تعالیٰ ایران کو بھی ان کے ہاتھوں فتح کرا دے۔ اور مسلمانوں کی آرزوئے دلی بر آئے۔ صدیق نے کہا بہت اچھی رائے ہے۔ فوراً خالد کو اس مضمون کا خط لکھا کہ حمد و ثناء باری تعالیٰ اور جناب رسالت ماٰب پر درود و سلام کے بعد خالد کو دعا اور سلام پہنچے اور تمام گروہ صحابہ اور مہاجرین و انصار اور ان اشخاص کو جو اس کی خدمت میں موجود ہیں۔ معلوم ہو کہ خدائے عزوجل نے اپنے کلام پاک میں کافروں کے ساتھ جہاد کرنے کو واجب ٹھہرایا ہے۔ اور رسولؐ نے بھی بہت ترغیب دلائی ہے۔ اے بندگان خدا اس کے عہد پر ثابت قدم رہو اور فرمانبرداری میں کوشش کرو' اپنی جان نہ بچاؤ' نہ سختیوں اور دقتوں کا کچھ اندیشہ کرو ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون تمہارے حق میں ایسا کرنا بہتر ہے اگر تم سمجھو!

اے خالد اس خط کے ملتے ہی عراق کی طرف جا اور مثنیٰ بن حارث سے مل کر اس کا معین و مددگار بن اور تمام مسلمانوں کے لئے بھی حکم ہے کہ تیرے ہمراہ جائیں اور اللہ کی طرف سے دونوں جہان کی نیکیاں پائیں۔ پھر ابو سعید خدری کو طلب کیا اور خط دے کر کہا خالد کے پاس لے جا۔ اور جب تک وہ عراق کی سمت نہ چل پڑے اس کے پاس سے نہ ٹلنا' اسے خلوت میں سمجھانا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت ایرانیوں سے جنگ کر رہی ہے۔ تو پہنچ کر ان کو مدد دے۔ اللہ تعالیٰ ایران کو تیرے ہاتھوں فتح کرے گا۔ اور اگر مجھ سے کوئی اور کام آ پڑا تو واپس بلا لوں گا۔ تو جس کسی جگہ ہو لشکر کا سردار ہے۔ میرے سوا اور کوئی تیرا امیر نہیں۔ ابو سعید خالد کے پاس گیا۔ خط دیا۔ خالد بولا ابو سعید یہ تجویز خلیفہ کی تو معلوم نہیں ہوتی۔ یہ سب عمر کی کارستانی ہے۔ کیونکہ اس نے سن لیا ہے کہ میں نے ابو حنیفہ سے ناطہ جوڑ لیا ہے۔ اسی وقت سے وہ جز بز ہے۔

خالد کا تقرر

غرض خالد نے لشکر جمع کیا اور جہاد کی خوب طرح سے تیاری کی۔ پھر صدیق کا حکم سنایا' انہوں نے بھی کہا ہم سب کو منظور ہے۔ خالد دوسرے دن چل پڑا۔ زبرقان بن بدر کو فوج کا ہراول بنایا۔ صدیق نے مثنیٰ بن حارث کو بھی خط لکھا کہ میں نے خالد بن ولید کو لکھ بھیجا ہے وہ بھی تیری امداد کو پہنچنا چاہتا ہے۔ اس کا استقبال و احترام کرنا۔ کیونکہ آیہ شریفہ اس کے حسب حال ہے۔ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا یعنی جب تک خالد عراق میں رہے گا۔ وہ امیر اور تو وزیر سمجھا جائے گا۔ اور جب میں اسے بلا لوں گا تو اپنے علاقہ کا امیر ہو گا۔ مثنیٰ نے خط پاتے ہی اپنے ہمراہیوں کو بلایا اور کہا صدیق نے ہماری بڑی تعظیم و تکریم کی ہے اور خالد کے آنے کی خوشخبری دی ہے۔ ہم کو خالد کی آمد کا انتظار کرنا چاہئے۔ خالد بھی منزل بہ منزل چلا آ رہا تھا۔ جب بصرہ کی حدود میں پہنچا سویدا مع فوج استقبال کے لئے آیا۔ خالد نے اظہار مسرت کیا اور پوچھا کہ اس علاقہ میں کون قوم زیادہ ہے۔ اور اسلحہ اور سامان حرب میں کون برتر ہے۔ شجاعت میں کون مشہور ہے۔ سویدا نے کہا اے امیر ابلہ قوم کے لوگ دغا باز اور بہادری میں بہت مشہور ہیں اور سرکش ہیں۔ خالد نے کہا پہلے انہی کو ایسی سزا دینی چاہئے کہ عربوں کا خوف اور رعب ان کے دلوں میں بیٹھ جائے اور پھر سرکشی نہ کریں۔ سویدا

نے کہا امیر کی رائے عین ثواب ہے۔ خالد نے سویدا کو حکم دیا کہ تو فوج لے کر ان کے مقابل ہو اور میں پشت سے ان پر حملہ کروں گا۔ سویدا نے فوج کو متعین کیا اور ابلہ کی طرف روانہ ہوا۔ وہ لوگ بھی ان سے لڑنے کے لئے نکلے جب جنگ شروع ہوئی خالد کمین گاہ سے نکل آیا۔ مہاجر اور انصار کے لشکر نے باہم مل کر اہل ابلہ کو شکست دی۔ ایرانیوں نے دشمن کی طرف پشت کی اور جانب حصار منہ اٹھایا۔ سامنے دریا تھا اور پیچھے تلوار۔ چار ہزار جوان مارے گئے اور اسی قدر دریا برد ہوئے۔ باقی ماندہ محصور ہو گئے۔ خالد آگے کی طرف روانہ ہوا منزل در منزل کوچ کرتا بناج کے علاقے میں داخل ہوا۔ بنی بکر کی جماعت کے پاس قیام کیا۔ مثنی بن حارث بھی اپنے چچا زاد بھائیوں اور فوج کو ساتھ لے کر خالد کے پاس آیا اور اس کے آنے کا شکریہ ادا کیا خالد نے بھی تعظیم و تکریم کی پھر سوار ہو کر نواح کوفہ کی طرف فوج کشی کی۔ عجمیوں کے دل پر اس قدر خوف چھا گیا تھا کہ خالد اور مثنی جس طرف جاتے تھے وہ راستہ چھوڑ دیتے تھے اور کسی اور قریہ کی طرف نکل جاتے تھے۔ خالد نے کوفہ میں پہنچ کر شہر کے باہر خیمہ نصب کیا اور چھاؤنی ڈال دی۔ پھر عجمیوں کو لکھا کہ مطبعان اہل ہدایت پر درود و ثناء اور اس خدائے عزوجل کی حمد و شکر کے بعد جس نے تمہاری جمعیت کو ابتر، تمہاری عزت کے پودے کو بے جڑ اور تمہارے ارادوں کو سست کر دیا ہے۔ اور تمہارا وقت قریب پہنچا دیا ہے۔ تم میں اختلاف ڈال دیا ہے۔ اور تمہاری دلیری کو خوف اور گریہ و زاری سے بدل دیا ہے۔ معلوم ہو کہ جو شخص گمراہی کا راستہ چھوڑ کر ہمارے قبلہ کی طرف جھکے گا اور خدا اور اس کے رسول کا حکم ماننے لگا اور جس امر کی ہم گواہی دیتے ہیں۔ اس کی گواہی دے گا اور ہماری دشمنی سے باز آئے گا وہ ہم میں سے ہے اور ہم اس کے ہیں۔ اور جو شخص ہماری پناہ میں آئے گا اور جزیہ دینا قبول کرے گا وہ بے خوف رہے گا۔ اور جو شخص مخالفت پر مستعد رہے گا اور میدان میں قدم نکالے گا وہ یاد رکھے کہ ہم بھی آیا ہی چاہتے ہیں۔ ہم سب شمشیر زن ہیں اور تلوار اور موت سے اسی قدر محبت کرتے ہیں۔ جس قدر تم عیش اور زندگی سے اور ہم تنگی میں اسی طرح بسر کرتے ہیں جس طرح تم فارغ البالی میں۔ فقط والسلام!

جب یہ خط ایرانیوں کے پاس پہنچا۔ بہت ہی جوش میں آئے مگر جواب میں کچھ دم نہ مارا خالد دستہ دستہ فوج چار طرف کو بھیجتا اور لوٹ مار کا حکم دیتا۔ یہاں تک کہ وہ علاقہ مویشیوں سے خالی کر دیا اور خالد کے پاس لائے۔ پھر خالد نے وہاں سے جبرہ کی طرف لشکر کشی کی۔ ان اطراف میں مضبوط قلعے دیکھے عمدہ سپاہی اور اسلحہ وافر پائے جب خالد اس علاقہ میں قیام پذیر ہوا اور لوگ زیادتی کرنے لگے۔ اور گالیاں دیتے تھے۔ خالد نے چاہا کہ معرکہ آرا ہو۔ ضرار بن الازور اسدی نے کہا اے امیر یہ لوگ بہت بیوقوف اور خود کے دشمن ہیں۔ اگر تمہاری رائے ہو تو ان میں سے کسی کو طلب کرو اور سمجھاؤ شاید بغیر جنگ ہی کام بن جائے اور یہ مشکل حل ہو جائے۔ پھر اس تجویز کے مطابق ایک آدمی کو قلعہ کی طرف روانہ کیا۔ اس نے کہا تم اپنی جماعت میں سے کسی ایسے آدمی کو بھیجو جو عقل اور سمجھ میں مشہور ہو تاکہ ہماری باتیں سنے اور تم سے بیان کرے اور پھر ان کا جواب ہم تک پہنچا دے۔ انہوں نے عبدالمسیح بن بقیلہ الغسانی کو منتخب کر کے بھیجا اور یہ بات قرار دی کہ اگر صلح ہو سکے تو تمام اسلامی فوج کو واپس ہٹا آئے یہ شخص عبدالمسیح نام بڑے رعب و داب اور نورانی چہرے کا بوڑھا تھا۔ دو سو کئی سال کی عمر تھی۔ خالد کے پاس پہنچ کر اس نے یہ شعر پڑھے جس میں آل غسان کی تعریف اور ان کے ملک کی خوبیاں بیان کیں کہ منذر اور نعمان کے بعد یہ ہیں۔ اور کہا ان چراگاہوں میں کبھی شیروں نے بھی شکار نہیں کیا۔ اور اس جگہ درندوں نے پرہیز گاری کا جام پیا ہے۔ بھیڑوں کے گلے جبرہ چراگاہوں سے چرتے تھے اور چڑیاں تخت خورنق کے سائے میں اڑتی تھیں۔ اب یونہی بے فائدہ خراب و خستہ اور غیر آباد بیکار پڑے ہیں۔ ہاں سچ ہے اسی لئے دنیائے دوں کا نام بادشاہ جہاں ہوا ہے جب وہ بوڑھا اس خطبہ سے فارغ ہوا خالد نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا خدا کا بندہ، پوچھا کہاں کا باشندہ ہے کہا دنیا کا۔ جب اس

نے یہ سن لیا تو اس نے دریافت کیا کہ کہاں سے آیا ہے۔ کہا باپ کی پشت سے۔ پوچھا کس مقام سے آیا ہے کہا ماں کی پیٹ سے۔ کہا کس حال میں ہے؟ کہا کپڑوں میں۔ پھر پوچھا کس پر ہے کہا زمین پر۔ خالد نے کہا مجھے تیری باتوں سے گمراہی کے سوا اور کسی بات کا پتہ نہیں چلتا سچ بتا تجھ میں عقل ہے یا نہیں اور تو نے اونٹ کا گھٹنا بھی باندھ دیا ہے یا نہیں اس نے آخری بات کو سمجھا اور کہا میں نے اونٹ کا گھٹنا باندھ دیا ہے اور خوب مضبوط کر رکھا ہے۔ خالد نے کہا میں تجھ سے آدمیوں کی بات کرتا ہوں۔ بڈھے نے جواب دیا کہ میں بھی آدمیوں کا جواب دیتا ہوں خالد نے پھر دریافت کیا تم کون لوگ ہو جواب دیا ہم آدم کی اولاد ہیں۔ خالد نے پوچھا تم لڑنے کے لئے آئے ہو یا صلح کے لئے۔ کہا صلح کے لئے۔ خالد نے کہا تم عرب ہو یا ایرانی۔ بڈھے نے کہا ہم عربی تھے ایرانی بن گئے اور ایرانی تھے عربی ہو گئے۔ خالد نے کہا اللہ اکبر میں اب تیری بات سمجھا اب بتا کہ یہ دیواریں کس کام کے لئے بنائی ہیں۔ کہا بیوقوفوں کے لئے اس قدر آڑ رہے کہ عقلمند ہی ہماری بات سن سکیں اور ان کو ہم پر ظلم کرنے سے روکیں۔ خالد نے کہا میں تیرے ہاتھ میں کوئی چیز دیکھتا ہوں۔ وہ کیا ہے۔ کہا زہر قاتل ہے۔ خالد نے کہا یہ زہر مٹھی میں کیوں لے رکھا ہے۔ اس احتیاط کے لئے اگر تمہاری طرف سے کوئی ایسی بات ظاہر ہو جو میری قوم کے لائق ہو تو خیر ورنہ یہ زہر کھا کر مر جاؤں گا کیونکہ عمر انتہا کے درجے کو پہنچ چکی ہے۔ اور آخری دن آ پہنچا ہے۔ خالد نے کہا یہ زہر مجھے دے کہ اسے دیکھوں۔ بڈھے نے وہ زہر خالد کو دے دیا۔ خالد نے اسے ہتھیلی پر رکھا اور کہا بسم اللہ و باللہ رب الارض و السماء الذی لا یضر مع اسمہ شی فی الارض و لا فی السماء یعنی میں اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور زمین آسمان کے بنانے والے خدا کی قسم ہے کہ اس کے نام لینے کے سبب سے دنیا اور مافیہا کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی پھر اس زہر کو منہ میں ڈالا اور نگل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت پسینے کے ذریعے کے اس کے ضرر کو خارج کر دیا۔ خالد نے کہا اے بوڑھے خدا سے ڈر اور دین محمدی اختیار کر۔ میں جنگ کے لئے ایسے شخصوں کو لایا ہوں جن کی نظر میں موت کوئی چیز نہیں اور زندگی بے حقیقت شے ہے۔ بڈھے نے کہا مجھے اس قدر اجازت دے کہ میں اپنی قوم کے پاس ہو آؤں اور یہ ماجرا سنا دوں۔ خالد نے کہا جا۔ بڈھے نے اپنی قوم کے پاس جا کر تمام حال کہہ سنایا اور کہا یہ لوگ وہ ہیں جن کو زہر کچھ اثر نہیں کرتا اور وہ موت سے ایسے خوش ہوتے ہیں جیسے ہم زندگی سے۔ غرض عبدالمسیح کے ایما کے مطابق وہ لوگ صلح کے لئے رضامند ہو گئے اور ایک لاکھ درہم اور شیرویہ بن کسریٰ کی طیلسان یعنی چادر کے عوض صلح قرار پائی۔ اس چادر کی قیمت تیس ہزار درہم تھی۔ عبدالمسیح نے وہ نقد و جنس خالد کے حوالے کر دی۔ خالد نے سب کا سب صدیق کے پاس پہنچا دیا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ ایران سے مدینہ رسول کو روپیہ پہنچایا گیا۔ پھر خالد نے اس صلح پر عہد نامہ لکھ کر ان لوگوں کے حوالے کر دیا اور مراجعت کی۔ جریر بن عبداللہ البجلی کو ایک ہزار آزمودہ کار جوانان مہاجر و انصار دے کر موضوع مانقیا کی طرف بھیجا جہاں دادیہ بن فرخان موجود تھا۔ جب جریر کا لشکر دریا کے کنارے پر پہنچا اور چاہا کہ عبور کریں۔ مانقیا کی طرف سے ایک قاصد آ پہنچا اور ایک لاکھ درہم دے کر جریر بن عبداللہ سے صلح کر لی۔ جریر نے عہد نامہ لکھ کر ان کے حوالہ کیا۔ اور دادیہ بھاگ کر یزد جرد کے پاس پہنچا۔ تمام حال کہہ سنایا۔ یزد جرد بہت غمگین ہوا۔ اسی اثناء میں خالد نے اپنی جگہ سے کوچ کر کے قریہ عین الیم کا محاصرہ کر لیا اور تمام باشندوں کو پکڑ کر مال مویشی سب کچھ ہضم کر لیا۔ اسی طرح عراق کے کئی اور بھی شہر اور قریبی علاقے لے لئے اور جس جس قریہ کو لیتا اس کے مال غنیمت میں سے خمس یعنی پانچواں حصہ علیحدہ کرتا اور صدیق کے پاس روانہ کر دیتا۔ باقی فوج میں بانٹ دیتا۔

تسخیر شام اور روم

راویوں کا بیان ہے کہ جب شام کی طرف سے پیہم خبریں پہنچیں کہ کافروں کے لشکروں نے روم اور شام پر تسلط کرکے فتنہ و فساد برپا کر رکھا ہے تو صدیق کا ارادہ ہوا کہ ان کے مقابلے کے لئے فوجیں روانہ کی جائیں اور وہ فساد کو دفع کریں مگر اس ارادہ کو دل ہی میں رکھا اور ایک دن عشرۂ مبشرہ اور مشہور و معروف صحابیوں کو جمع کرکے کہا اے رفیقو تم جانتے ہو کہ خلاق عالم ہم پر احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ شکر خدائے عزوجل کہ اس نے ہم سب کے ظاہر و باطن کو باہمی الفت سے آراستہ کیا۔ اور مخالفت اور دشمنی کو ہم سے نکال ڈالا۔ ہمیں کلمہ گو بنایا ہمارے گرد سے شیطان کا بھگا دیا۔ نجاست اور شرک سے پاک کیا۔ ہم خالص دوست بن گئے۔ تم اس بات سے واقف ہی ہو کہ ہم سب عرب ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں۔ میں نے مصمم ارادہ کرلیا ہے کہ عربی لشکروں کو شام کی طرف بھیجوں اور رومیوں سے جنگ کرکے ان اطراف کے ملعونوں کو ہلاک کروں۔ تم میں سے جو فتح پائے گا دولت مند اور مشہور ہو جائے گا۔ اور جس کی موت آ جائے گی۔ وہ سیدھا بہشت میں جا داخل ہو گا۔ اس فعل کا اجر جو خدا کی طرف ملے گا وہ بے حساب ہے۔ اس کا اندازہ کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ اب میں نے اپنا ارادہ ظاہر کردیا ہے اور تمہاری رائے کا منتظر ہوں۔ عمرو عثمان و طلحہ و زبیر و سعد و ابو عبید میں سے ہر ایک نے اپنا اپنا خیال ظاہر کیا۔ پھر صدیق نے امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے ابو الحسن تمہاری کیا رائے ہے کچھ آپ بھی ارشاد فرمائیں۔ علیؑ نے کہا اگر تو لشکر روانہ کرے گا تب بھی کامل فتح پائے گا۔ اور اگر خود اس مہم پر روانہ ہو گا اور اللہ جل شانہ کی مدد پر بھروسہ رکھے گا تب بھی کامل فتح پائے گا۔ اور سب کام درست ہو جائیں گے۔ صدیق نے کہا اے ابو الحسنؑ خدا تم کو شاد رکھے تم یہ بات کس طرح کہتے ہو جواب دیا کہ میں نے کئی دفعہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سنا ہے کہ قیامت تک ہمیشہ دین اسلام تمام دینوں پر غالب رہے گا۔ اے خلیفہ جلدی کر اور اس کام میں ثابت قدمی اختیار کر۔ خدائے تعالیٰ نے تجھے عرب کے مرتد لوگوں پر فتح دی۔ اب روم وغیرہ کے کافروں پر بھی فتح نصیب کرے۔ صدیق نے کہا اے ابو الحسن تم نے مجھے یہ بات سنا کر شاد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ تم کو بہشت کے اعلیٰ مدارج عطا کرکے دل شاد فرمائے۔ پھر دوستوں کی طرف منہ کرکے کہا اے مسلمانو یہ شخص علم پیغمبرؐ کا وارث ہے۔ جو شخص اس کے صدق کلام میں شبہ کرے گا بے شک وہ منافق ہے۔ ان کی باتوں نے مجھے جنگ روم کا زیادہ ساعی و مشتاق بنا دیا اور مجھ کو بہت بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ اب تم سب اس کام میں کوشش کرو پھر بلال سے کہا کہ صحابہ کو حاضر ہونے کے لئے کہو۔ جب اہل مدینہ حاضر ہوئے صدیق نے اٹھ کر جنگ کا خطبہ پڑھا مضمون یہ تھا:

خلاق عالم کے حمد و شکر اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود و سلام کے بعد تمام بھائیوں اور دوستوں کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تم سب لوگوں کو بطور انعام ایمان عنایت فرمایا اور تم پر قرآن شریف نازل کرکے سب سے زیادہ عزیز بنایا اور تمہارے دین کو اور دینوں پر فضیلت دی ہے۔ لازم ہے کہ تم بھی اس نعمت و بخشش کی قدر کرو اور اس عطیہ کا شکر بجا لاؤ اور جنگ روم کا ارادہ مصمم کرلو' میں کچھ لوگوں کو تم پر مقرر کردوں گا تم ان کی فرمانبرداری کرنا اور نیک نیتی کے ساتھ جہاد کی طرف متوجہ ہو جانا' عمر بن عاص کا بھائی خالد اٹھا اور کہا اے رسول صلعم کے خلیفہ ہم سب تیری رعیت اور تو ہمارا امیر ہے تیرا کام حکم دینا ہے اور اس کا بجا لانا ہمارا کام ہے۔ جو کچھ تو حکم دے گا ہم اس کو بجا لائیں گے اور جس طرف بھیجے گا ادھر ہی جائیں گے۔ صدیق نے کہا خدا تجھ پر رحمت نازل کرے اور نیک بدلا دے۔ اب تو اپنی تیاری کرلے کہ میں تجھ کو اس لشکر کا سردار مقرر کروں گا۔

خالد نے قبول کیا اور کہا کہ اب میں نے میرے بھائی نے اور چچا کی اولاد نے اپنے آپ کو خدا کی راہ میں جہاد کے لئے وقف

کر دیا ہے اور جہاں تک ہو سکے گا کافروں کے ساتھ جنگ کرنے میں سعی بلیغ کی جائے گی یا تو خداوند تعالیٰ نے ہمارا کام بنا دیا ہماری عمریں تمام ہو گئیں۔ اور میں اس عہد پر تجھ کو اور تمام حاضرین کو گواہ کرتا ہوں اور اس خدمت کے لئے لوگوں سے تعریف کا خواستگار اور امیدوار نہیں پھر صدیق نے اس کی تعریف کی اور کہا یہی خالد تھا جس نے بحکم جناب رسولؐ ولایت یمن کا انتظام کیا تھا۔ فاروق نے کہا اے خلیفہ رسولؐ خالد بن سعید جسے تو نے اس لشکر کی سرداری عطا کی ہے اس کام کے لائق اور مناسب ہے' اور تیرے پاس بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اس سے محبت رکھتے ہیں۔ بایں وجہ یہ کہ بہت ہی بڑا کام ہے۔ اگر ابو عبیدہ جو بڑا تجربہ کار' سخت کوش' موقع و محل سے واقف' زمانہ کی اونچ نیچ کو دیکھے ہوئے ہے اور معاذ بن جبل اور شرجیل بن حسنہ اور یزید بن ابی سفیان جیسے سربرآوردہ اور لائق لوگوں کو بھی خالد بن سعید کے ساتھ کر دے۔ اور یہ لوگ باہمی اتفاق سے کام کریں تو بہت مناسب ہے۔
صدیق نے اس بات کو بہت ہی پسند کیا پھر ان کو بلا کر کہا اے ابو عبیدہ اے معاذ اے شرجیل اے یزید تم دین رسول کے حامی ہو اور بے دین کافروں کے ایمان کو مٹانے والے اس جنگ میں جو رونق دین کی باعث ہے میں تم کو ان لشکروں کا سردار بناتا ہوں خوب کوشش کرنا اور جما کر قدم رکھنا اگر دشمن تم سے لڑنا چاہے تو تم بھی متفق رہ کر جنگ کرنا۔ عمر نے کہا اے خلیفہ رسولؐ یہ لشکر بہت تھوڑا ہے بہتر ہے کہ ایک فرمان لکھ کر اہل یمن کو خط لکھ کر اہل روم کے ساتھ بلایا جائے۔ خلیفہ نے اس مشورہ کو پسند کیا اور اہل یمن کو خط لکھ کے روم کے ساتھ جہاد کرنے کے لئے بلایا۔ خط پہنچتے ہی تمام اہل یمن راضی ہو گئے۔ چار ہزار سوار مدینہ میں آ پہنچے۔ ان کا سردار قیس بن البیرۃ المرادی تھا۔ صدیق نے تعریف کی اور قیس مع اہل یمن ابو عبیدہ و خالد و شرجیل و یزید بن ابی سفیان اور لشکر مہاجر و انصار کے ساتھ ہو لیا۔ صدیق کچھ دور بطور مشایعت پاپیادہ ساتھ گئے۔ یزید نے کہا اے خلیفہ ہم خدا کے غضب سے ڈرتے ہیں یا تو آپ بھی سوار ہو جائیں یا ہم کو بھی اجازت دیں کہ ہم بھی گھوڑوں سے اتر پڑیں۔ ابوبکر نے کہا میں یہ قدم خدا کی راہ میں رکھ رہا ہوں' غرض اسی طرح ثنیۃ الوداع تک پاپیادہ گئے۔ پھر کہا اے یزید جنگ میں بہت کوشش کرنا اور گھبرانا نہیں مطلع رہو کہ تم ایسے ملک میں جا رہے ہو جہاں دشمن بھی بہت ہیں اور دولت بھی بے شمار ہے۔ کسی وقت بھی یاد خدا سے غافل نہ رہنا دل کو اس کی بارگاہ کی طرف رجوع رکھنا' عورتوں اور بچوں کے قتل سے باز رہنا' باغوں اور میوہ دار درختوں کو نہ کاٹنا' بوڑھوں اور بچوں کو ہلاک نہ کرنا' اور کسی کو بے وجہ نہ مارنا' بستیوں کو نہ اجاڑنا' اللہ تعالیٰ مدد کرے گا۔ وہی سب پر غالب اور سب سے زیادہ طاقتور ہے۔
پھر صدیق نے ہاتھ اٹھائے اور قبلہ رو ہو کر دعا مانگی کہ اے خدا تو نے ہمیں پیدا کیا اور اپنا پیغام حضرت محمدؐ کی زبانی ہم پر نازل کیا ہے۔ اور ہمیں دین کی تعلیم دی۔ بہشت کا امیدوار کیا' دوزخ سے ڈرایا گمراہی سے نکالا جبکہ ہم کافر تھے۔ ہدایت کے ذریعے ایمان بخشا ہم کم تھے تیرے فضل سے زیادہ ہو گئے۔ پریشان تھے اور تیرے لطف سے متفق ہو گئے۔ تو نے ہی ہمیں حکم دیا کہ دین کو نہ چھپاؤ اور کلمہ کے اظہار میں کوشش کرو کہ مخالف بھی ایمان لائیں۔ یا ذلت سے جزیہ دینا قبول کریں۔
اب ہم تیرے راستے پر چلتے ہیں۔ تیری رضامندی چاہتے ہیں۔ ان لوگوں سے لڑتے ہیں جو تجھ کو نہیں جانتے اور ان لوگوں سے دشمنی کرتے ہیں جو تیرا شریک اور ہمسر بتاتے ہیں۔ اے خدا اپنے دوستوں کی مدد کر۔ مشرکین کی پیشانیوں کو ہلاکت کے داغوں سے داغدار کر امت محمد کو ان پر دلیری بخش' مجاہدین کے قدموں کو قائم رکھ' دشمنوں کے قدم اکھاڑ' ان کے دلوں میں خوف و دہشت ڈال ان کی امیدوں کو خاک میں ملا' ان سب کے ملک مومنوں کو نصیب کر' ان کے بعد ان سب کو رعیت کے ساتھ رعایت سے پیش آنے باہم لشکروں میں موافقت رکھنے' اور ایک دوسرے سے اتحاد و محبت برتنے کی نصیحت کی اور سب کو خدا کے حوالے کیا۔ اسلامی فوجیں ایک دوسرے سے رخصت ہو کر روم و شام کی سمت روانہ ہوئیں۔ ہرقل شاہ روم کو

بھی پتہ چلا اس وقت وہ فلسطین میں تھا۔ یہ سنتے ہی اہل اسلام فوج در فوج آتے ہیں اور اپنے مذہبی طریق پر قسم کھا بیٹھے ہیں کہ جنگ میں یہاں تک ثابت قدمی کریں گے کہ جب تک ایک بھی زندہ رہے گا۔ میدان نہ چھوڑے گا۔ اور جب تک فلسطین کو فتح نہ کرلیں گے۔ واپسی کا خیال تک نہ لائیں گے۔ پھر ہرقل نے اپنی فوج کو طلب کیا۔ اور عربوں کے آنے کا حال کہہ سنایا اور کہا کہ عربوں نے بہت ہی بڑی بات کا ارادہ کیا ہے اور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم کو ہمارے پیغمبر نے خبر دی ہے کہ اس ملک کو فتح کرلیں گے۔ اور آج وہ اس خوشخبری کے بھروسے پر ہی چڑھ آئے ہیں وہ اپنے پیغمبر کے بیان میں کسی طرح کا شک و شبہ نہیں رکھتے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری دین کو بہت اچھا بنایا ہے۔ اور دین یہود و مجوس وغیرہ پر ترجیح دی اور بزرگی بخشی ہے۔ کیونکہ وہ خدا کے سوا اور چیزوں کو پوجتے ہیں اور تم حضرت عیسیٰ روح اللہ کی نورانی کتاب کے مطابق ہمیشہ حق سبحانہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور اس کی قدر و عظمت اور یکتائی کا اقرار رکھتے ہو اور تم حضرت عیسیٰ کو جو اللہ کی روح ہے اور جس کا خلق علم خدا کا رہنما ہے اور راستہ درست اور سیدھا ہے۔ برابر مانتے ہو لازم ہے کہ مستعد اور آمادہ ہو جاؤ اپنے ہتھیاروں کو درست کرلو اور ہر طرح سے ہوشیار اور باخبر رہو اور اپنے زن و بچہ اور عزیزوں قریبوں اور ملک و مال کے لئے ہمت مردانہ کو کام میں لا ۔ اور ہماری طرف سے مطمئن اور قوی دل رہو' ہم بے شمار بہادر اور آزمودہ کار بہار سواروں اور سپاہیوں سے متواتر تمہاری امداد کرتے رہیں گے۔ اور بڑے بڑے نامور اور جانباز بہادر جنگ جو سرداروں اور امیروں کو سردار لشکر مقرر کریں گے۔ تم کو لازم ہے کہ ان کے حکم سے سرتابی نہ کرو اور ان کے خلاف نہ چلو۔ پھر ہرقل نے شام کے شہروں کی طرف خط روانہ کئے' دمشق' حمص' انطاکیہ' حلب وغیرہ سے لشکر طلب کئے۔ بے شمار جمعیت فراہم ہو گئی۔ ابو عبیدہ اور اسلامی فوجیں وادی القریٰ میں داخل ہوئیں۔ وہاں سے موضع قرعہ علاقہ طل حجر میں جو حضرت صالح پیغمبر کا ملک ہے آئے پھر وہاں سے منزل بہ منزل سفر کرتے ہوئے شام کے علاقہ میں آ پہنچے۔ شاہ روم ہرقل نے بھی بے شمار فوجوں کے ساتھ حرکت کی اور انطاکیہ میں فوجیں لا ڈالیں۔ ابو عبیدہ کو بھی خبر ملی اور اس نے ابوبکر کو خط لکھا کہ یہ خط عامر جراح خلیفہ رسول عبداللہ ابوبکر کے نام لکھتا ہے اور خداوند سبحانہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد خلیفہ رسول خدا کو اطلاع دیتا ہے کہ ہرقل نے ہم سے پہلے پہنچ کر بمعہ جمعیت بے شمار شہر انطاکیہ میں قیام کیا ہے۔ اس کے پاس ان غلاموں اور خواصوں اور شاہی ملازموں اور سواروں کے علاوہ جو خاص درگاہ شاہی کے ملازم ہیں۔ اسی ہزار جوانوں سے بھی زیادہ لشکر ہے۔ اطلاعاً" لکھتا ہوں کہ خلیفہ رسول اس امر میں غور فرما کر حکم صادر کرے کہ ہم کو کیا کرنا چاہئے۔ جس پر عمل کریں۔ والسلام!

امیر المومنین صدیق نے جواب میں لکھا: خط پہنچا حال معلوم ہوا تونے جو لکھا ہے کہ ہرقل فلسطین سے انطاکیہ میں آگیا ہے اس کا یہ فعل اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا لشکر شکست کھائیگا اور انطاکیہ تمہارے قبضے میں آئیگا۔ اگرچہ اس کے پاس بے شمار جمعیت فراہم ہوگئی ہے مگر یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ اپنے ملک سے نکالے جائیں گے۔ خدا کا شکر ہے کہ تیرے ساتھ جو تھوڑے سے آدمی ہیں وہ ایسے ہیں کہ موت کو زیادہ سے زیادہ اچھا سمجھتے ہیں۔ اور خدا کے راستے میں کوشش کرنیکو اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ تم کافروں سے جنگ کرکے ثواب عظیم پاؤ گے۔ دل کو مضبوط رکھ کر اور ان ہی لوگوں کو لیکر جنگ کر کمی سے نہ گھبرا ایک مسلمان لڑائی کے وقت ہزار مشرکوں پر غالب ہے۔ اس مقولہ کو سچا جان اور یقین کامل رکھ اللہ تیرے ساتھ ہے وہ اپنا وعدہ پورا کریگا۔ علاوہ ازیں پے در پے افواج روانہ کی جائیں گی اور وہ ایک کے بعد ایک کرکے تیرے پاس پہنچیں گی۔ یہاں تک کہ تو اس مہم کو سر کرلیگا۔

اسی طرح کا ایک خط معاذ بن جبل و شرجیل بن حسنہ اور یزید بن ابی سفیان اور ان امیروں کے نام جو اس لشکر میں سردار مقرر کئے گئے تھے روانہ کیا گیا مضمون یہ تھا کہ ہم جناب رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہ کر دشمنوں کے

مقابلے پر صف بستہ ہوئے اور سچی نیت اور یقین کامل کے ساتھ جنگ کرتے تھی تو اللہ تعالی ہماری مدد کے لئے فرشتوں کو بھیجتا تھا اور فتح دیتا تھا یہ دین وہی ہے جس پر آج ہم اپنا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور آج بھی ہمارا وہی عقیدہ ہے جو کل تھا اسی خدا کی قسم جس کی طرف بندے رجوع کرتے ہیں کہ مشرک کسی حال میں بھی موحدوں کی برابری نہیں کرسکتے اور خدا کی عبادت کرنے والے سے صلیب پوجنے والے ہمسری نہیں کرسکتے۔ اے خدا کے دوستو آپس میں محبت اور اتحاد پورا پورا رکھو اور جب کافروں سے مقابلہ ہو تو سنجیدہ ارادوں مضبوط دلوں اور نیک نیتوں اور ثابت قدمی کے ساتھ مردانہ جنگ کرو اور یقین رکھو کہ خدا تمہارے ساتھ ہے اور اس نے کلام مجید میں خبر دی ہے کہ **کم من فئۃ قلیلۃ غلبۃ فئۃ کثیرۃ باذن اللہ واللہ مع الصابرین۔**

یعنی اکثر حکم خدا سے چھوٹی چھوٹی جماعتیں بڑے بڑے گروہوں پر غالب ہوجاتی ہیں اور اللہ تعالی صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہے۔ پھر صدیق نے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کو بلا کر کہا کہ اے ہاشم خوش نصیبی سے تو وہ شخص ہے جسے اللہ تعالی نے اس گروہ میں پیدا کیا ہے کہ جس سے امت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دشمنان دین کی دفعیہ کے لئے مدد کی خواستگار ہوتی ہے۔ ابو عبیدہ جراح نے مجھے خبر دی ہے کہ روم کے سب کافر امنڈ آئیں ہیں اور اس سے لڑنا چاہتے ہیں۔ تجھے اس وقت اس کی مدد کرنی چاہئے ابھی شہر سے باہر نکل کر قیام کر تاکہ جو لوگ تیرا ساتھ دینا چاہتے ہیں وہ تجھ سے آملیں ہاشم نے خلیفہ کے حکم کو مان لیا فوراً روانگی کی تیاریاں شروع کردیں۔ پھر خلیفہ نے مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوکر کہا اے دوستو میں نے ہاشم بن عتبہ کو عبیدہ و معاذ بن جبل کی مدد کیلئے مقرر کیا ہے اور وہ شہر سے باہر خیمہ لگا کر مقیم ہے تم میں سے جو جو بہادر ہو اور اس کا ساتھ دینا چاہتا ہو وہ اس جہاد میں شریک ہوجائے یہ بہت ہی بڑا کام ہے اور اس جنگ میں دو سعادتیں ہیں فتح اور لوٹ یا شہادت۔ اس بات کو سن کر قبیلہ ہمدان و اسلم غفار مدینہ آزد مواد اور جہنہ کے بہت سے آدمی مستعد ہوگئے اور ہاشم سے جاملے۔ آزد قبیلے میں سے ایک شخص ہلقام بن حرث بن معمر عبکی آزدی بزرگ اور نہایت ہی جری اور بہادر تھا ہزار سواروں کے برابر اکیلا سمجھا جاتا تھا زمانہ جاہلیت میں بڑے بڑے مشہور اور جنگ جو تجربہ کار مردوں سے برسر مقابلہ ہوچکا تھا اور تمام عرب میں شہرت پاگیا تھا اور عہد صدیق میں سعادت اسلام سے بہرہ اندوز ہوچکا تھا اور اس وقت جبکہ ہاشم بن عتبہ ابوعبیدہ جراح کی مدد کیلئے جانب شام جارہا تھا اور مختلف قبیلوں کے آدمی اس کے ہمراہ تھے یہ شخص صدیق کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے ساتھ خاندان عزیز اور گروہ چچا کی اولاد میں سے ستر آدمی تھے۔ پھر ہاشم بن عتبہ کے ہمراہ ہولیا۔

الغرض جو لشکر ہاشم کے ساتھ شام کو روانہ ہوا۔ اس کی تعداد تین ہزار سوار تھی سعد بن ابی وقاص ہاشم کے چچا نے اس کو نصیحت کی کہ اے بھتیجے یہ بہت بڑی مہم ہے اور عرب کے سردار تیرے ساتھ ہیں ان کے ساتھ ہروقت تواضع سے پیش انا ہرگز غرور اور رعونت کو اپنے پاس نہ آنے دینا۔ سب کے سب نیک روش اختیار کرنا۔ شریعت کے لحاظ سے کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں ہے مگر پرہیزگاری کو سب پر فضیلت ہے۔ جب دشمنان دین سے جنگ پیش آئے ہر ایک نیزہ اور ہر ایک تیر خدا کی رضا مندی کیلئے لگایا جائے کیونکہ دنیا راہگذر ہے۔ اس نے کسی کے ساتھ وفا نہیں کی۔ تجھ سے بھی وفا نہ کرے گی۔ اور جب تو دنیا سے جائیگا تو عمل نیک اور دنیا کے ساتھ برتے ہوئے احسانوں کی سوا اور کوئی چیز تیرا ساتھ نہ دیگی۔ آخرت پرہیزگاروں کیلئے ہے۔

ہاشم بن عتبہ مع ہلقام بن حرث الازدی اور ہیرہ جو اپنی قوموں کے سردار اور بہادری اور دلیری میں ایسے نامی گرامی تھے کہ خلقت کی انگلیاں ان کی طرف اٹھتی تھیں۔ اور جن کی سفارش بھی صدیق نے حد سے زیادہ کی تھی تین ہزار سوار لیکر روانہ ہوا ابو عبیدہ اور تمام مسلمان ہاشم اور اس بھاری لشکر کی آمد سے بہت خوش ہوئے اور دل بڑھ گئے۔ پھر ایک نہایت ہی نیک

مسلمان سعید بن عامر بن خدیم صدیق کے پاس آیا اور کہا اے خلیفہ رسول صلعم میں بھی روم کے کافروں کے ساتھ جہاد کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں اور اس کام کی طرف میری دلی رغبت اور شوق ہے اگر کچھ بہادر میرے ساتھ بھیجے جائیں تو حکم بجا لاوں اور انشاء اللہ خدمت جہاد پر کمربستہ رہ کر مہم کو انجام دوں۔ صدیق نے دعا دی اور اہل عرب کی ایک جماعت اس کی ساتھ کردی۔ تقریبا دو ہزار سوار اس کے ساتھ ہوگئے۔ بلال نے بھی جو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے موذن تھے صدیق سے کہا اے خلیفہ تم نے مجھ کو آزاد کیا ہے اور میں اب تک تمہاری خدمت میں ہوں اور حضرت رسول صلعم کی مسجد میں اذان دیتا ہوں مگر جب سے آنحضرت صلعم نے اس دنیا سے جانت آخرت رحلت فرمائی ہے میرا دل اذان دینے کو نہیں چاہتا مگر تم اجازت دو تو میں بھی روم کی طرف جاوں اور خدا تعالی کی راہ میں جہاد کروں۔ صدیق نے جواب دیا تو خود مختار ہے جو چاہے سو کر اعمال نیک میں کوشش بلیغ کرکے آخرت کا توشہ حاصل کر۔

اس کے بعد صدیق نے سعید بن عامر کو اور اس گروہ کو جو اس کے ساتھ تھا دعا دیکر رخصت کیا سعید بن عامر دو ہزار جوانوں کے ساتھ مدینہ سے نکل کر جانب شام روانہ ہوا۔ منزل بہ منزل چلا جاتا تھا یہاں تک کہ ابوعبیدہ سے جاملا۔ ابوعبیدہ نے یہ قاعدہ ٹھیرا رکھا تھا کہ جس وقت کوئی جماعت اس کے پاس پہنچتی تھی تو اسے ملک شام کی طرف روانہ کردیتا۔ رومی یہ حال دیکھ کر کہ عربی افواج لگاتار آرہی ہیں بخیال کثرت ڈر گئے۔ اور اپنے بادشاہ ہرقل کو لکھ کر مطلع کیا اور مدد طلب کی۔ ہرقل نے جواب دیا کہ تم باربار افواج عرب کی کثرت کا حال لکھ کر بھیجتے ہو مجھے اس بات سے بڑا تعجب ہوتا ہے کیونکہ شام کے شہروں میں سے ایک ہی شہر سے اس قدر جواب بہم پہنچ سکتے ہیں کہ ایک لشکر بن جائے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ تم کو لازم ہے کہ پوری کوشش سے مسلح ہوکر رغبت تمام جنگ کرو اور اپنے دشمنوں کو بھگادو میں روح اللہ عیسی ابن مریم کی روح پاک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس خط کی بعد اتنی فوجیں روانہ کروں گا کہ ان کے سامنے وسیع میدان تنگ اور تاریک نظر آنے لگے گا۔ پھر اس نے ملک شام کے حاکموں کے نام فرمان لکھوائے اور امداد طلب کی بیشمار فوجیں امنڈ پڑیں۔

ابوعبیدہ نے بھی صدیق کو اس حال سے مطلع کیا۔ صدیق نے فاروق، علی، عثمان اور عشرہ مبشرہ اور دوسرے دوستوں کو بلایا اور رومی لشکروں کے غلبہ کی کیفیت کہہ سنائی۔ ابوعبیدہ کا خط بھی پڑھ دیا انجام کار یہ امر قرار پایا کہ عمر بن العاص کو فوج دیکر اور سرلشکر بنا کر ابوعبیدہ کی مدد کے لئے روانہ کریں۔ عمر نے اس بات کو منظور کرلیا۔ مگر یہ کہا اس شرط سے جاتا ہوں کہ شام کی تمام فوجوں کا سپہ سالار سمجھا جاوں صدیق نے فہمائش کرکے اسے اس خیال سے باز رکھا کہ فوج تیرے ساتھ ہے اس کا سر لشکر تو تو ہی ہے۔ اور جتنے سردار اور افواج شام میں ہیں ان کا سپہ سالار ابوعبیدہ کو سمجھنا چاہئے۔ غرض عمر عاص نے چار و ناچار ہوکر اس بات کو مان لیا۔ اور مدینہ سے نکل کر خیمے نصب کئے کہ لوگ آ آکر اس کے پاس جمع ہوں۔ پہلے سہیل بن حرث اہل مکہ اور اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں اور دوستوں وغیرہ میں دو ہزار سوار لیکر اس کے لشکر میں آملا۔ پھر ابوالاعور سلمی اور معین بن یزید سلمی ایک ہزار اور سات سو سوار لیکر آیا۔ پھر ضحاک بن قیس فہری تین سو سواروں کے ساتھ آملا۔

اس کے بعد حمزہ بن مالک ہمدانی بھی تین سو سواروں کے ساتھ آشامل ہوا۔ پھر جنید بن مسلمہ فہری چار سو سوار لیکر آپہنچا۔ اس کے بعد عمر بن الحرام المرادی دوسو سوار لیکر آیا۔ غرض کل چھ ہزار سوار عمر بن عاص کے پاس فراہم ہوگئے۔ اور عمر نے اس لشکر کو ترتیب دیکر شام کی مہم کا ارادہ کرلیا۔

صدیق نے ابوعبیدہ کو خط لکھا کہ تیرا خط پہنچا۔ دشمنوں کی فوجوں کی فراہمی اور ان کے بادشاہ کا ان کے نام یہ لکھنا اور وعدہ دینا کہ اس قدر کمک روانہ کروں گا وسیع میدان تنگ ہوجائیگا ذرہ ذرہ سب حال معلوم ہوا۔ زمین خود ہی ان لوگ پر بہ ان کے ظلم و ستم اور غرور و جہالت کے تنگ ہورہی ہے۔ مجھے اسی خدا کی قسم جو واحد ہے کہ ابوبکر کو یہ امید واثق ہے کہ ہرقل کی

جڑ اس کی اپنی ولایت سے اکھاڑی جائیگی اور اس کا ملک انشاء اللہ مسلمانوں کے ہاتھ آیگا۔ اس خط کے پہنچتے ہی اپنے لشکر کو فراہم رکھنا اور ہوشیاری سے کام لینا۔ جن راستوں سے دشمن کو کمک پہنچتی ہے ان کو بند کردینا۔ آگاہ ہو کہ ہرقل جس قدر مدد روانہ کریگا اس سے دو چند میں تیرے پاس روانہ کرتا رہوں گا۔ ان سب امور کو سمجھ لے اور ہر طرف سے اطمینان رکھ خدا کا شکر ہے کہ قدرتی سامان فراہم ہیں کسی چیز کی کمی نہیں۔ فوج کو گروہ در گروہ شام کی حدود پر روانہ کرکہ وہ لوٹ کا مال حاصل کرسکیں اور اگر دشمن مقابلے پر آئے تو اس کا مقابلہ کریں اور خدا کی امدد کا بھروسہ کریں۔ تم خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے لڑتے ہو۔ اور وہ شیطان کے خوش کرنے کے لئے خدا ہی تمہارا غم خوار اور مددگار ہے بہت جلدی تم کو فتح نصیب کرے گا۔ عمرو عاص کو جس کی عقل اور تجربے کا حال معلوم ہے اور جس کی جنگ جوئی اور شجاعت و سعی و دانائی بیان سے باہر ہے تیری مدد کے لئے روانہ کرتا ہوں میں نے اسے سمجھا دیا ہے کہ وہ تیرے حقوق کو ضائع نہ کریگا۔ اور تیرے کہنے سے منحرف نہ ہوگا۔ تجھے بھی لازم ہے کہ اس کی عزت کرتا رہے اور مشکل موقع پر اس سے مشورے لے اور اس کی رائے سے فائدہ اٹھائے۔ اور اس کی خاطرداری کو لازمی امر جانے۔ زیادہ والسلام! یہ خط عمر عاص کی روانگی سے پیشتر روانہ کیا گیا۔ جب ابوعبیدہ کو ملا اور مضمون معلوم ہوا تو عمرو عاص اور فوج کثیر کے آنے سے بہت خوش ہوا اور تمام مسلمانوں کی کمر مضبوط ہوگئی۔ دوسرے دن عمرو عاص مع فوج ابوعبیدہ کے لشکر میں آپہنچا بڑی خوشیاں منائی گئیں۔ ابوعبیدہ نے عمر عاص سے ملاقات کرکے کہا کہ تیری رائے نہایت عمدہ اور تجویز بڑی مبارک ہے۔ مسلمانوں کو تو نے جن امور میں صلاح دی ہے اس کی بیشمار برکتیں ظاہر ہوئیں ہیں اور ان باتوں کا انجام نہایت خوب نکلا اب اس مہم میں جو مجھے در پیش ہے مشورہ دیتے رہنا اسی اثنا میں خبر آئی کہ ہرقل شاہ روم نے جبلہ الایہم الغسانی کو چالیس ہزار جوان دیکر بھیجا ہے۔ اور وہ دمشق کے حدود میں پہنچ گیا ہے۔ ابوعبیدہ نے عمر کے بھائی ہشام بن عاص کو بلا کر ہرقل کے پاس جانے کے لئے مقرر کیا۔ اور کچھ دیندار لوگ مقرر کئے کہ وہ بھی ساتھ جائیں۔ اور دین اسلام کو ہرقل پر ظاہر اور ثابت کریں کہ اگر تو دین اسلام کو قبول نہیں کریگا تو ہم اس سے جنگ کے لئے مجبور ہوں گے۔ پھر ہشام کو مشورہ دیا کہ دمشق کے حدود کی طرف روانہ ہو اور جبلہ کے پاس جائے اور اسلام کو ظاہر کرے ہشام اپنے ہمراہیوں کے ساتھ چل کر دمشق کے حدود میں پہنچا۔ اور اجازت طلب کی جب اندر پہنچے تو دیکھا دربار لگا ہوا ہے جبلہ ایک اونچے تخت پر بیٹھا ہے۔ داہنی طرف یمن کے بادشاہ سنہری کرسیوں پر متمکن ہیں۔ اور زر بفت کے لباس زیب تن کئے ہوئے ہیں اور عربی طریق کے عمامے سر پر ہیں۔ دربار میں سیاہ دیبا کا فرش کیا ہوا ہے جبلہ کے سر پر سنہری تاج رکھا ہوا ہے اور سیاہ ریشمی لباس پہنے ہے۔ اس نے مسلمانوں کو کہا بیٹھو۔ وہ لوگ کچھ دور بیٹھ گئے۔ نقیب نے آکر پوچھا جبلہ دریافت کرتا ہے کہ تم کس غرض کے لئے آئے ہو۔ ہشام نے کہا جبلہ سے کہو اگر گفتگو کرنی ہے تو تخت سے اترے اور ہم سے باتیں کرے اور ہمارا مدعا سنے۔ نقیب نے جبلہ سے ایسے ہی کہہ دیا۔ اس نے قبول کرلیا۔ تخت سے اتر کر ایک اور کم بلند جگہ پر بیٹھا اور ہشام کو زیادہ نزدیک بلالیا۔ ہشام اور اس کے ساتھی قریب آگئے اور اس کے تخت کے پاس بیٹھ گئے۔ پھر ہشام نے قرآن مجید کی کئی آیتیں پڑھیں اور جبلہ کو اسلام کی دعوت دی۔ بہشت و دوزخ اور عذاب و ثواب کی خبر دی اور دین اسلام کے چند اصول اور کچھ طریقے بتائے۔ جبلہ نے منظور نہ کئے۔ ہشام نے کہا اگر تو اسلام کو قبول نہیں کرتا تو میں چند باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں ان کے جوابات دے جبلہ نے کہا پوچھ۔ ہشام نے پوچھا یہ لباس سیاہ تو نے کس لئے پہنا ہے۔ جبلہ نے کہا میں نے اس نیت سے پہنا ہے کہ جب تک تم لوگوں کو اس ملک سے نہ نکال دوں گا اسے بدن پر سے نہ اتاروں گا۔ ہشام نے کہا خدا کی قسم تو ہم کو اس دربار سے بھی نہیں نکال سکتا ولایت شام تو علیحدہ چیز ہے۔ قسم خدا کی ہم تجھے اور تیرے بادشاہ کو بھی گرفتار کریں گے۔ جو روم میں موجود ہے۔ جبلہ نے کہا کیا تم سمرا ہو۔ ہشام نے پوچھا سمرا کیا

ہوتا ہے۔ اس نے جواب دیا سمرہ وہ قوم ہے جس کا ذکر انجیل میں ہے کہ وہ دن میں روزے رکھتے ہین اور رات کو عبادت خدا میں مصروف رہتے ہیں۔ نیک کاموں کے لئے تاکید کرتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔ اور ان کے مقبوضات مشرق سے مغرب تک پھیل جائیں گے۔ تم نے غلطی سے اپنے آپ کو سمرا سمجھ لیا ہے۔ ہشام نے کہا کہ خدا کی قسم ہم وہی لوگ ہیں جن کا ذکر اللہ تعالی نے انجیل میں کیا ہے اور یہی صفتیں ہم میں موجود ہیں۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں جبلہ کو اس بات سے بڑی حیرت ہوئی اور کچھ سوچ کر پوچھا تمھیں میرے پاس بھیجا ہے یا شہنشاہ کے پاس۔ ہشام نے کہا تیرے پاس بھی اور ہرقل کے پاس بھی۔ جبلہ نے کہا مناسب یہی ہے کہ تم ہرقل کے پاس جاکر اس امر کو بیان کرو اگر وہ قبول کرلے گا تو میں بھی قبول کرلوں گا کوئی انکار نہ ہوگا۔ ہشام اور اس کے ہمراہی انطاکیہ کی طرف چل کھڑے ہوئے روم کا بادشاہ وہاں قیام پذیر تھا۔ انطاکیہ میں داخل ہوتے وقت لوگ ان کو دیکھتے تھے۔ ہرقل کے محل سرا کے دروازہ پر آتے ہی اونٹوں کو بٹھادیا اور سب نے مل کر بہ آواز بلند تکبیر کہی۔ **اللہ اکبر اللہ اکبر لاالہ الااللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد** پھر کلمہ پاک پڑھا **لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ** ان کلمات کا بہ آواز بلند نکلنا تھا کہ ہرقل کے کمرہ کی چھت گر پڑی جس سے ہرقل پر خوف چھاگیا۔ پوچھا کیا جب تم یہ کلمہ زبان سے نکالتے ہو تو چھت گر پڑتی ہے۔ ہشام نے کہا اب تک یہ معاملہ ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ شاید یہ امر اس لئے واقع ہوا ہو کہ تجھے تنبیہہ ہوجائے ہرقل کچھ دیر سوچتا رہا اور پھر پوچھا تم کہاں سے آئے ہو اور تمہارا کیا مطلب ہے۔ اپنا پیغام پہنچاؤ مسلمان اس کے سامنے گئے اس وقت وہ سونے کے تخت پر جس پر سرخ دیبا بچھی تھی بیٹھا تھا اور سونے کا تاج سر پر تھا وہ عربی زبان سے واقف تھا مگر اچھی طرح بول نہ سکتا تھا۔ مسلمان اس کے سامنے جاکر کھڑے ہوگئے نہ اسے سلام کیا نہ اس کی تعریف کی۔ ہرقل نے مسکرا کر پوچھا تم نے بادشاہ کی تعریف کیوں نہ کی جس طرح تم اپنے بادشاہ کی تعریف کرتے ہو۔ ہشام نے کہا ہمارے لئے یہ امر جائز نہیں کہ تیری ثنا کریں اس لئے کہ تو غیردین پر ہے۔ ہرقل نے پوچھا تم میں ورثہ کس طریق پر پہنچتا ہے ہشام نے کہا جو میت سے قریبی رشتہ رکھتا ہو وہی پاتا ہے۔ پھر ہرقل نے نماز اور روزہ کا حال پوچھا کہ تمہارے دین میں کس طریق پر ہے ہشام نے بتلایا دیا۔ ہرقل نے کہا میں نے تمہارے لئے ایک مکان خالی کروا دیا ہے تم وہاں ٹھہرو۔

ہشام اور سب مسلمان اس مکان میں چلے آئے۔ ہرقل نے ان کو مہمان رکھا اور رسد پہنچائی خاطر مدارت کی اور دوسرے دن اپنے سامنے بلایا اور طرح طرح کے حالات پوچھتا رہا۔ پھر اپنے غلام کو بلا کر کہا کہ وہ صندوقچہ لاؤ۔ وہ ایک چھوٹا مگر لمبا صندوقچہ لایا جس میں مختلف خانے بنے ہوئے تھے ایک خانہ کھول کر ایک سیاہ کپڑا نکالا جس پر دراز قد سفید رنگ بڑی بڑی آنکھوں اور کانوں اور روشن چہرہ والے کسی مرد کی تصویر تھی ہرقل نے کہا اسے جانتے ہو ہشام نے کہا میں نہیں جانتا۔ ہرقل نے کہا یہ آدم انسانوں کے باپ کی تصویر ہے۔ پھر دوسرا خانہ کھول کر ایک ریشمی، سیاہ کپڑا نکالا اس پر ایک مرد کی تصویر تھی۔ رنگت سفید لمبے لمبے ہاتھ آنکھوں کے حلقے ابھرے ہوئے کہا یہ نوح کی تصویر ہے۔ پھر اس کو بھی لپیٹ کر رکھ دیا۔ ایک اور خانہ کھولا اس میں سے بھی ایک شبیہ نکلی۔ میانہ قد گول سر نرم اور کشادہ پیشانی سیاہ آنکھیں منہ کا دہانہ لطیف داڑھی پر پیری کی علامت۔ دکھا کر کہا یہ ابراہیم کی شبیہ ہے پھر اس سیاہ کپڑے کو بھی اپنی جگہ پر رکھ کر ایک اور خانہ کھولا جس میں سے سفید ریشمی کپڑا نکلا۔ اس پر ایک گندمی رنگ سیاہ بالوں لمبے قد گنجان ریش والے مرد کی تصویر تھی کہا یہ موسیٰ بن عمران کی شکل ہے اسی طرح بہت سے نبیوں کی تصویریں دکھلائیں بعدہ ایک اور سیاہ ریشمی ٹکڑا نکالا جس کے کناروں پر زری کا کام تھا ہشام کو دکھلا کر پوچھا یہ کون شخص ہے۔ ہشام اور اس کے ساتھی اس شبیہ کو دیکھتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے ہرقل نے کہا تم کیوں روتے ہو انہوں نے کہا کہ یہ ہمارے پیغمبر کی شبیہ ہے۔ اور گویا ہم اسے دیکھ رہے ہیں یہ بتاؤ کہ یہ تصویر تمہیں

کہاں سے ملی؟ جواب دیا کہ آدم صفی اللہ نے اللہ تعالی سے انبیاء کی شبیہیں طلب کی تھیں پس خدا نے ان کے کہنے کو پورا کیا اور جبرئیل ان شبیہوں کو سبز دیبا میں بنا کر لائے حضرت آدم سے حضرت شیث کو اور ان سے اور نبیوں کو ملتی چلی آئیں یہاں تک کہ میرے آباو اجداد کے ہاتھ آگئیں اور اب میرے قبضے میں ہیں۔ مجھے حق کی قسم ہے کہ اگر اس سلطنت سے دل پھر سکتا یا میرے لوگ میرا ساتھ دیتے تو میں تمہارے دین کو قبول کرلیتا اور تمہارے ساتھ ہوجاتا کیونکہ تمہارا دین درست ہے مگر مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا کہ سلطنت کو خیرباد کہہ کر فقیری اختیار کروں اور اس عیش و راحت کو چھوڑ دوں۔ پھر حکم دیا کہ ہشام اور اس کے ساتھیوں کو خلعت گرا نبہا اور انعام کثیر عطا کریں۔ ہشام نے لینے سے انکار کیا اور ان عطیوں پر ذرا توجہ نہ کی۔ اپنی سواری پر چڑھ کر ابوعبیدہ کی طرف چل دیا۔ اور خدمت میں پہنچ کر جبلہ اور ہرقل کا تمام ماجرا کہہ سنایا۔ ابوعبیدہ متعجب ہوا اور سمجھ گیا کہ انجام کار لڑائی ہوگی۔ ہرقل نے جنگ کی تیاریاں شروع کردیں اور فراہمی و درستی اسلحہ اور آراستگی افواج و افزونی سامان حرب و ضرب میں سعی بلیغ کی۔ ابوعبیدہ نے یہ حال دیکھ کر اپنے پھیلے ہوئے لشکر کو جمع کیا اور جائزہ لینے سے معلوم ہوا کہ کل تیس ہزار کی جمعیت ہے اس فوج کو لیکر جابیہ نے شام تک کوچ کیا اور چھاونی ڈال دی۔ ہرقل نے اس امر سے مطلع ہوکر اسی ہزار جنگجو روانہ کیے کہ ان کو پیچھے ہٹادیں۔ ابوعبیدہ نے تمام کیفیت صدیق کو لکھ کر بھیجی۔ صدیق نے عمرؓ عثمان اور علی مرتضیٰ اور جملہ اصحاب کو فراہم کرکے مشورہ کیا عمر نے کہا میری تو یہ رائے ہے کہ خالد بن ولید کو حکم دیا جائے کہ جس قدر سوار اور پیدل اس کے ساتھ ہوں انھیں لیکر ابو عبیدہ کی مدد کریں۔ خالد اس وقت عراق میں تھا۔ صدیق نے خالد کو ایک خط لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے:

یہ خط ابوبکر کی طرف سے خالد بن ولید کی نام ہے میں نے تجھے اسلامی فوج کا امیر بنا کر رومیوں سے جنگ کرنے کے لئے مقرر کیا ہے جلدی کر اور رومیوں کے لشکر کا مقابلہ کر اور ان لوگوں میں سے ہو جنھوں نے جہاد کا حق ادا کیا ہے۔ خدا بھی فرماتا ہے کہ اس تجارت میں آخرت کا فائدہ ہے۔ میں نے تجھ کو ابوعبیدہ اور اس کے لشکر پر بھی امیر مقرر کیا ہے۔ خط پہنچتے ہی اگر بیٹھا ہے تو اٹھ کھڑا ہو اور اگر کھڑا ہے تو بیٹھنا مت فورا لشکر کی تیاری کرکے اور اپنے معتمد نائب کو عراق میں اپنی جگہ چھوڑ کر خود مع فوج اس کام کی طرف متوجہ ہو۔ اور ابوعبیدہ اور اس کے ہمراہیوں سے جامل۔ مجھے بھروسہ ہے کہ جس وقت تو وہاں پہنچ کر فوجوں کی مدد کریگا تو وہ قوی دل ہوجائیں گے اور فتح حاصل ہوگی۔ اگر اللہ تعالی کو منظور ہے اور خدا تعالی کے سوا کسی کو طاقت نہیں۔ جب یہ خط پہنچا تو خالد نے اس کی پیروی کی۔

خالد کا تقرر

خالد مثنی بن حارث کو عراق میں اپنا نائب قرار دیکر اپنی جمعیت کا جائزہ لیا اس میں حجاز اور یمامہ کے لوگ تھے اور کل سات ہزار سوار تھے۔ تیاری کرتے ہی شام کی طرف روانہ ہوا منزل بہ منزل روانہ ہوا اور اثناء راہ میں مختلف قوموں کو قتل و غارت کرتا ہوا اسی طرح شام کی حد پر آپہنچا۔ اب مسلمانوں میں سے کوئی شخص راستہ نہ جانتا تھا۔ رافع بن عمیر طائی سامنے آیا اور کہا میں راستہ جانتا ہوں اگر حکم ہو تو فوج کا رہبر بنوں رافع اس عمیر کا بیٹا ہے جس سے بھیڑیے نے باتیں کی تھیں اور یہ حکایت اس طرح ہے کہ عہد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عمیر طائی کے پاس بھیڑیں جنگل میں چرا رہا تھا۔ ایک بھیڑیا بھیڑ کو لے گیا۔ عمیر نے پیچھا کیا اور بھیڑ چھڑالی۔ بھیڑیے نے کہا خدا نے مجھے روزی دی تھی کھانا چاہتا تھا کہ تم نے چھین لی۔ عمیر بولا تعجب ہے کہ بھیڑیا باتیں کرتا ہے۔ بھیڑیے نے کہا اس سے زیادہ تعجب انگیز یہ بات ہے کہ سچا پیغمبر ظاہر

ہو کر سیدھے راستے پر تم کو بلاتا ہے اور تم اس بات کو نہیں مانتے اپنے بتوں ہی کی طرف راغب ہو۔ اور ان ہی کی عبادت کرتے ہو اور بتوں کی پوجا کو اللہ کی عبادت پر ترجیح دیتے ہو۔ عمیر بھیڑیے کی گفتگو سی بہت ہی متعجب اور حیران ہوا دل میں کہا کہ اس نے سچ کہا ہے۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بھیڑیے کا حال کہہ سنایا اور ایمان لاکر مسلمان ہوگیا اس نے دین اسلام میں اعلیٰ مرتبہ حاصل کیا۔

غرض خالد نے رافع کو رہبر مقرر کیا۔ رافع اسلامی لشکر کو اس بے آب و گیاہ دشت سے نکال لے گیا۔ پھر سبز و شاداب علاقہ آیا۔ منزل بہ منزل کوچ کرتے ہوئے ابوعبیدہ کے قریب آپہنچے تو خالد نے مسلمانوں کی امداد کیلئے اپنے آنے کی اطلاع دی۔ ابوعبیدہ اس کے آنے سے بہت شاد ہوا اور بعض آدمی رنجیدہ بھی ہوئے کہ خالد ابوعبیدہ اور سرداران لشکر کا امیر مقرر کیا گیا۔ مگر ابوعبیدہ کی حالت حسب معمول تھی۔ جب خالد قریب آیا تو ابوعبیدہ اور دوسرے امیران لشکر اور نامور فوجی اشخاص سوار ہو کر خالد کے استقبال کے لئے گئے اور نہایت ہی پرتپاک خیر مقدم کیا۔ اور اس کی آمد پر بے انتہا خوشی کا اظہار کیا۔ خالد ایک صومعہ میں جو دمشق سے تین میل دور تھا اترا اسی وقت سے وہ صومعہ دیر خالد کہلانے لگا۔ خالد نے مہم کی تیاری اور کاموں کی درستی شروع کی۔ یزید بن ابی سفیان کو پانچہزار سوار دے کر بلقا کی طرف روانہ کیا اور وہ علاقہ اس کے حوالہ کردیا۔ عمر عاص کو بھی پانچہزار سوار دیکر کہا کہ فلسطین کی طرف کوچ کرکے اسے فتح کرے اور دین اسلام کو پھیلائے۔ پھر شرجیل بن حسنہ کو تین ہزار سوار دیکر بصرہ کے نواح جانیکی ہدایت کی۔ سعید بن العاص کو بھی چار ہزار سوار دیکر سرحد حوزان پر مقرر کیا۔ معاذ بن جبل کو دو ہزار سوار دیکر .علبک کی طرف بھیجا۔ اسی طرح انیس ہزار سوار ان سرداروں کی زیر کمان دیکر ولایت شام کی سرحد پر مامور کردیئے۔ ابوعبیدہ کو پندرہ ہزار سوار دیکر دمشق کے سواد میں قیام کرنے کے لئے کہا۔ اور جاسوسوں اور مخبروں کو ہر طرف بھیجدیا کہ شاہ ہرقل اور رومی لشکر کے حالات صحیح صحیح مطلع کرتے رہیں۔ اتفاقاً ایک جاسوس خبر لایا کہ ۴۰ ہزار رومی لشکر موضع اجنادین میں جمع ہوا ہے اور تم سے لڑنے کا ارادہ رکھتا ہے اور وہ عرب جنھوں نے عیسائی مذہب اختیار کرلیا ہے ان کو ہر طرح مدد دے رہے ہیں۔ پس ان کی طرف سے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ خالد اور عبیدہ نے ان امیروں اور لشکری سرداروں کو جن کو حدود شام پر مقرر کیا گیا تھا خط لکھ کر آگاہ کیا کہ رومی افواج حملہ کیا چاہتی ہیں۔ خالد سے آملیں اور راستے میں ہر طرح کی ہوشیاری اور احتیاط عمل میں لائیں۔ پھر آپ پندرہ ہزار سوار لیکر بسرعت تمام سرحد سے دشمنوں کی طرف آبڑھا۔ ابوعبیدہ نے کہا اے خالد اس قدر جلدی نہ کر آہستہ چلنا بہتر ہے تاکہ جو لشکر ادھر ادھر پھیلا ہوا ہے ہم سے آملے۔ خالد نے کہا مجھ سے ایسی باتیں نہ کرو۔ خدا کی قسم اسی لشکر سے جو میرے ساتھ ہے بادشاہ روم سے جنگ کرسکتا ہوں۔ اور روزانہ لڑوں گا خواہ ان کا لشکر شمار میں دس گنا ہی کیوں نہ ہو۔ فتح و شکست اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے

غرض اجنادین کا رخ کیا جمعہ کا دن اور نماز مغرب کا وقت تھا کہ اس قریہ میں پہنچے۔ لشکر کفار کی مقابل میں اتر پڑے۔ اسی منزل میں وہ فوجیں بھی آآکر شامل ہونے لگیں جن کو خالد نے متفرق مقامات پر متعین کیا تھا۔ صبح کو ہفتہ کا دن تھا سورج نکلتے ہی خالد نے لشکر کو صف آرا کیا دائیں بائیں جناح اور ساق اور قلب لشکر کو ترتیب دیا۔ عورتوں اور لڑکیوں کو مردانہ لباس پہنا کر تاکہ جمعیت زیادہ معلوم ہو عقب میں جگہ دی اور کہا کہ تم دعا سے مدد کرتی رہو اور خدا سے مسلمانوں کی فتحمندی کی التجا کرتی رہو۔ پھر سرداروں اور جوانوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے خدا کے بندو خدا سے ڈرو اور اس سے شرم کرو اور خدا کی راہ میں کافروں سے جو دین حق کے دشمن ہیں جنگ کرو قدم جماؤ اور پشت نہ پھیرو اور بھوکے شیروں کی طرح حملہ کرو۔ دل سے دنیوی زندگی کے خیالات دور کرو اور آخرت کے ثواب کی آرزو کرو فتح و نصرت حاصل کرو اور دشمنوں سے اس زرخیز ولایت کو چھین لو خدا تم سے خوش ہوگا۔ اب رومی لشکر بھی سب طرح سے مع سامان جنگ وغیرہ مکمل اور درست ہو کر

آگے بڑھا اور صفیں قائم ہونے کے بعد جنگجو میدان میں نکلے گھوڑوں کو کاوے دیتے تھے اور رجزیہ اشعار پڑھتے یکایک ایک رومی فلقط نام نکلا زری کا لباس اور سونے کا تاج سر پر تھا مشکی گھوڑا زیر ران اور لگام سر تا پیر زریں اپنے مرکب کو کاوے دیتا اور مقابل کو طلب کرتا تھا اس طرف سے بھی کار آزمودہ بہادر میدان میں نکل پڑے باہم جنگ ہونے لگی ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے یہاں تک کہ رومی لشکر کو غلبہ حاصل ہوا وہ تیر برسا رہے تھے اور مسلمان بہ کثرت زخمی ہونے لگے خالد ان کا دل بڑھا بڑھا کر لڑنے کی ترغیب دے رہا تھا جوانوں نے فریاد کی کہ اے امیر کافروں کے لشکر نے ہمیں تیروں سے مجروح کردیا اور تو اجازت نہیں دیتا کہ ہم ان پر حملہ کریں یہ کیا بات ہے ہم کو اجازت دے کہ ہم بھی ان کی خبرلیں۔ خالد نے کہا جلدی نہ کرو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی لڑائی میں کبھی جلدی نہیں کی اور فرماتے تھی کہ جلدی شیطان کا کام ہے اور ڈھیل رحمان کا کام ہے اللہ تعالی صبر کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے پھر حکم دیا کہ سب مل کر ایک ہی دفعہ نعرہ تکبیر باواز بلند کہیں تاکہ خدا تعالی ان کے دل میں رعب پیدا کردے اور وہ ابتر ہوجائیں۔

غرض مسلمانوں نے اس زور سے نعرہ تکبیر لگایا کہ رومی کافروں کے دل ہل گئے اور ان کے ہوش حواس جاتے رہے۔ اب خالد نے کہا کہ سب کے سب ایکدم حملہ کرو۔ فی الفور انہوں نے گھوڑے اڑا کر حملہ کیا۔ اور تلواریں گھسیٹ کر کافروں پر ٹوٹ پڑے۔ پہلے ہی حملے میں ایکہزار سات سو جوان مارڈالے اور ان کا سردار فلقط بھی اسی معرکہ میں مارا گیا۔ رومیوں میں مقابلے کے تاب نہ رہی پشت پھیری اور بھاگ نکلے۔ جھنڈے گرا دیے اور جدھر کو منہ اٹھا نکل بھاگے۔ اسلامی فوج نے پیچھا کیا سوار اور پیدل جو سامنے آتا اسے قتل کرڈالتے جو تلوار کی دھار سے بچ رہے انہوں نے قلعہ میں پناہ لی بیشمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور آٹھ سو رومی سوار گرفتار کرلئے گئے۔ جب ان کو خالد کے سامنے پیش کیا گیا کہ انہیں دین اسلام کے متعلق بتائیں مگر قبول نہ کرنے پر سب کی گردنیں ماردی گئیں۔ اللہ تعالی نے مسلمانوں کو ایسی بڑے فتح نصیب کی کہ وہ لوٹ کے مال و اسباب سے مالا مال ہوکر شکر الہی بجا لائے۔

اس کے بعد خالد بن ولید نے امیرالمومنین صدیق کی خدمت میں خط لکھا۔ مضمون یہ تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم بعد ادائے لوازم خدمت و سنت اسلام درود خالد بن ولید خلیفہ رسول کی جناب میں تحریر کرتا ہے کہ خلیفہ کے حکم سے خالد نواح شام میں پہنچکر ابوعبیدہ اور دوسرے امیروں اور لشکر کے سرداروں سے جاملا اور سب متفقہ طریق سے مہم کی طرف متوجہ ہوئے۔ شام کے متصل ایک موضع اجنادین ہے کافر وہاں اکٹھا ہونے سلیبیں اور جھنڈے اکٹھے کرکے آپس میں عہد باندھا کہ مسلمانوں کے مقابلے پر جہا تنک ہو سکے گا جان توڑ کر لڑیں گے اور ان کو اپنے یہاں سے نکال کردم لیں گے۔ اور جب تک غیروں سے اپنے ملک کو پاک نہ کرلیں گے آرام سے نہ بیٹھیں گے غرض یہ عہد کرکے ایک دوسرے کی مدد پر تل گئے۔ اور ہمارے قتل اور دفعیہ کے لئے ایک زبان ہوگئے۔ ہم نے بھی تیاری کی اور خدا پر بھروسہ کرکے باہمی اتفاق سے بہ ارادہ حصول شہادت و ثواب و جہاد پوری کوشش کی اور مضبوط ارادوں کے ساتھ متوجہ ہوئے تلواریں کھینچ لیں موقع بہ موقع ہندی شمشیروں خطی نیزوں اور تیروں کی بوچھاروں سے پیہم جنگ کرکے دشمنوں کو مغلوب اور خستہ حال کردیا۔ اللہ تعالی نے مسلمانوں کو ان سب پر فتحیاب کیا۔ اور صحابہ کی دعاوں کی برکت سے ایسی عظیم الشان فتح نصیب ہوئی۔ **ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء** یعنی یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرے جس وقت یہ فتح نامہ صدیق کے پاس پہنچا نہایت ہی دلشاد ہوئے اور جبیں سے مسرت اور خوشی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ خالد کی خط کے جواب میں صدیق نے ایک خط تحریر کیا جس میں اس کی سعی اور کوششوں کی بہت تعریف کی اور لشکر کے دوسرے سرداروں اور بہادروں کی خدمت کی بھی خوب داد دی اور بارگاہ ایزدی سے بیشمار ثواب حاصل ہونیکی خوشخبری دیتے ہوئے ہدایت کی کہ اسکے افضال بے پایاں کا شکریہ ادا کرتے رہو اور

ہر وقت اس کو یاد رکھو۔ اس فتح کے بعد خالد اور فوج کے امیروں نے دمشق کی طرف واپس چلے آنے کو مناسب سمجھا دشمن دمشق کے قلعہ میں موجود تھا۔ اس لئے اسلامی فوج نے اس کے دروازوں کی تقسیم کے بعد مورچے قائم کرکے دمشق کا ہر طرف سے محاصرہ کرلیا۔ اب دمشق کے قلعے والے دشمنوں پر سختی کے ساتھ تنگی شروع کی وہ بھی خوب لڑتے اور مسلمانوں کو تیروں اور پتھروں سے زخم پہنچاتے تھے۔ طرفین سے کافی جدوجہد رہی۔ اسی اثنا میں ایک جاسوس نے روم کی طرف سے حاضر ہوکر خبر دی کہ ہرقل نے اہل قلعہ کی امداد کیلئے کمک روانہ کی ہے جو عنقریب ہی پہنچا چاہتی ہے خالد نے یہ سنتے ہیں دمشق کا محاصرہ اٹھالیا اور رومی لشکر سے مقابلے کی غرض سے تیاریاں کرکے ان کو موضع مرج صفر میں جالیا۔ دیکھا کہ رومی فوج کے دو نشان ہین اور ہر نشان کے نیچے دس ہزار سپاہی ہیں۔ خالد نے اپنی سپاہ کا دل بڑھایا اور کہا ہمت مردانہ سے کام لیکر جنگ کرو جس وقت میں حملہ کروں اس وقت تم سب ایک دل ہوکر دشمن پر ٹوٹ پڑو تاکہ اللہ تعالیٰ کی فضل اور مدد سے ہم دشمنوں کا بھرکس نکال دیں۔ غرض اسی طرح تمام فوج نے ایکدم حملہ کردیا کافروں کے بہت سے آدمی مارڈالے اور فضل خدا سے اس جنگ میں لشکر اسلام کا ایک آدمی بھی نہ زخمی ہوا بیس ہزار سے زیادہ کافر واصل جہنم ہوئے۔ رومیوں کا سردار ایک بطریق قسطا نام بڑا جلیل القدر آدمی تھا ایکسو ساٹھ آدمیوں سمیت گرفتار کرکے خالد کے سامنے لایا گیا۔ خالد نے اسے دین اسلام کی ہدایت کی، اس نے انکار کیا کہ میں اپنے مذہب سے نہ پھروں گا اس لئے بحکم خالد مع ہمراہیوں کے سر قلم کیا گیا۔ اسلامی لشکر مظفر اور منصور ہوکر بکمال شادمانی مرج صفر سے مراجعت کرکے دمشق کی طرف آیا اس جھڑپ میں بیشمار لوٹ کا مال ہاتھ لگا تھا۔ اور یہ ایں وجہ کہ اس وقت کے حکم کے مطابق جو لوٹ کا مال ہوتا یہاں تک کہ ایک رسی کا ٹکڑا یا اون کا پارچہ ہی کیوں نہ ہوتا تھا کوئی شخص بھی ذرہ برابر تصرف نہ کرتا تھا۔ اور تمام لوٹ سردار کے سامنے لائی جاتی تھی۔ تاکہ امیر کے ملاحظہ کرنے کے بعد برابر کے حصے میں آپس میں تقسیم کی جائے۔ جس وقت خالد نے دمشق کے گرد قیام کیا سرداران افواج مال غنیمت لالا کر اس کے سامنے رکھے جاتے تھے اور خالد اس کو سب مسلمانوں میں تقسیم کرتا جاتا تھا قلعہ کے اندر ایک بطریق فلقلان نام تھا اس نے یہ حال دیکھا تو مسلمانوں کی کمال امانت اور حسن سیرت پر بڑا تعجب کیا اور اپنے مصاحبین سے کہا مجھے اس قوم کے طریقوں سے حیرت ہوتی ہے کہ دشمنوں کا جو مال ہاتھ آتا ہے اپنے افسر کے حکم کے بغیر اس میں ذرا سا بھی تصرف نہیں کرتے اور نہ امیر کی اجازت بغیر کسی چیز کو حلال سمجھتے ہیں۔ راتوں کو نمازیں پڑھتے ہیں اور دن کو روزے رکھتے ہیں۔ اگر بادشاہ کا بیٹا بھی چوری کرے تو ثابت ہونے کے بعد اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور اگر ان میں سے کوئی کسی کی عورت سے زنا کرتا ہے تو اسے سنگسار کردیا جاتا ہے مجھے ہرقل کی ناراضی کا اندیشہ نہ ہوتا تو ان سے صلح کرکے ان کا دین اختیار کرلیتا۔

غرض خالد ان کو گھیرے ہوئے تھا اور محاصرہ کی تنگی میں بڑی کوششیں ہورہی تھیں جس سے کامل امید تھی کہ دمشق جلد ہی فتح ہوجائیگا۔ اور ایسا بارونق متمول اور دولت مند شہر مع خزانوں کے قبضے میں آجائیگا کہ اتنے میں خالد کو اطلاع ملی کہ صدیق بیماری سے نہایت کمزور اور ناتوان ہوگئے ہیں۔ اس خبر سے تمام مسلمان کو بیحد رنج ہوا اور تفکر کی حالت میں اس خبر کو خفیہ رکھا کہ دشمن سن نہ پائیں اور قلعہ فتح ہونے میں مشکلات پیدا ہوجائیں۔

صدیق کی بیماری

اور اس عالم فانی سے ملک جاودانی کی طرف رحلت

لکھا ہے کہ جب صدیق کی بیماری حد سے زیادہ بڑھ گئی اور تاب و طاقت بڑھ گئی تو قلم و دوات اور کچھ کاغذ مانگا اور ایک عہد نامہ لکھ کر کسی صحابی کے حوالے کیا کہ جا اور صحابہ کو باہر جمع کرکے جو کچھ اس میں لکھا ہوا ہے پڑھ کر سنادے اور کہہ دے کہ خلیفہ کی اس تحریر پر عمل کریں اور جس کو جانشین قرار دیا ہے بغیر عذر مان لیں۔ وہ شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مسجد میں آیا وہاں تمام مہاجرین اور انصار اور نیز کل وضیع اور شریف موجود تھے۔ کہا اے دوستو رسول خدا صلعم کے خلیفہ نے کچھ لکھا ہے اور کہا ہے کہ تم اس کی پیروی کرو۔ لوگوں نے کہا جو کچھ فرمایا ہے اسے بیان کر۔ اس نے وہ کاغذ نکالا اور پڑھا جو صدیق نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور جس میں عمر بن الخطاب کو اپنا جانشین قرار دیا تھا۔ بعض آدمیوں نے کہا ہم نے سنا اور دل و جان سے منظور کیا۔ اور بعض سن کر خاموش رہے۔ اس کے بعد طلحہ بن عبد اللہ امیرالمومنین ابوبکر صدیق کے پاس گیا اور کہا اے خلیفہ رسول صلعم تو عمر خطاب کو مسلمانوں پر خلیفہ مقرر کرتا ہے۔ صدیق نے کہا کس لئے اسے خلیفہ نہ بناؤں۔ طلحہ نے کہا عمر سخت مزاج شخص ہے اور تو بھی جانتا ہے کہ تیرے زمانے میں بھی اس کی سختی سے کتنے آدمیوں کو رنج پہنچا ہے اگر خدانخواستہ تو نے اس سرائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال کیا تو لوگوں کو کیا کچھ ایذا نہ پہنچے گی اور یہ آسانی سمجھ میں آسکتا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ کس طرح پیش آئے گا ذرا شک نہیں کہ آخرت میں اس امر کی باز پرس تجھ سے کی جائیگی کہ ماتحتوں کے کام کو کس طرح انجام دیا اور کس شخص کو مسلمانوں پر خلیفہ اور نائب مقرر کیا۔ صدیق طلحہ کی یہ باتیں سن کر کچھ دیر خاموش رہا اور اس معاملے پر غور کرنے لگا پھر سر اٹھا کر کہا اے طلحہ تو مجھے خدا سے ڈراتا ہے اور موت کی تنبیہہ کرتا ہے جب میں اس دنیا سے گزر جاؤں گا اور خدا مجھ سے ماتحتوں کی نسبت سوال کرے گا کہ ان پر کس شخص کو امیر اور خلیفہ مقرر کیا ہے تو کہوں گا اے بزرگ خدا میں نے ان پر سب سے بہتر آدمی کو خلیفہ کیا ہے اس کے بعد عثمان بن عفان کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ میری طرف سے وصیت نامہ لکھ۔ عثمان نے قلم و دوات لیکر اس مضمون کا وصیت نامہ لکھا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ وہ وصیت ہے جس کو عبداللہ ابوبکر رسول خدا صلعم کی خلیفہ نے اپنی حیات کے اس آخری وقت میں جو دار عقبیٰ کے شروع زمانہ سے ملحق ہونے والا ہے بیان کیا ہے کہ میں نے عمر بن خطاب کو امت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر خلیفہ کیا۔ اگر وہ انصاف پروری عدل گستری اور دیانت داری سے چلے گا اور راست بازی اور نیک خصلت اختیار کریگا تو میری رائے جو اس کے حق میں ہے غلطی پر نہ ہوگی اور اگر اس کے خلاف کچھ الٹا پلٹی کرے گا اور رعایا کا حق نہ پہچان کر ظلم و ستم اور سرکشی کا تخم بوے گا تو اس کا مظلمہ اسی پر پڑے گا اور اس کی جواب وہی بھی اسی کو کرنی ہوگی۔ اپنے قول و فعل کی ذمہ داری وہ آپ بھگتے گا۔ پھر آدمی بھیج کر عمر کو بلایا اور اپنے پاس بٹھا کر کہا اے عمر انسان دوستی اور دشمنی سے خالی نہیں ہوتا۔ بیشک کچھ لوگ تیرے بھی دوست ہوں گے اور کچھ دشمن وہ نہ چاہیں گے۔ یہ مرتبہ تجھ کو حاصل ہو تو اس امر کا کچھ خیال نہ کرنا۔ ایسا ہی ہوا کرتا ہے میں نے تیرے لئے وصیت نامہ لکھا ہے اور تجھ کو اپنا خلیفہ کیا ہے اس عہد نامہ کو لے اور مضبوطی و استقلال سے امت کے کام میں مشغول ہو آگاہ ہو کہ تو آج سے امت رسول پر میرا خلیفہ ہے اور قیامت کے دن تجھ کو اپنے کاموں کی جوابدہی کرنی ہوگی۔ عمر نے کہا اے خلیفہ یہ بہت مشکل کام ہے میں اس سے عہدہ برآنہ ہوسکوں گا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ صدیق نے جواب دیا کہ تجھے خلافت کی ضرورت نہ ہو مگر خلافت کو تیری ضرورت ہے۔ میں تجھے خلافت نہیں دیتا مگر خلافت کو تیرا احسان مند بناتا ہوں کیونکہ اس کو تیری ذات سے زیب و زینت اور عظمت و جلال حاصل ہوگا۔ نہ تجھ کو خلافت کے سبب تو خیالات نفسانی کو اپنے نفس سے دور کر اور اپنے نفس کی حکمرانی سے بچنا اور خود کو بھی اور لوگوں سے حفاظت میں رکھنا کیونکہ بہت سے سینوں میں کینہ پنہاں ہے۔ اے عمر تو جب

تک خدا سے ڈرتا رہے گا اور اس کی رضامندی کو اپنی خواہشوں پر ترجیح دیتا رہے گا تمام آدمی تجھ سے ڈرتے رہیں گے۔ جان رکھ اہل بہشت کے اچھے افعال بیان کئے گئے ہیں اور دوزخی کی بری خصلتیں قیامت کے اعمال کی ترازو حق کی پیروی میں قائم ہوگی۔ وہ باطل کے واسطے کم اترے گی۔ اے عمر میری نصیحت سن رکھ اسے بھلا نہ دینا۔ مہاجرین اور انصار کی جانبداری مسکینوں کی رعایت کرنا اور ان کی فضیلتوں کے حقوق کو پہچانتے رہنا کبھی ان کو اپنے سے دور نہ کرنا ان کے ساتھ حلم اور تواضع سے پیش آنا۔ اس برتاو سے وہ بھی تجھ کو سامنے اور پیچھے دوست رکھیں گے۔ اور ظاہر و باطن میں تیرے رفیق ہونگے جب عمر کو اس طرح کی وصیتیں کر چکے تو اور لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ اسی وقت دائیں بائیں جانب بے شمار خلقت موجود تھی۔ کہا کہ اے رسول کی امت میں نے عمر بن الخطاب کو تم پر امیر مقرر کیا۔ تم بھی قبول کرو اس کے حکم سے سرتابی نہ کرنا جس کے سبب تم کو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلعم کی قربت حاصل ہوگی۔ سب نے کہا ہم نے سنا اور منظور کیا۔ پھر بادل غم گین باہر چلے آئے اور امر الٰہی پر رضامند ہوئے اس کے بعد صدیق نے عائشہ کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ اے میری بیٹی میرا آخری وقت اب آپہنچا عمر کا کوئی لمحہ باقی ہے۔ جب میں شربت مرگ پی چکوں مجھے اچھی طرح غسل دینا۔ حنوط اور کفن دیکر نماز جنازہ پڑھوانا پھر گنبد رسول صلعم کے قریب لیجا کر اجازت طلب کرنا کہ بوڑھا غلام ابوبکر دروازہ پر حاضر ہے پھر اگر اجازت نہ پاو تو مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کردینا پھر کہا **انا للہ وانا الیہ راجعون** یعنی ہم خدا کے واسطے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرنے والے ہیں جس دن وصیت کی وہ اتوار کا دن تھا۔ اور دوسری دن پیر کو وفات پائی۔ اس دن مدینہ میں عام بیقراری تھی ہر سمت سے ویسے ہی رونے پیٹنے کی آوازیں آرہی تھیں جیسی پیغمبر کی وفات کے دن۔ غرض غسل دیکر حنوط چھڑکا اور کفن پہنا کر نماز پڑھی اور میت کو اٹھا کر روضہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے جنازہ کو زمین پر رکھ کر سب آدمی دیکھنے لگے کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ یکایک روضہ کے کواڑ ہلے اور قفل الگ ہوکر گر پڑا۔ روضہ کا دروازہ کھل گیا یہی اجازت کی علامت تھی۔ تمام حاضرین نے شور مچایا اور جنازہ کو اٹھا کر اندر لے گئے۔ پھر مرقد رسولؐ کے پہلو میں دفن کردیا۔ اس وقت ۱۳ ہجری جمادی الاخر کی ساتویں تاریخ گذر کر بیماری لاحق ہوئی۔ پندرہ روز بیماری میں گزرے اور بائیسویں جمادی کو وفات پائی تریسٹھ برس کی عمر تھی۔ مدت خلافت دو برس تین ماہ بائیس دن ہیں باقی خدا ہی خوب جانتا ہے۔

خلافت عمر بن الخطاب

عمر نے خلیفہ ہوتے ہی پہلا خط لشکر اسلام کے نام لکھا یہ تھا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ یہ فرمان امیرالمومنین عمر بن الخطاب کی طرف سے ان مسلمانوں اور مومنوں کے نام ہے جو ملک شام میں ہیں۔ السلام علیک سب آگاہ ہو کہ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امت پر ابوبکر کی وفات سے بڑی مصیبت نازل ہوئی ہے اور یہ بہت ہی بڑا حادثہ وقوع میں آیا ہے وہ بڑا راست گو، منصف مزاج، حلیم الطبع رحمدل پرہیزگار کریم النفس نیکوکار اور برائیوں سے بچا ہوا پسندیدہ خصلتوں اور مبارک جلال والا تھا۔ اس کا زہد و تقویٰ حلم اور ورع زمانہ کی زینت اور اس کے حالات کے لباس تھے۔ رسول خدا صلعم کی امت ایسے پیشوا سے محروم ہوگئی۔ اور اس کی وفات سے بہت بڑا نقصان ظہور میں آیا۔ مگر خدا کی مرضی یہی تھی اور سب کو یہی شربت پینا ہے اس کے حکم پر صبر اور رضا و تسلیم کے سوا اور کوئی چارہ نہیں حکم اسی کے لئے ہے اور ہم اسی کی طرف رجوع کرنیوالے ہیں۔ اس مصیبت عظیم اور دردناک واقعہ ہونے سے پیشتر مہاجرین و انصار کبار اور صحابہ کرام کی موجودگی میں مجھے اپنا نائب اور خلیفہ مقرر کرکے اس امت بزرگ کی باگ ڈور میرے ہاتھ میں دیدی۔ اگرچہ میں نے انکار کیا مگر کچھ حاصل نہ تھا۔ قبول کرنے کے سوا کچھ بن نہ پڑا۔ ناچار آج مسلمانوں کے کاموں کی فکر کرنی اور حتی المقدور مصلحتوں اور کاموں کی درستی اور مہموں کے انتظام میں کوشش کرنی چاہیے۔ اب مصلحت یہ ہے کہ خالد بن ولید امیری سے دستبردار ہوجائے اور ابوعبیدہ بن جراح کو لشکر کی سرداری سونپ دے جب تم اس مطلب سے آگاہ ہو جاؤ ابوعبیدہ کو اپنا امیر سمجھو۔ لازم ہے کہ اپنے کاموں کی درستی کے لئے اسی کے مشورے پر چلو اور دشمنوں کے مقابلوں کے لئے اس کے حکم اور تجویز سے انحراف نہ کرو۔ پھر ایک اور خط ابوعبیدہ بن جراح کے نام اس مضمون کا لکھا کہ یہ تحریر عبداللہ عمر کی طرف سے ابوعبیدہ کے نام ہے۔ اے ابوعبیدہ خدا کا شکر ہے کہ تیرے پاس اس قدر فوج ہے کہ جو دمشق کے قلعہ کو فتح کرنے کے لئے کافی ہے جس وقت تیرے پاس یہ خط پہنچے لشکر کے سرداروں کو بلا کر یہ خط سنا دینا کہ وہ تیرے امیر ہونے سے آگاہ کئے جائیں۔ مطلع رہو کہ خالد معزول ہوگیا ہے اسے تیری فرمانبرداری لازم ہے جتنی فوج کی تجھے ضرورت نہ ہو میرے پاس واپس بھیج دے اور جس قدر لشکر تیرے واسطے ضروری ہو اسے اپنے پاس رکھ خالد بن ولید بھی انہی لوگوں میں ہے جن کی تجھے ضرورت ہوگی۔ اسے بھی اپنے پاس رکھ جب عمر کا خط ابوعبیدہ کے پاس پہنچا تو اسے شرم آئی کہ خالد کو اس کے معزول ہونیکی خبر سنائے۔ بدستور سابق خالد کے پیچھے نماز پڑھتا رہا۔ ایک دن خالد نے سن پایا کہ سب آدمی گفتگو کے دوران اسے امیر کہتے ہیں سمجھ گیا کہ امیرالمومنین عمر نے اسے معزول کردیا ہے اور ابوعبیدہ کو امیر مقرر کیا ہے۔ کہا خدا صدیق پر رحمت نازل کرے اگر وہ زندہ ہوتا تو مجھے کبھی معزول نہ کرتا۔ پھر ابوعبیدہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا تم نے مجھے میرے معزول ہونے کی خبر کیوں نہ کی اور کیوں میرے پیچھے نماز پڑھتے رہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے اس لئے اس حال سے مطلع کرنا نہ چاہا کہ دنیا کے کاروبار اور اس کی امیری کوئی شے نہیں اور ہم تم بھائی ہیں۔ خدا کے راستے میں ایک بھائی دوسرے کا حاکم کس طرح ہوسکتا ہے دینی اور دنیوی امور کے فرق رکھنا عبث ہے۔ ممکن ہے کہ حاکم رعیت کے بعض باریک امور کی حفاظت کے متعلق غلطی میں پڑجائے صرف خدا ہی اس کو بچا سکتا ہے۔

الغرض اسلامی فوجوں نے اسی طرح دمشق کے قلعہ کو محاصرہ میں رکھا۔ اور اہل قلعہ کو زیادہ تنگ اور مجبور کرتے رہے۔ دمشق کا حاکم قلقلان نام فوج جمع کرکے قلعہ سے نکلتا اور مسلمانوں سے لڑتا مسلمان بھی مقابلہ کرتے اہل دمشق شکست کھا کر

قلعہ میں پناہ گر ہوجاتے اسی طرح ایک برس تک محاصرہ رہا۔ اب اہل قلعہ بہت ہی تنگ آچکے تھے۔ انہوں نے اپنے بادشاہ ہرقل کو اپنی مجبوری کی اطلاع دی۔ ہرقل اس وقت انطاکیہ میں تھا۔ جواب میں لکھا تھا کہ قلعہ کی حفاظت میں بخوبی کوشش کرتے رہنا اور جہاں تک ہوسکے لشکر عرب سے جنگ کرنا قلعہ ان کے حوالے نہ ہونے دینا۔ مابدولت بھی اس فرمان کے بعد پیادوں اور سواروں کے لشکر جرار سمیت تمھاری مدد کو پہنچتے ہیں اہل دمشق کو اس خبر سے ڈھارس بندھ گئی۔ ہر روز مدد کے آنے کا انتظار کرتے تھے جب ایک عرصہ گزر گیا اور مدد نہ آئی اور عربی فوج کی تعداد بڑھتی گئی تو کچھ نامور لوگ ابوعبیدہ کے پاس بھیج کر صلح کی درخواست کی ابوعبیدہ نے بھی منظور کرلیا یہ بات قرار پائی کہ دمشقی ایک لاکھ دینار نقد حوالہ کریں۔

غرض صلح نامہ لکھا گیا اور امیر دمشق نے صلح کے متعلق جو روپیہ قرار پایا تھا ابوعبیدہ کے پاس بھیج دیا۔ ابوعبیدہ نے لیکر اس کا پانچواں حصہ علیحدہ کرکے فاروق کے پاس بھیج دیا۔ اور صلح کے ہوجانے اور اس قرار واد سے اہل دمشق کے ساتھ واقع ہوا اطلاع دی اور باقی مال لشکر میں تقسیم کردیا گیا۔ اس وقت اس کے پاس تیس ہزار فوج تھی۔ دمشق کے دروازے کھول دیے گئے اور مسلمان شاد شاد شہر میں داخل ہوئے فتح دمشق کے وقت عمر کی خلافت کو تیرہ مہینے گزر چکے تھے۔ اور ۱۴ ہجری تھا جب رومیوں کو اس حال کی خبر ہوئی کہ مسلمانوں اور اہل دمشق میں کس طریق سے صلح ہوئی اور عراق میں اسلامی لشکر کس قدر جمع ہوچکا ہے تو بہت ہی ہراساں ہوئے اور دلوں پر سخت رعب چھاگیا۔ ہر طرف سے رومی فوجیں حرکت میں آئیں بیس ہزار روم کے ترسا اور دس ہزار وہ عرب بھی جنھوں نے روم میں پہنچ کر مذہب ترسا اختیار کرلیا تھا۔ جمع ہوئے یہ سب تیس ہزار کا لشکر تھا۔ جس وقت یہ خبر ابوعبیدہ کو پہنچی وہ دمشق میں مقیم تھا۔ عمر عاص کو بلایا۔ سات ہزار سوار جو سامان سے آراستہ کار آزمودہ اور دلیری منتخب اور نامور اس کی حوالے کرکے روم کی طرف روانہ کیا اور اس کے پیچھے یزید بن ابی سفیان کو سات ہزار سوار دے کر بھیجا اور اس کی عقب میں شرجیل بن حسنہ کو چھ ہزار سوار دیکر چلتا کیا اب اسلامی فوجوں کی تعداد بیس ہزار تک پہنچ گئی تھی جنھوں نے رومی لشکر کی طرف پیش قدمی کی اس وقت رومی فوجوں کی قیام گاہ ایک محل نام تھا۔ انہوں نے یہ خبر پاتے ہی کہ بیس ہزار مسلمان ان پر چڑھے چلے آرہے ہیں اپنے بادشاہ والئی روم کو خط لکھا اور مسلمانوں کے حالات اور ان کے لشکر کی جمعیت سے آگاہ کیا۔ اور مدد طلب کی۔ ہرقل نے دو بطریقوں کو دو جھنڈے دے کر روانہ کیا ہر ایک جھنڈے تلے دس ہزار جوان تھے۔ بیس ہزار کا لشکر مدد کے لئے چلا اب ان کی ساری جمعیت ساٹھ ہزار ہوئی۔

عمر عاص نے بھی خط لکھ کر ابوعبیدہ کو اطلاع دی۔ ابوعبیدہ نے خالد بن ولید سے مشورہ کیا کہ جاسوس خبر لائے ہیں کہ فلسطین میں ساٹھ ہزار سوار فراہم ہوگئے ہیں اور .علبک سے بھی خبر آئی ہے کہ وہاں بیس ہزار کی جمعیت ہے۔ اور فلسطین کی فوجوں سے ملنا چاہتی ہیں یہ بڑی بھاری مہم پیش آئی ہے اور عمر عاص میں اس جمعیت سے لڑنے کی ہمت نہیں ہے اب کونسی تدبیر مناسب ہے۔ خالد نے کہا آپ عمر عاص اور جملہ مہاجرین اور انصار کو لکھ بھیجیں کہ مقابلے میں جلدی نہ کریں تاوقتیکہ میں .علبک پہنچ کر وہاں کی جمعیت کو منتشر نہ کردوں پھر میں بہ امداد اللہ اس مہم سے فارغ ہوکر فلسین کی طرف کوچ کرکے وہاں کے مسلمانوں کو مدد دوں گا۔ ابوعبیدہ نے عمرو عاص تمام سرداران اسلام کے نام جو فلسطین کے محاذ پر تھے لکھا کہ جنگ کرنے میں جلدی نہ کرنا اس خط کے بعد خالد بن ولید کو مدد کے لئے روانہ کرتا ہوں خالد بن ولید پانچ ہزار سوار لیکر دمشق سے .علبک کی طرف روانہ ہوا۔ جب قریب پہنچا .علبک والے اسلامی لشکر کو دیکھتے ہی آگے بڑھے شور کرتے تھے اور ڈھول بجاتے تھے آخر لڑائی شروع ہوگئی۔ صبح سے نماز ظہر کے وقت تک جنگ ہوتی رہی۔ اب خالد نے ایک بھرپور حملہ کیا اور اس قدر رومی قتل کیے کہ تمام زمین ان کے خون سے لالہ زار ہوگئی۔ اللہ تعالی نے مدد کی مسلمان فتحیاب ہوئے اور رومی تاب مقابلہ نہ لاکر بھاگ نکلے۔ کچھ مارے گئے کچھ .علبک کے قلعہ میں جاچھپے اور کچھ فلسطین کی طرف چلے گئے بے شمار دولت

اور سامان جنگ اور قیدی خالد کے ہاتھ آئے۔ خالد نے خط لکھ کر ابوعبیدہ کو اس فتح سے اور بے شمار مال و غنیمت ملنے سے مطلع کیا۔ اور تمام مال غنیمت ابوعبیدہ کے پاس بھیج دیا۔ ابوعبیدہ نے خوش ہوکر جواب میں لکھا کہ خدا تعالیٰ نے تجھ کو اہل بعلبک پر فتح دی اب دلجمعی سے فلسطین کی طرف جا۔

خالد فرمان کے مطابق فلسطین کی طرف روانہ ہوگیا۔ اور جب رومیوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کی کمک ہر طرف سے آرہی ہے اور ان کی جمعیت روز بروز بڑھتی اور قوت ترقی کرتی جا رہی ہے سب کے سب موضع نخل میں جمع ہوگئے اور بہت بڑا اجتماع کرلیا۔ ابوعبیدہ نے بھی خبرپائی کہ رومیوں کی تعداد بہت بڑھ گئی ہے اور لشکر عظیم فراہم ہوا ہے دمشق میں ایک نائب چھوڑ کر خود بھی مع فوج فلسطین کی طرف کوچ کیا۔ جس وقت مسلمانوں کے لشکر میں جا پہنچا رومیوں نے بھی آگاہ ہوکر ڈرانے اور دھمکانے کے طور پر ایک خط بھیجا کہ ہمارے علاقہ قریہ خصیب سے جو نعمتوں میوؤں اور غلوں سے پر ہے اپنی جماعت کو نکال لے جاؤ اور جو لوگ اپنے ہی مذہب پر رہنا چاہتے ہیں وہ اپنے ہی ملک میں جو قحط اور مصیبت کی جگہ ہے چلے جائیں ورنہ ہم اس تعداد میں فوجوں سے حملہ آور ہونگے کہ تم کو تاب مقابلہ نہ ہوگی اور پھر ہم تم میں سے ایک آدمی کو بھی زندہ نہ چھوڑیں گے۔ سب کو تہ شمشیر کر ڈالیں گے۔ اب ہم نے یہ خط لکھ کر تم کو جتا دیا اور بری الذمہ ہوچکے ہیں۔ فقط۔ والسلام۔

ابوعبیدہ نے اس خط کو پڑھ کر جواب لکھا کہ تم نے اس ولایت سے نکل جانیکی بابت جو کچھ لکھا ہے وہ بہت بڑی بھول ہے۔ ہم نے اس علاقہ کو تم ہی سے بزور شمشیر لیا ہے اور جناب باری سے امید ہے کہ تمہارا باقی ملک بھی ہم کو عطا فرمائیگا۔ تمام ملک خدا ہی کا ملک ہے اور ہم اس کے بندے ہیں وہ جسے چاہے ملک دے اور دوست رکھے۔ اور جس سے چاہے ملک چھین لے اور ذلیل و خوار کرے اور تم نے ہمارے ملک کی نسبت لکھا ہے کہ وہ محنت اور تکلیف کی جگہ ہے یہ درست ہے۔ ہم نے تکلیف و مصیبت میں صبر کیا اور تم نے نعمتوں کی ناشکری کی۔ ہم اللہ تعالیٰ کے رسول پر ایمان لائے اور اس کی بھیجی ہوئی کتاب اور اس کی رسول کی وحی کو ہم نے سچا اور برحق مانا تم نے ناشکری کے ساتھ کفر کو ترقی دی ہے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے تمہارے ملک کو جو راحت و آسائش اور نعمت و دولت کی جگہ ہے ہمارے فاقہ زدہ اور ضرر رساں علاقہ کے عوض ہم کو عطا فرمایا ہے اب تم اس خیال کو جانے دو ہم اس ملک سے ہرگز نہ نکلیں گے اور اپنے گھروں کی طرف لوٹ کر نہ جائیں گے۔ اور ہمارے مقابلے کے لئے جس لشکر کے بھیجنے کا ذکر کیا ہے کہ ہم اس کا مقابلہ نہ کرسکیں گے گے اب تک تمہارا جو لشکر ہم سے لڑنے کے لئے آیا ہے ہم اس سے دوچند رہے ہیں اور سامان حرب و ضرب اور تیاری میں افضل اور جو لشکر ہماری مدد کے لئے آیا ہے خدا کی عنایت سے دشمنان دین کے لئے کافی ہے تم بہت جلد سزا پاؤ گے اور نیچا دیکھو گے۔ ابوعبیدہ کے خط کے پہنچنے سے وہ اور بھی دل شکستہ ہوگئے۔ اور بہت بڑا خوف لاحق ہوگیا۔ ابوعبیدہ کے پاس قاصد بھیجا کہ اپنے کسی ہوشیار سردار کو ہمارے پاس بھیجو کہ ہم اس سے گفتگو کریں اور معلوم ہو کہ تم اس ملک میں کس غرض کی لئے آئے ہو اور کس لئے جنگ پر تلے ہوئے ہو۔ ہم تمہارا عندیہ معلوم کرکے جواب دیں گے۔ ابوعبیدہ نے معاذ بن جبل کو جو صحابہ میں سے بہت بڑا متقی اور سردار لشکر تھا ان کے پاس بھیجا۔ معاذ بن جبل ایک کشادہ زرہ پہنے اور ریشمی زرد لباس پہن کر سر پر لال عمامہ باندھ اور شمشیر آبدار حمائل کرکے ایک مشکی گھوڑے پر سوار ہوکر ان کے پاس پہنچا۔ بطریقوں اور سرداروں کی جماعت کثیر ایسے بیش قیمت اور مکلف فرش پر عمدہ عمدہ تکیے لگائے بیٹھی تھی کہ ان کی خوش نمائی دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہوجاتی تھیں۔

معاذ نے گھوڑے سے اتر کر باگ ہاتھ میں لی اور ان سے بہت دور کھڑا ہوگیا۔ ہرچند سب نے اصرار کیا کہ گھوڑے کی باگ ہمارے کسی غلام کو دے کر خود ہم میں آکر بیٹھیے اور جو کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں سن کر اس کا جواب دیجئے معاذ نے کہا ہمارا یہی

قاعدہ ہے کہ بیگانوں سے علیحدہ رہتے ہیں ان سے مل کر نہیں بیٹھتے۔ تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو میں کھڑے ہی کھڑے جواب دوں گا۔ جب انہوں نے بیٹھنے کے لئے بہت کہا تو گھوڑے کی باگ ہاتھ میں لیکر زمین پر بیٹھ گیا۔ اور کہا کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا اے عرب تم لوگ خوب سمجھ لو کہ ہم میں لڑائی کی جرات اور ہمت بہت زیادہ ہے۔ ہماری فوجیں بے شمار ہیں اور ہمارے شہروں اور قلعوں کا کوئی شمار نہیں۔ اگر تم نے ایک دو شہر یا قلعے لے لئے اور لوٹ لئے تو کیا ہوا ان کی وجہ سے ہم کوئی کمزوری یا نقصان محسوس نہیں کرتے کیونکہ ہمارے پاس اعلی درجے کے مضبوط اور مستحکم قلعے شمار سے باہر ہیں۔ اور فوجیں بے اندازہ ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے سنا ہے کہ تم حضرت عیسی کو پیغمبر مانتے اور ان کے کلام کو سچا سمجھتے ہو۔ اگر یہ سچ ہے تم پھر تم ہم سے کیوں لڑتے ہو اور کس لئے ہمارے مال کو لوٹ لینا حلال اور ہمارے بچوں کو غلام بنالینا جائز تصور کرتے ہو؟

معاذ نے جواب دیا تم نے اپنی فوجوں کی کثرت اور ان کی دلیری و بہادری کی نسبت جو کچھ کہا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ گو تمہاری فوجوں کا شمار اور ان کا معیار ہم سے بہت زیادہ ہے مگر اہل عرب کی بہادری تم پر روز روشن کی طرح ظاہر ہو چکی ہے اور لڑائی کے وقت ہم کو اللہ تعالی کی مدد اور فضل پر بھروسہ ہوتا ہے نہ کہ کثرت لشکر پر جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله یعنی اکثر حکم خدا سے چھوٹی چھوٹی جماعتیں بڑے بڑے گروہوں پر غالب آجاتی ہیں۔ تم ہرقل کی سلطنت پر ناز کرتے ہو اور اسی کی امداد سے ہر ایک کام کرتے ہو فوجوں کی کثرت اور دلیری پر تکیہ کئے ہوئے ہو اور ہم محض اللہ کی قدرت اور نصرت پر نظر رکھتے ہیں جو کبھی نہیں مرے گا اور نہ موت اس تک پہنچ سکتی ہے وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے وہ سب سے بڑا پاک خدا اور برتر قدرت رکھنے والا ہے تم جس پر بھروسہ رکھتے ہو وہ فنا ہونے والا ہے اس کا نام و نشان نہ رہے گا اور نہ کوئی اس کا نام لیوا رہے گا۔ ہاں تم نے جو ہمارے سردار کی نسبت کہا ہے کہ وہ کس عادت و خصلت کا ہے سن لو ہمارا حاکم اور امیر ہم ہی میں سے ایک شخص ہوا کرتا ہے جو ہم پر ظلم نہیں کرتا نہ مخالفت اختیار کرتا ہے جب تک وہ اللہ تعالی کے فرمان کو پورا کرتا رہتا ہے۔ عدالت کو برتتا ہے ہم پر امیر اور سردار رہتا ہے نہیں تو اس کو علیحدہ کر کے کسی دوسرے کو جس کی عادت و خصلت زیادہ نیک ہوتی ہے امیر بنالیتے ہیں وہ لوٹ کے مال میں سے ہمارے برابر حصہ پاتا ہے۔ زریں لباس پہنتا مخملی تکیہ سر پر نہیں رکھ سکتا نہ سنہری کرسی پر بیٹھتا ہے صاحب تواضع ہوتا ہے۔ حضرت عیسی کے ماننے کی نسبت بیشک ہم ان کو پیغمبر راست گو جانتے ہیں اور خدا کے بھیجے ہوئے نبیوں میں شمار کرتے ہیں لیکن تمہاری طرح ہم ان کو خدا نہیں سمجھتے اور نہ تین خداوں میں ایک خدا کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ تعالى الله عما يقول الظلمون علوا كبيرا یعنی اللہ تعالی کو یکہ و تنہا سمجھتے ہیں اور اس کے واحد ہونے کا اقرار کرتے ہیں اور اس کو قادر مطلق جانتے ہیں۔ اور تمہارے قول کو ہم مطلق کفر جانتے ہیں۔ اگر تم بھی حضرت عیسیٰ کو ایسا ہی سمجھو جیسا ہم کہتے ہیں تم پھر ہماری تمہاری لڑائی ہی کیا۔ اور ہم تم سے صلح کرلیں اور تمہیں بھی ایسا ہی سمجھیں جیسے ہم خود۔ لیکن تمہارا قول ہے اور ہمارا عقیدہ۔ اور تمہارا یہ سوال کہ ہم تم کو کس چیز کی طرف رغبت دلاتے ہیں۔ ہم اللہ تعالی کی کتاب اور محمد صلعم کی رسالت پر ایمان لانے کے لئے کہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم بھی اسلامی شریعت مثل نماز روزہ حج زکوہ وغیرہ کو قبول کرو صلیبوں کو توڑ ڈالو۔ شراب اور سور اور حرام چیزوں کا کھانا چھوڑ دو۔ اگر تم ان سب امور کو اختیار کرلو تو ہم تمہارے اور تم ہمارے ساتھ ہو ہم تمہارے دشمنوں کے دشمن ہونگے تمہارے مخالفوں سے تمہاری حمایت میں جنگ کریں گے۔ اور ہر ایک امر میں تمہاری امداد اور کمک کو لازمی امر تصور کریں گے اور اگر اسلام کو قبول نہیں کرتے تو جزیہ دینا قبول کرو جو رقم قرار پائے سالانہ ادا کرتے رہو پھر کوئی عذر و حیلہ نہ کرو تو بھی اچھا ہے ہماری طرف سے ہر طرح سے بے خوف رہ سکتے ہو اور اگر

ایمان لانا یا جزیہ دینا منظور نہ ہو تو جنگ کے لئے تیار رہو۔ رومیوں نے کہا کہ ہمارے تمہارے درمیان بات بہت بڑھ گئی ہے۔ ہمارے قول اور تمہاری خواہشوں میں بہت فرق ہے ہم تم سے اس امر پر صلح کرنا چاہتے ہیں کہ ولایت بلقا کو جس پر تم قبضہ کر چکے ہو تمہارے لئے چھوڑ دیں اور تم ملک روم کے علاقوں سے ہاتھ روکو زیادہ لالچ نہ کرو اس صلح کا وثیقہ لکھا جائے۔ جس پر تمہارے سردار دستخط کریں اور واپس چلے جائیں اور کئے ہوئے عہد کے پابند رہیں اور ہم بھی ان قولوں اور اقراروں پر ثابت قدم رہیں گے اس کے بعد تم فارس پر چڑھائی کرنا اور ہم عجم کی معرکہ آرائی میں تم کو مدد دیں گے۔ معاذ نے جواب دیا کہ ولایت بلقا اور روم کے علاقے سب ہمارے قبضے میں ہیں اور ہمارا یہ قصد ہے کہ اللہ جل شانہ کی مدد سے تم کو تمہارے ملک سے نکال دیں گے اور تمام روم کو اپنا بنا دیں گے۔ جس طرح کی تم صلح چاہتے ہو وہ بہت ہی بعید اور ناممکن ہے۔ انہوں نے کہا ہم تم سے صلح چاہتے اور تم ہم سے بہت دور کھنچتے ہو اور امن کی خواہش نہیں رکھتے۔ واپس چلے جاؤ ہم جنگ کے لئے مستعد اور تمہارے نکالنے کے لئے کمر بستہ کھڑے ہیں۔ یہ کہہ کر معاذ کے پاس ست چلے گئے۔ معاذ نے جب یہ امر ملاحظہ کیا اٹھا اور گھوڑے پر سوار ہو کر واپس چلا آیا۔ اور آکر ابوعبیدہ سے تمام کیفیت بیان کی۔ دوسرے دن صبح کے وقت اسلام لشکر نے کوچ کیا۔ تخمیناً بیس ہزار جوانوں نے کفار پر حملہ کیا رومیوں بھی یہ دیکھ کر اپنی صف آرائی کی اور اسلامی فوجوں کی طرف بڑھے اس وقت رومی لشکر کی تعداد ساٹھ ہزار تھی۔ مقابل پہنچ کر علم کھول دیئے اور صلیبیں بلند کیں اور معرکہ آرائی کے لئے مستعد ہو گئے۔ اسلامی فوجوں نے اپنا میمنہ اور میسرہ اور قلب و جناح اس صورت سے قائم کیا کہ یزید بن ابی سفیان میمنہ پر تھا شرجیل بن حسنہ میسرہ پر خالد بن ولید قلب میں اور ابوعبیدہ جناح میں۔ سب سے پہلے رومی لشکر نے یزید بن ابی سفیان پر حملہ کر دیا۔ یزید نے بڑی مردانگی سے اس حملے کو روکا اور اپنی جگہ سے ذرا نہ سرکا۔ اب ایک اور رومی دستے نے شرجیل پر دھاوا کیا۔ شرجیل نے بھی منہ توڑ جواب دیا اور ذرا بھی ہراساں نہ ہوا۔ اس کے بعد دس ہزار سے زائد فوج قلب لشکر پر ٹوٹ پڑی اور جان توڑ کر جنگ کی۔ خالد نے انتہائی بہادری کے ساتھ مقابلہ کیا اور اپنی جگہ سے ایک انچ نہ ہلا۔ رومی اس دلیری کو دیکھ کر عش عش کر گئے اور اہل عرب کی ثابت قدمی سے حیران اور مدح خواں تھے۔ پھر تو ابوعبیدہ نے ایک دلیرانہ آواز دی کہ اے مسلمانو اس لشکر کی بہادری صرف اسی قدر تھی جو تم نے مشاہدہ کرلی اللہ تعالی نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو بچائے رکھا یہی وقت ہے کہ اللہ تعالی کی ذات پر بھروسہ کرکے ایکبارگی سب کے سب کافروں پر ٹوٹ پڑو اللہ نے چاہا تو فتح پاؤ گے۔ یاد رکھو کہ اللہ کی رضامندی اور دائمی بہشت بجز ایسے موقع کے اور کہیں نہیں ہے جو اس میدان میں مارا جائیگا شہادت کا درجہ پائیگا۔ اور جو بچ رہے گا فتح اور مال و غنیمت پائے گا دل سے جنگ کرو اور تلوار و نیزہ سے کام لو اسی وقت تمام فوج نے ابوعبیدہ کا ساتھ دیا اور دفعتہ حملہ کر دیا۔ سخت خونریزی واقع ہوئی۔ یکبارگی رومی صفوں پر اس طرح گرے کہ میمنہ اور میسرہ کو توڑ کر منتشر کر دیا۔ لشکر کفار کا بہت بڑا حصہ قتل ہو گیا اور باقی باحال خراب و خستہ بھاگ نکلے اور مسلمانوں نے تکبیر کہتے ہوئے دور تک ان کا تعاقب کیا۔ قیس بن ہبیرہ المرادی نے جو نامور بہادروں سے تھا اس لڑائی میں نیزہ و تلوار سے اس قدر کام لیا کہ کئی نیزے ٹوٹ ٹوٹ کر رہ گئے اور تلواروں کی باڑھیں کند ہو گئیں۔ جب ایسا ہوتا تھا واپس آکر دوسرے ہتھیار لے جاتا تھا۔ پھر جنگ شروع کر دیتا اس نے ان کے کئی سرداروں کو واصل جہنم کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس دن قیس بن ہبیرہ کے ہاتھ سے دس نیزے اور دو تلواریں شکستہ ہوئیں اور تیس سے بھی زیادہ نامی لوگوں کو قتل اور زخمی کیا اس کے اپنے بدن پر ۴۷ زخم آئے تھے تاہم سلامت رہا۔ الغرض رومی فرار ہونے کے بعد پھر ڈھول تاشے بجاتے ہوئے پلٹے۔ خالد بن ولید اور ابوعبیدہ کے پاس پہنچ کر قلب لشکر میں قیام کیا۔ اور میمنہ و میسرہ اور جناح کو ترتیب دے کر ہر شخص کو اپنی اپنی جگہ پر قائم کر دیا۔ پھر سر کھول ڈالا۔ یہ اس کی عادت تھی کہ ننگے سر حملہ کرتا تھا اور یہ اسی طرح جنگ کرتا تھا۔

سب نے اس کے ساتھ نعرہ تکبیر بلند کیا اور رومی لشکر پر جاپڑے۔ رومی تاب مقابلہ نہ لاکر بھاگ نکلے۔ مسلمان پس پشت تعاقب میں تھے اور نیزوں اور تلواروں سے ہلاک کرتے جاتے تھے۔ اس لڑائی میں گیارہ ہزار کافر کام آئے اور مسلمان صرف سات سو شہید ہوئے۔ بہت سے کافر قیدی مار ڈالے گئے۔ بیشمار مال غنیمت ہاتھ آیا جو ابوعبیدہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ جس میں سے خمس نکال کر باقی فوج پر تقسیم کردیا گیا۔ ابوعبیدہ نے خمس کا حصہ امیرالمومنین عمر کے پاس بھیج دیا۔ اور حضرت عمر اس فتح کی خبر پاکر بہت خوش ہوئے۔ اور خدا کا شکر ادا کیا۔ خمس مسلمانوں میں تقسیم کردیا۔ پھر اس خط کا جواب لکھا کہ مسلمانوں کی اس فتحمندی کی خبر سے میں شکر الٰہی بجا لایا تم کو لازم ہے کہ چند روز اس سرزمین میں قیام کرو تاکہ لشکر آرام پائے اور سعد وقاص عراق پہنچ کر فارس کی فوج کو نہ ہٹادے تم اور علاقوں پر ہاتھ نہ ڈالنا۔

خلافت عمر کے دوسرے سال ۱۴ ہجری کے واقعات

اور عجم کے محاربہ پر سعد بن وقاص کا تقرر

جب خالد بن ولید ابوعبیدہ کی مدد کے واسطے دمشق سے فلسطین کی طرف روانہ ہوا اور عراق میں مثنیٰ بن حارث شیبانی کو اپنا نائب مقرر کردیا گیا۔ فارس کے بادشاہ یزد جرد اور اس کے سرداروں نے جمعیت کثیر کی ساتھ ارادہ کیا کہ مثنیٰ بن حارث کو عراق اور اس کے نواح سے نکال دیں سوئے اتفاق ایک دن بادشاہ یزدجرد ارادہ شکار جنگل میں آیا اور ایک گورخر کے پیچھے گھوڑا ڈالا۔ گورخر ٹھہر گیا اور بادشاہ کی طرف مڑ کر بحکم الٰہی گویا ہوا کہ اے یزدجرد الٹا پھر جا اور خدا کے پیغمبر پر ایمان لا کہ تیری نعمت تیرے واسطے سلامت رہے۔ کفران نعمت سے باز آ مبادہ موجب زوال ہو۔ یزدجرد گورخر سے اس فصیح بات کو سن کر ڈر گیا فوراً پلٹ کر اپنی قیام گاہ پر آگیا اسی حیرانی اور پریشانی کے عالم میں علماء اور حکماء کو طلب کرکے گورخر کی یہ بات کہہ سنائی۔ عقلمندوں نے کہا یہ تو عجیب بات ہے ہمارا قیاس یہ چاہتا ہے کہ عراق میں وارد ہونے والی عربوں کی ذات سے کوئی عجیب و غریب امر ظہور پذیر ہوگا مثنیٰ بن حارث نائب خالد نے بھی ایک عجیب و غریب خواب دیکھا کہ ایک وجیہ شخص ہاتھ میں علم لئے آرہا ہے اور جب قریب پہنچا تو اس جھنڈے کو ہاتھ میں دیکر کہا فارس کے بادشاہوں کا زمانہ ختم ہوچکا ہے۔ وہ ذلیل و خوار ہوگئے اٹھ اور خدا سے فتح و فیروزی طلب کر اور خلیفہ سے امداد اور اجازت طلب کرکے عجمی کافروں سے جنگ کر مثنیٰ نے لوگوں سے اس خواب کو بیان کیا انھوں نے کہا یہ خواب سچا ہے فارس کے بادشاہوں کا زوال شروع ہوگیا ہے وہ بے عزت اور خراب و خستہ ہوجائیں گے اور تو اسلامی افواج کا سپہ سالار ہوگا اور تیرے ہاتھ سے عظیم الشان کام بنیں گے۔ اٹھ اور عمر کے پاس جاکر اس لشکر اور سرزمین کی حالت کہہ۔ مثنیٰ نے بھی اس مشورہ کو پسند کیا۔ چند معتمد آدمیوں کو لیکر مدینہ کی طرف روانہ ہوا امیرالمومنین عمر کی خدمت میں پہنچ کر دیکھا کہ آپ مسجد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں موجود ہیں۔ اور گردو پیش بہت سے مہاجر اور انصار اور صحابہ اور بزرگ اشخاص بیٹھے ہوئے ہیں۔ مثنیٰ نے آگے بڑھ کر سلام کیا امیرالمومنین نے جواب سلام دیکر پوچھا تو کون ہے کہاں سے آیا ہے اور کیا مطلب رکھتا ہے مثنیٰ نے کہا کہ عراق سے آتا ہوں مثنیٰ میرا نام ہے عمر نے کہا مرحبا آجکل عراق کا کیا حال ہے اس نے کہا یزدجرد بادشاہ نے بڑی جمعیت فراہم کی ہے اور میں اسی لئے آیا ہوں کہ اس کی اور اس کے ملک کی کیفیت عرض کروں عمر نے کہا تم نے بہت اچھا کیا جو کچھ تجھے معلوم ہے بیان کر اس نے کہنا شروع کیا کہ امیرالمومنین سرزمین عراق بڑی زرخیز ہے۔ مویشیوں اور طرح طرح کے فوائد سے بھری ہوئی اور دولت سے مالامال ہے امیرالمومنین اس خبر کو سن کر بہت خوش ہوئے

اور اسی وقت اٹھ کر منبر پر گئے اور خطبہ پڑھا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد سرور انبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیج کر کہا کہ اے مسلمانو آگاہ ہو کہ خدا نے اپنے رسول صلعم سے وعدہ کیا ہے کہ روم اور فارس کو اہل اسلام فتح کریں گے اس لئے یہ امر بلاشبہ ظہور میں آکر رہے گا۔ عجم کے کافروں سے جنگ کرنے میں جلدی کرو اور یقین جانو کہ ان معرکہ آرائیوں سے کسریٰ اور فارس کے بادشاہوں کے خزانے تمہارے ہاتھ آئیں گے۔ جب تک تم جہاد کی مشقت نہ اٹھاؤ گے لوٹ اور ثواب حاصل نہ کرسکو گے اور تاوقتیکہ معرکہ آرائیوں کی محنت برداشت نہ کروگے دنیا و آخرت کی سعادت نہ پاؤ گے۔ میں تم کو ان جہادوں اور جنگوں کی ترغیب دلاتا ہوں تم قبول کرو اور پوری کوششوں اور کامل ارادوں سے اس مہم کو اختیار کرو سستی اور کاہلی نہ کرو۔ یہ سنتے ہی ابوعبیدہ بن مسعود الثقفی اور سلیط بن قیس الانصاری اٹھے اور کہا اے امیرالمومنین ہم تابع فرمان ہیں آپ کے حکم کو دل و جان سے بجالائیں گے جس طرف بھیجو گے جائیں گے اور جدھر کا حکم ہوگا مع عزیزوں رفیقوں اور زن و فرزند کے اسی طرف پہنچیں گے حتی الامکان لڑیں گے۔ اور جب کہ ہمارے جسموں میں رمق برابر بھی جان رہے گی کافروں سے منہ نہ موڑیں گے۔ عمر نے ابوعبیدہ ثقفی اور سلیط انصاری کی یہ آمادگی دیکھ کر آفرین کی اور سب لوگوں کے سامنے بڑی تعریف کی پھر کہا اس مہم میں تجھ کو فوج کا سردار کیا اور سلیط کو تیرا اصلاح کار۔ سب آدمیوں نے ابوعبیدہ کی سرداری اور سلیط کی وزارت سے رضامندی ظاہر کی۔ پھر جنگ کی تیاری ہونے لگی۔ مہاجر و انصار اور ملازمین و خدمتگاران سمیت چار ہزار جنگجو آدمیوں کا لشکر فراہم ہوگیا اور بہ ہمراہی ابوعبیدہ و سلیط و مثنی کوچ کیا۔ عراق میں داخل ہوتے ہی ربیعہ قبیلہ کے ایک ہزار جرار سوار مثنی سے آملے اب کل پانچ ہزار سوار ہوگئے۔ اور عجمی لشکر کے مقابل جو اس سرحد میں پہنچ گیا تھا خیمہ زن ہوئے۔ فارس کی فوج کے سردار کا نام جاناں تھا۔ عربی لشکر کی آمد سے مطلع ہوکر فارس کی فوج نے جنگ کی تیاری کی اور علی الصبح میمنہ اور میسرہ کو ترتیب دیکر میدان میں نکل پڑے۔ جنگ شروع ہوئی اور ایسی خونریز لڑائی ہوئی کہ ہر طرف خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ اسی اثنا میں ایرانی لشکر کا سردار جاناں نام میدان میں نکلا اور مبارز طلب کی اور لشکر اسلام کے چار جوان یکے بعد دیگرے شہید کردیے۔ آخر کار انصار میں سے ایک جس کا نام مطر بن فضہ تھا سلیط بن قیس الانصاری کی طرف سے جاناں سے معرکہ آرا ہوا۔ کچھ دیر تک دونوں لڑتے رہے آخر کار مطر نے ایک نیزہ مار کر اسے گھوڑے سے گرادیا اور خود اتر کر اس کے سینے پر چڑھ کر چاہتا تھا کہ اس کا سر کاٹ لے۔ جاناں نے کہا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں اور تجھے ایک غلام اور ایک لونڈی مع زر و زیور دوں گا تو مجھے نہ مار اور اپنے سردار کے پاس لے چل۔ مطر اس کے سینے پر سے اترا اور اپنے گھوڑے پر سوار کراکر ابوعبیدہ ثقفی کے پاس لایا۔ ربیعہ قبیلہ کے ایک آدمی نے کہا تو اپنے قیدی کو جانتا ہے کہ وہ کون ہے۔ اس نے کہا دشمن کی فوج کا ایک جوان ہے وہ مسلمان ہونا چاہتا ہے اس لئے میں نے اسے پناہ دی ہے۔ اس نے کہا یہ جاناں ہے جو اس فوج کا سردار اور فارس کا سپہ سالار ہے تو نے اسے مفت ہاتھ سے کھودیا اگر تو اس سے ایک سو لونڈی غلام بھی طلب کرتا تو دے دیتا۔ مطر نے کہا اب تو میں نے اسی بات پر اقرار کرلیا ہے اپنی بات سے نہ پھروں گا عہد سے پھرنا اچھا نہیں اور مردوں کی ایک ہی بات ہوا کرتی ہے۔ جاناں نے اس سے عذر کیا اور دس غلام دو لونڈیاں اور دو ہزار درہم دیے اور مسلمان ہوگیا پھر اس نے اسلام میں بڑا مرتبہ پایا اور سب اسے عزیز رکھنے لگے۔ یزدجرد جاناں کے مسلمان ہونے کی خبر سن کر بہت ہی غمگین ہوا اور آذربائیجان کے بادشاہ مہران کو خط لکھ کر عربی لشکر کے غلبہ اور فتح کی خبر دی اور کہا تو خود آ اور اپنے لشکر سے میری مدد کر اور عربی فوجوں کو میرے ملک سے نکال دے تو فارس کی بادشاہت تجھے دیدوں گا اور اپنی لڑکی پوران دخت سے تیرا نکاح کردوں گا۔ مہران یزدجرد کا خط پاتے ہی آذربائیجان اور اس کی نواح سے اسی ہزار سوار جنگی ہاتھی فراہم کرکے اور ہر طرح

کے ساز و سامان سے درست ہوکر یزجرد کے پاس آیا۔ یزدجرد اس کے پہنچنے سے مطمئن ہوا اس کی بڑی خاطرداری کی اور اپنے مواعید کو وفا کرکے اسے مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کردیا۔ مہران اس لشکر کو لئے ہوئے دریائے فرات پر آپہنچا اور اس کے کنارے پر خیمے لگادیے۔ ابوعبیدہ اور سلیط نے اس خبر کو سن کر فارسی فوجوں کی کثرت سے اندیشہ کیا اور مسلمانوں کی دلجوئی کرکے حوصلے بڑھائے اور کہا اگرچہ یہ لشکر شمار میں بے تعداد ہے مگر اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار ہے ہمیں اپنا دل مضبوط رکھنا چاہیے۔ گھبراہٹ اور بزدلی کا مقام نہیں ہے۔ اس کے بعد حکم دیا کہ دریائے فرات کا پل باندھ کر اسلامی لشکر عبور کرجائے۔ اس وقت ابوعبیدہ کے لشکر میں صرف پانچ ہزار آدمی تھے۔ دوسرے دن طرفین کی فوجیں جنگ کیلئے مستعد ہوگئیں اور میدان میں نکلیں۔ فارسی فوجوں کا ایک حصہ مع چند ہاتھیوں کے جن پر سنہری ہودج کسے ہوئے ایک ایک جوان ان کی گردنوں پر بیٹھا ہوا آگے بڑھا اور پیدلوں کے دستے اور سواروں کے پرے جو اسلحہ جنگ میں غرق تھے آنے شروع ہوئے۔ اسلامی لشکر نے جب ان ہاتھیوں اور فوجوں کو دیکھا اور ان کی اس شوکت و عظمت نما تیاریوں کو ملاحظہ کیا تو خوف طاری ہوگیا۔ اور دل لرزنے لگے۔ ابوعبیدہ اور سلیط نے آگے بڑھ کر دل بڑھایا اور کفار سے جنگ کرنے کی ترغیب دی اس کے بعد ابوعبیدہ نے گھوڑے سے اتر کر پاپیادہ شمشیر کھینچ کر ایک ہاتھی کی طرف رخ کیا جس پر کافروں کو بہت بڑا بھروسہ تھا تلوار سے ہاتھی کی سونڈ کاٹ کر خاک پر گرادیا۔ اور پلٹ کر چاہا کہ اپنی فوج میں آجائے مگر پاؤں پھسلا اور گر پڑا دشمنوں نے اس پر دوسرا ہاتھی ریل دیا۔ اور ہلاک کردیا۔

اس کے بعد وہب بن عبیدہ نے علم سنبھالا اور کافروں کی طرف جھک پڑا۔ کئی نامور بہادر قتل کئے آخر خود بھی شہید ہوگیا۔ اور اس کے بعد اس کی بھائی مالک بن ابوعبیدہ نے علم لیا اور میدان جنگ میں نکل کر خوب داد شجاعت دی اور کئی کافر قتل کرکے جام شہادت نوش کیا پھر اس کے دوسرے بھائی جبیر بن ابوعبیدہ نے اپنے بھائیوں کے انتقام کے لئے حملہ کیا اور خوب لڑا۔ اور کئی سرداروں کو مار کر شہید ہوگیا۔ پھر سلیط بن قیس الانصاری نے علم اٹھایا اور کفار پر حملہ کرکے خونریز جنگ کے بعد شہادت پائی جب اس طرح سے اسلامی فوجوں کا اکثر حصہ بحکم الٰہی شہید ہوچکا تو مثنی بن حارث شیبانی جو بڑا بے نظیر بہادر اور تجربہ کار شخص تھا علم لیا اور مسلمانوں کا دل بڑھانے کے لئے کہتا جاتا تھا کہ اے مسلمانو ایمان والو جان جوکھوں کی نوبت ہے اور شمشیر ہڈی تک پہنچ گئی ہے مرنے مارنے کی ٹھان کر مردانگی کی داد دو جو شخص آج مارا جائیگا شہید کہلائیگا اور سیدھا دائمی بہشت میں جائیگا۔ پس تلواریں کھینچ لو اور ایک دل ہوکر کافروں پر ٹوٹ پڑو۔ سب نے ان کا ساتھ دیا اور ایکبارگی حملہ کرکے دشمن پر جاپڑے خوب ہی گھمسان کارن پڑا۔ طرفین نے جی توڑ کر مقابلہ کیا آخر کار مرضی الٰہی میں تھا کہ مسلمانوں کو شکست ہو راہ فرار بند کرنے کے لئے پہلے ہی پل کو توڑ دیا تھا۔ عربی لشکر کے بہت سے آدمی پانی میں کود کر ڈوب گئے۔ اور بہت سے لڑائی میں مارے گئے اسی اثنا میں آفتاب غروب ہوگیا اور لشکروں نے اپنی اپنی جگہ قیام کیا کہ مثنی کے پاس تین ہزار آدمی فراہم نہ ہوئے۔ دریا کے کنارے پر پہنچ کر دیکھا کہ پل موجود نہیں ہے۔ بدقت تمام پھر پل باندھا اور دریا عبور کرکے دوسری طرف پہنچے۔ دوسرے دن صبح کے وقت بہمن جادوگر فوج لیکر دریا کے کنارے آیا کہ اہل عرب کا تعاقب کرے۔ پل کو شکستہ پایا اس لڑائی میں مثنی کو بھی سخت نقصان پہنچا تھا۔ اس کی پسلی کی ہڈیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ وہ پہلے اپنے لشکر گاہ میں آیا۔ اور رات کے وقت ایک قاصد مع خط عمر کی طرف روانہ کیا۔ اور لشکر عرب کی شکست اور ابوعبیدہ وغیرہ کے تمام سرداروں کا قتل تمام واقعات لکھ دیے۔ مثنی کا قاصد اس وقت مدینہ میں داخل ہوا کہ حضرت عمر منبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آگے بڑھ کر خط دیا اور سب حال کہہ سنایا۔ عمر نے سر اٹھا کر کہا اے لوگو ابوعبیدہ شہید ہوگئے اور مسلمانوں نے شکست کھائی لیکن تم غمگین نہ ہو کیونکہ رسولخدا صلعم نے فرمایا ہے اسلام کو روز بروز ترقی ہوگی۔ یہ کہہ کر

منبر سے اتر آئے۔ بھاگے ہوئے مسلمان بھی شب کے وقت مدینہ میں آئے اپنے اپنے گھروں میں چھپ کر ہو بیٹھے۔ زار و قطار روتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم کافر ہوگئے کہ کافروں کے مقابلہ پر پیٹھ دکھلائی اور جہاد سے بھاگ آئے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے **یاایها الذین امنوا اذالقیتم الذین کفرو زحفافلا تولو هم الادبار ومن یوهم یومئذ دبره الامحرفا تقال اومتحیزا الی فئه فقد باء بغضب من الله وماو اهم جهنم وبئس المصیر** یعنی معاذ انصاری ہر شب ان لوگوں کے سامنے اس آیت شریفہ کو پڑھتا اور چیخیں مار مار کر روتے تھے۔ عمر نے ان لوگوں کو طلب کیا وہ نہ آئے پھر عبدالرحمن بن عوف کو بھیجا وہ سب کو لیکر آیا عمر نے انہیں مخاطب کرکے کہا کہ تم اس امر میں معذور ہو اور جنگ میں ایسے معاملے اکثر پیش آجاتے ہیں اور معاذ تو قرآن کا مطلب نہیں سمجھتا اللہ تعالی نے متحیزا الی فئه فرمایا ہے کہ واپسی جہاد سے بھاگ آنے میں داخل نہیں ہے۔ بلکہ متعدد خدمتوں کے لئے ہے اب میں تم کو قوت پہنچاؤں گا کہ کافروں سے بدلہ لے سکو پھر جریر بن عبداللہ بجلی کو بلا کر کہا اے جریر بات بہت بڑھ گئی ہے مثنی بن حارث زخمی ہے اور دوسرے سرداروں کے مارے جانے اور اب کوئی افسر موجود نہ ہونے کے سبب سے تو سمجھ سکتا ہے کہ باقی ماندہ فوج کا کیا حال ہو رہا ہوگا۔ تجھے عراق میں پہنچنا چاہیئے۔ شاید اللہ تعالی تیرے ذریعے سے کافروں کے غلبے کو نیست و نابود کردے۔ اور ان کے شر کو رفع کردے۔ جریر نے اس امر کو منظور کرکے چھ سو جنگجو جوان ہمراہ لئے اور جانب عراق روانہ ہوگیا۔ جب عراق پہنچ گیا اور چند منزل مقام رہ گیا تو اس نے مثنی ابن حارث کو خط لکھا کہ تو نے اس قدر جمعیت کے باوجود اتنے مسلمان قتل کرادیے اور خود زخمی ہونے کا بہانہ کرکے عیش و آرام میں پڑا ہے اور خلقت کو پریشان کر رکھا ہے اب میں آپہنچا ہوں مردوں کی بہادری کو دیکھنا اور ملاحظہ کرنا کہ سردار اور افسر ایسا کچھ کیا کرتے ہیں۔ مثنی جریر کے اس خط کو پڑھ کر طعن تشنیع سے بھڑک اٹھا اور جواب لکھا کہ میں اس فوج کو عراق میں لایا ہوں اور میں نے ہی کافروں سے معرکہ آرائیاں کی ہیں۔ جس قدر بہادرانہ مقابلے میری ذات سے ظہور میں آئے ہیں وہ سب فوج کے نامور اشخاص پر ہویدا ہیں۔ مرضی الہی سے فوج کے چند سردار قتل ہوگئے اور کچھ لوگوں نے دل چھوڑ کر فرار اختیار کیا اور میں باوجود زخمی اور خستہ ہونے کے دشمنوں کے مقابلے پر موجود ہوں اور رات دن جنگ میں مصروف ہوں اگر امیرالمومنین نے تجھے اس لشکر کی مدد کے لئے بھیجا ہے تو دیر کس لئے ہے اور دور ہی دور سے یہ خط و کتابت کیسی اس طرح بہادری بگھارنا طریقہ انسانی سے بعید ہے۔ قدم آگے بڑھا اور دشمنوں کا جواب دے۔ پھر ہر ایک کی مردانگی اور دلیری کا حال کھل جائیگا۔

غرضکہ جریر اور مثنی میں اس قسم کی گفتگو پیش آئی۔ مخالفت باہمی کے آثار ظاہر ہوئے امیرالمومنین عمر کو یہ خبر پہنچی۔ یہ امر مناسب سمجھا کہ خود عراق کا عزم کریں۔ صحابہ نے روکا اور کہا آپ کا مدینہ ہی میں رہنا مناسب ہے۔ اس بات سے کافروں کے دل پر مسلمانوں کا رعب جمے گا اور مسلمانوں کو فتح و نصرت حاصل ہوگی۔ امیرالمومنین علی نے بھی اس رائے کو پسند فرمایا اور کہا کہ مناسب یہی ہے کہ تم مدینہ میں رہو اور مسلمان اور کافروں کے اطراف مملکت پر نظر رکھو اور سعد بن وقاص کو بلا کر اسلامی لشکر کی مدد کے واسطے نامزد کردو کیونکہ یہ کام اسی سے بنے گا۔ امیرالمومنین عمر کو امیرالمومنین علی کی رائے پسند آئی اور کہا ہاں سعد ہی اس کام کے لائق ہے۔ اور اس کے سوا اور کسی سے یہ کام نہ ہوسکے گا۔ پس سعد بن وقاص کو بلایا اور کہا اے سعد جب خداوند تعالی آدم کی اولاد میں سے کسی کو دوست رکھتا ہے تو تمام خلقت اس کو دوست رکھتی ہے اور الحمد اللہ کہ یہ صفت تجھ میں موجود ہے۔ تو نے عراق کے لشکر کا حال سن ہی لیا ہوگا کہ وہ بغیر سرداروں اور سپہ سالاروں کے تنہا کافروں سے جنگ کررہا ہے۔ اور جریر بن عبداللہ اور مثنی بن حارث میں مخالفت پیدا ہوگئی ہے میں چاہتا ہوں کہ کسی اور کو ان کا سردار بنا کر بھیجوں تاکہ وہ مسلمانوں کی مدد کرے۔ میں تجھ ہی کو اس کام کے لائق پاتا اور

تمام لوگوں میں سے تجھ ہی کو پسند کرتا ہوں تو ہی اس لشکر کا سردار ہوگا جو عراق میں ہے اور تو ہی اس تمام فوج کا سپہ سالار ہوگا جواب روانہ کی جائیگی اٹھ اور اس کام کی تیاری کر کے اس طرف روانہ ہوجا ۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ کی فضل و کرم سے امید کرتا ہوں کہ یہ کام تیرے ہی ہاتھ سے انجام پائے گا۔ سعد نے امیرالمومنین کے حکم کو قبول کر کے لشکر جمع کیا۔ سات ہزار فوج فراہم ہوگئی۔ سعد بن وقاص اس فوج کو لیکر روانہ ہوگیا۔ امیرالمومنین عمر عرب کے نامور لوگوں میں سے ہر شخص کو جو خدمت میں حاضر ہوتا سعد بن وقاص کی مدد کے لئے روانہ کردیتے چنانچہ عمر بن معدی کرب پانچسو سواروں کے ساتھ آیا اور طلحہ بن خویلد الاسدی آٹھ سو سواروں اور پیدلوں کی جمعیت اور شرجیل بن سمط الکندی سات سو سوار اور پیادوں کے ساتھ اور فراط بن حیان العجلی بھی سات سو سواروں کے اور مغیرہ بن شعبہ تین سو کی جمعیت کے ساتھ جن میں سے بعض گھوڑوں پر سوار تھے اور بعض سانڈنیوں پر۔ اسی طرف اور بھی کئی سرگروہ امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے سعد وقاص کے پیچھے روانہ کئے گئے۔ ابھی سعد منزل مقصود پر نہ پہنچا تھا کہ یہ فوجیں بھی عقب سے پہنچ کر جاملیں۔ سعد بن وقاص سردی کی شدت اور مینہ اور برف کی شدت کے سبب جس سے تمام آدمی اور مویشی تکلیف میں تھے اشراف نام منزل میں مقیم تھا کہ خبر آئی کہ مثنی بن حارث زخموں کے سبب سے رحلت گزائے عالم آخرت ہوگیا۔ سعد بن وقاص نے اس کی زوجہ سلمیٰ بنت حفصہ سے عدت گزرنے کے بعد نکاح کرلیا اور اسی مقام پر قیام پذیر رہا۔ جب موسم سرما کی سختی گزر گئی اور موسم بہار نمودار ہوا۔ سعد بن وقاص قادسیہ میں داخل ہوا۔ اس وقت یزدجرد مدائن میں تھا لوگوں نے اسے خبر دی اور اس نے سعد وقاص کی پاس قاصد بھیجکر درخواست کی کہ چند عقلمند اور نیک خصلت شخصوں کو ہمارے پاس روانہ کرے ہم ان سے دریافت کریں گے کہ تمھارے یہاں آنے کا کیا مطلب ہے اور لڑائی اور صلح کی نسبت ان سے کچھ کہیں گے سعد بن وقاص نے مصاحبوں کے ساتھ مشورہ کرکے لشکر میں سے چند مشہور سردار طلحہ بن خویلد الاسدی جرید بن عبداللہ البجلی مغیرہ بن شعبہ عامر بن عمرا التمیمی شرجیل بن سمط الکندی منذر بن حسان الصی فرات بن حیان البجلی ابراہیم بن حارث الشیبانی نعمان مقرن المزنی بشیر ابی حیا حنظلہ بن الربیع منتخب کرکے یزدجرد کے پاس بھیجے اور ہدایت کی کہ اسے دین اسلام کی ترغیب دیں ممکن ہے ہمیں لڑنے کی بھی ضرورت نہ پڑے یہ لوگ سفر کرتے ہوئے دریائے دجلہ اور فرات کو عبور کرکے مدائن میں آئے اور یزدجرد کی محل سرائے کے دروازہ پر ٹھہر کر داخل ہونے کی اجازت چاہی۔ یزدجرد اولاد سلاطین کے ساتھ شراب نوشی کی محفل گرم کررہا تھا بالائے بام سے دیکھ کر کہ عرب آرہے ہیں حکم دیا کہ شراب نوشی کے پیالے اور دوسری ناجائز چیزیں اٹھا ڈالیں پھر ان کو بلایا۔ عرب کے لوگ یزدجرد اور شہزادوں کے برابر آکھڑے ہوئے۔ یزدجر نے کہا بیٹھ جاو سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے مگر مغیرہ بن شعبہ جست کرکے بادشاہ کے تخت پر جابیٹھا۔ مغیرہ کیم سخیم آدمی تھا تخت کے پائے اس کا بوجھ نہ سہار سکے ایک تڑاخہ کی آواز آئی جس سے اندیشہ ہوا کہ یزدجرد نیچے گر پڑے گا۔ مغیرہ فوراً تخت کے بیچ میں سیدھا کھڑا ہوگیا اور تخت بھی سنبھل گیا یزدجرد کے چوبدار نے چاہا کہ مغیرہ کا ہاتھ پکڑ کر تخت سے نیچے اتارلے مگر بادشاہ نے روکا اور چوبدار واپس ہوگیا۔ یزدجرد عربی زبان خوب جانتا تھا اور بڑی فصاحت سے بول سکتا تھا اور آج جملہ مردان سفارت کی رائے سے مغیرہ کی باری تھی کہ یزدجرد سے گفتگو کرے مغیرہ شمشیر باندھے ہوئے تھا۔ اور ایک خاص قسم کا سوفدار کپڑا لپیٹ رکھا تھا۔ یمنی چادر پشت پر تھی اور ہاتھ میں کوڑا تھا۔ یزدجرد مغیرہ کی طرف دیکھ رہا تھا کہ اس کی نظر یمنی چادر پر پڑی۔ ایک شخص عبور نامی سے جو ترجمانی خدمت پر مامور تھا پوچھا اس کپڑے کا کیا نام ہے اس نے کہا بردیمانی۔ بادشاہ نے اس نام کو فال بد تصور کیا اور کئی دفعہ کہا بردند جہاں را یعنی انھوں نے جہان کو لے لیا۔ پھر مغیرہ سے کہا تو قاصد تھا تجھے لازم تھا کہ میری مجلس میں داخل ہونے کے بعد جہاں میں حکم دیتا بیٹھ جاتا۔ تو میری

اجازت بغیر تخت پر کیوں آبیٹھا۔ مغیرہ نے کہا تیرے تخت پر بیٹھنے سے مجھے کوئی بزرگی حاصل نہیں ہوئی مگر میں نے اپنے لائق اس سے زیادہ مناسب اور کوئی جگہ نہ پائی۔ اب اس بات کو چھوڑ دو اور مطلب کی بات کرو۔ یزدجرد نے کہا تم عربوں نے میرے ملک میں کبھی سوداگری کے لئے اور کبھی سفیر بن کر اور کبھی بھیک مانگتے ہوئے گزر کیا۔ مزیدار کھانے کھائے ٹھنڈا پانی پیا اور ریشمی لباس دیکھے پھر واپس جاجا کر اپنے ساتھیوں کو مطلع کیا اب تم پھر آئے ہو اور ایک نیا دین نکال کر لائے لوگوں کو اس کی ترغیب دلاتے ہو۔ اور چاہتے ہو کہ اس حیلے سے ہماری سلطنت اور دولت و نعمت پر اپنا قبضہ کرلیں۔ تمھاری مثال اس لومڑی کی سی ہے جس نے انگوروں کے تختے میں پہنچ کر کچھ کھائے کچھ خراب کئے انگوروں کے مالک نے کچھ خیال نہ کیا جانے دیا۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے جاکر کہا اور سب کے سب جمع ہو کر آئے اس وقت باغ کے مالک نے چاردیواری کے تمام رخنے اور دروازے بند کرکے سب کو مارڈالا اب اگر میں چاہوں تو تم سب کا یہی حال کر دکھاوں لیکن میں ایسا کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم نے غلہ نہ ہونے معاش کی تنگی اور سختیوں کی کثرت کے سبب اس ملک کا قصد کیا ہے تم کو کھانا اور کپڑا دوں گا اور تم کو اچھی اچھی نعمتیں اور خلعت بخشوں گا اور تمہیں میں سے کسی شخص کو تمھارا سردار قرار دوں گا مغیرہ نے کہا اب تم اپنی سب باتیں بیان کرچکے۔ یزدجرد نے کہا ہاں۔ مغیرہ نے جواب دیا کہ قحط زدگی اور تنگیوں کی نسبت جو کچھ آپ نے کہا بیشک سچ ہے ہم ایسے ہی تھے۔ چوہے اور سوسمار کھایا کرتے تھے بکریوں کے کپڑے پہنا کرتے تھے اور حرام و حلال میں کچھ تمیز نہ کرتے تھے اور اپنے چچا کی اولاد کو ایک کوڑی کے مقابلے میں حقیر سمجھتے تھے اور اپنی حالت پر ہم فخر کرتے تھے اور ہمارا یہی حال رہا۔ اب خدا نے ہم میں اپنا رسول بھیجا اور ہم کو بتوں اور بیہودہ چیزوں کی پرستش سے روکا اور عبادت الٰہی کی توفیق بخشی حرام و حلال سے آگاہ کیا اور حکم دیا کہ ہم کافروں سے جنگ کریں اور ان ملکوں اور شہروں کو بھی ظاہر کردیا جو ہم مسلمانوں کے قبضے میں آئیں گے۔ تیرا یہ شہر اور محل بھی ہمارے قبضے میں آئیگا۔ اب تجھے تین باتوں میں سے یک قبول کرلنی چاہیے۔ اول یہ کہ تو اس دین الٰہی کو قبول و منظور کرے جس سے تیری بادشاہت تیرے پاس رہے پھر ہم میں سے کوئی تیری اجازت کے بغیر تیرے ملک میں نہ آئیگا نہیں تو خراج دینا قبول کر اور خراج دینے کے وقت ساغر بننا اختیار کر اور اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو لڑائی کی تیاری کر جسے خدا چاہے ہلاک کرے اور جسے چاہے سلامت رکھے۔ یزدجرد نے کہا کہ میں نے سب سمجھ لیا لیکن "ساغر" لفظ سمجھ میں نہیں آیا۔ مغیرہ نے کہا ساغر کا یہ مطلب ہے کہ جس وقت تو خراج ادا کرے کھڑا رہے اور ایک کوڑا تیرے سر پر اس لئے رہے کہ تو اس کے ادا کرنے میں سستی نہ کیا کرے۔ یزدجرد یہ بات سنتے ہی غضبناک ہوا اور کہا یہ نہیں سمجھتا تھا کہ جیتے جی تم جیسوں کی ایسی باتیں سنوں گا۔ میرا ارادہ تھا کہ تم پر مہربانی کروں گا اور انعاموں اور بخششوں سے نوازوں گا اب تم نے میرے سامنے بے ادبانہ کلام کئے ہیں لیکن اب میری جانب سے تم کو مشک خاک کے سوا کچھ نہ ملے گا۔ پھر غلام کو حکم دیا کہ مٹی کا ایک طشت بھر کر ان کے حوالے کردے کہ اسے اپنے امیر کے پاس لے جائیں اور کہیں کہ میرے پاس تمھارے واسطے یہ حصہ تھا۔ اور میں ابھی ایک لشکر بھیجتا ہوں جو تم سب کو قادسیہ کی خندق میں زیر خاک دفن کرے گا۔ مغیرہ تخت پر سے اتر آیا اور ہمراہیوں کے ساتھ سوار ہوکر سعد بن وقاص کے پاس پہنچا جو کچھ گفتگو پیش آئی تھی تفصیلا سنائی۔ سعد نے مغیرہ کی سفارت سے خوش ہوکر تعریف کی۔ یزدجرد نے عربی لشکر کے مقابلے کی تیاری شروع کردی۔ اپنے وزیر رستم نام کو جو بے نظیر بہادر اور تمام فوج کا سپہ سالار تھا بلاکر کہا موسم سرما گزر گیا ہے اور مویشیوں کا چارہ بکثرت موجود ہے۔ فوجوں کو جمع کرکے عربی لشکر پر چڑھائی کرنی چاہئے اور انھیں اس ملک سے ہٹا دے۔ رستم نے فرمان شاہی کی تعمیل کی اور ہر ایک جانب خط لکھ کر فوجوں کو طلب کیا۔ سب سے پہلے ہمدان کا سردار پچپن ہزار سوار اور پیدل لیکر حاضر

ہوا۔ اس کے بعد عالم قم و کاشان پچیس ہزار سوار اور پیدلوں کی جمیعت لیکر آیا۔ اصفہان سے شیروان شاہ اسی قدر لشکر لیکر آیا۔ غرضکہ اسی طرح ہر ایک طرف سے صوبیدار اور حاکم فوجیں لے لیکر یزدجرد کے دربار میں حاضر ہوگئے۔ یزدجرد نے ان کو بے شمار انعام و اکرام زیر ماتحتی رستم مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کردیا۔ لشکر کفار نے ایک لاکھ تیس ہزار سوار اور تیس ہزار پیدل جمع کئے۔ یہ سب کے سب قواعدداں اور ہر طرح کے سامان جنگ سے آراستہ تھے۔ اسلامی لشکر کے سامنے قیام کیا۔ سعد بن وقاص نے کفار کی تعداد اور تیاری دیکھ کر خوف ظاہر کیا۔ کیونکہ اس کے جھنڈے تلے کل چالیس ہزار عرب تھے۔ فوراً حضرت عمر کو خط لکھا اور فارسی لشکر کے شمار اور تیاری سے آگاہ کیا۔ عمر نے ابوعبیدہ جراح کو لکھا کہ بیس ہزار جوان روانہ کردیے اب اسلامی لشکر کی تعداد ساٹھ ہزار ہوگئی۔ طرفین کی فوجیں معرکہ آرائی کے لئے نکلیں۔ سعد بن وقاص نے دائیں بازو پر عمرابن معدی کرب اور جریر بن عبداللہ البجلی کو مقرر کرکے دس ہزار سپاہ حوالہ کی اور بائیں پہلو پر ابراہیم بن حارث اور علی بن جحش عجلی کو دس ہزار فوج دیکر مقرر کیا۔ اور قلب میں طلحہ بن خویلدالاسدی اور منذر بن حسان الضبی کو پندرہ ہزار سوار اور پیدل دیکر متعین کیا۔ اسی طرح جناح اور ساق اور کمین گاہ میں چیدہ چیدہ فوجیں مقرر کیں۔ اب دونوں طرف کے بہادروں نے ہتھیار سنبھالے سب سے پہلے آذربائیجان کا امیر مہران نام جو یزدجرد کا داماد بھی تھا بڑی شان و شکوہ سے گھوڑا اڑاتا ہوا میدان جنگ میں اپنی قوت کا مظاہر کیا۔ حریر کی قبا اور دیبہ کی قمیض زیب تن تھی۔ جواہر نگار پٹکا کمر میں تھا۔ اور دو بیش قیمت موتی کانوں میں پڑے ہوئے تھے اور ایک قوی ہیکل گھوڑا زیر ران تھا۔ ہندی تلوار ہاتھ میں لئے آتشیں شعلہ کی طرح گھوڑے کو کاوے دیتا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ میں آج عربوں کے خون سے اس میدان میں ندیاں بہادوں گا اور یزدجرد کو ان کی طرف سے مطمئن کرکے خلقت کو ان لوگوں کے غرور و تکبر سے آزاد کردوں گا۔ سعد بن وقاص نے اپنے ہمراہیوں کی طرف مڑ کر کہا اے بہادرو! سن رہے ہو یہ کافر کیا بیہودہ بک رہا ہے تم میں سے کون اس شخص کو میدان میں نکل کر سزا دے سکتا ہے۔ منذر بن حسان الضبی لشکر سے نکلا مہران کی طرف بڑھا اور بولا اے جوان تو یہ شیخی کب تک بگھارے جائے گا۔ ذرا ٹھہر اور مردوں کا حملہ سنبھال پھر تو دونوں نیزے لیکر گتھ گئے اور خوب داد شجاعت دی آخر منذر نے نیزہ مار کر مہران کو گھوڑے سے نیچے گرادیا۔ اور خود نیچے اترا سر کاٹنے کے ارادہ سے تلوار کا ایک ہاتھ مارا۔ مگر مہران نے یہ وار پاؤں پر روکا اور تلوار بھی پاؤں پر لگ کر ٹوٹ گئی۔ اب منذر سر کی طرف آیا کہ بدن سے علیحدہ کرے اسی اثنا میں منذر کا گھوڑا بھاگ نکلا اور وہ پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے گیا۔ جریر بن عبداللہ بجلی نے لپک کر مہران کی ڈاڑھی پکڑلی اور سر کاٹ کر تمام ہتھیار اور قیمتی کپڑے اتار لئے۔ منذر بھی اپنے گھوڑے کو پکڑ کر آیا کہ مہران کا کام تمام کرے دیکھا جریر نے سر کاٹ لیا ہے اور تمام کپڑے اتار لئے ہیں۔ منذر نے کہا میں نے اسے نیزہ مار کر گھوڑے سے گرایا ہے اور تلوار سے اس کا پاؤں کاٹا ہے اس کے ہتیار اور سامان سب میرا حصہ ہے۔ دونوں میں بحث کے بعد یہ قرار پایا کہ جڑاؤ پٹکا منذر لے اور باقی تمام اسباب جریر بن عبداللہ لے۔ جب ہتیاروں اور پٹکہ وغیرہ کی قیمت کا اندازہ کیا تو پٹکا تیس ہزار درھم کا نکلا۔ اور باقی تمام چیزیں دس ہزار درھم کی ہوئیں۔ اس دن صبح سے شام تک دونوں لشکر لڑتے رہے رات ہونے پر اپنی اپنی قیام گاہ پر لوٹ آئے۔ دوسرے دن بھی جنگ شروع ہوئی۔ سب سے پہلے ایرانی فوج کا ایک پہلوان فیروز نام کوہ پیکر ہاتھی پر سوار ہوکر نکلا اور بہادر سپاہیوں کی ایک جماعت اس کے ارد گرد تھی۔ مسلمانوں میں سے ایک شخص دامس نام جس کی کنیت ابوالہول تھی بنی اسد کے قبیلے سے نکلا اور فیروز سے جنگ کا قصد کیا۔ یہ شخص بڑا بہادر اور پھرتیلا تھا۔ گھوڑے کو چند کوڑے لگا کر گرم کیا پھر اس ہاتھی پر حملہ کردیا۔ اور تلوار کی ایک ہی ضرب میں سونڈ کے دو ٹکڑے کردیے۔ اسی اثناء میں فیلبان نے بھی ایک وار کیا جس سے

اسدی جوان گھوڑے سے نیچے آرہا۔ دوسری طرف سے فیروز بھی ہاتھی پر سے آرہا۔ مسلمان اسے گرتا دیکھ کر ٹوٹ پڑے۔ اور دم زدن میں تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ فیروز کے قتل ہوتے ہی کافروں نے بھی مسلمانوں پر یکبارگی حملہ کیا طرفین سے بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ آخر کار مسلمان فتحیاب ہوئے۔ کافروں میں سے بہت سے مارے گئے باقی پسپا ہوگئے اور محل قادسیہ جس پر کافر قبضہ کئے ہوئے تھے مسلمانوں کے ہاتھ آیا اس میں سے بیشمار مال اور غلہ اور ہتیار برآمد ہوئے یہ محل نہایت عالی شان اور مضبوط تھا۔ سعد بن وقاص نے بہت پسند کیا اور اسی جگہ قیام کیا۔ اسلامی فوجیں اسی کے اردگرد پڑگئیں۔ ایرانی لشکر یہ دیکھ کر کہ کوشک قادسیہ پر مسلمان قابض ہوگئے ہیں اور اس کا تمام مال و اسباب ان کے ہاتھ میں آگیا ہے بہت جوش میں آئے۔ اگلے دن سب نے متفق ہوکر اور دائیں بائیں دستوں کو جنگی ہاتھیوں سے آراستہ کرکے میدان جنگ کا رخ کیا۔ ان کوہ پیکر ہاتھیوں کی ہیبت اور شان و شوکت کو دیکھ کر مسلمانوں کے چھکے چھوٹ گئے اور سوچنے لگے کہ ان ہاتھیوں کا مقابلہ کس طریق سے کرنا چاہئے۔ آخر کار یہی تدبیر سوچی کہ پیدل ہوکر حملہ کریں۔ سب گھوڑوں سے اتر پڑے اور تلواریں کھینچ کر ایک دم سے ہاتھیوں پر جاپڑے ان کی سونڈوں کو لقمہ شمشیر بناکر تمام گردو پیش جمیعت کو کاٹ ڈالا اب ایک ایرانی بہادر شہنشاہ نامی صفوں کے درمیان سے گھوڑا اڑاتا ہوا آیا اور لڑنے والوں کو طلب کیا۔ یکے بعد دیگرے چار مسلمانوں کو ہلاک کیا۔ عمر بن معدی کرب نے جو نہایت ضعیف اور بوڑھا تھا اس کے مقابلے کا ارادہ کیا۔ اس کے چچا کی اولاد اسے روکنے لگی کہ تم بوڑھے ہوگئے ہو اور تم میں وہ پہلی سی طاقت نہیں رہی ہے اور مرد مقابل جوان اور شہ زور معلوم ہوتا ہے ایسا نہ ہو کہ تم کو صدمہ پہنچے۔ عمر معدی کرب نے ایک نہ سنی اور گھوڑا اڑا کر میدان میں نکل آیا۔ دونوں نے ایک دوسرے پر حملہ کیا اور میان سے تلواریں گھسیٹ لیں۔ انجام کار معدی کرب نے اس کے سر پر ایک ایسا ہاتھ مارا کہ وہ زخمی ہوکر گھوڑے سے نیچے آرہا۔ عمر فوراً گھوڑے سے کود پڑا۔ اور سینے پر سوار ہوکر سر کاٹ لیا۔ سر کا تاج بدن کا لباس اور کل ہتیار لیکر اپنی فوج میں واپس آیا سب بھائی بند نہایت شاد ہوئے اور مرحبا کہتے تھے۔ آج بھی شام تک دونوں فوجیں لڑتی رہیں۔ بہت ہی سخت لڑائی ہوئی۔ رات کی وقت دونوں لشکر اپنی اپنی جگہ واپس آگئے۔ چوتھے دن بھی اسی طریق سے صف آرائی ہوئی۔ اور کسی قدر کافروں کو غلبہ حاصل ہوا اور بہت سے مسلمان قتل اور زخمی ہوگئے۔ قریب تھا کہ وہ بھاگ کر کوشک قادسیہ میں پناہ لیں کیونکہ کافروں کی جمیعت کا تانتا لگا ہوا تھا اور ان کی تعداد دم بدم بڑھتی ہی جاتی تھی۔ جب کمک آتی تھی تو وہ ڈھول اور نقارے بجاتے اور بڑا شور و غل کرتے تھے۔ مسلمان بھی نعرہ تکبیر لگاتے تھے۔ مگر انکی تعداد شہادت کے سبب سے گھٹتی جاتی تھی۔ ان دنوں میں ابوا لمجن ثقفی جو عرب کے بہادروں میں یکتا اور بڑا شمشیر زن اور نیزہ باز تھا بجرم شراب نوشی کوشک قادسیہ میں قید تھا۔ ایرانی لشکر کے غلبہ کی خبر اور ان کے نقاروں کے شور و غل کو سن کر سعد بن وقاص کی منکوحہ سلمی کے پاس آدمی بھیجا کہ تو دیکھتی ہی ہے لشکر اسلام مغلوب ہوتا جارہا ہے دشمنان اسلام ہر طرف سے بڑھتے آرہے ہیں۔ میں قید میں ہوں اور سعد بن وقاص سے شرمندگی کے سبب کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیا تو مجھے خدائے پاک اور سچے دین اسلام کی قسم لے کر اور ایک گھوڑا اور اسلحہ دیکر چھوڑ سکتی ہے کہ میں آج کی جنگ میں شجاعت اور بہادری دکھا کر خفت مٹاؤں شاید میں مسلمانوں کی مدد کرسکوں اور کافروں کو سزادوں جس سے دنیا میں ناموری اور آخرت میں ثواب پاؤں اور تو بھی میرے ساتھ اس ثواب میں شامل ہوجائیگی۔ سلمی کو یہ بات بہت پسند آئی اور یگانگت کی محبت نے جوش مارا اسے قسم دلا کر قید سے رہا کردیا کہ اگر جنگ سے زندہ واپس آئے تو سعد بن وقاص کے سامنے نہ جائے بلکہ اپنی جگہ اسی قید خانہ میں داخل ہوجائے۔ پھر سعد بن وقاص کا گھوڑا اور اسی کے اسلحہ دیکر خدا کے سپرد کیا۔ اس وقت سعد کوشک قادسیہ کی بلندی پر کھڑا تھا۔ اور لڑائی کی کیفیت دیکھ رہا تھا۔ ایلچی

برابر خبر پہنچا رہے تھے اور یہ مسلمانوں کا دل بڑھاتا تھا اور جس طرف مدد کی ضرورت پڑتی تھی سواری کے گھوڑے اور اسلحہ پہنچوا رہا تھا۔ ابوالمحجن ہتیار لگا اور سعد کے ابلق گھوڑے پر بیٹھ مسلمانوں کی صفوں میں آیا اور منہ پر نقاب ڈھانپے ہوئے کہ کوئی اسے نہ پہچان سکے پھر وہاں سے نکل کر میدان میں آیا اور اس ایرانی فوج پر جو برابر غلبہ کئے مسلمانوں کو دباتی چلی آرہی تھی حملہ کیا۔ کبھی تلوار سے اور کبھی نیزہ سے جنگ کرتا تھا۔ تمام مسلمان اس کی دلیری اور بہادری پر عش عش کررہے تھے سعد بن وقاص بھی اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ تعریف کرتا اور مصاحبین سے پوچھتا تھا کہ کیا تم اس سوار کو پہچانتے ہو وہ کہتے تھے ہم نہیں جانتے یہ ظاہر کوئی فرشتہ معلوم ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہماری مدد کے واسطے بھیجدیا ہے۔ یا حضرت خضر علیہ السلام ہیں اور بحکم الٰہی ہماری مدد کو آئے ہیں۔ کیونکہ یہ کسی انسان کا کام نہیں کہ اس غضب کی جنگ کرے اور ایسی بہادری دکھا سکے۔

سعد کہتا تھا بیشک یہی بات ہے۔ غرضکہ ابوالمحجن جس طرف حملہ کرتا تھا غلبہ حاصل کرتا تھا جس پر ہاتھ چھوڑتا تھا دو ٹکڑے یہاں تک کہ ایرانیوں کے بڑھتے ہوئے قدم پیچھے ہٹنے لگے اب کوئی شخص اس کے مقابلے کے لئے آگے نہ بڑھتا تھا۔ اب ابوالمحجن اپنی صف میں لوٹ آیا اور کسی طرف سے کترا کر ان سے علیحدہ ہو کوشک قادسیہ میں آداخل ہوا۔ گھوڑے کو طویلہ میں باندھ دیا اور اسلحہ کھول کر قید خانہ میں آبیٹھا۔ اور سعد کی نکاحی سے کہلا بھیجا کہ میں واپس آگیا ہوں اپنی لونڈی کو بھیج دے کہ میرے پاوں میں بیڑی پہنا جائے۔ سعد کی زوجہ نے تعریف کی اور وعدہ کی سچائی سے خوش ہوئی اور کہلا بھیجا کہ مطمئن رہ جس وقت سعد گھر میں آئیگا تو اس سے تیری رہائی کے واسطے جس قدر ممکن ہوگا کہا جائیگا۔ جب رات کے وقت سعد گھر میں آیا سلمیٰ نے پوچھا آج اسلامی لشکر کا کیا حال رہا اس نے کہا کچھ نہ پوچھ مسلمان بھاگنے ہی کو تھے کہ خدا تعالیٰ نے ہم پر بڑا احسان فرمایا ایک بڑا بہادر اور چالاک سوار نمودار ہوا اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ وہ آدمی تھا یا فرشتہ ایسی مردانہ جنگ کی کہ نہیں ہوسکتی پسپا ہونے کے بعد مسلمانوں کو اسی بہادر کی بدولت غلبہ ہوا۔ سلمیٰ نے کہا وہ شخص ابوالمحجن تھا۔ سعد حیران ہوا سلمیٰ نے اس کا تمام حال کہہ سنایا۔ سعد فوراً اس کے پاس آیا بڑی تعریف اور توصیف کی اور حکم دیا کہ اس کے پاوں سے بیڑی نکال ڈالیں۔ اور نصیحت کی کہ اپنے اعمال پر نظر رکھ اور عاقبت سے ڈرتا رہ۔ الغرض تمام شب لشکر کا یہ حال تھا کہ وہ دن بھر کے تھکے ہوئے تھے اور کشتوں اور زخموں کی کثرت کے سبب غمزدہ اور اندیشناک تھے۔ سعد بن وقاص بھی زخمی ہونے کے سبب میدان جنگ میں نہ آسکتا تھا۔ مگر صبح کے وقت ایک تیز گھوڑے پر سوار ہوکر باہر نکلا۔ تمام سردار اس کی گرد جمع ہوگئے اور کہا اے امیر ہم تمہارے حال اور تمہاری تکلیف سے بخوبی واقف ہیں تم چونکہ باہر آنے سے مجبور ہو اب بہ اطمینان گھر میں واپس جاو ہم اپنی بساط سے زیادہ جنگ کرنے کی سخت سعی کریں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ توفیق حسنہ کی بدولت اس مہم کو بخوبی انجام دیں گے۔ سعد نے کہا تم سچ کہتے ہو اور میری تکلیف کو خدا بہتر جانتا ہے تم کو اس جنگ اور مہم کا خود ہی خیال ہے میرے کہنے کی حاجت نہیں ہے کہ تم کو زیادہ ترغیب جنگ دلانے کے لئے فہمائش کروں اس لڑائی کو چار دن گزر چکے آج پانچواں دن ہے میں امید کرتا ہوں کہ آج فتح مندی اور نصرت کا دن ہے **انشاء اللہ تعالیٰ لاحول ولا قوۃ الا باللہ** یہ کہہ کر سعد وقاص گھر میں چلا گیا اور بالائے بام بیٹھ کر لڑائی کا رنگ ملاحظہ کرنے لگا۔ ایرانی لشکر بڑی تیاری اور انتظام کے ساتھ میدان جنگ میں آیا۔ مسلمان بھی حسب دستور مستعد اور لیس ہوکر نکلے۔ سب سے پہلے مسلمانوں میں سے جریر بن عبداللہ البجلی نے نکل کر ایرانی صفوں پر حملہ کیا۔ اس کے بعد عیان بن جحش العجلی دشمن پر جاپڑا۔ اس کے پیچھے ہی ابراہیم بن حارث الشیبانی نے ہلا بول دیا۔ پھر تو عمر بن معدی کرب اور دیگر سرداروں نے حملہ کردیا۔ اور بڑے گھمسان کارن پڑا۔ مسلمانوں کی تکبیروں کی آوازیں آسمان سے ٹکرا رہی

تھیں۔ فارسی لشکر کے بہت سے سپاہی کشتہ اور خستہ خاک و خون میں لوٹ رہے تھے جنگ بڑی خونریزی کے ساتھ جاری تھی کہ اچانک شام کی جانب سے غبار اڑتا ہوا نظر پڑا۔ دونوں فوجوں کی آنکھیں اس طرف لگ گئیں کہ یہ کس کی کمک آتی ہے۔ اسلامی لشکر غمگین تھا کہ اتنے میں غبار چھٹا اور لشکر نظر آنے لگا دیکھا کہ ان کا سردار ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص ہے جسے بموجب فرمان عمر ابوعبیدہ جراح نے ملک شام سے سعد بن وقاص کی مدد کیلئے بھیجا ہے۔ ہاشم نے اپنے چچا سعد بن وقاص کے لشکر کو دیکھتے ہی اپنی دس ہزار فوج کے دس حصے یعنی ہزار ہزار جوانوں کا ایک ایک دستہ مقرر کیا۔ اور خود سب سے اگلے دستے کی ساتھ آگے بڑھا اور اسلامی لشکر میں پہنچ کر سعد بن وقاص اور دوسرے سرداران عرب کا حال پوچھا۔ لوگوں نے کہا سعد بھی سلامتی سے ہے اور احباب بھی سلامت ہیں لیکن ایرانی لشکر کو غلبہ حاصل ہے کیونکہ ان میں سے ایک مرتا ہے تو سو آدمی ان کی مدد کیلئے آموجود ہوتے ہیں۔ ہاشم نے کہا تم کچھ فکر نہ کرو اللہ بے آس والوں کا حامی ہے پھر اس کی فوجوں کے دستے ایک دوسرے کے بعد پہنچنے لگے۔ آخری دستے کا سردار قعقاع بن عمر جنی تھا۔ آتے ہی اس نے ایرانی لشکر پر حملہ کر دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے پے در پے تیس حملے کیے۔ اور ہر حملہ میں ایک سے لیکر تین بہادروں تک قتل کئے ایرانی لشکر پر اس کے پیہم حملوں سے خوف اور رعب چھا گیا۔ اور اس کی بہادری کے معترف ہوئے۔ رستم کا بھائی شہریار جو اس فوج کا سپہ سالار تھا قعقاع کی جرات کو دیکھ کر اپنی صف سے نکلا اور قعقاع پر حملہ کیا پھر تو دونوں میں جنگ ہونے لگی۔ ایک لحظہ بھی نہ گزرا تھا کہ قعقاع نے اس کی کمر میں نیزہ مارا کہ وہ گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ کافروں نے شہریار کے مرتے ہی شور و غوغا کیا اور زور زور سے نقارے ڈھول اور تاشے بجنے لگے اور گروہ در گروہ مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ طرفین سے بڑے زور شور کی جنگ ہونے لگی۔ بڑے معرکہ کا رن پڑا۔ اس قدر گرد و غبار بلند ہوا کہ دنیا تاریک ہوگئی ایک مسلمان بلند آواز سے کہہ رہا تھا کہ اے دوستو جنگ بدر و احد کو دیکھنا ہو تو اس معرکے کو دیکھ لو۔ اب عمر بن معدی کرب نے اپنی قوم کو لیکر بلند آواز سے تکبیر کہتے ہوئے کافروں پر حملہ کیا۔ رجز پڑھتا جاتا تھا اور حملہ پر حملہ کر رہا تھا۔ ہر حملہ میں کئی ایرانی خاک و خون میں ملا دیتا تھا۔ پھر تو جملہ مسلمانوں نے اپنی جگہ سے بڑھ کر ایرانیوں پر تاخت کی اور ان کو اپنی صفوں کی آگے رکھ لیا۔ اور دریائے فرات کے کنارے تک پسپا کر دیا۔ اس جنگ میں دس ہزار سے زیادہ ایرانی قتل ہوئے اور ان کا لشکر بھاگ نکلا جس طرف منہ اٹھا چلا گیا۔ مسلمانوں کو لوٹ میں بیشمار مال و دولت ملی۔ وہ لوٹ سے فارغ ہو کر قادسیہ میں واپس ہوگئے اور شکست خوردہ فوج کے باقیماندہ آدمیوں نے مدائن کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر امن سے ہو بیٹھے سعد بن وقاص کی یہ رائے ہوئی کہ شکست خوردہ فوج کے تعقب میں لشکر بھیجنا چاہیے۔ حکم دیا کہ دس ہزار فوج مع ساز و سامان جنگ سے لیس ہو کر کافروں کا پیچھا کریں اور ایرانی لشکر کا کام تمام کر کے اطمینان قلبی حاصل کریں۔ مسلمانوں کا لشکر ان کے پیچھے روانہ ہوا ایرانی اس امر سے واقف ہو کر کے اسلامی لشکر ہمارے پیچھے آرہا ہے بہ عالم مجبوری مقابلے کے لئے مستعد ہوئے۔ مسلمانوں میں سے ایک بہادر سردار بلال بن علقمہ العقیلی نے رستم پر جو یزدجرد کا سپہ سالار اور وزیر تھا حملہ کیا۔ رستم نے ایک نیزہ مارا جس سے بلال کا پاؤں مع رکاب چھد کر بستہ ہو گیا۔ ہلال نے بھی اسی گرما گرمی میں ایک ایسی ضرب لگائی کہ رستم کا سر مع تاج کٹ گیا اور شمشیر اس کے سینے تک اتر آئی۔ رستم گھوڑے سے گر پڑا بلال نیزہ پاؤں سے نکال کر گھوڑے سے اترا اور رستم کا تاج اور اس کے کے تمام کپڑے اور اسلحہ لیکر سر کاٹ لیا۔ ایرانی لشکر نے اپنے سردار کی یہ حالت دیکھی تو بھاگ پڑا اور مدائن میں داخل ہوا۔ یہاں حوضوں کو پانی سے لبریز کر کے زہر قاتل ملا دیا۔ اور بہت سا زہر آمیز کھانا پکا کر ساباط مدائن میں رکھ دیا۔ اس کے بعد دریائے دجلہ کو عبور کر کے اور اس کے پلوں کو توڑ کر کہ لشکر عرب اس طرف نہ آسکے یزدجرد کی قیام گاہ کی طرف ٹھہرے جب مسلمانوں کا لشکر ساباط

میں داخل ہوا تو بہت ہی بھوکا تھا۔ کھانا تیار اور پانی خوشگوار پایا خوب سیر ہو کر کھایا اور آرام کرنے لگے۔ خداوند کریم کے فضل سے زہر نے بھی ان کو کچھ نقصان نہ پہنچایا۔ مسلمانوں نے اس جگہ اکثر مکان مقفل پائے ان کو کھولا تو بے شمار مال و دولت اور اسلحہ ہاتھ آئے سب اس کی بدولت مالا مال ہوگئے پھر تو بڑی خوشیاں منائیں اور شکر الٰہی ادا کیا۔

دوسرے دن سعد بن وقاص کی یہ رائے ہوئی کہ چند روز اسی جگہ قیام کریں اور جب دریا پر پل بندھ جائیں تو پار جا کر کافروں کا کام تمام کریں۔ ایک شخص نے کہا اے امیر جس خدا نے ہمیں خشکی میں حفاظت سے رکھا ہے وہی ہم کو پانی سے بھی بچا سکتا ہے میری یہ رائے ہے کہ فوراً دریا سے گزر کر کفار کا پیچھا نہ چھوڑ ـیں اس امر سے ہماری ہیبت ان کے دلوں میں بیٹھ جائے گی۔ علا نے کہا بیشک یہ رائے درست ہے مگر دجلہ طغیانی پر ہے اور اسے عبور کرنا مشکل کام ہے۔ اس جوان نے کہا اے امیر سب سے پہلے میں اپنے آپ کو گھوڑے سمیت دریا میں ڈال دیتا ہوں مجھے فضل الٰہی پر بھروسہ ہے کہ میں صحیح وسالم پار جا پہنچوں گا۔ یہ کہہ کر گھوڑا پانی میں ڈال دیا۔ اس کے پیچھے ہی ہلتقام بن الحرث العقلی جو عرب کی بہادروں میں شمار ہوتا تھا داخل دریا ہوا۔ اس کی تقلید مرسد بن عبداللہ اور عمیر بن معدی کرب نے کی اور ان کے پیچھے ہی تمام لشکر نے بھی ایڑ لگا کر اپنے اپنے گھوڑوں کو دریا میں ڈال دیا۔ یہ لوگ باواز بلند تکبیر کہتے جاتے تھے اور یہ دعا پڑھتے تھے **اللھم لا اجوالا اجوک** ان کے بعد سعد بن وقاص نے بھی اپنا گھوڑا ڈال دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل شامل حال فرما کر سب کو صحیح و سلامت دوسرے کنارے پر پہنچا دیا ایک آدمی یا ایک گھوڑا بھی ضائع نہیں ہوا۔ یزدجرد بادشاہ ایران اپنے محل کے جھروکوں سے اس کیفیت کو دیکھ رہا تھا۔ ان کو اس طریق سے دریا کو عبور کرتے اور صحیح سلامت اس پار پہنچا ہوا دیکھ کر کہا کہ یہ لوگ آدمی ہیں نہ جن ضرور شیطانی زمرہ سے ہیں دیکھتے نہیں کہ اتنے بڑے دریا کو بغیر کشتی اور پل کے کس طرح عبور کر آئے ہیں۔ مناسب ہے کہ ہم یہاں سے اور طرف نکل جائیں اور پہاڑوں اور میدانوں میں پناہ گزیں ہوں۔ پھر انھوں نے مع زن و فرزند و دولت جلولہ کی طرف رخ کیا اور عرب ان کے عقب سے داخل مدائن ہوئے جو کچھ پایا خوب لوٹا۔ بیان کرتے ہیں کہ کافور کا ایک ڈھیر ہاتھ آیا جسے عرب نمک سمجھے۔ اور کہتے تھے ہم نے برا نمک دیکر اچھا نمک خریدا ہے۔ ایک عرب کو دو سونے کے پیالے ملے اس نے آواز لگائی کہ کوئی ہے جو ان دو زرد رنگ پیالوں کے عوض سفید جام دے۔ ایک اور عرب نے اسی وقت ایک چاندی کے پیالے کو بطور قیمت ادا کرکے وہ دونوں سونے کے پیالے خرید لئے۔

الغرض سعد بن وقاص نے مدائن میں قیام کیا اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ عمر کے پاس بھیجا اور تمام کیفیت لکھ دی۔ اور عمر بن معدی کرب کی بہت کچھ تعریف کی یہ خط مع مال غنیمت عمر کو دیکر جانب مدینہ روانہ کیا۔ جب عمر مدینہ میں پہنچا تو سعد کا خط عمر خطاب کے حوالہ کیا آپ نے عمر بن معدی کرب کی تعریف کو پڑھ کر پوچھا۔ سعد کا کیا رنگ ہے اور وہ دوسرے لوگوں سے کس طرح پیش آتا ہے اس نے کہا وہ لشکریوں کا باپ ہے۔ اور معاش کے کام کو عمدہ طور پر انجام دے رہا ہے۔ مشکل میں ذرا نہیں گھبراتا وہ ایسا ہے جیسا ایک عرب اپنے لباس میں یا شیر اپنے جنگل میں اور نبطی جوان اپنی ریاست میں وہ لوٹ کے مال کو مساوی حصوں میں تقسیم کرتا ہے منصفانہ حکم جاری کرتا ہے اور لشکر سے باقاعدہ کام لیتا ہے آپ نے فرمایا وہ تیری تعریف لکھتا ہے اور تو اس کی توصیف بیان کرتا ہے۔

اس کے بعد عمر بن خطاب نے سعد بن وقاص کو خط کا جواب لکھا کہ کچھ عرصہ مدائن میں ٹھیرا رہے اور کسی دوسرے مقام کی طرف حرکت نہ کرنا اور جس لشکر کو ابوعبیدہ نے مدد کی غرض سے بھیجا تھا اسے واپس کردے کیونکہ رومی فوجوں نے اپنے مقام سے کوچ کرکے حمص میں قیام کیا ہے اور جمعیت فراہم کی ہے جب تک تجھ کو شام کی طرف سے کوئی اطلاع نہ

ملے مدائن ہی میں مقیم رہو۔ سعد نے خلیفہ کے حسب الحکم مدائن میں قیام کردیا اور جو فوج شام سے آئی تھی اسے واپس بھیج دیا۔

۱۴ھ

فتح شام اور تسخیر حمص

جب عمر بن الخطاب کے حکم سے عربی فوج نے عجمیوں کی جنگ سے ہاتھ روک لیا اور رومیوں کے ساتھ نبرد آزمائی کی نوبت آئی۔ ابو عبیدہ بن الجراح متردد تھا کہ بیت المقدس کی طرف بڑھے یا ہرقل پر حملہ آور ہو اس نے عمر کو خط لکھا کہ ان چند مہینوں کے عرصے میں اجازت جنگ نہ ہونے کے سبب اہالیان لشکر عیش و آرام میں پڑ گئے ہیں اور بعض شراب نوشی کی طرف راغب ہو کر اسے اچھا سمجھتے ہیں ایسے لوگوں کی نسبت کیا حکم ہے۔ عمر بن خطاب اس خط کو پڑھ کر متفکر ہو گئے کہ کیا جواب دیں حضرت علی علیہ السلام سے دریافت کیا مسلمان اپنے آپ کو شراب سے نہیں روکتے اور حد شرعی کو خاطر میں نہیں لاتے اسے خفیف امر تصور کرتے ہیں حضرت نے فرمایا **ان السکران اذا سکر ھذی و اذا ھذی افتری و اذا افتری و زلہ ثمانون** یعنی اب شراب نوشی کی سزا اسی درے مقرر ہو گئی تو عمر خطاب نے ابو عبیدہ کے جواب میں لکھا کہ سب کو جمع کرکے یہ احکام سنا دے کہ شاید شراب خوری ترک کردیں اور آئندہ کے لیے توبہ اور عہد کر لیں۔

جب یہ خط پہنچا تو ابو عبیدہ نے تمام مجمع کے روبرو پڑھ کر سنایا اور کہا سفر کی تیاری کر لو۔ میں یہاں سے حلب جاؤں گا۔ اور اس کے فتح کرنے کے بعد انطاکیہ کا عزم ہے کہ ہرقل سے معرکہ آرا ہوں سب نے کہا ہم آپ کے حکم کی تعمیل کے لیے حاضر ہیں۔ اسی وقت ابو عبیدہ نے عامر بن صفوان بن عامر الاسلمی کو اپنا نائب قرار دے کر دمشق میں چھوڑا اور پانچ سو سواروں کا دستہ اس کے حوالے کیا۔ خود دمشق سے باہر نکل کر خیمے لگائے اور پھر بقاع اور بلدہ کی طرف کوچ کیا وہاں پہنچ کر فوج کو قلعہ کے گرد ڈال دیا اور حکم دیا کہ محاصرہ میں سختی کریں کوئی بھی شے تھوڑی یا بہت حمص کے حصار کے اندر نہ جانے دیں۔ حصار کے لوگ تنگ حال ہو گئے کھانا تک نہ رہا جب زیادہ سختی گزرنے لگی باہر نکلے اور لڑائی شروع کر دی۔ خالد بن ولید نے شرقی دروازہ کی طرف سے ابو عبیدہ نے غربی دروازہ کی سمت سے حملہ کیا۔ اور مخالفین کی بہت سے جمعیت قتل کر ڈالی اہل حمص یہ حال دیکھ کر حصار کے اندر چلے گئے اور دروازہ بند کرکے پناہ گیر ہو گئے۔ ان کے دلوں میں اس قدر ہیبت سما گئی تھی کہ وہ رات بہ مشکل تمام بسر کی۔ علی الصبح ابو عبیدہ کے پاس قاصد بھیجا کہ مصالحت کر لیں۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ ستر ہزار دینار نقد حوالے کرے اور ہر سال فی کس چار دینار جزیہ دینا قبول کریں اور جس وقت مسلمانوں کا عامل ان کے پاس پہنچا کرے تو اس کو تعظیم اور تکریم کے ساتھ ایک رات مہمان رکھا کریں اور مسلمان بھی ان کے ساتھ رعایت کریں گے۔ طرفین سے ان امور پر رضا مندی ہو گئی اور ایک عہد نامہ لکھا گیا جس پر نمائندہ لوگوں کے دستخط بھی ہو گئے اس کے بعد حصار کے دروازے کھل گئے اور مسلمانوں اندر داخل ہو گئے اور باہم امن و اطمینان سے رہنے لگے ابو عبیدہ نے حمص کے حصار میں قیام کیا اور فوجوں کو لوٹ مار کرنے کی غرض سے ہر سمت بھیجا دیا۔ پھر امیر المومنین کی خدمت میں اس مضمون کا خط لکھا کہ سلام و نیاز اور مراسم کے بعد معلوم ہو کہ حمص جو شام کے شہروں میں سے ایک شہر ہے اور جس کا خراج اور دیگر فوائد بے شمار ہیں اہل اسلام نے فتح کر لیا ہے اور کیفیت یہ ہے کہ ہم نے حمص کے قریب پہنچ کر اول اس کا محاصرہ کر لیا، آخر کار اس مستحکم قلعہ کی جمعیت نے باہر نکل کر جنگ کی بڑی سخت لڑائی ہوئی ہم نے

جماعت کثیر کو قتل کر دیا باقی بھاگ کر قلعہ میں پناہ گیر ہوئے اور دروازے بند کر لیے دوسرے دن انہوں نے صلح کا پیغام بھیجا میں نے شرائط مفصلہ ذیل پر صلح منظور کر لی کہ ستر ہزار دینار نقد حوالہ کریں اور ہر شخص چار دینار سالانہ جزیہ دیا کرے اس عہد نامہ پر اکابران قوم کے دستخط ہو کر صلح پختہ ہو گئی ہے۔ اب زر مصالحت کا پانچواں حصہ بھیجا جا رہا ہے اور جو کچھ کہ میں نے امیر المومنین کی خدمت میں عرض کیا ہے اس کا خیال رہے۔ فضل باری تعالیٰ سے امید ہے کہ لشکر اسلام کو اب روز بروز فتح حاصل ہوتی جائے گی۔ اور مومن ہی فتح یاب ہوں گے۔ فقط و السلام۔
جب یہ خط امیر المومنین کی خدمت میں پہنچا تو بہت بڑی خوشی منائی گئی اس فتح یابی اور مال غنیمت کے لیے شکر الٰہی بجا لائے تمام مسلمان شاد شاد ہو گئے اور خدا کا شکر کرتے تھے۔ امیر المومنین نے ابو عبیدہ کے خط کا جواب لکھا کہ حمد و ثناء اور درود محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو عبیدہ کو واضح ہو کہ خط پہنچا اور مسلمانوں کی فتح مندی پر شکر الٰہی ادا کیا گیا۔ اور تمام احوال مندرجہ سے کہ ہر سمت کو اس غرض سے فوج بھیج جا رہی ہے کہ کافروں کا مال و متاع لوٹ لائیں اور ان کے زن و فرزند کو گرفتار کر لائیں تاکہ وہ اسلام کو قبول کریں یا جزیہ دینا اختیار کریں' آگاہی حاصل ہوئی۔ میرے رائے میں یہ امر مناسب ہو گا کہ ابھی فوجوں کو اپنے پاس سے علیحدہ نہ ہونے دے۔ اور حمص میں قیام رکھے۔ زیادہ سلام۔
اس خط کے پہنچتے ہی ابو عبیدہ نے خلیفہ کے فرمان کی تعمیل کی۔ جن امیروں اور سرداروں کو ادھر ادھر بھیج رکھا تھا اپنے پاس واپس بلا لیا۔ اور شہر حمص میں قیام کیا۔

اسلامی افواج کے مقابلہ کے لیے رومی لشکر کا اجتماع

جب مسلمانوں نے شہر حمص کو فتح کر لیا تو وہاں کے شکست خوردہ بطریق بھاگ کر روم کے بادشاہ ہرقل کے پاس آئے۔ ہرقل اس وقت انطاکیہ میں تھا اپنے قبضے سے شہر حمص کے نکل جانے کا حال سن کر نہایت غمگین ہوا۔ اور کہا مجھ سے ان عربوں کا حال بیان کرو کیا وہ تم جیسے نہیں ہیں یا تمہاری تعداد ان سے زیادہ نہیں ہے۔ جواب دیا ہاں یہ سب سچ ہے کہ وہ ہم جیسے آدمی ہیں اور شمار میں بھی ہم ان سے زیادہ ہیں۔ ہرقل نے کہا پھر تم ان کے سامنے سے کیوں بھاگ نکلتے ہو۔ ایک بوڑھے عقل مند نے جواب دیا کہ اے بادشاہ میری سمجھ میں ایک بات آتی ہے اگر حکم دے تو عرض کروں۔ ہرقل نے کہا بیان کر بڈھے نے کہا اہل عرب نیکو کار آدمی ہیں اور ہم ان کے برخلاف بدکار اور اصلاح کے محتاج ہیں۔ ہم فسادی ہیں وہ پاکباز اور ہم فاجر جب ہم ان پر حملہ کرتے ہیں تو وہ قدم جمائے رہتے ہیں اور جس وقت وہ ہم پر حملہ کرتے ہیں تو ہمارے پاؤں اکھڑ جاتے ہیں۔ ہرقل نے کہا مجھے اس بات سے بڑی حیرت ہے کہ جب ان سے تم بہت زیادہ بھی ہو اور اسلحہ وغیرہ میں بھی بڑھے ہوئے ہو پھر کیوں نہیں جیتتے بوڑھے نے جواب دیا کہ ان لوگوں کے عمل ہمارے اعمال سے زیادہ فضیلت رکھتے ہیں وہ دن میں روزہ رکھتے ہیں اور رات میں نمازیں پڑھتے ہیں اقرار کے پورا کرنے والے ہیں حکم الٰہی پر چلنا اور ممنوعات سے بچنا ان کے افعال و اعمال کا خاص حصہ ہے۔ ہم عوام پر جبر کرتے قول کے پابند نہیں۔ شراب کے عادی۔ گناہ ہمارا وطیرہ ہے اور خدا کو ناراض کرتے ہیں۔ ہرقل نے کہا جو کچھ کہ تو نے کہا بالکل سچ ہے۔ اور بہت کم آدمی ہیں جو تیری جیسی سچ بات کہہ گزرتے ہیں۔ اب میری یہ رائے ہے کہ خاص و عام سمیت اس شہر سے نکل جاؤں اور کسی دوسرے شہر میں سکونت اختیار کروں کیونکہ مجھے تم لوگوں کے ساتھ رہنے میں اپنی خیر نظر نہیں آتی۔ تم خراب کام اور بری حرکتیں کرتے ہو۔ بوڑھے نے کہا اے بادشاہ شام جیسے علاقہ کو جو دنیا کی بہشت اور جہان کا خلاصہ ہے ایسی حالت میں کہ

یہاں ابھی تک کوئی جنگ نہیں ہوئی نہ دشمن کا قدم ہی اس جگہ تک آیا ہے چھوڑ جانا مناسب نہیں۔ ہرقل نے کہا اے بوڑھے ہم دشمن سے مختلف مقاموں پر لڑے۔ تدمر، جنادین۔ بعلبک، دمشق، فحل، اردن اور بلقاء پر مقابلے ہوئے لیکن ہر جگہ انہی لوگوں کو فتح حاصل ہوئی۔ اب شہر حمص بھی جو روم کا دار الحکومت تھا ہم سے چھین لیا۔ بوڑھے نے جواب دیا یہ تقدیری باتیں ہیں ان کے سبب سے دل نہیں چھوڑنا چاہیے لڑائیوں میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے کبھی شکست کبھی فتح۔ تم کو اپنا کام درست کرنا چاہیے۔ لازم ہے کہ فرمان جاری کرو اور اطراف ملک سے تجربہ کار بہادر تجربہ کار سپاہیوں کو فراہم کرو اور عربوں سے لڑنے کے لیے چیدہ چیدہ بہادر بھیجو اللہ نے چاہا تو فتح یاب ہو گے اور انہیں اپنے ملک سے نکال دو گے۔ اگر الٹا معاملہ ہوا اور دشمن غالب آ گیا تو اس وقت ملک ان کے حوالہ کر دینا بہ امر مجبوری ہو گا۔ اور پھر کوئی شخص تجھ کو ملامت نہ کرے گا۔ ہرقل کو بوڑھے کی نصیحت پسند آئی۔ تیز رو قاصد ہر طرف کو دوڑا دیے اور تمام حاکموں سرداروں اور امراء دولت کو لکھ دیا کہ فی الفور سپاہی فراہم کرکے حضور والا میں روانہ کریں۔ تھوڑے ہی عرصہ میں بے شمار فوجیں فراہم ہو گئیں۔ جن میں بڑے بڑے بہادر اور نامور لوگ شامل تھے۔ ہرقل نے اپنے وزیر مسمی ہامان کو طلب کیا گرانبہا خلعت بخشا اور تین لاکھ دینار نقد بطور انعام دے کر ایک لاکھ فوج کا افسر مقرر کیا اسی طرح دوسرے وزیر کو بھی بلایا انعام و اکرام دے کر ایک لاکھ سپاہ پر مامور کیا اور ان سب پر وزیر اعظم مقرر کرکے حکم دیا کہ وزیر اعظم کا حکم مانیں۔ باقی فوج اپنے پاس رکھی۔ پھر فوج کے سرداروں اور امیروں کی طرف مخاطب ہو کر کہا تم دیکھ رہے ہو اور جانتے ہو کہ عربی فوجوں نے ہم پر کیسا غلبہ کیا۔ شہر چھین لیے ہیں اور اب ہمارے طرف آ رہے ہیں۔ ہمارے زن و فرزند اور مال و دولت کی لوٹ کے لالچ سے وہ چاہتے ہیں کہ سب کو باندھ لے جائیں اور اپنے کام میں لائیں۔ لازم ہے کہ اب کی دفعہ خوب ہی جان توڑ کر مقابلہ کرو اور ان کو اچھی طرح سزا دو۔ اگر ذرا بھی سستی اور بزدلی اختیار کرو گے تو بعینہ وہی حال ہو گا کہ جس کا میں نے ذکر کیا ہے سب نے دل سے قبول کیا اور وعدہ کیا کہ خوب مردانہ جنگ کریں گے۔ مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر رومی فوجوں کی تیاری اور فراہمی کی خبر سنتے ہی ابو عبیدہ نے اپنے سرداران لشکر کو جمع کیا اور مشورہ کیا۔ سب نے کہا ہم تھوڑے اور دشمن بے شمار اور ہمارے اہل و عیال بھی دشمن کے ملک میں موجود ہیں۔ یہ بات مناسب معلوم ہوتی ہے کہ ہم اپنے بال بچوں کو حمص سے دمشق پہنچا دیں کیونکہ یہاں کے باشندوں کی نسبت وہاں کے لوگ پر زیادہ بھروسہ ہے وہاں پہنچ کر اپنی مضبوطی کر لیں اور خلیفہ کو اطلاع دیں۔ اگر دشمن نے اس قدر توقف کیا کہ امیر المومنین عمر کے پاس سے جواب اور مدد آ جائے تو گویا مراد بر آئی ورنہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرکے خود ہی معرکہ آراء ہوں گے اور فتح اللہ کی طرف سے ہے پس اس اصلاح کے مطابق حمص سے کوچ کرکے مع زن و فرزند دمشق میں چلے آئے۔ ابو عبیدہ نے عمر کے نام خط لکھا جس کا مضمون یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم دعا و ثناء کے بعد امیر المومنین کو معلوم ہو کہ انطاکیہ سے جاسوس خبر لایا ہے کہ روم کے بادشاہ ہرقل نے بے شمار جمعیت فراہم کرکے سامان جنگ سے آراستہ کیا ہے کہ کسی بادشاہ کو یہ شوکت نصیب نہیں ہوئی اب وہ ہم سے لڑنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ آج کل ہی میں حملہ کیا چاہتا ہے ہم کو اندیشہ ہے کہ اگرچہ حمص کا قلعہ نہایت مضبوط ہے لیکن بایں وجہ کہ وہاں کے باشندوں پر زیادہ اعتماد نہیں ہو سکتا اور اس بے شمار جماعت سے مقابلہ کی طاقت نہیں تھی وہاں رہنا مناسب نہ سمجھ کر اہل و عیال سمیت دمشق میں چلے آئے ہیں اور صورت حال سے امیر المومنین کو اطلاع دیتے ہیں اس معاملہ میں جو حکم مناسب ہو صادر فرمایا جائے۔

عمر نے ابو عبیدہ کا خط لے کر کھولا اور پڑھا تو بشرۂ مبارک سے آثار رنج و ملال ظاہر ہوئے اور فرمایا کہ خدا نے مسلمانوں کو

پے در پے کئی فتوحات عطا کی ہیں لوٹ میں بہت سا مال و متاع ہاتھ آیا ہے یہ بات مناسب نہ تھی کہ بغیر جنگ کئے دشمن کے سامنے سے پیچھے ہٹ آئے کیونکہ اس بات کا بڑا اندیشہ ہے کہ دشمن ہمارے دمشق میں چلے آنے کو ہماری کمزوری سمجھ کر زیادہ دلیر بن جائیں گے۔ دوستوں نے کہا اے امیر المومنین دیکھنے والے ہی خوب جانتے ہیں کہ دور بیٹھنے والے ایسے واقف نہیں ہو سکتے۔ اس دفعہ ہرقل نے اس قدر جمعیت بہم پہنچائی کہ پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اور نہ کسی اور بادشاہ کو نصیب ہوئی ہے۔ اس وقت یہی مناسب ہے کہ امیر المومنین ایک زبردست فوج بھیج کر ان کو مدد دے۔ امید ہے کہ اس دفعہ بھی اگر ہمیں فتح نصیب ہوئی تو تمام ملک روم مسلمانوں کے ہاتھ آ جائے گا اور کافر ایسے نیست و نابود ہو جائیں جیسے عاد و ثمود ہلاک ہوئے تھے امیر المومنین نے کہا اے دوستو خوش ہو جاؤ اللہ جل شانہ اپنے بندوں کا مددگار ہے وہی انشاء اللہ اس کام کو انجا دے گا جس سے تمام مسلان بشاش ہو جائیں گے۔ پھر ابو عبیدہ کی مدد کے لیے عامر بن خدیم کی ہمراہی میں تین ہزار نامور بہادر مہاجرین اور انصار دے کر کہا کہ اسی وقت شہر سے نکل جاؤ۔ عامر نے قبول کیا اور فی الفور شہر سے باہر خیمے لگا لیے۔ اور اس کے بعد امیر المومنین نے عبیدہ کے خط کا جواب لکھا کہ دعا و سلام کے بعد ابو عبیدہ کو واضح ہو کہ تمہارا خط پہنچا۔ مضمون معلوم ہوا کہ حمص جیسے پر نعمت شہر کو جسے اللہ تعالی نے تم کو بخشا تھا چھوڑ کر دمشق میں چلے آنا میرے رنج و فسوں کا باعث ہوا ہے۔ اور مجھ کو یہ کام بہت ناگوار گزرا ہے۔ لیکن میں یقینی طور پر سمجھتا ہوں کہ تجربہ کار اور سمجھ دار اشخاص نے ازروئے صلاح و مشورہ اسی کام کو مناسب اور مفید سمجھا ہو گا اور جس مہم کو وہ فکر و تامل اور مشورہ سے انجام دیں گے ضرور اس میں کامیاب ہوں گے اور اس کا نتیجہ ہر طرح نیک اور بہتر ہو گا ارو جو مدد طلب کی تھی اس کو میں منظور کرتا ہوں۔ عامر بن خدیم کو لشکر جرار کے ساتھ مدد کے لیے بھیجتا ہوں وہ اس خط سے پہلے تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔ اس دفعہ دشمنوں کی کثرت اور رومی فوجوں کی زیادتی کی نسبت جو کچھ لکھا ہے اس کے لئے شکستہ خاطر نہ ہونا چاہیے کیونکہ فتح اور نصرت لشکروں کی زیادتی پر منحصر نہیں ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ تھوڑی جمعیت نے بڑے لشکروں کو شکست دے کر پریشان کر رکھا ہے۔ اللہ تعالی کی عنایتوں پر بھروسہ رکھو وہی اچھا مالک اور سچا مددگار ہے۔

جب عمر کا یہ خط ابو عبیدہ کو ملا وہ دمشق میں تھا۔ پڑھتے ہی دل بڑھ گیا دمشق کی موجودہ فوجوں کا شمار کیا گیا سب ۳۷ ہزار آدمی تھے۔ اور عامر بن خدیم کے پہنچنے پر جس کو امیر المومنین نے مدد کے لیے بھیجا تھا۔ ۴۰ ہزار جوان ہو گئے۔ ابو عبیدہ نے عمر عاص کو بلایا اور چار ہزار سورا دے کر کہا کہ اردن روانہ ہو جاؤ اور وہاں پہنچ کر قیام کرو اور جہاں تک ہو سکے کفار کو اسلامی لشکر سے ڈراؤ۔ اسی اثناء میں ابو عبیدہ کو خبر ملی کہ ہرقل کا وزیر ہامان ایک لاکھ فوج لے کر حمص میں داخل ہو گیا اور اہل شہر کو بہت ملامت کی اور سخت سست کہا کہ ایسے مضبوط شہر کو مسلمانوں کے حوالہ کیوں کر دیا تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم سے شہر کی حفاظت ناممکن ہو گئی تھی اور نہ ہم عربوں سے جنگ کرنے کی طاقت رکھتے تھے تم بادشاہ اور امیر وزیر ہونے کے سبب اس ملامت کے زیادہ حقدار ہو کیونکہ ان کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگ نکلے اور ہم کو چھوڑ گئے ہماری کچھ مدد نہ کی۔ حسب ضرورت ہم نے ان سے صلح کر لی۔ روپیہ دے کر اپنے اہل و عیال اور اسباب اور جانوں کو بچایا۔ پھر خبر آئی کہ ایک اور سردار ایک لاکھ جوان لے کر یرموک کے متصل خیمہ زن ہوا ہے۔ ہامان اپنی جمعیت کے ساتھ نکل کر دوسرے سرداروں کے ساتھ آ ملا۔ سب کی فوجیں مل ملا کر چار لاکھ ہو گئیں۔ مسلمانوں کو اس خبر سے اضطراب پیدا ہوا۔ اور نتیجہ کو سوچنے لگے اور حیران تھے۔ ابو عبیدہ نے فوراً امیر المومنین کے نام خط لکھا سب کیفیت درج کی اور ایک تیز رفتار قاصد کو دے کر شدید تاکید کر دی کہ اثناء راہ میں کسی بستی میں نہ ٹھہرے اور بہت جلدی جائے خط کا مطلب یہ تھا کہ دعا اور خدمت گزاری کی رسموں کے بعد امیر المومنین آگاہ ہو کہ رومی فوجیں تمام خشکی اور تری' میدان اور پہاڑوں

میں پھیلی پڑی ہیں یہاں تک کہ رہبان اور ترسا قوم کے زاہد تک اور وہ سب لوگ جو ان کے دین پر ہیں اور ہتھیار چلا سکتے ہیں امنڈ آئے ہیں اور وہ عرب بھی جنہوں نے مذہب ترسا اختیار کر رکھا ہے۔ سب کے سب اس مقام پر جسے آپ یرموک کہتے ہیں ٹیں جمع ہو گئے ہیں ان کا شمار چار لاکھ سوار اور پیدل ہے۔ اسلحہ اور شوکت بہت زیادہ ہے اگر ممکن ہو ہمارے لیے امداد روانہ کی جائے ورنہ قریب ہے کہ مسلمانوں کو سخت صدمہ پہنچے اور ایک آدمی بھی جانبر نہ ہو سکے۔ بہت ہی سخت مہم آ پڑی ہے اور اس قدر کثیر فوجیں ہم پر حملہ کیا چاتی ہیں' اللہ تعالی اپنے فرشتوں سے ہمارے مدد کرے اور اپنے فضل و کرم سے ہماری امداد کو پہنچے۔ امیر المومنین ابو عبیدہ کا یہ خط پڑھتے ہی بہت متفکر ہوئے رنج کو ضبط نہ کر سکے اور با آواز بلند روئے اور اشخاص نے بھی رونے کا آپ کا برابر ساتھ دیا۔ اور کہنے لگے اے امیر المومنین ہمیں اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے جانے دو کیونکہ اگر کفار نے ان پر قابو پا لیا تو پھر ان کے بغیر ہماری زندگی ہیچ ہے اور ہمارے جینے کا نہ لطف ہے نہ آرام و راحت کی صورت۔ عمر اس امر کے بارے میں فکر مند تھے کہ کیا کیا جائے آخر کار رائے مبارک میں یہ بات قرار پائی کہ جہاد کا ارادہ کر کے اپنی ذات سے مسلمانوں کی امداد کریں۔ بزرگوں کی ایک جماعت نے مشورہ کیا کہ ایک فوج مرتب کر کے مدد کے لیے بھیجی جائے۔ مگر بایںوجہ کہ کفار کا لشکر قریب تھا اور صرف تین دن کا راستہ درمیان میں تھا کہا افسوس افسوس کس طرح ان تک مدد پہنچائی جائے۔

پھر ابو عبیدہ کے خط کا جواب لکھا اور وہ یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم سلام اور درود کے بعد ابو عبیدہ کو یہ معلوم ہو کہ تیرا خط وصول ہو کر حال معلوم ہوا اور لشکر کفار کا سلطنت روم کے ہر گوشے سے جمع ہونا یہاں تک کہ قسیسوں اور جتی لوگوں اور شہریوں کا ہجوم کرنا معرض اطلاع میں آیا۔ اللہ تعالی کو قسیسوں اور جتی لوگوں کا حال معلوم تھا اس لیے ہمارے پیغمبرؐ کو ہمارے پاس بھیجا اور اس کو فتح و نصرت سے ممتاز فرمایا۔ کفار کے دل میں آپ کا رعب پیدا کیا اسی امر میں یہ وحی نازل ہوئی۔ هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین كله و لو كره المشركون یعنی اللہ تعالی وعدہ سے تجاوز نہیں کرتا۔ اے ابو عبیدہ خوب یاد رکھ کہ کوئی تکلیف اور مصیبت ایسی نہیں کہ جس کے بعد خوشی اور راحت نصیب نہیں ہوتی۔ دشمنوں کی کثرت سے نہیں ڈرنا چاہیے خدا ان سے بیزار ہے۔ اور خدا جس سے بے زار ہوتا ہے اس کا پھر کوئی مددگار نہیں بنتا اور جس کو اللہ تعالی کی طرف سے مدد نہ ملے وہ برباد ہونے والا ہے اور برباد ہونے والوں سے کیا ڈرنا۔ مسلمانوں کی کمی اور کفار کی زیادتی سے نہ گھبرا جس کا اللہ نگہبان ہو اسے کسی کا کیا غم جس جگہ تم نے قیام کیا ہے اسی جگہ ٹھہرے رہو۔ اس خط کے پیچھے ہی پیچھے کمک کو فوج بھیجی جاتی ہے جو قبل از جنگ تمہارے پاس پہنچ جائے گی خط لپیٹ کر ابو عبیدہ کے پاس روانہ کر دیا۔ اور آپ نے منبر پر چڑھ کر عوام سے ابو عبیدہ کی مدد کے لیے کہا۔ اس اپیل پر تین ہزار جوان مستعد ہو گئے۔ صورۃ بن الصامت الانصاری کو ان کا سردار مقرر کر کے شام کی روانگی کا حکم دیا۔ سویدیت رات دن تیزی سے سفر کرتا ہوا اس سے پہلے کہ خلیفہ کا خط ابوعبیدہ کے پاس پہنچے اسلامی فوجوں سے جا ملا۔ تمام اہل اسلام اس کے آنے سے بہت خوش ہو گئے اب کل ۲۷ ہزار عرب تھے۔ ہرقل کے وزیر ہامان کو اسلامی کمک کے آنے کی خبر پہنچی تو ایک قاصد بھیج کر درخواست کی کہ کسی عقل مند اور معتبر شخص کو ہمارے پاس بھیجو جس سے لڑائی اور صلح کے بارے میں کچھ گفتگو کی جائے۔ اور اس امر میں جو کچھ کہنا ہو کہا جائے۔ ابو عبیدہ نے خالد سے کہا اس کام کے لیے نیک بختی کے ساتھ تجھے جانا چاہیے۔ دیکھ ان کا کیا خیال ہے اور جواب میں جو کچھ مناسب ہو بجا لاؤ۔ اور واپس آ کر صورت حال سے مجھے مطلع کر۔ خالد نے کہا نماز کا وقت ہے پھر قاصد سے کہا ٹھہر میں نماز پڑھ لوں پھر چلوں گا۔ قاصد مسلمانوں کے پاس بیٹھ گیا اور ان کی جانب دیکھتا رہا اور یہ معلوم کر کے کہ وہ کیسے اچھے طریقے سے نماز پڑھتے ہیں خدا سے دعا مانگتے ہیں اور

اس کی درگاہ میں گریہ و زاری کے ساتھ توبہ کرتے اور مغفرت چاہتے ہیں بہت متعجب ہوا اور اس کا دل اسلام کی طرف مائل ہوا۔ ابو عبیدہ سے کہا میں چاہتا ہوں کہ مجھے مسلمان بنا لو میں تمہارے پیغمبرؐ کا دین قبول کرتا ہوں۔ مجھے بتاؤ کیا تم سب ایک ہی ساتھ مسلمان ہوئے ہو؟ ابو عبیدہ نے کہا ہم میں سے کچھ نے اس وقت دین اسلام اختیار کیا جس وقت کہ ہمارے پیغمبرؐ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خدا کی طرف بلاتے تھے اور بہت سے حضرت پیغمبر کی وفات کے بعد ایمان لائے ہیں۔ رومی نے پوچھا کیا تمہارے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی اور پیغمبر پیدا ہو گا۔ جواب میں کہا کہ نہیں بلکہ فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو میرے آنے کی خوشخبری دی ہے۔ رومی نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت عیسی نے انجیل میں اس بات کی بشارت دی ہے کہ میرے بعد ایک پیغمبر پیدا ہو گا جو لال بالوں والے اونٹ پر سوار ہوا کرے گا۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ تمہارا پیغمبر ہی ہے لیکن مجھے بتاؤ کہ تم عیسیٰ بن مریم کے حق میں کیا کہتے ہو ابو عبیدہ نے کہا ہم وہی کہتے ہیں جو خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ **ان مثل عیسی عند اللہ کمثل ادم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون** اور ہمارے پیغمبرؐ نے ہم کو بذریعہ وحی اطلاع دی ہے **قل یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم و لا تقولوا علی اللہ الا الحق** اور نیز **یستنکف المسیح ان یکون عند اللہ و الملئکۃ المقربون** تک پڑھ کر سنایا۔ رومی نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ تمہارا پیغمبر سچا ہے اور تمہاری قوم بھی سچی ہے اور سچے راستے پر ہے۔ اگر میں مسلمان ہو جاؤں اور تمہارے ساتھ ہو کر جہاد کروں تو کیا تم مجھے بہشت دلوانے کے ضامن ہو سکتے ہو۔ ابو عبیدہ نے پوچھا تو بہشت کو جانتا ہے کہا کیوں نہیں حضرت عیسی نے اس کی تعریف کی ہے اور انجیل میں اس کا حال درج ہے ابو عبیدہ نے کہا اگر تو کلمہ شہادت پڑھ کر نماز روزہ ادا کرے گا اور جہاد میں شریک ہو کر مر جائے گا اور واپس نہ جائے گا تو کل جب ہمارا قاصد ان کے پاس پہنچے گا وہ بھی تیرے عوض اسے روک لیں گے۔ اور واپس نہ آنے دیں گے۔ مناسب ہے کہ تو خیریت سے چلا جا اور اس وقت تک اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھ کہ ہمارا قاصد جا کر حالات سن لے اور ہم کو معلوم ہو جائے کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ اور کیا بات قرار پاتی ہے جب ہمارا قاصد واپس آ جائے گا تو پھر ہم کو تجھ سے زیادہ اور کوئی عزیز اور پیارا نہیں ہو گا۔ رومی نے کہا تم بالکل ٹھیک کہتے ہو اور یہی تدبیر اچھی ہے۔ چلا گیا اور ہامان کے پاس پہنچ کر کہا میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ کل خالد بن ولید کو تمہارے پاس روانہ کریں گے وہ تمہاری باتیں سنے گا اور ہمارے کہہ سنائے گا۔

رومیوں کے لشکر گاہ میں خالد بن ولید کا پہنچنا اور ہامان سے گفتگو

خالد بن ولید نے رومیوں کے لشکر گاہ میں جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اور حکم دیا کہ اس کا لال خیمہ جو تین سو درم کا خریدا گیا تھا باہر نکالیں اور رومیوں کے لشکر گاہ کے قریب نصب کریں۔ پھر خالد اور میسرہ بن مسروق عیسیٰ ہمراہ نکل کر اس خیمے میں آ بیٹھے۔ اور دروازہ پر غلاموں کا پہرہ کھڑا ہو گیا ہامان کے حکم سے اس کے گرد بھی دس مسلح جوان صف باندھے کھڑے ہو گئے۔ ہر ایک کے بدن پر زرہ سر پر خود ہاتھوں میں دستانے اور تلواریں لٹکا رکھی تھیں، آنکھ کے سوا اور کوئی عضو نظر نہیں آتا تھا۔ ہامان زریں کرسی پر متمکن سر پر سنہری تاج جواہر نگار رکھا۔ فرش بھی بہت بیش قیمت بچھایا۔ اور دیبا کے تکیے لگائے دائیں بائیں جانب رومی غلام سنہری اور روپہلی عصا ہاتھوں میں لے کر کھڑے ہو گئے اس وقت آدمی بھیج کر خالد کو طلب کیا۔ خالد اپنے خیمے سے نکلا اس کی شمشیر زمین پر خط کھینچتی جا رہی تھی۔ اور بائیں جانب میسرہ بن مسروق تھا۔ خالد دراز قد اور بڑے رعب داب کا خوبرو اور شکیل جوان تھا ہر شخص اس کی طرف نظر بھر کر دیکھنے سے ڈرتا تھا۔

ہامان اسے آتا دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور بڑے اعزاز و اکرام سے اپنے قریب بٹھایا اور اس کے پہلو میں میسرہ بن مسروق کو جگہ دی۔ ہامان نے خالد سے پوچھا تمہارے ساتھ یہ کون شخص آیا ہے خالد نے جواب دیا میرا ایک بھائی ہے اپنے معاملات میں مشورہ کے لیے ساتھ لایا ہوں۔ ہامان عربی زبان خوب جانتا تھا۔ اور اس زبان کی لغت سے بھی واقف تھا۔ بولا اے خالد میں نے تم کو تمام اہل عرب میں سے اس لیے طلب کیا ہے کہ تم عالی نسب اور بڑے خاندان سے ہو اور میں نے سنا ہے کہ نہایت عقل مند اور صائب الرائے ہو۔ عقلمند آدمی کے ساتھ ہر ایک معاملہ بہ سہولت طے ہو جاتا ہے وہ قابل اعتماد ہوتا ہے اور اس کی ذات سے نفع بخش باتیں معلوم ہو سکتی ہیں۔ خالد نے کہا ہمارے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا ہے۔ انّ حسب الرجل دینہ و من لا دین لہ فلا حسب یعنی مرد کا حسب دین ہے اور جو بے دین ہے اس کا کچھ حسب نہیں۔ میری کاملیت عقل کی نسبت جو کچھ تم نے سنا ہے اور بیان کیا ہے شکر خدا کہ ایسا ہی ہے۔ عقل کی عطا خدا کی طرف سے ہے اپنے بندوں پر بے انتہا احسان ہے ہمارے پیغمبر محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ فرمایا اللہ اپنی تخلیق کردہ چیزوں سے عقل کو سب سے زیادہ دوست رکھتا ہے۔ بندہ عقل ہی کے ذریعے سے اپنے خالق کی عبادت کرتا ہے اور اسی کے وسیلے سے بہشت پاتا ہے جس میں عقل نہ ہو گی وہ بے وفا ہو گا۔ ہامان نے کہا میرے خیال میں تم نہایت ہی عقل مند آدمی ہو۔ کیونکہ وہ شخص اس قسم کا کلام کر سکتا ہے جس میں اعلیٰ درجے کی عقل ہوتی ہے' اور ایسی کامل عقل کے باوجود تمہیں دوسرا شخص ہمراہ لانے کی کیا احتیاج تھی۔ خالد نے جواب دیا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ ہمارے لشکر میں ہزاروں آدمی اس سے مشورہ لینے کے محتاج ہیں۔ کیونکہ یہ شخص بڑا عالم و فاضل اور عقل مند ہے۔ ہامان نے کہا میں اسے ایسا نہیں سمجھتا تھا۔ خالد نے کہا نہیں یہ ایسا ہی ہے۔ ہامان نے کہا سب سے پہلی بات یہ ہے کہ کسی طرح ہم میں اور تم میں دوستی ہو جائے۔ محبت کی بنیاد قائم ہو کر مضبوط سے مضبوط تر ہو جائے۔ خالد نے کہ کیونکر' کس طریق اور کس بنا پر یگانگت اور اتحاد قائم ہو سکتا ہے جب کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے قتل پر کمربستہ ہیں۔ ہامان نے کہا ہے تو ایسا ہی اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ ہم میں اور تم میں کس طرح صلح صفائی ہو سکتی ہے۔ خالد نے کہا اگر منظور الٰہی ہے تو کوئی بات نہیں۔ ہامان نے کہا میں تم سے بے تکلفانہ باتیں کرنی چاہتا ہوں۔ اور عظمت و حشمت کو درمیان سے اٹھائے دیتا ہوں۔ بھائیوں کی طرح باہم گفتگو ہونا چاہیے اور گستاخی و مزاح کے دروازے مفتوح رہنے چاہیں۔ مجھے یہ لال خیمہ جو تمہارے لیے نصب کیا گیا ہے بہت پسند آیا ہے۔ تمہارے لشکر میں اس سے زیادہ خوشنما چیز اور کوئی نہیں ہے میں چاہتا ہوں کہ اسے مجھے دے دو اور معاوضہ میں جو بھی شے تمہیں پسند ہو لے لو۔ خالد نے کہا میں نے وہ خیمہ تم کو دے دیا اور اس کے عوض مجھے کوئی شئے درکار نہیں ہے۔ پھر حکم دیا کہ اس خیمے کو اکھاڑ کر ہامان کے حوالے کر دیں۔ پھر ہامان نے کہا اب ہمیں طرفین کے معاملات کی نسبت گفتگو کرنی چاہیے۔ پہلے میں شروع کروں یا تم بیان کرو گے۔ خالد نے کہا مجھے خوب طرح معلوم ہے کہ تم ہمارے مقصد سے اچھی طرح واقف ہو کیونکہ ہمارا مقصد عیاں ہے اور اب کسی بھی متنفس سے پوشیدہ نہیں رہا ہے۔ تمہارے بادشاہ ہرقل کو ہمارے لڑائیوں کی حقیقت جو غیر قوموں کے ساتھ ہے اچھی طرح معلوم ہے زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں اور مقامات اجنادین' مرج' صفر' دمشق' فلسطین' نخل' حمص اور بعلبک وغیرہ میں ہمارے اور تمہارے لشکروں کے ساتھ جو واقعات گزرے ہیں ظاہر ہیں۔ ہمارا مقصد ہر دفعہ پیش ہو چکا ہے اور تمہارے کانوں تک پہنچ چکا ہے۔ اگر اس کے سوا تمہیں کچھ مزید کہنا ہے تو بیان کرو۔ ہامان نے کہا اس خدائے جلیل کے لیے حمد و ثناء واجب ہے جس نے ہمارے پیغمبرؑ کو سب پیغمبروں سے افضل اور ہمارے بادشاہ کو سب باشاہوں سے برتر اور ہماری قوم کو اور قوموں سے بہتر بنایا ہے۔ خالد نے ہامان کی اس بات کو درمیان سے قطع کر کے کہنا شروع کیا اس بزرگ و برتر خدا کا

شکریہ واجب ہے کہ جس نے ہم کو اپنے اور تمہارے پیغمبرؐ پر ایمان لانے اور اپنی اور تمہاری کتاب کو برحق ماننے کی توفیق کرامت کی۔ اور شکر گزاری ہے اس خدائے جلیل کی جس نے ہم کو ہدایت کی سعادت عطا کی کہ ہم خلقت کو نیکی کا حکم دیں اور بدی سے روکیں اور گناہوں کی مغفرت مانگیں۔ ہم ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں اور کسی کو اس کا شریک نہیں کرتے۔ خالد کی ان باتوں کو سن کر ہامان کا رنگ متغیر ہو گیا اور آثار حزن و ملال اس کے چہرے سے ہویدا ہونے لگے۔ پھر بولا کہ اس خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ جس نے ہم کو سب سے عمدہ نعمتیں عطا کی ہیں اور ہمیں افلاس سے بچا رکھا ہے اور دشمنوں پر فتح یاب کیا ہے اور ہم کو ظالموں سے علیحدہ کر کے ہمارے اہل و عیال کو اپنی پناہ میں لے رکھا ہے۔ اور توفیق شکریہ عطا کی ہے۔ اے امیر آگاہ ہو کہ اب سے پہلے تم میں اور میں ہمسا گی کے حقوق مرعی تھے اور تم ہمارے اچھے ہمسایہ تھے اور ہم بھی تمہارے حقوق کا خیال رکھتے تھے۔ تم پر مہربانی کرتے تھے اور تمہارے ساتھ جملہ عہد و پیمان پورے کرتے تھے تم جہاں چاہتے ہمارے ملکوں میں قیام کرتے تھے اور فارغ البالی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ ہم سمجھتے تھے کہ تم بھی ہمارے ان احسانوں کو نہ بھولے گے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم نے ہمارے تمام احسانوں کو فراموش کر دیا ہے ہماری نعمتوں کے حقوق بالائے طاق رکھ دیئے ہیں اور چڑھائی کر کے آئے ہو اور جنگ و جدل کر کے ہمیں اپنے قدیم وطنوں سے اور پیارے شہروں سے نکال باہر کیا۔ اب پھر آئے ہو اور چاہتے ہو کہ ہمیں بیخ و بنیاد ہی سے ہمیں برباد کر دو اور ہمارے مقامات اپنے تصرف میں لے آؤ۔ تم اس امر سے غافل ہو کہ تم سے پیشتر ایسی بہت سے قومیں گزری ہیں جن کی عظمت و شوکت تم سے بہت زیادہ تھی۔ مگر ان کو یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوا۔ بلکہ بدنصیب اور اسیر و قتل ہو کر پسپا ہوئیں۔ غالباً" تم نے سنا ہی ہو گا کہ اہل ایران نے ہماری سلطنت پر حملہ کیا تھا مگر پھر انہیں کس حال میں واپس بھاگنا پڑا۔ ہماری نگاہوں میں مشرق سے لے کر مغرب تم سے زیادہ حقیر و ذلیل اور کمزور قوم دوسری نہیں تھی۔ کیونکہ تم اونٹوں اور بھیڑوں کے چرواہے تھے۔ بالوں کے کپڑے پہنتے تھے۔ مزیدار کھانے کھا کھا کر اور ریشمی لباس پہن پہن کر لالچی بن گئے کہ ہم سے ہمارا ملک چھین لو اور تمہیں تمہارے خیالات فاسدہ نے آمادہ کر دیا کہ سلطنت روم پر قبضہ کر لو اور ہمیں پریشان کرو۔ لیکن تمہارا یہ خیال بالکل محال ہے اور یہ آرزو بر آنے والی نہیں ہے اگر کسی قرار داد پر صلح کرو اور مال طلب کرو تو کچھ مضائقہ نہیں ہے بلکہ میں طلب سے زیادہ حوالہ کروں گا کہ تم خوش خوش اپنے وطن کو لوٹ جاؤ۔ تمہارے امیر عمر ابن الخطاب کو دس ہزار دینار ابو عبیدہ کو پانچ ہزار دینار تم کو بھی اسی قدر' تمہارے لشکر کے مشہور سرداروں میں سے ایک سو آدمیوں کو ہزار دینار دوں گا۔ سپاہیوں اور لشکریوں کو فی کس ایک سو دینار اور پیدلوں کو فی جوان پچاس دینار حوالہ کروں گا۔ تم ایک عہد نامہ لکھ کر ہمارے حوالہ کر دو کہ یہ مال لے کر اپنی ولایت کو واپس چلے جائیں گے اور پھر کبھی چڑھائی نہ کریں گے۔ ہماری تم سے اسی قدر خواہش ہے اور بس۔ خالد نے کہا الحمد للہ ہامان نے کہا بہت اچھا کلمہ ہے۔ خالد نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ ہامان نے کہا بہت درست ہے۔ خالد نے کہا وحدہ لا شریک لہ' اب ہامان خاموش رہا اور کچھ نہ بولا۔ خالد نے کہا اشہد ان محمد عبدہ و رسولہ ہامان نے کہا میں نہیں جانتا کہ محمدؐ خدا کے رسول ہیں۔ خالد نے کہا تم نے جو کچھ کہا ہے میں نے سب سنا ہے۔ اپنے ہمسایہ عربوں پر مہربانی کرنے اور انعام و اکرام دینے کی نسبت جو کچھ کہا سب سچ ہے تم نے اپنی سلطنت کی بہبودی کے لیے کیا ہو گا جس سے تمہارے ملک کو ترقی حاصل ہوئی ہے انعام و اکرام کے سبب بہت سے اہل عرب تمہارے ملک اور تمہارے مذہب میں داخل ہوئے اور اب تمہارے ساتھ ہو کر ہم سے جنگ کر رہے ہیں مثلاً جبلہ بن الایہم الغسانی مع متعلقین جس کی جنگ ہمارے مقابلے پر تم لوگوں کی نسبت زیادہ سخت ہے۔ بھیڑوں اور اونٹوں کے چرانے کی نسبت جو کچھ کہا ہے یہ کام عقلمندوں کے نزدیک موجب شرم یا باعث ذلت نہیں۔ ہمارے نزدیک وہ

قوم جو اونٹ چراتی اور بکریاں پالتی ہے تمام گروہوں سے افضل اور بہتر ہے۔ بھیڑ بکریوں کے بالوں کے لباس ہمارے لیے باعث ننگ نہیں۔ اور تو نے جس عسرت اور محنت و مشقت میں بسر کرنے طعنہ دیا ہے ہاں اس سے زیادہ سختیوں میں برداشت کرتے تھے۔ ہماری عادتیں اور خصلتیں سب خراب تھیں جوا کھیلتے تھے بتوں کو پوجتے تھے قطع رحم کرتے تھے۔ اولاد کو افلاس کے خوف سے خود ہلاک کر دیتے تھے۔ پتھر اور لکڑی کاٹ کر اور تراش کر بت بناتے تھے پھر اس کو سجدہ کرتے تھے اسی عالم گمراہی اور بے دینی میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر عنایت کی۔ ایک مبارک پیغمبرؐ ہماری ہدایت کے لیے بھیجا اور پاک کتاب نازل ہوئی تاکہ ہم راہ حق اختیار کریں۔ ہمیں ذات الٰہی کی معرفت بخشی کہ وہ قادر مطلق ہے اور دیکھتا ہے نہ اس کے کوئی بیٹا ہے اور نہ بیوی' کوئی اس کا شریک اور مثل نہیں ہے۔ وہ سب سے بے نیاز اور ہم نے اس کی ذات پاک کے سوا اور چیزوں کی عبادت سے نفرت ظاہر کی ہے اور اسی ایک خدا کی عبادت کی طرف ہم راغب ہو گئے جو زندہ ہے اور موت سے مستثنیٰ۔ اس نے حکم دیا ہے کہ جس شخص کا یہ اعتقاد اور مذہب کہ خدا بیوی اور بچہ رکھتا ہے اور دو یا تین میں سے ایک ہے اس سے جنگ کریں یہاں تک کہ وہ کلمہ طیبہ **لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ** کا قائل ہو جائے۔ اے ہامان اگر تم اس کلمہ کے قائل ہو جاؤ ایمان اختیار کرو اور شرک کو چھوڑ دو تو تمہارا مال اور خون ہم پر حرام ہے تم ہمارے دینی بھائی ہو گے۔ اور اگر اسی طریق سے کفر و شرک میں ملوث رہنا چاہتے ہو اور ہمارے پیغمبرؐ پر ایمان نہیں لاتے تو جزیہ دینا قبول کرو اور حالت صاغرون اختیار کرو گے اس کے معاوضہ میں ہم تمہارے محافظ ہوں گے۔ اور لڑائی بند کر دیں گے۔ اگر یہ بھی منظور نہیں تو جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ تم سے جنگ کریں گے ہمیں یقین کامل ہے کہ ان جنگوں میں جو شخص ہم میں سے مارا جائے گا شہید ہو کر بہشت میں مقام کرے گا۔ اور جو تم میں سے ہلاک ہو گا دوزخ میں پڑے گا۔ اے ہامان اب ان باتوں میں سے جو پسند ہو اختیار کرو اور آگاہ رہو کہ یہ لوگ جو تم سے جنگ کرنے آئے ہیں وہ لوگ ہیں جو موت کو اس سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں جس قدر تم زندگی کو۔ جو کچھ مجھے کہنا چاہیے تھا کہہ چکا ہوں اب تمہیں اختیار ہے۔ **حتی لحکمو اللہ بیننا و ھو خیر الحاکمین و ان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ و العاقبتہ للمتقین** یعنی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ طرفین کا فیصلہ فرمائے گا اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ اور فی الحقیقت زمین اللہ تعالیٰ کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور پرہیز گاروں کے لیے نیک انجام ہے ہامان نے کہا اے خالد تمہارے پیغمبرؐ کے دین کا قبول کرنا یہ ناممکن ہے رومی ہرگز اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر تمہارا دین اختیار نہ کریں گے اور جزیہ دینا کس طرح مان لیں جب کہ تم حالت صاغرون کے مدعی ہو اور ہم اس ذلت و خواری کو گوارا نہیں کر سکتے۔ رہی جنگ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ طرفین میں فیصلہ فرمائے۔ اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے بجان و دل منظور ہے۔ میں بھی یہ فوجیں اسی غرض کے لیے لایا ہوں کہ معرکہ آرا ہوں تاوقتیکہ ہم تم میں خدائے سبحانہ و تعالیٰ کے سوا اور کوئی فیصلہ نہ کرے اے خالد تمہارا یہ فیصلہ کہ **ان الارض للہ یور ثھا من یشاء من عبادہ والعاقبتہ للمتقین** بالکل سچ ہے ملک خدا کا ہے پیشتر اور قوموں کے قبضے میں تھا' ان سے ہم نے یہ جبر لیا اور ہم یقین کیے ہوئے ہیں کہ ہمیشہ ہمارے پاس نہیں رہے گا۔ کیونکہ کارخانہ دنیا کا یہی حال ہے۔ دنیا میں کبھی نیکی کا دور ہے اور کبھی بدی کا اب یہ زمانہ ہے کہ ہم لڑائی کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ خالد یہ سنتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور میسرہ کے ساتھ باہر آ کر گھوڑے پر سوار ہوا۔ ابو عبیدہ کے پاس آیا تمام گفتگو کہہ سنائی۔ ابو عبیدہ نے حکم دیا کہ تمام لشکر اسلام دشمنان دین سے جنگ کرنے کے مستعد ہو رہے۔ اب وقت قریب آ پہنچا ہے خدا کے فضل پر بھروسہ رکھو' اور اسی کی مہربانی اور کرم پر نظر رکھو۔ **فنعم المولی و نعم النصیر** یعنی وہی سب سے اچھا آقا اور سب سے اچھا مددگار ہے

ہامان نے بھی خالد کے جاتے ہی بادشاہ ہرقل کو خط لکھا اور تمام گفت و شنید سے مطلع کیا کہ میں نے ابو عبیدہ جو امیر لشکر ہے اور خالد ولید اور دوسرے نامی سرداروں کو صلح کی طرف رغبت دلائی اور سب کو بے انتہا مال و دولت دینا کیا اور خوش آئند وعدوں سے امیدیں بڑھائیں اور ہیبت ناک وعدوں سے ڈرانے کی کوشش کی مگر وہ نہ مال کی طرف راغب ہوئے اور نہ ہی کسی بات کا اثر مانا۔ ہر چند میں نے ان کو بادشاہ کی طرف سے طرح طرح کے الطاف اور مہربانیوں اور انعامات وغیرہ کا امیدوار ٹھہرانا چاہا۔ مگر ایک بات پر بھی راضی نہ ہوئے صاف انکار کر گئے۔ ان کا مصمم ارادہ یہی ہے کہ ہم کو نیست و نابود کر دیں معرکہ آرائی کے سوا کسی اور شے کے طالب نہیں یہی چاہتے ہیں کہ لوٹ مار کریں اور ہماری عورتوں اور بچوں کو قیدی بنائیں اب ہم نے بھی مقابلے کی ٹھان لی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد اور قوت سے ہم ان کو نکالنے کی کوشش کریں گے۔ خط لکھ کر بطریقوں تمامی امراء اور سرداران لشکر کی طرف مخاطب ہوا اور پوچھا کہ تم اہل عرب کا مقابلہ کرنے کو کیسا سمجھتے ہو اور کونسی تدبیر بہتر ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ جہاں تک ہو سکے گا ہم ان سے لڑیں گے اور امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو ان پر فتح یاب کرے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہمارا لشکر ان سے کئی حصے زیادہ ہے۔ ہماری جمعیت چار لاکھ ہے اور وہ چالیس ہزار ہیں ہر روز ہم میں سے ایک لاکھ کا لشکر ان سے جنگ کرنے کے لیے جایا کرے اگر شکست بھی ہوئی تو تین لاکھ باقی رہیں گے جو ان کو روک سکتے ہیں۔ ہامان نے کہا اس سے بھی زیادہ اچھی اور کوئی تجویز ہونی چاہیے۔ ایک بطریق بولا میں کہنا چاہتا ہوں اگر حکم ہو! وزیر نے کہا بیان کر اس نے کہا سب کے سب ایک ہی دفعہ صف آراء ہو کر مقابلہ کو نکلیں اور جب کوئی شخص ان میں سے جنگ کرنے کے لیے نکلے تو ہم میں سے دس آدمی مقابلے پر جائیں اور اسے ہلاک کریں یا باندھ لائیں وزیر نے کہا یہ رائے ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اس بات کو گوارا نہ کریں گے۔ ہم دس نکلیں گے تو وہ بھی دس نکل آئیں گے۔ میری رائے یہ ہے کہ تمام فوج جس کی تعداد چار لکھ ہے ایک ہی دفعہ ان پر جا پڑے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان میں اور ہم میں فیصلہ فرما دے۔ تمام بطریقوں اور سرداروں نے اس رائے کو پسند کیا کہ اس سے بہتر اور کوئی صورت نہیں ہے۔ ہامان نے ہرقل کو اپنے ارادہ اور صورت جنگ سے مطلع کیا کہ فلاں دن مبارک اور سعید ہے اسی دن جنگ کی جائے گی۔ مجھے امید ہے کہ ہم فتح پائیں گے اور بادشاہ کے اقبال کی مدد سے اہل عرب کو نکال دیں گے لیکن انہی دنوں میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ کسی نے میرے پاس آ کر کہا اے ہامان اس لشکر سے جنگ نہ کرنا اگر تو لڑے گا تو شکست کھائے گا۔ اور مارا جائے گا۔ بیدار ہو کر مجھے اس خواب کا خیال آیا۔ ہر چند کہ میں اسے شیطانی وسوسہ اور خواب پریشان تصور کرتا ہوں اور عزم بالجزم ہے کہ ان سے لڑوں گا تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضور اپنے حرم، خزانوں اور شاہی سامانوں کو قسطنطنیہ پہنچا دیں اور خود انطاکیہ میں پناہ لیں اور منتظر رہیں کہ اس معرکہ آرائی کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان پر فتح یاب کیا تو فہو المراد اور اگر حالت غیر ہوئی اور کوئی صدمہ پہنچا تو افسوس نہیں کیونکہ زمانہ کا یہی طور ہے۔ ملک خدائے جلیل کا ہے جس سے چاہے چھین لے اور جسے چاہے بخش دے حضور غمگین نہ ہوں اور اپنے دار الحکومت میں جا بیٹھیں۔ رعیت کو خوش رکھیں۔ ہامان نے خط کو تمام کر کے ایک معتمد کے حوالہ کیا کہ ہرقل کو پہنچا دے۔ پھر ایک عیسائی عرب کو طلب کر کے حکم دیا کہ عربی لشکر میں جا کر ان کے سرداروں سے دریافت کرے کہ اب سوائے لڑائی کے اور چارہ کار نہیں ہے فرمایئے کب اور کس جگہ جنگ شروع کرنی ہے۔ دیکھیں کس کو فتح نصیب ہوتی ہے۔ ابو عبیدہ نے جواب بھیجا کہ ہم کل معرکہ آرا ہوں گے۔ و اللہ المؤید تنصرہ من یشاء۔ اللہ تعالیٰ جس کی چاہے مدد فرمائے۔

سفیر نے ہامان کے پاس سے واپس آ کر ابو عبیدہ کا جواب بیان کر دیا اسی وقت ایک بطریق نے کھڑے ہو بیان کیا کہ اے

وزیر میں نے شب کو خواب دیکھا ہے اسے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ ہامان نے اجازت دی۔ اس بطریق نے کہا میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایسے دراز قد آدمی نیچے اتر رہے ہیں جن کے سر آسمان سے باتیں کر رہے ہیں۔ ان کا لباس سفید ہے اور سر پر سبز عمامے ہاتھوں میں نیزہ لیے ہمیں مار مار کر گراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بھاگو بھاگو اپنی جان بچاؤ ورنہ سب کے سب مارے جاؤ گے۔ ہم بھاگ پڑتے ہیں۔ بعض گر پڑتے ہیں اور جو لوگ اپنی جگہ قائم رہ گئے وہ کچھ نہیں کر سکے۔ جو آتے جاتے ہیں وہ غائب ہوتے جاتے ہیں اور پھر ہم ان کو نہیں دیکھتے۔ اس قسم کا خواب دیکھ رہا تھا اور ہم شکست کھا رہے تھے کہ میں بیدار ہو گیا۔ ہامان نے کیفیت خواب سن کر کہا۔ تیری آنکھیں پھوٹ جائیں اور تجھے کبھی راحت نصیب نہ ہو۔ اور نہ کوئی خوشی کی خبر سنے تو بڑا منحوس انسان ہے۔ ہمارے واسطے یہ خواب نہایت عمدہ ہے اور تیرے واسطے بد۔ تو نے جن لوگوں کو گرتے ہوئے یا ایک جگہ بے حس و حرکت کھڑے ہوئے دیکھا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اس لڑائی میں مارے جائیں گے۔ اور تو ان لوگوں میں سے ہو گا جو لوگ آتے جاتے تھے اور غائب ہوتے جاتے تھے۔ وہ ہیں جو اس لڑائی میں زندہ رہ کر نجات پائیں گے اور میری آرزو ہے کہ تیری نجات نہ ہو۔ اس لشکر میں سب سے پہلے تو ہی مارا جائے کیونکہ تو نے خبر بد سنائی ہے اور ہولناک خواب بیان کیا ہے۔ ہامان نے اس شخص کو اسی قسم کے جواب دیے مگر دل میں بہت ہی پریشان اور فکر مند ہوا۔ دوسری طرف مسلمانوں نے صبح کے وقت نیند سے بیدار ہو کر فرائض حق ادا کیے۔ راشد بن عبداللہ الازدی کہتا ہے کہ جس وقت ہم نماز صبح کے لیے ابو عبیدہ کے پیچھے کھڑے ہوئے میں نے سوچا کہ ابو عبیدہ قرآن شریف کی جو سورتیں پڑھے گا ان سے نتیجہ جنگ نکالوں گا۔ ابو عبیدہ نے پہلی رکعت میں سورہ الحمد کے بعد سورہ الفجر پڑھی اور جب اس آیت پر پہنچے **الم تر کیف فعل ربک بعاد ارم ذات العماد التی لم یخلق مثلها فی البلاد** یعنی کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے اس جسیم اور قوی ہیکل قوم عاد کا کیا حال کیا۔ دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ والشمس پڑھی اور جب یہ کلمات آئے **فکذبوہ فعقروھا فدمدم علیهم ربهم بذنبهم فسواھا ولا یخاف عقبها** یعنی انہوں نے اس کو جھٹلایا اور اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو ان کے رب نے ان کے گناہوں کے سبب عذاب نازل کیا اور سب کو برباد کر دیا۔ اور ان کے انجام کا فکر نہ کیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا اللہ تعالیٰ ان دشمنوں کا وہی حال کرے گا جو ثمود اور فرعون وغیرہ کا کیا گیا۔ ابو عبیدہ نے نماز دعاؤں اور وظیفے سے فارغ ہو کر کہا میں نے کل رات ایک خواب دیکھا ہے۔ مسلمانوں نے کہا انشاء اللہ مبارک ہو گا۔ فرمایئے ہم سب سننا چاہتے ہیں دیکھیں اس میں کیا خوشخبری نکلتی ہے!

ابو عبیدہ کا خواب

ابو عبیدہ نے کہا میں نے رات خواب میں دیکھا کہ بہت سے خوبصورت اور بارعب آدمی سفید لباس پہنے ہوئے میرے پاس آئے اور میرے گرد حلقہ باندھ لیا ہے اس کے بعد تم میں سے کچھ لوگوں کو طلب کر کے کہا ان دشمنوں سے مت ڈرو بلکہ ان پر حملہ کرو اللہ تعالیٰ تم کو فتحمندی بخشے گا اور تم ہی اس جنگ میں غالب آؤ گے۔ اس کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ ہم سب نے مع سواروں اور پیدلوں دشمن کی جانب حملہ کیا ہے اور وہ ہمیں دیکھ دیکھ کر بھاگ نکلے ہیں۔ ہم ان کی فوج میں جا گھسے اور وہ سب کے سب ایسے منتشر اور پریشان ہو گئے گویا اس جگہ ان کا نام و نشان تک نہ تھا۔

اس خواب کو سن کر تمام لوگ بہت ہی دلشاد اور بشاش ہوئے اور کہا بڑا مبارک خواب ہے اور صاف صاف خوشخبری ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے مطلع کیا ہے۔ پھر یزید خولانی نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر میں نے بھی ایک خواب دیکھا ہے جو انشاء اللہ ضرور ہی نیک ہو گا۔ ابو عبیدہ نے کہا بیان کر تو نے کیا دیکھا ہے۔ یزید نے کہا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ ہم

سب نے دشمنوں کے مقابل صفیں باندھ رکھیں ہیں اور عزم جنگ ہے اتنے میں آسمان سے عقاب جیسے پرندے آنے شروع ہوئے ہیں اور دشمنوں میں سے جس شخص کے پاس سے گزرتے ہیں ایک چونچ مارتے ہیں جس کے صدمہ سے وہ ہلاک ہو جاتا ہے میں ابھی دیکھ ہی رہا تھا کہ آنکھ کھل گئی۔

ابو عبیدہ اس خواب کو دیکھ کر نہایت خوش ہوا۔ اور کہا تو نے بھی بہت ہی اچھا خواب دیکھا ہے۔ اللہ تعالی میرے اور تیرے خواب کو سچا کرے۔ اور ہمیں فرشتوں کی مدد عطا فرمائے تاکہ ہم ان دشمنان دین کو قتل کریں اور اللہ کے نزدیک یہ امر کچھ مشکل نہیں۔

رومیوں کی صف آرائی

القصہ کافروں نے اپنی فوج کو سامان جنگ سے درست کر کے صف بستہ کیا۔ سوء اتفاق اس دن تیز ہوا تھی۔ گرد و غبار پھیلا ہوا تھا اور آسمان پر سیاہ بادل نمودار تھا۔ ہامان نے اپنے لشکر کی بیس صفیں بنائیں ہر صف میں تیس ہزار جنگو رکھے۔ فوج میسرہ قناطیر اور جرجین کے حوالہ کی اور میسرہ پر سرخش اور دریجان کو مقرر کیا۔ یہ چاروں شخص بادشاہ ہرقل کے وزیر تھے۔ میمنہ کی جناح پر جبلہ بن ایہم غسانی کو مع چیدہ جماعت کے مامور کیا۔ جناح میسرہ علقمہ بن منذر جراوی اور اس کی قوم کے حوالے کی۔ اور ہر موقع پر بطریقوں کی بیس صفیں قائم کیں کہ سپاہیوں کو ہٹنے نہ دیں بلکہ جوش دلاتے رہیں۔ ہامان بذات خود سب سے پہلی صف میں کھڑا ہوا تھا اور ایک بڑا قد آور گھوڑا زیر ران تھا جس کا لگام اور زین سب سنہری اور جواہرات سے جڑاؤ تھا۔ فراخ زرہ زیب بدن تھی اور اس کے اوپر زر بفتی دیبا کا لباس تھا۔ سنہری مرصع شمشیر حمائل کئے ہوئے تھا اور آبدار جواہرات کا تاج سر پر تھا۔ لشکر اسلام اس کی طرف تعجب کی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اس لشکر کی تعداد اس قدر کثیر تھی کہ کسی نے پیشتر نہ دیکھی ہو گی گویا وہ لشکر ایک سیلاب تھا یا خوفناک تیرہ و تاریک رات تھی کہ ہر طرف چھائی ہوئی تھی اور انجام تک نظر کام نہ کر سکتی تھی۔ مقابلہ پر ابو عبیدہ نے بھی اپنی فوج کو مرتب کیا۔ میمنہ پر عمر عاص اور زید بن ابی سفیان کو بسر کردگی دس ہزار مہاجرین مقرر کیا۔ فوج میسرہ معاذ بن جبل اور یزید بن صامت انصاری کے حوالے کیا اور دس ہزار بہادر حوالے کیے۔ جناح میمنہ شرجیل بن حسنہ کو مع تین ہزار جوانان انصاری اور اسی قدر جمعیت سعید بن عامر کو دی۔ سعید بن زید بن عمر بن نفیل کو چار ہزار سوار دے کر کمین گاہ پر چھوڑا یہ سب تیس ہزار تھے۔ خود نے قلب لشکر میں جگہ لی اور باقی تیرہ ہزار سواروں کا لشکر اپنے پاس رکھا۔ پھر خالد سے کہا کہ سواروں کا انتظام میں نے تیرے حوالے کیا ان کی طرف پوری توجہ رکھنا اور ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص سے کہا تو پیدلوں سے خبردار رہیو ہر شخص کو اپنی اپنی جگہ قائم رکھنا۔ اس کے بعد اسلامی لشکر بہ آہستگی کافروں کی فوجوں کی طرف بڑھا۔ سوار اور پیدل سب نے جان سے ہاتھ دھو لئے تھے اور زندہ رہنے کا خیال ترک کر دیا تھا۔ آپس میں پند و نصائح کرتے تھے اور بے جگری سے لڑنے کی ترغیب دلاتے تھے۔ ابو عبیدہ نے لشکر کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے مسلمانوں نیت کو درست رکھو اور دل سے خدا کی طرف متوجہ ہو اسی سے مدد طلب کرو اور صبر کو اپنا چلن قرار دو اور دوستوں کو صبر کے ساتھ اطمینان دلاؤ و اتقو اللہ لعلکم تفلحون یعنی اللہ سے ڈرو اور شاید تم نفع پاؤ گے۔ اس کے بعد خالد بن ولید نے کہا اے مسلمانوں اپنے دلوں کو نیکی کی طرف مائل رکھو اور لڑائی کو محض اللہ تعالی کی رضا مندی کے لیے اختیار کرو۔ اور وقت جدال اپنی جگہ جمے رہو۔ خود لڑائی میں پیش قدمی نہ کرنا اور جب لڑائی چھڑ جائے تو تم تلواریں سونت لو اور نیزے ان کی طرف سیدھے کر لو۔ کماندار تیروں کو کمانوں میں جوڑ لیں اور ڈھالوں کو سامنے لے کر کھڑے رہیں اور جب تک میں اجازت نہ دوں حملہ نہ کریں۔ معاذ بن جبل نے

کہا اے قرآن کے پڑھنے والو اور دین کی مدد کرنے والو ان رحمتہ اللہ قریب من المحسنین یعنی بالتحقیق اللہ کی رحمت نیکوں سے بہت زیادہ قریب ہے۔ ثواب کی طرف دل سے راغب ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے غازیوں کو جہاد میں صبر کی ہدایت فرمائی ہے۔ اور وہ صبر کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ فان اللہ مع الصابرین تحقیق اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ عمر عاص نے بھی اپنے دوستوں سے کہا اے مسلمانوں آنکھیں نیچی کرکے اپنی جگہ پر قائم رہو اور نیزوں کو دشمنوں کی طرف سیدھا کرلو۔ اور جب وہ حملہ کریں تو اتنی دیر خاموش رہو کہ وہ نزدیک آ جائیں پھر ان پر اس طرح ٹوٹ پڑو جس طرح بھوکا شیر شکار پر گرتا ہے اس خدا کی قسم جو راستی پسند کرتا ہے اور اس پر ثواب عطا فرماتا ہے' جھوٹ کو برا سمجھتا ہے اور اس پر عذاب نازل فرماتا ہے۔ نیکی کا بدلہ نیک دیتا ہے' گناہوں کو بخشتا ہے۔ اس نے اپنے پیغمبرؐ سے وعدہ فرمایا ہے اور اس امر سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ زرخیز اور پر نعمت سلطنت اور اس کے عالی شان محلات سب مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوں گے۔ ان ممالک میں دین اسلام اشاعت پائے گا۔ تم کافروں کی کثرت اور ان کے جنگی ساز و سامان کی تیاریوں سے نہ ڈرو۔ انشاء اللہ تعالیٰ خدا تمہارا مددگار ہے۔ اب رومی لشکر اندھیری رات کی طرح چھا گیا اور ان کے پیدل ٹڈی دل کی طرف امنڈ پڑے۔ علم کھلے ہوئے تھے صلیبیں بلند تھیں اور ان کے پادری اور عالم و زاہد انجیل سنا سنا کر لڑائی کا جوش دلا رہے تھے۔ ہر صف میں ایک ہزار قرنا پھونکے جا رہے تھے۔ اور نقاروں اور ڈھولوں کی آوازیں رعد کی طرح گرج رہی تھیں۔ رومی بہادر صفوں سے نکل نکل کر شیخی مار رہے تھے۔ ان کے لشکر میں سب سے پیشتر مرتد ایک عرب جس نے ترسائی دین اختیار کرلیا تھا میدان میں نکل کر دونوں صفوں کے درمیان آ کھڑا ہوا۔ اور با آواز بلند بولا اے گروہ عرب تم کو شیطان نے دھوکا دے کر مغرور بنا رکھا ہے اسی وجہ سے تم اپنی جگہ سے نکل کر سلطنت روم میں داخل ہوئے ہو تم ان لوگوں پر حسد کرتے ہو اور چاہتے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں ان کو عطا کی ہیں انہیں چھین لو اور ان کو نیست و نابود کردو۔ روم کے بادشاہ حکومت اور سلطنت میں تم سے بہت زمانہ پیشتر کے ہیں۔ اور تمہارے نسبت حکومت اور سامان حفاظت میں بہت زیادہ واقف ہیں۔ تم نے ایسے کام میں ہاتھ ڈال دیا ہے اور ایسی چیز کا لالچ کیا ہے جو تم کو میسر نہیں ہو سکتی۔ تمہیں لازم ہے کہ مکہ اور مدینہ کو چلے جاؤ اپنے سروں سے اس غرور کو نکال دو اب تم میں سے وہ شخص مقابلے پر آئے اور مردانہ وار جنگ کا مقابلہ کرے جو سب سے بہادر اور جری ہو۔ خالد بن ولید نے اس کی لاف زنی کو سن کر کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ کوئی نکلے اس کا کام تمام کرے۔ قیس بن ہبیرہ مرادی خالد سے اجازت طلب کرکے میدان میں آیا' دونوں میں جنگ ہونے لگی۔ اور خوب ہی لڑے۔ آخر کار قیس نے اپنے گھوڑے کو اس کی طرف پلٹ کر تلوار کا ایک ایسا وار کیا کہ سر کے بل زمین پر آ رہا۔ قیس نے فوراً" ہی نیچے اتر کے سر کاٹ لیا۔ اور نیزے پر رکھ کر سوار ہوا۔ اور گھوڑے کو میدان میں کاوے دینے لگا۔ کافر قیس کی طعن و ضرب کا معائنہ کرکے کس طریق سے سر قلم کرکے نیزہ رکھ لیا ہے بہت رنجیدہ ہوئے اور مسلمان پھولے نہ سمائے۔ اسی وقت خالد نے ابو عبیدہ سے کہا اے امیر شاد ہو کہ مطلع فہم ہے اس ظفر کا نمودار فال نیک ہے۔ یقیناً اس کے بعد سعادت کلی نمایاں ہو گی انشاء اللہ تعالیٰ اور دولت و اقبال اور فتح و ظفر کا آفتاب مشرق سے بلند ہو گا۔ لا قوۃ الا باللہ پھر بلند آواز کے ساتھ کہا اے مسلمانوں خدا کے فضل پر بھروسہ رکھو قوی دل رہو اور امداد الٰہی کی یقینی امید کے ساتھ سب کے سب ایک دل ہو کر حملہ کرو اور دیکھو کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے اور کیا رنگ نمایاں ہوتا ہے۔ مسلمان خالد کا یہ حکم سنتے ہی ٹوٹ پڑے اور پہلے ہی حملہ میں چار صفوں کو درہم برہم کرکے ایک ہزار آدمی مار ڈالے۔ اور خود سلامتی کے ساتھ پلٹ کر اپنے مقام پر آ کھڑے ہوئے اتنے میں ایک مسلمان بہادر نے ابو عبیدہ کے پاس آ کر کہا اے امیر میں نے یہ ارادہ کرلیا ہے کہ آج ان کافروں کے ساتھ اس قدر جنگ کروں کہ انجام کار شہید ہو جاؤں۔

جناب رسول خداؐ کی بارگاہ میں کوئی پیغام بھیجنا ہو تو فرما دیجئے۔ ابو عبیدہ نے کہا میری طرف سے سلام پہنچانا۔ اور کہنا کہ ہم دین کے دشمنوں سے جنگ کر رہے ہیں۔ اور خدا کے وعدوں اور آپ کے فرمانوں پر کمربستہ ہیں۔ جس قدر ممکن ہو گا جہاد کریں گے کہ اس کا ثواب ہمیں نصیب ہو اس کے بعد وہ جانباز اپنی صفوں سے نکل کر کفار پر حملہ کیا اور مردانہ جنگ کی اور بہت سے ناموروں کو قتل کر کے شہید ہو گیا اس پر اللہ کی رحمت ہو۔ پھر کافروں کی ایک بڑی جماعت آگے بڑھی۔ ہتھیاروں سے پوری طرح لیس باہم عہد و پیمان کر رکھا تھا کہ جب تک بدن میں جان باقی ہے دشمن کے مقابلے سے منہ نہ موڑیں گے۔ خالد نے ان کے یہ ارادے دیکھ کر اپنی فوج سے کہا اے امت محمدؐ! ایسے مقام پر صبر کرنا موجب عزت دنیا اور سبب خوشنودی اور حصول نجات عقبیٰ ہے اور کافروں کی جنگ میں جو شخص ثابت قدم رہے گا اور رضا الٰہی کے لیے اپنی جگہ پر قائم رہ کر ان شیطانوں اور دین کے دشمنوں کے دفیعہ کے لیے کوشش کرے گا اس کے مدارج بے حساب بلند ہوں گے۔ میرا قصد ہے کہ تم سب کے ہمراہ ان سواروں کی فوج پر حملہ کروں۔ لازم ہے کہ تم بھی ہوشیاری اور یقین کامل کے ساتھ میرا ساتھ دو اور جب تک ان کو شکست نہ دے لو قدم نہ ہٹاؤ۔ مجھے فضل الٰہی سے قوی امید ہے ان دشمنوں پر اللہ تعالیٰ ہم کو فتح یاب کرے گا۔ یہ کہہ کر حملہ کر دیا اور دس ہزار مسلمان سپاہ نے ساتھ دیا۔ سب کے سب یک جہت ہو کر جا پڑے۔ اور تائید ایزدی کافروں کے اس لشکر کو جس نے باہم عہد کر رکھا تھا اور غالب آنے کا یقین کامل کر رکھا تھا شکست دی اور بہت کم آدمی ان میں سے زندہ بچ سکے۔ اس کامیابی سے رومی لشکر کا انتظام درہم برہم ہو گیا۔ آس ٹوٹ گئی اور جو جو نقصان اٹھایا اس کا تذکرہ کر کے اور متفق ہو کر مسلمانوں پر تیر برسانا شروع کیے۔ اتفاقاً" ایک تیر مالک بن حرث نخعی کی آنکھ کے کونے پر آ لگا اور رگ کٹ کر اشتر ہو گئی۔ اسی دن سے مالک اشتر کہلانے لگے۔ مالک آنکھ کے صدمے سے غضبناک ہو کر دشمن پر بجلی کی مانند گرا کئی کافر قتل کیے۔ عقب سے پے در پے اس کو بھی زخم آئے۔ کافروں نے اسے گھیر لیا اور تیر برسانے لگے۔ زخم پر زخم لگ رہے تھے اور وہ مردانہ وار حملے کر رہا تھا۔ اب وہ زخموں کی کثرت سے چور ہو گیا۔ ابو ہریرہ بھی اس فوج میں تھا فوراً" پکارا کہاں ہے وہ گروہ جس نے خدا تعالیٰ کے ہاتھ اس کی رضامندی کے لیے اپنے آپ کو فروخت کر دیا۔ اور وہ جماعت کہاں ہے جو دائمی بہشت کی مشتاق اور آرزو مند ہے۔ اے قوم اسد میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں جنتوں اور حوروں کی طرف دوڑو مسلمانوں نے پورے جوش و خروش اور عزم و ہمت کے ساتھ رومی لشکر پر حملہ کیا باہم قتل و قمع کرتے تھے۔ طرفین کے جوانوں کے نعرے پیہم بلند تھے۔ ڈھول اور نقارے گونج رہے تھے۔ دار و گیر کا غل اور جوانوں کی للکار آسمان تک پہنچ رہی تھی۔ ابو عبیدہ کہہ رہے تھے مسلمانو ثابت قدم رہو تمہاری عورتیں اور بچے بھی ہیں اپنے زن و فرزند کو دشمن کے حوالے کر دینا مردانگی نہیں ہے جب تک بدن میں جان ہے دل بھر کر جنگ کیے جاؤ اللہ تعالیٰ تمہارا مددگار اور حامی ہے۔ فتح و ظفر تم سے بہت قریب ہے۔ اتنے میں یزید ابی سفیان نے دشمن پر حملہ کیا۔ عمرو بن عاص بھی اس کے ہمراہ تھا۔ لشکر کے ایک دو آدمی مارے گئے اور کچھ پسپا ہوئے۔ عکرمہ بن ابو جہل نے گھوڑے سے اتر کر پاپیادہ حملہ کیا اور کافروں کو قتل کرتا رہا۔ خالد نے دیکھ کر کہا عکرمہ پیدل جنگ نہ کر اس طرح تو اپنے آپ کو جان بوجھ کر ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ اور تیرا مارا جانا مسلمانوں کے لیے سخت حادثہ ہو گا۔ سوار ہو کر مقابلہ کر اس نے جواب دیا اے خالد تو میری پروا نہ کر۔ پیغمبر صلعم کو مجھ اور میرے باپ سے بہت ایذا پہنچی ہے شاید آج مجھ سے کوئی ایسی خدمت بر آئے جس کے ذریعے میرے گناہ بخشے جائیں یہ کہہ کر اپنے گھوڑے کو چھوڑ دیا اور تلوار برہنہ پکڑ کر اور ڈھال منہ کے سامنے لے کر دشمن کی فوج میں گھس گیا۔ بڑی جرات سے جنگ کرتا تھا اور کافروں کو مار مار گراتا جاتا تھا۔ اسی اثناء میں کئی مہلک زخم آئے اور شہید ہو گیا۔ مسلمان یکبارگی رومیوں کی صفوں پر جا پڑے۔ بڑے گھمسان کا

رن پڑا آخر لشکر اسلام کے دباؤ سے رومی سپاہ ہٹتے ہٹتے دریائے یرموک کے کنارے پر جا پہنچی۔ اب سامنے دریا تھا اور پشت پر اسلامی لشکر۔ اتفاقاً اس روز دریا طغیانی پر تھا۔ بہت سے رومی دریا میں غرق ہو گئے ہامان نے بطریق کو ڈانٹا اور ایک ایک کا نام لے کر مسلمانوں کے مقابلے کی ترغیب دلائی یہاں تک کہ رومیوں نے جمع ہو کر پھر ایک دفعہ مسلمانوں پر حملہ کیا اور کچھ دور تک ہٹا لے گئے۔ اس وقت ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کی ایک آنکھ تیر لگنے سے بیکار ہو گئی۔ اب مسلمانوں کے لشکر میں ایک ہنگامہ مچ گیا اور اکثر کے دل چھوٹ گئے۔ خالد بن ولید نے یہ حال دیکھ کر کہا اے مسلمانوں یہ کیسی سستی اور کم ہمتی ہے کہ تم ابھی ابھی ان رومیوں کو شکست دے چکے ہو اب کیا ہوا کہ جی چھوڑ دیتے ہو۔ خدا کی قسم تم ان پر غالب آچکے ہو اور وہ اب تمہارے شکنجے میں ہیں' ان کے لیے مہلک دریا سامنے ہے زمین پر گھٹنے ٹیک دو اور منہ پر ڈھالیں لے کر ڈٹ جاؤ ان کی کثرت سے مت ڈرو کیونکہ ان میں سے بہادر اور جنگجو مارے جا چکے ہیں۔ خالد جب اس طرح اپنی فوج کی ہمت بڑھا چکا اور سرداروں اور امیروں نے بھی اسی طرح کے کلاموں سے دل بڑھایا اور سب کے سب مسلمان پھر یکبارگی حملہ آور ہوئے اور رومیوں کے قلب لشکر پر جا گرے اور چار صفوں کو جن میں اسی ہزار جوان ہوں گے قلب سے نکال کر علیحدہ کر دیا باقی فوج پر باقی لشکر اسلام ٹوٹ پڑا۔ یہ اسی ہزار کی جماعت تاب مقابلہ نہ لا کر بھاگ نکلی۔ اب مسلمان ان کا تعاقب کر رہے تھے اور قتل کرتے جاتے تھے یہاں تک کہ رومیوں نے اس بلند مقام پر جو لب دریا واقع تھا پناہ لی اور رات ہو گئی۔ مسلمانوں نے اس وقت بھی ان سے ہاتھ کو نہ روکا' پہنچ پہنچ کر قتل کرتے تھے۔ بہت سے لوگ جو تلواروں کی زد سے بچ نکلے دریا کے پانی میں گر کر ڈوب گئے۔ اب اسی ہزار کی تعداد سے صرف تھوڑے ہی سے بچنے پائے تھے۔ دن نکلنے پر ان میں سے اکثر تلوار کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ جنگل میں کشتوں کے پشتوں لگ گئے کہ شمار نہ ہو سکتا تھا۔ بہت کوشش سے اندازہ لگا گیا تو ستر ہزار سپاہی بطریق اور سرداران فوج شمار میں آئے۔ اور جو دریائے یرموک میں ڈوب کر مر گئے وہ اس شمار کے علاوہ تھے۔ ہامان نے بھاگ کر دمشق کی راہ لی اور عاصم بنی یربوعی نے اس کا پیچھا کر کے قتل کر دیا۔ اور مسلمانوں کے ہاتھ رومی لشکر کا بے حد و حساب مال و متاع لوٹ میں آیا۔ ابو عبیدہ اور تمام مسلمان نہایت ہی شاد ہوئے زمین پر سر رکھ کر شکر کے سجدے کرتے تھے۔ بعد ازاں لوٹ کا خمس علیحدہ کر کے باقی مال اہل فوج پر تقسیم کر دیا اور حضرت عمر کو خط لکھا مضمون یہ تھا۔ **بسم الله الرحمن الرحیم و صلوة علی نبیہ المجتبی و رسولہ المصطفی من عبیدہ عامر بن الجراح اما بعد فانی الحمد لله الذی لا الہ الا ھو و صلی علی محمد نبی الرحمتہ و شفیع الامتہ و اعلمک انی نزلت الیرموک و نزل ما ھان بالقرب منہا و لم تر المسلمون اکثر من جمعھم و لا عد تھم ففض الله تلک الجموع و نصر نا علیھم بمنہ و فضلہ و قتلنا منھم زھا ما تہ الف و خمستہ الاف و اسرونا اربعین و الفا و قتل من المسلمین اربعہ الاف ختم الله لہم با الشہادة و و جدت روساء قد قطعت لھم نعرف اصحابھا فصلیت علیھا و د تھا و قتل ھا مان علی دمشق قتلہ عاصم بن الیربوعی و قد کان قبلہ الواقعہ نصب علیھم رجل یقال لہ ابو الجعید من اھل حمص فالقاھم سی موضع من الیرموک یقال لہ الثنا قوبتہ فھزم منھم مالا یحصی عدد ھم و اما من قتل منھم فی الا دربتہ الجبال عن الحرمین و غیرھم فحرصت عد تھم تسعون الفار قد ملکنا الله اموالھم و حصو نھم و بلاد ھم و کتابی ھذا الیک من دمشق بعد الفتح و جمعت الغنائم و السلام علیک و علی جمیع المسلمین**

یعنی از طرف ابو عبیدہ معلوم ہو کہ ہم جب یرموک کی سرزمین میں داخل ہوئے تو ہامان بھی اس قدر فوج کثیر لے کر آیا کہ پیشتر کبھی نہ دیکھی تھی۔ باہم جنگ شروع ہوئی اور ہم نے ان کے ایک لاکھ پانچ ہزار آدمی قتل کیے اور چالیس ہزار قید کر لئے۔ مسلمانوں میں سے چالیس ہزار آدمیوں نے جام شہادت نوش کیا۔ میدان میں ایسے بھی بہت سے سر پائے جن کی

شناخت نہ ہو سکی کہ کافروں کے سر ہیں یا مسلمانوں کے۔ ہم نے ان سب پر نماز پڑھی اور ایک جگہ فراہم کرکے دفن کر دیئے گئے۔ ہامان دمشق کی جانب بھاگ گیا عاصم یربوعی نے اسے قتل کر دیا۔

قصہ ابو جعید

ابو جعیدہ نے اس قوم کے خلاف دھوکا دہی اختیار کی جس سے بے شمار کافر ہلاک ہوئے اور جنگلوں اور پہاڑوں میں بھاگ گئے تھے ان میں سے نوے ہزار لقمہ اجل ہو گئے اللہ تعالٰی نے ان کی تمام سلطنت اور مال پر ہم کو قبضہ دیا اب میں نے یہ خط دمشق سے روانہ کیا ہے۔ اور تمام مال غنیمت کو جمع کر رکھا ہے۔ اس کی نسبت کیا حکم ہے۔ اس خط کو ختم کرکے اپنی مہر ثبت کی اور مال غنیمت کا خمس حذیفہ الیمان کو دے کر دس سواروں کی معیت میں مدینہ روانہ کیا۔ حذیفہ سفر طے کرکے مدینہ میں داخل ہوا اور ابو عبیدہ کا خط مع مال غنیمت عمر بن الخطاب کے حوالہ کیا۔ آپ بہت خوش ہوئے اور سجدۂ شکر بجا لائے۔ پھر حذیفہ سے پوچھا کہ ابو عبیدہ کا کیا حال ہے مال غنیمت کو فوج پر تقسیم کر دیا ہے یا نہیں اس کے بعد ابو عبیدہ کے خط کا جواب لکھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ابو عبیدہ کو معلوم ہو کہ اس کا خط وصول ہوا احوال مندرج سے اطلاع ہوئی ہم مسلمانوں کی فتح کے لئے سجدۂ شکر الٰہی بجا لائے اور بہت ہی شادماں ہوئے کہ ایسی عظیم الشان فتح اللہ نے کرامت فرمائی اور اس لشکر کفار کو جس سے تمام میدان اور پہاڑ بھر گئے تھے۔ خراب و خستہ اور بدحال کرکے ہلاک کر دیا۔ تم کو یقین کر لینا چاہئے کہ اس بے شمار جمعیت پر اپنی قوت اور بہادری کے سبب فتح یاب نہیں ہوئے۔ بلکہ حق سبحانہ تعالٰی کی مدد سے یہ نصرت نصیب ہوئی ہے۔ مبادا تم اپنے دل میں غرور کرو۔ اللھم المن و الفضل العظیم و تارک اللہ احسن الاخلقین و الحمد للہ رب العلمین یعنی اللہ تعالٰی بہت بڑا فضل اور احسان فرمانے والا ہے برکت والا اللہ ہے اور سب سے اچھا خالق ہے اور حمد خلائق کے پرورش کرنے والا اللہ ہی کے لئے ہے۔

لشکر روم کی شکست کھانے کے بعد کچھ لوگ برے حالوں افتاں و خیزاں انطاکیہ پہنچے۔ شاہ ہرقل اس خبر کو سن کر نہایت مضطرب ہوا اور ایک بطریق کو بلا کر فرمایا کہ بھاگ کر آئے ہوئے لوگوں میں سے ایک ایسے شخص کو جو زیادہ صاحب عقل ہو میرے سامنے حاضر کرو میں اس سے حقیقت حال دریافت کروں گا۔ بطریق نے ایک عرب کو جس کا نام حذیمہ بن تنوخی تھا اور جو اس معرکہ سے بچ کر آیا تھا بادشاہ کے سامنے لا کھڑا کیا۔ ہرقل نے رومی زبان میں دریافت کیا لشکر اور افسران لشکر کا کیا حال ہے۔ اس نے کہا رومی لشکر نے شکست کھائی ان کا اکثر حصہ قتل ہو گیا اور بہت تھوڑے بحال خستہ و مجروح جنگلوں اور پہاڑوں میں بھاگ کر منتشر ہو گئے۔ ہرقل نے جس جس کا نام پوچھا جواب میں یہی سنا وہ مارا گیا۔ تب ہرقل نے کہا بد آدمی سے خبر بد کے سوا اور کیا سننا تھا۔ پھر اس سے کہا حذیمہ بن عمر تنوخی تو ہی ہے اس نے کہا۔ ہاں۔ ہرقل نے کہا تجھے یاد ہے کہ جس دن محمد رسولؐ کا خط ہمارے پاس آیا تھا اور قبولیت دین کے لئے لکھا تھا تو میں نے اسے منظور کرنے کو کہا تھا مگر تجھ سے زیادہ اور کسی نے مجھے نہیں روکا تھا۔ حذیمہ نے کہا بے شک ایسا ہی ہوا تھا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کا سر قلم کر دیا جائے۔ بعدہ کہا مجھے یقین تھا کہ عربی لشکر میری افواج کو شکست دے گا۔ اور یہ ملک ان کے قبضے میں چلا جائے گا۔ پھر گھوڑا طلب کیا اور سوار ہو کر اہل و عیال اور مشیروں اور امیروں کے ہمراہ قسطنطنیہ روانہ ہو گیا۔ ولایت شام کی سرحد پر سر راہ ایک بلند پہاڑ تھا۔ اس کی چوٹی پر چڑھ کر اطراف شام پر ایک نظر ڈالی اور زار و قطار روتے ہوئے کہا اے پاک زمین تجھے ہمارا سلام ہے اور اے جنت ارضی اور نعمتوں اور راحتوں والی سرزمین ہمارا آخری سلام

لے غرضکہ اسی طرح کے چند افسوس ناک کلمے کہے اور ولایت شام کو خیرباد کہہ کر پہاڑ سے اترا اور جانب قسطنطنیہ روانہ ہوا۔ اہل اسلام دوسری سمت سے حلب میں داخل ہوئے۔ بادشاہ نے قلعہ میں پناہ لی اور محصور ہو بیٹھا۔ لشکر اسلام نے تمام راستے بند کر دیئے اس کے بعد محصورین نے امان مانگی اور ابو عبیدہ نے تیس ہزار دینار نقد پر صلح کر لی۔ سب پر جزیہ مقرر کیا اور عہد نامہ مرتب کیا اہل حلب نے دروازے کھول دیئے۔ مسلمان شہر میں داخل ہو کر قیام فرما ہوئے۔ ابو عبیدہ نے مالک اشتر نخعی کی سرکردگی میں ایک ہزار سوار دے کر حکم دیا کہ رومیوں کا تعاقب کرے اور دربند تک دیکھ بھال کر لے۔ اشتر فوراً روانہ ہو گیا اس کے بعد میسرہ بن مسروق کو ایک ہزار سوار دے کر کہا کہ اشتر کے عقب میں جائے۔ اشتر نے دربند روم پر پہنچ کر تیس ہزار سوار سے بھی سوا رومی لشکر کی جمعیت موجود پائی۔ اور بہ وجہ کثرت لشکر خیال کیا کہ مقابلہ کرنا ناممکن ہے۔ میسرہ کے ملحق ہونے تک انتظار کرنا چاہئے۔ جب میسرہ آ ملا تو دونوں نے معرکہ آرائی کا قصد کیا اور جنگ شروع کر دی۔ سخت جنگ ہوئی صبح سے لڑتے لڑتے تیسرا پہر ہو گیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی اور رومی جو پیشتر ہی سے شکستہ دل تھے بھاگ نکلے۔ اب نماز کا وقت قریب آ گیا تھا میسرہ نے اپنے لشکر کو نماز پڑھائی اور مالک نے اپنی جماعت کو نماز پڑھائی۔ بعد نماز میسرہ کے دوستوں میں سے ایک شخص نے مالک کے پاس آ کر کہا تم نے امیر میسرہ کو کس لئے امام نہ بنایا۔ اشتر نے کہا میسرہ کون ہوتا ہے۔ اس شخص نے جواب دیا عیین میں سے ہے۔ اشتر نے کہا عیین کون ہے۔ اس نے کہا سبحان اللہ تم عیین کو بھی نہیں جانتے۔ پھر بولا تم کون ہو اشتر نے کہا میں مالک بن حارث نخعی ہوں۔ اس نے کہا میں نخعی کو نہیں جانتا اور نہ انہیں چور سمجھتا ہوں اس کلام کو سن کر اشتر کی جماعت میں سے کئی شخصوں نے اسے سزا دینے کا قصد کیا اشتر نے روکا کہ اسے نہ ستاؤ وہ محض اپنے عزیزوں کے لئے الجھتا ہے۔ پھر اس سے کہا اے شخص انصاف کی بات سن۔ ابو عبیدہ نے مجھے اس لشکر کا سردار بنایا ہے اور ان کو میری فرمانبرداری کا حکم دیا ہے۔ اور کسی شخص کو مجھ پر سردار نہیں کیا۔ میسرہ اپنی جماعت کا سردار ہے اور میں اپنی جماعت کا۔ اس شخص نے واپس جا کر یہ سب گفت و شنید میسرہ سے کہی۔ میسرہ نے پوچھا تو نے کس کے حکم سے اشتر کے ساتھ اور ابو عبیدہ کی عطا کی ہوئی سرداری پر اس سے جھگڑا کیا۔ غرض وہ رات اشتر اور میسرہ نے اسی مقام پر بسر کی۔ پہرے لگے رہے۔ صبح کے وقت ابو عبیدہ کا قاصد پہنچا اور خط دیا لکھا تھا۔ میسر اور اشتر اس خط کے پہنچتے ہی پلٹ کر میرے پاس چلے آئیں۔ خط پڑھتے ہی مراجعت کی اور حلب میں ابو عبیدہ سے آ ملے۔ رومی لشکر سے جو جنگ ہوئی تھی اس کی تمام کیفیت بیان کی۔ ابو عبیدہ خوش ہو کر سجدۂ شکر بجا لایا۔ اور دوسرے مسلمانوں نے بھی اسلامی فوجوں کی سلامتی کا شکریہ ادا کیا۔ ابو عبیدہ نے اب دمشق کی مہم کا عزم بالجزم کر کے حبیب بن مسلمہ فہری کو طلب کیا اور حلب اور اس کے نواح کا امیر مقرر کر کے آپ جانب دمشق روانہ ہوا۔ شام کے جس شہر میں گزرتا ایک سردار وہاں کا امیر مقرر ہوتا اور عدل و انصاف کے لئے تاکید کی جاتی اسی طرح داخل دمشق ہوئے اور وہاں سے حضرت عمر کی خدمت میں خط لکھا جس میں شرح و بسط کے ساتھ رومی لشکر کی شکستوں اور ہرقل کی قسطنطنیہ کی طرف فرار کرنے اور اپنے داخل دمشق ہونے کی تمام کیفیت درج کی۔ حضرت عمر نے خط لکھا ابو عبیدہ کو معلوم ہو کہ اس کا خط وصول ہوا۔ جملہ حالات سے پوری اطلاع ملی۔ ان فتوحات عظمیٰ اور نعمت ہائے بیکراں کے لئے شکریہ الٰہی ادا کیا گیا ہے۔ اے ابو عبیدہ ابھی ملک شام میں بہت سے شہر باقی ہیں جن کا فتح کرنا ضروری ہے اور بہت سی مہمیں پوری کرنی ہیں۔ لیکن فی الحال مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دمشق میں قیام کر کے لشکر کو آرام دینا چاہئے۔ اور کسی جماعت کو اور طرف نہ بھیجنا چاہئے۔ تاوقتیکہ میں حکم نہ دوں اس وقت اس کے بموجب عمل درآمد کرنا ہو گا۔ یہ بھی معلوم ہو کہ سعد وقاص کا خط آیا ہے اس سے معلوم ہوا ہے کہ ایرانی لشکر موضع جلولا میں جمع ہو رہا ہے۔ ہم جناب

باری تعالیٰ سے مدد کے خواستگار ہیں کہ کافروں پر فتح یاب ہوں۔ ابو عبیدہ نے حضرت عمر کے اس خط کو پڑھ کر حسب الحکم خلیفہ کے دمشق میں قیام کر دیا اور دمشق اور اس کے نواح کی حفاظت شروع کی۔ حضرت عمر نے سعد وقاص کو بھی خط لکھا کہ لشکر میں سے کسی مشہور شخص کو حسب منشاء خود مدائن کا حاکم مقرر کر کے اور آپ جلولا پر لشکر کشی کر دے۔ اللہ تعالیٰ اس مقام کو تیرے ہاتھ سے فتح کرے گا۔ اس خط کے پہنچنے پر سعد وقاص نے اپنے بھتیجے عمر بن عتبہ بن وقاص کو بلا کر بسرکردگی دس ہزار سواران جرار مہم جلولا پر روانہ کیا۔ اور خود بیماری کی وجہ سے مدائن میں توقف کیا۔ عمر بن عتبہ جب جلولاء کے قریب پہنچا وہاں کے لشکر نے گرداگرد خندق کھود لی اور اپنی مقدس آگ کی قسم کھائی اور سب نے باہم عہد کر لیا کہ عربی لشکر کے مقابلہ سے منہ نہ موڑیں گے۔ حلوان ہمدن وغیرہ ہر سمت سے برابر فوجیں آ کر مزاحم ہو رہی تھیں۔ اور بادشاہ یزد جرد بھی حلوان کو دار الحکومت بنائے موجود تھا۔ فوجوں پر فوجیں جلولاء کی طرف روانہ کر رہا تھا۔ اس وقت اس موضع میں ساٹھ ہزار فوج تھی۔ اور ولایت اہواز کا حاکم ہرمز بیس ہزار تستر کے جوانوں کی کمک لے کر آیا۔ جملہ اسی ہزار کی جمعیت ہو گئی۔ عتبہ نے ایرانی فوجوں کی یہ کثرت دیکھ کر سعد وقاص کو خط لکھا اور یہ سب کیفیت درج کی۔ سعد نے بھی اسی وقت خلیفہ کی خدمت میں خط روانہ کیا اور سب حال لکھ دیا۔ خلیفہ نے فوراً ابو عبیدہ کو لکھا کہ اپنے لشکر سے بیس ہزار کی جمعیت سے سعد وقاص کو مدد پہنچائے۔ اس نے بہ تعمیل ارشاد خلیفہ دس ہزار بسرکردگی عتبہ بن ہاشم بن ابی وقاص جو سعد کا بھتیجا تھا روانہ کر دیا۔ کشوح مرادی بھی اس لشکر میں تھا جب مدائن میں پہنچے کشوح مرادی دو ہزار کی جمعیت سے آگے بڑھا اس کے پیچھے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص تین ہزار سواروں سے چلا اور اس کے پیچھے سعید و حجر بن عدی کندی نے دو ہزار سواروں سے کوچ کیا۔ اس کے پیچھے منذر بن حسان الضبی تین ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوا اور اس کے پیچھے جریر بن عبداللہ بجلی چار ہزار سواروں کے ساتھ تھا۔ اس ترتیب سے لشکر اسلام کو پوری تقویت حاصل ہو گئی اور ان کا شمار چوبیس ہزار تک پہنچ گیا۔ سعد نے اپنے برادر زادہ ہاشم بن عتبہ کو اس لشکر کا سردار مقرر کیا اور اس نے لشکر کو اس طرح ترتیب دیا۔ میمنہ پر جریر بن عبداللہ بجلی اور میسرہ پر حجر بن عدی جناح پر کشوح مرادی کو متعین کیا اور عمر بن معدی کرب کو تمام سواروں کا سردار بنایا۔ طلیحہ بن خویلد کو پیدلوں کی سرداری دی۔ اسی طرح کافروں نے بھی اپنے لشکر کو آراستہ کیا۔ میمنہ خراد بن ہرمرد کے ہاتھ میں تھا یہ شخص مشہور ایرانی بہادروں میں سے تھا۔ میسرہ پر فیروز بن جرہ مامور ہوا۔ اور قلب میں ہرمز بن نوشیرواں حاکم اہواز مقرر ہوا۔ پھر طرفین سے لڑائی شروع ہو گئی اور ایسی جنگ عظیم واقع ہوئی کہ اس سے پیشتر کسی نے نہیں دیکھی۔ سب سے پہلے تیر چلائے گئے۔ جب ایک تیر بھی باقی نہ رہا تو نیزوں سے لڑنے لگے۔ جب ٹوٹ گئے تلواریں نکل آئیں۔ پہروں چڑھنے سے زوال کے وقت تک لڑتے رہے اب نماز ظہر کا وقت آگیا۔ سب نے تکبیروں اور اشاروں سے نماز ادا کی۔ ہاشم بن عتبہ نے ایک مرد مسلمان کو جس کا نام سعد بن عبید الانصاری تھا کہتے سنا کہ میں آج سے اپنے آپ کو اس جنگ میں خدا کے ہاتھ فروخت کروں گا شاید میرے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔ اس کے بعد تلوار سونت کر دشمنوں میں جا گھسا اور ایسی سخت جنگ کی کہ وہ دونوں لشکر تعجب سے دیکھتے تھے انجام کار شہید ہو گیا۔ اس پر اللہ کی رحمت ہو۔ جریر بن عبداللہ بجلی نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا اے عزیزو اور دوستو یاد رکھو کہ اس جنگ میں تم کو دو نیکیوں میں ایک تو ضرور ہی حاصل ہو گی۔ اگر شہید ہوئے تو اس کے ثواب میں اللہ تعالیٰ دائمی بہشت کرامت فرمائے گا۔ اگر فتح یاب ہوئے تو بے شمار مال و غنیمت پاؤ گے۔ تم ہرگز ناموری یا دکھلاوے یا خلقت سے تعریف کرانے کی غرض سے جنگ نہ کرنا وہ تعریف و توصیف جس میں رضائے الٰہی نہ ہو کچھ مفید نہیں۔ میں نے اس لشکر کو آزما لیا ہے اور ان سے لڑ چکا ہوں یہی ٹیڑھی کمانیں اور لمبے نیزے ان کے سب سے عمدہ ہتھیار ہیں۔ جب تیر

برسائیں سروں کو ڈھالوں سے چھپا لو اور ان کے حملے کے وقت ثابت قدمی اختیار کرو۔ اللہ تعالی تمہارا مددگار ہے۔ پھر یہ کہہ کر ہمراہیوں سمیت دشمن کے لشکر پر حملہ کیا واد شجاعت دی اور بہت سے کافروں کو واصل جنہم کرکے اپنی جگہ پلٹ آیا۔ اسی اثناء میں ایرانی بہادروں میں سے ایک شخص جس کا نام رستم کوچک تھا بڑا ہی چالاک بہادر اور لوگوں میں رستم دستاں مشہور تھا اپنی صف سے نکلا اور دونوں لشکروں کے بیچ میں کھڑے ہو کر گویا ہوا۔ اے قوم عرب میدان میں نکلو اور مجھ سے جنگ کرو اور بہادروں کے زور بازو کا ملاحظہ کرو بھائی عوام اور زہیر عبدس شمس کے بیٹے میدان میں اس کے مقابلے پر نکلے۔ رستم دونوں کو جواب دیتا تھا اور بہت دیر تک جنگ ہوتی رہی۔ آخر زہیر نے غضبناک ہو کر ایک نیزہ لگایا کہ رستم نیچے آرہتا مگر وہ سنبھل گیا اور زہیر میدان میں گھوڑا نکال کر فخر کرنے لگا کہ میں نے رستم کو زخمی کر دیا ہے۔ رستم بھی اسی طرح لاف زنی کرنے لگا اتنے میں لشکر اسلام سے ایک اور شخص جابر بن طارق نخعی نام رستم کو اس شان و شوکت کا بہادر دیکھ کر میدان میں نکل آیا کہ اپنے بھائیوں کی مدد کرے۔ رستم بھی اسے دیکھ کر حملہ آور ہوا۔ زہیر نے جابر سے کہا میرے نزدیک آجا اس کھٹ کنے کتے سے تنہا مقابلہ نہ کر۔ ایسا نہ ہو تجھے صدمہ پہنچے رستم تینوں جوانوں سے نبرد آزمائی کر رہا تھا جب وہ کسی ایک پر حملہ کرتا تو باقی اس پر جھکتے اور اس طرح تیسرے کو اس کے پنجے سے بچا لیتے۔ غرضیکہ عوام اور زہیر نے رستم کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ اور جابر نے موقع پا کر اس کے سر پر ایسی تلوار لگائی کہ تاج اور آہنی خود کو کاٹتی ہوئی سر میں اتر گئی۔ اور سر کے دو حصے کرتی ہوئی سینہ میں داخل ہوئی رستم بے جان ہو کر زمین پر آرہا تینوں اشخاص نے اس کے ہتھیار اور کپڑے اتار لئے ایک ہزار قیمت جانچی گئی اور تینوں نے آپس میں بانٹ لی' اب شام ہو چکی تھی اور لڑنے والے مردانہ جنگ کرتے کرتے تھک گئے تھے۔ گھوڑے بھی چور چور ہو گئے تھے۔ چاہا کہ طرفین سے اپنی اپنی قیامگاہ کو لوٹ جائیں مگر اسی وقت فارسی لشکر کے بعض سرداروں نے ایک تازہ دم فوج اسلحہ سے پوری طرح آراستہ کرکے بڑی شان و شکوہ سے اپنی صفوں سے علیحدہ کی اور لشکر اسلام پر دھاوا بول دیا۔ مسلمان ایسے وقت میں اس مستعد فوج کو دیکھ کر دہل گئے اور سخت رعب چھا گیا۔

محاربہ لشکر اسلام با کفار

عمر بن معدی کرب للکارا کہ اے مسلمانو ان سواروں سے مت ڈرو اور دل کو مضبوط رکھو الحمد للہ کہ ہم نے ایسی بہت سی لڑائیاں دیکھ رکھی ہیں۔ تم مرد میدان اور شیر ہو اس وقت کا حملہ اس سے پیشتر کی لڑائیوں سے کچھ زیادہ سخت نہیں۔ گھوڑوں سے اتر پڑو نیزہ اور شمشیر ہاتھ میں لے کر ایک دوسرے سے مل جاؤ۔ مقابلہ کے حملہ کے وقت ثابت قدمی اختیار کرو اور اپنے وقت پر سخت حملہ کرو' مجھے خدا تعالی کی درگاہ سے قوی امید ہے کہ اس قوم پر فتحیاب ہوں گے اور اللہ تعالی تمہاری امداد فرما کر دین اسلام کو سرخرو رکھے گا۔ اور انشاء اللہ تمہارے دشمن ذلیل و خوار ہوں گے۔ یہ کہہ کر گھوڑے پر تلوار رکھے رجز خواں تھا اور اپنی معرکہ آرائیاں بیان کر رہا تھا کہ فوج کفار نے بڑے جوش و خروش سے عمر بن معدی کرب پر حملہ کیا مگر جب اس کی جمعیت پہاڑ کی طرح اپنے مقام سے ذرا نہ سرکی تو جریر بن عبداللہ میمنہ کی طرف سے اور حجر بن عدی میسرہ سے اور مکشوخ مرادی جناح کی طرف سے مدد کو آپہنچے اور ایک دم سے ایرانی لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ آخر اللہ نے اہل اسلام کو فتح مند کیا اور لشکر کفار نے شکست کھائی۔ مسلمانوں نے تلواریں سنبھالیں اور کاٹتے چھانٹتے خانقین تک تعاقب کیا۔ رات کو اسی موضع میں رہے صبح کو جلولا میں داخل ہوئے اور مال غنیمت فراہم کیا۔

اس جنگ میں جس قدر مال و متاع اور عجیب و غریب اشیاء مسلمانوں کے ہاتھ آئیں اندازے سے باہر تھیں۔ ایک مسلمان بولا اللہ تعالی مثنی بن حارث شیبانی پر رحمت نازل فرمائے اگر آج کے دن وہ زندہ ہوتا تو فتح جلولا سے کس قدر شاد ہوتا کیونکہ وہ اکثر آرزو کیا کرتا تھا کہ کسی طرح مسلمانوں کے ہاتھوں میں جلولا کو مفتوح دیکھ لوں خواہ وہ میری زندگی کا آخری ہی لمحہ کیوں نہ ہو۔ ایک اور معزز بول اٹھا۔ اگرچہ اس کی آنکھیں دنیا میں اس فتح سے روشن نہیں ہو سکتیں۔ لیکن اس کی دونوں آنکھیں دائمی بہشت میں روشن ہیں۔ اس کے بعد ہاشم بن عتبہ نے جلولا کا تمام مال غنیمت جمع کرکے اپنے چچا سعد کی خدمت میں بھیج دیا۔ مسلمان اس فتح سے نہایت خوشی ہوئی۔ فتح جلولاء کے بعد لشکر اسلام خانقین کی طرف روانہ ہوا۔ ایرانی فوج ان کے آنے کی خبر سن کر خانقین میں بھی قدم نہ جما سکی ایک اور موضع میں جسے قصر شیریں کہتے ہیں قیام کیا اور وہاں سے حلوان کی طرف بھاگے۔ یہاں پر یزد جرد بادشاہ غلاموں اور خواصوں کے ہمراہ قیام فرما تھا یہ سن کر کہ اسلامی لشکر تعاقب کئے چلا آ رہا ہے۔ سمجھ گیا کہ اس قوم کا مقابلہ کرنا محال ہے۔ ایک مشہور عجمی سردار منوچہر بن ہرمز کو طلب کیا اور حلوان میں اپنا نائب بنا کر خود وادی نہاوند کوچ کیا۔ اسلامی لشکر نے قصر شیریں پہنچ کر سعد وقاص کو نامہ لکھا۔ تمام حالات درج کرنے کے بعد اجازت چاہی کہ ہم حلوان کی طرف بڑھیں۔ یا خود بھی پہنچیں کہ تب متفق ہو کر حلوان پر چڑھائی کی جائے۔

حلوان میں سعد وقاص کی آمد

اگرچہ سعد نہایت کمزور تھا لیکن اپنی شرکت کو زیادہ مناسب تصور کرکے سلمان فارسی کو مدائن میں اپنا نائب قرار دیا۔ اور خود گھوڑے پر بیٹھ کر اسی بیماری کی حالت میں چل پڑا۔ قصر شیریں میں پہنچ کر ایک دن قیام کیا۔ دوسرے دن حلوان کی طرف بڑھے۔ منوچہر نائب یزد جرد جو حاکم حلوان تھا۔ سعد وقاص اور اسلامی فوجوں کے آنے کی خبر سن کر بھاگ نکلا اور یزد جرد کی خدمت میں پہنچا۔ پھر ان دونوں نے اس جمعیت کے ساتھ جو ان کے ہمراہ تھی مسلمانوں سے گریز اختیار کیا۔ سعد وقاص نے حلوان میں قیام کرکے جریر بن عبداللہ بجلی کو حکم دیا کہ جس قدر مویشی اور مال و دولت اور خزانے دستیاب ہوتے ہیں سب کو جمع کرو۔ اس کے بعد کشوح مرادی کو طلب کیا اور دس ہزار سوار دے کر علاقہ ماسندان اور اس کے نواح کی طرف روانہ کیا اور عدت بن زید طائی کو بھی دس ہزار کی جمعیت دے کر شہر زور اور اس کے نواح میں بھیجا۔ علاقہ ماسندان اور شہر زور سے اس قدر مال و دولت لوٹ میں ملا جس کا اندازہ نہ ہو سکتا تھا۔ اس تمام کو جمع کرنے کے بعد ہر دو سردار صحیح و سلامت ظفر مندی کے ساتھ مراجعت کرکے سعد وقاص کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سعد نے ایک انصاری بہادر فضلہ بن معاویہ نام کو بلایا اور تین سو سواروں کا دستہ دے کر فرمایا کہ حلوان کے مضافات میں گھومے اور جس قدر مویشی اور سامان ملے لوٹ لائے۔ فضلہ تمام اونٹ، گھوڑے، بھیڑ بکری اور دیگر چوپائے وغیرہ جمع کرکے حلوان کی طرف چلا آ رہا تھا کہ سوء اتفاق حلوان کے دو پہاڑوں کے درمیان ایک عجیب و غریب معاملہ پیش آیا۔

حکایت فضلہ

نماز عصر کا وقت تھا فضلہ نے ادائے فریضہ کے لئے قیام کیا اور جب اللہ اکبر کی آواز بلندی کی تو پہاڑ میں سے ایک ندائے

غیب آئی اے فضلہ کبرہ تکبیرا" اور جب اشھد ان لا الہ الا اللہ کی نوبت آئی تو ہاتف نے صدا دی **اخصلت اخلاصا" یا فضلہ** یعنی اے فضلہ تو نے انتہائی خالص نیت سے کہا۔ اور جب **اشھد ان محمدا رسول اللہ** کہا تو ندا آئی یہ وہ پیغمبر ہے جس کے بعد اور کوئی پیغمبر نہ ہو گا۔ جب **حی علی الصلوٰۃ** کہا۔ ہاتف نے کہا یہ وہ نماز ہے جسے اللہ تعالیٰ نے فرض ٹھیرا دیا ہے۔ اور کیا اچھا ہے وہ شخص جو ہمیشہ نماز وقت پر ادا کرتا ہے۔ پھر جب **حی علی الفلاح** کہا تو اس نے کہا۔ **الفلاح لامل الصلاح و الصلاح لامل الفلاح** یعنی یہ نماز نیک شخصوں کے لئے موجب بخشش ہے۔ فضلہ نے اذان سے فارغ ہو کر اقامت شروع کی اور جب اس کلمہ مبارک **قد قامت الصلوٰۃ** پر پہنچا ہاتف نے کہا امت محمد رسول اللہؐ کا زمانہ بہت دراز ہو گا تا قیام قیامت رہے گا۔ فضلہ نے نماز سے فارغ ہو کر بہ آواز بلند کہا اے ہاتف میں نے تیری آواز سنی اور مطلب معلوم کیا۔ اگر تو فرشتہ ہے تو تجھ پر فضل خدا ہو اور اگر تو جن و پری ہے تو تجھے مرحبا ہے اور اگر تو آدم زاد ہے تو سامنے آ تجھ سے مل کر خوش ہوں۔ اسی وقت ایک ضعیف العمر بڈھا پہاڑ کی کھوہ سے نکلا ہاتھ میں عصا اور بدن میں سفید اون کے دو جامے تھے۔ اس کے تمام بال سفید تھے اوسط درجہ کا قد تھا قریب آ کر عصا پر سہارا لیا اور کہا السلام علیکم و رحمتہ اللہ فضلہ نے جواب سلام کے بعد کہا تم کون ہو اور یہاں کس لئے پڑے ہو۔ اس نے کہا میرا نام رزیب ہے اور جناب عیسیٰ علیہ السلام کے وصی ترلیا کا بیٹا ہوں۔ میرے حق میں دعا ہے کہ ان پہاڑوں میں اس وقت تک زندہ رہوں گا جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے تشریف لائیں گے۔ میں تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ جب امت محمدی میں یہ چند عادتیں دیکھی جائیں تو ان سے بھاگنا چاہئے۔ فضلہ نے کہا ان عادتوں کا ذکر کیجئے ہم ان سے بچیں گے۔ رزیب نے کہا مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے صحبت اختیار کریں گی۔ اور انہی کے ہو رہیں گے۔ امیر غلاموں سے مبتلا ہوں گے اور نوکروں چاکروں کے ساتھ شراب نوشی کریں گے۔ بے گناہوں کو قتل کریں گے۔ کہ گناہگار عبرت پکڑیں۔ صدقہ دینا بند کر دیں گے۔ قرآن شریف کو راگ اور لے سے پڑھیں گے۔ مسجدوں میں سنہری نقش و نگار بنائیں گے۔ میناروں کو بلندی دیں گے' جھوٹی گواہی دیں گے' سود کھائیں گے' زنا کریں گے' مینہ کم برسے گا اور غلہ باوجود زیادہ پیداوار کے گراں فروخت ہو گا۔ جب یہ علامتیں ظاہر ہوں خوف کرنا چاہئے۔ رزیب یہ باتیں کرکے غار کی طرف پھر گیا اور لشکر اسلام کوچ کرکے خدمت سعد میں پہنچا۔ زریب بن ترلیا کی روئداد اور اس کے بیانات عرض کئے۔ سعد وقاص نے امیر المومنین کو خط لکھا اور رزیب کے ماجرے سے بھی اطلاع دی۔ عمر نے جواب لکھا اور بڑی تعریف کی اور فرمایا کہ اس خط کو پڑھتے ہی بذات خود پہاڑوں میں جانا اور رزیب کو تلاش کرنا اور جو حالات اس سے معلوم ہوں تفصیل وار لکھ لینا پھر ہم کو لکھنا۔ اس خط کے آتے ہی سعد حسب حکیم خلیفہ سوار ہوا اور ان پہاڑوں میں پہنچا۔ اذان دی۔ کوئی آواز نہ آئی۔ آدمیوں کو حکم دیا کہ جا بجا اذان کہیں پھر بھی کوئی جواب سننے میں نہ آیا۔ اس کے بعد سواروں کو حکم دیا کہ حلوان کے پہاڑوں میں گشت کر لگاؤ اور زریب کا حال معلوم کرو۔ کئی شبانہ روز اسی جستجو میں پھرتے رہے نہ کوئی نشانی ملی اور نہ کوئی بات معلوم ہو سکی۔ سعد واپس چلا آیا۔ اور امیر المومنین عمر کو یہ حال لکھ بھیجا۔ بعد ازاں جریر بن عبداللہ بجلی کو بلا کر اور اس کی قوم اور قبیلہ یمن سے ایک ہزار سوار دے کر حکم دیا کہ حلوان میں قیام رکھے۔ اور فارسی کافروں کی طرف سے کوئی تعرض نہ ہو تو ان کو دفع کرتا رہے۔ بعدہ حلوان جلولا' خانقین' مدائن اور قادسیہ وغیرہ کے اموال غنیمت میں سے خمس حضرت عمر کی خدمت میں روانہ کیا۔ عمر نے ان غنیمتوں کا ملاحظہ فرما کر ان کی کثرت اور خوبیوں پر بڑا تعجب کیا دوسرے مسلمان بھی دیکھ دیکھ کر حیران ہوتے تھے کہ اس قدر مال و دولت اور خزانے اور ظروف کبھی نہ دیکھے تھے۔ ایک مسلمان نے پوچھا اے امیر اس لوٹ کے مال کو آپ خزانہ میں رکھیں گے۔ یا مسلمانوں کا حصہ دار مرحمت فرمائیں گے۔ امیر المومنین نے قسم کھائی

کہ اس مال پر کسی مکان کی چھت کا سایہ نہ پڑے گا۔ یعنی اس کو بیت المال میں نہ رکھوں گا۔ پھر حکم دیا کہ یہ سب دولت مسجد رسول میں رہے اور امانت دار اور نیک بخت لوگ رات بھراس کا پہرہ دیں۔ اور حفاظت کریں۔ صبح کے وقت مہاجرین اور انصار کو طلب کیا۔ ہر شخص کو اس کے درجے اور حق کے مطابق مال غنیمت میں سے حصہ دیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر سعد وقاص کو خط لکھا کہ سلمان کو مدائن اور اس کے نواح کا حکم مقرر کرکے آپ کوفہ میں داخل ہو۔ اور وہاں کی امارت اختیار کرکے لوگوں کی دلجوئی کرے۔ سعد بموجب حکم کوفہ میں آیا۔ اور اسی جگہ پر قیام کیا۔ اسی وقت سے تمام اہل عرب کوفہ میں آباد ہونے شروع ہوئے اس کے بعد امیر المومنین عمر نے سعد کو حکم دیا کہ کوفہ میں جو بڑی مبارک اور عمدہ جگہ ہے ایک عالی شان مسجد بنائے۔ لوگ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ جب امیر المومنین علی ابن ابی طالب مسجد کوفہ میں تشریف فرما تھے ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور عرض کی یا امیر میں مسافر ہوں اور کوئی فرزند نہیں رکھتا اور ایک فرض حج ادا کرچکا ہوں۔ اب ارادہ ہے کہ حج کرکے بیت المقدس چلا جاؤں اور وہاں گوشہ نشین ہو کر نماز اور عبادت میں مشغول ہوں۔ حضرت نے فرمایا تیرے پاس جو توشہ ہے وہ کھالے اور سامان سفرہیچ ڈال اور کوفہ کی مسجد میں ٹھہر جا کیونکہ یہ مسجد دنیا کی چار مقدس مسجدوں میں سے ایک ہے۔ اور مسجدوں کے مقابلے پر اس جگہ دو رکعت نماز پڑھنا دس رکعتوں کی برابر ہے۔ بلکہ ان سے بھی سوا۔ اور اس مسجد کی ایک فضیلت یہ ہے کہ طوفان نوح علیہ السلام کے وقت سب سے پہلے جس مقام سے پانی ابلنا شروع ہوا تھا وہ اسی مسجد کے ایک گوشہ میں واقع ہے اور جس جگہ پانچواں ستون ہے وہاں ابراہیم خلیل اللہ نے نماز پڑھی ہے۔ ادریسؑ اور نوحؑ بھی اس مسجد میں نماز ادا کرچکے ہیں اور عرصے تک حضرت موسیٰؑ کا عصا اس مسجد میں رکھا رہا ہے۔ مشہور خلائق ۔غوث اور یعوق بت اسی وقت توڑے گئے ہیں۔ کوہ اہواز اس مسجد کا میدان ہے۔ قیامت کے روز کئی ہزار خلقت اسی مسجد سے اٹھے گی جن کا نہ حساب لیا جائے گا نہ کوئی عذاب ہوگا۔ اسی مسجد کے وسط میں ایک بہشتی چمن نمایاں ہو گا۔ اسی مسجد میں ایک چشمہ ہے جو امام آخر الزمانؑ کے عہد میں عیاں ہو گا۔ ایک سوت پانی کا اور ایک دودھ کا اور ایک روغن کا ہو گا۔ یہ چشمہ جانب راست واقع ہے۔ اگر انسان اس مسجد کے جملہ فضائل سے آگاہ ہو جاتے تو وہ کبھی اس سے علیحدہ نہ ہوتے۔ پھر فرمایا اے لوگو کوفہ والوں کو برا نہ کہو۔ کیونکہ اس کوفہ میں راہ راست پر چلنے اور ہردم یاد الٰہی کرنے والے لوگ بھی ہیں۔ اس مقام پر آخری دور میں اہل فساد کے ہاتھ پاؤں توڑے جائیں گے۔ حضرت امیر المومنین علیؑ فرمایا کرتے تھے کہ کوفہ اسلام کا گنبد اور دین کا گوشہ ہے۔ اور اہل کوفہ ہی کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ منافقوں کو سزا دے گا۔ سعد وقاص نے کوفہ کی سکونت اختیار کرکے ہر سمت کو فرار کے گھاٹ تک فوجیں روانہ کیں اور حکم دیا کہ اس علاقہ کو فتح کرو اور لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے کی فہمائش کرو۔ غرضیکہ اس کی فوجیں ان اطراف میں پہنچیں اور اکثر کو فتح کرلیا۔

فتح بیت المقدس

اسی دوران میں خلیفہ عمر نے ابو عبیدہ کو خط لکھا کہ بیت المقدس پر چڑھائی کرکے وہاں کے باشندوں سے معرکہ آرائی ہو تاوقتیکہ وہ دین اسلام اور جزیہ قبول نہ کرلیں۔ ابو عبیدہ نے اس خط کو پڑھ کر سعید بن زید بن نفیل کو طلب کیا اور دمشق میں اپنا نائب مقرر کرکے خود مع لشکر جانب اردن روانہ ہوا وہاں پہنچ کر قیام کیا اور بیت المقدس کے حاکموں کے نام اس مضمون کا خط بھیجا کہ ابو عبیدہ کی طرف سے اہل ایلیا اور دوسرے سرداروں کو معلوم ہو کہ سلام ہو اس شخص پر جو راہ

راست پر چلتا ہے اور اللہ پر ایمان لایا ہوا ہے۔ پھر میں تم سب کو قبولیت دین اسلام اور کفر کے ترک کرنے کا پیغام پہنچاتا ہوں کہ راہ راست کو اختیار کرو کلمہ شہادت پڑھو اللہ کی واحدانیت کا اقرار کرو' محمدؐ کو برحق پیغمبر جانو اور قرآن مجید کو کلام الٰہی تسلیم کرو۔ اگر تم ان سب باتوں کو تسلیم کرو گے تو تم ہمارے دینی بھائی ہو اور ثواب میں ہمارے شریک حال۔ پھر تمہارا خون اور مال ہم پر حرام ہو جائے گا۔ اور اگر تم ایسا نہ کرو گے اور ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر ایک ایسا لشکر چڑھا کر لاؤں گا جو اللہ کے راستے میں شہادت کو اس سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں جیسے زندگی کو اور میں واپس نہ جاؤں گا جب تک تمہارے مردوں کو قتل اور تمہاری عورتوں اور بچوں کو قید اور مالت و دولت کو غارت نہ کر لوں گا۔ آئندہ تم کو اختیار ہے۔ اہل ایلیا نے خط پڑھ کر انکار کر دیا اور ایمان نہ لائے۔ ابو عبیدہ نے ان کی طرف کوچ کیا اور قریب پہنچ کر ایک حصار کے نیچے اتر پڑے۔ باشندگان ایلیا معرکہ آرائی کے لئے شہر سے نکلے اور لشکر اسلام سے جنگ چھیڑ دی۔ اور خونخوار جنگ کے بعد شکست کھائی۔ مسلمانوں نے بہتوں کو قتل کیا اور باقی قلعہ میں بھاگ کر پناہ گزیں ہوئے۔ اور کچھ دنوں تک مقابلہ کرتے رہے آخر تاب مقابلہ نہ لا کر ابو عبیدہ کی خدمت میں قاصد بھیجا کہ ہم تم سے صلح کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن چونکہ ہم کو تمہارے صلح پر بھروسہ نہیں ہے اس لئے اپنے سردار عمر بن خطاب کو لکھو کہ بذات خود یہاں تشریف لائیں اور ہمارے واسطے ایک عہد نامہ اور سند تحریر کر دیں اور ہم کو امان دیں تب ہم کو اعتماد اور یقین امن حاصل ہو گا۔ ابو عبیدہ نے مناسب سمجھا کہ حضرت عمر کو اہل ایلیا کے حال سے مطلع کرے۔ خط لکھا کہ انلوگوں نے پہلے لشکر اسلام کا مقابلہ کیا ہے اور اب صلح کے خواستگار ہیں لیکن ہماری صلح پر بھروسہ نہ کر کے چاہتے ہیں کہ آپ تشریف لائیں اب اگر خلیفہ کی رائے ہو ان کی درخواست کو شرف قبولیت بخشا جاوے۔ یا جیسی رائے قرار پائے۔ عمر نے ابو عبیدہ کے اس خط کو پڑھ کر جملہ مہاجر و انصار اور نامور اشخاص کو جمع کیا۔ اور بیت المقدس کی طرف جانے کے باب میں ان سب سے مشورہ کیا۔ سب نے اس امر کو پسند کیا۔ آپ نے عباس بن عبدالمطلب کو بلایا۔ اور فرمایا کہ شہر سے باہر خیمے لگاؤ۔ اور لشکر کی جگہ ترتیب دو کہ لشکر جمع ہو اس کے بعد منبر پر جا کر اول حمد و ثنا بیان کی پھر کہا اے لوگو مجھے اس مہم کے ختم کرنے کی ضرورت سے جیسے تم جانتے ہو بیت المقدس کی طرف جانا پڑا ہے اگر مجھے ان مسلمانوں کی فکر لاحق نہ ہوتی تو میں کبھی تم سے علیحدہ نہ ہوتا مگر اب مسلمانوں کی امداد کے لئے جانا ضروری ہے۔ علی ابن ابی طالب بصد سعادت مدینہ میں ہیں جب کوئی ضرورت لاحق ہو ان کی طرف رجوع کرنا ان کے مشورہ سے فائدہ اٹھانا اور جو حکم صادر فرمائیں یا جس امر کو مناسب تصور فرمائیں اس سے انحراف نہ کرنا۔ آپ کی فرمانبرداری کرتے رہنا۔ مسجد کے ہر گوشہ سے سمعنا و اطعنا۔ یعنی ہم نے سنا اور قبول کیا کی آوازیں بلند ہوئیں۔ پھر امیر المومنین عمر نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دین اسلام سے ممتاز کیا ہے اور عزت بخشی ہے۔ اور قرآن مجید جیسی کتاب نازل فرما کر بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔ اور محمد مصطفیٰؐ جیسا پیغمبر بھیج کر ہمارے دلوں سے ظلم' جہالت' کفر اور بدی کی تاریکیوں کو نکال دیا ہے اور ہم سب کے دلوں میں باہمی الفت پیدا کر دی ہے۔ دشمنوں پر ہم کو فتح یاب کیا ہے۔ باہمی ربط و ضبط اور محبت کو استحکام بخشا ہے۔ اے بندگان خدا اللہ کی ان نعمتوں کا شکریہ ادا کرو شکریہ وہ چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنی مزید نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ فقط والسلام علی من اتبع الہدیٰ

بیت المقدس میں خلیفہ کی آمد

پھر منبر سے اتر کر حکم دیا کہ تیاری کر لو اور باہر خیمہ لگاؤ۔ شہر سے باہر تشریف لا کر ایک اونٹ پر دو ظروف باندھے ایک

میں ستو اور دوسرے میں خرمے بھرے اور پانی کا مشکیزہ سامنے لٹکایا اور سفر شروع کیا۔ ہر روز مسافت طے کر کے جب بیت المقدس کے علاقہ میں داخل ہوئے تو ابوعبیدہ نے اطلاع پا کر مشہور و معروف اشخاص' امیروں اور سرداروں کی جمعیت کے ساتھ استقبال کیا اور نزدیک پہنچ کر دیکھا کہ امیر المومنین اونٹ پر سوار ہیں بدن میں صوف کا لباس' ایک تلوار حمائل اور کاندھے پر عربی کمان پڑی ہوئی ہے۔ ابو عبیدہ گھوڑے سے اتر کر رسم سلام بجا لایا۔ اور عمر بھی ابو عبیدہ کو دیکھ کر پیدل ہو گئے۔ اور باہم بغل گیر ہوئے۔ اور عذر کرتے تھے۔ عمر نے ابو عبیدہ کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیا اور ابو عبیدہ نے اپنا ہاتھ ان کے پاؤں سے مس کیا۔ امیر المومنین نے اس کے پاؤں پر سر جھکوایا اور چاہا کہ بوسہ لے۔ ابو عبیدہ الٹے قدم کود کر الگ ہو گیا۔ اور عرض کی اے امیر المومنین آپ کو یہ کیا ہو گیا کہ خداء کے لئے ایسا تو نہ کیجئے۔ میں گنہگار ہوتا ہوں۔ امیر المومنین اسی طرح سر جھکائے آنسوؤں سے روتے اور عذر کرتے تھے۔ پھر ایک دوسرے نے گلے میں بانہیں ڈال کر احوال پرسی کی اس کے بعد سوار ہو کر دمشق تک آئے اور قیام کیا۔ ہر ایک قبیلہ کے لوگ آتے تھے۔ اور امیر المومنین کو سلام کرتے تھے۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ کے تمام اصحاب اور ابو ہریرہ' ابو درداء اور بلال نے شرف خدمت حاصل کیا۔ ابو عبیدہ نے کہا اگر آپ اس پشمینہ کے چغہ کو اتار ڈالیں اور سفید لباس زیب تن کر لیں تو غیر ملک میں ہونے کے سبب کافروں کی نگاہ میں زیادہ رعب اور خوف کا موجب ہو گا۔ آپ نے فرمایا اے ابو عبیدہ مجھے اس بالدار کپڑے کی عادت پڑی ہوئی ہے' اگر نرم کپڑے پہنوں گا تو تن آسانی کی عادت پڑ جائے گی اور عادت کو تبدیل نہ کرنا چاہئے۔ اے دوستو تم بھی تکلف اور امیری کی عادت ترک کر کے میانہ روی کی عادت پیدا کرو' تیزگام گھوڑوں پر سوار ہو کر غرور کو راہ نہ دو کیونکہ گھوڑے پر سوار ہوتے وقت ہر شخص کے دل میں کچھ نہ کچھ غرور پیدا ہو ہی جاتا ہے۔ اونٹوں ہی کی سواری کی عادت رکھو۔ اللہ نے بدر کے دن انہی اونٹوں کے ساتھ ہم کو فتح بخشی تھی اور پیشتر بھی ہم کئی مرتبہ بھمراہی جناب رسالت مآبؐ اونٹوں پر جنگ کر چکے ہیں۔ دوسرے دن روانہ ہو کر بیت المقدس کے قریب پہنچے۔ تمام سرداروں' امیروں اور مشہور و معروف لوگوں مثل معاذ بن جبل و یزید ابو سفیان نے جو ایلیا کے محاصرہ میں مشغول تھے۔ امیر المومنین کا استقبال کیا۔ سب کے سب گھوڑوں پر سوار تھے اور دیبا کے لباس زیب تن تھے۔ یہ سب روم کی لوٹ کا مال تھا۔ امیر المومنین نے ان کو اس حال میں دیکھ کر فرمایا اے عزیز تمہارے واسطے ان کپڑوں کا پہننا حرام ہے۔ ہم اس وقت جہاد اور جنگ میں مصروف ہیں اور انہی جنگوں سے یہ لباس بہم پہنچا ہے۔ آپ نے فرمایا بالضرور تم کو نماز پڑھنی ہوتی ہے اور ان کپڑوں میں جائز نہیں۔ مگر دشمنان دین سے جنگ کرنے کے وقت ان کا پہننا روا ہے۔ معرکہ آرائی کے وقت پہنو اور نماز کے وقت اتار ڈالو کیونکہ رسول خداؐ نے مردوں کو ریشمی اور زربفتی لباس پہننے سے منع کیا ہے اور اپنی امت کے مردوں کے لئے حرام فرمایا ہے۔ صرف عورتوں کے لئے حلال ہے۔ یزید ابن ابی سفیان نے کہا اے امیر المومنین ہم ایسے ملک میں ہیں جہاں ریشمی کپڑا بہت سستا اور نعمت بے اندازہ اور مویشی بکثرت ہیں اور مسلمانوں کو اس قدر لوٹ کا مال ملا ہے کہ سب کے سب دولت مند ہو گئے ہیں۔ اگر مناسب معلوم ہو تو آپ بھی یہ صوف کا چغہ اتار ڈالیں اور سفید مہین لباس پہن کر گھوڑے پر سوار ہو جائیں اور ہمیں حکم دے دیں کہ ہم سب بھی قیمتی لباس پہن کر گھوڑوں پر سوار ہو کر ہمرکاب چلیں۔ جس سے کافروں پر زیادہ ہیبت طاری ہو جائے گی۔ اور کفار آپ کو اس صوف کے لباس میں دیکھیں گے تو حقیر جانیں گے۔ آپ نے کہا اے عزیزو میں جس لباس کی وجہ سے مجھے درگاہ باری میں پشیمانی ہو خلقت کے خوش کرنے کے لئے زیب تن نہیں کر سکتا اور نہ میں اس امر کو پسند کرتا ہوں کہ وہ مجھے بہت بڑا سمجھیں۔ غرضیکہ بیت المقدس کے دروازہ پر پہنچیں تو باشندگان ایلیا کو خبر ملی انہوں نے ایک شخص ابو عبیدہ کو امیر المومنین کی خدمت میں بھیجا کہ صلح ہو جائے اور اس شرط پر کہ وہ اپنے

وطن میں رہنے پائیں۔ جزیہ قبول کریں۔ امیر المومنین نے رضامندی ظاہر کی اور ایک عہد نامہ لکھ دیا نسل بعد نسلاً" اسے اپنے پاس رکھیں۔ اس کے بعد امیر المومنین بیت المقدس میں داخل ہوئے اور قوم ترسا کے ایک بڑے عبادت خانہ میں اترے۔ کعب الاحبار جو قوم ترسا کا ایک بڑا ممتاز اور بڑا عابد تھا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ دین اسلام کو قبول کرے۔ امیر المومنین نے اسے آتا دیکھ کر قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی۔ **یا ایھا الذین او توا الکتاب امنوا بما نزلنا مصدقا لما معکم من قبل ان نطمس وجوھا فنرد ھا علی ادبار ھل او نلعنھم کما لعنا اصحاب السبت و کان امر اللہ مفعولا** کعب اس آیت کو سنتے ہی ایمان لے آیا۔ امیر المومنین اس کے مسلمان ہونے سے بہت ہی خوش ہوئے۔ کیونکہ وہ اپنی قوم میں بہت بزرگ اور دانا سمجھا جاتا تھا۔ اس نے کہا اے امیر المومنین توریت میں مذکور ہے کہ بنی اسرائیل کے شہر ایک ایسے نیک آدمی کے ہاتھ سے فتح ہوں گے جو ایمان والوں پر بہت ہی مہربان ہو گا اور کافروں کے حق میں سخت گیر۔ اس کا ظاہر و باطن یکساں ہو گا اور قول و فعل مساوی' اس کے پیرو اہل توحید اور خدا پرست ہوں گے۔ آپس میں متفق اپنے مال کو دوسرے پر بے دریغ خرچ کرنے والے۔ اپنی پوشیدگی دھونے اور ازار کو کمر میں باندھتے ہوں گے ہر وقت ان کی زبان سے تقدیس اور تہلیل سننے میں آئے گی۔ کہیں ہوں پہاڑ میں یا بیابان میں ہر حالت میں تکبیر اور تعریف الٰہی بجا لائیں گے۔ اور یہی امت سب سے پہلے بروز قیامت داخل بہشت ہو گی۔ امیر المومنین نے کہا اے کعب جو کچھ تو نے بیان کیا ہے یہ سب سچ ہے۔ عمر نے زمین پر جبین رکھ کر سجدۂ شکر ادا کیا اور کہا خدائے عزوجل کا احسان ہے کہ ہم کو اسلام کے ساتھ عزیز اور مکرم فرمایا۔ اور حضرت محمد رسول اللہؐ کے واسطے سے ہم پر رحمت نازل فرمائی اور شرف بخشا۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے مسلمانو تم کو خوشخبری ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا تھا اسے پورا کیا۔ ہمیں دشمنوں پر فتح دی ان کے شہر ہمیں عطا کئے ان نعمتوں کے عوض شکریہ ادا کرو اور گناہوں سے بچو کیونکہ گناہ کرنا اور گناہوں پر مصر ہونا کفران نعمت ہے اور کسی قوم کی نعمت و حشمت کو زوال نہیں آیا ہے اور نہ اس پر دشمن نے قابو پایا ہے مگر اس وقت جبکہ اس نے ناشکری اور کفران نعمت کو اختیار کیا ہے امیر المومنین نے بیت المقدس میں چند روز قیامت کیا اور مشغول عبادت الٰہی رہے۔ ایک دن عمر بن عاص نے کہا اے امیر المومنین شہر والے انگور کا شیرہ نکال کر آگ پر پکاتے ہیں پھر اسے پیتے ہیں۔ وہ پانی نہایت ہی میٹھا اور بامزہ ہوتا ہے۔ اس کا پینا حلال ہے یا حرام۔ امیر المومنین نے کہا اس میں سے کسی قدر منگاؤ۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں لوگوں نے شیشے کے برتن میں تھوڑا سا لاکر سامنے رکھ دیا۔ عمر نے کسی قدر لے کر سونگھا۔ پھر شہر والوں سے پوچھا کہ تم کس طرح بناتے ہو انہوں نے جواب دیا کہ انگوروں کا شیرہ نکال کر اور ایک دیگ میں ڈال کر آگ پر پکاتے ہیں۔ یہاں تک کہ دو حصے جل کر ایک حصہ رہ جاتا ہے۔ خلیفہ نے کہا اگر اسی طرح تیار کرتے ہو جیسا کہ بیان کیا گیا ہے تو جوش کرنے سے جس قدر حرام ہے وہ زائل ہو جاتا ہے اور باقی بچا ہوا حلال۔ پھر انگلی بھر کر چاٹی اور فرمایا اس کے حلال ہونے میں کوئی شک نہیں۔ خوشی سے کھاؤ پیو اور جب جانو کے آگ کے بغیر خود جوش کھا کر تیار ہوا ہے تو وہ حرام ہے اسے مت پیو۔ پھر ان رہبانوں اور قوم ترسا کے عالموں کی طرف دیکھا جو اس عبادت خانہ میں کمبل پہنے عبادت کر رہے تھے اور فرمایا حمد و ثنائے عزوجل وہ جسے چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے ہدایت فرمائے۔ ایک رہبان نے سن کر کہا خدا نے کسی کو گمراہ نہیں کیا ہے۔ خلیفہ کو سن کر غصہ آیا اور کہا اے دشمن خدا اگر اس وقت صلح نہ ہوئی ہوتی اور امن کا عہد نامہ لکھ کر نہ دیا ہوتا تو اسی وقت تمہارے سر اڑا دیتا۔ اور نام و نشان مٹا دیتا تو دعویٰ کرتا ہے کہ خدا گمراہ نہیں کرتا ابھی تجھ کو گمراہ کر دیا اور گمراہی کی مہر تیرے دل اور آنکھوں پر لگا دی ہے جس کے سبب تو راہ راست کو نہیں پا سکتا اور دیکھتی آنکھوں اسے چھوڑ رکھا ہے۔ اگر تم آخر تک اسی حال میں رہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دوزخ میں ڈالے گا

اور یہ کوئی ظلم کی بات نہ ہو گی۔ رہبان سن کر خاموش ہو رہے۔ اب امیرالمومنین نے واپسی کا ارادہ کیا حکم دیا کہ خیمہ باہر لگائیں پھر سوار ہو کر مدینہ کی راہ لی۔ ابو عبیدہ اور لشکر کے ممتاز سردار مہاجر انصار مشایعت کے لئے ہمرکاب ہوئے۔ آپ نے شام کی حد سے گزر کر ان کو واپس کر دیا اور خود مدینہ روانہ ہو گئے۔ راستے میں عرب کی ندیوں میں سے ایک ندی پیش آئی۔ جسے ذات النار کہتے ہیں۔ بنی حذام وہاں کے باشندے تھے۔ امیر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلام کیا اور کہا یہاں دو مسلمان مرد ایسے ہیں جو ایک ہی عورت کو اپنی اپنی زوجہ سمجھتے ہیں ان کا یہ فعل حلال ہے یا حرام۔ امیر المومنین سنتے ہی غضبناک ہوئے اور کہا ان تینوں کو حاضر کرو۔ جب وہ حاضر ہوئے تو دیکھا کہ ان میں ایک بوڑھا اور دوسرا جوان ہے۔ پھر پوچھا تم کیا دین رکھتے ہو۔ کہا ہم مسلمان ہیں پھر پوچھا اس عورت کا کیا دین ہے کہا وہ بھی مسلمان ہے۔ پھر فرمایا لوگوں نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ تم دونوں اس عورت سے تعلق رکھتے ہو اور اس فعل کو حرام نہیں سمجھتے۔ پھر عورت سے پوچھا تیرا پہلا خاوند کونسا ہے۔ اس نے کہا یہ بوڑھا آدمی۔ امیرالمومنین نے کہا افسوس اے بڈھے کس سبب سے تو نے اس برے فعل کو اختیار کر رکھا ہے۔ میں نے اب تک ایسا معاملہ کبھی نہ سنا تھا اور نہ کسی قوم میں ایسی بے عزتی پائی جاتی ہے۔ بڈھے نے کہا میں بوڑھا ہو گیا ہوں میری دونوں آنکھیں خراب اور اعضاء بہت سست ہو گئے ہیں۔ میرے پاس کئی اونٹ ہیں اس قدر طاقت نہیں کہ ان کو چراگاہ میں لے جاؤں۔ نہ میرا کوئی فرزند ہے اور نہ عزیز جو اونٹوں کی خدمت کرے اور مجھے فارغ کر سکے۔ اس آدمی نے میرے پاس آ کر درخواست کی تھی کہ ایک رات دن کے لئے اسے بھی اس عورت میں شریک کر لوں۔ میں نے اجازت دی وہ میرے اونٹوں کی حفاظت کرتا ہے۔ اب جیسا آپ فرمائیں گے اس پر عمل کروں گا۔ امیرالمومنین کو بڑا تعجب ہوا۔ اور اس شخص کو بہت سخت و سست الفاظ اور فرمایا اس عورت کو گھر میں بٹھا اس میں کسی کا کچھ حصہ نہیں پھر اس جوان کو بلا کر دھمکایا کہ اگر تو قسم کھا کر اس فعل کی حرمت سے لاعلمی بیان نہ کرتا تو میں ضرور ہی شرعی حد جاری کرتا۔ جا کوئی اور عورت نکاح میں لا۔ اور اگر پھر اس عورت کے پاس آیا اور میں نے سنا تو حکم دوں گا کہ سر کاٹا جائے۔ اس کے بعد امیرالمومنین اس بستی سے روانہ ہوئے اور مدینہ میں پہنچے تمام مہاجر و انصار اور مدینہ کے رہنے والے مسلمان استقبال کے لئے آئے اور صحت و عافیت کی مبارک باد دی۔ ان ہی دنوں میں کہ امیرالمومنین عمر شام سے مدینہ میں تشریف لائے تھے جبلہ الایہم غسانی مع ایک سو ستر جوانوں کے جو اس کے عزیز اور رشتہ دار تھے مسلمان ہونے کے ارادے سے حاضر ہوئے۔

جبلہ الایہم غسانی کا مسلمان ہونا

غسانی نے مدینہ کے قریب پہنچ کر ہمراہیوں سے کہا عمدہ عمدہ گھوڑوں پر سوار ہو جائیں۔ ان کے سروں پر چاندی کی کلغیاں لگائیں' بالوں میں موتی اور پیشانیوں پر جواہرات لٹکائے۔ جبلہ اس روز نہایت بیش قیمت گھوڑے پر سوار ہوا سونے کا تاج سر پر رکھا اور موتیوں کا طرہ کان کی طرف لٹکایا۔ باشندگان مدینہ جبلہ کے آنے سے بہت خوش ہوئے اور خلیفہ سے اجازت استقبال طلب کی۔ آپ نے اجازت دے دی۔ شہر کے تمام امیر و غریب نے اس کا استقبال کیا اور عمر کے پاس لائے امیرالمومنین نے اس کے آنے کو غنیمت سمجھا اور بہت اچھی طرح مزاج پرسی کی۔ جبلہ نے کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ امیرالمومنین نے بڑی عزت و حرمت کی اپنے پاس بٹھایا اور اس کے آنے کی بہت خوشی کی۔ انصار کو حکم دیا کہ اس کی تکریم بہت زیادہ کی جائے اور جس قدر ممکن ہو دلجوئی کرتے رہیں۔ جبلہ مدینہ ہی میں رہنے لگا۔ مسلمانوں کے

حج کا وقت آیا۔ خلیفہ نے حج کا ارادہ کیا۔ آپ مصروف طواف تھے اور بنی فزارہ کا ایک آدمی بھی آپ کے عقب میں طواف کر رہا تھا۔ ناگاہ اس کا پاؤں جبلکہ کے تہہ بند پر پڑگیا اور تہہ بند کھل کر نیچے گر گیا۔ جبلہ کو طیش آگیا فوراً اس کی ناک پر ایک گھونسہ رسید کیا اس کی نکسیر پھوٹ نکلی۔ وہ شخص شکایت لے کر امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا اور جبلہ سے بدلا چاہا۔ آپ نے جبلہ کو بلایا اور پوچھا کہ تو نے کس وجہ سے اس شخص کی ناک پر ایسا گھونسہ مارا کہ نکسیر جاری ہو گئی۔ جبلہ نے کہا اے امیر المومنین میں طواف کعبہ میں تھا اس شخص نے دیدہ و دانستہ میرے تہہ بند پر پاؤں رکھ دیا جس کی وجہ سے تہہ بند کھل گیا۔ اور میرے اعضاء مخصوصہ سب کے سامنے برہنہ ہو گئے۔ اس نے مجھے طوف کعبہ میں رسوا کیا اس لئے میں نے اسے تنبیہہ کی اور اگر اس وقت میرے پاس تلوار ہوتی تو خدا کی قسم میں اس کا سر تن سے جدا کر دیتا۔ امیر نے کہا تو نے اپنے قصور کا اقرار کر لیا ہے جا اس شخص کو راضی کر لے ورنہ میں حکم دوں گا کہ جس طرح تو نے اسے مارا ہے اسی طرح وہ تجھے مارے۔ جبلہ نے کہا اے امیر وہ ایک بازاری شخص ہے اور میں ایک بادشاہ کی اولاد میں نے جو اسے گھونسہ مار دیا ہے آپ اس کے بدلے مجھے پڑوانا چاہتے ہیں۔ خدا کی قسم میرا تو یہ خیال تھا کہ مسلمان ہونے سے میں اور زیادہ عزیز و محترم ہو جاؤں گا۔ خلیفہ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے۔ اور مذہب اسلام کے قوانین جاہلیت کے قاعدوں کے خلاف ہیں۔ میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ اسے اپنے سے راضی کر لے۔ جبلہ نے کہا اگر نہ کروں امیر نے کہا اگر نہ کرے گا تو حکم دوں گا کہ تیری ناک پر گھونسہ لگائے جیسا تو نے اس کی ناک پر لگایا ہے کیونکہ تو اور وہ اسلام اور شریعت کے لحاظ سے برابر ہیں۔ اور اسلام میں کسی شخص کو دوسرے پر ترجیح نہیں ہے۔ مگر اتقا کے لحاظ سے۔ جبلہ یہ کہہ کر کہ جو خلیفہ کا حکم ہو گا دیکھا جائے گا۔ انصار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا جبلہ کے واسطے ہم اسے رضامند کر دیتے ہیں۔* جبلہ بزرگ اور بزرگ زادہ ہے۔ شریعت کی رو سے جو گھونسہ اس پر عائد ہوا ہے ہم اس شخص کو کچھ دے کر راضی کر لیتے ہیں۔ تاکہ جبلہ شکستہ دل نہ ہو۔ عمر نے قسم کھائی کہ جبلہ اسے راضی نہ کرے گا تو جبلہ سے اس شخص کا بدلہ لوں گا۔

جبلہ ابہم الغسانی کا فرار

مدینہ سے روم جا کر دین اسلام سے پھر جانا

جب رات ہو گئی اور سب سو گئے جبلہ اٹھا اور اسباب باندھ کر مع ان رشتہ داروں کے جو شام سے اس کے ہمراہ آئے تھے روم روانہ ہو گیا۔ اور بادشاہ ہرقل کی خدمت میں بمقام قسطنطنیہ پہنچ کر دین اسلام سے پھر گیا۔ اور مرتد ہو کر ترسا مذہب اختیار کر لیا۔ ہرقل اس واقعہ سے بہت ہی شاد ہوا اور اسے مبارک فال سمجھا۔ اس کے چچا زادوں کو ولایت روم میں بڑی بڑی جاگیریں عطا کیں اور خود اس کو اپنا وزیر اعظم بنا لیا اور کاروبار سلطنت اس کے حوالے کر دیا جبلہ بصد جاہ و جلال رہنے لگا۔ چند روز کے بعد امیر المومنین نے حذیفہ یمانی کو سفیر بنا کر شاہ ہرقل کے پاس بھیجا اور خط دیا جس میں ہرقل کو قبول دین اسلام کی ہدایت کی تھی۔ حذیفہ مدینہ سے چل کر روم میں داخل ہا۔ اور شاہ ہرقل کی خدمت میں حاضر ہو کر خط دیا۔ اور حق سفارت بجا لایا۔ ہرقل نے دین اسلام قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور اثناء گفتگو میں کہا اپنے چچا زاد بھائی کے پاس جاؤ اس نے ہمارے پاس آکر تمہیں اور تمہارے دین کو ترک کر دیا ہے۔ اور ہمارا مذہب اختیار کر لیا ہے۔ اگر تمہارا

مذہب اچھا ہوتا تو جبلہ جیسا عقلمند انسان ہمارے دین کو قبول نہ کرتا۔ حذیفہ ہرقل سے رخصت ہو کر جبلہ کے مکان پر آیا دیکھا کہ اس کے دروازے پر بادشاہی ڈیوڑھی سے بہت زیادہ شان وشوکت اور خدم و حشم ہے اندر جانے کی اجازت حاصل کرنے کے بعد جبلہ کے پاس جاکر دیکھا کہ سنہری تخت پر بیٹھا ہے اور یاقوت و زبرجد کا جڑاؤ تاج سر پر ہے۔ حذیفہ کو دیکھ کر بڑے جوش سے مزاج پرسی کی اور بہت ہی مہربانی فرمائی اپنے قریب بٹھایا پھر خلیفہ اور ان کے اصحاب اور دیگر حضرات کا حال دریافت کیا۔ حذیفہ کا بیان ہے کہ جب میں اس کے قریب بیٹھا تو میں نے اچھی طرح نہ دیکھا تھا کہ کس چیز پر بیٹھا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد جب مجھے معلوم ہوا کہ سونے کی کرسی ہے تو میں فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور زمین پر بیٹھ گیا۔ جبلہ نے مسکرا کر کہا دل پاک ہے تو کوئی سا کپڑا پہن لو اور کسی بھی چیز پر بیٹھ جاؤ کوئی اندیشہ نہیں۔ میں نے کہا محمد مصطفیٰؐ نے اپنی امت کے مردوں کو زری کے لباس اور سونے کے استعمال سے ممانعت فرمائی ہے۔ اے جبلہ تو نے کس سبب سے دین اسلام کو اور اپنے ملک اور وطن کو ترک کر دیا۔ اس نے کہا اے حذیفہ کیا تجھے خبر نہیں کہ عمر نے میرے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ میں نے ایک بازاری آدمی کو سزا دی تھی۔ عمر اس کے بدلے میں مجھے سزا دیتا اور اس کے مساوی کرنا چاہتا تھا۔ حذیفہ نے کہا امیر المومنین کا حکم شریعت کے موافق انصاف پر مبنی تھا اور تجھے منصفانہ حکم ہونے کی بنا پر رد نہ کرنا چاہئے تھا۔ تو نے تو اسلام کو بھی ترک کر دیا اور یہاں آیا۔ اب بھی اس واقعہ کا تدارک ہو سکتا ہے۔ اشعث بن قیس کندی اور طلحہ بن خویلد اسدی دونوں دین سے برگشتہ ہو گئے تھے اور زکوٰۃ نہ دیتے تھے پھر انہوں نے توبہ کر لی اور دین اسلام قبول کر لیا۔ ان کی توبہ قبول ہو گئی اور اسلام میں بہت بڑا مرتبہ اور بلند درجہ پایا۔ اگر تجھے بھی منظو ہو تو واپس چل سکتا ہے۔ جبلہ نے کہا اے حذیفہ اب وہ وقت گزر گیا ہے۔ ان باتوں کو چھوڑ پھر ایک غلام کو حکم دیا اس نے دستر خوان لا بچھایا اور طرح طرح کے کھانے چن دیئے۔ جو نہایت ہی عمدہ اور نفیس پکے ہوئے تھے۔ جبلہ تخت سے اتر کر اس فرش پر جو تخت کے سامنے بچھا ہوا بیٹھا اور مجھے بلا کر اپنے قریب جگہ دی۔ اس کے سامنے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا اترا ہوا تھا کہ نوش جان کرے میں نے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا کھانے سے کراہت کی۔ جبلہ سمجھ گیا اور حکم دیا کہ ایک لکڑی کا خوان لاؤ۔ پھر میرے سامنے رکھ کر اس میں طرح طرح کے گرم اور سرد نہایت لذیذ کھانے کہ میں نے کبھی نہ دیکھے تھے لا لا کر رکھتے گئے بعدہ شراب لائے اور چاہا کہ دستر خوان پر رکھیں میں نے کہا مہربانی رکھئے اور کہہ دیجئے کہ شراب نہ لائیں۔ خدمت گار اس کے حکم سے واپس لے گئے۔ جب کھانے سے فارغ ہو گئے تو ایک طلائی طشت اور لوٹا ہاتھ دھونے کے واسطے حاضر کیا۔ میں نے ایک طرف جا کر جہاں آب رواں موجود تھا ہاتھ دھوئے اور پھر اپنی جگہ آ بیٹھا۔ جبلہ نے حکم دیا کہ شربت کے پیالے لائیں۔ شربت پی کر ایک خادم سے کہا مغنیوں کو حاضر کرو۔ اسی وقت دس لونڈیاں جن میں سے ہر ایک مانند تصویر تھی حاضر ہوئیں اور ان کے ساتھ ہی ہاتھی دانت اور آبنوس کی مرصع کرسیاں جن پر زربفت منڈھا ہوا تھا لائی گئیں وہ کنیزیں نہایت خوشنما اور قیمتی لباس مرصع جواہرات پہنے ہوئے عجیب ناز و انداز سے خراماں خراماں آ کر ان کرسیوں پر بیٹھ گئیں۔ اور ستار سنبھالا۔ پھر ایک اور ان سب سے زیادہ حسین و جمیل رقاصہ آئی۔ ایک ہاتھ میں مشک و عنبر کا جام تھا اور دوسرے میں گلاب کا پیالہ اور ایک نہایت ہی سفید اور شفاف پرند گویا برف کا بنا ہوا ہے اس کے سر پر بیٹھا ہوا تھا یہ کنیز ایک آن بان کے ساتھ جبلہ کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ ایک سیٹی بجائی۔ سیٹی کے بجتے ہی پرند اڑ کر مشک و عنبر کے پیالے میں جا پڑا۔ اور لوٹ پوٹ کر اپنے پر مشک و عنبر میں آلودہ کر لئے اس لونڈی نے پھر سیٹی بجائی تو وہ اڑ کر جبلہ کے تاج پر جا بیٹھا اور اس طرح پھڑ پھڑایا کہ اس کے سر پر چھڑکی گئی۔

اس کام کے بعد وہ پھر اسی لونڈی کے سر پر بیٹھا اور لونڈی واپس چلی گئی۔ اس پر جبلہ نے جام شراب پیا۔ اور کنیزوں کی

طرف جو جانب راست بیٹھی ہوئی تھیں متوجہ ہوا اور کچھ دیر کے لئے اپنے عزیز دوستوں اور وطن کی جدائی کا خیال کر کے غمگین ہوا۔ اور لونڈیوں نے بھی بربط بجا کر آل جفنہ کے وطنوں اور محلوں کی مفارقت کے نہایت ہی موثر اشعار گائے۔ اور اپنے مکانات سے نکلنے اور دور افتادہ آپڑنے کے مضامین مناہیر کی آوازوں سے ادا کئے۔ جبلہ زار و قطار رونے لگا اور اشک تمام رخسار اور داڑھی پر بہنے لگے۔ ایک کنیز نے اٹھ کر دیبا کے رومال سے اشک پونچھے۔ جبلہ نے حذیفہ کی مخاطب ہو کر کہا پہچانتے ہو کہ اس قصیدہ میں کس جگہ اور کس مقام کا تذکرہ ہے اس نے کہا کسی قدر سمجھتا ہوں۔ جبلہ نے کہا غوطہ دمشق میں ہمارا ایک موضع تھا۔ حسان بن ثابت نے اسی جگہ کی تعریف میں یہ قصیدہ لکھا ہے۔ حسان ان دنوں اکثر ہمارے پاس آیا کرتا تھا۔ حذیفہ نے کہا احسان تم کو بہت ہی یاد کرتا ہے۔ تمہارے اور تمہارے خاندان کے حالات اکثر بیان کرتا رہتا ہے۔ جس حسن سلوک کا برتاؤ تمہارے خاندان نے اس کے ساتھ کیا ہے۔ جبلہ نے پوچھا کیا حسان اب تک زندہ ہے۔ حذیفہ نے کہا ہاں مگر نابینا ہو گیا ہے۔ کچھ نظر نہیں آتا۔ جبلہ نے اسی وقت پانچو اشرفیاں جام ہائے دیبا' خز اور یزلون کے پانچ پانچ تھان منگوائے اور حذیفہ کو دے کر کہا کہ مدینہ پہنچ کر حسان بن ثابت کو میرا سلام کہنا اور یہ تحفہ دینا۔ پھر جبلہ نے حذیفہ کو بھی کچھ نذر کرنا چاہا مگر اس نے نہ لیا اور کہا مجھ کو اس کی حاجت نہیں۔ جب ہرقل کے دربار سے حذیفہ کو واپس جانے کی اجازت مل گئی تو وہ پھر رخصت ہونے کے لئے جبلہ کے پاس آیا۔ اور پوچھا اپنے دوستوں کو کچھ پیغام دیتے ہو۔ کہا اے جبلہ کیا پیغام دوں مجھے میری بد نصیبی' کمبختی اور سرکشی نے اسلام سے محروم کر کے میری جائے پیدائش اور وطن مالوف سے علیحدہ کر دیا ہے اور میں اس ملک میں آن پڑا ہوں۔ کاش میں اس وقت اپنے وطن اور اپنے گھر ہوتا' گو اس حالت سے بدتر کوئی اور حالت نہیں ہو سکتی۔ پھر اس مضمون کا ایک قطعہ پڑھا۔

حذیفہ نے یہ دیکھ کر کہا میری کوئی نصیحت کارگر نہیں ہوتی اور جبلہ دین اسلام کی طرف ذرا راغب نہیں ہوتا اس سے جدا ہوا اور مدینہ کو چل پڑا۔ خدمت امیر المومنین میں پہنچ کر ہرقل کے اور جبلہ کے تمام و کمال حالات بتائے اور ان کے تجمل و شکوہ کی سب کیفیت عرض کر دی۔ امیر المومنین نے کہا اے حذیفہ تو نے اسے دیکھا کہ وہ اسلام کے بعد شراب پیتا ہے حذیفہ نے کہا ہاں۔ پھر پوچھا' تو نے اسے صلیب لٹکائے ہوئے دیکھا اس نے کہا اس نے زوال پذیر شے کو دائمی سے بدل لیا ہے اور باقی کو فانی کے عوض بیچ ڈالا ہے اس معاملے میں اس نے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا نہ آئندہ اٹھائے گا بلکہ اس گمراہی کی سزا ضرور پائے گا۔ اور اس وقت کی شرمندگی فائدہ بخش نہ ہو گی۔

حذیفہ نے کہا اے امیر المومنین میرے ہاتھ جبلہ نے حسان بن ثابت کے لئے کچھ تحفہ بھیجا ہے۔ آپ نے حسان کو بلایا ایک شخص اس کا ہاتھ پکڑ کر لایا۔ اس نے داخل مسجد ہو کر کہا اے امیر المومنین السلام علیک ورحمتہ اللہ و برکاتہ۔ عمر نے جواب سلام کے بعد کہا اے ابو الولید اللہ نے تجھے کسی جگہ سے کچھ عطا فرمایا ہے۔ لے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے ساتھ اس کا شکریہ ادا کر کہ اس نے یہ اشرفیاں اور ریشمی تھان اس کے ہاتھ سے نکال کر تجھے دیئے ہیں۔ حسان نے وہ اشرفیاں لے لیں اور تھانوں کو ہاتھ سے ٹٹول کر آل جفنہ کی تعریف میں فی البدیہ ایک قطعہ انشا کیا۔ اور ان عطیات کو لے کر خوش خوش اپنے گھر چلا گیا۔ حذیفہ نے کہا میں نے دوران گفتگو جبلہ سے پوچھا تھا کہ تجھے قرآن شریف میں سے بھی کچھ یاد رہا ہے اسنے کہا نہیں سب بھول گیا ہوں صرف ایک آیت جو میرے شقاوت حال کے عین مطابق ہے۔ یاد رہ گئی ہے اور وہ یہ ہے **و من یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ و ھو فی الاخرۃ من الخاسرین**

اٹھارواں سال ہجری

قصہ عمواس اور سرزمین شام کے دیگر مقامات میں وبا کا پھیلنا اور وفات ابو عبیدہ

راوی بیان کرتے ہیں کہ ملک شام کے علاقہ فلسطین میں ایک قصبہ عمواس اس شہر رملہ کے مضافات سے تھا۔ اس میں سخت وبا پھیلی کہ جس سے بہت سے مسلمان ضائع ہوگئے اور ابو عبیدہ بھی سخت مبتلا ہو گیا۔ چند روز اسی بیماری میں گزرے۔ جب حالت بگڑ گئی لشکر کے سرداروں کو بلا کر کہا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اسے بغور سن لو اور عمل میں لاؤ۔ وصیت کا خلاصہ یہ تھا کہ نماز ادا کرنے، زکوٰۃ دینے روز رکھنے حج کرنے، انکساری سے رہنے، باہم اچھا برتاؤ رکھنے اور دوسروں کی بھلائی چاہنے کو اپنا شعار بنائے رکھنا، ہرگز ہرگز دنیا پر فریفتہ نہ ہونا۔ یقین رکھو کہ تم میں سے کسی کی عمر ہزار برس کی بھی ہو جائے تو کیا ہے آخر اس کا انجام بھی فنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کے لئے موت قرار دے دی ہے۔ اور چار و ناچار اسے یہ شربت پینا ہی پڑتا ہے۔ عقلمند وہ ہے جو اس دنیا میں آخرت کا توشہ فراہم کرتا ہے۔ اور اس دنیا میں ایسے کام کرتا ہے جو یادگار رہ جاتے ہیں۔ پھر معاذ بن جبل کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے معاذ جا مسلمانوں کا پیش نماز بن میں نے تجھے اپنا نائب بنایا یہ کہہ کر کلمہ شہادت پڑھا اور وفات پائی۔ ملک شام ہی میں بمقام اردن مدفن بنا۔ اس کے بعد معاذ بن جبل نے مسلمانوں کی درستی احوال کی طرف توجہ کی اور خطبہ مشتمل بہ حمد و ثناء باری تعالیٰ و نعت و منقبت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پڑھا اس کے بعد کہا اے مسلمانو اپنے گناہوں سے توبہ کرو اور اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جاؤ کیونکہ جو بندہ بغیر توبہ کئے مرجاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے نہیں بخشتا تاوقتیکہ اس کی رحمت کا نزول نہ ہو۔ اور جس شخص کی گردن پر حقوق دین ہوں۔ اسے لازم ہے کہ ادا کرے۔ کیونکہ زندگانی کا کچھ بھروسہ نہیں۔ جس شخص نے مسلمان بھائی سے گفت و شنید بند کرکے ملنا جلنا ترک کر دیا ہے اسے چاہئے صلح کرکے مل جاوے کیونکہ حضرت محمد مصطفیٰؐ نے فرمایا ہے کہ مسلمان کو آپس میں تین روز سے زیادہ رنجش یا بات چیت بند نہ رکھنی چاہئے۔ آج ہمیں ایسے شخص کی وفات کا صدمہ عظیم پہنچا ہے کہ کوئی شخص اس سے زیادہ خوش اعتقاد اور مرفع الحال ہو یا اس کی نسبت مکر و فریب سے دور اور مسلمانوں کا خیر خواہ ہو اللہ تعالیٰ ابو عبیدہ پر رحمت نازل کرے۔ جب تک میں زندہ رہوں گا۔ اس کا ثناء خواں رہوں گا۔ اور اس کی جو تعریف کی جائے وہ غلط نہ ہو گی۔ اللہ تعالیٰ سے اس کے واسطے ثواب کی التجا کرتا رہوں گا۔ کیونکہ وہ بہت ہی رحمدل اور متواضع تھا۔ یتیموں کی پرورش کرتا تھا۔ فقیروں کو دیتا تھا خلق خدا سے نرمی کا برتاؤ کرتا تھا۔

عمر عاص جو اس کے برابر بیٹھا تھا کہا ابو عبیدہ نے جو اسے اپنا نائب بنا دیا تو اس سے کیسا خوش اور رضامند ہے اور اسی سبب سے اس کی کیسی کیسی تعریفیں کر رہا ہے۔ کسی نے معاذ سے بھی جا کر کہا کہ عمر عاص تیری نسبت ایسا کچھ کہتا ہے۔ معاذ نے عمر کو بلایا۔ اور پوچھا کیا تو نے ایسا کہا ہے اور کس غرض سے کہا ہے اگر تو نے سچ کہا ہے تو اللہ تعالیٰ اسی بیماری سے جس میں ابو عبیدہ مرا ہے مار ڈالے اور شہید کرے۔ جناب رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص وبا سے مرتا ہے درجہ شہادت پاتا ہے اور اگر تو نے جھوٹ کہا ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے اسی بیماری میں مبتلا کرے اور زندہ نہ رکھے۔ اے ابن عاص تو اس دنیا میں امارت کا بہت ہی مشتاق ہے ممکن ہے کہ تو بھی اس مرتبے کو پہنچ جائے اور درجہ امارت پائے۔

عمر عاص نے کہا میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ غصہ نہ کر اور کلمہ خیر کے سوا اور کچھ نہ کہہ۔ میں نے برائی کی راہ سے نہ کہا تھا۔ معاذ نے پھر کچھ نہ کہا چپ ہو رہا اور امیر المومنین کو اس مضمون کا خط لکھا کہ یہ نامہ معاذ بن جبل کی طرف سے

بنام عمر بن الخطاب تحریر ہے۔ ایسے شخص کی وفات سے مطلع کرتا ہوں جو ہمارا سردار اور آپ کے اور ہمارے نزدیک نہایت عزیز تھا۔ یعنی ابو عبیدہ بن جراح۔ **رحمتہ اللہ علیہ و غفرلہ ما تقدم من ذنبہ و ما تاخر فانا للہ و انا الیہ راجعون** میں یہ خط ملک شام سے روانہ کرتا ہوں۔ امیر المومنین کو واضح ہو کہ اس علاقہ میں سخت ترین وبا پھیلی ہوئی ہے بہت سی خلقت مر چکی ہے اور لشکر کے اکثر آدمی وبا میں مبتلا ہیں۔ اور قریب المرگ ہو رہے ہیں۔ اللہ انجام بخیر کرے اور امیر المومنین کو جزائے خیر کرامت کرے۔ **و السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ**

امیر المومنین اس خط کو پڑھ کر بہت روئے اور تمام لوگوں نے جو اس وقت موجود تھے بہت افسوس کیا اور خدا سے اس کی بخشش کی دعائیں مانگیں۔ اس کے بعد مرض طاعون اسلامی لشکر میں بڑی شدت سے پھیلا اور اکثر آدمی مبتلا ہو گئے اور بہت سے جاں بحق تسلیم ہوئے۔ عمر عاص کہا کرتا کہ یہ وبا نہیں ہے۔ بھوت پریت کی مخالفت سے اس جگہ یہ مرض پھیلتا ہے اور دوسری جگہ جانے سے انسان بچ جاتا ہے۔ معاذ بن جبل نے یہ بات سنی اور غصہ ہو کر کہا کہ عمر عاص جو کچھ کہتا ہے لاعلمی کی بنا پر کہتا ہے۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ سے موت ٹل نہیں سکتی۔ اور حکم الٰہی کس طرح بدل سکتا ہے۔ پھر منادی کر دی کہ تمام آدمی جمع ہوں۔ ان کے جمع ہونے پر خطبہ پڑھا اور کہا اے لوگو عمر عاص وبا کے متعلق ایک من گھڑت بات کہتا ہے اسے بھوت پریت کی مخالفت سمجھتا ہے۔ ہم نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں رہ کر اسلام اختیار کیا ہے ان کے ساتھ نمازیں پڑھی ہیں۔ اور زبان مبارک سے بہت سی حدیثیں سنی ہیں۔ اس وقت عمر عاص گمراہ تھا اور علیحدہ پڑا ہوا تھا۔ ہم نے رسول پاکؐ کی زبان سے وبا کی نسبت کبھی کوئی ایسی بات نہیں سنی ہے جو عمرو بیان کرتا ہے۔ آگاہ ہو کہ وبا اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور ہمارے پیغمبر کی دعا کی مقبولیت کا نشان ہے۔ اور نیک بندوں کی وفات کی ایک صورت ہے اے خدا معاذ اور اس کے فرزندوں کو اس وبا سے بہت سا حصہ عطا کر۔ معاذ یہ دعا مانگ کر گھر واپس آ گیا۔ تو اس کا بیٹا عبدالرحمٰن اس وبا میں گرفتار ہو چکا تھا۔ شدید تپ لاحق ہوئی اور وہ اسی دن مر گیا۔ معاذ نے اسے غسل و کفن اور حنوط کر کے نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر دیا۔ گھر پہنچ کر آپ بھی بیمار ہو گیا اور وبائی علامتیں ظاہر ہوئیں۔ لوگ عیادت کے لئے آتے تھے۔ اور اس کے واسطے دعا صحت کرتے تھے۔ اور اس کے مرنے سے اندیشہ ناک ہوتے تھے۔ جو بھی جماعت اس کی عیادت کو آتی معاذ اسے نصیحتیں کرتا۔ کہ اے لوگو آخری کی تیاری کرو تم آج کر سکتے ہو وقت غنیمت ہے کہ تم اس وقت آرزو کرو جب کہ تم کچھ نہ کر سکو جو کچھ تمہارے پاس قبل اس کے کہ تم دنیا سے سفر کرو اور میراث چھوڑ جاؤ خدا کے راستے میں خرچ کرو کیونکہ دنیا میں تمہارا حصہ وہی ہے جو کھا لیا پہن لیا تصدق کر دیا اور جو کچھ چھوڑ جاؤ گے اس میں تمہارا کوئی حصہ نہیں ہے۔ اسی اثناء میں ایک شخص نے اس سے کہا میں جانتا ہوں تو مسلمان پر بہت ہی مہربان ہے۔ اور دل سے خیر خواہ۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے ایسی نصیحت کر کہ جس پر کاربند ہونے سے پھر کسی کی نصیحت کا محتاج نہ ہوں۔ معاذ نے کہا اے بھائی دن میں روزے رکھ اور رات کے وقت نمازیں پڑھا کر صبح کے وقت اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور بخشش کی دعا کیا کر اور جس قدر ہو سکے یاد خدا میں مشغول رہ شراب نہ پینا زنا سے پرہیز کرنا فساد سے بچنا پارسا عورتوں اور مردوں کو برا نہ کہنا اور انہیں بدکردار نہ بتانا جس وقت تو لشکر اسلام کی صفوں سے نکل کر کافروں کے ساتھ جنگ کرنا چاہے تو پیٹھ نہ دکھانا اور بھاگنا نہیں۔ فریضہ نماز کو وقت پر مع شرائط ادا کرتے رہنا۔ زکوٰۃ بند نہ کرنا' عزیزوں اور رشتہ داروں سے صلہ رحم سے پیش آنا۔ مومنوں پر مہربان رہنا۔ اگر تو ان باتوں کو جو میں نے بیان کی ہیں اختیار کر لے گا اور ان پر عمل درآمد رکھے گا تو تیرا ضامن بنتا ہوں۔ کہ ضرور ہی بہشت میں جگہ پائے گا۔ اسے اس کے بعد غش آ گیا اور رات بھی آ پہنچی۔ تمام آدمی غمگین ہو کر باہر چلے آئے۔ کچھ عرصہ کے بعد ہوش آیا تو لونڈی سے جو

سرہانے موجود تھی پوچھا کس قدر رات باقی رہ گئی۔ اس نے جواب دیا پہر رات باقی ہے کہا اے خدا تو خوب جانتا ہے کہ معاذ نے کبھی دنیا کو عزیز نہیں رکھا اور نمازوں کے لئے تکلیفوں کو برداشت کیا اور روزوں میں پیاسا رہنے اور ذکر الٰہی کے حلقوں میں بیٹھنے کو اپنی جان سے بہتر سمجھتا رہا اور اب میں تجھ سے اپنے گناہوں کی معافی کا خواستگار ہوں۔ اور دینی اور دنیوی بھلائی تجھ سے طلب کرتا ہوں اس کے دوستوں میں سے ایک شخص نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن ہم کو کچھ نصیحت کر کہ یاد رکھیں اور عمل میں لائیں۔ ہم دنیا اور دین میں تجھ جیسا دیانت دار اور با امانت شخص کوئی اور نہیں پاتے۔ کہا مجھے بٹھا دو۔ اسے بٹھا دیا۔ اور ایک شخص سہارا دے کر پیچھے بیٹھ گیا۔ معاذ نے کہا میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں اور ایسے وقت میں کوئی جھوٹی قسم کھا نہیں سکتا۔ میں نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جو مومن بندہ دنیا سے رحلت کے وقت **اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده و رسوله** کہے گا اور تصدیق کرے گا کہ قیامت کا دن برحق ہے اور قبروں سے مردوں کا اٹھنا بھی برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے داخل بہشت فرمائے گا۔ دوزخ کی آگ اس پر حرام ہو گی۔ عبدالرحمٰن ابن عثم تمانی اس وقت حاضر تھا بولا اے معاذ کچھ اور بھی وصیت کر۔ معاذ نے کہا اے بھائیو یاد رکھو کہ علم سیکھو اور تحصیل علم میں سعی بلیغ کرو۔ اور علم حاصل کرنے کے بعد اوروں کو سکھاؤ کیونکہ علم کا سیکھنا عبادت ہے۔ اور علم سکھانا رحمت اور مغفرت کا موجب ہے۔ اور علمی مسئلہ بیان کرنا اور اس کی باریکیوں کو باہم ظاہر کرنا عین تسبیح ہے علم خزانہ ہے اور تعلیم صدقہ دینا ہے اور ایسے شخص کو علم سکھانا جو اس کا اہل ہو موجب قربت ہے کیونکہ علم ہی سے حرام اور حلال کی تمیز حاصل ہوتی ہے۔ علم ہی کی روشنی سے درہائے بہشت کو کشادہ دیکھ سکتے ہیں علم مونس وحدت ہے اور بے منت حدیث۔ گو مسافرت میں ساتھی دشمنوں کے دفعہ کے لئے کامل مشورہ ہے۔ اور ظاہر اور پوشیدہ دونوں طریق سے راہ ہدایت کا رہبر ہے۔

وصایائے معاذ ابن جبل اور اس کی وفات

اللہ تعالیٰ نے اہل علم کا بہت بڑا درجہ رکھا ہے۔ اور انہیں اہل بہشت میں ممتاز قرار دیا ہے۔ اور وہ مرتبہ عطا کیا ہے کہ خیرات کرنے میں بھی ان کی پیروی کرنی چاہئے اور سعادت کی تحصیل میں انہی کے نقش قدم پر چلنا لازم ہے۔ انتہا یہ ہے کہ فرشتے بھی ان کی دوستی کی آرزو کرتے ہیں۔ اپنے پروں کو ان سے مس کرتے ہیں اور نمازوں میں خدا سے ان کے لئے دعا بخشش مانگتے ہیں۔ دنیا کی ہر ایک چیز دریا پہاڑ صحرا کان ہوا تمام دریائی جانور کل پرندے وغیرہ سب کے سب آفریں کرتے ہیں۔ علم دل کی تازگی آنکھ کا نور جان کی تقویت ہے۔ علم کی بدولت بزرگوں کی مجلسوں' نیکوں کی محفلوں اور بادشاہوں کی صحبتوں میں پہنچ سکتے ہیں عقبیٰ میں درجات عالیہ ملتے ہیں۔ علمی دقائق کے حل کرنے کی غور و فکر روزہ رکھنے کی مانند ہے اور علم کا پڑھنا ایسا ہے گویا فرض نمازوں کا ہمیشہ ادا کرتے رہنا علمی باریکیوں کے جانے بغیر عبادت اور طاعت کرنا ممکن نہیں ہے۔ اور بے علم کے عمل کا نہ ثواب ہے نہ کچھ نتیجہ صلہ رحم اور حلال و حرام کی تمیز علم ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ علم کا حصہ نیک بختوں ہی کو پہنچتا ہے۔ اور بدبخت اس کے فوائد اور منافع سے محروم رہتے ہیں۔ متقی بزرگ لوگ ہیں اور فقیہ ان کے سردار۔ علماء کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ اور ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا برکت و سعادت ہے۔ اس امر میں یہ چند باتیں کیں پھر عمر عاص کو سامنے بلا کر مسلمانوں کی درستی حالات کے واسطے اسے مقرر کیا اور لشکر اسلام پر اپنا نائب بنایا اس کے بعد کلمہ شہادت پڑھا اور جاں بحق تسلیم ہوا رضوان اللہ علیہم عمر عاص نے نماز جنازہ

پڑھائی۔ اور اسی جگہ دفن کر دیا۔ لوگوں نے مٹی دی جب دفن سے فراغت پائی۔ عمر عاص نے کہا اے معاذ تجھ پر خدا کی رحمت ہو تو مسلمانوں کا خیر خواہ تھا تو نے ان کے کاموں کو بہت اچھی طرح پورا کیا تھا جاہلوں کو ادب دیتا تھا۔ نیکوں کی مدد کرتا تھا۔ خدا کی قسم علم اور زہد اور صلاحیت اور کمال میں تجھ جیسا کوئی نہ ہو گا۔ پھر عمر عاص نے خلیفہ کی خدمت میں خط روانہ کیا معاذ بن جبل کی وفات سے آگاہ کیا اور اجازت چاہی کہ اس جگہ وبا پھیلی ہوئی ہے جس نے مسلمانوں کو تباہ کر دیا ہے۔ اور مسلمان چاہتے ہیں کہ اس جگہ سے کہیں اور نقل مکانی کریں۔ پس اس امر میں امیر المومنین کی کیا مرضی ہے۔ خلیفہ اس خط کو پڑھتے ہی معاذ بن جبل کی وفات پر جو ابو عبیدہ کے فوراً بعد ہی واقع ہوئی بہت روئے اور مسلمانوں نے بہت ہی افسوس کیا اور برابر روتے تھے۔ خلیفہ نے کہا اے اللہ تعالیٰ معاذ کو بخشے اور اس پر اپنی رحمت نازل کرے۔ وہ بڑا عالم اور زاہد مرد تھا۔ اس کے مرنے سے مسلمانوں کو بڑا نقصان پہنچا۔ لوگ اس کے علم و فضل کی روشنی سے محروم ہو گئے۔ مشکل مسئلوں کے وقت وہ اس سے دریافت کرتے تھے۔ اور اس کی ذات سے بڑے بڑے فائدے ہوتے تھے۔ وہ حصول فضل و خیر اور سبیل علم کا راستہ دکھاتا رہتا تھا اللہ تعالیٰ اسے نیک مردوں کی سی جزا کرامت فرمائے۔ اور جنت النعیم میں جگہ دے۔ اس کے بعد خلیفہ نے اس امر کو بہتر سمجھا کہ اس لشکر اور شام کے شہروں پر جو مسلمانوں نے فتح کر لئے ہیں یزید بن ابی سفیان کو امیر بنائے اور وہی جسے چاہے اپنا نائب قرار دے۔ اور جس طرف مناسب سمجھے فوج کو روانہ کر دے اسی وقت یزید بن ابی سفیان کے نام خط لکھا۔ مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ فرمان امیر المومنین عمر کی طرف سے بنام یزید بن ابو سفیان کو دیا جاتا ہے واضح ہو کہ ہم نے اسے ابو عبیدہ بن جراح اور معاذ بن جبل اور خالد اور ولید اور ان کے دوسروں امیروں کی جگہ جو اب سے پہلے ملک شام میں موجود تھے اور اب شربت فنا پی چکے ہیں۔ لشکر اسلام کی عہدہ امارت عطا کی ہے۔ اور یہ حکم جاری کر دیا گیا ہے۔ لازم ہے کہ کمال شجاعت اور انتہائی دانائی کے ساتھ کام انجام دے اور اس سمت کی مہمون اور ارادوں کو پورا کرکے ہمیں اطمینان خاطر دلائے۔ اور ہر طرح سے فارغ ہو کر مددگار بنا رہے آگاہ ہو کہ عمر عاص اور لشکر کے دوسرے سرداروں اور مشہور اشخاص کو بھی لکھ بھیجا ہے کہ یزید بن ابو سفیان کی اطاعت کریں اور اس کی تجویزوں اور حکموں سے انکار و انحراف نہ کریں۔ موافقت کا طریقہ برتیں۔ یقین ہے کہ وہ مخالفت اور دشمنی کو اختیار نہ کریں گے۔ جس وقت تجھے یہ خط ملے اور مضمون سے آگاہی پائے لشکر فراہم کرکے مع رفیقوں کے قیساریہ پر چڑھائی کرنا اور اس مہم میں اس قدر مساعی کرنا کہ وہ شہر فتح ہو جائے ہرگز اس جگہ سے نہ ہٹنا تاوقتیکہ شہر قبضے میں آ کر ملک شام کی آمدنی فراہم نہ ہو جائے اور اس ملک کی طرف سے ہرقل بالکل مایوس نہ ہو جائے اور اس شہر کے ہمارے قبضے میں آ جانے سے ہرقل کی امیدیں ضرور منقطع ہو جائیں گی۔ اس امر کو بالکل سچ سمجھنا اور ان سب باتوں پر عمل کرنا۔ انشاء اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ!

جس وقت امیر المومنین کا یہ خط یزید بن ابو سفیان اور لشکر کے امیروں اور سرداروں کے نام پہنچا اور وہ مضمون خط سے آگاہ ہوئے تو یزید کی امارت سے بہت خوش ہوئے اور خلیفہ کے فرمان کو قبول کر لیا۔ یزید نے بموجب حکم لشکر جمع کرکے قیساریہ کی طرف کوچ کیا۔ سرزمین دمشق میں ایک مقام ہے جسے کسوت کہتے تھے قیام کیا اور کئی روز وہاں رہا تاکہ تمام لشکر جمع ہو جائے۔ جب نسب امراء اور سرداران لشکر مشہور و معروف اشخاص مع خدم و حشم جمع ہو گئے تو یزید بن ابی سفیان نے خطبہ پڑھا حق سبحانہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کے بعد کہا اے لوگو آگاہ ہو کہ خلیفہ نے یہ فرمان میرے واسطے بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ ہم قیساریہ پر چڑھائی کریں اور وہاں کے لوگوں کو کتاب خدا اور سنت رسولؐ کی طرف بلائیں اگر انہوں نے دین اسلام قبول کر لیا تو فھو المراد ورنہ ان سے معرکہ آرائی

کروں گا۔ اور اللہ کی مدد اور نصرت سے اس شہر کو فتح کر لوں گا۔ اصل حال یہ ہے مطلع ہو جاؤ اور جہاد پر کمریں کس لو، فتح اور لوٹ سے شہادت اور ثواب سے دلوں کو شاد کرو۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

اس خطبے سے فارغ ہو کر فوجیں سمت قیساریہ روانہ کر دیں۔ قیساریہ میں پہنچنے پر دیکھا رومی لشکر نے قلعے سے نکل کر حبیب اور اس کی فوج پر حملہ کیا اور شکست دے کر بھگا دیا کہ وہ یزید کی فوج سے آ ملے یزید چال دیکھ کر اسی جگہ ٹھہر گیا اور فوج کو اس طرح ترتیب دیا کہ میمنہ پر اشتر نخعی کو رکھا اور میسرہ پر ضحاک بن قیس فہری اور جناح میں عبادہ بن صامت کو۔ اس ترتیب سے آگے بڑھے جب قلعہ قیساریہ کے دروازے پر پہنچے رومی فوجیں جنگ کے لئے باہر نکلیں اور اس قدر قریب آ گئے کہ ان کے گھوڑوں کی گردیں ایک دوسرے آگے نکل گئیں۔ یزید بن ابو سفیان نے آواز دی کہ اے مسلمانو ثابت قدم رہنا بھاگنے کی عقوبت سے بچنا۔ کیونکہ ایسی جگہ سے بھاگنا دوزخ کو دعوت دیتا ہے اور دنیا سے نامراد رکھتا ہے اور عاقبت میں سزا ملتی ہے۔ مسلمان یہ سنتے ہی ٹوٹ پڑے۔ طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک بڑی سخت جنگ ہوتی رہی اور دن کے ختم ہونے کے وقت تو بڑی خونریزی ظہور میں آئی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی اور رومی لشکر شکست کھا کر بھاگ نکلا۔ مسلمانوں نے قتال کرتے ہوئے تعاقب کیا۔ رومیوں کی بہت سی فوج کٹ گئی۔ اور بہت تھوڑی جمعیت نے قلعہ میں پناہ لی۔ یزید حصار کے دروازہ پر آ پہنچا اور جنگ کرتا رہا۔ چاہا کہ محاصرہ کر لے کئی دفعہ رومی لشکر حصار سے نکلا اور مقابلہ کیا مگر ہر دفعہ مسلمانوں ہی کو فتح نصیب ہوئی۔ رومی یہ کیفیت دیکھ کر پھر حصار سے نہ نکلے۔ یزید بن ابو سفیان نے لشکر میں سے مشہور و معروف اور سمجھ دار لوگوں کو بلایا اور مشورہ کیا کہ اس جگہ چارہ کمیاب ہے اور ہمارا لشکر چارہ نہ ملنے کے سبب اس قدر فوج یہاں نہیں رکھ سکتا۔ ورنہ یہاں اس قدر فوج کثیر کی ضرورت ہے میں چاہتا ہوں کہ تھوڑا سا لشکر حصار کے دروازہ پر چھوڑ دوں کہ اہل حصار باہر نکل کر جنگ کرنا چاہیں تو ان سے مقابل ہو سکیں ورنہ انہیں محصور کئے رہیں۔ اور ہم باقی لشکر سمیت دمشق چلے جائیں۔ سب لوگوں نے کہا تمہاری رائے بہت درست ہے۔ اس میں کسی قسم کا اندیشہ نہیں ہے۔ یزید نے اپنے بھائی معاویہ بن ابو سفیان کو چار ہزار منتخب سوار دے کر حکم دیا کہ اسی جگہ قیام کر اگر اہل حصار نکل کر جنگ کریں تو ان سے برسرپیکار ہو ورنہ اسی طرح محصور کئے رہنا تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ اس کام کو پورا کرے۔ معاویہ نے منظور کیا۔ یزید معاویہ کو اسی جگہ چھوڑ کر آپ باقی لشکر سمیت دمشق میں چلا آیا۔ رومی لشکر نے دیکھ کر کہا یزید مع فوج یہاں سے چلا گیا اور معاویہ تھوڑی سی فوج سے مقیم ہے۔ خیال کیا کہ اب اچھا موقع ہے حصار سے نکل کر انہیں بھگا دیں اس لالچ میں آ کر لشکر کو درست کیا اور بہت سی فوج لے کر حصار سے نکل پڑے۔ اور جنگ شروع کی۔ معاویہ نے بھی فوج کو آراستہ کر کے مقابلہ کیا انجام کار مسلمان فتح یاب ہوئے۔ رومیوں کے ایک ہزار سے زیادہ آدمی مارے گئے۔ اور باقیوں نے بھاگ کر حصار میں پناہ لی۔ اور سوچا ہم کسی طرح اس گروہ سے برسر نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ ہماری نسبت جنگ جو اور بہادر ہیں قوت و شوکت بھی زیادہ رکھتے ہیں۔ اور اقبال بھی ان کے ساتھ ہے۔ بہتر ہے کہ صلح کر لیں دوسرے دن ایک شخص کو معاویہ کے پاس بھیج کر ان شرائط پر صلح کرنی چاہئے کہ معاویہ ہمیں اسی شہر میں رہنے دے ہم بیس ہزار دینار نقد اور جزیہ ادا کریں گے۔ اور آئندہ باجگزار اور خدمت گزار رہیں گے۔ معاویہ نے یزید کو خط لکھا اور اہل قیساریہ کی جنگ اور درخواست صلح کی تمام کیفیت درج کی۔ یزید نے لکھ بھیجا کہ صلح کر لے اور ان کی درخواست مان لے۔ معاویہ نے ان تمام امور کے متعلق وثیقہ لکھ دیا اور صلح ہو گئی۔ جب اس شہر نے زر مقررہ ادا کر دیا تو معاویہ نے بھی اپنا لشکر لے کر دمشق کی طرف کوچ کیا۔ غرضیکہ قیساریہ کی مہم اس طریق سے انجام کو پہنچ گئی اور صلح و اطاعت کے متعلق حالات درج کئے اور زر مقررہ کا پانچواں حصہ بھیجا۔ امیر المومنین اس ماجرے کے

متعلق مطلع ہو کر نہایت ہی شاداں ہوئے۔ اور حق سبحانہ تعالی کا شکر ادا کر کے جواب خط لکھا کہ یزید بن ابو سفیان کو معلوم ہو کہ تیرا خط موصول ہوا حالات مندرجہ سے آگاہی ہوئی اور فتح قیساریہ کی خبر سے نہایت ہی خوشی ہوئی۔ کیونکہ اس سرزمین پر یہ آخری مہم تھی جس میں اللہ نے کامیاب کیا' اللہ تعالی کی مہربانیوں کا شکریہ ادا کیا گیا۔ الحمد للہ کے اب اس مہم کی طرف سے دلجمعی ہو گئی۔ اور خدا نے تمہاری روزی میں وسعت عطا فرمائی اور دشمن خراب و خستہ ہو گیا۔ ہمارا مطلب پورا ہو گیا۔ تم بھی اللہ تعالی کا شکریہ ادا کرو کیونکہ شکر گزاری باعث زیادتی نعمت ہے اور دائمی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ و اللہ ان تعدو انعمت اللہ لا تحصوھا و السلام علیکم رحمتہ اللہ!

اس واقعہ کے بعد خلیفہ کو پرچہ ملا کہ رومی لشکر جزیہ میں بہت بڑی جمعیت کے ساتھ جمع ہو رہا ہے۔ سوار اور پیدلوں کا کچھ شمار نہیں ہے اور سامان حرب و ضرب بھی بے انتہا جمع کر لیا ہے۔ اب چڑھائی کی تدبیریں کر رہے ہیں۔ خلیفہ نے فوراً انصار و مہاجر اور صحابہ کبار اور دیگر مشاہیر اشخاص کو طلب کر کے کیفیت سنائی اور کہا نواح جزیرہ پر قبضہ ہوئے بغیر ولایت شام محفوظ نہیں رہ سکتی اور جب تک اس جزیرہ کا نواح فتح نہ ہو گا ولایت شام سے پورا مقصد حاصل نہ ہو گا ہمیشہ ہمارے سکون میں خلل واقع ہوتا رہے گا۔ اب رومی فوجیں وہاں فراہم ہو رہی ہیں اور پیش قدمی کا ارادہ رکھتی ہیں۔ تم کو اس لئے بلایا ہے کہ اس مہم کی نسبت مشورہ کرو اور جو امر موجب ثواب اور حصول مراد معلوم ہو ظاہر کرو اور کسی ایسے شخص کو معین کرو جو اس مہم کو اختیار کرے اور ہمیں اس امر کی طرف سے اطمینان بخشے۔ جتنے اوالعزم اور شائستہ سردار تھے سب کے سب ملک شام میں فوت ہو چکے ہیں ان سے بجز یزید بن ابو سفیان اور کوئی بھی ایسا باقی نہیں رہا جو اس مہم کو انجام دے سکے۔ یزید اس وقت دمشق میں ہے اور اسی کی وجہ سے یہ ملک محفوظ اور مضبوط ہے۔ میں کسی صورت بھی اس کا وہاں سے علیحدہ کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ تم کسی ایسے شخص کا نشان بتاؤ جو نہایت بہادر اور صاحب عقل و فہم اور آزمودہ کار ہو۔ اور ان اوصاف کے ساتھ پرہیز گاری خدا پرستی میں بھی موصوف ہو اور اس مہم میں مصروف رہ کر جزیرہ کو فتح کر سکتا ہو۔ اس جماعت نے اس مہم کی نسبت بہت سے غور اور خوض کے بعد عیاض بن غنم فہری پر اتفاق کیا کہ اس مہم کے سر کرنے کے لئے اس سے بہتر دوسرا شخص نہیں ہو سکتا۔ اور جو اوصاف خلیفہ چاہتے ہیں وہ اس میں سب موجود ہیں۔ بڑا مستعد اور نامی جنگ جو شخص ہے پھر عابد اور پرہیز گار بھی۔ خلیفہ نے اسے پسند کیا اور عیاض کے نام جو اس وقت ملک شام میں شریک لشکر یزید تھا اس مضمون کا خط لکھا:

امیرالمومنین عبداللہ کی طرف سے عیاض بن غنم فہری کو سلام پہنچے اور واضح ہو کہ ہم تجھے ہمیشہ سے مسلمانوں کی درستی احوال اور کفایت مہمات کی طرف بہ شوق تمام متوجہ پاتے ہیں۔ اور دیکھا گیا ہے کہ اکثر اوقات مسلمانوں کو خیرات کی تاکید کرتا رہتا ہے اور اہل جہان کو طاعت خدا کی طرف تحریص دلاتا رہتا ہے۔ اور تیرے بزرگ بھی قابل تعریف عادت اور پسندیدہ طریقہ رکھتے ہیں۔ تجھے دنیا اور عقبیٰ دو جگہ کے ثواب عظیم و تعریف جمیل کی بشارت ہو۔ امید ہے کہ تو اپنے خصائص حمیدہ اور عادات جمیلہ کے سبب کو اپنے تمام مطالب و مقاصد کو حاصل کرے گا اور تیری تمام دینی اور دنیوی آرزوئیں اور امیدیں بر آئیں گی۔ تو نیک نامی اور بقائے شہرت سے مخصوص ہو گا۔ انشاء اللہ تعالی۔ آگاہ ہو کہ تو نے بھی سنا ہو گا کہ بلاد جزیرہ میں رومی لشکر جمع ہو رہا ہے' میں چاہتا ہوں کہ وہاں فوج روانہ کروں جو ان کی جمعیت کو پریشان کر دے مجھے سرداری لشکر کے واسطے ایک ایسے شخص کی ضرورت ہے جو بہادر بھی ہو اور عقلمند بھی۔ پورا نبرد آزما اور خدا ترس بھی ہو۔ میں نے خود بھی سوچا اور اصحاب سے بھی مشورہ کیا۔ اور رسم مہم کی انجام دہی کی نسبت سب کی رائے تیرے حق میں قرار پائی۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اس مہم کو کوئی شخص تجھ سے بہتر انجام نہیں دے سکتا اس خط کو پڑھتے

ہی یزید کے لشکر میں سے جن فوجوں کو بہتر سمجھے منتخب کر لے اور بلاد جزیرہ کی طرف بڑھائے۔ تقویٰ کو اپنا شعار بنائے رکھنا اور اس خدا سے ڈرتے رہنا جو پوشیدہ باتوں کو بھی اسی طرح جانتا ہے جیسا ظاہری حالت کو مشکل امور کے وقت خدا تعالیٰ کی کتاب اور سنت رسول خدا اور طریق ابوبکر کو اپنا پیشوا سمجھنا اور دشمن کی کثرت اور اپنی فوج کی کمی سے خوف زدہ نہ ہونا۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ تھوڑی سی اسلامی فوج نے کافروں کے لشکر عظیم کو ذلیل کرکے ان پر فتح حاصل کرلی ہے تو نے یہ بھی سن رکھا ہو گا کہ جنگ خندق کے دن حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہماری طرف مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ عنقریب کسریٰ اور قیصری سلطنتیں تمہارے ہاتھوں سے فتح ہوں گی۔ اور ان کی دولت تمہیں نصیب ہو گی۔ اے عیاض تو نے دیکھ ہی لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے کلام کو سچا کر دیا۔ ہم کسریٰ اور قیصر کی ولایتوں پر قابض ہو گئے۔ کافر مسلمانوں کے ہاتھوں اسیر اور ہلاک ہو چکے ہیں۔ اب وہ سب کے سب ہمارے زیر فرمان اور جزیہ دہندہ ہیں۔ ان کا بادشاہ ہرقل خوف زدہ ہو کر ملک شام سے جانب روم بھاگ گیا ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہیں اور ہم کو لازم ہے کہ اس کا شکر ادا کرتے رہیں۔ **ذالک فضل اللہ یو تیہ من یشاء و اللہ ذ و الفضل العظیم**

ہم نے یزید بن ابو سفیان کو بھی خط لکھ دیا ہے اور اسے حکم دیا ہے کہ جس فوج کی ضرورت اور بلاد جزیرہ کی جمعیت کو منتشر کر سکے وہ فوج تیرے ہمراہ کر دے۔ تجھے لازم ہے کہ سعادت مندی کے ساتھ اس طرف مہم لے جائے اور دشمنوں کی جمعیت کو پریشان کر دے۔

عیاض اور یزید نے خلیفہ کے خطوط ملاحظہ کرکے حالات مندرجہ سے اطلاع پا کر پانچ ہزار منتخب سوار کہ ان میں ہر ایک یکتا بہادر اور مردانگی و معرکہ آرائی میں بے مثال تھا علیحدہ کیے۔ عیاض نے اس فوج کو سامان حرب ضرب سے بخوبی آراستہ کیا۔ جمعرات کے دن ۱۵ شعبان المعظم کو ملک شام سے نکل کر بلد جزیرہ کی طرف چلا۔ فوج کا ہراول میسرہ بن مسروق قیسی تھا' میمنہ میں سعد بن عامر بن جذیم اور میسرہ میں عبداللہ بن سعدی ساق میں سفیان بن مغفل سلمی مراد متعین تھے۔ اس ترتیب سے شہر رقہ کی طرف جہاں اس وقت لشکر جمع تھا کوچ کیا۔ عیاض نے شہر کے متصل پہنچ کر قیام کر دیا۔ اور فوجی دستوں کو اطراف و جوانب لوٹ مار کے لئے بھیج دیا۔ مسلمانوں کو بے شمار مال و دولت اور مویشی دستیاب ہوئے۔ رومی لشکر نے فصیل پر سے جنگ شروع کی۔ پیہم پتھر اور تیر برسانے لگے۔ جب رات ہو گئی تین سو چیدہ سوار ہمراہ لے کر شہر رقہ کے دروازہ باجر دل نام کی طرف بڑھا۔ تقریباً" تین گھنٹے رات گزری ہو گی کہ اس دروازہ پر جا پہنچا کہ بہت سا ہجوم دروازہ کے سامنے موجود ہے۔ شراب پی رہے ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں بادشاہ رقہ نے دروازہ کی طرف کے لئے مقرر کر رکھا تھا۔ جس وقت سب کے سب غافل ہو گئے اور شراب نے اپنا اثر دکھایا یکایک عیاض تین سو سواروں کے ساتھ ان کے سروں پر جا پہنچا۔ وہ دیکھتے ہی ڈر گئے چاہا کہ گھوڑوں پر سوار ہو جائیں مگر عیاض نے فوراً حملہ کر دیا اور ذرا سی دیر میں اکثروں کو قتل اور باقیوں کو قید کرکے صبح تک اپنے مقام پر لوٹ آیا۔ جب صبح نمودار ہوئی اور رومی اس واقعہ سے مطلع ہوئے بہت ہی روئے پیٹے اور خوف زدہ ہو گئے۔ امیر رقہ نے ایک قاصد بھیج کر عیاض سے درخواست کی کہ مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔ اگر امان اور اجازت دو تو باہر آ کر تم سے بیان کروں۔ عیاض نے کہلا بھیجا کہ اطمینان خاطر رکھ میری بے اجازت تجھے کوئی کچھ نہ کہے گا۔ نہ تیری ہلاکت کا قصد کریں گے تاوقتیکہ تو آ کر مدعائے دلی ظاہر کرے اور پھر سلامتی سے اپنی جگہ واپس چلا جائے۔ امیر رقہ دس رومی بطریقوں کے ساتھ قلعہ سے باہر نکلا حریر اور دیبا کے لباس زیب تن تھے۔ جواہرات کی مرصع پٹیاں لگائے ہوئے تھے۔ عیاض کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ عیاض نے ان کی طرف نظر اٹھائی اور امیر کو پر شکوہ اور عمدہ لباس میں دیکھ کر کہا تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے جواب دیا نبطیر۔ عیاض نے کہا جو کہنا ہے بیان کر۔

اس نے کہا تمہارا کیا نام ہے۔ عیاض نے بتایا۔ اس نے کہا تیرے باپ کا کیا نام ہے؟ اس نے کہا غنم۔ نبطیر اس کے باپ کا نام سنتے ہی خوش ہوا اور تبسم کے آثار ظاہر ہوئے۔ پھر اپنے ہمراہیوں کی طرف دیکھا اور عیاض سے کہا تم ہم سے کیا چاہتے ہو۔ عیاض نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ تم دین اسلام قبول کرو اور صاف دل سے **اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ** کو کلمہ شہادت کے بعد شریعت دین اور شرائط اسلام نماز' روزہ' زکوٰۃ اور حج اختیار کرو اور ان فرائض کو واجب طور پر ادا کرو۔ پھر جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حلال فرمایا ہے۔ اسے حلال سمجھو اور جسے حرام ٹھہرایا ہے۔ اسے حرام جانو ان سب باتوں کے اختیار کرنے پر تم ہمارے دینی بھائی ہو گے پھر ہمیں تم سے کوئی تعرض نہ ہو گا تمہارا مال اور خون ہم پر حرام ہو جائے گا۔ نبطیر نے کہا اگر کلمہ نہ پڑھوں اور تمہارا دین اختیار نہ کروں تو اور کیا کرنا چاہئے۔ عیاض نے جواب دیا۔ جزیہ دینا اور اس کے دینے کے وقت ذلت کی حالت کو اختیار کرو۔ جب تم ان باتوں کو مان لو گے تو پناہ میں آ جاؤ گے اور اہل ذمہ کہلاؤ گے۔ اور ہم تمہیں وطنوں میں چھوڑ دیں گے اور سالانہ مقررہ جزیہ لے لیا کریں گے۔ اور کسی کو تم پر زیادتی نہ کرنے دیں گے۔ اس نے کہا اے امیر میں اپنے دین سے نہیں پھرنا چاہتا ہاں جس قدر روپیہ کہو گے دیا کروں گا۔ غرض صلح ہو گئی اور بیس ہزار نقد جزیہ مقرر ہوا۔ یعنی ہر مرد چار دینار دیا کرے اور جب کوئی بچہ سن بلوغ کو پہنچے تو وہ بھی ہر سال چار دینار دینا اختیار کرے۔ مویشیوں میں سے دس میں سے ایک دیں اور جب کوئی عامل روپیہ لینے کے لئے آئے تو اسے تین دن مہمان رکھیں اس کے سوا ان کو اور کسی قسم کی تکلیف نہ دی جائے۔ اور ان شرائط پر نبطیر راضی ہو گیا۔ اور عیاض نے اس مضمون کا ایک وثیقہ لکھ دیا۔ جس پر لشکر کے مشہور و معروف اشخاص کے دستخط کرائے گئے۔ پھر اپنی مہر ثبت کر کے حوالہ کر دیا۔ اور پوچھا اے نبطیر جس وقت تو نے میرا اور میرے باپ کا نام پوچھا تھا اور میں نے نام بتائے تھے اس وقت تو نے سر ہلا کر اور مسکرا کر اپنے ساتھیوں کی طرف کیوں دیکھا تھا۔ کس امر پر تعجب اور تبسم کیا تھا۔ نبطر نے کہا سچ یہ ہے کہ میں اس شہر کا بطریق ہوں۔ اب سے پہلے باپ دادا اس شہر کے بطریق تھے ان کی امارت مجھے ورثہ میں پہنچی ہے۔ ایک دفعہ ایرانی لشکر نے ہمیں مغلوب اور شہر کو فتح کر کے طرح طرح کی ایذائیں دیں۔ اس کے بعد روم کے بادشاہ ہرقل نے ہم پر عتاب نازل کیا اور قبطیوں کو ہم پر مسلط کر کے انتہائی مظالم کئے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہمارے شامل حال تھا۔ اس مصیبت کو ہم سے ٹال دیا اور ہمارا ملک ہمارے قبضے میں آ گیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ ہم نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ اس شہر پر کوئی قبضہ نہ کر سکے گا اور نہ یہاں کے باشندے کسی کی فرمانبرداری اختیار کریں گے۔ مگر ایک عربی جوان جس کا نام عتم یا غنم کے چچا کا بیٹا ہو گا اس شہر کو فتح کرے گا اور غالب آئے گا یہی تعجب کی وجہ تھی۔ عیاض نے کہا تم کتاب سے واقف ہو اور اسے پڑھا کرتے ہو۔ اس نے جواب دیا ہاں۔ اے امیر حضرت عیسیٰؑ ہمارے واسطے انجیل نام کی ایک کتاب چھوڑ گئے ہیں۔ عیاض نے پوچھا تمہاری انجیل میں ہمارے پیغمبرؐ کا بھی کچھ ذکر ہے یا نہیں۔ اس نے کہا ہاں انجیل میں درج ہے۔ کہ آخری دور میں ایک عربی پیغمبر پیدا ہوں گے۔ لوگوں کو راہ راست کی ہدایت کریں گے۔ اور پیغمبروں میں سب سے افضل ہوں گے۔ اور ان کی امت قیامت میں تمام امتوں سے بہتر ہو گی۔ اور اس پیغمبر کی نشانی یہ ہے کہ آپ منبر پر بیٹھیں گے کمبل اوڑھیں گے خلقت کو نیک کاموں کی ترغیب دلائیں گے۔ بدی سے روکیں گے۔ اے امیر میں نے اپنی قوم کو تمہارے دین کی طرف بہت ہی راغب کرنا چاہا اور اسلام اختیار کرنے کے لئے ہر طرح سے سمجھایا مگر انہوں نے میری ایک نہ سنی اور صاف انکار کر دیا۔ اور کہا اگر تو ایسی باتیں کرے گا تو ہم تجھے قتل کر دیں گے۔ میں اپنی ہلاکت کے ڈر سے خاموش رہا۔ عیاض نے اس کی راست گوئی اور نیک خصلتی پر تعجب کیا اور چند روز رقہ میں ٹھہر کر رہا کی طرف کوچ کیا۔

عیاض بن غنم کی شہر دہا کو روانگی

۹۶

دہا کے باشندے رقہ کی فتح کی خبر سن کر بہت ہی خوف زدہ ہو گئے تھے۔ غلہ اور چارہ شہر کے اندر بھر لیا اور برجوں پر سامان حرب فراہم کر کے بہت سے پتھر دیواروں پر چن لئے۔ جب لشکر اسلام نے متصل قلعہ پہنچ کر تکبیر اور تہلیل کی آوازیں بلند کیں۔ تو کفار کانپ اٹھے۔ اور دلوں پر سخت رعب چھا گیا۔ پھر بھی نعرے مار مار کر حوصلہ افزائی کرنے لگے۔ لشکر اسلام کے پہنچنے تک وہ تیاریاں کر چکے تھے۔ اور جھنڈے کھول دیئے تھے۔ باہم کہنے لگے یہ تو بڑا بھاری لشکر ہے بیس ہزار سے بھی زیادہ ہو گا۔ ہم میں اس کے مقابلے کی طاقت نہیں ہے۔ عیاض نے بھی شہر کی فصیل کے سب سے بڑے دروازے کے مقابل جو بہ سمت روم واقع تھا قیام کیا۔ باہم سخت جنگ ہونے لگی۔ پندرہ روز تو رات دن لڑائی ہوا کی۔ آخر کار باشندگان دہا نے مشورہ کیا کہ یہ لوگ بڑے مضبوط اور بہادر ہیں۔ لڑائی میں ہم سے زیادہ ثابت قدم ہیں۔ ہم ان سے کسی طرح سر بر نہیں ہو سکتے۔ مناسب یہ ہے کہ باشندگان رقہ کی طرح ہم بھی صلح کر لیں۔ اس تجویز کے مطابق ایک قاصد کو عیاض کے پاس بھیج کر صلح کی درخواست کی۔ عیاض نے بھی منظور کر لی اور صلح کی دستاویز لکھ دی کہ وہ نقدی ادا کریں گے اور جزیہ دیں گے۔ نیز منادی کر دی کہ ہم نے اہل دہا سے صلح کر لی ہے وہ ہماری ذمہ داری میں آ گئے ہیں کوئی شخص ان کو نہ ستائے' بے اجازت ان کے گھروں اور مکانوں میں نہ جائیں۔ مسلمانوں نے جنگ سے ہاتھ روک لیا۔ عیاض نے زر مقررہ وصول کر کے اس شہر کا دورہ کیا اس کے باغات اور گلزار ملاحظہ کئے۔ بہت پسند آئے۔ شہر کے بطریق مرطوس نے جو سپہ سالار فوج بھی تھا۔ عیاض کی دعوت کی۔ بہت ہی تکلف کیا اور عیاض کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا اے امیر میں نے تمہارے قیام کے لئے سب سے بڑی کلیسا میں فرش کر دیا ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ وہاں قدم رنجہ فرما کر عزت بخشیں اور کھانا نوش کریں اور جن سرداروں کو ساتھ لے چلنا چاہیں ساتھ لے چلیں۔ عیاض نے کہا اے مرطوس مجھے ان تکلفات کی کچھ ضرورت نہیں ہے اگر میں نے تیرے دین والوں میں سے کسی کی دعوت قبول کی ہوتی تو تمہاری بھی دعوت قبول کر لیتا۔ بیت المقدس میں خلیفہ نے بھی اس شہر کے بطریق کی دعوت قبول نہ کی تھی۔ اگر وہ بھی قبول کر لیتے تو میں بھی انکار نہ کرتا۔ اے بطریق ان تکلفات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک تم ہم سے ڈرتے ہو۔ تم دلجمعی رکھو کہ ہماری طرف سے تم ہر طرح امن میں ہو۔ ہم نے جو عہد کر لیا ہے اس کے خلاف ہرگز عمل میں نہ آئے گا۔ اور جو بات قرار پا گئی ہے کبھی اس میں فرق نہ آئے گا۔ وہ تو اپنے گھر چلا گیا۔ پھر ایک عیسائی عورت آئی جو اپنے چچیرے بھائی پر دعویٰ رکھتی تھی عیاض نے ایسا اچھا انصاف کیا کہ دونوں رضامند ہو کر اس کی تعریفیں کرتے چلے گئے۔ عیاض کو اس عورت کا حسن پسند آیا پوچھا تو شوہر رکھتی ہے۔ اس نے جواب دیا نہیں۔ پھر کہا کیا تجھے شوہر کی ضرورت ہے۔ اس نے کہا بہت زیادہ کیونکہ میری خبر لینے والا کوئی نہیں ہے۔ عیاض نے کہا اگر تیرا شوہر تجھے عزیز رکھے تو تو اس کے لئے اپنا مذہب ترک اور اس کا مذہب قبول کر سکتی ہے؟ اس نے کہا میں اپنا دین ہرگز نہ بدلوں گی شوہر کو میرے دین سے کیا واسطہ اور مجھے اس کے دین سے کیا غرض وہ اپنے دین پر رہے میں اپنے دین پر۔ عیاض نے چاہا کہ اسے اپنی زوجہ بنا لے۔ پھر سوچا کسی قوم کے سردار کے گھر میں کافر عورت کا ہونا اچھا نہیں اس لئے ارادہ ترک کر دیا۔

اس عورت نے عیاض کے لئے کھانا پکا کر بھیجا۔ عیاض نے اسے لے کر ایک سقلابیہ لونڈی عطا کی ابھی عیاض اسی مقام پر تھا کہ یزید بن ابو سفیان نے بشر بن ارطاۃ کو دو ہزار جوان اور ایک سفید جھنڈا دے کر عیاض کی مدد کے لئے بھیجا۔

عیاض بن غنم کی امداد کے لئے بشر بن ارطاۃ کی آمد

بشر بن ارطاۃ کے لشکر کے قریب پہنچنے پر مسلمان گھبرا گئے کہ باشندگان وہا کی مدد کے واسطے رومی آ پہنچا۔ جب معلوم ہوا کہ بشر بن ارطاۃ اہل اسلام کی مدد کے لئے آیا ہے تو بہت خوش ہوئے اس نے متصل پہنچ کر عیاض کے پاس آدمی بھیجا کہ مال غنیمت میں سے ہمارا حصہ ہمیں مل جائے عیاض نے کہا تمہارے آنے سے پہلے ان لوگوں نے محنت و مشقت اٹھائی لڑ کر مال غنیمت حاصل کیا ہے اس میں تمہارا کوئی حق نہیں ہے۔ باقی ماندہ شہروں کو فتح کرنا چاہئے جب تمہاری مدد سے اور شہر فتح ہوں گے اور لوٹ کا مال ہاتھ آئے گا تو تم بھی لینا اور ہم بھی مگر وہ اس بات پر رضامند نہ ہوئے۔ بشر نے عیاض سے اس بات میں اس قدر گفت و شنید کی کہ باہم رنجش پیدا ہو گئی۔ عیاض نے کہا کہ مجھے تیرے لشکر کی ضرورت نہیں اگر تو چاہتا ہے تو یہاں ٹھہر جا یا ورنہ شام کو واپس چلا جا۔ بشر غصہ ہو کر شام روانہ ہوا۔ اور یزید کے پاس پہنچ کر عیاض کی شکایت کی اور کچھ آپس میں گرم سرد بات چیت ہوئی تھی۔ سب بیان کر دی۔ یزید نے عیاض کی طرف سے رنجیدہ ہو کر امیر المومنین کی خدمت میں سب حال لکھ بھیجا۔ خلیفہ نے عیاض بن غنم کو لکھا کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ یزید نے بشر بن ارطاۃ کو تیری مدد کے لئے بھیجا تھا اور تو نے اسے واپس کر دیا۔ اس فوج کے تیرے پاس بھیجنے کا مقصد تھا کہ وہ تیری مدد کریں۔ اور فوج کی زیادتی کے سبب تیرے مرتبہ اور تیری حرمتیں ترقی ہو اور دشمن جانیں کہ تیرے پاس مدد پہنچتی رہتی ہے۔ دشمن اس سے شکستہ دل ہو کر بہت جلدی تیری اطاعت اختیار کرتے لیکن میں نہیں سمجھ سکتا کہ تو نے اس فوج کو کس واسطے واپس کر دیا۔ اب مجھے مفصل مطلع کر کہ سبب معلوم ہو۔ والسلام!

جب امیر المومنین عمر کا یہ خط عیاض کے پاس پہنچا اور وہ احوال مندرجہ سے واقف ہوا یہ جواب دیا کہ یہ خط عیاض بن غنم کی طرف سے امیر المومنین عمر کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ آپ کا خط پہنچا احوال مندرجہ معلوم ہوئے۔ گزارش یہ ہے کہ شہر رقہ اور وہا بشر بن ارطاۃ کے پہنچنے سے پہلے مسلمانوں نے فتح کر لئے تھے۔ اور مال غنیمت بھی تقسیم ہو کر ہر ایک اپنے حصے کا مالک بن چکا تھا۔ بشر نے بعد میں پہنچ کر اس مال غنیمت میں سے حصہ لینا چاہا۔ میں نے جواب دیا کہ دونوں شہر تمہارے آنے سے پہلے فتح ہو چکے ہیں ان کی لوٹ میں تمہارا کچھ حصہ نہیں اب جو کچھ فتح ہو گا لوٹ میں سے ہم تم دونوں حصہ پائیں گے۔ بشر اس بات پر رضامند نہ ہوا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ مبادا مخالفت اختیار کرے جس سے اسلامی لشکر میں فساد ہو جائے اور اس کی وجہ سے دشمن کو فائدہ پہنچے۔ دوسرے مجھے اس کی موجودگی یا مدد کی ضرورت بھی نہ تھی۔ میں نے اس حیلے سے اسے واپس کر دیا۔ اور یہی واپسی کی وجہ ہوئی ہے جو عرض کی گئی۔ اللہ تعالی آپ کو ہمدوش سعادت رکھے۔ والسلام و الاکرام!

خلیفہ عمر نے عیاض کا خط پڑھ کر اس کی رائے پر آفریں اور جواب میں لکھا کہ تیرا خط پہنچا بشر بن ارطاۃ کے واپس کرنے کی وجہ معلوم ہوئی جو عین ثواب تھی اللہ تعالی تجھے جزائے خیر دے جناب باری تعالی سے میں دعا کرتا ہوں کہ جب تک زندہ رہوں گا تجھ کو اس عہدہ سے علیحدہ نہ کروں اور جب قریب المرگ ہوں گا اور تو زندہ تو وصیت کر جاؤں گا کہ جو بھی خلیفہ وہ ہو تجھے تیرے کام سے علیحدہ نہ کرے۔ اور جب تک تو زندہ رہے گا اپنی جگہ پر برقرار رہے تو ہر طرح سے مطمئن رہ اور جہاد جنگ میں خوب کوشش کرتا رہ۔ والسلام!

عیاض نے اس خط کو پڑھ کر درگاہ الہٰی میں شکریہ ادا کیا اور دعا مانگی کہ اے خدا میں عمر بن خطاب کے بعد زندہ رہنا نہیں

چاہتا اس کی وفات کے وقت تک میری موت میں تاخیر ہو تو محض ایک دن کی ہو اس سے زیادہ مجھے زندہ نہ رکھیو۔ انک علی کلی شئی قدیر ولا بالا جابتہ جدی یعنی بالتحقیق تو ہر چیز پر قادر ہے اور قبولیت دعا کے لئے مستحکم ہے۔

شہر حران پر چڑھائی

کچھ دنوں بعد عیاض بن غنم کو خبر لگی کہ شہر حران میں تیس ہزار رومی لشکر مجمع ہوا ہے۔ فوراً مناد کردی کہ تمام سپاہ جنگ کی تیاری کرے۔ جس وقت اسلامی فوجیں شہر حران کے قریب پہنچیں باشندوں کے دلوں پر اور خوف چھا گیا۔ ابھی عیاض کا تمام لشکر قیام نہ کرنے پایا تھا کہ قاصد بھیج کر صلح کی درخواست پیش کی۔ عیاض نے منظور بھی کرلی جن شرائط پر باشندگان رقہ و رہا سے صلح ہوئی تھی وہی اہل حران سے قرار پا گئیں۔ عیاض نے دستاویز لکھ دی اور انہوں نے شہر کے دروازے کھول دیئے۔ جس دن مسلمان داخل شہر ہوئے اور صلح نامہ مکمل ہو گیا محرم کا مہینہ پیر کا دن اور نماز ظہر کا وقت تھا۔ عیاض کئی دن ٹھہرا رہا اور زر مقررہ وصول کرکے شہر عین کی طرف جسے راس العین بھی کہتے ہیں روانہ ہوا۔ بیان کرتے ہیں کہ ان شہر والوں میں ایک ایسا تیز نظر تھا جو ایک دن کی مسافت کے فاصلے پر بذریعہ دوربین دیکھ لیا کرتا تھا۔ اتفاقاً جس روز اسلامی فوج ایک دن کے راستے پر پہنچی ایسا سیاہ بادل اٹھا اور غبار آسمان پر چھایا کہ اس نظرباز کو کچھ نظر نہ آتا تھا۔ شہر والے پوچھتے تھے کہ کسی اجنبی لشکر کا کچھ پتہ چلا ہے یا نہیں وہ کہتا تھا کہ آج ایسا ابر در غبار چڑھا ہوا ہے کہ مجھے کچھ نظر نہیں آتا۔ اگر تم دیکھنا ہی چاہتے ہو تو اپنے مویشی باہر نکالو اور جنگل میں پہنچو گو مجھے اس دوربین کے ذریعے فوج کا نشان نہیں چلتا مگر مویشیوں کی ہلچل کے معائنہ سے معلوم ہو جائے گا پھر تمہیں خبر کردوں گا۔ سب نے گائے بیل گھوڑے بھیڑ بکری اور اونٹ باہر نکال دیئے۔ جب عیاض شہر کے قریب پہنچ گیا تو ابر اور غبار ہٹ کر سورج نکل آیا لشکر والے مویشیوں کو دیکھ کر سب کے سب ہنکا لے گئے۔ نظرباز نے غل مچایا اور لوگوں کو مطلع کر دیا۔ سب کے سب دروازے بند کرکے فصیل اور برجوں پر آ چڑھے۔ اہل اسلام نے حصار کے قریب پہنچ کر قیام کیا اور قلعہ والوں نے پتھر اور تیر مارنے شروع کئے۔ جن سے کئی مسلمان ہلاک ہو گئے شہر کا ایک بطریق قلعے کی فصیل پر چڑھ کر مسلمانوں کے ساتھ بدکلامی کرنے لگا کہ اے جو کھانے اور پشمینہ پہننے والوں تم نے ہمیں باشندگان رقہ' رہا اور حران سمجھا ہے۔ ہمارے سامنے ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ تم نہیں جانتے کہ تم اپنے آپ کو خود ہی موت کے دروازے تک لے آئے ہو۔ ایک مسلمان نے جو فصیل کے متعلق تھا کہا کہ بیہودہ مت بک' رقہ' رہا اور حران سے بھی بہت زیادہ مضبوط اور مستحکم قلعوں کو ہم نے مسخر کرلیا ہے اور بت پرست کافروں یہودیوں اور گبروں کو ان کے قلعوں سے نکال کر دوزخ میں پہنچا دیا ہے۔ اے علج تیرا اور تیرے حصار کا ایسا نقشہ ہے جیسا کہ ہمارے نزدیک کوئی شہری آدمی بکری کے بالوں کا سائبان بنا کر اس کے نیچے بیٹھا ہو اور اسے اپنے لئے محفوظ سمجھتا ہو۔ اے علج تجھے ان باتوں کی خبر نہیں اسی واسطے جو کچھ تیرے منہ میں آتا ہے بکتا ہے تھوڑی ہی دیر میں تجھے اس زبان درازی کا مزا چکھنا پڑے گا۔ پھر کچھ فائدہ نہ ہو گا بطریق کو غصہ آگیا اپنے ہمراہیوں سے کہا مجھے فصیل سے نیچے اتار دو کہ میں ان ناچیز لوگوں کو سزا دوں گا ان لوگوں نے اس کو ایک چھینکے میں بیٹھا کر قلعہ کی فصیل کے نیچے لٹکا دیا۔ اس نے چھینکے سے نکل کر زرہ پہنی اور سنہری خود سر پر رکھا اور زرہ کی پیٹی کس کر شمشیر آبدار ہاتھ میں لی اور قلعہ کے دروازہ پر آ کھڑا ہوا۔ پھر مسلمانوں سے مقابل کو طلب کیا۔ بنی مزینہ میں سے ایک جوان نکلا۔ بڑا خوبصورت آدمی تھا۔ چھوہاروں کے پتوں کی ڈھال ہاتھ میں تھی اور تلوار حمائل' پرانا سیاہ عمامہ سر پر باندھ رکھا تھا۔ بطریق

نے اسے حقیر سمجھ کر حملہ کیا۔ عربی جوان نے وار کو سپر پر لیا اور زانو تہ کر کے تلوار کا ایک ایسا ہاتھ مارا کہ بطریق کی دونوں پسلیاں ترش گئیں اور وہ پشت کے بل زمین پر گر پڑا۔ عربی جوان نے دوڑ کر اس کا سر کاٹ کر پھینک دیا۔ پھر اس کے تمام ہتھیار اور کپڑے اتار لئے۔ باوجودیکہ فصیل سے اس پر پتھراؤ ہو رہا تھا۔ مگر وہ ذرا نہ گھبرایا اور بطریق کا کل سامان لے کر اور اس کی لاش کو ننگا حصار کے نیچے چھوڑ کر صحیح و سالم اپنے دوستوں میں جا ملا۔ اہل شہر بطریق کا یہ حال دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے۔ اس دن لڑائی بند کر دی۔ اور دوسرے روز باہر نکل کر سخت مقابلہ کیا کتنے ہی مسلمان مارے گئے۔ عیاض نے کسی قدر دستہ کو حکم دیا کہ شکست کھا جانے کا رنگ دکھاؤ جونہی انہوں نے پشت موڑی اہل شہر نے تعاقب کیا۔ جب شہر سے کچھ دور باہر نکل گئے عیاض نے پلٹ کر حکم دیا کہ ایکبارگی سب کے سب ٹوٹ پڑے اور اکثر حصے کو قتل کر دیا۔ باقی ماندہ قلعے میں بھاگ کر آ چھپے۔ اب انہوں نے سمجھ لیا کہ ہم مسلمانوں سے نہیں لڑ سکتے۔ قاصد بھیج کی صلح کی درخواست کی عیاض نے بھی انہی شرائط پر صلح کر لی کہ تیس ہزار دینار نقد دیں' اور ہر شخص چار دینا سالانہ جزیہ وقت پر ادا کیا کرے۔ غرض اس قرار داد پر صلح نامہ لکھا گیا اور اہل شہر کے حوالے کر دیا گیا۔

علاقہ خاپور پر چڑھائی

عیاض نے میسرہ کو بلا کر ایک ہزار منتخب سوار حوالے کئے اور علاقہ خاپور کی طرف بھیجا اور میسرہ نے حسب الحکم کوچ کیا۔ جس موضع میں پہنچتا اسے فتح کر کے روپیہ حاصل کرتا اور عیاض کے پاس روانہ کر دیتا۔ اس طرف کا کل علاقہ فتح کر لیا۔ اور دریائے فرات کے ساحل کی طرف بڑھ کر قرقیسا میں وارد ہوا۔ وہاں چند روز رہ کر اہل شہر سے جنگ کرتا رہا۔ باشندگان شہر اور لشکر اسلام کے بہت سے آدمی قتل ہوئے۔ انجام کار شہر فتح ہو گیا۔ میسرہ نے تمام لڑنے والے آدمیوں کو قتل کیا اور ان کے زن و بچہ اسیر کر لئے۔ پھر باشندوں کو ازروئے احسان معاف کر کے ان سے تین ہزار دینار سرخ وصول کئے اور حسب معمول جزیہ قائم کیا۔ اس کے بعد شہر کو باشندوں کے حوالے کر کے حاضر خدمت عیاض ہوا۔ اور جس قدر مال غنیمت لایا تھا حوالے کر دیا۔ میسرہ کے آنے پر عیاض نے نصیبین کا رخ کیا۔ رومی اس کے سامنے سے بھاگ بھاگ کر قلعہ نصیبین میں پناہ لیتے تھے۔ عیاض نے وہاں پہنچ کر فوج کے چار حصے کئے۔ اور ہر ایک حصہ شہر کے چار دروازوں میں سے ایک ایک پر مقرر کر دیا۔ پھر جنگ شروع کر دی۔ طرفین نے کئی روز تک خوب ہی داد شجاعت دی اور سخت کوشش کی۔ قلعہ نہایت ہی مضبوط تھا۔ عیاض نے عاجز آ کر فتح کرنے کی بجائے اسے محصور رکھنے پر اکتفا کی۔ پھر عمر بن سعد انصاری کو بلا کر اور اس کی جماعت اس کے ساتھ کر کے شہر سنجار کی طرف بھیجا۔ عمر حکم پاتے ہی روانہ ہو گیا۔ اور دوسرے دن اہل سنجار سے معرکہ آرائی کی' باشندوں نے امان طلب کی' عمر نے پناہ دی' اور تین ہزار نقد دینے کے علاوہ ہر شخص پر چار دینا جزیہ مقرر کیا۔ اور صلح کر کے عیاض کے پاس آ گیا۔ عیاض نے پھر مالک اشتر بن حارث نخعی کو طلب کیا اور ایک ہزار سوار حوالہ کر کے آمد اور میافارقین کی طرف روانہ کیا۔

مالک اشتر نخعی کی میافارقین کو روانگی

مالک اشتر نے آمد کی طرف روانہ ہونے کے بعد اثناء راہ میں اس قلعہ کی مضبوطی کا حال معلوم کر کے اندیشہ محسوس کیا کہ

وہاں زیادہ عرصے تک ٹھہرنا پڑے گا۔ آمد کے متصل پہنچ کر اس قلعہ کی مضبوط کو ملاحظہ کیا اور حکم دیا کہ تمام لشکر متفقہ طور پر نعرۂ تکبیر بلند کرے۔ باشندگان آمد آواز تکبیر سنتے ہی ایسے خوف زدہ ہوئے کہ ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور سمجھے کہ یہ لشکر دس ہزار جوانوں سے بھی زیادہ ہے۔ ہم ان سے جنگ نہ کر سکیں گے۔ اسی وقت قاصد بھیج کر صلح کی درخواست کی۔ اشتر نے صلح منظور کی اور کہا کہ پانچ ہزار دینار نقد اور فی کس چار دینار سالانہ جزیہ دیں حاکم امد نے منظور کر کے حصار کے دروازے کھول دیئے۔ مسلمان شہر میں داخل ہوئے۔ صبح کو روز جمعہ تھا۔ مسلمانوں نے شہر کا گشت کیا اور باہر نکل کر شہر کے دروازے پر مقام کیا اور زر مقررہ لے کر میافارقین کی طرف روانہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچے تو اس مقام کے بطریق نطوس نے اشتر کے پاس آدمی بھیج کر صلح کی درخواست کی اور تین ہزار دینار نقد اور جزیہ دینا قبول کیا۔ اشتر نے بھی منظور کر کے دستاویز لکھ دی اور زر مقرر وصول کر کے مراجعت فرمائی۔ عیاض ابھی تک نصیبین کے محاصرہ ہی میں تھا کہ مالک اشتر آ پہنچا اور زر وصول کر کے اس کے حوالے کیا۔

عیاض بن غنم کا شہر نصیبین کی فتح کا مشورہ کرنا

محاصرہ نصیبین کو ایک سال گزر گیا۔ اور فتح نہ ہوا تو عیاض بہت رنجیدہ ہوا۔ فوج کے سرداروں کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ ایک مسلمان نے جو سعد بن وقاص کی خدمت میں رہتا تھا۔ اور عراق سے آیا ہوا تھا عیاض سے کہا مجھے ایک تدبیر سوجھی ہے جس سے شہر ہمارے ہاتھ آ جائے گا۔ عیاض نے پوچھا وہ کیا؟ کہا کسی شخص کو بھیج کر شہر زور سے جو اس وقت مسلمانوں کے قبضے میں ہے اور وہاں بچھو نہایت کثرت سے ہیں بہت سے بچھو کوزوں میں بند کر کے منگانے چاہئیں اور رات کے وقت ان کوزوں کو گوپھیوں میں رکھ کر شہر کے اندر پھینک دیئے جائیں۔ وہ بچھو ایسے ہیں جسے ڈنک ماریں فوراً مر جائے۔ باشندے اس امر سے بے خبر ہونے کے سبب اپنی اپنی حالت میں مشغول ہو جائیں گے۔ پھر ہم آسانی سے شہر لے سکیں گے۔ عیاض نے اس مشورہ کو پسند کیا۔ آدمی بھیج کر اور بہت سے کوزوں میں بچھو اور خاک بھروا کر منگوائے۔ بہ وقت شب انہیں شہر میں پھینک دیا کوزوں کے ٹوٹتے ہی بچھو ہر طرف کو پھیل گئے۔ اور کتنے ہی آدمی ان کے ڈنک مارنے سے مر گئے۔ دن نکلنے کے بعد بھی کئی آدمی ان کے ڈنگ سے ہلاک ہو گئے۔ اس لئے شہر والوں نے پیغام بھیجا کہ صلح کر لینی چاہی مگر عیاض نے منظور نہ کی اور جس قدر کوزے بچے تھے سب گوپھیوں میں رکھ کر شہر میں پراگندہ کر دیئے۔ اکثر آدمی بچھوؤں کے مارنے میں مشغول ہو گئے۔ ادھر عیاض نے اور دونوں کی نسبت بہت زور لگایا اور جان توڑ حملہ کیا۔ غرضیکہ شہر انتہائی پامردی کے ساتھ فتح ہو گیا تمام لڑنے والے آدمی ختم کر دیئے گئے اور بطریقوں کے گھر مسمار اور ان کے زن و فرزند اسیر کر لئے گئے۔ انجام کار جو لوگ تلوار کی دھار سے بچ رہے تھے پکڑ کر عیاض کے سامنے حاضر کر دیئے گئے۔ اس وقت عیاض نے فوج کو حکم دیا کہ ہاتھ روک لیں۔ اور ان کی زن و فرزند کو ان کے حوالے کر کے دستاویز جس پر سرداران لشکر کے دستخط کرائے گئے تھے لکھ دی پھر مال غنیمت کا خمس خلیفہ کی خدمت میں روانہ کر کے باقی مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ ہر شخص کے حصے میں دس ہزار درہم سے بھی زیادہ آئے اور مویشی' لونڈی' غلام اور عمدہ سامان جو ہاتھ آیا تھا وہ اس تعداد کے علاوہ تھا۔ اب عیاض نے اسی جزیرہ میں قیام کیا۔ صدور حکم امیر المومنین کا انتظار کرنا شروع کیا۔ خلیفہ عیاض کا خط پڑھ کر اور مال غنیمت کو ملاحظہ فرما کر بہت ہی خوش ہوئے۔ اور شکر الٰہی بجا لائے۔

خلیفہ کا خط بنام عیاض بن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ امیر المومنین عمر کی طرف سے عیاض بن غنم پر سلام ہو۔ اللہ تعالی کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ ولایت جزیرہ پر مسلمانوں کو فتح یاب کیا۔ فقیری سے امیری کا رتبہ بخشا اور رزق وسیع عطا کیا۔ اب مجھے تمہارے مفلس ہونے کی فکر نہیں مگر اندیشہ ہے کہ مبادا تم کثرت مال پر مغرور ہو کر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالو۔ اے عیاض تو نے کمی نہیں کی اور جزیرہ کے فتح کرنے میں حد درجہ کوشش کی ہے۔ تجھ سے پسندیدہ خدمتیں ظہور میں آئی ہیں۔ اللہ تعالی تجھ کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر کرامت فرمائے۔ تو اس خط کو پڑھتے ہی لشکر کے کسی ایسے مشہور سردار کو جس کے قول و فعل پر بھروسہ ہو اپنا نائب قرار دے کر مفتوحہ علاقہ کی نگرانی پر چھوڑ اور خود ملک شام طرف لوٹ جا کیونکہ یزید بن ابی سفیان سخت بیمار ہے اگر اس نے وفات پائی تو علاقہ خراب ہو جائے گا۔ اور مسلمانوں کے انتظام میں ہلچل پڑ جائے گی۔ اس لئے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تو فوراً شام میں پہنچ جائے اور اس علاقہ میں نہ ٹھیرے۔ والسلام۔

اس نے عمر کا خط پڑھتے ہی عتبہ بن فرقد السلمی کو بلایا اور تمام علاقہ کا حاکم بنا کر چار ہزار سوار حوالے کئے اور باقی لشکر اپنے ساتھ لے کر شام کا رخ کیا۔ شہر حمص میں پہنچ کر ناتوانی ظاہر ہوئی اور جاں بحق ہو گیا۔ روایت ہے کہ جس دن عیاض نے وفات پائی اس کے پاس وہی دو گھوڑے تھے جنہیں جزیرہ کی مہم کے وقت وہ اپنے ساتھ رکھتا تھا اور ایک اونٹ تھا جس پر سامان لدتا تھا۔ اس کے اسباب میں سے ایک دینار بھی برآمد نہ ہوا۔ وہ تمام مال و دولت جو اسے جزیرہ سے بہم پہنچتا تھا محتاجوں کو بخش دیتا تھا اور صدقے کر ڈالتا تھا۔ اپنے پاس کچھ نہ رکھتا تھا۔ اس پر اللہ کی رحمت ہو!

یزید بن ابو سفیان کا خط

خلیفہ عمر بن الخطاب کی خدمت میں

فتح جزیرہ اور عیاض بن غنم کی وفات کے بعد یزید بہت کمزور ہو گیا۔ اور بیماری نے شدت اختیار کی اپنا یہ حال دیکھ کر اس نے خلیفہ کی خدمت میں خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ادائے مراسم و خدمت و دعا کے بعد معلوم ہو کہ یزید بن ابی سفیان کو کوئی امید نہیں رہی کہ اس خط کے بعد بھی کوئی اور خط آپ کی خدمت میں روانہ کر سکے۔ کیونکہ بیماری بہت شدت اختیار کر گئی ہے۔ اللہ تعالی ہماری طرف سے آپ کو جزائے خیر مرحمت فرمائے۔ اور ہم کو جنات النعیم میں جگہ دے۔ میرا کام تمام ہو چکا ہے۔ خلیفہ جس کسی کو مناسب سمجھے اس ملک اور فوج کا امیر قرار دے۔ والسلام علیک۔ اور آپ کو اس دنیا میں یزید کا یہ آخری سلام ہے!

خط کے پہنچنے سے پہلے ہی یزید نے وفات پائی۔ امیر المومنین نے خط پڑھ کر بہت رنج کیا اور قاصد سے پوچھا کہ تو نے روانگی کے وقت کس حالت میں چھوڑا ہے۔ کیا اس کے نام خط لکھوں قاصد نے کہا آپ کی عمر دراز ہو اس وقت یزید قریب المرگ تھا۔ عمر نے کہا اللہ تعالی یزید کو بخشے بڑا نیک آدمی تھا' دنیا کی طرف ذرا توجہ نہ کی۔ اس کی تمام کوششیں آخرت کے امور کی طرف مبذول رہتی تھیں۔ پھر آپ نے ابو سفیان کو بلا کر اس حالت کی اطلاع دی۔ وہ بہت رویا پیٹا اناّ

للہ و انا الیہ راجعون۔ پھر دریافت کیا آپ نے امارت شام کی نسبت کیا تجویز کی ہے۔ کس شخص کو وہاں بھیجنے کا ارادہ ہے۔ عمر نے کہا تیرے دوسرے بیٹے معاویہ بن ابی سفیان کو۔ یہ سن کر وہ بہت خوش ہوا اور امیر المومنین کو دعا دی کہ تو نے صلہ رحم فرمایا۔

اس کے بعد ابو سفیان اپنے مکان پر آیا۔ ہند کو یزید کے مرنے کی اطلاع دی۔ ہند نالہ و فریاد کر کے چیخنے اور چلانے لگے منہ پر طمانچے مار مار کہتی تھی کاش یزید کے بدلے معاویہ اور عتبہ مرجاتے۔ ابو سفیان نے کہا رو پیٹ مت انا اللہ و انا الیہ راجعون کہہ۔ امیر نے ہم پر بڑی مہربانی فرمائی ہے تیرے دوسرے بیٹے معاویہ کو امیر شام بنا دیا ہے۔ ہند خاموش ہو گئی اور کہا امیر المومنین نے صلہ رحم فرمایا معاویہ کو شام کی امارت مبارک ہو۔ اس کے بعد امیر المومنین نے معاویہ کے نام اس مضمون کا خط لکھا کہ عبداللہ عمر کی طرف سے معاویہ کو یہ معلوم ہو کہ اللہ تعالی نے خبر دی تھی کہ ولایت شام اور ممالک اور بڑے بڑے بادشاہوں کے خزانے اور مال ان کے قبضے میں آئیں گے۔ اب اس خوشخبری کے مطابق یہ سب چیزیں مسلمانوں کو مل گئیں ہیں۔ خاص کر ولایت شام کا شہر قیساریہ جو نہایت ہی مضبوط اور مستحکم قلعہ ہے اور یہودی اس پر بڑے نازاں تھے کہ اس شان و شکوہ کا دوسرا شہران ممالک میں نہیں ہے فتح ہو چکا ہے اب عسقلان غزہ اور اس کے نواحی علاقوں کے فتح کرنے کی طرف رجوع ہونا چاہیئے۔ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ تمام ممالک شام مفتوح ہوں گے۔ اور آپ نے یہ بھی ارشاد کیا ہے کہ عنقریب میری امت کے کچھ لوگ دریا کنارے سکونت اختیار کریں گے۔ واضح ہو کہ وہ یہی عسقلان شہر ہے۔

نیز آنحضرتؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جس وقت فتنہ و فساد کی آگ مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی ہو گی۔ اس وقت شہروں اور ستاہا میں رہنا مشکل ہو گا۔ اس وقت عسقلان میں قیام کرنا ملک شام پر جس شے کو ترجیح ہے وہ عسقلان ہے۔ اس خط کو ملاحظہ کرتے ہی بلا توقف عسقلان پر چڑھائی کر اور اس شہر اور اس کے نواح کو فتح کرنے میں کوشش بلیغ عمل میں لا۔ اللہ تعالی اس علاقہ کو تیرے ہاتھ سے فتح کرے گا۔ لازم ہے کہ مقام مذکور پر پہنچ کر میرے پاس روزانہ خبر بھیجتے رہنا۔ والسلام!

معاویہ بن ابی سفیان کی عسقلان پر چڑھائی

عمر بن خطاب کا فرمان پہنچتے ہی معاویہ نے عسقلان پر چڑھائی کر دی۔ وہاں پہنچ کر باشندوں کے ساتھ تین روز سے زیادہ معرکہ آرائی نہ ہونے پائی تھی کہ مسلمانوں نے فتح پائی اور وہ موضع مسلمانوں کے قبضے میں آیا۔ معاویہ نے خط کے ذریعے خلیفہ کو فتح عسقلان کی خبر دی آپ نہایت خوش ہوئے جو بیان سے باہر ہے۔ اور اس حصول مراد پر شکر الہی بجا لائے اور کہا کہ اگر عسقلان فتح نہ ہوتا تو مقامات مفتوحہ کی سرحدیں خالی چھوڑ کر باشندگان عسقلان کو مجبور کرنا پڑتا اور تمہاری بھی قبریں وہیں بنتیں۔ اگر مجھے ملک عرب و شام میں قیام کرنے کا اتفاق ہوتا تو عسقلان کے سوا اور کسی جگہ نہ ٹھہرتا۔ ہر شے کا وسط ہوتا ہے اور شام کا وسط عسقلان ہے۔ اس کے بعد معاویہ نے سفیان بن حبیب ازدی کو بلا کر اور لشکر دے کر حکم دیا کہ وہ طرابلس پر حملہ کرے۔ وہ اس حکم کے پاتے ہی روانہ ہو گیا۔ اور طرابلس سے پانچ فرسنگ کے فاصلے پر ایک چراگاہ میں جسے مرغزار سلسلہ کہتے تھے قیام کیا پھر وہاں سے طرابلس کی طرف حرکت کی اور وہاں پہنچ کر حصار کے مقابل صف بندی کر کے جنگ شروع کر دی۔ ہر روز اسی طرح سے معرکہ آرائی کرتا اور شب کے وقت بخوف شبخوں وہاں سے واپس آ

جاتا۔ جب اہل طرابلس سے جنگ کرتے ہوئے زیادہ عرصہ گزر گیا تو اسے اندیشہ ہوا کہ جزائر دریا اس سے نزدیک ہیں۔ مبادا بے خبری کے عالم میں وہاں سے کوئی لشکر آ کر گھیر لے۔ فوراً معاویہ کو خط لکھا اور اس متوقع اندیشے سے اطلاع دی۔ معاویہ نے جواب میں لکھا کہ مصلحت یہ ہے کہ طرابلس سے دو فرسنگ کے فاصلے پر ایک ایسا مضبوط قلعہ تعمیر کرے جس میں تمام فوج سما سکے اور شبخون سے محفوظ رہے۔ سفیان نے ایسا ہی کیا اور ایک بہت بڑا مضبوط قلعہ بنا کر اس میں قیام کیا۔ اہل طرابلس یہ دیکھ کر کہ سفیان نے ان کی سرزمین میں اپنا قلعہ بنا کر سکونت اختیار کی ہے بہت ہی ناراض ہوئے اور آخر کار جزائر کو جہاں سے انہیں طرح طرح کے میوے پھل اور غلے کثرت سے حاصل ہوتے تھے۔ چھوڑ دیا اور ایک اور زیادہ مضبوط قلعے میں جمع ہو کر بادشاہ ہرقل کو لکھا کہ مسلمانوں نے یہاں ایک قلعہ تعمیر کر لیا ہے تم ہماری مدد کرو۔ ہرقل نے یہ اطلاع پا کر حکم دیا کہ فوج کشتیوں میں سوار ہو کر ان کی مدد کو جائے۔ مدد پہنچنے پر بھی انہوں نے مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ راتوں رات تمام مال و اسباب طرابلس کے قلعے سے نکال کر ڈھیر کر دیا اور آگ دے دی اور کشتیوں میں سوار ہو کر قسطنطنیہ کی طرف بھاگ گئے۔ ہرقل کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دوسرے دن سفیان نے اپنے قلعہ سے نکل کر طرابلس کا قصد کیا تو نزدیک پہنچ کر کسی آدمی کو نہ پایا۔ قلعہ خالی تھا۔ مسلمان اس میں داخل ہوئے۔ ایک یہودی کے سوا جو تہ خانہ میں چھپا ہوا تھا اور کوئی متنفس نہ ملا۔ اسے باہر لا کر حال پوچھا تو سب کیفیت معلوم ہوئی۔ سفیان نے معاویہ کو یہ خط لکھ کر اس حال سے باخبر کیا۔ معاویہ رومیوں کے اس حیلہ اور بھاگنے سے بہت متعجب ہوا۔ پھر اردن کے یہودیوں کو بھیج دیا کہ طرابلس میں جا کر آباد ہوں۔ اور وہیں اپنے مکانات بنالیں۔

فتوحات شام

معاویہ نے ساحل بحر اور جزیروں کو یکے بعد دیگرے فتح کرنا شروع کیا۔ ایک ایک موضع پر قبضہ کرتا اور وہاں اشاعت اسلام کرتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ عکا، صور، صیدا، یافا وغیرہ سب کے سب فتح ہو گئے۔ پھر خلیفہ کو خط لکھا اور ان فتوحات سے اطلاع دی۔ اور درخواست کی کہ جزیرۂ قبرص ہم سے بہت نزدیک ہے۔ وہاں کے پرندوں کی آوازیں ہم تک پہنچتی ہیں۔ اور وہ مقام نہایت سرسبز اور زرخیز ہے۔ طرح طرح کے میوے اور پھل پیدا ہوتے ہیں۔ اور اس کا فتح کر لینا بھی آسان ہے۔ اگر خلیفہ حکم دے تو وہاں پہنچ کر اسے بھی فتح کر لوں۔ خلیفہ نے مضمون خط سے واقف ہو کر سفر دریا کو پسند نہ کیا۔ اور کچھ غور کے بعد عمر عاص سے جو اسکندریہ میں تھا سفر دریا اور فتح جزیرۂ قبرص کی نسبت مشورہ کیا۔ لکھا کہ مسلمانوں کو بحری سفر کرنے کی اجازت دوں اور کیا وہ ایسا خطرناک کام شروع کر دیں۔ تجھے اس امر میں جو کچھ معلومات ہیں من و عن تحریر کر کہ مطلع ہو جاؤں۔ عمر عاص نے جواب میں تحریر کیا کہ خلیفہ کا خط پہنچا سفر بحری اور ارادہ فتح قبرص کی نسبت آپ کی ناپسندیدگی معلوم ہوئی۔ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ آپ کو ہر ایک کام میں ہدایت فرماتا اور تدبیر نیک سمجھاتا رہتا ہے۔ سفر بحر بڑا ہی خوفناک کام ہے۔ بحر میں آدمیوں کی مثال ایسی ہے جیسے لکڑیوں پر کیڑے۔ اگر لکڑیاں سیدھی رہیں تو کیڑوں کا خطرہ رہتا ہے اور اگر وہ حرکت میں ہوں تو وہ لکڑیوں سے گر کر ڈوب جاتے ہیں۔ میں نے سمندر کی لہریں اور اس کی خوفناک حالت جس قدر دیکھی ہے اگر آپ کے ملاحظہ سے گزرے تو یقیناً آپ مسلمانوں کو اس سفر کی اجازت دے کر خطرہ میں نہ ڈالیں گے۔ دریا کی خطرناک حالت جس قدر مجھے معلوم ہے تحریر کر دی گئی ہے۔ والسلام!

عمر خطاب نے عمر عاص کے مضمون خط سے اپنے خیالات کی تائید پڑھ کر اطمینان حاصل کیا اور معاویہ کو جواب میں لکھا کہ

اللہ تعالیٰ نے امت محمد مصطفیٰؐ کی نگرانی میرے ذمے عائد کر رکھی ہے۔ میں ان کی درستی حالات کے قیام کے واسطے اللہ سے مدد مانگتا رہتا ہوں ہرگز گوارا نہیں کر سکتا کہ انہیں کشتیوں میں بیٹھ کر بحری سفر کرنے اور جزیرۂ قبرص کو قبضہ میں لانے کی اجازت دوں۔ علاوہ ازیں میں نے عقل مند اور تجربہ کار لوگوں سے بھی جنہوں نے سفر دریا کیا اور اس کے خطروں میں مبتلا ہوئے ہیں اس امر میں مشورہ کیا ہے انہوں نے بھی مناسب نہیں سمجھا اور سب نے میری رائے سے اتفاق کیا تم اس خیال کو چھوڑو اور ایسا کام نہ کرو۔ والسلام!

معاویہ نے خط پڑھتے ہی سمجھ لیا کہ عمر عاص کا مشورہ ہے اس نے چاہا کہ جزیرۂ قبرص میرے ہاتھ سے فتح ہو۔ اگر خلیفہ عمر عاص کو دریا کی اجازت دے دیتے تو فوراً ہی وہ سفر بحر اختیار کرتا خلیفہ نے فرمایا کہ بے شک معاویہ سچ کہتا ہے اگر میں عمر عاص کو اجازت دیتا تو وہ بلاتوقف روانہ ہو جاتا۔ غرض یہ جزیرہ زمانہ عثمان تک اپنے حال پر رہا پھر مسلمانوں نے اسے بھی فتح کر لیا۔ جس کا ذکر انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ موقع پر آئے گا۔ معاویہ نے ملک شام میں قیام کیا تمام علاقے اور ساحل بحر کو قبضے میں لا کر محاصل وصول کرنے لگا اور مسلمانوں نے بھی سکونت اختیار کی۔ مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ اور ملک شام کا لقب سرائے اسلام ہو گیا۔ عمر عاص نے مصر فتح کر کے اسکندریہ میں قیام کیا۔ اب امیرالمومنین نے عمر عاص کو لکھا کہ ملک نوبہ پر چڑھائی کر اس کو اور نواح بربر اور برقہ اور مغربی طرابلس اور اس کے قرب و جوار طنجہ اور افرانجہ کو سرحد سوس تک فتح کر لے۔ عمر عاص نے اسکندریہ کا خراج جو دس ہزار دینار قرار پایا ہوا تھا وصول کر کے فوج میں تقسیم کر دیا۔ اور ہر شخص کو کچھ حوالے کر کے بیس ہزار کی جمعیت سے بدکت نوبہ حرکت کی۔ سرزمین نوبہ میں داخل ہو کر فوج کو حکم دیا کہ نواحی علاقہ کو تاخت و تاراج کر ڈالیں۔ اہل نوبہ ان کی لوٹ مار دیکھ کر ہر طرف سے امنڈ پڑے ایک لاکھ سے زیادہ لشکر جمع ہو گیا پھر ایسی سخت جنگ کی کہ مسلمانوں نے پیشتر نہ دیکھی تھی۔ بے شمار کٹے ہوئے سر اور ہاتھ میدان میں نظر آتے تھے۔ تیروں نے بہت سے لوگوں کی آنکھیں نکال ڈالی تھیں۔ ایک نامی مسلمان کا بیان ہے کہ میں نے ان سے زیادہ تیرانداز اور کسی قوم کو نہیں پایا۔ اہل نوبہ بھی کبھی کسی مسلمان کو نشانہ بنا کر کہتے کہ اس کے کس عضو پر تیر لگائیں' ان کے ساتھی کہتے فلاں عضو پر اور وہ فوراً تیر چھوڑتا جو خطا نہ کرتا۔

امام محمد واقدی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حمیر کے ایک بڈھے سے جو اس جنگ میں شریک تھا۔ سنا ہے کہ ہم ایک میدان میں صف بستہ اور اہل نوبہ سے جنگ کر رہے تھے۔ ان کے تیروں کی ایک ہی بوچھار سے ڈیڑھ سو آنکھیں نکل پڑیں اور باوجود ایسی نشانہ بازی کے ہم ان سے جنگ کرتے رہے۔ انجام کار اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دے کر ہم کو فتح یاب کیا۔ ان کی بے شمار جمعیت ہم نے قتل کر ڈالی جس قدر بچے پہاڑوں اور جنگلوں میں پریشان ہو گئے۔ اور عمر عاص انہیں کسی طرح گرفتار نہ کر سکا۔ اور ایک درہم بھی ان سے جنگ میں ہاتھ نہ آیا۔

عمر عاص کی برقہ' طرابلس' طنجہ' فرنجہ اور اور سوس کو روانگی

راویوں کا بیان ہے کہ اہل بربر کا قدیم وطن سرزمین فلسطین اور ان کا بادشاہ جالوت بنت جلہم تھا۔ جس کو حضرت داؤد علیہ السلام نے قتل کیا۔ اہل بربر فلسطین سے جانب مشرق چلے گئے اور وہاں آباد ہو گئے۔ ان کے سات قبیلے جو سب کے سب متفرق ہو گئے۔ اثاثہ' مرقشہ' لواثہ' ہوارہ' نفوشہ' لبہ اور مغلیہ تھے۔ شکست ہو جانے کے بعد یہ لوگ ان مغربی شہروں میں جا بسے۔ بعضے طنجہ' فرانجہ اور سوس ارنی و بسوس اقصیٰ میں داخل ہوئے۔ پھر رومیوں نے ان علاقوں پر غالب آ کر انہیں

نکال دیا۔ اور اپنا وطن قرار دے لیا۔ افریقہ اور برقہ والے اکثر بربر کی طرف سے ڈرتے اور احتیاط رکھتے تھے۔ اب عمر عاص نے مع لشکر اس طرف کو منہ اٹھایا۔ بربر کے ایک شہر کے قریب پہنچتے ہی باشندے نکلے اور سخت مقابلہ کیا۔ اللہ تعالی نے مسلمانوں کو فتح نصیب کی۔ بربر والوں کے سات سو آدمی مارے گئے۔ یہ حال دیکھ کر ان پر خوف چھا گیا اور امان طلب کی۔ عمر عاص نے ان کی درخواست منظور کر کے اور تین سو لونڈی' غلاموں اور گھوڑے اونٹ گائے' بکری خچر میں سے ہر ایک تین سو لے کر صلح کر لی۔ پھر مراقبہ ولیدہ شترہ زوابلہ کی طرف رخ کیا۔ جس شہر پر پہنچتا باشندے صلح کر لیتے اور مال مصالحت اسی طرح ادا کر دیتے۔ عمر عاص جب برقہ کے پاس پہنچا تو ابھی لشکر نے قیام بھی نہ کیا تھا کہ وہاں کے باشندوں نے شہر سے نکل کر حملہ کیا کچھ دیر جنگ کی مگر بہت سے آدمی قتل ہو جانے کے بعد فرار اختیار کر کے قلعہ بند ہو بیٹھے اور قاصد بھیج کر صلح کی درخواست پیش کی۔ پانچ سو بردے تین سو غلاموں اور دو سو کنیزوں اور مویشیوں پر صلح ہو گئی۔ عمر عاص نے وصول کرنے کے بعد خلیفہ کو لکھا اور ان معرکوں' فتح مندیوں اور زر مصالحت کی تعداد سے تفصیل وار اطلاع دی۔ اور یہ بھی لکھا کہ میں اسی علاقہ میں جواب کا منتظر ہوں۔

خلافت عمر میں نئے بلاد کی فتح موسیٰ اشعری کے نام خلیفہ کا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط عبداللہ امیر المومنین کی طرف سے عبداللہ بن قیس کے نام ہے۔ واضح ہو کہ ایرانیوں نے تستر' سوس' منادر اور اس نواح میں لشکر کثیر جمع کر لیا ہے اور عنقریب مسلمانوں پر چڑھائی کرنے والے ہیں۔ جس وقت یہ خط پہنچے اور پڑھے ہاتھ سے نہ رکھنا تاوقتیکہ لشکر فراہم نہ کر لے۔ بصرہ کا جو شخص شریک ہونا چاہے اس کی دلجوئی کرنی چاہئے اور جس قدر ہو سکے فوج کی کثرت سے فراہمی میں سعی کرنی لازمی ہے۔ پھر دشمنوں کی طرف مہم پر جا داخل سرحد ہو کر کسی کی بات پر دھیان نہ دینا سب کو دین کی طرف طلب کر کے کہ جو ایمان لے آئے اسے امان دے اور اس کے زن و فرزند اور مال و دولت میں اپنا کوئی حق نہ سمجھنا۔ مگر صرف اسی قدر لینا جس کی تجھے ضرورت لاحق ہو۔ زیادہ طلب نہ کرنا۔ اس امر کو خوب یاد رکھنا اور اپنے آپ کو سمجھاتے رہنا۔ فوجوں کو معرکہ آرائیوں پر اس کثرت سے نہ بھیجنا کہ وہ تھک جائیں۔ ہر ایک لڑائی بالکل سچائی اور صفائی عقیدہ کے ساتھ ہونی چاہئے۔ سب سے اچھا سلوک رکھنا تواضع نہ چھوڑنا۔ آگاہ ہو کہ درگاہ رب العزت میں مسلمان سے زیادہ اور کسی کی حرمت نہیں اس طرح زندگی بسر کرنی چاہئے کہ کوئی مظلمہ باقی نہ رہے۔ ظالموں سے مظلوموں کا بدلہ لے۔ طرفین کی اصلاح میں پوری کوشش کرنا۔ لوگوں کو قرآن شریف کی تلاوت کی ترغیب دلاتے رہنا اور خدا کے عذابوں سے ڈراتا۔ کسی شخص کو زمانہ جاہلیت کا ذکر یا اس کی رسم کو زندہ نہ کرنے دینا کیونکہ اس سے باہم کینہ پیدا ہو گا اور گزشتہ عداوتیں یاد آ جائیں گی۔ اے پسر قیس خدا نے دین والوں کی فتح و نصرت کا ذمہ لیا ہے۔ اسی طرح بسر کرنا کہ رضائے باری تعالیٰ حاصل ہو۔ اس بات سے بچنا کہ اللہ تعالیٰ تیری طرف سے رخ پھیر لے اور کسی اور کی طرف رجوع فرما کر اپنے بندوں میں سے کسی دوسرے کو تیری جگہ پسند فرما لے۔ والسلام!

ابو موسیٰ اشعری نے اس خط کو پڑھ کر دعا کی کہ الٰہی امیر المومنین عمر کو زندہ رکھ اور اس پر رحمت نازل فرما۔ عجب کلمات اور نصیحتیں لکھی ہیں۔ گویا فرشتہ تلقین کر رہا ہے اور بدرجہ اتم قابلیت عطا کی ہے۔ پھر منادی کر کے لوگوں کو جمع کیا۔ جب سب نے جمع ہو کر باتفاق رائے کیا تو جمعیت کا شمار کیا دس ہزار سوار اور پیدل نکلے جو اسلحہ سے بخوبی آراستہ و پیراستہ تھے۔ ابو موسیٰ نے منبر پر بیٹھ کر خطبہ پڑھا۔ لشکر کو جہاد کی رغبت دلائی۔ نصیحتیں کیں۔ اور فرمان امیر المومنین پڑھ کر سنایا اور کہا

اے لوگو جس وقت دشمن سے مقابلہ کرو لازم ہے کہ جہاد میں ثابت قدمی اور صبر اختیار کرو اور اپنی حفاظت اور پناہ صرف ڈھال، تلوار، نیزہ و تیر اور زرہ جوشن سے سمجھو، تلواریں اور نیزے ٹوٹ جائیں تو تیر کمانیں سنبھالو جب تیر بھی باقی نہ رہیں پتھروں سے لڑو، دنیا کو سب چیزوں سے زیادہ حقیر اور ذلیل سمجھتے رہو کیونکہ دنیا سرائے فانی ہے اور ایمان والوں کا قید خانہ ہے۔ عقبیٰ کو سب چیزوں سے بہتر سمجھو اور جو شے وہاں کار آمد ہے اس کے مہیا کرنے میں سعی کرو۔ ہر ایک حال میں دل کو مضبوط اور مستحکم رکھو۔ والسلام!

اس کے بعد ابو موسیٰ نے منبر سے اتر کر اور عمر ابن حصین خزاعی کو بلا کر بصرہ میں اپنا نائب کیا اور خود شہر سے نکل کر موضع ابلہ میں مقیم ہوا۔ فوج پر فوج آ کر لشکر گاہ میں جمع ہوتی گئی جب لشکر ظفر پیکر فراہم ہو گیا ابلہ سے سمت اہواز کوچ کیا۔ داخل شہر ہو کر جنگ شروع کر دی۔ یکے بعد دیگر سر گروہوں کو گرفتار کرتا تھا اور ایرانی بھاگتے جاتے تھے۔ غرضیکہ قلعہ جات کو فتح کرتا لوٹتا کھسوٹتا تمام علاقہ آہواز پر قابض ہو گیا۔ بے شمار مال غنیمت اور لونڈی غلام ہاتھ آئے اب صرف چار شہر فتح ہونا باقی رہ گئے ہیں۔ سوس، تستر، مناذر، رام ہرمز۔

کفار سے لشکر اسلام کا محاربہ

پھر ابو موسیٰ نے مناذر کبریٰ پر چڑھائی کی اس جگہ ایرانی لشکر بہت کثرت سے جمع تھا۔ شہر سے نکل کر مقابلہ کیا بہت سخت حملے ہوئے۔ لشکر اسلام میں ایک شخص مہاجر نام نے اس معرکہ میں بڑی سخت جنگ کی اس کا بھائی ربیع بن زیاد ابو موسیٰ کے پاس آ کر بولا میرے مہاجر بن زیاد نے آج اپنے آپ کو خدا کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے اور روزہ دار ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ اس وقت بہت ہی پیاسا ہے۔ اگر مناسب ہو تو اجازت دیجئے کہ تھوڑا سا شربت پی لے اور پھر جنگ میں مصروف ہو۔ ابو موسیٰ نے آواز دی کہ جو مسلمان روزہ دار ہیں اور جنگ کر رہے ہیں بحالت روزہ ان کا جنگ کرنا گوارا نہیں کر سکتا۔ مہاجر نے ابو موسیٰ کی آواز سن کر کچھ شربت طلب کیا اور پی کر کہا اے امیر کیا کہتے ہو پانی کا یہ گھونٹ میرے اور بہشت کے درمیان تو حائل نہ ہو گا۔ ابو موسیٰ بولا انشاء اللہ حائل نہ ہو گا۔ مہاجر نے کہا میری آرزو ہے کہ شہادت کا درجہ پاؤں۔ پھر جنگ میں مصروف ہو گیا اور آخر کار لڑتا لڑتا شہید ہو گیا۔ ایرانی لشکر میں سے جس نے اسے قتل کیا سر کاٹ کر لے گیا۔ مہاجر کے سر کے بال لمبے تھے اس نے ان بالوں کے ذریعہ سے اس کا سر حصار کے کنگروں میں لٹکا دیا۔ ابو موسیٰ اس کے سر کی یہ حالت دیکھ کر غضب ناک ہو گیا۔ فوج کو سخت ترین حملہ کا حکم دیا اور بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ آخر کار مسلمانوں نے غلبہ کر کے قلعہ چھین لیا۔ پھر لوٹ اور قتل عام کر کے تمام جنگ جو مردوں اور بالغوں کو قتل کر ڈالا اور ان کے زن و فرزند قید کر لئے۔ بے انتہا مال و دولت اور مویشی لوٹے۔

ابو موسیٰ اشعری کا سوس پر حملہ

ابو موسیٰ مناذر کی مہم سے فارغ ہو کر سوس کی طرف چلا اور وہاں سے فارغ ہو کر فوج کو حکم دیا کہ شہر کا محاصرہ کر لیں اس وقت وہاں کا بادشاہ شاہ پور بن آذر ماہان تھا۔ اس نے ابو موسیٰ کا طریق محاصرہ شدید پا کر اپنے وزیر کو جس کا نام کردین آذر مہتر تھا بلایا اور ابو موسیٰ کے پاس بھیج کر اپنے اور اپنے خاندان کے دس ہمراہیوں کے واسطے پناہ مانگی۔ ابو موسیٰ نے قبول

کر کے وزیر سے کہا جن دس شخصوں کے واسطے امان مانگتا ہے ان کے نام کاغذ پر لکھوالا وزیر اس قرار داد پر کہ قلعہ سے باہر جانے والے دس شخصوں کو پناہ دی جائے گی اور وہ قلعہ حوالہ کر دیں گے۔ واپس گیا۔ شاپور نے ان دس آدمیوں کے نام جن کو وہ اپنے ہمراہ رکھنا اور قلعہ سے ساتھ لانا چاہتا تھا تحریر کر دیئے۔ پھر قلعہ سے نکل کر ابو موسیٰ کے پاس آیا ابو موسیٰ نے وہ نوشتہ لے کر پڑھا اور شاپور سے پوچھا کہ تیری درخواست یہی تھی کہ میں دس آدمیوں کو پناہ دوں۔ شاپور نے کہا ہاں۔ ابو موسیٰ نے کہا اس کاغذ پر دس آدمیوں کے نام درج ہیں اور تیرا نام درج نہیں۔ ان دس آدمیوں کو پناہ دی جاتی ہے۔ اور تجھ کو نہیں دی جاتی۔ تیرا ہلاک کرنا مسلمانوں کے لئے داخل مصلحت ہے۔ یہ کہہ کر حکم دیا کہ اس کا سر کاٹ ڈالیں۔

شاپور کے قتل کرانے کے بعد مسلمان قلعہ میں داخل ہوئے۔ جس قدر مال و دولت اور خزانے قلیل و کثیر ملے قبضے میں لائے۔ شاہی محلات میں خزانوں اور ذخیروں کی تلاشی لیتے ہوئے ایک مقفل اور نہایت مضبوط مکان دیکھا جس کے قفل پر مہر ثبت تھی۔ ابو موسیٰ نے وزیر سے دریافت کیا کہ اس مکان میں کیا چیز ہے وزیر نے کہا آپ کے کام کی کوئی شے نہیں۔ ابو موسیٰ نے کہا ضرور کوئی شے ہے۔ دیکھنا چاہئے ------ دروازہ کھولو۔

شہر سوس میں حضرت دانیال کی لاش کی برآمدگی

جب ابو موسیٰ نے دروازہ کھولنے کا حکم دیا لوگوں نے قفل کھولا ابو موسیٰ اندر گیا دیکھا کہ ایک بہت ہی بڑا پتھر قبر کی مانند رکھا ہوا ہے اور اس میں ایک لاش رکھی ہے۔ جس پر زر بفت کا کفن ہے اور سر برہنہ ہے۔ ابو موسیٰ اور اس کے ہمراہیوں کو لاش کی درازی پر سخت تعجب ہوا۔ ناک کو ناپا تو ایک ہاتھ سے بھی زیادہ تھی۔ ابو موسیٰ نے اہل سوس سے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے۔ انہوں نے کہا یہ شخص عراق میں رہتا تھا بارش نہ ہونے کے وقت وہاں کے باشندے اس کے ذریعہ سے بارش کی دعا مانگا کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ اس دعا کی برکت سے بارش نازل فرماتا اور قحط کی بلا دفع ہو جاتی۔ ہمارے ہاں ایک سال بہت بڑا قحط پڑا۔ مینہ نہ برستا تھا اور ہماری دعائیں بھی قبول نہ ہوتی تھیں۔ یہاں تک نوبت پہنچی کہ ہم نے ایک قاصد بھیج کر عراق سے اس شخص کو طلب کیا کہ اس کے قدموں کی برکت سے مینہ برسے۔ اہل عراق نے ہماری درخواست نامنظور کی۔ آخر مجبور ہو کر ہم نے پچاس آدمی بہ طور ضمانت ان کے حوالے کیئے کہ تم انہیں اپنے پاس رکھو اور اس شخص کو ہمارے پاس بھیج دو کہ یہاں پہنچنے سے بہ برکت دعا بارش ہو کر قحط کی بلا رفع ہو جائے اور ہم پر سے یہ سختی اور بلا ٹل جائے۔ انہوں نے ہمارے پچاس آدمی اپنے پاس رکھ کر اس نیک خصلت شخص کو ہمارے یہاں بھیج دیا۔ ہم نے مینہ کی دعا مانگی خوب مینہ برسا تمام قحط اور سختی رفع ہو گئی۔ ہر جگہ سبزہ اور غلہ وافر پیدا ہو گیا۔ ہم نے چاہا کہ اس متبرک آدمی کو یہاں سے جانے نہ دیں۔ اپنے پچاس آدمیوں کو عراق ہی میں چھوڑا اور اس شخص کو اپنے ہی پاس رکھا۔ اور اس کے برکات نفوس سے رفاہ اور آسائش حاصل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اس کی اجل آ پہنچی۔ جو کچھ ہم نے بیان کیا اسی قدر اس شخص کا حال معلوم ہو سکا ہے۔

ابو موسیٰ نے خلیفہ کو خط لکھا اپنی تمام تر فتوحات کی کیفیت سے اطلاع دی۔ سوس اور منادر وغیرہ سے جس قدر مال غنیمت حاصل ہوا تھا۔ درج کیا اور ساتھ ہی دانیال حکیم کی لاش کی کیفیت بھی لکھ دی۔ امیر المومنین نے ابو موسیٰ کا خط پڑھ کر تمام اصحاب کو جمع کیا اور دانیال کا حال پوچھا۔ کسی کو کچھ معلوم نہ تھا۔ مگر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہاں زمانہ قدیم

میں بعد بخت نصر دانیال حکیم ایک پیغمبر نامرسل گزرا ہے۔ بخت نصر کے بعد اس عہد کے اور بادشاہوں کے ساتھ بھی رہا ہے۔ غرضیکہ آپ نے اول سے آخر تک تمام حال بیان فرما دیا۔ وفات کا حال بھی مفصل ظاہر کیا۔ پھر فرمایا کہ مصلحت یہ ہے کہ ابو موسیٰ کو لکھ بھیج کہ اس کی لاش وہاں سے اٹھا کر اور اس پر نماز پڑھ کر کسی ایسی جگہ دفن کر دیا جائے کہ اہل سوس اس کی قبر کا پتہ نہ چلا سکیں۔ عمر نے حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے فرمان کے مطابق ابو موسیٰ کو لکھ دیا کہ بموجب ارشاد حضرت علی عمل کرے۔ ابو موسیٰ نے خط پڑھ کر حکم دیا کہ دریائے سوس کا رخ پھیر دیں بعدہ دانیال کی لاش وہاں سے نکال کر اور موجودہ کفن پر دوسرا کفن پہنا کر نماز جنازہ پڑھی اور اس دریا کے راستے میں کسی جگہ بڑی مضبوط اور مستحکم قبر بنا کر دریا کو اس کی جگہ پر جاری کر دیا۔ کہتے ہیں حضرت دانیال اسی جگہ پر دفن ہیں۔

تستر پر ابو موسیٰ کی چڑھائی

ابو موسیٰ سوس کی مہم سے فارغ ہو کر تستر کی طرف بڑھا۔ اور جب وہاں پہنچ گیا قیام کیا اس وقت نوشیروان عادل کا بیٹا ہرمزان تستر میں موجود تھا۔ اہل عرب کو دیکھ کر فوج جمع کی اور یزدجرد کو جو اس وقت لشکر کثیر کے ساتھ نہاوند میں تھا خط لکھا۔ بادشاہ نے خط لکھ کر معلوم کیا کہ ہرمزان مدد چاہتا ہے۔ اپنے ایک وزیر شاپور نام کو بلا کر دس ہزار سوار دیئے اور بہ سمت ہرمزان روانہ کیا۔ اس کے بعد دوسرے وزیر دار نوش کو دس ہزار سوار دے کر بھیجا اور اسی طرح دو اور سرداروں کو بھی فوج دے کر یکے بعد دیگرے ہرمزان کی مدد پر بھیجا۔ ہرمزان نے خاص اپنے لشکر کا شمار کیا تو وہ بھی پچیس ہزار تھا۔ اب کل ایرانی فوجوں کی تعداد ۶۵ ہزار ہو گئی۔ ابو موسیٰ نے یہ حال دیکھ کر کثرت لشکر عجم اور قلت فوج عرب سے مطلع کیا۔ امیر المومنین نے اسی وقت جریر بن عبداللہ بجلی کو جو حلوان میں موجود تھا خط لکھا کہ اپنے لشکر سمیت ابو موسیٰ کی مدد کرو اور دوسرا خط عمار یاسر کے نام کوفہ روانہ کیا کہ وہ بھی ابو موسیٰ کی مدد کے لئے جائے۔ جریر نے اپنے چچا زاد بھائی عروہ بن قیس بجلی کو بلا کر بہت دلجوئی اور انتظام اور رعایا پروری کے متعلق بہت سے عمدہ اور فائدہ بخش نصائح بیان کر کے اسے اپنا نائب مقرر کیا۔ اور ایک ہزار سوار دے کر حلوان میں چھوڑا۔ خود چار ہزار سوار لے کر ابو موسیٰ کی مدد کے لئے روانہ ہو گیا۔ عمار یاسر نے عبداللہ بن مسعود کو کوفہ میں اپنا نائب قرار دے کر ادھر ادھر سے فوج روانہ کی اور چھ ہزار کی جمعیت سے بجانب ابو موسیٰ کوچ کیا۔ ان دونوں کے پہنچنے سے ابو موسیٰ کو تقویت ہو گئی۔ اور اسلامی فوج کی تعداد مع سوار اور پیدل بیس ہزار تک پہنچ گئی۔ اب پشت مضبوط پا کر نعمان بن مقرن مزنی اور جریر کو رام ہرمز کی طرف بھیجا کہ وہاں کے باشندوں کو دین اسلام کی طرف راغب کریں دونوں اس طرف روانہ ہوئے۔ رام ہرمز کے حصار کے دروازہ پر قیام کر کے محاصرہ کی تدبیر کی اور نعمان نے اسی علاقہ کے ایک اور قلعہ میں اتر کر جنگ کی اللہ کی مدد سے اس نے دونوں قلعے فتح کئے اور بہت سا مال غنیمت پایا۔ جریر کو بہ مقابلہ باشندگان رام ہرمز بہت سخت جنگ پیش آئی۔ انجام کار بڑی کوشش اور غلبے سے اس شہر پر قابو پایا۔ ان کے زن و فرزند قید کر لئے اور تمام مال و اسباب اور مویشی لوٹ لئے۔ ابو موسیٰ کو بھی یہ خبر پہنچی' اس نے بصرہ والوں سے کہا میں نے ہرمز کے باشندوں کو چھ ماہ کی مہلت دے رکھی تھی کہ اس عرصے میں اپنے انجام کے متعلق خوب سوچ سمجھ لیں۔ جریر اور اہل کوفہ نے ان کے شہر کو نامناسب طور پر بزور شمشیر فتح کر لیا اور ان کے مال و متاع اور زن و فرزند کو آپس میں بانٹ لیا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ عمر کو اس کیفیت سے مطلع کر دوں۔ پھر خلیفہ کو ایک خط لکھ کر بھیج دیا۔ عمر نے مضمون خط سے آگاہ ہو کر ابو موسیٰ کی فوج کے نام سرداران حذیفہ الیمانی' انس بن

مالک، سعد بن زید، عمر انصاری وغیرہ کے نام سے خط روانہ کئے کہ اس واقعہ پر غور کرکے اور اصل کیفیت دریافت کرکے لکھیں۔ اگر ابو موسیٰ نے جیسا کہ اس کا بیان ہے باشندگان رام ہرمز کو کسی خاص مدت کے لئے امان دے رکھی ہو تو احتیاط برتیں اور ابو موسیٰ کو قسم دے کر دریافت کریں اگر وہ قسم کھائے تو جس قدر بردے ہرمز سے لائے ہیں وہ واپس پہنچا دیں۔ اور قیدیوں میں کوئی عورت حاملہ ہو تو اسے اس وقت تک روکے رکھیں کہ وضع ہو جائے وہ اسلام قبول کرلے یا واپس چلی جائے جو کوئی جس راستے کو پسند کرے۔ جب سرداران لشکر کے پاس امیر المومنین کا فرمان پہنچا اس امر میں احتیاط کرکے ابو موسیٰ کو قسم یاد دلائی اور قیدیوں کی نسبت بھی جو حکم صادر ہوا تھا بجا لائے۔ لشکر کے ایک نامی سردار جریر بن عبداللہ نے عمر کو قسم کھا کر لکھا کہ میں نے اپنی مرضی سے کوئی کام نہیں کیا۔ محض ابو موسیٰ کے حکم سے رام ہرمز پر چڑھائی کی۔ اور وہاں کے باشندوں سے معرکہ آرائی کی۔ خلیفہ نے اس کو راست سمجھا اور ابو موسیٰ کو ملامت کرکے بے وقوف اور بے عقل ٹھیرایا۔

کفار سے لشکر اسلام کا محاربہ

اب ہم تستر کی مہم کا حال بیان کرتے ہیں۔ جب ابو موسیٰ کے پاس فوجیں جمع ہونے سے قوت بہم پہنچ گئی۔ تو مسلمانوں نے باشندگان تستر سے مقابلہ کرنے کا قصد کیا ابو موسیٰ نے فوج کو اس طرح مرتب کیا کہ میمنہ میں جریر بن عبداللہ البجلی کو میسرہ میں نعمان بن مقرن مزنی کو، جناح میں براء بن عازب کو اور سواروں پر عمار یاسر کو امیر مقرر کیا اور پیدلوں کی فوج حذیفہ بن یمانی کے سپرد کی۔ اس ترتیب سے جانب تستر بڑھے۔ ہرمز ابن نوشیرواں عادل بڑی شان و شوکت سے آراستہ ہو کر شہر سے نکلا۔ ہر چہار سمت سے سپہ سالار اور افسران فوج اور متعلقان ملک افواج کثیر کے ساتھ آ آکر اس کے گرد جمع ہونے لگے۔ ایک مسلمان جوان نے اس جمعیت کثیر کو دیکھ کر کہا **اللھم انک نعلم انی احب لقائک و اغض اعداء فانصرنا علیھم و اقبضنی الیک انک علی کل شئی قدیر** یعنی اے خدا تو جانتا ہے کہ میں تجھے دوست رکھتا ہوں اور تیرے دشمنوں سے دشمنی رکھتا ہوں ہمیں ان لوگوں پر فتح یاب کر اور مجھے اپنے پاس بلا لے بالتحقیق تو تمام چیزوں پر قدرت رکھنے والا ہے یہ کہہ کر وہ اہل تستر پر حملہ کناں ہو۔ اور کئی شخصوں کو مار کر میدان میں آکھڑا ہوا۔ کچھ دیر تک پیغمبرؐ خدا اور دین اسلام کی تعریفیں کیں۔ پھر دوستوں پر سلام بھیج کر دوبارہ حملہ کیا۔ اور لڑتے لڑتے شہید ہو گیا اس پر اللہ کی رحمت ہو۔ اب دونوں لشکر ایک دوسرے پر بڑھے اور کچھ دیر تک جنگ ہوتی رہی، ایک ایرانی سردار مردان شاہ نام نے ایک ہزار بہادر سواروں کو لے کر فوج کوفہ کے بائیں بازو پر جس میں کسی قدر باشندگان کندہ بھی شریک تھے۔ اور ان کا سردار بنو بکر بن بکر وائل تھا حملہ کیا۔ اس سردار کو اس شان سے حملہ کرتے دیکھ کر اسلامی سپاہ نے کسی قدر پسپائی اختیار کی۔ اور مردان شاہ زیادہ دلیر ہو کر بیچ میں جا گھسا۔ پھر تو بنو بکر وائل اور باشندگان کندہ پلٹ پڑے اور تلوار پکڑ کر کشت و خون کا بازار گرم کیا۔ انجام کار فوج مخالف بھاگ کر قلعہ میں پناہ گیر ہوئی۔ ابو موسیٰ نے دوسرے دن فوج کو ترتیب دے کر میمنہ اور میسرہ کو شہر کی طرف بڑھایا۔ ہرمزان بھی بڑے رعب و ادب کے ساتھ شہر سے نکلا اس کے راست و چپ یزد جرد کا ایک سپہ سالار مہیار نام دس ہزار سواروں کی جمعیت کے ساتھ موجود تھا۔ اسی طرح ایک اور سردار حاکم شہر رے سمی شیرواں بارہ ہزار سوار و پیادہ ہمراہ لئے اور ایک اور جنگ آزما پرویز نام نہایت شان و شوکت سے چار ہزار منتخب داروں کی جمعیت کے ساتھ صف بستہ تھا۔ یہ فوج سرتاپا خود و اسلحہ زرہ اور جوشن میں غرق تھی۔ گھوڑے پر پاکھریں اور

سموں پر نعل آہنی نصیب تھے۔ ہرمزان اس لشکر کے قلب میں سر پر سونے کا خود اور جوشن فراخ پہنے سنہری قبضے کی تلوار ڈاب میں لگائے طلائی گرز ہاتھ میں لئے زریں سپر دوش پر آراستہ کئے ہوئے موجود تھا۔ یہ ہتھیار یزید بن شہریار نے "تحفتاً" بھیجے تھے۔ ابو موسیٰ نے ہرمزان کو اسی کروفر کے ساتھ دیکھ کر باآواز بلند کہا۔ اے اہل اسلام قرآن شریف پڑھنے اور ایمان کے لانے والو اس فوج سے مت ڈرو' یہ وہی لشکر اور وہی تیاریاں ہیں جن سے ہمیں کئی مقامات پر اس سے پیشتر مقابلہ پیش آچکا ہے۔ اب دل مضبوط کر کے جہاد اور جنگ اختیار کرو۔ وہم و ہراس کو ہرگز پاس نہ آنے دو۔

کفار فارس کے ساتھ مسلمانوں کا محاربہ

یہ کہہ کہہ کر لشکر اسلام کو ترغیب جنگ دلائی۔ دونوں فوجوں کے مقابل ہوتے ہی تیروں کی بوچھار شروع ہوئی۔ پھر تو دونوں طرف سے حملہ ہو گیا۔ بڑی سخت جنگ ہوئی۔ طرفین نے جی توڑ کر مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ طلوع آفتاب سے لڑتے لڑتے نماز ظہر کا وقت آگیا۔ اب جریر بن عبداللہ نے دونوں صفوں کے بیچ میں کھڑے ہو کر باآواز بلند کہا اے مسلمانو! جہاد کا ثواب بہت بڑا ہے اور یہ ایسا دن ہے کہ ہمارے بعد اکثر اس کا تذکرہ کیا جاتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کافروں کے ساتھ جہاد کرنے کی بڑی تاکید فرمائی ہے اور بے حد ثواب کا وعدہ فرمایا اے مسلمانو! آج ایسا کام کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا ثواب عطا فرمائے۔ یہ کہہ کر جریر نے میمنہ سے اور میسرہ سے نعمان نے حملہ کیا۔ دونوں لشکر دست و گریبان ہو گئے۔ بڑی خونریز جنگ ہوئی جس میں ہرمزان کی جمعیت کثیر قتل ہو گئی۔ انجام کار ہرمزان بھاگ نکلا اور شکست فاش اٹھائی۔ مسلمانوں نے تعاقب کر کے بہت سے لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ اور بہت سے قید کر لئے۔ بقیۃ السیف بھاگ کر حصار میں جا پہنچے۔ جن میں اکثر سخت مجروح تھے۔ غرضیکہ مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور ابو موسیٰ مراجعت کر کے اپنی فرودگاہ پر آیا۔ قیدیوں کو طلب کیا دین اسلام کی ہدایت کی۔ بعض نے قبول کیا اور بعض نے انکار کر دیا۔ جن لوگوں نے دین اسلام سے انکار کیا تھا ان کے سر اسی وقت قلم کر دیئے گئے۔ دوسرے دن شام کے وقت تستر کا ایک باشندہ نصیبہ بن داؤد نام ابو موسیٰ کے پاس آیا اور بولا اگر امیر مجھے' میرے بیٹوں' رشتہ داروں اور مال و متاع کو امان دے اور کچھ تعرض نہ کرے تو میں اس شہر میں داخل ہو سکتا ہوں اور اس قلعہ کے فتح کرنے کی راہ بتا سکتا ہوں۔ ابو موسیٰ نے کہا منظور ہے۔ اس نے کہا اس وقت ایک معتمد کو میرے ساتھ روانہ کر میں اسے راستہ دکھا دوں گا جہاں سے فوج اوپر چڑھ سکتی ہے ابو موسیٰ نے عوف بن فخراہ کو ساتھ کر کے کہا اس کے ساتھ جا یہ تجھے ایسا راستہ دکھائے گا جہاں سے فوج قلعہ میں داخل ہو سکتی ہے۔ عوف آدھی رات کے وقت اس ایرانی کے ساتھ روانہ ہوا اور دریائے تستر کو ایک گھاٹ کی جگہ سے جس سے ایرانی واقف تھا عبور کر کے ایک پہاڑی میدان میں لے گیا۔ یہاں پہاڑوں کے درمیان ایک تنگ راستہ پایا۔ نصیبہ نے کہا اس راستے کو اچھی طرح دیکھ لے اور یاد رکھ' اس راستہ کو طے کرنے کے بعد وہ قلعہ پر جا نکلے۔ ہرمزان نے اس جگہ پہریدار مقرر کر رکھے تھے حسب اتفاق اس وقت وہ سب غافل سو رہے تھے۔ وہ ایرانی اور عربی جوان ان کے پاس سے گزر کر شہر میں ہوتے ہوئے نصیبہ کے گھر پہنچے۔ نصیبہ نے اسے رات بھر پوشیدہ رکھا۔ دوسرے دن اس کا لباس تبدیل کرا کر کہا میرے ساتھ آ۔ عوف اس کے پیچھے روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ وہ ہرمزان کے محل تک پہنچے۔ ہرمزان اس وقت کھانے پر سے اٹھا تھا اور خادم کھا رہے تھے۔ نصیبہ نے عوف سے کہا یہ ہرمزان کا محل ہے اچھی طرح یاد رکھ۔ اس کے بعد شہر کے دروازہ پر لایا۔ اور سب دروازے دکھا کر شہر کے گرد پھرایا۔ تمام سرداروں اور امیروں کے مکانات دکھا کر اپنے گھر واپس

لایا۔ جب رات ہو گئی اسی جگہ سے جہاں سے شہر میں لایا تھا باہر نکال لایا اور جب دریا کو عبور کرنے کی جگہ پہنچے اس سے کہا اسی جگہ سے دریا کو عبور کرنا چاہئے۔ اب یہاں سے اپنے امیر کے پاس جا اور قلعہ کی کیفیت سے مطلع کر اور کہہ کہ تھوڑے سے تجربہ کار بہادر تیرے ہمراہ کر دیئے جائیں۔ وہ تیرے ساتھ اسی راستے سے جو میں نے تجھے دکھایا ہے قلعہ کی فصیل پر آجائیں اور کوشش کر کے ان پہرے داروں کو جن کو تو نے سوتے پایا تھا مار ڈالیں پھر قلعہ کی فصیل کے دروازے پر پہنچ کر قفل توڑ کر دروازے کھول دیں تاکہ امیر مع لشکر کے جو دروازے پر پہلے سے مستعد ہو قلعہ میں گھس آئے اور شہر پر قبضہ کر لے۔ اے شخص یاد رکھ میں نے تجھے ان مقامات سے بخوبی آگاہ کر دیا ہے جہاں سے شہر میں داخل ہو سکتے ہیں یا باہر جا سکتے ہیں۔ اپنے امیر سے سب کچھ بتا دینا اور اسے بھی یہ راستہ دکھا دینا۔ عوف نے اسے رخصت کر دیا۔ اور خود دریا عبور کر کے راتوں رات ابو موسیٰ کے پاس آ پہنچا اور جو کچھ دیکھا تھا سب اول سے آخر تک مفصل عرض کر دیا۔ ایک دن ایک شخص ابو موسیٰ کے لشکر میں گشت کرتا ہوا نصر بن حجاج کے پاس آیا۔ یہ شخص بہت ہی بہادر اور عین عالم شباب میں تھا۔

قصہ نصر بن حجاج

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم پہلے نصر بن حجاج کا قصہ درج کریں۔ یہ شخص ایسا حسین اور خوبصورت تھا کہ اس کے پرنور چہرے کی شعاعیں آفتاب کو شرمندہ کرتی تھیں۔ اور اس کے بالوں کی خوشبو مشک اذفر کو مات کرتی تھی۔ مدینہ کی عورتیں اس پر دل و جان سے فریفتہ اور عاشق ہو جاتی تھیں۔ ایک دفعہ شب کے وقت عمر بن خطاب مدینہ کی گلیوں میں گشت کر رہے تھے۔ ناگاہ ایک عورت کی آواز آئی۔ آپ کھڑے ہو گئے اور اس کی زبانی یہ اشعار سنے:

هل من سبيل الى خمر فاشربها　　　ام هل سبيل الى نصر ابن حجاج

الى فتى ماجد الاعراق مقتبل　　　سهل المحيا كريم غير ماج

تهينه اعراق صدق حين سند　　　اخر فلاج عن المكروب فراج

ساو النواظر من بهوله قلم　　　يغيثي صورته فى الخالك الداج

عمر نے ان اشعار کو سن کر جانا کہ زلفا نام ایک عورت نصر پر عاشق ہو گئی ہے اور وہی یہ اشعار پڑھ رہی ہے۔ اسی وقت زلفا کو نکال کر قید خانہ بھیج دیا۔ صبح کے وقت نصر بن حجاج کو طلب کیا اور پوچھا کہ کیا سبب ہے کہ مدینہ کی عورتیں تیرے لئے غزل جوئی کرتی ہیں۔ نصر نے کہا اس میں میرا کیا قصور ہے آپ ممانعت فرما دیں کہ میری نسبت کوئی شعر نہ کہے۔ عمر نے کہا تیرے یہ بال اور چہرہ فتنہ گر ہے حکم دیا کہ اس کے سر کے بال مونڈ دیں۔ بال دور کرنے کے بعد اسے شہر بدر کر دیا جائے۔ غرضیکہ نصر کو جلا وطن کر دیا۔ اور زلفا نے اس خوف سے مبادا عمر زیادہ سزا دے قید خانہ ہی میں سے یہ شعر لکھ کر عمر کے پاس بھیج دیئے۔

قال اللامير الذى يخشى بوادره　　　مالى و للخمر و نصر بن حجاج

انى بيت ابا حفض بغير هما　　　شرب الجنب و طرف فاتر ساج

لا متعجل الظن حقا او تبينه　　　ان السبيل سبيل الخالف الراج

ما منه قلت ها عرضا بضائرة　　　و الناس من هالك قدما و من تاج

ان الھوی دمیتہ التقوی　　حفظے اقربا الخام و اسراج
عمر نے اس اشتغاثہ سے مطلع ہو کر رہائی دے دے۔ نصر بن حجاج مدینہ سے نکل کر بصرہ پہنچا اور وہاں رہنے لگا۔ پھر اس نے یہ اشعار عمر کو لکھ بھیجے۔

لعبداللہ عمر امیر المومنین من نصر بن حجاج سلام علیک یا امیر المومنین لعمری لئن سیو تنی و حرمیتنی
لما قلت من عرضی علیک الحرام　　لئن غنت الزلفا یوم بمینتہ
و بعض امانی النساء عزام　　ضت لی الظن الذی لیس بعدہ
بقاء نہ لی فد الندا ء کلام　　و اصبحت منفیا علی غیر ریبہ
و قد کان لی بالتمکین مقام　　سیمعنی عما تظن تکرسی
و ابا صدق صالحون کرام

ان اشعار کو پڑھ کر ابو موسیٰ کو تحریر کیا کہ نصر بن حجاج کی مدارت کرتا رہے اور اسے اختیار ہے کہ خواہ بصرہ میں رہے یا مدینہ میں چلا آئے۔ نصر نے بصرہ ہی کی سکونت اختیار کر لی۔ جب ابو موسیٰ نے اہواز کی مہم پر جانا چاہا تو نصر بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔ تستر کے معرکہ کے دن نصر سرنگ گھوڑے پر سوار تھا۔ ابو موسیٰ اس کے پاس آ کر گھوڑے کو بغور دیکھنے لگا۔ نصر نے پوچھا اے امیر تم اس گھوڑے میں کیا بات دیکھ رہے ہو۔ امیر نے ازراہ تمسخر کہا تیرا گھوڑا کچھ نہیں ہے۔ ہاں اس کا زین بہت عمدہ ہے۔ اگر بیچنا چاہو تو میں اسے خرید لوں گا۔ نصر نے غصہ ہو کر کہا تم گھوڑے کو کیا جانو اس کی نسبت اور چیزوں کو خوب پہچان سکتے ہو۔ ابو موسیٰ نے کہا تو نے سچ کہا ہے اے دوست جس گائے پر تو سوار ہے اس کا سر اور ناک بھی خوبصورت ہے' دونوں کان باریک' پیشانی چوڑی اور پیٹ بڑا ہے اسے نہ بیچنا۔ نصر نے کہا آ اے امیر آزما کر دیکھ لے اگر تو مجھ سے آگے نکل گیا تو میں اپنی گائے تجھے دے دوں گا' قربانی کے کام میں لے آنا اور اگر میں آگے نکل گیا تو جس بیل پر تو سوار ہے اسے میں لے لوں گا۔ نصر کے اس کلام سے ابو موسیٰ شرما کر نیچے کی طرف دیکھنے لگا۔ اس وقت نصر کا چچا زاد بھائی بھی موجود تھا۔ بولا اے امیر مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تم میرے بھائی سے ناراض ہو گئے اور اس گھوڑے کو برا بتاتے ہو اور جس گھوڑے پر تم سوار ہو وہ بایں وجہ بیل سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔ اس کا بڑا کان' چوڑے دم میں بال کم اور باریک ہیں۔ اور دو پاؤں چھوٹے۔ ابو موسیٰ ہنس پڑا اور کہا اے بھائی میری باتیں مذاق سے تھیں اور تیرے عم زاد بھائی کی نسبت خیر اندیشی کے سوا امیر کو اور کوئی خیال نہیں ہے۔ اب جہاد اور معرکہ آرائی کا زمانہ ہے ایسی باتوں کا موقع نہیں۔ غصہ اور سوال و جواب کو جانے دو۔ ساری توجہ جہاد کی طرف ہونی چاہیے۔

الغرض دن نکلنے پر ابو موسیٰ نے کچھ لوگوں کو لشکر میں سے طلب کیا۔ تمام حال سنا رکھا۔ اس پانی کی بڑی خندق کے سبب جو شہر کے گرد ہے اس شہر کا فتح کرنا مشکل ہو رہا ہے۔ لیکن اب تدبیر سے ہو سکتا ہے اور وہ تدبیر ہم سے ایک شخص نے بیان کر کے اس شہر میں داخل ہونے کے راستے دکھا دیئے ہیں۔ اب تم میں سے جو شخص اپنی جان راہ خدا میں دینا چاہتا ہو عوف کے ہمراہ جائے۔ شاید اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی سعی و کوشش سے اس شہر کو فتح کرا دے۔ ستر آدمیوں نے بخوشی اس مہم کو قبول کیا۔ ہتھیار لگا کر عوف کے ساتھ ہوئے تستر کی پر آب خندق کو ایرانی کی بتائی ہوئی جگہ سے پار کر کے اور تنگ راستے سے ہو کر فصیل پر جا پہنچے۔ تمام پہریدار بے خبر سو رہے تھے۔ سب کو اسی جگہ مار کر بہ آہستگی شہر کے دروازہ پر آ پہنچے۔ اس میں تین بھاری قفل پڑے ہوئے تھے جن کی کنجیاں ہرمزان کے محل سرا میں محفوظ تھیں۔ جونہی مسلمانوں نے قفل توڑنے کی کوشش کی معاً" اس کی آواز سے اہل قلعہ خبردار ہو گئے۔ اور کچھ لوگ مسلمانوں پر آ پڑے۔ ان میں سے

بعض قفلوں کے توڑنے میں مصروف رہے اور باقی مقابلہ کرتے رہے۔ دو قفل ٹوٹ چکے تھے اور ایک جو بہت ہی زیادہ مضبوط تھا نہ ٹوٹ رہا تھا کہ ہرمزان بھی اپنے سرداروں اور سپاہیوں سمیت آ پہنچا۔ اور شریک جنگ ہو گیا۔ ان ستر مسلمانوں میں سے زیادہ تر شہید ہو گئے۔ چند ہی باقی رہ گئے تھے۔ وہ کچھ دیر تک مقابلہ کرتے اور کچھ قفل توڑنے میں مصروف رہے یہاں تک کہ تین افراد کے سوا سب مارے گئے۔ انجام کار ان تینوں نے قفل توڑ ڈالا اور دروازہ کھول کر نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ ابو موسیٰ دروازہ کے باہر فوج لئے ہوئے مستعد کھڑا تھا فوراً اندر گھس پڑا اور فوج بھی امنڈ پڑی۔ ہرمزان یہ حال دیکھ کر دوسرے دروازے سے مصاحبوں اور مشیروں سمیت نکل بھاگا۔ اور دوسرے قلعے میں جو شہر تستر کے قریب ہی واقع تھا۔ اپنے اہل و عیال اور مال و متاع کو لے کر پناہ گزیں ہوا۔ وہ تینوں مسلمان جنہوں نے قفل توڑ کر دروازہ کھولا تھا گھوڑوں کی ٹاپوں میں آ کر ہلاک ہو گئے۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

فتح تستر

اب اسلامی فوج قتل و غارت گری میں مصروف ہوئی۔ بے شمار زر و دولت ہاتھ آیا۔ شہر کے لوگ بھی جہاں تک ہو سکا شہر کے دروازہ سے نکل نکل کر بھاگے۔ ابو موسیٰ نے مال غنیمت فراہم کر کے خمس علیحدہ کیا اور باقی کو لشکر میں تقسیم کر دیا۔ پھر تستر سے نکل کر اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ جس میں ہرمزان پناہ گزیں تھا۔ جب قلعہ والوں کا حال بہت تنگ ہوا ایک سفیر بھیج کر اس شرط پر امان طلب کی کہ میں قلعہ سے نکل آؤں تو مجھ سے' میرے متعلقین' اہل خاندان اور مال و دولت سے کچھ تعرض نہ کریں۔ اور مجھے معہ متعلقین خلیفہ کی خدمت میں پہنچا دیں۔ ابو موسیٰ نے صلح منظور کر لی۔ اور معتبر قسموں کے ساتھ دستاویز لکھ دی' ہرمزان وہ دستاویز لے کر معہ متعلقین و سامان گرانبہا قلعہ سے نکل آیا۔ اور مسلمانوں نے داخل قلعہ ہو کر باقی اسباب سمیت لوٹ لیا۔ اس کے بعد ابو موسیٰ نے ہرمزان کو مع متعلقین خدمت امیر المومنین میں روانہ کر دیا اور زر خمس بھی اسی کے ہاتھ بھیج دیا۔ جب متصل مدینہ پہنچے شہر کے لوگ باہر آ کر اس مال غنیمت کو حیرت سے دیکھتے اور اس حصول دولت پر شکر خدا بجا لاتے تھے۔ ابو موسیٰ کے آدمی جو ہرمزان کے ہمراہ تھے امیر المومنین کے دروازہ پر آئے مگر خلیفہ کو موجود نہ پایا۔ کچھ آدمی تلاش کے لئے ادھر ادھر بھیجے۔ معلوم ہوا کہ آپ مسجد کی طرف دھوپ میں سوتے ہیں۔ ہرمزان کو خلیفہ کی اس کیفیت سے بہت تعجب ہوا۔ پھر یہ لوگ وہاں گئے اور امیر المومنین خواب سے بیدار ہو کر اٹھ بیٹھے۔ لوگوں نے سلام کیا آپ نے جواب سلام دے کر ابو موسیٰ اور اس کے لشکر کا حال پوچھا اور فتوحات کا ذکر سن کر درگاہ باری تعالیٰ میں سجدۂ شکر ادا کیا۔ پھر ہرمز اور اس کے خاندان کی طرف جو قید میں تھے نگاہ کی اور کہا حمد خدائے عزوجل کہ ایسے ایسے لوگوں پر ہمیں قابو عطا فرمایا۔ اور عجم کے سرکش اور زور آور بادشاہوں پر غالب کیا۔ وہاں سے اٹھ کر مسجد میں آئے تمام مہاجر اور انصار کو بلا کر وہ خمس کا مال غنیمت تقسیم کر دیا۔ پھر ہرمزان کو بلا کر کہا اے ہرمزان تو نے قدرت الٰہی کا کیسا معائنہ کیا اس نے کہا میں پہلا ہی شخص نہیں جو مشکلات اور سخت امتحانوں میں مبتلا ہوا ہوں' بلکہ رنج اور سختی خاص مردوں ہی کا حصہ ہے اور کسی مرد کو زیبا نہیں کہ وہ کسی مصیبت اور تکلیف میں زبان شکایت ہلائے۔ عمر نے کہا اگر تو جان بچانا چاہتا ہے تو ایمان قبول کر ورنہ قتل کرا دوں گا۔ اس نے کہا تم مجھے قتل کرتے ہو تو تھوڑا پانی پینے کے واسطے دو۔ عمر نے کہا اسے پانی دو۔ ایک لکڑی کے پیالے میں پانی دیا گیا۔ اس نے کہا میں اس پیالے سے نہ پیوں گا کیونکہ میں ہمیشہ جواہر نگار آب خوروں سے پانی پیتا رہا ہوں۔ حضرت علیؑ اس وقت تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا یہ کوئی

بڑی بات نہیں ہے شیشے کے آب خورہ میں پانی دے دو کیونکہ شیشہ بھی ایک جوہر ہے۔ اس لئے اسے شیشے کے آب خورہ میں پانی دیا۔ اس نے آبخورہ ہاتھ میں لے لیا اور بغیر پئے ہاتھ میں لئے رہا۔ عمر نے پوچھا اب کیوں نہیں پیتا۔ اس نے کہا میں ڈرتا ہوں کہ تو مجھے اس پانی کے پینے سے پہلے مار ڈالے۔ عمر نے کہا میں خدا سے عہد کرتا ہوں کہ جب تک تو یہ پانی نہ پی لے گا۔ میں تجھے ہلاک نہ کروں گا۔ ہرمزان نے وہ جام اسی وقت زمین پر دے مارا کہ وہ جام ٹوٹ گیا۔ اور پانی ضائع ہو گیا۔ عمر نے مسلمانوں کی طرف دیکھ کر کہا تم نے اس شخص کا فریب دیکھا اب میں کیا کروں' سب خاموش تھے کہ امیرالمومنین علی علیہ السلام نے فرمایا جب تم امان دے چکے ہو کہ جب تک یہ پانی نہ پی لے گا قتل نہ کیا جائے گا اور اب وہ پانی ضائع ہو گیا ہے تو اب تم اسے مار بھی نہیں سکتے اس پر جزیہ مقرر کر دو اور وہ مدینہ میں سکونت رکھے۔ ہرمزان نے کہا مجھ جیسے شخص سے جزیہ کیسے لے سکتے ہیں کیونکہ بادشاہ اور بادشاہ کی اولاد ہوں مگر محض اپنی پسند اور دلی رغبت سے بغیر کسی کراہت اور جبر کے مسلمان ہوتا ہوں پھر کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا اس کے تمام متعلقین اور فرزند بھی جو جو ہمراہ تھے مسلمان ہو گئے۔ خلیفہ اور تمام اصحاب رسول اس کے مسلمان ہونے سے بہت خوش ہوئے۔ خلیفہ نے اسے اپنے پاس جگہ دی اور بڑی محبت آمیز باتیں کیں۔ مدینہ میں ایک محل اس کے رہنے کے واسطے دیا وہ وہاں رہ کر دینی فرائض اور شرائع سیکھنے میں مصروف ہوا۔ اور مسلمانوں سے بہت اچھی طرح ملتا جلتا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ حسب اتفاق ابو موسیٰ کے لشکر کا ایک سپاہی ہرمزان کے قلعے کی سیر کر رہا تھا۔ ایک محل سے دوسرے محل میں جاتا اسی اثناء میں اس کی نظر پتھر کی ایک مورت پر پڑی جو دیوار میں نصب کی گئی تھی۔ اور نیچے کی جانب وہ اشارہ کناں تھی گویا وہ اس زمین کی طرف یہ اشارہ کر رہی تھی کہ اس جگہ ضرور کوئی خزانہ دفن ہے۔ وہ شخص بڑا سمجھدار تھا فوراً سمجھ گیا کہ اس مورت کا یہ اشارہ خالی از علت نہیں ہے ضرور اس جگہ خزانہ دبا ہوا ہو گا اور یہ مورت نشانی کے لئے نصب کی گئی ہے۔ اسی وقت ابو موسیٰ کے پاس آیا اور اس مورت کا ذکر کیا۔ ابو موسیٰ نے کچھ متعدد آدمی اس کے ہمراہ کر دیئے جنہوں نے وہاں پہنچ کر زمین کھودی اور ایک مقفل صندوق برآمد کر کے ابو موسیٰ کے پاس لائے بحکم امیر اسے کھولا تو بہت زرنقد اور طلائی سامان مثل گوشوارہ اور گلوبند اور کڑے مرصع بجواہر اور ایک انگوٹھی جو نہایت ہی خوبصورت تھی بنام کسریٰ برآمد ہوئی۔ ابو موسیٰ نے اس طلائی سامان کا ملاحظہ کیا اس میں یاقوت کا ایک نگینہ نہایت ہی خوبصورت تھا۔ ابو موسیٰ کو پسند آیا اٹھا کر اپنے پاس رکھ لیا اور قفل لگا کر معتمد آدمیوں کے ہاتھ خلیفہ کی خدمت میں بھیج دیا اور اس صندوق کے پانے کی کل کیفیت درج کر دی۔ عمر نے ابو موسیٰ کے خط سے آگاہ ہو کر ہرمزان کو بلایا اس کے مال و اسباب کی کیفیت پوچھی۔ اس نے کہا میرا اور میرے متعلقین کا تمام مال و اسباب غارت گری کے وقت ابو موسیٰ کے ہاتھ آ گیا تھا جس سے خمس آپ کے بھیج کر باقی لشکر میں تقسیم کر دیا تھا۔ عمر نے پوچھا کچھ مال قلعہ میں بھی رہ گیا تھا یا نہیں۔ اس نے کہا صرف ایک صندوق زیر زمین پوشیدہ کیا ہوا ہے جس سے کوئی شخص واقف نہیں ہو سکتا۔ امیرالمومنین نے مسکرا کر وہ صندوق منگایا اور سامنے رکھ کر کہا کیا اسی کو چھپا رکھا تھا۔ ہرمزان نے کہا ہاں یہ وہی صندوق ہے کس شخص نے اسے دریافت کیا۔ خلیفہ نے کہا ابو موسیٰ نے نکال کر میرے پاس بھیجا ہے اور اسے دیکھ لو کوئی شے تو اس میں سے گم نہیں ہوئی۔ ہرمزان نے صندوق کھول کر نقدی اور اسباب کو ایک ایک کر کے دیکھا۔ سب موجود ہے لیکن یاقوت کا ایک نگینہ نہیں ہے جس کی قیمت اس صندوق کی کل مالیت سے تہائی کے برابر ہے۔ امیرالمومنین نے ابو موسیٰ کو لکھا کہ اس صندوق میں سے تو نے یاقوت کا ایک نگینہ نکال لیا ہے۔ اور اپنے پاس رکھ چھوڑا ہے۔ ہرمزان وہ نگینہ تو اسے بخش دے اس نے کہا میں نے بخش دیا۔ کیونکہ ابو موسیٰ بڑا معتمد اور امین شخص ہے اس نے جھوٹ نہیں بولا۔

کوفیوں اور بصرہ والوں کی چپقلش

اس واقعہ کے بعد کوفیوں اور بصرہ والوں میں خصومت پیدا ہوئی۔ بصرہ والے دعوی کرتے کہ ہمارے سبب سے فتح میسر ہوئی ہے۔ اور کوفی کہتے تھے کہ ہم نے فتح کیا ہے۔ یہ مخالفت اس درجہ تک پہنچ گئی کہ قریب تھا باہم تلواریں کھینچ کر لڑ پڑیں۔ ابو موسیٰ نے یہ تمام کیفیت خلیفہ کو لکھ کر بھیجی کہ وہاں سے جو حکم صادر ہو گا اس پر عمل کریں گے۔ اور دونوں فریق خاموشی سے خلیفہ کے جواب کا انتظار کرنے لگے۔
خلیفہ نے لکھا کہ تستر بصرہ والوں کے ہاتھ سے فتح ہوا ہے۔ کیونکہ کوفہ والے ان کے مددگار ہوئے ہیں اور اس مہم کے سر کرنے میں انہوں نے اعانت کی ہے۔ اور مسلمانوں نے ایک دوسرے کی امداد سے دشمنوں کو مغلوب کیا ہے۔ دینداری کے لحاظ سے تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تستر کو بصرہ والوں نے فتح کیا ہے۔ اور مال غنیمت میں کوفہ والے ان کے شریک حال ہیں۔ سب کو لازم ہے کہ ایک دوسرے کا لحاظ رکھیں اور مخالفت سے احتراز کیں۔ والسلام۔
عمر ابن خطاب کا فرمان پہنچنے پر اہالیاں کوفہ و بصرہ باہم مل گئے اور مخالفت کو ترک کر دیا۔ پھر کوفہ والوں نے اپنے امیر عمار یاسر کے ساتھ کوفہ کی طرف اور اہل بصرہ نے جریر بن عبداللہ کے ساتھ بصرہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

اہل عرب سے جنگ کے لئے ایرانیوں کا دوبارہ اجتماع

عمار یاسر اور اس کی فوج کے واپس جانے کے بعد خبر پہنچی کہ ایرانی نہاوند میں جمع ہو رہے ہیں۔ اور ہر طرف قاصد بھیج کر امداد طلب کی گئی ہے۔ مقامات رے سمنان دامنان اور ان کے نواح سے بیس ہزار ہمدان اور اصفہان سے دس ہزار سپاہی قم اور کاشان سے، بیس ہزار سوار فارس اور کرمان سے چالیس ہزار اور آذر بائیجان سے پچاس ہزار کی جمعیت یعنی ایک لاکھ پچاس ہزار سوار اور پیدل جن میں ہر ایک علاقہ کے نامور بہادر مشہور اور معروف سردار شامل ہیں۔ نہاوند میں آ کر جمع ہوئے اور ستر جنگی ہاتھی ساتھ ہیں۔ سب نے باہم عہد کیا ہے کہ عربی لشکر کا قلع قمع کرنے کے بعد عرب پر چڑھائی کر کے ان کے بادشاہ کو گرفتار کریں گے۔ اور ان کے شر کو روئے زمین سے دور کر کے مسلمانوں کا نام و نشان مٹا دیں گے۔
عمار یاسر اور اہل کوفہ نے امیر المومنین کو لکھا: بعد ادائے مراسم خدمت کے بعد گزارش ہے کہ مقامات رے، سمنان و امنان، ہمدان، قم، کاشان، اصفہان، فارس، کرمان اور آذر بائیجان سے ایک لاکھ پچاس ہزار جنگ جو بہادر سامان جنگ سے لیس ہو کر نہاوند میں داخل ہوئے ہیں اور ایران کے چار بادشاہوں ذوالحاجب بن حداو سفار بن حرز، جہانگیر بن برز، سروشان بن اسفندیار کو اپنا سپہ سالار قرار دے کر ہم سے جنگ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہم کو نہ صرف ایران ہی سے بلکہ عرب سے بھی نکال دیں۔ اور جہاں تک ممکن ہو نور اسلام کو معدوم اور ملک عرب سے قتل و غارت میں سعی بلیغ کریں۔ ہم نے اس حال سے اطلاع پاتے ہی آپ کو خبر کر دی ہے۔ مبادا یہ لشکر ہمارے علاقوں کو نقصان پہنچائے۔ اب آپ کی کیا رائے عالی ہے اور کیا ارشاد صادر ہوتا ہے۔ والسلام!
خلیفہ عمار یاسر کے خط کے مضمون سے واقف ہو کر غیظ و غضب سے کانپنے لگے کہ سب لوگوں نے دیکھ پایا وہاں سے اٹھ

کر آپ مسجد نبویؐ میں تشریف لائے اور تمام مہاجر و انصار بھی جمع ہو گئے۔ خلیفہ عین حالت غضب میں کانپتے ہوئے منبر پر جا کر حمد و ثنائے باری تعالیٰ اور درود بر محمد مصطفیٰ کے بعد فرمایا اے بھائیو اور دوستو واضح ہو کہ کفار عجم نے شیطان کے ورغلانے سے منحرف ہو کر نہاوند میں فوج جمع کی ہے اور آس پاس کے مسلمانوں کو قتل کر دیا ہے۔ عمار یاسر نے یہ خط بھیجا کہ نہاوند میں ایک لاکھ پچاس ہزار اور پیدل فراہم ہیں اور حلوان خانقین اور جلولا کی طرف فوجیں روانہ کی ہیں اور اس بات پر کمر بستہ ہیں کہ مدائن اور کوفہ کو فتح کریں اگر یہ دونوں شہران کے قبضے میں چلے گئے تو بہت نقصان پہنچے گا اور اسلام میں ایسا فتور واقع ہو گا جس کا انسداد نہ ہو سکے گا۔ اور یہ واقعہ ہے جس کا ذکر عرصہ دراز تک ہوتا رہے گا' اب اس مہم کی تدبیر سوچو اور اس فساد عظیم کے دفیعہ پر کمربستہ ہو کر راہ خدا میں سر دینے کے لئے مستعد ہو جاؤ۔ اور جو کچھ سمجھ میں آئے بیان کرو میں اسے سنوں گا کیونکہ تم بھی رفاہ خلائق میں میرے ساتھ شریک ہو۔ امیر المومنین کا یہ کلام سن کر طلحہ' زبیر اور عبدالرحمٰن بن عوف نے بالاتفاق عرض کیا۔ الحمد للہ آپ بڑے تجربہ کار زمانہ کے نشیب و فراز سے واقف اور صائب الرائے ہیں۔ آپ کی سوچی ہوئی تدابیر بالکل درست ہوں گی۔ ہم سے فرمایئے اور جو کچھ مناسب ہو حکم کیجئے ہم فرمانبردار ہیں۔ ان کے بعد زبیر بن عوام نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے اس دین کے سبب تم کو عزیز کیا۔ مسلمانوں کی پشت و پناہ بنایا۔ جیسے تمہارے فضائل و مناقب ہیں ہم میں سے کسی کے نہیں۔ جناب باری تعالیٰ تمہاری عمر میں برکت عطا فرمائے تمہاری تدابیر بمقابلہ دیگر افراد زیادہ درست اور ارادے زیادہ پختہ ہیں۔ اور ہر ایک کام میں آپ کی معلومات اور جانچ زیادہ صحیح ہے اس مہم کی نسبت جو کچھ آپ نے سوچا ہے بیان فرمایئے اور اپنی رائے کے مطابق عمل در آمد کیجئے کیونکہ آپ کی رائے ہم سب کی رائے سے افضل ہے ہم سب گوش بر آواز ہیں۔ جو کچھ حکم ہو گا انشاء اللہ بجا لائیں گے۔ امیر المومنین نے طلحہ و زبیر کی باتیں سن کر کہا کہ جو کچھ تم کہتے ہو تدبیر کا سوچنا اس سے اچھا ہے۔ پھر عبدالرحمٰن بن عوف نے کھڑے ہو کر عرض کیا اے امیر ہر شخص اپنی سمجھ اور عقل کے موافق بات کہتا ہے۔ آپ کی رائے ہم سے زیادہ صائب ہے۔ اور آپ کی تدابیر سب سے برتر ہے۔ اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سردار بنایا اور فضیلت بخشی ہے۔ آپ کا جو ارادہ ہوا ہے پورا فرمایئے اور اپنے خالق پر بھروسہ رکھئے کیونکہ یہی مناسب معلوم ہوتا ہے ہم سب مطیع اور فرمانبردار ہیں جیسا حکم صادر ہو گا بجا لائیں گے۔ اور اللہ تیرا مددگار ہے۔ اس نے پہلے بھی دشمنوں پر فتح یاب کیا ہے۔ والسلام!

امیر المومنین نے فرمایا اس سے بھی زیادہ بہتر رائے کی ضرورت ہے۔ پھر عثمان نے کہا اے امیر المومنینؓ تم بھی جانتے ہو اور ہم خوب جانتے ہیں کہ ابوبکر صدیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے تم کو امت رسول پر فضیلت دی ہے۔ اصحاب رسول نے تمہارے قول اور فعل کو پسند کیا ہے۔ شریر اور فاجر لوگ تمہارے خوف اور دہشت کے سبب فسق و فجور سے باز آ گئے ہیں۔ کافر اور مشرک تمہاری سختی سے ڈرتے اور بھاگتے ہیں۔ تمہارے رائے سب کی رائے سے اچھی ہے اور میری رائے یہ ہے کہ تم خود اس مہم پر جاؤ لشکر جمع کرو اور بنفس نفیس عنان مہم ہاتھ میں لو جو فوجیں شام اور یمن اور دوسرے ممالک میں گئی ہوئی ہیں سب کو طلب کر لو اور یہاں سے چل کر کوفہ اور بصرہ میں قیام کرو۔ جب وہاں کی فوجیں بھی ساتھ ہو جائیں تو ان افواج کثیرہ کی بھیڑ بھاڑ کے ساتھ اللہ پر بھروسہ کر کے چل دو اور نہاوند کے لشکر کفار کو شکست دے کر پریشان کر دو۔ آئندہ جو تمہیں منظور ہو۔

امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی رائے

انجام کار امیر المومنین عمر نے حضرت علی علیہ السلام کی طرف مخاطب ہو کر کہا یا ابو الحسن تم بھی اپنی رائے ظاہر کرو جس میں مسلمانوں کی بہتری شامل ہو۔ آپ نے فرمایا اے امیر وقت تم خوب جانتے ہو کہ جب اللہ تعالی نے اپنے رسولؐ کو عزیز فرما کر اس امت کی ہدایت کے لئے بھیجا تو اس وقت نہ کوئی دوست ہی تھا نہ کوئی پیسہ ہی تھا' حق سبحانہ تعالی نے مدد کی۔ یک دل دوستوں سے قوت بخشی۔ دین کے علم کو بلند کیا۔ مشکل کاموں کو حل کر دیا۔ بڑے بڑے سرکش اور مغرور سرداران روزگار کی گردنیں توڑ ڈالیں بہت سی فتوحات اور خوشیاں عطا کیں۔ جس خدا نے ہمیں ایسے وقت میں کہ ہم بہت تھوڑے سے تھے فتوحات کرامت کی ہیں۔ وہی خدا اس وقت بھی کہ ہم بہت زیادہ ہیں ہمیں ظفر مند فرمائے گا۔ الحمد للہ آج امیر المسلمین اپنے اصحاب میں زیادتی عقل اور افضلیت رائے کے سبب مستثنیٰ ہے اور جب کہ اللہ تعالی نے رعایا کی بہتری کا ذمہ ٹھیرایا ہے۔ تو جو کچھ ان کے لئے بہتر و انسب ہو گا اسی امر کی توفیق کرامت کرے گا اور مشرکوں اور کافروں پر غلبہ بخشے گا۔ خلیفہ کو اس مہم کی طرف سے مطمئن اور اللہ کی طرف سے نصرت اور ظفر کا امید واثق رکھنا چاہئے۔ اس وقت جو مہم پیش آئی ہے اس کا تدارک نہایت ضروری ہے۔ ہر شخص اپنی رائے ظاہر کر چکا ہے۔ اور کسی کی رائے تم کو پسند نہیں آئی۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ شام اور یمن کے لشکروں کو واپس بلا لینے سے ہرقل کو موقع دیا جائے گا کہ اپنا لشکر شام پر لے کر چڑھ آئے اور وہاں کے رہنے والے تمام مسلمانوں کو قتل کر کے ان کے زن و فرزند کو اسیر کر کے لے جائے اور جو مسجدیں تعمیر ہو چکی ہیں انہیں گرا دے پھر ایسا فساد پھیلے گا جس کا دفعیہ ممکن نہ ہو گا۔ ایسا ہی یمن کا حال ہے اگر وہاں کا لشکر چلا آئے گا تو وہاں کے مسلمانوں اور مساجد کی بھی یہی کیفیت ہو گی۔ جس کی تلافی ناممکن ہے اور یہ رائے کہ امیر المسلمین خود چڑھائی کریں مصلحت سے بعید ہے۔ کیونکہ مدینہ سے بصرہ اور کوفہ کی طرف خلیفہ کے چلے جانے سے اطراف و جوانب کے سرکش گروہ مکہ اور مدینہ پر چڑھ آئیں گے اور یہ دونوں شہر جو اسلام کا مرکز ہیں ہاتھ سے جاتے رہیں گے۔ اور امیر المومنین کے لئے موجب تشویش اور مسلمانوں کے واسطے خطرناک امر ہو گا۔ کیونکہ اس وقت یہاں پر کوئی لشکر موجود نہیں جو تمہارے بعد مکہ اور مدینہ کی حفاظت کرے۔ تمہارے جانے کے بعد مکہ اور مدینہ والوں کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں کہ کہیں سے پناہ لے سکیں۔ مسلمانوں کا سہارا صرف ان کا خلیفہ ہی ہے لہٰذا مصلحت یہی ہے کہ امیر المسلمین مدینہ ہی میں قیام رکھیں لشکر میں موجود ہونے کی نسبت یہاں رہنے سے دشمنوں کو زیادہ خوف رہے گا۔ کیونکہ امیر المسلمین خود مہم پر جائیں گے تو ایرانی مشہور کریں گے کہ عرب کا بادشاہ ہم سے ڈر گیا۔ اس لئے خود مہم پر آیا ہے اور جس قدر فوج اس کے ساتھ ہے بس اسی قدر ہو گی۔ اپنی بجائے جنگ کرنے کے لئے کسی بہادر اور تجربہ کار سردار کو شائستہ فوج سمیت روانہ کرنے سے زیادہ رعب و داب پیدا ہو گا۔ اور عزت بنی رہے گی۔ اور آئندہ جو تمہاری رائے ہو۔ عمر نے کہا یا ابو الحسن آپ ہی ان سب مسلمانوں میں سے جسے پسند فرمائیں مقرر کر دیں کہ وہ اس مہم کو سرانجام پہنچائے۔ آپ نے فرمایا نعمان بن مقرن مزنی اس مہم کے لائق ہے۔ عمر نے جونہی حضرت علی کی زبان مبارک سے نعمان مزنی کا نام سنا اچھل پڑے اور حضرت علیؑ کی بڑی تعریفیں کیں اور تمام اصحاب اس رائے کو بہت ہی پسند کر کے حضرت علی کے مدح سرا ہوئے۔ الغرض یہ مہم نعمان کے حوالے کی گئی۔ امیر المومنین نے منبر پر سے اتر کر سائب بن اقرع کو بلایا۔ اور کہا میں تجھے عراق کی طرف ایک مہم پر بھیجنا چاہتا ہوں' اگر تجھے منظور ہو وہاں جانے کی تیاری کر لے۔ سائب نے کہا۔ میں تیار ہوں۔ جو حکم دو بجا لاؤں۔ عمر نے کہا میں بہ امداد الہی عراق کی طرف لشکر روانہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس لشکر کو جو نہاوند میں جمع ہو رہا ہے شکست دے کر اسلام فتح مند ہو تو مال غنیمت کو تو تقسیم کرنا اور ہر

شخص کا حق بہت احتیاط سے ادا کرنا کہ بلا استحقاق کسی کو کچھ نہ دیا جائے۔ اگر اس مہم میں فتح نصیب ہوئی تو غازیان اسلام کا شہرہ دور اور نزدیک ہو جائے گا۔ اسلام کا پرچم مضافات نہاوند میں عزت و شوکت سے لہرائے گا جس کے باعث تو دولت و نیکنامی پائے گا۔ اگر مارا گیا تو بہشت میں جگہ ملے گی۔ اور اگر خدانخواستہ مسلمانوں کو شکست ہو گئی اور تو زندہ رہا تو میرے پاس واپس نہ آنا۔ کسی اور طرف نکل جانا۔ سائب نے کہا میں فرمانبردار ہوں۔ جو آپ کی رضا ہو وہ مجھے قبول ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح نصیب کرے گا۔ اور حق کو باطل پر غالب کرے گا۔ امیرالمومنین نے نعمان بن مقرن مزنی کو جو اس وقت عراق میں تھا اور سعد ابن وقاص نے اسے ایک گاؤں میں جسے لشکر کہتے ہیں۔ حاکم مقرر کر دیا تھا۔ اس مضمون کا خط لکھا کہ سلام کے بعد واضح ہو کہ اہل کوفہ نے خط بھیج کر اطلاع دی ہے کہ نہاوند میں ایرانی فوجیں بکثرت جمع ہو کر اس خیال میں ہیں کہ نور اسلام کو معدوم کر دیں۔ اور میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھ کر امید کرتا ہوں کہ مسلمان ظفریاب ہوں گے۔ میں نے نہاوند میں جمع ہونے والے گمراہوں کے دفیعہ کے لئے ایک فوج مقرر کی ہے۔ اور تجھے اس کی امارت پر مامور کیا ہے۔ لازم ہے کہ مضمون خط سے آگاہ ہوتے ہی اپنی جمعیت لے کر سفر اختیار کر اور اس موضع میں جسے کوشک سفید کہتے ہیں اور مدائن میں واقع ہے قیام کر اور اسے لشکر گاہ قرار دے۔ جب بصرہ اور کوفہ کے لشکر جو تیرے زیر فرمان رہنے کے لئے نامزد ہو چکے ہیں پہنچ جائیں تو سب کو فراہم کر کے اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور مدد پر بھروسہ رکھ کر نہاوند پر چڑھائی کر دینا اور اس مہم کو انجام دینا۔ یقین صادق اور امید واثق ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ تیرا معین و مددگار ہو گا اور دشمن مغلوب و خوار سائب بن اقرع کو ایک خدمت سپرد کر کے جس کا ذکر تجھ سے مل کر کرے گا تیرے پاس روانہ کرتا ہوں وہ تیری مصاحبت اور موافقت میں رہے گا اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھنا چاہئے اس نے روم اور فارس پر ہم کو فتح یاب کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اور اس کا فرمان ہے **ان اللہ لا یخلف المعیاد** یعنی اللہ تعالیٰ کا کوئی وعدہ خلاف نہیں جب تمہارا دشمن سے مقابلہ ہو تو ثابت قدمی اختیار کرنا اور صبر کو اپنا شعار بنائے رکھنا کیونکہ اللہ صابروں کے شان میں فرماتا ہے۔ **انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب** یعنی سوائے اس کے نہیں کہ صابروں کو ان کے صبر کا بدلہ خاطر خواہ بے حساب دے گا۔ اسی قسم سے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ بصرہ کی فوج میں سے تہائی فوج علیحدہ کر کے اہل کوفہ کی امداد کے لئے روانہ کر دے کہ باہم شریک ہو کر جانب عراق جائیں اور ایک خط عمار یاسر کے نام لکھا کہ کوفہ کی فوج کا تہائی حصہ سامان حرب سے درست کر کے اہل بصرہ کی مدد کے واسطے روانہ کر کہ وہ ان کے ساتھ مل کر عراق کی طرف کوچ کریں اور کوشک سفید میں جو مدائن کے علاقہ میں واقعہ ہے پہنچ کر نعمان بن مقرن سے جا ملیں اور اس کے زیر فرمان ہو کر کافروں سے لڑیں۔ امیرالمومنین کا حکم پہنچتے ہی نعمان حسب الحکم خلیفہ مع متعلقین روانہ ہو گیا۔ اور مدائن کے متصل کوشک سفید میں پہنچ کر چھاؤنی ڈال دی جب کوفہ اور بصرہ کی فوجیں آ ملیں تو نعمان نے تمام فوج کا جائزہ لیا تیس ہزار سے کچھ زائد فوج شمار میں آئی۔ نعمان نے طلیحہ بن خویلد اسدی کو چار ہزار سوار بصرہ اور کوفہ کی فوج سے دے کر پیش خیمہ قرار دیا۔ وہ مدائن میں پہنچ کر اس وقت تک ٹھہرا رہا کہ نعمان باقی لشکر کے ساتھ مدائن میں داخل ہوا۔ پھر طلحہ وہاں سے کوچ کر کے دسکرہ میں آیا اور وہاں سے جلولا میں پڑاؤ ڈالا۔ غرض اسی ترتیب سے ایک منزل آگے پیچھے سفر کرتے رہے جس وقت طلیحہ جلولا میں پہنچا تو کسریٰ کا سردار ارشاد بن آزار نام دس ہزار کی جمعیت سے وہاں موجود تھا، لشکر اسلام کی آمد سنتے ہی مع لشکر قرماسین کی طرف بھاگ گیا۔ طلحہ نے حلوان میں قیام کیا اور اس وقت تک ٹھہرا رہا کہ نعمان عقب سے آ پہنچا چند روز یہاں آرام کیا کہ لشکر کی تکان راہ دور ہو جائے اور گھوڑے تازہ دم ہو جائیں اس کے بعد نعمان نے شجاعان عرب میں سے ایک شخص قیس بن ہبیرہ نامی کو جو ابو عبیدہ بن جراح کی فوج کے ساتھ شام

میں رہ چکا تھا بلا کر کہا طلیحہ بن خویلد قصر الابیض سے یہاں تک مقدمہ لشکر رہ کر فرائض شجاعت و مردانگی بجا لائے گا اور تو اس کے لشکر کا پیش خیمہ بن کر تاحد امکان خدمت میں کوئی کمی نہ کرنا۔ قیس نے کہا میں امیر کا فرمان بجا لاؤں گا۔ نعمان نے چار ہزار چیدہ سوار حوالے کرکے سب سے آگے روانہ کر دیا۔ قیس حلوان سے نکل کر فرماسین کی طرف چلا۔ اس جگہ شاذ بن آزاد جو طلیحہ کے سامنے سے پسپا ہو کر ایک اور عجمی سردار مہرویہ سے آملا تھا بیس ہزار کی جمعیت سے مقیم تھا۔ جب اسلامی لشکر قریب پہنچا تو دونوں سردار خوفزدہ ہو کر وہاں سے بھی بھاگ پڑے اور ایک موضع مادر دان میں آکر دم لیا۔ قیس نے فرماسین میں داخل ہو کر قیام کیا۔ یہ موضوع نہایت ہی عمدہ سرسبز و شاداب تھا۔ اور صحت بخش آب و ہوا رکھتا تھا۔ کسریٰ موسم بہار میں خواصوں اور مشیروں کے ہمراہ کچھ دنوں یہاں قیام کرکے عیش و عشرت کا لطف اٹھایا کرتا تھا۔

قیس اس وقت تک یہاں ٹھیرا رہا کہ نعمان مع فوج عقب سے آملا۔ نہاوند کے لشکر کا مقدمہ اسی نواح میں تھا جب اسلامی فوج کے آنے کی خبر ہوئی اس پر سخت رعب چھا گیا اور بوجہ خوف پسپا ہو کر نہاوند کو چلا گیا۔ اور وہاں کے سرداران افواج کو اسلامی فوج کی آمد سے مطلع کیا۔ سرداروں نے ایک اجلاس بلا کر عہد و پیمان کئے اور قسمیں کھائیں کہ لشکر اسلام کے مقابلے میں ذرا سستی یا کمی نہ کریں گے۔ اور ان کے سامنے سے ہرگز پیٹھ نہ دکھائیں گے۔ اور جب تک ہم ان کو اپنے ملک سے نہ نکال دیں گے اپنے وطن کا رخ نہ کریں گے۔ نعمان نے بھی اس پیمان کی خبر پا کر فوج کا دل بڑھایا اور اللہ کے وعدہ ہائے فتح جو امت رسولؐ سے کئے تھے ان کو یاد دلائے۔ اور فارسین سے خوب تیار ہو کر آگے بڑھے اور موضع مادیان میں قیام کرکے طلیحہ بن خویلد اور بکر بن شاخ لیثی کو جو بڑے بہادر اور بہت سی لڑائیاں لڑے ہوئے تھے بلایا اور کہا تم دونوں لشکر سے علیحدہ ہو کر نہاوند کی فوجوں کی کیفیت دریافت کرو پھر صحیح صحیح حالات سے مجھے اطلاع دو۔ دونوں روانہ ہو گئے اور کچھ فاصلے تک جا کر دائیں بائیں اطراف کا جس قدر حال ممکن ہو سکا معلوم کیا' اب رات ہو گئی۔ بکر نے واپس آ کر نعمان کو اطلاع دی اور طلیحہ سے آگے جانے کی اجازت لے کر تنہا آگے روانہ ہو گیا۔ اور نہاوند کے قریب پہنچ کر حالات سنے جب ایرانی فوج کا حال معلوم ہو گیا تو پلٹ کر اپنے لشکر میں آملا۔ لوگوں نے اسے دیکھ کر تکبیر کی آوازیں بلند کیں۔ طلیحہ نے سبب دریافت کیا۔ لوگوں نے کہا تو کیوں واپس آگیا۔ کیونکہ جب بکر آگیا تو کیوں نہ آیا تو سب کو یہی گمان ہوا کہ تو نہاوند کو چلا گیا ہے اور مسلمانوں سے علیحدگی اختیار کرکے کفار سے جا ملا۔ طلیحہ غصے میں بھر گیا اور بولا سبحان اللہ مجھ جیسا شخص ایسی ناپسندیدہ حرکت کس طرح کر سکتا ہے۔ خدائے واحد کی قسم اگر میں عرب کے نسب سے علاوہ کوئی صفت رکھتا تب بھی عجم کو بہ مقابلہ عرب اختیار نہ کرتا اور کیوں ایسا ہوتا جب کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے راہ راست دکھائی اور دین اسلام کرامت فرمایا ہے۔ اس کے بعد نعمان سے نہاوند اور ایرانی لشکر کا سب حال بیان کیا۔

لشکر عرب سے کفار قریش کا محاربہ

اب یہاں سے تمام فوجیں متحدہ ہو کر بہ سمت نہاوند بڑھیں۔ اور عجمی سرداروں کو بھی خبر لگی کہ اسلامی فوجیں مستعدی کے ساتھ بڑھی چلی آ رہی ہیں۔ حکم دیا کہ نہاوند میں جا بجا کنویں کھودے جائیں جس سے مسلمانوں کی فوج شہر سے متصل نہ ہو سکے۔ نعمان نے کروفر سے شہر کے نواح میں داخل ہو کر ایک موضع میں قیام کیا اور لشکر گاہ بنایا۔ خیمے نصب کئے اور تمام اطراف لشکر کو کانٹوں لکڑیوں اور مٹی سے مستحکم کر لیا۔ ایرانی سرداروں نے بھی لوہاروں سے آہنی گوکھرو بنوا کر

راستوں میں ڈلوا دیئے۔ نعمان نے عرب کے نامی بہادروں میں سے ایک شخص کو بلا کر کہا میں نے سنا ہے کہ نہاوند کا قلعہ' فصیل اور برج نہایت ہی مضبوط و مستحکم ہیں۔ تو کار آزمودہ آدمی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تو سوار ہو کر جائے اور قلعہ کے گرد پھر کر اس کے اندر آنے جانے کے راستوں کو دریافت کرے۔ اس نے کہا ابھی دن ہے رات کے وقت جاؤں گا اور خوب اچھی طرح دیکھ بھال کروں گا۔ جب رات آئی ہتھیار لگا کر سوار ہو کر بہ سمت نہاوند چل نکلا اور قلعہ کی ایک سمت سے گشت کر کے چاروں سمتیں دیکھ لیں اور اچھی طرح سمجھ کر اپنے لشکر کی طرف پلٹا۔ جب گزر گاہ سے گزرنا چاہا تو گھوڑا رک گیا اور جب تازیانہ کھا کر بھی نہ ہلا تو بڑا حیران ہوا گھوڑے سے اتر کر اس کے اگلے پاؤں کو ہاتھ سے چھو کر دیکھنے لگا تو ایک آہنی خار کیکر کے کانٹنے کی نوک سے بھی زیادہ تیز دہن نوکوں والا پایا۔ اسے نکال کر اپنے پاس رکھ لیا۔ اور سوار ہو کر اپنی فوج میں آیا۔ نعمان کو قلعے کی حالت اور دیگر امور سے مطلع کیا اور وہ تکونا آہنی خار بھی دکھایا کہ دشمن نے یہ کچھ بندوبست کر رکھا ہے۔ ہمارے راستوں میں ایسے آہنی خار پھیلا دیئے ہیں اور جا بجا کنویں کھود رکھے ہیں۔ لشکر کو ان خطرناک امور سے باخبر کر دینا چاہیئے کہ ہوشیار رہیں اور خطرناک راستوں پر نہ جائیں۔ نعمان نے لشکر کے سرداروں کو بلا کر ایرانی فوجوں کی تیاریوں اور ان تدابیروں سے جو عمل میں لائی گئی تھیں تفصیل وار اطلاع دی۔ اور علی الصبح لشکر کو نہایت خوبی کے ساتھ آراستہ کر کے میمنہ پر اشعث بن قیس کندی کو' میسرہ پر مغیرہ بن شعبہ ثقفی کو' جناح پر طلیحہ بن خویلد کو مقرر کر کے اور قیس بن ہبیرہ کو کمین گاہ پر چھوڑا' قلب میں عمر بن معدی کرب کو جگہ دی۔

نہاوند میں معرکہ عرب و عجم

اس ترتیب سے نہاوند پر بڑھے۔ شہر کے متصل پہنچتے ہی ایرانیوں کی بے شمار فوج نکل پڑی اور ڈھول تاشے نقارے نفیریاں بجاتے غل مچاتے' شمشیروں کے ہاتھ نکالتے ہوئے مسلمانوں کے قریب آئے۔ مسلمان بھی تیار تھے۔ جنگ ہونے لگی۔ کفار نے تیر برسا کر کچھ مسلمانوں کو زخمی کر دیا اور پیہم حملے کرنے شروع کر دیئے۔ مسلمان ان حملوں کے وقت اپنی جگہ پر جمے رہے پھر ایک دوسرے پر تابڑ توڑ حملے کرنے شروع ہو گئے۔ طرفین جی توڑ کر مقابلہ کر رہے تھے۔ آخر کار مسلمان بہ تائید ایزدی غالب آئے عجمی لشکر نے شکست کھائی اور میدان سے پشت پھیر کر بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے سخت تعاقب کیا قتل کرتے تھے اور ہاتھ آ جانے پر گرفتار بھی کر لیتے تھے۔ اسی اثناء میں عجمی لشکر کا ایک امیر بجیر جان نام جو کسریٰ کا وزیر بھی تھا کسی مسلمان کے ہاتھ سے مارا گیا۔ مسلمانوں میں سے گنتی کے آدمی شہید اور زخمی ہوئے۔ اس عجمی لشکر کے بھاگ جانے کے بعد ایک اور لشکر نے ان کی فوج پر حملہ کیا۔ بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ طرفین کٹ کٹ کے لڑ رہے تھے اور بہادروں کی للکاریں آسمان تک جاتی تھیں۔ اسی کیفیت سے شام تک معرکہ آرائی ہوتی رہی۔ جب رات ہو گئی فوجوں نے ہاتھ روک کر اپنے اپنے مقام کی طرف مراجعت کی۔ تھکے ہوئے کراہ رہے تھے اور زندہ اپنے مقتولوں کو رو رہے تھے اور زخمی اپنے معالجے میں مصروف تھے۔ متقی اور صالحین خدا کی طرف لو لگائے تھے۔ اور فتح کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ سورج نکلتے ہی طرفین سے نعروں کی آوازیں آنے لگیں۔ عجمی لشکر میں نقارے اور ڈھول بج رہے تھے۔ نعمان نے میمنہ اور میسرہ جناح اور ساق لشکر کو مقررہ ترتیب سے درست کر کے صف بندی کر دی اور خود ہتھیار لگا کر سر پر خود رکھا اور تلوار حمائل کر کے سوار ہوا اور امیر المومنین کا بھیجا ہوا جھنڈا ہاتھ میں لے کر گھوڑا کداتا ہوا صفوں سے آگے نکل کر کھڑا ہوا۔ اور اپنے لشکر کو مخاطب کر کے کہا اے مسلمانو میری بات سنو اور میری نصیحت کو یاد رکھو۔ ایرانی لشکر غصے میں بھرا ہوا ہے۔ اور

جنگ پر تلا ہوا ہے ہر طرف سے تمہارے راستے روک دیئے ہیں۔ اگر تم انہیں شکست دے کر بھگا دو گے تو ان کے گھر کچھ دور نہیں ہیں بھاگ کر اپنے گھروں میں جا گھسیں گے اور اگر خدانخواستہ تمہیں شکست ہو گئی تو تم کہاں جاؤ گے نہ تم بصرہ میں جا سکتے ہو نہ کوفہ میں اور نہ مدینہ میں اور مکہ میں کیونکہ فاصلہ بہت دور دراز کا ہے ممکن ہی نہیں کہ بھاگے ہوئے اپنے وطن کو پہنچ جائیں۔ اور یہ بھی واضح ہو کہ تم آج اسلام اور کفر کے درمیان ایک دیوار بنے ہوئے ہو۔ اگر خدانخواستہ یہ دیوار ٹوٹ گئی تو اسلام کو سخت نقصان پہنچے گا۔ الحمد للہ کہ تم خدا کی وحدانیت کے قائل ہو اور اس کی فرمانبرداری کی تمہیں توفیق حاصل ہے اور تم ایسی جماعت سے جنگ کر رہے ہو جو خدا سے علیحدہ رہ کر سورج چاند اور آگ کو اپنا معبود قرار دے کر پوجتے اور ان کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور اپنی محرمات عورتوں سے نکاح کرنا روا سمجھتے ہیں۔ گناہان کبیرہ اور فواحشات پر مصر ہیں اور راہ حق سے منہ موڑ کر باطل کے لئے جنگ کر رہے ہیں۔ اس میں تمہارے لئے بہت ہی بڑا ثواب ہے اور بیش بہا انعام ہے۔ اپنے دلوں کو مضبوط رکھو اور اس گروہ سے جنگ کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے امداد اور فتح کے خواستگار رہو۔ آگاہ ہو کہ میں شہادت کی آرزو رکھتا ہوں۔ اور جس دن کو خدا سے طلب کر رہا ہوں۔ وہ آج ہی کا دن ہے اب کافروں پر حملہ کروں گا اللہ تعالیٰ مجھے جام شہادت نصیب کرے۔ اگر میں شہید ہو جاؤں میرے بعد حذیفہ الیمان امیر ہو گا اور اگر حذیفہ بھی شہید ہو گیا تو جریر بن عبد اللہ بجلی تمہارا امیر ہو گا اگر وہ بھی درجہ شہادت پا گیا تو اشعث بن قیس کندی امیر ہو گا اور وہ بھی شہید ہوا تو مغیرہ بن شعبہ امیر ہو گا۔ پھر آسمان کی طرف منہ کر کے کہا اے خدا مقرن کے بیٹے کو ان کافروں پر فتح یاب کیجیو اور مجھے اپنے فضل و کرم سے درجہ شہادت عطا کرنا۔ انک علی کل شئی قدیر تحقیق تو ہر شے پر قادر ہے۔ پھر کہا اے دوستو آج جمعہ کا دن ہے جب آفتاب نصف النہار سے تجاوز کرے گا اور ہوائے فتح و نصرت چلے گی مسلمان مدینہ اور مکہ کی مسجدوں میں ہمارے واسطے اللہ تعالیٰ سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگیں گے اس وقت حملہ کر کے بہ مقابلہ کفار جہاد کروں گا ممکن ہے کہ ہمارا حملہ ان کی دعاؤں کی برکت سے مقبول ہو جائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں فتح نصیب کرے۔

لشکر ایران کی ہزیمت

نعمان یہ باتیں کر ہی رہا تھا کہ ایرانی لشکر گروہ در گروہ آنے شروع ہوئے۔ فوجوں کے سردار قوی ہیکل گھوڑوں پر جو نہایت عمدہ زین و لگام سے آراستہ تھے سوار جھنڈے اٹھائے ہر طرف سے اڑے چلے آ رہے تھے بہت سے کوہ پیکر ہاتھی اور قسم قسم کا سامان حرب و ضرب ساتھ تھا۔ مسلمان اس شکوہ و شان اور فوج کی کثرت اور ہیبت کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے۔ ایک مسلمان نے کہا میں اس دن کو اس روز جیسا تصور کرتا ہوں جس میں دریائے فرات کے کنارے ابو عبیدہ ثقفی اور اس کے ہمراہی شہید ہوئے ہیں۔ عمر بن معدی کرب نے قلب لشکر سے آواز دی اے مسلمانو امیر کے جھنڈے پر نظر رکھو اور اپنی شہادت گوارا کرو آج کا دن بڑی سختی کا دن ہے۔ جب نماز ظہر کا وقت ہوا نعمان نے پہلی مرتبہ جھنڈے کو حرکت دی مسلمانوں نے اس حرکت کو دیکھ کر فوراً گھوڑوں کو علیحدہ کر دیا۔ بعجلت نماز ادا کی۔ نعمان نے پھر اپنے جھنڈے کو دوسری بار حرکت دی۔ سب گھوڑوں پر سوار ہو کر حملہ کے لئے لیس ہو گئے۔ ہر شخص ایک دوسرے سے معافی طلب کر کے مصافحہ کرتا اور زار زار روتا تھا۔ اب نعمان نے جھنڈے کو تیسرے دفعہ حرکت دے کر بلند کیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ایک سفید پرند ہوا میں پر پھیلائے تیزی سے لہرا رہا ہے ساتھ ہی تکبیر کہی اور حملہ کر دیا۔ تمام لشکر نے اس کی متابعت میں

نعرۂ تکبیر بلند کیا اور ایکبارگی فوج مخالف پر جا پڑے۔ اس وقت ان کی تکبیر کی صداؤں سے دشمن پر ایسی ہیبت چھائی کہ ہاتھ پاؤں میں لرزہ آگیا۔ کمان داروں کے ہاتھوں سے تیر اور کمانیں چھوٹ گئیں۔ اور قدم ڈگمگا گئے۔ نعمان کے حملہ کرتے ہی سب مسلمان ٹوٹ پڑے' خوب گھمسان کا رن پڑا اور بے شمار انسان موت کے گھاٹ اتر گئے۔ اسی جوش و خروش کی حالت میں نعمان نے ایک عجمی کو نیزہ مار کر گرایا اور ایک دوسرے ایرانی نے نعمان کی پشت پر وار کر کے شہید کر دیا۔ اس پر اللہ کی رحمت ہو۔

ایک عرب سوار اسی ہنگامہ میں نعمان کو کشتہ دیکھ کر گھوڑے سے کود پڑا اور نعمان کا عمامہ اس کے منہ پر ڈھک دیا۔ کہ اسے پہچان کر مسلمانوں کے قدم جہاد سے نہ ڈگمگا جائیں۔ نعمان کے بھائی معصن مقرن نے آگے بڑھ کر جھنڈا سنبھال لیا اور رجز خوانی کرتے ہوئے حملہ کر دیا اور لڑتے لڑتے خود بھی شہید ہو گیا۔ اس کے بعد نعمان کے تیسرے بھائی سوید ابن مقرن نے جھنڈا سنبھال لیا اور رجز خواں ہو کر حملہ کیا۔ کئی عجمی بہادروں کو مار ڈالا۔ جب زخمی ہوا تو الٹا پھرا اور حذیفہ الیمانی نے علم لیا حملہ پر حملہ کر کے حق جہاد کرتا رہا۔ نماز عصر کے وقت تک جنگ ہوتی رہی اور طرفین خوب جی توڑ کر لڑے جب رات ہو گئی تو دونوں فوجیں اپنے اپنے فرودگاہ پر لوٹ آئیں۔

معرکہ دوم

اب دوسرا دن ہوا' دن نکلا تو دونوں لشکروں نے پھر معرکہ آرائی کی' تیاری کر کے میدان جنگ میں پہنچے۔ ایرانی سوار جو بڑے قد آور گھوڑے پر خوب جما بیٹھا تھا۔ دونوں صفوں کے بیچ میں آ کر کھڑا ہوا۔ شاہان عجم کی تعریفیں کر کے کہا میں گوذر کا بیٹا بوران ہوں۔ تمہارے لشکر میں کوئی ہے جو مقابلے پر نکلے۔ مسلمان اس کی لاف و گزاف سنتے تھے لیکن اس کے مقابلے کی جرات نہ کرتے تھے۔ بوران نے لشکر اسلام پر حملہ کیا اور ایک طرف سے داخل ہو کر دوسری طرف نکل گیا۔ اور وہاں سے پلٹ کر پھر صفوں میں در آیا۔ اور ایک مسلمان کو گھوڑے کی پیٹھ سے اٹھا کر اپنی فوج میں لے گیا اور قتل کر دیا۔ اس کے بعد پھر پلٹ آیا اور دونوں صفوں کے بیچ میں کھڑے ہو کر مبارز طلب کی۔ مگر جب کوئی نہ نکلا تو اس نے پھر فوج اسلام پر حملہ کیا اور ایک کو اٹھا کر دوسری طرف کو ہوتا ہوا اپنے لشکر میں لے گیا۔ جب تیسری دفعہ حملہ کر کے ایسا ہی کرنا چاہا تو عمر بن معدی کرب نے اس کے پیچھے گھوڑا ڈالا اور تلوار کا ایسا ہاتھ اس پر چھوڑا کہ خود کو کاٹ کر سر کو شگافتہ کرتی ہوئی سینے میں در آئی۔ بوران گھوڑے سے گر پڑا اور جان مالک دوزخ کے حوالے کر دی۔ عمر نے گھوڑے سے اتر کر اس کے تمام اسلحہ اتار لئے۔ کہتے ہیں کہ بوران جو پٹی باندھے ہوئے تھا۔ عمر کے ہاتھ لگی۔ اور اس کی قیمت سات ہزار دینار جانچی گئی۔ عمر معدی کرب کے ہاتھ سے بوران کے ہلاک ہوتے ہی فارسی لشکر نے حملہ کیا اور مسلمانوں کی صفوں کے قریب پہنچ کر تیر برسانے شروع کئے۔ بہت سے مسلمان زخمی ہوئے اور اس سبب سے کہ وہ برابر تیر برسا رہے تھے۔ جو سب نشانہ پر پڑ رہے تھے۔ مسلمان برح طرح خستہ اور زخمی ہو رہے تھے۔ یہ حال دیکھ کر عمر بن معدی کرب نے آواز دی کہ اے قرآن شریف کے پڑھنے والے مسلمانو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ فارس کے باشندے جنگ کے وقت تم سے زیادہ صابر اور راغب نکلیں اور تم ایسے بے دل اور خستہ ہو جاؤ' اپنی عورتوں اور بچوں کا خیال چھوڑ دو اور ان کی طرف سے کچھ اندیشہ نہ کرو۔ جنگ کی طرف متوجہ رہو۔ کیونکہ جو تم میں سے مارا جائے گا شہید ہو گا اور دنیا میں نیک نامی کے ساتھ شہرت پائے گا' یہ کہہ کر گھوڑے پر سے اتر پڑا اور اس کے ہمراہی بھی پیدل ہو گئے۔

نہاوند میں معرکہ

عجمی دلیروں نے بڑی شکوہ سے عمر پر حملہ کیا۔ اس حملہ میں تیس جنگی ہاتھی بھی کفار کے ساتھ تھے اور ہر ہاتھی پر کئی کئی اشخاص سوار' عمر نے ان کے حملے کے وقت قدم جمائے اور ثابت قدمی سے جنگ کرتا رہا۔ ایک گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا کہ میدان جنگ کی زمین ایرانیوں کے خون سے رنگین ہوگئی اور سب کے سب ہاتھی اپنے سواروں سمیت مارے گئے۔ ان میں سے ایک متنفس بھی زندہ نہ بچا۔ یہ حال دیکھ کر ایک اور عجمی گروہ جس میں تقریباً" دس ہزار سوار تھے مسلمانوں کی طرف بڑھا ان کا سپہ سالار کاشان کا باشندہ کسریٰ کا سردار آذر گرد نام آگے آگے چلا آتا تھا۔ سر پر مرصع تاج تھا اور خدام بالائے سر جھنڈا کھولے ہوئے دائیں بائیں جانب دس جنگی ہاتھی مسلح اور آراستہ آ رہے تھے۔ اور ہر ایک ہاتھی پر کئی کئی نامور بہادر نیزہ باز سوار تھے۔ آذر گرد کا ہاتھی سب ہاتھیوں سے آگے تھا۔ مسلمان اس نظارہ کو دیکھ کر حیران تھے کہ کیا تدبیر کی جائے۔ قیس بن ہبیرہ مرادی یہ حال دیکھ کر شیر گرسنہ کی طرح جھپٹا۔ اور شمشیر کھینچ کر ہاتھ کی سونڈ پر ایسا وار کیا کہ وہ کٹ کر زمین پر جا گری ہاتھ الٹا پھرا ہرچند اس کے ہمراہیوں نے اسے روکنا چاہا مگر نہ رکا اور ایک ندی میں جا پڑا آذر گرد کا اس سے علیحدہ ہونا ہی تھا کہ مسلمان بھی جا پہنچے۔ تیر اور تلواروں سے اس کے پرزے کر دیئے۔

اس کے بعد ایک اور ایرانی سردار مہربندران بن راوان نام ایک ہزار نیزہ بردار سواروں کو لے کر مقابلے پر آیا۔ وہ بھی ایک بڑے ہاتھی پر سواروں کو لے کر مقابلے پر آیا وہ بھی ایک بڑے ہاتھی پر سوار طلائی تاج سر پر رکھے برہنہ شمشیر ہاتھ میں لئے ہوئے تھا اور کئی جنگی ہاتھ گرد و پیش موجود تھے۔ عروہ بن زید طلائی نے اپنی فوج سے کہا کے بھائیو ہماری قوم کے سوا عرب کا کوئی قبیلہ باقی نہیں رہا جس نے ایرانیوں کی جنگ میں اجر عظیم حاصل نہیں کیا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس سرکش سردار کو جو اس آن بان سے بڑھا چلا آ رہا ہے۔ پسپا کروں' تم کو میری امداد کرنی چاہئے۔ اس کے چچا کی اولاد میں سے تین سواروں نے اس کا ساتھ دیا اور مہربندان کے لشکر کی طرف چلے۔ عروہ نے برہنہ سر ہو کر نعرۂ تکبیر بلند کیا اور مہربندان کے ہاتھی پر حملہ کر کے تلوار سے سونڈ کاٹ ڈالی۔ ہاتھی کے گرتے ہی مہربندان بھی نیچے آ رہا۔ اس پر بھی عروہ نے شمشیر نے ہاتھ رسید کیا کہ سر تن سے جدا ہو کر میدان میں گیند کی طرح دور جا گرا۔ پھر کیا تھا مسلمان کافروں پر ٹوٹ پڑے۔ کشت و خون شروع کیا۔ یہاں تک ان کے ایک ہزار سواروں میں سے پچاس سے بھی کم جان بچا کر بھاگ نکلے۔ مسلمانوں کو مہربندان کی لوٹ' زر کثیر اور مال وافر دستیاب ہوا۔ بہت سے گوشوارے' دستانے' پٹکے اور طوق اور سامان جنگ کے متعلق بہت سی اشیاء مثل خود و زرہ جوشن وغیرہ ہاتھ میں آئیں۔ عروہ شام تک جنگ کرتا رہا۔ جب رات ہوئی تو دونوں فوجیں اپنی اپنی جگہ واپس چلی آئیں اور اپنی درستی میں مصروف ہوئیں۔

تیسرے دن کی لڑائی

جب صبح نمودار ہوئی نہاوند کی جمعیت عظیم شہر سے نکلی' ڈھول نقارے بجنے شروع ہوئے۔ اور مسلمانوں کی صفوں کے مقابل آ جمے۔ آج حذیفہ یمانی نے اسلامی لشکر کی میمنہ اور میسرہ اور قلب و جناح کی سپاہ کو مقررہ ترتیب سے قائم کیا تھا اتنے میں ایک عجمی سردار نوش بن بادان نام خوش خوش ایرانی سپاہ سے آگے نکل کر بڑھا وہ ایک جنگی ہاتھی پر سوار تھا اور

بہت سے ایرانی بہادر گرد و پیش موجود تھے۔ عمر بن معدی کرب نے اس کے مقابلے کی تیاری کر کے شمشیر میان میں لی اور نوش جان کے ہاتھی کی طرف جھپٹا جب قریب پہنچا تو نوش جان نے بھی تیر کمان سنبھال لی اور عمر پر تیروں کی بوچھار شروع کر دی۔ پیہم ایک سو تیر پر عمر پر خال کیے جن سے عمر زخمی ہو گیا۔ عمر کے بھائی اس کی مدد کے لئے دوڑے کہ اسے بچا لائیں۔ نوش جان نے بھی اپنے ہمراہیوں کو للکارا کہ وہ یکبارگی باگیں اٹھا کر مسلمانوں پر آ پڑے، دست بدست جنگ ہونے لگی۔ اس اثناء میں عمر سنبھل گیا اور لشکر سے علیحدہ ہو کر نوش جان کے ہاتھ کی سونڈ پر وار کیا۔ سونڈ کا کٹ کر گرنا تھا کہ ہاتھی بھاگا اور کچھ دور جا کر گرا پڑا۔ مسلمان دیکھ کر دائیں بائیں سے دوڑ پڑے اور نوش جان کے قریب پہنچتے ہی ضرب شمشیر سے کام تمام کر دیا۔ دونوں لشکروں سے شور و غل بلند ہوا۔ اور گرد و غبار سے تمام میدان اٹ گیا۔ نوش جان کے قتل ہوتے ہی ایک اور نہاوندی بہادر ہرمزن داران نام پانچ ہزار چیدہ عجمی جوان لے کر مقابل ہوا۔ حذیفہ نے اپنی فوج کی طرف مخاطب کر کے کہا اے مسلمانوں ان عجمیوں میں ذرا بھی انصاف نہیں ہے کہ ایک مرد کے مقابل ایک ہی شخص کو بھیجیں ان کے لئے ایک ہی آدمی جاتا ہے تو مرد مقابل کے یاروں اور رشتہ داروں میں سے ہزار آدمی اس کی مدد پر نکل آتے ہیں۔ اور سب یکہ و تنہا شخص پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ اب لشکر کثیر نکل کر مقابل میں آیا۔ سب کے سب اسلحہ اور سامان حرب سے آراستہ ہیں۔ بہت سے جنگی ہاتھی ساتھ ہیں۔ تم اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھو اور اس کی طرف سے حفاظت اور امداد پہنچنے کے امیدوار رہو۔ اور دین اسلام کی تقویت اور شریعت خیر الانام کی رونق قائم رکھنے کے ارادہ سے جانوں پر کھیل جاؤ۔ میں اس باطل قوم پر حق کی طرح حملہ کروں گا تم کو میرا ساتھ دینا چاہئے۔ سب نے اقرار کیا اور حملے کے لئے مستعد ہو گئے۔ اتنے میں قیس غیلان کے قبیلہ کے دو بھائی بکر اور مالک اپنی صفوں سے نکلے کہ ہم اس مردار پر جس کا نام ہرمز ہے۔ حملہ کریں گے اور جزائے نیک کے سوا اور کوئی خواہش نہیں۔ پھر متفق ہو کر مقابلے پر نکلے۔ کچھ دیر تک نیزے سے جنگ کرتے رہے اور لشکر میں سے راستہ نکال کر ہرمز پر جا پڑے ایک نے دست راست سے اور دوسرے نے دست چپ سے حملہ کر کے نیزہ مارا ہرمز ہاتھی سے نیچے گر گیا اور مر گیا۔ اس کے لشکر نے یہ حادثہ دیکھ کر دونوں بھائیوں کو گھیر لیا۔ تلوار پر تلوار مارتے تھے یہاں تک کہ دونوں شہید ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ دونوں پر رحمت نازل کرے پھر تو ہر طرف سے لشکر کفار نے ہجوم کر کے مسلمانوں کا رخ کیا۔ عمر بن معدیٰ کرب نے اس سیل دار و گیر کو دیکھ کر کہا اے مسلمانوں اس دن کو معرکہ قادسیہ کے دن جیسا سمجھنا چاہئے۔ اے بنی زبید کے بہادرو اور اے بنی مزحج کے دلاورو اور اے نخبہ کے سپاہیوں خوب سمجھ لو کہ آج جو شخص جنگ میں ثابت قدم رہے گا مدینہ میں قریش اور دوسرے باشندگان عرب اس کی تعریفیں اور توصیفیں بیان کریں گے اور اس کی شجاعت اور بہادری کے تذکرے کریں گے۔ پھر جریر بن عبداللہ بجلی نے مخاطب ہو کر کہا اے مسلمانو تمہیں دشمن سے جنگ کرتے آج تیسرا دن ہے۔ ہم جہاں تک انہیں قتل کرتے ہیں ان کی تعداد میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ جب ہم کسی لشکر کو شکست دے کر بھگا دیتے ہیں تو اس سے بھی زیادہ اور فوج مقابلے پر آ پہنچتی ہے۔ ہمارا امیر نعمان بن مقرن اور اس کے بھائی اور سردار شہید ہو چکے ہیں۔ اور یزد جرد بادشاہ اصفہان میں موجود ہے ہمیں اس کی طرف سے بھی بے فکر نہ رہنا چاہئے۔ مبادا وہ اور مزید فوج بھیج دے اس لئے مصلحت یہی ہے کہ جس قدر ممکن ہو جلد سے جلد اس مہم کو ختم کر دینا چاہئے۔ ہم میں جو مارا جائے گا بہشت میں جائے گا اور جو زندہ رہے گا وہ نیک نامی کے ساتھ شہرت پائے گا۔ طلیحہ بن خویلد نے قسم کھا کر کہا جریر سچ کہتا ہے اس سے انکار نہ کرنا چاہئے۔ اس مہم کا خاتمہ اسی حملے میں ہونا چاہئے۔ خواہ فتح ہو یا شکست! ہم میں ایرانی لشکروں کے مقابلے کی زیادہ طاقت نہیں۔

عمر بن معدی کرب نے کہا اے سرداران عرب شکست کا نام نہ لو' انشاء اللہ تعالیٰ ہم فتح پائیں گے اور ہمارا دل گواہی دے رہا ہے مسلمان ضرور فتح یاب ہوں گے۔ پھر کہا اے بھائیو آج کا دن ایسا ہے کہ جو شخص آج کوشش کرے گا ہمیشہ نام روشن رکھے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ آج مجھے شہادت نصیب ہو اور جس کسی کو آرزوئے شہادت ہو میرے ساتھ آئے۔ خدا کی قسم میں واپس نہ ہوں گا تاوقتیکہ مسلمانوں کو فتح نصیب نہ ہو۔ یا مجھے شہادت۔ یہ کہہ کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور قبضہ شمشیر پر ہاتھ رکھ کر رجز پڑھی اور تکبیر کہہ کر کفار پر جا پڑا۔ قبیلہ مذحج کے سوار اس کے ساتھ لگ گئے۔ بڑی سختی سے کفار کا مقابلہ کیا۔ تلوار سے تلوار بجنے لگی۔ اس قتل و قمع کی گرم بازاری میں عمر کے گھوڑے نے گردنی دکھائی۔ عمر گھوڑے سے نیچے آ رہا۔ اور گھوڑا بھاگ گیا۔ ایرانی فوج نے عمر کو گھیر لیا۔ یہ جنگ کرتا رہا یہاں تک کہ اس کی تلوار ٹوٹ گئی۔ عمر ایک اور تلوار ذوالنون بھی لگائے ہوئے تھا وہ نکال لی اور بہادرانہ جنگ کر کے بہت سے آدمی قتل کئے انجام کار وہ تلوار بھی ٹوٹ گئی۔ اب عمرو نے سمجھ لیا بچنا دشوار ہے اپنے ہمراہیوں کو آواز دی کہ بھائیو جان پر کھیل کر لڑتے رہو۔ آج ہی کا دن معرکہ آرائی کے لائق ہے۔ ادھر کفار ہجوم کر کے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے ادھر مسلمان بھی جان توڑ کر لڑ رہے تھے۔ مگر ایرانی لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ہر طرف سے امڈے چلے آتے تھے۔ اسی اثناء میں ایک ایرانی بہادر بہرام نام نے عمر پر حملہ کیا اور موقع پر ایک تلوار سر پر لگائی۔ عمر زخمی ہو کر گر پڑا۔ پھر تو تمام لشکر اس کی طرف پل پڑا اور اسے شہید کر دیا۔ اس پر اللہ کی رحمت ہو۔

عمر کے شہید ہوتے ہی عجمی لشکروں نے پے در پے حملے شروع کر دیئے اور پسپا کرتے ہوئے لشکر گاہ سے بھی دور ہٹا لے گئے اور مسلمانوں کے گروہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے مگر ہر ایک جماعت جنگ میں مشغول تھی۔ اب لشکر کی سرداری ساریہ بن عمرو حنفی کے ہاتھ میں تھی۔ مسلمانوں کی کچھ جماعت اس کے گرد ہو گئی۔ اور نہایت ہی غیظ و غضب سے منہ میں کف لا کر کافروں پر حملہ کیا اور ان کی بڑھی ہوئی جمعیت کو پیچھے دھکیل دیا۔ اور قلب لشکر میں گھس جانے کا ارادہ کر لیا۔ کہ شاید اس آخری کوشش سے مہم سر ہو سکے۔ پس بہ آواز بلند تکبیر کہہ کر بکھری ہوئی جمعیت کو ایک جگہ جمع کیا اور سب نے متفق ہو کر ساریہ کے زیر حکم ایرانیوں کے قلب لشکر پر حملہ کیا۔ رزم گاہ کے ایک سمت پہاڑ واقع تھا اور کچھ ایرانی بہادر اور افسر کمین گاہ میں چھپے ہوئے تھے۔ کہ لشکر اسلام اس جگہ سے گزر جائے گا تو عقب سے حملہ آور ہو کر روک لیں گے۔ اور اب چونکہ ان کی جمعیت تھوڑی سی رہ گئی ہے اس لئے سب کو آسانی کے ساتھ قتل کر دیں گے۔

نہاوند میں عرب و عجم کا معرکہ

مسلمانوں کو اس بات کی مطلق خبر نہ تھی۔ تکبیر کہتے ہوئے آگے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ جب اس پہاڑ کے متصل پہنچے تو ساریہ کے کان میں آواز آئی کہ یا ساریہ الجبل الجبل اے ساریہ آگے پہاڑ ہے خبردار ہو عقب میں دشمن گھات لگائے ہوئے بیٹھا ہے۔ ساریہ نے فوراً گھوڑے کی باگ روک لی اور سب مسلمان بھی ٹھہر گئے بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایرانی فوج پہاڑ کی آڑ میں گھات لگائے مستعد بیٹھی ہے۔ کہ مسلمان کچھ اور آگے بڑھ جاتے تو وہ کمین گاہ سے نکل کر گھیر لیتے۔

ساریہ نے کہا اے لوگو یہ محض عنایت الٰہی ہے کہ ہمیں ایسے خطرناک مقام کے متعلق مطلع کر دیا۔ اور لشکر کفار کا مکر و فریب کارگر نہ ہوا اگر ہم بے خبری میں آگے بڑھ گئے ہوتے تو سخت نقصان اٹھاتے۔ اب مناسب یہی ہے کہ سب کے سب ان گھات لگانے والوں پر حملہ کر دیں۔ اور انہیں منتشر کر کے قلب لشکر کی خبر لیں۔ مسلمانوں نے یکبارگی پہاڑیوں پر

حملہ کر کے کچھ کو قتل کر دیا اور کچھ بھاگ گئے۔ جب تائید ایزدی سے اس لشکر کو منتشر کر دیا تو قلب لشکر کی طرف رخ کیا۔ اور ایسی خونریز جنگ ہوئی کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ایرانی لشکر کا بہت سا حصہ خاک و خون میں غلطاں نظر آنے لگا۔ ہر طرف کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ جدھر سے ایرانی لشکر حملہ آور ہوتا مسلمان شیر گرسنہ کی طرح اسی طرف کو جھپٹتے اور مار گراتے۔

انجام کار ایرانی مغلوب ہو کر بھاگ نکلے۔ نہاوند کا علاقہ مسلمانوں کے ہاتھ میں چھوڑ کر فرار ہو گئے جس کا جس طرف منہ اٹھا چلا گیا۔ مسلمانوں نے دو فرلانگ تک تعاقب کیا۔ بے شمار آدمی قتل اور اسیر کئے۔ مسلمانوں نے وہ رات نہاوند میں بسر کی اور اس اندیشے سے کہ مبادا ایرانی جمع ہو کر بے خبری میں چھاپہ ماریں۔ شب بھر گرداگرد پہرہ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے شکست خوردوں کے دل میں اس قدر رعب اور ہراس پیدا کر دیا تھا کچھ قم کی طرف اور کچھ کاشان کی جانب بھاگ گئے۔ اور باقیوں نے باسندوگان اور اصفہان کی راہ لی۔ دوسرے دن مسلمانوں نے اس فتح عظیم کے بعد لوٹ کا سامان اکٹھا کیا۔ ہر قسم کا اسباب بکثرت جمع ہو گیا۔ پھر اپنے اپنے کشتوں کو تلاش کر کے دفن کیا۔ بعضے شہیدوں کو اس مقام پر دفن کیا جسے قبور الشہداء کہتے ہیں۔

شہیدوں کے دفن سے فارغ ہونے کے بعد ایک نہاوندی نے سائب بن اقرع کے پاس حاضر ہو کر کہا اے امیر میں تجھ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ سائب نے کہا بیان کر۔ اس نے کہا اگر تم مجھے اور میرے کنبے کو امان دو گے تو بخیر جان کا خزانہ بتا دوں گا۔ سائب نے کہا ایسا ہی کیا جائے گا۔ تو خزانہ کا حال بتا کہاں ہے۔ اور بخیر جان کون شخص گزرا ہے۔ اس نے کہا بخیر جان بادشاہ یزد جرد کا وزیر تھا۔ یزد جرد بخیر جان کی بیوی سے جو نہایت حسین اور نازک تھی خفیہ طور پر محبت رکھتا تھا۔ بخیر جان نے اس راز کو معلوم کر کے اس عورت کے پاس جانا چھوڑ دیا۔ رفتہ رفتہ بادشاہ کو اس امر کی خبر ہو گئی۔ ایک دن بخیر جان سے پوچھا میں نے سنا ہے کہ تیرے قبضے میں آب صاف کا چشمہ ہے مگر تو اس سے لب تر نہیں کرتا اس نے جواب دیا بے شک یہی بات ہے میں نے اس چشمے کے متصل شیر کے پنجوں کے نشان دیکھ پائے ہیں اس لئے بخوف جان اس کے پاس نہیں جاتا۔ بادشاہ سمجھ گیا کہ بخیر جان کو اس کی اطلاع ہو گئی ہے۔ ایک تاج مرصع جواہر اور طلائی سامان کثیر بطور انعام بخشا۔ بخیر جان نے وہ سب اپنے خزانہ میں جس سے میرے سوا اور کوئی شخص واقف نہیں ہے رکھ چھوڑا ہے اور بخیر جان اسی جنگ میں مارا گیا ہے۔ سائب نے کہا بہت اچھی بات ہے۔ نہاوندی نے سائب کو خزانہ بتا دیا۔ اور اس نے تمام سامان کو ایک مقفل صندوق میں بند کر کے اور مہریں لگا کر سب سے پوشیدہ اپنے پاس رکھ چھوڑا جس وقت لوٹ کا تمام سامان فراہم ہو گیا خمس نکال کر باقی فوج میں تقسیم کر دیا۔ الغرض سائب سب کچھ مال غنیمت اور ذخیرۂ بخیرجان ہمراہ لے کر مدینہ میں بخدمت خلیفہ حاضر ہوا۔

امیر المومنین سائب کو آتا دیکھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور پوچھا بتا سائب لشکر کا کیا حال ہے۔ میں اس فکر سے بے چین ہوں۔ سائب نے کہا اے امیر المومنین بشارت ہو کہ آپکی دعا کی برکت سے مسلمانوں کو بہت بڑی فتح ہوئی ہے اور کفار مقہور و برباد ہو گئے ہیں۔ یہ نہاوند کی لوٹ کا مال حاضر ہے۔ عمر نے لشکر والوں میں سے ہر ایک کا حال پوچھا۔ سائب جواب دیتا رہا۔ جب عمرو بن معدی کرب کو پوچھا سائب نے کہا امیر المومنین کی عمر دراز ہو وہ جنگ میں شہید ہو گیا۔ اس نے اس قدر زخم کھائے تھے کہ شناخت میں نہ آتا تھا صرف لباس سے پہچانا گیا۔ پھر نعمان کو پوچھا۔ سائب نے کہا پہلے روز کی لڑائی میں سب سے پہلے وہی شہید ہوا تھا۔ امیر المومنین نعمان' عمرو اور ان تمام شہیدوں کے واسطے بہت ہی روئے اور کہا اے بار الہا جن لوگوں نے اسلام کو قوت پہنچائی اور دین کو رونق بخشنے کے لئے جانیں دی ہیں ان کو بخش دیجو۔ پھر کہا

اے سائب اب لشکر کا کیا حال ہے۔ سائب نے جواب دیا کہ تقسیم غنیمت اور قبضہ ملک کے بعد خمس میرے ہاتھ مدینہ روانہ کر کے کوفہ والے کوفہ کو اور بصرہ والے بصرہ چلے گئے ہیں۔ اس کے بعد امیر نے خمس غنیمت طلب کیا۔ جو مسجد میں حاضر کیا گیا۔ تمام مہاجر و انصار بھی آ گئے۔ اس وقت ہر ایک کا حصہ دے دیا گیا۔

تسخیر نہاوند و ہزیمت کفار

اس تقسیم کے بعد سائب نے امیر المومنین کے پاس حاضر ہو کر بہ آہستگی خزانہ بخیرجان کا ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ کہاں ہے حاضر کر۔ سائب نے سامنے رکھ کر کھولا۔ عمر ان جواہرات کو دیکھ دیکھ کر تعجب کرتے تھے۔ عثمان بن عفان، حضرت علی ابن ابی طالب اور طلحہ و زبیر نے بھی معائنہ کیا۔ امیر المومنین نے ان سب کے سامنے اس صندوق کو اسی طرح مقفل کرا کر بیت المال میں بھیج دیا کہ کسی دن مسلمانوں کے کام آئے گا۔ اس کے بعد سب اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ دوسرے دن امیر المومنین نے تمام احباب اور سائب کو طلب کیا۔ اور کہا سائب تو نے مجھے کس آگ میں جلانا چاہا تھا۔ اس نے کہا خیر ہے۔ بیان فرمایئے۔ کیا بات ہے۔ آپ نے کہ وہ صندوق جو تو لایا ہے۔ اور اب بیت المال میں رکھا ہے میں نے خواب میں یہ دیکھا کہ اس سے آگ کے شعلے نکل رہے ہیں اوراس کے شعلوں کی گرمی مجھ سے قریب ہوتی جاتی ہے۔ پیچھے ہٹتا ہوں کہ مبادا جل جاؤں اسی حیرانی و پریشانی میں کسی کو کہتے سنا کہ اے پسر خطاب اس طلائی سامان کو ان ہی مسلمانوں کے پاس بھیج دے جنھوں نے اپنی جانیں عزیز نہیں کی ہیں۔ وہ لوگ اس میں سے اپنا حق لے کر خمس تیرے پاس بھیج دیں گے۔ اے سائب تو اس صندوق کو فی الفور کوفہ اور بصرہ میں لے جا اور فروخت کر کے جس جس کا حق اس میں شامل ہے۔ ان کو تقسیم کر پھر خمس میرے پاس واپس لا کہ یہاں کے مسلمانوں میں تقسیم کروں۔ سائب نے بحکم امیر المومنین ان جواہرات کو لیا اور کوفہ کی مسجد جامع میں رکھ کر فروخت کیا۔ عمر بن حریث مخزومی نے اس مال کو بہ عوض رقم کثیر خرید کر لیا۔ سائب نے خمس علیحدہ کر کے باقی روپیہ کوفہ اور بصرہ کے ان مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جو معرکہ نہاوند میں شریک تھے۔ اور زر خمس امیر المومنین عمر کو پہنچا دیا۔ اور وہ صحابہ پیغمبر میں تقسیم کر دیا گیا۔

عہد عمر میں علاقہ رے اور دشت پے کی تسخیر

جب مسلمانوں نے نہاوند کو فتح کر لیا اور بے اندازہ مال و دولت ہاتھ آیا تو اسلامی لشکر کو زر و مال اور سامان جنگ کی طرف سے بہت بڑی تقویت حاصل ہو گئی۔ اب امیر المومنین نے علاقہ رے اور دشت پے کی تسخیر کا منصوبہ سوچا۔ کوفہ کے حاکم عمار یاسر کو نامہ لکھا جس کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عبداللہ عمر امیر المومنین کی طرف سے یہ خط عمار یاسر کے نام ہے خدائے عزوجل کے لئے حمد و ثنا زیبا ہے جس نے اپنے وعدہ کو سچ کر دکھایا اہل اسلام کو فتح و نصرت عطا فرمائی اور کافروں کو ذلیل و خوار کیا اے خدا کے بندو! جناب باری تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کی نعمتوں کا شکر اور سپاس بجا لاؤ۔ اسی نے دشمنوں کے ممالک پر تم کو قبضہ دیا ہے اور اسی نے ان کا مال و متاع تمہیں بخشا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھو وہی سب سے اچھا آقا اور سب سے بہتر مددگار ہے۔ اے عمار یاسر اس خط کے پہنچتے ہی تمام مسلمانوں کو اس کے مدعا سے مطلع کر کے حصول فتح و

نصرت کا یقین دلانا کیونکہ خدا بہترین مددگار ہے۔ پھر لشکر کوفہ کا جائزہ لے کر سب قبیلوں میں سے دس ہزار جنگجو بہادر منتخب کرنا اور عروہ بن زید طائی کو اس لشکر کا سردار بنا کر جانب علاقہ رے اور دشت پے چلتا کر دینا۔ خدا نے چاہا تو اس کے فضل و کرم قدرت سے یہ سرزمین عروہ کے ہاتھوں سے فتح ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ تمام چیزوں پر قادر ہے اور وہ پشت و پناہ ہے۔ امیرالمومنین عمر کا خط پہنچتے ہی عمار یاسر نے مضمون خط سے واقف ہو کر منادی کر دی کہ سب لوگ جامع مسجد میں جمع ہو جائیں۔ جب سب جمع ہو گئے۔ امیرالمومنین کا فرمان دکھا کر کہا:

باشندگان رے سے جنگ کرنے کی تحریص ترغیب دلائی سب نے اس تجویز کو دل و جان سے منظور کیا۔ جائزہ کے وقت کل دس ہزار آدمی نکلے۔ یہ لشکر عروہ کے حوالے کر کے مہم رے کا حکم دیا اور اس کی تسخیر کے لئے سخت تاکید کی۔ عروہ نے تعمیل حکم کے لئے تیاری کی۔ اور فوج لے کر رے کی سمت روانہ ہوا۔ حلوان پہنچ کر جریر بن عبداللہ بجلی سے جو آٹھ ہزار کی جمعیت سے اس علاقہ کی نگرانی کر رہا تھا ملا۔ عروہ نے دو روز قیام کیا کہ لشکر آرام پائے پھر ہمدان کا رخ کیا۔ اس وقت ہمدان میں ایک ایرانی سردار کسی قدر فوج سمیت موجود تھا۔ جب اسلامی لشکر قریب پہنچا تو اسے خدشہ ہوا تو وہ اپنی فوج سمیت قم کی طرف بھاگ نکلا۔ عروہ نے ہمدان میں داخل ہو کر چند روز قیام کیا اور جس قدر رسد فراہم ہو سکی ہمراہ لے کر رے کی طرف بڑھا۔ مقام ساوہ میں ایک عجمی فرمانروا نزادان بن اروزہان نام وشت پے کے دہقانوں اور باشندگان ساوہ کی دو ہزار جمعیت کے ساتھ مقیم تھا۔ عروہ کے لشکر کی آمد سن کر بذریعہ منادی فوج کو فراہم کیا۔ اور جانب رے فرار ہو گیا۔ اب اسلامی فوجیں ساوہ میں آ پڑیں۔ رے کے بادشاہ فرخندہ بن زاد مہر کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت گھبرایا۔ اور قاصد بھیج کر دیلم سے فوجیں طلب کیں وہاں سے دس ہزار کا لشکر اس کی امداد کے لئے آیا۔ اور بیس ہزار باشندگان رے کی جمعیت اس کے ساتھ ہو گئی۔ غرضیکہ اس کا لشکر چالیس ہزار سے بھی تجاوز کر گیا۔ عروہ نے حقیقت حال معلوم کر کے اپنی فوجوں کا دل بڑھایا اور ایرانیوں کے ساتھ معرکہ آرائی کی ترغیب دلائی۔ ساوہ سے بہ سمت رے کوچ کیا۔ تین شبانہ روز کی مسافت کے بعد رے کے متصل پہنچ کر اور شہر سے دو فرسخ کے فاصلے پر قیام کیا۔ رے کا بادشاہ چالیس ہزار بہادر لے کر نکلا اور مسلمانوں کی سمت بڑھا۔ عروہ نے لشکر کو ترتیب دے کر میمنہ میں حنظلہ بن زید کو، میسرہ میں سماک بن ہلال عبسی کو جناح پر، سوید بن مقرن نمرنی کو سردار مقرر کیا اور خود جمہور اسلام کے لشکر کے ساتھ قلب لشکر میں جگہ لی اور با آواز بلند کہا خوب سمجھ لو کہ بہشت ایمانداروں کے واسطے ہے اور دوزخ کافروں کے لئے۔ خدا کی قسم تم اس قوم کے بہادر ہو جس نے قادسیہ، مدائن، جلولا، خانقین اور حلوان کو فتح کیا ہے اور ان مقامات کے بے شمار لشکروں کو ہلاک اور پراگندہ کر دیا ہے۔ تمہیں نے نہاوند کو تسخیر کیا ہے اور اس قوم کو اور اس کی جنگ آرائی کو اچھی طرح آزما رکھا ہے۔ جب تک ان کے ترکش میں تیر رہتے ہیں تیرباران کر کے لڑتے رہتے ہیں۔ اور یہ حالت چند لمحے سے زیادہ نہیں رہتی۔ جب تیر نہیں رہتے تو پھر تاب مقابلہ نہیں لاتے تم نے یہ کیفیت دیکھ رکھی ہے اور ان کی بہادری اور دلیری کو جانتے ہی ہو۔ اب معرکہ آرائی کی طرف متوجہ ہو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دلوں کو قوی رکھو۔ عروہ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ رے کا ایک بہادر ورادہ نام لشکر کفار کی صفوں سے نکلا۔ اور میدان میں گھوڑے کو کاوا دے کر اپنا نام ظاہر کیا اور اپنی بہادری بیان کر کے مرد مقابل طلب کیا۔ رشید بن معید بجلی فوج اسلام میں سے نکلا اور اس کے مقابل ہو کر کچھ دیر تک گھوڑے کو گرمایا۔ پھر جنگ نیزہ شروع ہوئی۔ عین ہنگام کارزار میں بجلی نے موقع پا کر ایسا نیزہ مارا کہ وہ گھوڑے سے نیچے آ رہا اور مر گیا۔ مسلمانوں کو اس پہلی فتح پر بڑی خوشی ہوئی سب نے نعرہ مار کر بہ آواز بلند تکبیر کی جس سے کافروں کے دل پر ان کا رعب چھا گیا۔ اب عروہ بن زید قلب لشکر سے نکلا۔ زرد رنگ گھوڑے پر سوار تھا اور عمامہ باندھا ہوا تھا۔ بولا اے مسلمانو

فتح ہمارے ہی مقدر میں ہے۔ کفار اس بہادر کے مارے جانے سے حوصلہ ہار چکے ہیں۔ اور ہمارے خوف سے قدم آگے نہیں بڑھا سکتے۔ آج مجھے تمہاری امداد کی ضرورت ہے تمہیں قسم دلاتا ہوں کہ میرا ساتھ دو اور سستی اور خوف کو ذرا پاس نہ آنے دو۔ مجھے بدنام اور دشمنوں کو خوش نہ کرنا میں ان کافروں پر حملہ کرتا ہوں تم میرے ساتھ سے الگ نہ ہو جانا۔ قبیلہ طے کے جوانوں نے ہر طرف سے آواز دی ہم فرمانبردار ہیں جو حکم ہوگا بجا لائیں گے۔
اس کے بعد عروہ نے رجز پڑھا اور حملہ کر دیا۔ ساتھ ہی مسلمانوں نے بھی باگیں اٹھائیں اور ایسی سختی سے جنگ کی کہ اسی ایک حملے میں دیلم و رے کے سات سو آدمی قتل کر دیئے۔ رے کا بادشاہ مسلمانوں کی شجاعت کا یہ عالم دیکھ کر زیادہ تاب مقابلہ نہ لا سکا۔ میدان جنگ سے فرار اختیار کیا اور اس کا لشکر بہت بری طرح شکست کھا کر شہر میں داخل ہوا۔ مسلمانوں کو لوٹ مار میں بے شمار زر و مال اور اسلحہ و مویشی ہاتھ آئے۔ دوسرے دن ملک فرخندہ نے قاصد بھیج کر صلح کی درخواست کی کہ اسے رے سے علیحدہ نہ کریں۔ وہ فی الوقت دو لاکھ دینار حوالہ کرے گا۔ اور سالانہ جزیہ تیس لاکھ دینار دیتا رہے گا۔ عروہ نے اس معاہدہ کو منظور کر لیا اور زر مقررہ لے کر خمس خلیفہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ اور جملہ کیفیت جنگ و فتح مندی بھی لکھ بھیجی۔ امیر المومنین نے جواب میں لکھا کہ اپنے لشکر کے کسی سردار کو رے میں چھوڑ کر کہ وہ مقررہ رقم وصول کرے خود بہ تعجیل تمام قم اور کاشان پر حملہ آور ہو۔ عروہ نے امیر المومنین کے مضمون خط سے آگاہ ہو کر قبیلہ عبدالقیس کے ایک نوجوان زکوۃ بن مصعب کو رے میں چھوڑا کہ مقررہ جزیہ وصول کرے اور کوفہ کے تین سو سوار دے کر خود بہ جانب قم و کاشان روانہ ہوا۔ حاکم نے اسلامی لشکر کی نقل و حرکت سے مطلع ہو کر کاشان کی راہ لی اور وہاں بھی کچھ دیر نہ ٹھہر کر جانب اصفہان بھاگا۔ اس وقت یزد جرد بادشاہ اصفہان میں مقیم تھا۔ حاکم قم نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی اے بادشاہ اہل عرب غلبہ کرتے چلے آ رہے ہیں۔ انہوں نے ہمدان اور رے پر بھی اپنا قبضہ کر لیا ہے اب قم کی طرف بڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ میں ان کے مقابلے کی تاب نہ لا کر یہاں بھاگ آیا ہوں اور سنتا ہوں کہ وہ تعاقب کئے چلے آ رہے ہیں۔ جو کچھ حال تھا میں نے حضور کی آگاہی کے لئے عرض کر دیا۔ یزد جرد اس خبر کو سن کر بہت ہی گھبرایا کوئی تدبیر اس کی سمجھ میں نہ آئی تھی۔ عروہ نے قم میں پہنچ کر جو کچھ پایا سمیٹ لیا۔ وہاں سے چل کر کاشان آیا۔ یہاں سے بھی جس قدر زر و مال ملا لوٹ لیا۔ اسی اثناء میں خلیفہ کا ایک خط حلوان میں جریر بن عبداللہ بجلی کے پہنچا لکھا تھا کہ ہمدان میں پہنچ جائے۔ جریر نے حسب الحکم فوج سمیت حلوان کی طرف قدم بڑھایا اور جس قدر مال و دولت اور مویشی ہاتھ آئے لوٹ کر ہمدان میں ڈیرے ڈال دیئے۔ اب عروہ قم اور کاشان میں مقیم تھا اور اس کا نائب رے میں۔ یزد جرد نے ان سب حالات سے آگاہ ہو کر حالت اضطراب میں جبکہ اسے کوئی تدبیر نہ سوجھتی تھی عجمی سرداروں میں سے ایک شخص قار و سفان کو بلایا اور اصفہان میں اپنا قائم مقام کر کے خود فارس کی طرف متوجہ ہوا۔ اور شہر اصطخر میں پہنچ کر قیام کیا۔ خلیفہ نے خبر پاتے ہی کہ یزد جرد اصفہان سے بھاگ گیا ہے۔ عروہ کو لکھا کہ قم اور کاشان میں ہی قیام رکھنا اور کسی طرف نہ جانا تاوقتیکہ اور کوئی دوسرا حکم صادر نہ ہو۔
اور دوسرا خط ابو موسیٰ اشعری کے نام جو بصرہ میں تھا روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ بہ عجلت تمام اصفہان کی مہم پر روانہ ہو جائے۔ ابو موسیٰ اشعری نے خط پڑھتے ہی بصرہ میں منادی کرا دی اور ان کو خلیفہ کا خط سنا کر کہا کہ فوراً مہم اصفہان کی تیاری کر لو۔ ابو موسیٰ کے اس کہنے کے ساتھ ہی ہر طرف سے شور بلند ہوا کہ ہم دل سے تعمیل احکام کے لئے تیار ہیں۔ جب سب جہاد کے لئے آمادہ ہو گئے تو ابو موسیٰ نے قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص حمام بن منجم کو بلا کر اور اپنا نائب مقرر کر کے بصرہ میں چھوڑا اور خود افواج بصرہ کے ہمراہ اصفہان کی طرف روانہ ہوا۔ اہواز میں پہنچ کر تین دن قیام کیا پھر

وہاں سے کوچ کر کے اصفہان کا رخ کیا۔ اور اصفہان کے متصل پہنچ کر خزانہ کے ایک شخص عبداللہ بن بدیل کو دو ہزار جوانان بصرہ کی جمعیت دے کر پیش خیمہ کے طور پر سب سے پہلے داخل اصفہان ہونے کے لئے روانہ کیا۔ یزد جرد کا نائب قار و سفان مسلمانوں کی آمد کی خبر سن کر تیس ہزار سوار لے کر شہر سے نکلا اور فارس کی طرف بھاگا۔ عبداللہ نے جو ہراول لشکر تھا اس کے بھاگنے سے اطلاع پا کر اس کا پیچھا کیا اور سخت کوشش کی کہ اسے جا پکڑے مگر قار و سفان دور نکل چکا تھا۔ عبداللہ کے ہاتھ نہ آیا۔ اب عبداللہ نے پلٹ کر اصفہان کے دروازہ پر فوج ڈال دی۔ اہل شہر نے ایک قاصد بھیج کر صلح کی درخواست کی۔ عبداللہ نے ابو موسیٰ کے پہنچنے تک انتظار کیا۔ جب وہ آگیا اور شہر کے مقابل اتر پڑا تو عبداللہ قاصد کو ابو موسیٰ کے پاس لے گیا اور صلح کی خواہش ظاہر کی ابو موسیٰ نے صلح منظور کر لی اور یہ معاہدہ قرار پایا کہ ایک لاکھ درہم نقد اور جزیہ دیں۔ ابو موسیٰ نے بغیر لڑے بھڑے اور کسی شخص کا خون کئے بغیر آسانی سے اصفہان پر قبضہ کر لیا اور شہر میں داخل ہو کر اس جگہ جسے میدان کہتے ہیں قیام کیا۔ پھر امیرالمومنین کی خدمت میں عریضہ لکھا۔ شہر اصفہان کی تسخیر اور جملہ حالات سے اطلاع دی اور یہ بھی لکھا کہ میں اصفہان میں مقیم ہوں اور امیرالمومنین کے حکم کا منتظر کہ جو کچھ ارشاد ہو بجا لائیں۔

امیرالمومنین ابو موسیٰ کے خط کو پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور خدائے سبحانہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی۔

جس وقت قار و سفان نے فارس میں پہنچ کر یزد جرد سے کہا کہ اصفہان پر مسلمان متصرف ہو گئے وہ بہت ہی مضطرب اور خوفزدہ ہو گیا۔ عجمی فرمانرواؤں میں سے ایک فرمانروا شاہک بن ہامان کو بلا کر کہا اے شاہک عربوں کی طاقت بہت ہی بڑھ گئی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ فارس کے ملک سے نکل جاؤں اور کرمان میں جا رہا ہوں تو یہاں ٹھہر کر اپنے دین و مذہب اور اپنے ملک کے لئے جہاں تک قوت اجازت دے ان لوگوں کا مقابلہ کر اور حتی الامکان یہ سعی تمام معرکہ آرائی کر۔ شاید تو فارس کے دارالحکومت کو محفوظ رکھ سکے۔ یہ کہہ کر اصطخر سے بھی کوچ کیا اور کرمان کی راہ لی۔ جب وہاں پہنچا تو شاہ کرمان کے محل میں اترا۔ اس بادشاہ کو ہزار مرد کے برابر کہتے تھے۔ اور کرمان کا کوئی بادشاہ اس سے زیادہ طاقتور نہیں گزرا۔

ابو موسیٰ کے ہاتھوں فارس کی تسخیر

جب یزد جرد اصطخر سے بھاگ کر کرمان کی طرف چلا گیا تو وہاں کے مشہور و معروف لوگوں نے آتش پرستوں کے بڑے پیشوا کے پاس حاضر ہو کر کہا کہ اہل عرب نے بہت بڑی ترقی کی ہے ان کے مقدر کی نحوست ختم ہو چکی اور بخت سعید نے ساتھ دے رکھا ہے۔ ثبوت یہ ہے کہ انھوں نے فارس کے تمام شہروں پر قبضہ کر لیا ہے۔ لوٹ اور قتل کا بازار گرم کر رکھا ہے اور اب اصفہان کی جانب متوجہ ہوئے ہیں۔ قار و سفان بن اشرف بادشاہ اصفہان وہاں سے بھاگ آیا ہے۔ اور مسلمان بہ آسانی تمام اس شہر پر قابض ہو گئے ہیں۔ ان کی ہر ایک آرزو دلی خواہش کے مطابق بر آتی ہے۔ اور جس ملک کی طرف رخ کرتے ہیں سہولت سے لے لیتے ہیں۔ اصطخر فارس کے دل کی مانند ہے۔ اگر یہ شہر بھی ان کے ہاتھ آگیا تو سلطنت عجم کا انتظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اب تجھے لازم ہے کہ ملک شاہک سے اس باب میں گفتگو کر کے کوئی تدبیر ایسی کر کہ فوجیں جمع کر کے عربوں کی پیش قدمی کو روکا جا سکے۔ اور وہ ہم سے پہنچنے سے پہلے ہی منتشر کر دے۔ پیشوا نے یہ سن کر شاہک سے بیان کیں۔ شاہک نے کہا یہ تو کہو کہ اہل عرب ہیں کیا چیز جن سے خوف کھایا جا رہا ہے۔ چند کتے ہیں ان سے خوف و ہراس کس لئے ہے۔ شاید یزد جرد کے بھاگنے اور خوف زدہ ہونے سے تم بھی ڈر گئے ہو۔ ان کا دفیعہ بہت

آسان امر ہے۔ میں ان کو ایسی سزا دوں گا کہ پھر اس ولایت کا نام تک زبان پر نہ لائیں گے۔ اے پیشوائے دین آپ جائیں اور منادی کرا دیں کہ فارس کے علاقہ کی تمام فوجیں عربوں کے دفیعہ کے لئے اسلحہ سے لیس ہو کر فراہم ہو جائیں اور ہر شخص ایک ایک رسی اپنے ساتھ رکھے میں اس سے ان عربوں کی گردنیں باندھ کر کتوں کی طرح سارے ملک میں پھراؤں گا۔ پیشوائے دین اور جملہ مددگار و اراکین اصطخر کے دل شاہک کی اس تجویز سے مضبوط ہو گئے۔ تیاریاں شروع کر دیں۔ ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکر فارس کے علاقوں سے فراہم ہو گیا۔ ہر شخص سامان جنگ سے لیس تھا۔ اور ایک ایک رسی اپنے ساتھ رکھتا تھا۔

ابو موسیٰ نے یہ خبر سن کر فوج کا جائزہ لیا کل سوار اور پیدل سترہ ہزار نکلے۔ سب کی تنخواہ تقسیم کر کے اور اچھے اچھے وعدوں سے دل بڑھا کر جانب اصطخر روانہ ہوا۔ قریب پہنچ کر لشکر میں منادی کرا دی کہ اصطخر میں پہنچ کر بلند آواز سے تین مرتبہ تکبیر کہنا تاکہ تمہاری آوازوں سے کافروں کے دلوں میں رعب پیدا ہو جائے۔ جب ابو موسیٰ اصطخر کے قریب پہنچا تو لشکر کفار بھی قریب ہو کر شہر سے نکلا اور مسلمانوں کے مقابل آ جما۔ ابو موسیٰ نے حکم دیا کہ سب مسلمان متفق ہو کر باآواز بلند سے تکبیر کہیں شاہک کے کانوں تک تکبیر کی آواز کا پہنچنا تھا کہ اس کے دل میں رعب اور ہراس پیدا ہوا۔ اپنے دوستوں کی طرف متوجہ ہو کر فارسی زبان میں کہا میں کیا کروں اور کہا جاؤں اس کا وزیر موجود تھا اس نے دلاسا دیا کہ آپ دل کو مضبوط رکھیں خوف کی کوئی بات نہیں۔ عربی لشکر کی تعداد بہت تھوڑی ہے اور ہم بہت زیادہ ہیں۔ آپ قدم جمائے ہمت سے کھڑے رہیں کہ فوج آپ کو دیکھ کر لڑتی رہے۔ شاہک مجبور ہو کر کھڑا رہا۔ دونوں فوجیں ایک دوسرے کی طرف بڑھیں اور کچھ عرصے تک جنگ ہوتی رہی۔ ابو موسیٰ نے حکم دیا کہ پھر بلند آواز سے تکبیر کہیں۔ اب جونہی تکبیر کی آواز ایرانی لشکر کے کانوں میں پہنچی ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ دل مضمحل ہو گئے۔ غلغلہ تکبیر کے سننے کی تاب نہ رہی۔ سب ایک دوسرے سے الگ ہو کر بھاگ نکلے۔ سب سے پہلے جو شخص بھاگا وہ ان کا سردار شاہک تھا۔ اپنے گھوڑے کو تیزی سے دوڑا رہا تھا مگر اس کو اسلامی فوج کے ایک بہادر جنید بن مسلم ازدی نے جا لیا اور تلوار کا ایسا ہاتھ اس کے تاج پر مارا کہ وہ گھوڑے سے گر کر مر گیا۔ جنید نے اپنے گھوڑے سے اتر کر اس کے بدن کے ہتھیار اور کپڑے اتار لئے اور تاج لے کر اپنی فوج سے آملا۔ ایرانی لشکر بھاگ کر ادھر ادھر منتشر ہو گیا۔ یہ خبر جب کرمان میں پہنچی تو یزد جرد کا حال اور بھی پتلا ہو گیا۔ کہتا تھا افسوس مسلمانوں نے اصطخر فتح کر لیا اور شاہک مارا گیا۔ وہ اسی حیرانی میں ششدر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے تمام خدمت گار اور سپاہی بھی اسی کی طرح چپ اور متفکر تھے۔ کہ اس عالم میں کرمان کے سرداروں میں سے ایک سردار بندوہ بن سیہ گوش نام یزد جرد کی محفل میں آیا۔ اسے تخت پر حیرت زدہ اور فکر و تردد سے ازخود رفتہ دیکھ کر خدمت گزاری کے طور پر سبب حزن و ملال دریافت کیا۔ یزد جرد انتہائی متفکر و محزون ہونے کے سبب اس کی بات نہ سن سکا کوئی جواب نہ دے سکا۔ بندوہ نے غضبناک ہو کر ہاتھ بڑھایا اور اس کا پاؤں پکڑ کر تخت سے کھینچا۔ اور زمین پر ڈال دیا اور بہت سی سخت و سست باتیں سنائیں کہ یہ بزرگوں کا تخت تجھ جیسے بزدل اور کم ہمت کے لئے نہیں ہے۔ پھر لشکروں اور خدمت گاروں سے کہہ کر اسے اس شاہانہ مکان سے نکال دیا وہ باہر چلا گیا۔ یزد جرد نے بہ سبب شرمندگی کچھ نہ کہا اور اپنا گھوڑا منگا کر مع خدم و حشم خراسان کا راستہ لیا۔ مرو میں پہنچ کر قیام کیا جب اہالیان مرو کو معلوم ہوا کہ وہ فارس سے بھاگ کر آیا ہے۔ بہت سی ملامت اور بے آبروئی کی اور چاہا کہ پکڑ کر مار ڈالیں اس لئے طمطاح بادشاہ ترکان کو خط لکھا کہ عجم کا بادشاہ عربوں کے خوف سے بھاگ کر ہمارے پاس آیا ہے۔ ہم اس کے ہوا خواہ نہیں اور اس کے مقابل آپ سے تعلق رکھنا پسند کرتے ہیں۔ اس لئے آپ یہاں تشریف لے آیئے۔ کہ ہم شہر کو آپ کے حوالہ کر دیں اور یزد

جرد کو پکڑ کر مار ڈالیں۔
ترکوں کا بادشاہ طمطاح اہل مرو کی تحریر دیکھ کر مع فوج جانب مرو روانہ ہوا۔ یزدجرد لشکر کثیر کے ساتھ اس کے آنے کی خبر سن کر بہت ڈرا۔ رات کے وقت یکہ و تنہا محل سے نکل کر کسی غلام یا خدمت گار کو ساتھ لئے بغیر جنگل میں نکل گیا۔ ایک طرف جنگل میں منہ اٹھائے جا رہا تھا اور نہ جانتا تھا کہ کہاں جا رہا ہے کہ کچھ دور چل کر دریائے مرو کے کنارے روشنی پر نظر پڑی اسی طرح چل دیا۔ دیکھا ایک آدمی چکی پیس رہا ہے۔ اس کے پاس جا کر کہا میں ایک بد نصیب شخص ہوں اور دشمن پیچھے پڑے ہوئے ہیں میں ان سے ڈرتا ہوں اگر تو آج رات مجھے پناہ دے اور اپنی حفاظت میں رکھے تو کل دن میں تجھے اس قدر زر و مال دوں گا کہ تو مالدار ہو جائے گا۔ چکی والے نے کہا آ جا اور اپنی پناہ میں ٹھہر۔ یزدجرد اس کے گھر میں داخل ہوا۔ اور بہ سبب حزن و غم پڑ کر سو رہا۔ چکی والے نے اسے سوتا پا کر اچھا موقع پایا۔ عین خواب راحت میں اس کے سر پر ایک پتھر مارا کہ پھر اس نے سانس تک نہ لیا۔ پھر اس کا تمام شاہی لباس و مرصع تاج اور اسلحہ و زرہ لے کر اس کی لاش پانی میں ڈال دی۔ دوسرے دن طمطاح داخل مرو ہوا۔ اہل شہر نے یزدجرد کی تلاش شروع کی۔ ہر طرف ڈھونڈتے پھرتے تھے۔ یہاں تک کہ اس چکی والے کے پاس بھی آئے اور اس سے یزدجرد کا سراغ لگانا چاہا۔ اس نے کہا میں اسے جانتا بھی نہیں مگر اس شخص میں سے خوشبو کی لپٹ اہل مرو کی ناک میں آئی' تلاش شروع کی تو یزدجرد کی پوشاک عطریات سے بسی ہوئی برآمد ہوئی تو یزدجرد کی تلاش کی گئی۔ اور اس کا مردہ چکی کے پانی میں سے ڈھونڈ کر نکالا۔ اس چکی والے کو پکڑ لیا اور تمام کیفیت طمطاح سے عرض کی۔ اس نے حکم دیا کہ یزدجرد کی لاش اور اس چکی والے کو لاؤ۔ طمطاح یزدجرد کو اس حال میں مردہ پا کر بہت رویا اور فرمایا کہ اس نعش کو خوشبوؤں سے معطر کر کے شاہانہ طریق سے تابوت میں رکھیں۔ پھر بجانب فارس بھیج کر حکم دیا کہ اس کے بزرگوں کے قبرستان میں شاہی رسوم کے ساتھ دفن کریں۔ اس کے بعد چکی والے کو قتل کر دیا۔
غرض جب فارس کی فوج ابو موسیٰ کے سامنے سے فرار ہو گئی اور منتشر ہو گئی تو ابو موسیٰ نے اصطخر کے باہر فوج ڈال کر محاصرہ کر لیا اور ایک مہینے تک شہر کو محصور رکھا۔ آخر الامر باشندگان شہر نے عاجز آ کر قاصد بھیجا اور صلح کی درخواست کی۔ ابو موسیٰ نے اس شرط پر صلح منظور کی کہ اہل شہر دو لاکھ درہم نقد اور سالانہ جزیہ دیں۔ شہر والے راضی ہو گئے۔ ابو موسیٰ نے رقم لے کر فوج میں تقسیم کر دی اور جانب کرمان روانہ ہوا۔ اب ملک فارس کے ایک ایک شہر پر قبضہ کرتا اور کافروں کو سزا دیتا جا رہا تھا۔ ملک میں کوئی ایسا شخص نہ تھا جو اس کا مقابلہ کرتا۔

فارس میں لشکر اسلام کا غلبہ

آخر کار کرمان کے تمام شہروں پر قابض ہو کر بیابان خراسان کی سرحد پر آ پہنچا اور وہاں قیام کر کے فارس اور کرمان کے اموال غنائم جمع کئے۔ ان کا خمس خدمت خلیفہ میں بھیجا۔ اور فارس اور کرمان کی تسخیر سے جو مدد الہٰی ظہور میں آئی تھی اس سے مطلع کیا اور جتایا کہ امیر المومنین کو معلوم ہو کہ میں یہ خط خراسان کی سرحد سے روانہ کر رہا ہوں اس خط کے لکھنے اور اموال خمس کے روانہ کرنے کے بعد باقی تمام لوٹ لشکر والوں میں تقسیم کر دی ہر سوار کے حصے میں آٹھ ہزار درہم آئے اور ہر ایک پیدل کو آٹھ ہزار درہم ملے۔ کرمان و فارس کا فتح نامہ اور مال غنیمت کا خمس امیر المومنین کی خدمت میں پہنچا تو وہ نہایت شاد ہوئے اور شکر الہٰی کر کے وہ مسلمانوں میں تقسیم کر دیا اور ابو موسیٰ کے خط کا جواب بایں

مضمون لکھا۔ اے ابو موسیٰ تیرا خط پہنچا مضمون معلوم ہوا۔ بفضلہ تعالی فتوحات تجھے حاصل ہوئیں اور جس طرح سے فارس و کرمان کے علاقے مسلمانوں کے قبضے میں آئے سب کے مفصل حال سے آگاہی ہوئی۔ اللہ تعالی کی نعمتوں اور بخششوں کا شکریہ ادا کیا گیا۔ تو نے خراسان کی سرحد سے خط لکھنے کی جو اطلاع دی شاید فتح خراسان کا ارادہ ہو گیا۔ ہرگز ایسا نہ کرنا۔ خراسان کی سمت قدم نہ بڑھانا۔ ہمیں خراسان کی ضرورت نہیں ہے۔ جس وقت تیرے پاس یہ خط پہنچے ہر ایک مفتوحہ شہر میں ایک ایک نیک خصلت نیکوکار پسندیدہ سیرت شخص کو معتمد اور امین مقرر کر کے خود واپس آ اور بصرہ میں قیام کر۔ خراسان سے ہاتھ اٹھا۔ ہمیں خراسان سے اور خراسان کو ہم سے کوئی تعلق نہیں کاش ہم میں اور خراسان میں لوہے کے پہاڑ اور آگ کے دریا حد فاصل ہوتے ہیں۔ سکندری دیوار جیسی ہزار دیواریں درمیاں میں واقع ہوتیں۔ اس وقت امیر المومنین علی علیہ السلام موجود تھے۔ فرمایا اے خلیفہ ایسا کیوں کہتے ہو۔ خلیفہ نے کہا اس سبب سے کہ خراسان ہم سے بہت دور ہے اور فتنہ و فساد کی کان ہے وہاں کے باشندے کینہ پرور اور نفاق انگیز ہیں۔ امیر المومنین حضرت علی نے فرمایا اگرچہ خراسان ہم سے بہت دور ہے لیکن اس ملک سے بہت سی خاص باتیں تعلق رکھتی ہیں۔ اور جس قدر معلوم ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ خراسان میں ایک شہر ہرات ہے اسے ذوالقرنین نے بسایا ہے اور عزیز پیغمبر نے وہاں نماز پڑھی ہے۔ وہاں کی زمین صالح ہے میدانوں میں بہتے دریا موجود ہیں۔ اور اس شہر کے ہر دروازہ پر ایک فرشتہ شمشیر برہنہ لئے موجود رہتا ہے کہ اس شہر اور نواح سے بلاؤں کو تاقیامت دفع کرتا رہے۔ اب سے پہلے اس شہر کو کسی نے زور دار غلبہ سے فتح نہیں کیا۔ اور اس کے بعد بھی یہ شہر کسی سے فتح نہ ہو سکے گا۔ لیکن آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک سے تسخیر ہو گا۔ خراسان میں ایک اور شہر خوارزم ہے۔ وہ اسلامی حدود میں سے ایک حد ہے۔ جو شخص وہاں رہے گا اچھی طرح سمجھ لے اسے ایسا ثواب ہو گا کہ گویا شمشیر آبدار لے کر خدا کی راہ میں کافروں سے جہاد اور معرکہ آرائی کی ہے۔ زہے نصیب اس شخص کے جس نے خوارزم میں سکونت اختیار کی ہو اور وہاں پر عبادت الٰہی میں مصروف رہ کر رکوع اور سجود بجا لایا ہو۔ خراسان میں ایک اور شہر بخارا نام ہے۔ کچھ ایسے اشخاص ہوں گے جو کثرت ریاضت سے ایسے نحیف ہوں گے گویا انہیں بٹ وٹ رکھا ہے اور ادھوڑی کی طرح مل دل ڈالا ہے۔ زہے اہل سمرقند کے کہ وہاں کی زمین حق تعالی کی عبادت اور پرستش کی جگہ ہے۔ لیکن آخری زمانہ میں اس پر ترک غلبہ کر کے تمام باشندوں کو ہلاک کر دیں گے۔ فرغانا اور شاش کے باشندوں کی قسمتیں اللہ تعالی نے بہت اچھی بنائی ہیں۔ اور وہ شخص بہت ہی خوش نصیب ہے جس نے وہاں چند رکعت نماز ادا کی ہو۔ خراسان میں ایک اور شہر سنجاب نام ہے جو شخص وہاں وفات پائے گا بڑا ہی نصیب والا ہو گا۔ وہ شہیدوں میں شمار کیا جائے گا۔ ہاں شہر بلخ ایک دفعہ اجڑ چکا ہے اگر پھر اجڑا تو آباد نہ ہو سکے گا۔ تالقان والے بھی نیک لوگ ہیں۔ اس سرزمین پر اللہ تعالی کے خزانے ہیں اور وہ خزانے زر و سیم سے علاقہ نہیں رکھتے۔ بلکہ وہ مردان خدا ہیں جو اللہ تعالی کی معرفت ایسی رکھتے ہیں جیسی کہ لازم ہے۔ آخری زمانہ میں ایک شخص اس شہر پر غالب آکر سب کو قتل کر دے گا ایک متنفس بھی زندہ نہ بچے گا۔

سرخس میں بہت بڑا بھاری زلزلہ آئے گا اور عظیم بربادی واقع ہو گی۔ اکثر انسان دہشت اور خوف میں مر جائیں گے۔ استحسان میں ایک گروہ ہو گا جو قرآن پڑھے گا مگر ان کے حلق سے ادا نہ ہو سکے گا۔ یعنی وہ قرآن شریف پر عمل نہ کرے گا۔ اور دین اسلام سے اس طرح علیحدہ ہو گا جس طرح تیری امت کفر سے۔ آخری زمانہ میں اس شہر پر ریت برسے گا اور اور تمام شہر ریت میں دب جائے گا۔

فوشنج کا برا ہو وہاں سے تیس دجال پیدا ہوں گے اور ہر ایک دوسرے سے زیادہ ناپاک۔ ایسے شقی ہوں گے کہ تمام بندگان

خدا کو بھی قتل کر دیں تو پرواہ نہ کریں۔ ہاں نیشاپور والے کڑک بجلی اور صاعقہ سے ہلاک ہو جائیں گے اور یہ شہر ایک دفعہ نہایت ہی سرسبز اور آباد ہو کر ایسا برباد ہو گا کہ پھر نہ بسے گا اور کوئی متنفس زندہ نہ رہے گا۔ اور باشندے نیک سیرت ہوں گے۔

قومس والوں کا بھلا ہو وہاں نیک مرد بکثرت ہوں گے۔ وہاں کی سرزمین اصلاح کرنے والوں سے کبھی خالی نہ رہے گی۔ دامغان میں بھی سب نیک آدمی ہوں گے اور وہ جگہ صلحا سے خالی نہ ہو گی۔ سمنان کے باشندے ہمیشہ تنگ حال رہیں گے مگر بروقت ظہور امام مہدی آسودہ حال ہو جائیں گے۔ طبرستان ایسا شہر ہے جہاں ایمان والے کم اور فاسق بہت ہوں گے۔ دریا اس شہر کے متصل آ جائے گا۔ پہاڑ اور میدان سے اس شہر کو بہت نفع پہنچے گا۔

شہر رے فتنہ کی جگہ ہے وہاں ہمیشہ لڑائیاں اور جھگڑے ہوتے رہیں گے۔ اور آخری زمانہ میں اسے دیلم والے برباد کریں گے جو دروازہ پہاڑ کے متصل ہے اس پر ایسی سخت ہو گی کہ اس کی تعداد افواج سے خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی واقف نہیں ہو گا۔ اسی دروازہ پر بنی ہاشم قبیلہ کے آٹھ بزرگ نماز ادا کریں گے۔ اور ان میں سے ہر شخص خلافت کا دعویدار ہو گا۔ اسی شہر رے میں پیغمبر کے ہم نام ایک بزرگ آدمی کو محصور کریں گے اور چالیس روز کے بعد گرفتار کر کے اسے مار ڈالیں گے۔ باشندگان رے کو سفیانی زمانہ میں سخت تکلیفیں اٹھانی پڑیں گی اور ایک بہت بڑا کال پڑے گا۔

امیر المومنین علی علیہ السلام نے جب ان شہروں کے حالات بیان فرمائے عمر نے کہا اے ابو الحسن آپ نے مجھے فتح خراسان کی ترغیب دلا دی۔ آپ نے فرمایا کہ خراسان کا جو حال مجھے معلوم تھا میں نے سنا دیا اور جو کچھ میں نے کہا اس میں ذرا سا بھی شک اور شبہ نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ خراسان کو چھوڑ کر اور ممالک کی طرف توجہ کرو کیونکہ خراسان کا فتح ہونا سب سے پہلے بنی امیہ کے ہاتھ سے ہو گا اور آخر میں بنی ہاشم کے ہاتھ سے۔ والسلام!

جب امیر المومنین عمر کا خط ابو موسیٰ کے پاس پہنچا تو اس نے بصرہ کی طرف مراجعت کی اور وہاں پہنچ کر اپنا کام سنبھال لیا۔ اب اہل کوفہ نے خلیفہ کی خدمت میں عمار یاسر کی شکایت لکھ بھیجی۔ اور چاہا کہ اسے برطرف کر دیں۔ عمر نے کہا۔ میں ان کوفیوں سے تنگ آ گیا ہوں۔ اور ان کی بدبختی سے مجھ میں زیادہ برداشت کی تاب نہیں رہی۔ اگر میں کسی مرد جوان پرہیزگار کو ان کا امیر بنا کر بھیجتا ہوں تو اسے فسق و فساد سے منسوب کرتے ہیں اور ضعیف العمر کو بھیجتا ہوں تو خاطر میں نہیں لاتے۔ امیر المومنین نے مغیرہ بن شعبہ کو والی کوفہ مقرر کر کے اور چند کلمات نصیحت آمیز کہے کہ اے مغیرہ ایسا برتاؤ رکھنا کہ امن پسند اصحاب مطمئن ہو جائیں اور اہل فساد دب جائیں۔ مغیرہ نے اس امر کو تسلیم کر کے کوفہ کی راہ لی اور وہاں کی امارت سنبھالی اور عمار یاسر مدینہ میں واپس چلے آئے۔ جس وقت خدمت امیر المومنین میں پہنچے آپ نے قسم دلا کر کہا اے عمار میں نے تجھے کوفہ کی امارت سے ہٹا دیا تو رنجیدہ تو نہیں ہوا۔ سچ سچ بتانا۔ عمار نے فرمایا اے امیر المومنین خدا کی قسم جب تم نے مجھے کوفہ کا امیر مقرر کیا تھا تو مجھے کچھ خوشی نہ ہوئی تھی اور اب جبکہ مجھے معزول کر دیا ہے تو مجھے ملال نہیں۔

اس واقعہ کے بعد مغیرہ تین برس تک حاکم رہا۔ خلیفہ عمر اپنے زمانہ خلافت میں ہر طرف لشکر بھیجتے اور امصار و ممالک فتح کرتے رہے۔ آخری وقت میں حج کو تشریف لے گئے وہاں ایک مصری شخص نے حاضر ہو کر کہا اے امیر المومنین میری کہانی سنئے اور ظالم سے میرا انصاف کیجئے۔ آپ نے کہا جو حال گزرا ہو بیان کر۔ اس نے کہا ایک دن میں نے اور محمد پسر عمرو عاص نے شرط باندھ کر اسپ دوانی کی تھی میرا گھوڑا سبقت لے گیا۔ اس نے ذی عزت اشخاص کے سامنے جو وہاں موجود تھے مجھے بے خطا تازیانہ سے مارا۔ میں نے عمرو عاص سے شکایت کی تو مجھے پکڑ کر قید خانہ میں ڈال دیا۔ میں چار مہینے

تک قید میں رہا۔ پھر مجھے چھوڑ دیا۔ اب حاجی زیارت کعبہ کے لئے آنے لگے تو میں بھی ان کے ساتھ یہاں آ گیا ہوں میں نے جو کچھ عرض کیا یہی میرا حال ہے۔

امیر المومنین عمر نے دونوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب حاضر ہو گئے تو اس مصری کے واقعہ کا حال ان سے دریافت کیا۔ دونوں صاف مکر گئے۔ امیر المومنین نے مدعی سے شہادت طلب کی۔ مصر کے کچھ لوگوں نے حاضر ہو کر گواہی دی کہ اس کا دعویٰ سچ ہے۔ امیر المومنین نے کہا محمد سے اپنا بدلا لے۔ مصری نے اسے ایک تازیانہ لگایا۔ پھر امیر المومنین نے کہا اس کے باپ عمرو عاص کو بھی آگے لا۔ مصری نے کہا اے خلیفہ عمرو عاص نے مجھے نہیں مارا مگر قید رکھا ہے۔ آپ نے کہا کہ اگر تو چاہتا ہے تو میں اسے قید کروں گا اگر معاف کرنا چاہتا ہے تو تجھے اختیار ہے مصری نے کہا۔ اے خلیفہ میں نے اسے معاف کیا تم بھی معاف کرو۔

عمر عاص تیز لہجے میں بولا تو نے مجھے اور میرے بیٹے کو بہت بے عزت کیا اب مجھ سے تمہارے عہد میں انتظام ملک نہ ہو سکے گا اور نہ میں تمہارے کسی کام کو ہاتھ لگاؤں گا۔ آپ نے کہا جہاں چاہے چلا جا۔ مجھے تیری کوئی ضرورت بھی نہیں ہے۔

اس کے بعد امیر المومنین عمر منبر پر گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا اے لوگو آگاہ رہو کہ جب تک میں تمہارا امیر تھا تم کو فرائض اور سنتوں سے آگاہ کرتا رہا۔ اور راہ راست بتاتا رہا۔ تم خدا سے ڈرتے رہو اور اس کی نعمتوں کے شکریے ادا کرو۔ اب میں نحیف ہو گیا ہوں کھال سب اور ہڈیاں ضعیف ہو گئی ہیں۔ یہ میرا آخری خطبہ ہے۔ اس کے بعد کوئی خطبہ نہ سنا سکوں گا تم کو لازم ہے کہ ایسے کام کرتے رہو کہ خدا تعالیٰ رضا مند رہے۔ اور ہمیشہ یہ سمجھتے رہو کہ حق سبحانہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ یہ کہہ کر منبر سے اتر آئے اور جانب مدینہ مراجعت فرمائی۔ اب مغیرہ بن شعبہ کوفہ سے چلا آیا۔ اس کے ساتھ ایک غلام فیروز نام تھا۔ جس کی کنیت ابو لولو تھی۔ یہ غلام بہت بڑا دست کار تھا اور طرح طرح کے عمدہ کام جانتا تھا ایک دن خلیفہ کے روبرو ہو کر فریاد کی کہ میرے آقا نے مجھ پر زر کثیر لگا رکھا ہے ہر مہینے مجھ سے سو درم لیتا ہے میں اس قدر رقم ادا نہیں کر سکتا آپ حکم دے کر کچھ کمی کرا دیں۔

خلیفہ نے کہا تو کیا صنعت جانتا ہے۔ اس نے کہا ہوا چکی بناتا ہوں۔ اور کچھ اور کام بھی بیان کئے۔ خلیفہ نے مغیرہ کو بلا کر غلام کے بارے میں کہا کہ خدا سے ڈرنا چاہئے اور اس کی حیثیت سے بڑھ کر رقم طلب نہ کرنی چاہئے۔ اگرچہ وہ کافر ہے مگر میرے سامنے مظلوم بن کر آیا ہے۔ مغیرہ یہ کہہ کر کہ ایسا ہی کروں گا واپس چلا گیا۔ مگر رقم میں کچھ کمی نہ کی۔

ابو لولو نے خلیفہ کے پاس آ کر پھر مغیرہ کی شکایت کی۔ آپ نے کہا تو جتنی صنعتیں جانتا ہے ان کے لحاظ سے مغیرہ کا مطالبہ کچھ زیادہ نہیں ہے۔ پھر کہا مجھے بیت المال کے غلہ کی پسائی کے لئے ایک چکی کی ضرورت ہے اگر تو بنا دے گا تو بہت کچھ انعام دوں گا۔ اس نے کہا آپ کے لئے ایسی چکی بناؤں گا کہ اس کی شہرت مشرق سے مغرب تک پہنچے گی۔ غلام تو چلا گیا خلیفہ نے اپنے اصحاب سے کہا کچھ تم سمجھے یہ کیا کہہ گیا ہے۔ اس نے مجھے قتل کی دھمکی دی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے حکم کو پورا کرنے والا ہے۔ دوسرے دن خلیفہ نے نماز صبح مسجد میں ادا کر کے اور منبر پر بیٹھ کر حمد باری تعالیٰ کے بعد کہا اے دوستو آگاہ رہو کہ میری موت قریب آ پہنچی ہے۔ میں نے رات کو خواب دیکھا ہے کہ ایک مرغ نے میرے قریب پہنچ کر دو یا تین چونچیں مجھے ماریں اس خواب سے میرے دل میں دغدغہ پیدا ہو گیا ہے اور مجھے خیال آتا ہے کہ وہ مرغ کوئی عجمی شخص ہے جو میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے۔ وہ تین زخم لگائے گا۔ اگر یہی بات ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ٹالے گا۔ ایسا امر واقع ہونے پر اگر میں ہوش میں رہا تو اپنے سے بہتر شخص کو خلیفہ مقرر کروں گا اور اگر مجھے اس قدر مہلت نہ ملی تو

تم ان چھ اصحاب رسول خدا عثمان بن عفان، علی ابن ابی طالب، طلحہ بن عبداللہ، زبیر بن عوام، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمٰن بن عوف میں سے جن سے رسولؐ خدا بہت راضی تھے کسی ایک شخص کو اپنا خلیفہ بنا لینا۔ یہ کہہ اور منبر سے اتر کر عبداللہ بن عباس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے مسجد سے نکلے کچھ دور چل کر ایک آہ سرد بھری اور رو دیئے۔ عبداللہ نے کہا یہ آہ و زاری کیسی ہے۔ اور کس بات کا خطرہ ہے۔ خلیفہ نے کہا میں جانتا ہوں کہ میری موت آ پہنچی ہے میں موت سے تو نہیں ڈرتا کیونکہ سب کا انجام یہی ہے۔ مگر خلافت کی طرف سے اندیشہ ہے سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کرنا چاہئے۔ عبداللہ ابن عباس نے کہا کہ علی ابن ابی طالب کے متعلق کیا کہتے ہو جملہ اوصاف ہجرت، قرابت، فضیلت، جرات، شجاعت معلوم ہیں۔ خلیفہ نے کہا بے شک جیسا تو نے بیان کیا علیؑ ایسے ہی ہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اگر یہ کام اس کی تفویض میں آگیا تو لوگوں کو راہ راست پر رکھے گا۔ مگر اس کے مزاج میں مزاح ہے اور خلافت کی بڑی تمنا ہے اور جو شخص خلافت کا خواہش مند ہو وہ اس کے لائق نہیں ہے۔

عبداللہ نے کہا عثمان کے حق میں کیا رائے ہے کہا وہ اس کام کے لائق ہے مگر میں ڈرتا ہوں کہ اگر یہ کام اس کے ہاتھوں میں جا پڑا تو آل ابی معیط کو مسلمانوں پر مسلط کرے وہ تمہارے ساتھ اور تم ان کے ساتھ جو جو کچھ نہ ہونا چاہئے کرو گے۔

عبداللہ نے کہا اور طلحہ کے حق میں کیا کہتے ہو۔ کہا اے عبداللہ خدا نہ کرے یہ کام اس کے تصرف میں آئے۔ وہ بڑا سخت مغرور اور خود بیں شخص ہے۔ پھر پوچھا زبیر بن عوام کو کیسا سمجھتے ہو، جواب دیا کہ وہ بڑا بہادر اور تجربہ کار سوار ہے۔ مگر بہت ہی بخیل اور ممسک ہے۔ صبح سے رات تک بقیع میں کھڑا رہے اور شرم نہ آئے۔ اور ایک صاع گندم یا جو کے واسطے لوگوں سے دشمنی خرید لے اور سختیوں سے پیش آئے اس کام کے لئے ایسا آدمی ہونا چاہئے۔ جو جوانمرد ہو بخشش کے وقت سخی اور ضرورت کے وقت محفوظ رکھنے والا اور بخشش میں فضول خرچ نہ ہو۔ اور بخل میں حد سے تجاوز نہ کرے بلکہ دونوں حالتوں کے بین بین رہے۔

پھر عبداللہ بن عباس نے پوچھا کہ سعد بن وقاص کیسا ہے۔ فرمایا وہ بہادر اور معرکہ آرا شخص ہے۔ سپہداری کی خوب لیاقت رکھتا ہے۔ مگر اس کام کے لائق نہیں۔

عبداللہ نے پوچھا عبدالرحمٰن بن عوف کے متعلق کیا خیال ہے۔ کہا وہ نیک مرد نیک سیرت مسلمان مگر بہت ضعیف و نحیف ہے۔ خلافت بے غرور طاقتور، بغیر ضعف، دھیمے مزاج، بغیر بخل، حفاظت کنندہ اور شریف و سخی کا کام ہے۔ اے بھائی اگر معاذ بن جبل زندہ ہوتا تو اس سے زیادہ اور کوئی سزاوار نہ تھا۔ میں نے حضرت رسالت پناہؐ سے سن رکھا ہے کہ معاذ بن جبل ایسا امین شخص ہے کہ بروز قیامت اس کے اور خدا تعالیٰ کے درمیان کوئی شخص سوائے پیغمبروں کے واسطہ نہ ہو گا۔ اور اگر سالم مولیٰ بن حذیفہ زندہ ہوتا تو وہ بھی اس کام کے لئے خوب تھا۔ یہ خدمت اسی کے حوالہ کر دیتا کیونکہ حضرت رسول خدا اس کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ ہر ایک امت کا امین ہے اور اس امت کا امین ابو عبیدہ ہے۔

خلیفہ ان باتوں کے بعد اپنے مکان میں چلے گئے اور اصحاب رسول میں سے مشہور و معروف اشخاص کو بلایا۔ جب سب جمع ہو گئے تو اپنے پاس بلا کر ایک شخص کو قوم ترسا کے پیشوا جاثلیق کو بلانے کے لئے بھیجا۔ جب وہ آیا تو کہا اے جاثلیق تو سب ترسا لوگوں میں عقل مند ہے۔ اور انجیل تجھے یاد ہے۔ میں تجھ سے ایک امر دریافت کرنا چاہتا ہوں سچ سچ بیان کرنا۔

جاثلیق نے کہا اے خلیفہ جو کچھ مجھے معلوم ہو گا تجھ سے سچ سچ بیان کروں گا۔ عمر نے کہا ہمارے پیغمبرؐ کی تعریف تو نے انجیل میں دیکھی ہے یا نہیں۔ جاثلیق نے کہا انجیل میں تمہارے پیغمبرؐ کا نام فار قلیط ہے۔ فار قلیط کے معنی حق اور باطل

کو جدا کرنے والا۔ یہ سن کر خلیفہ اور جملہ اصحاب و اکابر نے خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی کہ ہمیں ایسے پیغمبرؐ کی امت بنایا۔

پھر پوچھا اے جاثلیق انجیل میں اس پیغمبرؐ کے دوستوں کا حال بھی جو ان کے بعد ہوں گے کچھ تحریر ہے یا نہیں۔ اس نے کہا مذکور ہے کہ فارقلیط کی وفات کے بعد اس کی جگہ ایک ایسا شخص بیٹھے گا جس سے بڑے بڑے نیک کام صادر ہوں گے۔ عمر نے کہا ابوبکر پر اللہ کی رحمت ہو۔ وہ ایسا ہی تھا۔ اے جاثلیق پھر کون ہو گا؟ اس نے کہا لکھا ہے کہ اس کی جگہ دوسرا شخص ہو گا جو آہنی جوان یعنی دین کے کام میں بڑا مضبوط اور قوی ہو گا۔

پوچھا پھر کون ہے؟ کہا اس کے بعد وہ شخص ہو گا جو اپنے عزیزوں قریبوں کو دوسرے لوگوں پر ترجیح دے گا۔ عمر نے یہ بات سن کر عثمان کی طرف نگاہ کی اور کہا اے جاثلیق پھر کیا ہو گا اس نے کہا ایک شمشیر برہنہ ہو گی جس سے بے شمار خونریزی ہو گی۔ عمر نے یہ سنتے ہی ہاتھ پر ہاتھ مارا اور عثمان کی طرف مخاطب ہو کر کہا امر خلافت تجھے ملے گا تو خدا سے ڈرنا اور آل ابی معیط کو لوگوں پر حاکم نہ کرنا۔

پھر علی علیہ السلام کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے ابو الحسنؑ جب خلافت آپ کو ملے گی تو بڑے فساد اٹھیں گے۔ یہ کہہ کر لوگوں کو رخصت کر دیا۔ اس روز جمعہ تھا اس کے دو تین دن بعد ابو لولو نے بدھ کے دن صبح کے وقت دو دھار خنجر لیا اور بحالت تفکر کوئی چیز سر پر لپیٹ کر کہ کوئی پہچان نہ سکے مسجد میں آیا اور ایک کونے میں بیٹھ رہا۔ اتنے میں خلیفہ مسجد میں آئے اور لوگ بھی جمع ہو گئے۔ داخل محراب ہو کر آپ نے پیش نمازی کی۔ ابو لولو پہلی صف میں کھڑا ہو گیا۔ خلیفہ نے تکبیر کہہ کر نیت باندھی۔ اس وقت ابو لولو نے بڑھ کر دو زخم لگائے۔ ایک پہلو میں دوسرا زیر ناف اور ایک زیر ساق پھر صفوں کو چیرتا ہوا بھاگا اور مسجد سے نکل گیا۔ خلیفہ ان زخموں سے نہایت ناتواں اور بے حال ہو گئے۔ عبد الرحمٰن بن عوف کو حکم دیا کہ پیش نماز کر کے نماز ختم کرائے۔ اس نے آگے بڑھ کر پہلی رکعت میں قل یا ایہا الکفرون اور دوسری رکعت میں بعد حمد قل ھو اللہ پڑھی اور سلام بھیجا پھر تو لوگ دوڑ پڑے اور ابو لولو کا پیچھا کرتے ہوئے آواز دیتے جاتے تھے کہ خلیفہ کا قاتل ہے پکڑو۔ ایک شخص نے اس کے پاس پہنچ کر پکڑنا چاہا اس نے خنجر مارا اس طرح تیرہ مسلمانوں کو زخمی کیا جن میں سے چھ آدمی مر گئے۔

آخر کار ایک شخص نے دوڑ کر اس کے سر پر کمبل ڈال دیا اور گرفتار کر لیا۔ ابو لولو نے جب دیکھا کہ پکڑا گیا چھری مار کر اپنا کام تمام کر لیا اور آدمی امیر المومنین کو تھام کر گھر میں لائے۔ حالت نہایت غیر تھی۔ لوگ آتے تھے احوال پوچھتے تھے اور زار و قطار روتے تھے۔ جب ہوش آیا کہا مجھے ابو لولو نے خنجر مارا ہے یا کسی اور نے۔ لوگوں نے کہا ابو لولو نے۔ آپ نے کہا شکر خدا کہ میری ہلاکت ایک مسلمان کے غلام کے ہاتھوں سے وقوع میں آئی ہے قیامت کے دن اپنے واسطے جھگڑ سکتا ہوں اتنا کہنے کے بعد غشی طاری ہو گئی۔ نماز ظہر کے واسطے حرکت دے کر پکارا کہ نماز قضا ہوتی ہے۔ تو ہوشیار ہو کر کہا ہاں نماز پڑھنی چاہیے۔ جو شخص نماز نہیں پڑھتا وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس کے بعد جس طرح ہو سکا نماز پڑھی۔ لوگوں نے ایک طبیب کو بلایا اس نے امتحان کے طور پر مشروب پلایا وہ مشروب زخموں کی راہ سے نکل آیا۔ طبیب نے کہا خلیفہ وصیت کرو کیونکہ موقع نازک ہے۔ اور یہ زخم مندمل نہ ہو گا۔ آپ نے کہا طبیب سچ کہتا ہے۔

اس کے بعد پر درد دل سے ایک ٹھنڈی آہ بھری۔ عبد اللہ ابن عباس نے کہا خدا تجھے نہ رلائے اور بہشت کرامت فرمائے خدا کی قسم تمہارے اسلام سے اسلام کو عزت حاصل تھی۔ اور تمہارا ہجرت کرنا بہت بڑی فتح مندی تھی۔ اور تمہاری خلافت میں رحمت شامل تھی۔ تم اس وقت مسلمان ہوئے جبکہ لوگوں نے اسے چھوڑ رکھا تھا اور تم اس گروہ میں سے ہو

جس کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے:
لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ یعنی اور تم اس جماعت میں ہو جس کی نسبت خدا فرماتا ہے:
للفقراء للمہاجرین الذین اخرجوا من دیارھم و اموالھم یبتغون من فضلا" من اللہ رضوانا اور تم نے خدمت رسول میں ایسے آداب کو اختیار کیا کہ بہشت کی خوش خبری گئی نہ ایک بار بلکہ کئی دفعہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے زبان مبارک سے تمہارے حق میں اس خوشخبری کو بیان فرمایا ہے۔ اور جبکہ کہ آنحضرت صلعم دار السلام کو تشریف لے گئے تم سے راضی تھے۔ بعد وفات آنحضرتؐ تم نے جناب رسول خداؐ کے خلیفہ کی مدد اور اعانت کی ہے۔ اور ظاہر و باطن میں کمال سعی کرتے رہے ہو۔ یہاں تک کہ وہ بزرگوار بھی دنیا سے چلا گیا اور تم اسے رضامند ہو گیا اب کہ خلافت کا کام آپ کے حوالہ ہوا تو ایسے طور سے انجام دیا کہ تمہارے سوائے اور کوئی نہیں کر سکتا اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے سے اسلام کو عزیز کیا اور دشمنان دین کو ذلیل، تم نے بہت سے شہر اور ممالک فتح کئے بت کدوں کو خراب اور مسجدوں کو آباد کیا اچھے اچھے قانون جاری کئے۔ رعیت کے ساتھ صاحب عدل و انصاف اور عبادت گزار رہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو ان سب حسنات کی جزائے خیر کرامت فرمائے۔

خلیفہ نے کہا اے عبداللہ تو نے جس قدر میری خدمت گزاریاں گنوائی ہیں کیا بروز قیامت ان کی گواہی دے سکتا ہے۔ اس نے جواب دیا ہاں۔ عمر نے رو کر کہا اگر میرے قبضے میں تمام دنیا بھی ہوتی تو میں جان دینے کے خوف و وحشت پر سے قربان کر دیتا۔ کاش کہ اب دنیا سے جاتا ہوں مجھ سے مواخذہ نہ کرتے نہ مجھے کچھ دیتے نہ مجھ سے حساب لیتے۔ پھر لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے بھائیو جب میں دنیا سے انتقال کر جاؤں تو تین دن تک طلحہ بن عبداللہ کے آ جانے کا انتظار کرنا اس کے بعد ان چھ آدمیوں میں سے جن کی نسبت میں نے وصیت کی ہے کسی ایک شخص کو جسے تم اس کام کے لائق سمجھو اپنا امیر بنا لینا کیونکہ میں نے خلافت ان چھ شخصوں کے حوالے کر دی ہے اور جب اس بات میں مشورہ کرو تو میرے بیٹے عبداللہ کو بلا لینا مگر اس شرط کے ساتھ کہ اس کو خلافت سے الگ رکھو جب تک کہ امر خلافت قرار پائے صہیب خدمت پیش نمازی بجا لائے گا اور جب کسی کو خلیفہ بنا لو اور کوئی شخص اسے نہ مانے تو اسے قتل کر دینا۔ آگاہ ہو کہ جو شخص خلیفہ بنے اسے میری وصیت ہے کہ انصار اور مہاجرین کی رعایت کرے ان کی فضیلت اور ان کے حقوق کو پہچانتا رہے۔ ان کے افعال نیک کا بدلہ نیک دے اور ان کی بد کرداریوں کو معاف کرتا رہے۔ رعیت کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھے۔ کیونکہ وہ خراج دینے والا اور خدمت گزار گروہ ہے جب دشمنوں کے ممالک سے لوٹ کا مال آئے تو بحصہ مساوی تقسیم کرتا رہے۔ اہل ذمہ لوگوں کی خاطرداری کو واجب سمجھے ان پر ظلم و ستم نہ کرے نہ ان کے مقدور سے زیادہ خدمت لے۔ اور جو کچھ ان سے عہد و پیمان لے چکا ہے اسے ایفا کرتا رہے کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ مقبول کی حفاظت میں آئے ہوئے ہیں۔ اہل عرب کو اس وجہ سے کہ وہ اسلام کے سرگروہ ہیں عزیز رکھے جو صدقات ان پر عائد ہوں بہ سہولت وصول کرے ظلم و زیادتی سے پیش نہ آئے فقراء اور مساکین کے حقوق ان کو پہنچاتا رہے۔

وفات عمر بن الخطاب

پھر اپنے بیٹے عبداللہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا میرا سر تکیہ پر سے اٹھا اور زمین پر رکھ دے۔ کہ خدا مجھ پر رحم فرمائے۔ پھر کہا عائشہ کے پاس جا اور اجازت طلب کر کے کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور خلیفہ ابوبکر کے پہلو میں دفن

ہونے کی جگہ مل جائے اگر اجازت مل جائے تو مجھے وہاں دفن کر دینا مسلمانوں کے قبرستان میں گاڑ دینا۔ عبداللہ نے خدمت عائشہ میں پہنچ کر اس بات کی اجازت طلب کی۔ عائشہ نے کہا امیر المومنین سے میرا سلام کہنا اور کہنا کہ رسول اللہ کے روضہ مبارک میں جو تھوڑی سی جگہ میرے ابوبکر کے پہلو میں ہے وہ میں نے اپنے لئے رکھ چھوڑی تھی مگر اب آپ کو دے دی۔ آپ اس امر سے مطمئن رہیں۔ عبداللہ نے واپس آکر عائشہ کا پیغام سنایا تو خلیفہ بہت خوش ہوا۔ اور بدھ کے دن بوقت نماز مغرب یعنی جمعرات کی رات کو بتاریخ ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ وفات پائی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ خلیفہ کی عمر ۶۳ برس کی تھی۔ امیر المومنین علی نے افلح سے کہا کہ غسل میت دے اس نے غسل و حنوط دے کر تختہ پر رکھ دیا۔ اور لوگوں سے کہا کہ خلیفہ عمر بن الخطاب نے دنیا سے کوچ کیا اور حق سبحانہ تعالیٰ کی رحمت سے جا ملا۔ محمد صلعم کی امت کا رکن عظیم تھا۔ حق و باطل کو علیحدہ علیحدہ رکھتا تھا۔ خدا تعالیٰ کے راستے میں کبھی لوگوں کو جائے اعتراض نہ ہوئی تھی۔ ایمان والوں پر نہایت مہربان تھا۔ تمام مسلمانوں سے محبت رکھتا تھا۔ کفار پر سختی کرتا تھا۔ فقیروں، یتیموں، بیوہ عورتوں کو پناہ دیتا اپنی اشتہا سے روٹی بچا کر بھوکوں کو کھلاتا، ننگوں کو کپڑا پہناتا تھا۔ دنیا میں زاہد اور آخرت کا طالب تھا۔ خدا تعالیٰ کے امر و نہی سے ذرا نہ بھٹکتا تھا۔ جو کہتا وہی ہوتا گویا خدا نے کوئی فرشتہ اس کے پاس بھیج رکھا تھا۔ کہ اس کے گفتار و کردار کو راہ راست پر رکھے اس پر خدا کی رحمت نازل ہو۔ پھر صہیب بن سنان کی طرف رخ کر کے بولا آگے بڑھ اور نماز جنازہ پڑھ کیونکہ تجھ ہی کو نماز جنازہ پڑھنے کی وصیت کی تھی۔ اس نے نماز پڑھی پھر میت کو تابوت میں رکھ کر روضۂ جناب رسول خدا میں لائے۔ اس وقت تمام اہل مدینہ رو رہے تھے۔ ہر طرف سے گریہ و بکا کی آوازیں بلند تھیں۔ غرضیکہ میت ابوبکر کے پہلو میں دفن کی جگہ تنگ تھی چنانچہ خلیفہ ابوبکر کے پاؤں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دوش مبارک کے متصل اور خلیفہ عمر کا سر ابوبکر کے شانوں کے قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت بھیجے اور خدا اسے خیر دے۔

خلافت عثمان بن عفان

خلیفہ عمر کی وفات کو تین دن گزر گئے تو لوگوں نے فاطمہ خواہر اشعث بن قیس کے مکان میں جمع ہو کر خلافت کے لئے مشورہ کیا۔ باہم بہت سی صلاحیں ہوتی رہیں۔ اور بڑا غل و شور مچایا۔ اس امر میں سب سے پہلے عبدالرحمٰن بن عوف نے تقریر کی۔ اے مہاجر و انصار میں دیکھتا ہوں کہ تم خلافت کے لئے تکرار اور مخالفت کر رہے ہو۔ ہر شخص غرض مندی کی باتیں کرتا ہے اس لئے کوئی رائے قائم نہیں ہو سکتی۔ خدا سے ڈرو مخالفت جانے دو۔ تمہاری آپس کی مخالفت سے امت کو نقصان پہنچتا ہے۔ الحمد للہ کہ تم سب پیشوا اور عالم دین ہو اور تمہاری تقلید جائز اور تم سے ہر کام میں مشورہ لینا درست ہے۔ مبادا اس خلافت کے سبب تم میں مخالف پھیل جائے اور دشمن واقف ہو کر تلواریں سنبھال لیں۔ اور ماضی کی کینہ پروری اختیار کریں۔ ہر کام کا ایک وقت ہے اور ہر قوم کا ایک سردار۔ مناسب ہے اپنے میں سے ایک ایسے شخص کو سردار بنا لو اور تمام امور کا انتظام اس کے ذمے ڈال دو۔ ذاتی ہوا و ہوس سے بچو۔ دشمنوں کی خواہش کو پورا نہ کرو اور رہنماؤں کے اقوال سے پشت نہ پھیرو۔ بدخواہوں اور خود غرض لوگوں کی بات نہ مانو کہ ہمارا مطلب حاصل ہو جائے اور دشمن ہمیں نظر حقارت سے نہ دیکھ سکیں۔

اس کے بعد سعد بن ابی وقاص نے تقریر شروع کی۔ اے عزیزو اور بھائیو آگاہ ہو کہ جھوٹی باتوں اور شیطانی غروروں سے

بچو۔ شیطان نے تم سے پہلے بہت سے لوگوں کو مبتلائے غرور اور گمراہ کرکے اس درجہ سرکش و بد راہ کر دیا ہے کہ انہوں نے کتاب خدا کو پست پشت ڈال دیا اور تمام اوامر و نواہی کو فراموش کرکے طاعت کے عوض گناہوں کو اختیار کر لیا ہے۔ یہاں تک کہ غفلت اور عصیان میں مبتلا ہوئے کہ حق تعالیٰ نے ناراض ہو کر ان کی صورتیں مسخ کر دیں سور اور بندر بنا دیئے۔ اب تم ایک رائے پر متفق ہو جاؤ اور یہ کام کسی ایسے شخص کے حوالہ کرو جس میں اس کے انجام دینے کی قابلیت و صلاحیت موجود ہو اور اسلام کے واسطے کوشش بلیغ عمل میں لاؤ۔

اس کے بعد حضرت علی ابن ابی طالب نے فرمایا کہ اے عزیزو تمہیں معلوم ہے کہ ہم اہل بیت نبوت ہیں اور ہر ایک بلا و مصیبت سے امت کے بچاؤ کا ذریعہ ہیں۔ اگر تم ہمارا حق ہمیں پہنچاؤ گے تو حق اپنے مرکز پر پہنچ جائے گا۔ اور اگر ہمارا حق ہمیں نہ دو گے تو ہم اپنے اونٹوں پر سوار ہو کر جہاں مناسب سمجھیں گے چلے جائیں گے۔ اگرچہ کتنا ہی زمانہ گزرے ہمیں پرواہ نہیں جب ہمارا وقت آ پہنچے گا چلے آئیں گے۔ خدائے جلیل کی قسم اگر محمد رسول صلعم ہم سے عہد نہ لیتے اور ہم کو اس امر کی اطلاع نہ کر چکے ہوتے تو میں اپنا حق کبھی نہ چھوڑتا اور کسی کو اپنا حق نہ لینے دیتا حق کے حاصل کرنے کے لئے اس قدر کوشش بلیغ کرتا کہ حصول میں مطلب سے پہلے معرض ہلاکت میں پڑ جانے کا بھی کچھ خیال نہ کرتا۔ اس کے علاوہ میں تمہیں میں سے ایک شخص ہوں اور تم سے پہلے میں نے دین اسلام اختیار کیا ہے۔ میری بات سنو جو کچھ تم کرو گے مجھے قبول ہے۔ میں تمہارے ساتھ مدد دوں گا لیکن تمہیں ٹھیک ٹھیک کرنا چاہیئے۔ خود غرضیوں کو جانے دو وہ کام لازم ہے۔ جس سے خدا اور رسول خوش ہیں۔ عبدالرحمٰن بن عوف علی علیہ السلام کی تقریر میں اپنا مطلب نکلتا دیکھ کر خوش ہوا۔ اور کہا اے ابو الحسن اگر عنان خلافت آپ کو مل جائے تو کس طرح پیش آؤ گے۔ اور امت رسول سے کیسا برتاؤ رکھو گے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا طریق عدل و انصاف جاری اور ہمیشہ امت میں مساوات قائم رکھوں گا۔ عبدالرحمٰن نے پوچھا اگر یہ کام آپ سے نکل کر کسی دوسرے شخص کے سپرد ہو تو کیا کرو گے۔ آپ نے فرمایا صبر کروں گا اور مسلمانوں کے اس مشورہ پر رضامند ہوں گا۔

عبدالرحمٰن نے آپ کو دعائے خیر دے کر عثمان سے پوچھا اگر تم کو خلافت ملے تو کس طریق سے انجام دو گے اور کیسا سلوک کرو گے؟ عثمان نے کہا جیسی خدا توفیق دے گا اس سے بڑھ کر عمل درآمد رکھوں گا اور کوئی تقصیر نہ کروں گا۔ عبدالرحمٰن نے کہا خصلت عمر پر چلو گے یا نہیں عثمان نے جواب دیا کہ خصلت عمر پر کون چل سکتا ہے لیکن میں اپنی سعی اور کوشش میں دریغ نہ کروں گا۔ اور جہاں تک ہو سکے گا حسن سیرت' انصاف پروری اور مساوات امت میں سعی کرتا رہوں گا۔ اب عبدالرحمٰن اٹھ کھڑا ہوا اور مناجات کے لئے ہاتھ بلند کئے: اے خدا جس امر میں محمد مصطفیٰؐ کی امت کی بہبودی اور برتری ہو اسے ظاہر فرما اور ہمیں توفیق دے کہ اس کام کو اچھی طرح سے انجام دیں۔ یہی دعا تین مرتبہ مانگ کر لوگوں سے کہا کہ اے مسلمانوں میں نے تمام قوم کو آزما دیکھا اور ظاہر و باطن میں ان کا حال معلوم کر لیا ہے۔ سب آدمی عثمان بن عفان کی خلافت پر رضامند ہیں۔ سب یہی بات چاہتے ہیں اور سب کے سب متفق اللفظ ہیں۔ اسی وجہ سے میں بھی شیخ الاسلام عمیدہ بن آمیہ یعنی عثمان بن عفان کی خلافت پر رضامند ہو کر بیعت کرتا ہوں۔ پھر عثمان سے کہا اے ابو عمر ہاتھ بڑھا۔ عثمان نے آگے ہاتھ بڑھایا اور عبدالرحمٰن نے ہاتھ پکڑ کر بیعت کر لی۔ پھر تو تمام اکابر و صحابہ نے عثمان سے بیعت کر لی پھر عوام اور خواص نے بھی بیعت کر لی اس طرح سے عنان خلافت عثمان کے ہاتھ میں آ گئی اور سب نے آپ کی خلافت پر رضامندی ظاہر کر دی لیکن بنی ہاشم کے بزرگوار اشخاص کی جماعت باز رہی۔ جب سب آدمی چلے گئے عبداللہ بن عباس نے امیر المومنین علی علیہ السلام سے کہا اے ابو الحسن لوگوں نے آپ کو دھوکا دے کر خلافت عثمان کے

سپرد کردی۔ آپ نے فرمایا انہوں نے مجھے دھوکہ نہیں دیا بلکہ میں جانتا تھا کہ سب اسی سے رضامند ہیں۔ اور مسلمانوں کی مخالفت مجھے منظور نہ تھی۔ کیونکہ امت رسول میں فساد پڑ جاتا۔ بیعت کے دوسرے دن طلحہ بن عبداللہ سفر سے واپس آیا۔ آدمیوں نے رسم پیشوائی ادا کر کے خلیفہ عمر کی وفات سے مطلع کیا۔ بہت رویا کلمہ انا للہ و انا الیہ راجعون کہہ کر پوچھا امر خلافت کی بابت تم نے کیا سوچا ہے۔ لوگوں نے کہا جیسا امیرالمومنین عمر نے فرما دیا تھا تین روز تک تیرے آنے کا انتظار کیا گیا۔ تیرے آنے میں تاخیر ہوئی لوگوں نے متفق ہو کر عثمان بن عفان سے بیعت کر لی اور خلافت اسے مل گئی۔ اگر تو راضی نہ ہو تو از سر نو تیرے سامنے رائیں جمع کریں تاکہ تیری رضامندی بھی حاصل ہو جائے۔ طلحہ نے کہا معاذ اللہ میں نہیں چاہتا کہ جس کام کو مسلمانوں نے متفق ہو کر کر لیا ہے اسے درہم و برہم کروں اور اہل اسلام سے مخالفت اختیار کروں۔

عثمان اس خدمت کے لائق ہے اور اس سے بڑھ کر اور کوئی شخص نہیں ہے۔ غرضیکہ عثمان کی خلافت قائم ہو گئی اور ۲۴ھ سے عثمان نے نظم و نسق ممالک شروع کیا۔ سب سے پہلے ابو موسیٰ اشعری کو جسے عمر نے بصرہ کا حاکم مقرر کر رکھا تھا معزول کیا اور اس کی جگہ عبداللہ ابن عامر کریز کو مامور کیا یہ شخص عثمان بن عفان کی خالہ کا بیٹا تھا اور عثمان کی ماں کریز بن ربیعہ کی بیٹی تھی۔ جب عبداللہ ابن عامر بصرہ میں داخل ہوا اس کی عمر ۲۵ برس کی تھی۔ اہل بصرہ استقبال کر کے مراسم آداب بجا لائے اور خوب تعریفیں کیں۔ کہ تو ایسا امیر ہے جو عقل کامل، علم وافر، صفائی خاطر، تیز فہمی اور درشتی کے ساتھ نرمی اور نرمی کے ساتھ سختی، معافی کے ساتھ سچائی اور دولت مندی کے ساتھ تواضع، تیز بینی کے ساتھ معرفت اور خصلتوں کے ساتھ صبر و یقین کا مجموعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ تیری عمر دراز کرے۔ اور تیری نیکیاں جملہ مسلمانوں کے شامل حال ہوں۔ تو ہمیشہ اپنے پسندیدہ دین اسلام پر قائم رہے اور بہشت میں جگہ پائے۔

عبداللہ کو بصرہ میں آئے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ فارس میں ابتری نمایاں ہوئی۔ عثمان کو بھی خبر ملی کہ ہامک بن شاہک نے تیس ہزار کی جمعیت سے فارس میں سر اٹھا کر تمام علاقے جو مسلمانوں کے قبضے میں آ چکے تھے چھین لئے ہیں۔ عثمان نے عبداللہ بن عامر کو خط لکھا کہ فارس میں پہنچ کر ہامک کی آتش فساد کو بجھائے اور تمام علاقہ کو از سر نو قبضے میں لا کر مستحکم کرے۔ پھر خراسان پر چڑھائی کر کے وہاں کے شہروں پر قبضہ جمائے۔ عبداللہ نے امیرالمومنین عثمان کا خط پہنچتے ہی اہل بصرہ کو جمع کیا۔ خلیفہ کا خط پڑھ کر جنگ و جہاد کی رغبت دلائی سب نے راضی ہو کر تیاریاں شروع کیں۔

فتح خراسان و نیشاپور

الغرض عبداللہ نے لشکر جرار کے ساتھ بصرہ سے نکل کر جانب فارس کوچ کیا۔ قریب پہنچنے پر ہامک نے بھی اطلاع پا کر لشکر فراہم کیا۔ صحرائے اصطخر میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ صبح سے نماز ظہر کے وقت تک جنگ ہوتی رہی۔ انجام کار ہامک مسلمانوں کی حرب و ضرب دیکھ کر گھبرا گیا اور راہ فرار اختیار کی۔ اسلامی لشکر نے پیچھا کر کے خوب ہی قتل و قمع کیا، فوج کفار کا بہت سا حصہ قتل ہو گیا اور بقیۃ السیف نے اصطخر میں گھس کر پناہ لی۔ مسلمانوں کے ایک دستہ نے ہامک کا تعاقب کیا اور یزید بن حکم الازدی نے اسے جا لیا۔ جونہی چاہا کہ اس پر تلوار کا ہاتھ چھوڑے ہامک نے سر پر سے تاج اتار اس کی طرف پھینک دیا۔ یزید تاج اٹھا کر اپنے لشکر کی طرف پلٹ آیا اور تمام کیفیت بیان کی۔ عبداللہ ابن عامر نے اصطخر کے محاذ میں حملہ کیا اور محاصرہ کر کے ہر روز حملہ کرتا رہا۔ سخت معرکہ آرائیاں ظہور میں آئیں۔ آخر کار اصطخر قہر و غلبہ سے فتح

ہو گیا۔ مسلمان شہر میں گھس گئے۔ وہاں جس قدر جنگی آدمی تھے چن کر قتل کئے گئے اور بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا۔ ہامک نے عبداللہ کے پاس قاصد بھیج کر امان چاہی اس نے اس شرط سے پناہ دی کہ اصطخر میں آ کر رہے اور جزیہ دیا کرے۔ ہامک نے سب باتیں مان لیں اور عبداللہ کے پاس چلا آیا۔ عبداللہ نے دل جوئی کی اور حسب قرار داد اصطخر میں جگہ دی۔ اس کے بعد عبداللہ نے خراسان پر چڑھائی کی اس کی سرحد پر پہنچتے ہی مجاشع بن مسعود کو بلا کر کرمان کا حاکم مقرر کر دیا۔ ایک ہزار کی جمعیت دے کر جانب کرمان روانہ کر دیا۔ خود خراسان کا رخ کیا اور مقدمہ لشکر احنف بن قیس تمیمی کو سردار بنایا۔ جب نیشاپور کے علاقہ میں پہنچے تو وہاں کا بادشاہ اسراز نام نے مقابلہ کیا۔ عبداللہ نے دیہات کو غارت کر کے اہل شہر سے جنگ کی اور جو ہاتھ آیا قتل کر دیا۔ مگر اہل نیشاپور کے ساتھ جنگ بہت طول پکڑ گئی۔ اسی اثناء میں طوس کے حاکم کناویک نام نے خط لکھ کر عبداللہ سے امان طلب کی۔ اور یہ وعدہ کیا کہ میں آپ کی خدمت میں پہنچ کر نیشاپور کے فتح کرنے میں مدد دوں گا۔ عبداللہ نے اس امر کو منظور کر لیا۔ کناویک جریر سپاہ لے کر عبداللہ سے آملا۔ عبداللہ نے بڑی خاطر داری کی۔ اسے اور اس کی فوج کے سرداروں کو گرانبہا خلعت بخشے۔ پھر معرکہ نیشاپور کی طرف متوجہ ہو کر سخت کوششیں کیں۔ بڑے بڑے معرکے ظہور میں آئے۔ پھر تو عبداللہ نے قسم کھائی کہ میں دروازۂ نیشاپور سے نہ ہٹوں گا تاوقتیکہ اس شہر کو فتح نہ کر لوں گا یا مر جاؤں گا یا شہر کے اندر داخل ہوں گا۔

نیشاپور کے بادشاہ اسوار کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو بہت خوفزدہ ہوا۔ اور قاصد بھیج کر اس شرط پر صلح چاہی کہ مجھے امان دی جائے تو شہر کے تمام دروازے کھول دوں اور عبداللہ جس دروازے سے چاہے آ جائے۔ عبداللہ نے یہ شرط منظور کر کے پناہ دی اور طرفین سے جملہ شرائط طے کر کے اور عہد و قسم سے مضبوط ہو کر صلح ہو گئی۔ دوسرے دن صبح کے نکلتے ہی اسوار نے شہر کے دروازے کھول دیئے۔ عبداللہ مع لشکر اسلام شہر میں داخل ہوا۔ زور سے تکبیر کہہ قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ صبح سے نماز مغرب تک لوٹ مار اور قتل و غارت گری جاری رہی۔ اور اب کناویک حاکم طوس نے عبداللہ سے کہا اے امیر فتح اور غلبہ پانے کے بعد عفو و درگزر سے کام لینا زیادہ بہتر ہے۔ عبداللہ نے اس کی سفارش کو منظور فرما کر اہل شہر کو امان دی اور اپنی فوج میں منادی کرا دی۔ فوج نے لوٹ مار سے ہاتھ روک لیا اور امن قائم ہو گیا۔

اس کے بعد عبداللہ نے نیشاپور کی حکومت کناویک کے حوالے کر کے اس شہر پر قبضہ دے دیا۔ مرو کے باشندوں نے جب یہ خبر سنی کہ طوس اور نیشاپور کو بن عامر نے فتح کر لیا اور تمام علاقہ مسلمانوں کے زیر تصرف آ گیا اور جنگ و جدل و غارت گری کا مفصل حال معلوم ہوا تو ڈر گئے اور قاصد بھیج کر اس شرط پر صلح کر لینی چاہی کہ ہر سال میں ایک لاکھ درہم نقد جزیہ دیں گے۔ عبداللہ نے منظور کر لیا اور بن عوف حنفی کو مرو کا امیر مقرر کر کے بھیج دیا۔ جس نے وہاں پہنچ کر جملہ شرائط طے کر کے باشندگان مرو سے صلح کی تکمیل کی۔ اس کے بعد ہرات کا بادشاہ کشمرد نام نے عبداللہ کے پاس حاضر ہو کر درخواست صلح کی۔ اور چاہا کہ ہرات اور قوشنج میرے قبضے میں رہنے دے میں ایک ہزار درہم سالانہ دیتا رہوں گا۔ عبداللہ بن عامر نے رضامند ہو کر اسے فرمان لکھ دیا اور جانب ہرات واپس کر دیا۔ پھر سرخس کا سردار ماہویہ حاضر خدمت ہوا اور امان چاہی کہ سرخس اور اس کے قلعے میرے قبضے میں چھوڑ دیئے جائیں تو میں ایک لاکھ درہم اور ہزار ہزار کر گیہوں اور جو سالانہ ادا کرتا رہوں گا۔

عبداللہ نے یہ سب شرائط منظور کر کے اسے پناہ دی اور جانب سرخس روانہ کر دیا۔ پھر نساء اور ابیورد کا امیر حاضر ہوا۔ جس نے ہر سال تین لاکھ درہم اور ایک ہزار کر گیہوں اور جو دینا کر کے پناہ مانگی۔ عبداللہ نے اس کی درخواست بھی منظور کر کے فرمان لکھ دیا اور کہا اپنے مقام کو چلا جا۔ پھر فاریاب اور طالقان کا بادشاہ آیا اور اس شرط پر صلح چاہی کہ میں ہر سال

دو لاکھ درہم اور پانچ سو کر گندم اور جو دیتا رہوں گا۔ عبداللہ نے اسے بھی فرمان لکھ دیا۔ اور اسے اپنے علاقہ پر برقرار رہنے دیا۔

اس کے بعد ہر سمت کے والیان اور امیر آنے شروع ہو گئے۔ ہر ایک پناہ کا خواستگار تھا۔ اور عبداللہ بن عامر ایک ایک کو عہدنامہ لکھ لکھ کر دیتا اور انہیں ان کے علاقے پر برقرار کرتا رہا۔ اس کے بعد عبداللہ بن عامر نے اپنے چچا زاد بھائی عبدالرحمٰن بن سمرت بن جندب بن عبدالشمس بن عبد مناف کو طلب کیا اور مسلح لشکر دے کر بجستان کی طرف روانہ کیا۔ جب وہ شہر کے متصل پہنچا تو بجستانیوں نے مقابلہ کیا۔ کئی معرکے پیش آئے آخر بزور شمشیر ہو کر اس شہر کو مسلمانوں نے فتح کیا اور داخل شہر ہو کر خوب ہی قتل و قمع اور دارو گیر کی۔ بیشمار مال غنیمت اور قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ پھر عبدالرحمٰن نے تسخیر کابل کا قصد کیا۔ فوج سے مشورہ لے کر اس طرف روانہ ہوا اور کابل کے متصل پہنچ کر قیام کیا۔ بادشاہ کابل نے جو عروج مشہور تھا مسلمانوں کا مقابلہ کر کے جنگ کی۔ پھر مقابلہ سے پسپا ہو کر قلعہ بند ہو بیٹھا۔ عبدالرحمٰن نے ہر طرف سے محاصرہ کر لیا۔ اور کبھی کبھی طرفین سے مقابلہ بھی آ پڑتا اسی طرح سے ایک سال گزر گیا اور اس شہر کی تسخیر میں مسلمانوں کو سخت تکالیف اٹھانی پڑیں۔ انجام کار اسے بھی فتح کر لیا۔ مسلمانوں نے داخل شہر ہو کر کابل کے بادشاہ کو بھی جو وہاں کا فرمانروا تھا گرفتار کر لیا۔ جس وقت عبدالرحمٰن کے سامنے لایا گیا حکم دیا کہ قتل کر ڈالیں مگر اس نے کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام قبول کر لیا۔ جس کے سبب عبدالرحمٰن محبت سے پیش آیا۔ اس کے بعد مال غنیمت اور قیدیوں میں سے جو علاقہ بجستان اور کابل سے ہاتھ لگے تھے خمس نکال کر عبداللہ بن عامر کی خدمت میں بھیج دیا اور خط میں فتح بجستان و کابل کی تمام کیفیت شرح و بسط کے ساتھ درج کر دی۔

اب عبداللہ نے ایک اور نامور عرب اقرع بن صائب تمیمی کو بلا کر اور ایک ہزار جوانوں کی جمعیت دے کر حکم دیا کہ جور جاناں پر چڑھائی کرے اور اس شہر کو قبضے میں لائے خواہ جنگ سے خواہ صلح سے جیسا کہ دوسرے مقامات پر جزیہ مقرر کیا گیا ہے۔ اقرع حسب الحکم روانہ ہوا جب نزدیک شہر پہنچا اہل شہر نقارے بجاتے' دمامے کوٹتے اور اسلحہ لہراتے نکل آئے۔ دونوں لشکروں میں بڑی خونریز لڑائی ہوئی۔ بہت سے مسلمان شہید ہو گئے اور بہت باحال خراب بھاگ کر بن عامر کے پاس پہنچے۔ عبداللہ نے اخنف بن قیس کو بلا کر کہا اے ابو جرج حج کا زمانہ آ پہنچا ہے میں حج کا ارادہ رکھتا ہوں اور جس طرح ہو گا اس ارادہ کو پورا کروں گا۔ جو سادات اور بزرگان عرب میرے پاس ہیں سب کو جانتا ہوں اور ان کے حالات اچھی طرح جانتا ہوں۔ اور تجھے امارت خراسان کے لئے منتخب کیا ہے۔ لازم ہے کہ تو میرے پیچھے اپنی عادت کے موافق انتہا درجہ کی حسن سیرت اور احتیاط سے میرا نائب رہ کر خراسان کی حکومت اور رعایا کی دیکھ بھال بہ حسن و خوبی بجا لائے۔

اس کے بعد عبداللہ خراسان کا تمام مال غنیمت و محاصل فراہم کر کے بعزم حج روانہ ہو گیا۔ مرو اور طالقان کے باشندوں نے اس کی واپسی کی خبر سن کر تیس ہزار فوج جمع کی۔ اخنف بن قیس کو بھی اطلاع ہوئی لشکر فراہم کر کے مخالفوں کی طرف بڑھا۔ دریائے مرو سے دس فرسنگ کے فاصلے پر جس مقام کو کوشک اخنف کہتے ہیں۔ قیام کیا۔ مرو اور طالقان کی فوج نے جنگ کے لئے قدم بڑھایا جب دونوں لشکر مقابل ہو گئے اور صفیں ترتیب پا گئیں اخنف نے زور سے تکبیر کہہ کر حملہ کیا اور خاص اپنے ہاتھ سے تین سرداروں کو جو صاحب علم تھے نیزہ سے مار گرایا۔ کفار یہ حال دیکھ کر تاب، مقاومت نہ لائے شکست فاش کھائی۔ مسلمانوں نے قتل و قمع کرتے ہوئے دس فرسنگ تک پیچھا کیا۔ بے شمار قیدی اور بے انتہا مال غنیمت لے کر پلٹے۔

اخنف نے اس عظیم الشان فتح کے لئے درگاہ باری تعالیٰ میں شکریہ ادا کیا پھر بلخ کا رخ کیا اور متصل شہر پہنچ کر ایک دروازہ

کے مقابل اتر پڑا۔ فوج کے خیمے نصب کئے گئے۔ شاہ بلخ کرازی نام نے لشکر اسلام کا دبدبہ دیکھ کر خوف کھایا اور اس پر پورا رعب چھا گیا۔ ایلچی بھیج کر صلح کا خواستگار ہوا اخنف نے ان شرائط پر صلح منظور کرلی کہ وہ چار لاکھ درہم نقد ادا کریں گے اور ہر سال ایک لاکھ درہم اور پانچ سو کر گندم اور جو دیتے رہیں گے۔ پھر اخنف وہاں سے روانہ ہو کر ملک شام کے تمام شہروں، قصبوں اور قلعوں کو یکے بعد دیگرے قبضے میں لایا۔ جہاں سے گزرتا رقم فراہم کرتا، خمس جدا کرکے باقی کو فوج میں تقسیم کر دیتا۔ اسی طرح عبدالرحمن بن سمرہ بجستان اور کابل کے علاقوں میں پھر کر مال وصول کرتا اور خمس علیحدہ کرکے امیر المومنین عثمان کی خدمت میں بھیجتا تھا۔ معاویہ بن ابی سفیان حسب الحکم عثمان ملک شام کا حاکم تھا۔ اس نے ایک شخص حبیب ابن مسلمہ فہری کو بلا کر چار ہزار سوار اور دو ہزار پیدل حوالے کرکے بہ سمت آرمینیہ بھیجا۔ اس نے بہ تعمیل حکم معاویہ آرمینیا میں داخل ہو کر تمام علاقہ فتح کر لیا۔ اور جزیرہ تک جا پہنچا۔ جب شمشاط کے نواح میں داخل ہوا تو اسے خبر لگی کہ ایک رومی سردار اسی ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ کرنے کو چلا آ رہا ہے۔

حبیب نے معاویہ کو خط لکھ کر لشکر مذکور کے حال سے اطلاع دی۔ معاویہ نے حبیب کا خط پڑھ کر صورت حال سے مطلع ہوتے ہی خلیفہ عثمان کو بذریعہ تحریر اس حال سے آگاہ کیا۔ عثمان نے معاویہ کے خط سے تمام کیفیت معلوم کرکے ولید بن عتبہ حاکم کوفہ کو لکھا کہ دس ہزار لشکر کو منتخب کرکے بہ ماتحتی مسلم بن ربیعہ باہلی حبیب بن مسلمہ کی کمک کے لئے روانہ کر دے۔ ولید نے اس فرمان کے پہنچتے ہی لوگوں کو جمع کرکے حکم سنا دیا اور اہل کوفہ مصمم ارادہ سے مستعد جنگ ہو گئے۔ دس ہزار سوار و پیدل کی جمعیت مسلم بن ربیعہ کے جھنڈے تلے جمع ہو گئی۔ مسلم نے فوراً کوفہ سے نکل کر شمشاط کی سمت کوچ کیا جس وقت حبیب کو خبر لگی کہ کمک قریب آ پہنچی ہے۔ اپنے لشکر سے کہا کہ اہل کوفہ ہماری مدد کو آ رہے ہیں۔ لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ ان کے پہنچنے کے بعد ہم نے دشمنوں پر فتح حاصل کی تو کوفیوں کا نام ہو جائے گا۔ اس لئے مناسب ہے کہ اس مدد کے پہنچنے سے پیشتر ہی ہم اپنی جمعیت سے بلا استمداد اہل کوفہ معرکہ آرائی کریں۔ ممکن ہے ہمیں ہی فتح نصیب ہو جائے۔ لشکر نے کہا ہم مطیع ہیں جو کچھ حکم ہو بجا لائیں گے۔ حبیب بڑا عقلمند اور بہادر شخص تھا۔ نکات رموز جنگ خوب جانتا تھا۔ کچھ دیر سوچ سمجھ کر یہ ہی رائے قائم کی کہ رات کے وقت چھاپہ ماریں۔ فوج کو ترتیب دے کر تمام سرداروں اور افسروں کو اپنے منصوبوں سے مطلع کر دیا اور آہستہ آہستہ چل کر دشمن کی فوج کے متصل جا پہنچا۔

اس کے بعد عین عالم بے خبری میں ہر طرف سے حملہ کر دیا۔ اور شمشیر زنی سے کام لیا۔ کافروں کی جمعیت کا کچھ حصہ قتل کر دیا اور باقی قید کر لئے۔ اور باقی اندھیری رات میں ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ سورج طلوع ہونے تک ایک متنفس بھی اس میدان میں نہ رہا۔ اب حبیب نے بے شمار لوٹ کا مال لے کر مراجعت کی۔ خمس خلیفہ کی خدمت میں بھیج کر باقی اپنی فوج میں تقسیم کر دیا۔ ہر شخص کو زر کثیر حاصل ہوا۔ اسی اثناء میں مسلم بن ربیعہ بھی کوفی لشکر سمیت آن پہنچا اور حبیب سے کہا ہمیں دار الخلافہ سے تمہاری امداد کے لئے روانہ کیا ہے اور تم نے ہمارے آنے کی خبر سن کر اپنا حوصلہ بلند کیا اور فتح پائی اس لئے مال غنیمت میں سے ہمیں بھی حصہ دو۔ حبیب نے کہا تمہاری خواہش انصاف پر مبنی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فوج کثیر پر تمہارے آنے سے پہلے ہمیں فتح عطا فرمائی ہے۔ جس جماعت نے جان کی بازی لگا کر اور خطرات میں کود کر جنگ کی اور مال غنیمت پایا ہے تو اس سے واپس لینے کا تمہیں کیا حق ہے۔

انجام کار حبیب اور مسلم میں تلخ کلام ہو گئی۔ اور نوبت بہ اینجا رسید کہ دونوں جماعتوں نے تلواریں نیام سے نکال لیں۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی اور چونکہ حبیب کی جماعت خستہ اور ماندہ تھی اور لشکر کوفہ تعداد میں زیادہ اور تازہ دم تھا اس لئے حبیب کی جماعت کو شکست ہوئی۔ یہی سب سے پہلا موقع تھا کہ عراق اور شام والوں میں عداوت پیدا ہو گئی۔ حبیب نے

خط لکھ کر عثمان کو صورت حال سے مطلع کیا۔ عثمان نے جواب دیا کہ تم نے جو مال غنیمت حاصل کیا ہے اسے عراق والوں سے عزیز نہ رکھو بلکہ ان کو بھی اس میں شریک کرو حبیب نے فرمان خلیفہ عثمان پڑھ کر اپنے لشکر کو مضمون مندرجہ سے مطلع کیا۔ سب نے ازروئے اطاعت منظور کرکے اس مال غنیمت میں سے اہل عراق کو حصہ دے دیا۔ حبیب نے اسی جگہ قیام کیا اور مسلم بن ربیعہ نے حسب ارشاد امیرالمومنین لشکر کوفی کے ہمراہ آرمینیا پر چڑھائی کی۔ وہاں کے حکام عربی لشکر کے آنے کی خبر سن کر ڈر گئے اور قلعوں کے اندر پناہ لے کر بیٹھ گئے۔ بعضوں نے مقابلہ کرکے تباہی مول لی۔ سب یہی کہتے تھے کہ ہمارے مقابل آسمانی لشکر ہے ان پر کوئی ہتھیار کارگر نہیں ہوتا۔ اور نہ یہ مرتے ہیں۔

اب مسلم نے بیلقان کی طرف جو ولایت ارمن کا شہر ہے قدم بڑھایا۔ راستہ میں جس شہر اور قصبے سے گزرتا تھا وہاں دین اسلام پھیلاتا، جزیہ قائم کرتا اور زر مقررہ لیتا جاتا تھا جو شخص مخالفت سے پیش آتا اسے ہلاک کر دیتا تھا۔ جب بیلقان کے پاس پہنچا تو وہاں کے باشندے حاضر خدمت ہوئے۔ بہت سا سامان پیش کیا اور خواستگار صلح ہو کر جزیہ اور فدیہ دینا قبول کیا۔ مسلم نے پناہ دے کر زر فدیہ لیا اور وہاں سے چل کر قلعہ بروغ کے دروازہ پر آ پڑا۔ بروغ والوں نے بھی صلح کر لی۔ مسلم رقم وصول کرکے شروان کی طرف متوجہ ہوا۔ دریائے کابل کو عبور کرکے شہر شروان کے سامنے آ پہنچا بادشاہ شروان نے قاصد بھیج کر درخواست صلح پیش کی۔ مسلم نے صلح منظور کی اور زر مقررہ لے کر شاہران و مسقط کا رخ کیا۔ اس سرزمین پر پہنچ کر پہاڑی حاکموں کے پاس قاصد روانہ کیے کہ حاضر دربار ہوں ملک لکز، ملک رتیلان اور طبرستان کے فرمانروا یکے بعد دیگرے حاضر ہوئے طرح طرح کے تحفے اور ہدیے پیش کیے اور اپنے اپنے علاقوں کی رقم داخل کرکے سالانہ خراج منظور کر لیا۔ طرفین سے پختہ عہد و پیمان ہو گیا۔ پھر مسلم نے سب کو رخصت کرکے باب الابواب کوچ کیا۔ اس وقت ترکستان کا بادشاہ خاقان تین لاکھ فوج لیے وہاں موجود تھا اور اس نے سن رکھا تھا کہ لشکر عرب کی تعداد صرف دس ہزار ہے۔ انہیں آسمانی مدد ملتی ہے اور کوئی ہتھیار ان پر اثر نہیں کرتا بہت ڈرا اور بہ عجلت تمام اس شہر سے نکل گیا۔ مسلم نے باب الابواب میں داخل ہو کر تمام شہر کو خالی پایا۔ تین روز قیام کیا کہ لشکر آرام پا سکے۔ اس کے بعد خاقان کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ اثناء تلاش میں اس کا گزر علاقہ جوز کے ایک شہر برعوز نام میں ہوا۔ وہاں بھی کسی متنفس کو نہ پایا۔ مسلم نے وہاں قیام نہ کیا اور خاقان کا پیچھا کیے چلا گیا۔ جب خزر کے شہر بلنجرہ میں پہنچا تو اس کے متصل ایک بہت بڑا سبزہ زار دیکھا وہیں قیام کیا یہ سبزہ زار بہت ہی وسیع تھا اس میں سے ایک بہت بڑا دریا گزرتا تھا۔ خاقان کی فوج کے بھی کچھ لوگ اس سبزہ زار میں موجود تھے۔ ایک شخص نے چوری سے لشکر اسلام کا حال معلوم کرنا چاہا۔ ایک مسلمان کو دیکھا کہ دریا کے پانی میں نہا رہا ہے۔ اس کافر نے لرزتے کانپتے تیر کمان میں رکھ کر نشانہ باندھا۔ حسب اتفاق تیر نشانہ پر بیٹھا اور وہ مسلمان جوان مر گیا کافر دوڑ کر اس کے پاس آیا سر تن سے اتار کر اور کپڑے لے کر خاقان کے پاس آیا اور کہا یہ سر اس لشکر کے ایک سپاہی کا ہے جس نے چڑھائی کی ہے اور جن کی نسبت مشہور ہے کہ وہ آسمانی لوگ ہیں ان پر ہتھیار کام نہیں کرتا یہ شخص اسی فوج میں سے تھا میں نے تیر مارا فوراً مر گیا۔ اب سر کاٹ کر تیرے پاس لایا ہوں۔ خاقان نے وہ سر بریدہ دیکھا اور قاتل کا بیان سن کر منادی کر دی کہ فوج فراہم ہو جہاں سردار اور حکام موجود تھے خط بھیج کر مسلمانوں سے جنگ کرنے کی ترغیب و تحریص دلائی فراہمی لشکر کے بعد خاقان ٹڈی دل جیسی فوج کے ساتھ فوج اسلامی کی طرف بڑھا۔ مسلمانوں نے جہاں تک ہو سکا خوب ہی کوشش کی مگر مقابلہ ان کی قوت سے باہر تھا۔ انجام کار یہ ہوا کہ وہ عاجز آ گئے اور ایک ہی حملے میں ایک ہزار مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ کافر مسلمانوں پر غالب آ گئے۔ مسلم بن ربیعہ اور اس کے ہمراہی دس ہزار اہل کوفہ سب کے سب شہید ہو گئے۔ ایک شخص بھی زندہ نہ بچا۔ یہ حادثہ شہر بلنجرہ کے میدان میں واقع ہوا۔ ان

سب مسلمانوں کی خاک اسی صحرا میں مل گئی جسے قبور الشہدا کہتے ہیں۔
عثمان کو اس خبر کے سننے سے نہایت ہی رنج و غم ہوا' خواب و خور حرام کر دیا اور حبیب بن مسلمہ کو خط لکھا کہ جس قدر لشکر تیرے پاس ہے اسے لے کر آرمینیا پر چڑھ جائے اور جتنے مسلمان وہاں شہید ہوئے ہیں ان کا عوض خاقان اور اس کی فوج سے لے۔ حبیب نے حسب الحکم فوج کو جمع کر کے تسلی دی اور ہر شخص کو تنخواہ اور سواری کے لیے گھوڑا دے کر جانب آرمینیا روانہ ہوا۔ سب جگہ سے ہوتا ہوا اس گھاٹی سے جسے بندھی زوارہ کہتے ہیں گزر کر شہر خلاط کے متصل پہنچا دیکھا کہ وہاں کا قلعہ نہایت ہی عظیم الشان اور مستحکم ہے اور اس قلعہ کے اندر جس قدر کافر ہیں سب کے سب بڑے بہادر لڑنے والے ہیں۔ باہم سخت معرکہ پیش آئے۔ انجام کار حبیب نے قلعہ فتح کر لیا۔ اور تمام کافروں کو ہلاک کر کے ان کے اہل و عیال کو قید کر لیا۔ اس قلعہ میں بے انتہا مال اور ظروف برآمد ہوئے۔ پھر کوچ در کوچ کر کے علاقہ مطاہیر کے ایک مقام سراج نام پر پہنچا وہاں قیام کر کے علاقہ حرزان کے جملہ امیروں اور سرداروں کے نام فرمان جاری کیے کہ حاضر دربار ہوں۔ اطراف و جوانب کے امراء کا ایک گروہ حاضر ہوا اور اسی ہزار درہم پر صلح قرار پا گئی۔ حبیب نے زر مقررہ لے کر عہد نامہ تحریر کر دیا اور سب کو رخصت کر دیا۔ اسی اثناء میں خلیفہ عثمان نے معزول کر کے حذیفہ الیمانی کو اس کی جگہ مامور کیا۔ حذیفہ نے آ کر اسی مقام پر قیام کیا اور اپنے چچا کی اولاد میں سے ایک شخص اوصلہ بن زور عبسی کو چیدہ لشکر کے ساتھ اسی نواح میں بھیجا۔ اوصلہ نے وہاں کا انتظام نہایت ہی خوبی کے ساتھ کیا۔ اس ملک کے تمام بادشاہوں اور امیروں وغیرہ کو فرمانبردار بنا لیا۔ سب اس کے حکم پر چلتے اور اس کی آواز پر کام کرتے۔ اسی طرح ایک سال کا عرصہ گزر گیا اور وہ اسی علاقہ میں رہا۔ پھر خلیفہ عثمان نے حذیفہ بن یمان کو بھی اس جگہ سے معزول کر کے اس کی جگہ مغیرہ بن شعبہ کو بھیجا۔ مغیرہ نے پہنچ کر کچھ دنوں قیام کیا اور قابل تعریف آئین مقرر کیے۔
پھر خلیفہ نے مغیرہ کو بھی معزول کر کے اشعث بن قیس کو اس علاقہ کا حکم مقرر کیا۔ اشعث نے اس تمام علاقہ کو قبضے میں لا کر عثمان کے قتل ہونے کے وقت تک یہ انتظام جاری رکھا۔

حبشہ کا فساد اور دریا پر قتل و غارت گری کے واقعات

راویان اخبار بیان کرتے ہیں کہ جس وقت خلیفہ عثمان ملک آرمینیا کی تسخیر اور انتظام علاقات میں مصروف تھے سنا کہ ملک شام کے کچھ لوگوں نے بحر شام کے کناروں پر اتر کر ان دیہات کو جو عہد خلیفہ عمر میں فتح ہوئے تھے لوٹ لیا ہے اور کچھ مسلمانوں کو قتل کر کے ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا ہے۔ عثمان اس واقعہ سے غمگین ہوئے۔ ایک دن انصار اور مہاجرین کے مشہور لوگوں کو بلا کر اس امر میں مشورہ کیا کہ کیا تدبیر کرنی چاہیے۔ اور اس فتنہ کے دفعیہ کے لیے کون سا امر زیادہ مناسب ہوگا۔ انہوں نے کہا اے خلیفہ آپ ان لوگوں سے جنگ میں جلدی نہ فرمائیں۔ یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے قاصد بھیج کر شاہ حبشہ سے اس واقعہ کی کیفیت معلوم کی جائے۔ اگر یہ نامعلوم حرکت اسی کے اشارہ اور رضا مندی سے ہوئی ہے تو زیادہ غور و فکر کرنا چاہیے اور اگر اس کی اجازت کے بغیر فوج کے جاہل اور شرانگیزوں نے کیا ہے تو شاہ حبش ہی سے اس کا تدارک کرانا چاہیے۔ وہی ان لوگوں کو تنبیہہ اور سرزنش کرے۔
عثمان نے اس رائے کو بہت پسند کیا اور اس باب میں شاہ حبشہ کے نام خط تحریر کر کے محمد بن مسلمہ انصاری کو دیا اور ایلچی بنا کر مع دس ہمراہیوں کے بھیجا اور اس نے شاہ حبش کے دربار میں نامہ دیا اور حق رسالت بجا لایا۔ حبش کے بادشاہ نے صاف انکار کیا کہ مجھے اس واقعہ کی کچھ خبر نہیں نہ میری رضا مندی سے ایسا ہوا ہے۔ فوراً آدمی بھیج کر ان لوگوں کو طلب

کیا اور سرزنش کرکے لوٹا ہوا مال اور قیدی واپس لے کر محمد بن مسلمہ کے حوالے کر دیئے۔ اور خلیفہ کے خط کا جواب اچھے طریق سے لکھا۔ ایلچی پر بھی بڑی مہربانی فرمائی اور خوشنودی کے ساتھ واپس بھیجا۔ محمد نے خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس جماعت اور مال کو جو اہل حبش سے واپس لیا تھا پیش کیا۔ عثمان خوش ہوئے۔ اور ساحل کے رہنے والے مسلمان باشندوں پر عنایت فرما کر اسلحہ اور فوج سے تقویت بخشی کہ پھر کبھی دشمن ایسا ارادہ کریں تو ان کو باز رکھ سکیں اور اہل حبش اور دیگر مخالفوں کی طرف سے فارغ دل رہ سکیں۔

فتح قبرص

اسی اثناء میں معاویہ بن ابی سفیان کا ایک خط خلیفہ کی خدمت میں پہنچا کہ آج کل سمندر اتر گیا ہے۔ اس کی موجیں اور سختیاں بند ہو گئی ہیں' ایسے وقت میں کشتیاں با آسانی آ جا سکتی ہیں اور ہم چند روز میں داخل جزیرۂ قبرص ہو کر بہت آسانی سے اپنے قبضے میں لا سکتے ہیں جس کی فتح سے مسلمانوں کو بے شمار مال و دولت ہاتھ آئے گا۔ اگر خلیفہ کا حکم ہو تو اس مہم کو اختیار کرکے انجام دیا جائے۔ خلیفہ نے جواب دیا کہ زمانہ خلافت عمر میں بھی تو نے ایسی درخواست کی تھی مگر قبول نہ ہوئی تھی۔ میں بھی اس مہم کی اجازت نہیں دے سکتا اور اگر چار و ناچار اس خطرناک مہم کو تو چھیڑنا ہی چاہتا ہے اور کسی طرح اس ارادہ سے اپنے آپ کو باز نہیں رکھ سکتا تو اپنے عیال و اطفال کو بھی اپنے ہمراہ لے جا جس سے مجھے اطمینان ہو جائے تو سچ کہتا ہے کہ سفر دریا خطرناک نہیں ہے۔ معاویہ کو یہ جواب ملا تو سفر دریا اور مہم جزیرۂ قبرص کا مصمم ارادہ کرکے حکم دیا کہ کشتیاں اور بجرے تیار کرکے دریائے عکہ کے ساحل پر موجود کریں۔ اور حکم کے منتظر رہیں۔
غرضیکہ معاویہ کے حکم سے جو جو اشیاء مطلوب تھیں مرتب و مہیا کرکے مقام مقصود پر پہنچا دی گئیں۔ اب معاویہ نے فوج کو انعام تقسیم کرکے اچھے اچھے وعدوں سے دل بڑھایا اور جانب دریائے عکہ روانہ ہوا۔ حسب ایمائے خلیفہ اپنے اہل و عیال اور لواحقین کو دمشق سے ہمراہ لے کر سفر کرتا ہوا داخل عکہ ہوا۔ وہاں ایک دو روز قیام کرکے آرام کیا۔ پھر معاویہ مع فرزندان و مقربان و خواص ایک کشتی میں سوار ہوا۔ باقی لشکر بھی دیگر کشتیوں اور بجروں میں بار ہوا۔ کل دو سو بیس کشتیاں اور بجرے تھے۔ جس وقت یہ فوج روانہ ہوئی جمعہ کا دن تھا اور نماز ظہر کا وقت گزر چکا تھا۔ لنگر اٹھتے ہیں سب نے تکبیر و تہلیل کی آوازیں بلند کیں۔ حسب اتفاق مخالف ہوا چلی اور سمندر میں تلاطم پیدا ہوا۔ کشتیاں ایک دوسرے سے علیحدہ ہو کر کچھ جانب راست اور کچھ جانب چپ منتشر ہو گئیں۔ معاویہ کی زوجہ ڈر کر چیخیں مارنے لگی۔ اور ملاح سے کہا خدا کے واسطے کشتی ٹھیرا لے مجھے تاب ضبط نہیں رہی۔ ملاح نے ہنس کر کہا اے مخدومہ سمندر بجز خدا تعالیٰ جل جلالہ و عم نوالہ کسی کا حکم نہیں مانتا۔ جب موج آتی ہے تو حکم باری تعالیٰ سبحانہ کے سوا اور کوئی شخص کشتی کو نہیں سنبھال سکتا۔ خدا کے فضل و کرم پر بھروسہ کیے صبر سے بیٹھی رہو اللہ تعالیٰ رحم فرما کر باد مخالف کو بند فرما دے گا۔ معاویہ بھی اپنی بیوی بچوں کی طرف سے جو کشتی میں سوار تھے بہت فکر مند تھا۔ خدا کو یاد کرتا ہوا چپ چاپ بیٹھا تھا۔ آخر فضل باری تعالیٰ نے مخالف ہوا کو بند کر دیا۔ موجیں تھم گئیں سمندر میں سکون ہو گیا۔ اور تمام کشتیاں منزل مقصود کی جانب روانہ ہو گئیں۔
اچانک سمندر میں کئی کشتیاں آتی نظر پڑیں۔ جن میں قسم قسم کے بیش قیمت تحفے اور نذرانے منجانب شاہ قبرص قسطنطین پسر ہرقل بادشاہ روم کے واسطے جا رہے تھے۔ ملاحوں نے معاویہ کو مطلع کیا اس نے حکم دیا کہ سب کو حراست میں لے کر اپنے ساتھ لے چلو۔ کنارہ پر پہنچ کر معاویہ نے ان کو اپنے حضور میں طلب کیا۔ حسین لونڈیاں اور غلام' طرح طرح کے ظروف اور قسم قسم کے فاخرہ لباس بار کیے ہوئے ہیں۔ کہا ان سب کو بہ حفاظت تمام رہنے دو پھر خود جزیرۂ قبرص کی طرف

متوجہ ہوا۔ اور خشکی پر اتر کر حکم دیا کہ اس جزیرہ کو تاراج کر ڈالیں۔ بے شمار مال غنیمت، ماہ طلعت کنیزیں، صاحب جمال غلام اور انواع و اقسام کی نفیس نفیس اشیاء لوٹ کر ساحل بحر پر لائے اور سب کشتیوں پر بار کیا۔ اسی اثناء میں جزیرۂ قبرص کے حاکم نے ایلچی بھیج کر اس شرط پر صلح کر لی کہ بغیر دست اندازی کیے واپس چلے جائیں تو ہر سال ایک ہزار دو سو دینار خدمت معاویہ میں ادا کرتا رہوں گا۔

معاویہ نے اس شرط کو منظور کر کے دستاویز لکھ دی اور زر مصالحت لے لیا۔ باہم یہ امر قرار پا گیا کہ اس معاہدہ کے خلاف نہ کریں گے۔ جب تک جزیرہ کا بادشاہ زر مقرر ادا کرتا رہے گا جزیرہ سے کوئی تعرض نہ ہو گا۔ اہل جزیرہ ہر سال زر مقررہ معاویہ کے پاس بھیجتے رہے اور اسی قدر شاہ روم کو دیتے رہے۔

الغرض تمام اموال غنیمت اور لونڈی غلام کشتیوں میں سوار کرا کر معاویہ نے مراجعت کی سمندر خاموش تھا۔ بلا زحمت و مشقت سلامتی سے ساحل عکہ پر آ پہنچے خشکی پر اتر کر اموال غنیمت کا اندازہ کیا تو بے اندازہ دولت ملی۔ لونڈی غلاموں کا جائزہ لیا تو آٹھ ہزار متنفس اور سب کے سب نہایت حسین اور خوبصورت جن میں سے سات سو لونڈیاں اور غلام کنوارے بھی تھے۔ معاویہ نے خمس نکال کر خلیفہ عثمان کی خدمت میں بھیج دیا باقی فوج میں تقسیم کیا گیا۔ اور ایک خط کے ذریعے جزیرہ کے حالات اس کی فتح کی کیفیت اور وہاں کے حاکم کے ساتھ صلح کی شرائط سے اور مع اموال غنیمت صحیح و سلامت واپس پہنچنے سے خلیفہ کو مطلع کیا۔

معاویہ کے لشکر نے اسی جگہ قیام کر کے لونڈی اور غلام اور سامان غنیمت باہم خرید و فروخت کرنے شروع کر دیے۔ ابو دردا موجود تھے یہ حال دیکھ دیکھ کر رو رہے تھے۔ ایک دوست نے پوچھا آج بڑا مبارک اور نہایت ہی خوشی کا دن ہے کہ مسلمانوں کو ایسی فتح میسر ہوئی اور اس قدر کثیر مال غنیمت ہاتھ آیا کہ اسلامی جھنڈے کو عروج حاصل ہوا اور کفر کا جھنڈا سرنگوں ہو گیا۔ پس اب خوشی و خرمی کا وقت ہے نہ کہ رونے اور غم کرنے کا۔ ابو دردا نے کہا اے بھائی جیسا تو نے بیان کیا یہی بات ہے۔ مگر میں ان عورتوں اور بچوں کے معائنہ حال میں کچھ اور نظارہ کر رہا ہوں۔ ان کے رنج و الم میں مبتلا ہونے سے گنہ گاران امت کی ذلت و خواری یاد آتی ہے کہ وہ خدائے سبحانہ تعالیٰ کے نزدیک کیسے ذلیل و حقیر ہوں گے ان لوگوں نے عین نعمت اور دولت میں رہ کر حکم خدا کو حقیر سمجھا اور گناہ گار ہوئے تو انجام کار اس غلامی بربادی اور ذلت میں مبتلا ہوئے۔ خدا جسے کسی بندہ کا بندہ بناتا ہے وہ ایسا ہی مقہور اور تباہ حال ہو جاتا ہے۔

المختصر مسلمانوں میں اموال غنیمت قبرص کی تقسیم کے وقت بوجہ خیانت فساد اور جھگڑے پیدا ہوئے اس وقت قبرص کا ایک بوڑھا موجود تھا بولا اے مسلمانو! تمہارے پیغمبر کی وفات کو کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا اور اس کے دوستوں اور تابعین کا زمانہ کچھ طویل نہیں ہوا ہے کہ تم ابھی سے ایسی خیانتیں کرنے لگے تمہارے بعد لوگوں کا بھلا کیا حال ہو گا۔ معاویہ کو بھی اس معاملہ کی خبر ہوئی بہت پریشان ہوا اور سخت ممانعت کی پھر خلیفہ ابوبکر کا وصیت نامہ جو یزید ابن سفیان کے نام امارت شام کی تقرری کے وقت لکھ کر بھیجا گیا تھا منگایا اور لشکر کو سنایا۔ وصیت نامہ کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ عہد نامہ خلیفہ رسول اللہؐ کی جانب سے تمام امیروں اور سرداروں اور سپاہیان لشکر کے نام تحریر کیا جاتا ہے جس میں انہیں نصیحت اور وصیت کی جاتی ہے کہ ہر ایک امر میں پرہیز گاری اختیار کرو۔ دنیوی ترقیوں، بلند رتبوں اور شان و شکوہ کی کوشش نہ کرو۔ فسق و فساد کی راہ سے بچو گناہوں اور شریعت کے احکام اور امر و نواہی کو خفیف اور بے حقیقت نہ سمجھو۔ جو بکریاں چارہ کھا جائیں یا جن مویشیوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں انہیں ہلاک نہ کرو، میوہ دار درختوں کو نہ کاٹو اور کھجوروں کے درختوں کو جلاؤ یا توڑو نہیں۔ گرجا گھروں کو ثابت نہ چھوڑو بلکہ انہیں مسمار کر دو بڈھے

رد اور عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کرو نہ انہیں ستاؤ جو اشخاص صومعہ میں گوشہ نشین ہوں انہیں وہاں سے مت نکالو نہ ان سے کسی قسم کا تعرض کرو مگر جن گروہوں کے دماغ میں شیطان نے گھر بنا کر الٹی مت دے رکھی ہو انہیں قابو پاتے ہی قتل کر ڈالو ایک لمحہ کی بھی فرصت نہ دو۔ روئے زمین کو ان کی ناپاک ہستیوں کی آلودگی سے صاف کر دینا چاہیے۔ مجھ سے رسول خداؐ کی یہی وصیت ہے اور ان نصیحتوں سے ذرا سرتابی نہیں کرنی چاہیے سب پر پورا پورا عملدرآمد ہونا لازم ہے۔ والسلام!

جب معاویہ نے یہ تحریر پڑھ کر لشکر کو سنائی سب کے سب مضمون سے واقف ہو کر راہ راست پر نیکو کاری سے رہنے لگے۔ خیانت اور فساد سب باتیں ترک کر دیں۔ ہاں اسی وقت جبکہ قبرص کی لوٹ مسلمانوں میں ہو رہی تھی۔ حضرت محمد مصطفےؐ کے چند اصحاب ابو درداء، عبادہ بن صامت، شداد بن اوس، املہ بن اسقع، ابو امامہ باہلی، عبداللہ بن بشر مازنی وغیرہ کسی گوشہ میں بیٹھے یہ حال دیکھ رہے تھے اور روتے جاتے تھے انہوں نے دو انصاریوں کو دیکھا کہ دو دو گدھے ہنکائے لیے جا رہے ہیں عبادہ بن صامت نے پوچھا یہ کس کے لیے ہیں اور کہاں لے جا رہے ہو انہوں نے جواب دیا ہمارے ہیں اور معاویہ نے ہمیں دیے ہیں کہ ان پر سوار ہو کر حج کو جائیں۔ شاید ہم انہی کے ذریعے سے خانہ کعبہ کی زیارت کر لیں۔ عبادہ نے کہا معاویہ کے لیے یہ امر جائز نہیں ہو سکتا کہ یہ جانور تمہارے حوالے کر دے اور نہ تم کو لے لینا روا ہے۔ ہاں اگر رسول خدا صلعم نے ایسا فرمایا ہو کہ وہ گدھے تمہیں دے دیے جائیں تو ٹھیک ہے۔ انصاریوں نے کہا سبحان اللہ اب رسول خداؐ کہاں ہیں۔ عبادہ نے جواب دیا میرا یہ مطلب ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے تمہاری نسبت وصیت فرما دی ہو کہ جس وقت جزیرۂ قبرص فتح ہو تو مال غنیمت میں ایک گدھا تمہارے حوالے کر دیا جائے۔ اگر بہ طریق وصیت تمہیں دو گدھے عطا کیے گئے ہوں تو لینا حلال ہے ورنہ حرام۔ انصاری ان دونوں گدھوں کو معاویہ کے پاس لے گئے اور کہا عبادہ کچھ اس طرح بیان کرتا ہے۔ معاویہ نے انہیں بلایا اور پاس بٹھا کر اس امر کی نسبت پوچھا۔ عبادہ نے کہا اے امیر جنگ حنین کے موقع پر میں خدمت رسول خداؐ میں حاضر تھا اس وقت آپ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک اونٹ کے پہلو میں سے ایک بال اکھاڑ کر قسمیہ فرمایا کہ لوٹ کے مال میں سے خمس کے علاوہ مجھے ایک خمس بھی لے لینا حلال نہیں ہے اور میں خمس غنیمت بھی نہیں لیتا تمہی کو دے دیتا ہوں۔

معاویہ نے پوچھا اے ابو دردا تو گواہی دے سکتا ہے کہ روز جنگ حنین زبان فیض ترجمان حضرت رسالتمابؐ سے تو نے ٹھیک یہی کلمے سنے ہیں عبادہ نے کہا ہاں۔ اور تجھے لازم ہے کہ اموال غنیمت جو جنگ ہائے جزیرہ سے حاصل ہوئے ہیں ان کی نسبت پوری احتیاط عمل میں لائے اور تقسیم کے لیے اسی شخص کو مقرر کرنا چاہیے جو نیک سیرت، امانت دار اور دیانت دار مشہور ہو۔ معاویہ نے کہا میں نے اس کام کا سرانجام تیری ہی ذات پر منحصر رکھا ہے جس طرح مناسب سمجھے یہ مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دے۔ عبادہ نے کہا اور بھی بہت سے اصحاب ہیں انہیں چھوڑ کر یہ نازک کام مجھ پر کیوں ڈالتے ہو۔ معاویہ نے کہا اس سبب سے خلیفہ عثمان نے مجھے لکھ دیا ہے کہ مال غنیمت کی تقسیم کا کام اس شخص کے حوالے کرنا جو سب لوگوں میں زیادہ فاضل ہو اور جو لوگ میرے ساتھ ہیں وہ میرے مصاحب یا ہمراہی ہیں ان میں سے ایک بھی تجھ سے فاضل تر نہیں۔ کیونکہ تو شروع میں اسلام لانے والا اور خدمت رسول خداؐ میں رہا ہوا شخص ہے۔ عبادہ نے کہا یہ کام کسی اور کے سپرد کرو کیونکہ مجھ سے یہ کام انجام نہ پا سکے گا۔

معاویہ نے کہا نہیں چار و ناچار تم ہی اس کام کو انجام تک پہنچاؤ۔ اور مجھے مطمئن کرو۔ غرضیکہ یہ کام خواہ مخواہی عبادہ کی سپرد ہوا کہ ابو دردا اور ابو امامہ باہلی تقسیم مال میں معاویہ کو امداد دیں۔ بعدہ معاویہ نے بہت سے تحفے فراہم کیے اور ایک

لونڈی جو نہایت ہی حسین صاحب جمال اور ناز و انداز والی تھی اور جزیرہ قبرص سے ہاتھ آئی تھی ان ہدایہ کے ساتھ شامل کی۔ پھر تحائف عبدہ بن عبیدہ سلمی کے ہمراہ خدمت عثمان میں روانہ کیے اور تمام حالات لکھ دیئے۔ جس وقت معاویہ کا یہ خط اور جملہ تحائف وغیرہ عثمان کے پاس پہنچے اور مال خمس جو اس سے پیشتر ہی پہنچ چکا تھا خلیفہ نہایت ہی شاداں اور مسرور ہوئے۔ خداوند کریم کا شکریہ ادا کیا۔ جب اس حسین و جمیل لونڈی کو دیکھا تو ایلچی سے پوچھا کیا یہ لونڈی مال خمس میں ہے اس نے جواب نہیں بلکہ جزیرہ کی غنیمت میں سے معاویہ کے حصے میں آئی تھی اور اس نے بطور تحفہ آپ کے حضور میں پیش کی ہی۔ عثمان نے ایلچی سے پوچھا تیرا کیا نام ہے۔ اس نے کہا عبدہ بن عبید۔ پوچھا مسلمانوں کے ہمراہ تو بھی تو جزیرۂ قبرص میں گیا تھا اس نے کہا ہاں گیا تھا۔ فرمایا مجھ سے اس جزیرہ کی کیفیت بیان کر کہ اس کا طول و عرض کس قدر ہے۔ عبدہ نے کہا بہت بڑا جزیرہ ہے۔ نہایت ہی زرخیز اور آباد۔ اہل جزیرہ کا بیان ہے کہ طول میں اسی فرسنگ ہے اور اسی قدر عرض میں ہے۔ وہاں پر بہتے دریا' باغات اور چمن بکثرت ہیں۔ طرح طرح کے پھل اور میوے پیدا ہوتے ہیں۔ عمارتیں بڑی بڑی عالی شان اور وسیع ہیں۔ مکانات انسانوں سے معمور ہیں۔ دیہات سب خوش وضع اور خوش حال ہیں۔ غرضیکہ وہاں کی خوبیاں کچھ بیان نہیں ہو سکتیں۔ مویشی' گھوڑے' گائے' بیل' اونٹ' گدھے' بھیڑ' بکریاں شمار سے باہر ہیں۔ مسلمانوں کو اس کے فتح کرنے میں بہ فضل باری تعالی ذرا بھی دقت پیش نہیں آئی۔ دشمن ہمارے لشکر کو دیکھتے ہی خوفزدہ ہو گئے کہ ذرا مقابلہ نہ کر سکے۔ ہمیں تلوار تک نکالنی نہ پڑی سب کے سب ہمارے آگے پانی بھرنے لگے ایک شخص کو بھی یہ حوصلہ نہ ہوا کہ مخالفت کرتا۔ ایلچی بھیج کر صلح کے خواستگار ہوئے اور زر مصالحت اور جزیہ دینا قبول کیا۔ عثمان نے فرمایا **ذالک من فضل اللہ و رحمتہ بعبادہ المومنین** یعنی یہ امر اللہ تعالی کے فضل سے ظہور میں آیا اور ایمان والے بندوں پر اس کی رحمت ہے۔ پھر حکم دیا کہ جزیرہ کی لوٹ کا خمس مدینہ والوں میں بانٹ دیں ہر شخص کو واجبی حصہ پہنچا دیا۔ اور لونڈی کو اپنے لیے رکھ چھوڑا۔ مگر نائلہ بنت فرافضہ جو خلیفہ کی منکوحہ زوجہ تھی اس بات سے نہایت ہی ناراض ہوئی۔ منہ بچھا لیا اس لیے خلیفہ نے وہ لونڈی معاویہ ہی کے پاس واپس بھیج دی اور معاویہ نے اپنے واسطے رکھ لی۔ وہ معاویہ کی وفات تک اس کے گھر میں رہی لیکن اس کے کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی۔

جزیرۂ دودس کی فتح

جب معاویہ جزیرۂ قبرص کو فتح کر چکا اور مسلمانوں کو وہاں سے لوٹ کا بے شمار مال ملا۔ تو معاویہ نے چاہا کہ جزیرۂ دودس کو فتح کرے۔ اس ارادہ کی نسبت خلیفہ عثمان سے اجازت طلب کی خلیفہ نے جواب دیا کہ دریائی سفر بڑا خطرناک کام ہے نہیں معلوم انجام کیا ہو لیکن تو نے مصمم ارادہ کر لیا ہے اور یہی چاہتا ہے کہ بحری سفر اختیار کرکے جزیرۂ مذکور کو قبضہ میں لائے تو نہایت احتیاط اور ہوشیاری سے اس مہم کو اختیار کرنا اور ہر وقت پرہیز گاری کو مد نظر رکھنا۔ معاویہ نے اجازت پاتے ہی سفر دریا و فتح جزیرۂ مذکور کا پختہ ارادہ کرکے فراہمی لشکر شروع کی اور حکم دیا کہ کشتیاں تیار کی جائیں۔ جب کشتیاں تیار ہو گئیں۔ ایک کشتی میں خود مع خواص اور خدمتگاروں کے سوار ہوا اور لشکر اور جھنڈوں کو دوسری کشتیوں میں سوار کرایا۔ روانگی کے وقت مسلمانوں نے نعرہ تکبیر و تہلیل بلند کیا۔ کشتیاں چلی جا رہی تھیں جب جزیرۂ مذکور دور سے نظر آنے لگا اور اہل جزیرہ نے مسلمانوں کو اپنی کشتیوں کی جانب آتے دیکھا تو کشتیوں میں سوار ہو کر مقابلے کو نکلے اور آگے بڑھ کر جنگ شروع کی۔ بڑی خوفناک جنگ ہوئی اور طرفین میں بے شمار آدمی مارے گئے۔ انجام کار اللہ تعالی نے مسلمانوں کو فتح عطا کی اور دشمنوں کی کشتیاں اور سامان جنگ ان کے ہاتھ آیا۔ جزیرہ میں پہنچ کر کشتیاں کنارے پر لگا دیں اور خشکی پر اتر کر

قتل و غارت شروع کر دیا۔ کئی سخت معرکے پیش آئے جن میں بہت سے دشمن ہلاک ہوئے۔ ان کا مال و متاع لوٹ لیا گیا۔ اسی اثناء لوٹ میں ایک مسلمان عبدالرحمن بن غریب اشعری کچھ لوگوں سمیت ایک عالی شان مکان میں داخل ہوا بہت ہی دلکشا اور آباد مکان تھا۔ اس میں سے پانچ سو لونڈی غلام سب کے سب گلبدن گل اندام اور بہت سا نفیس قیمتی ساز و سامان برآمد ہوا۔ سب لے کر پلٹے اور اپنی لشکر گاہ میں آئے۔ اتفاقاً ایک لونڈی کے پاس سے کوئی شے چھوٹے سے کپڑے میں بندھی ہوئی نکل پڑی۔ اٹھا کر دیکھا تو سونے کی انگوٹھی سرخ یاقوت نگینہ والی ہے۔ معاویہ کے سامنے پیش کی معاویہ نے جوہریوں کو دکھا کر قیمت کا اندازہ کرایا۔ نگینہ کی قیمت ایک ہزار دو سو درم آنکی گئی۔ یہ معاویہ نے اپنے لیے رہنے دی اور تقسیم اموال کے وقت اسے اپنے حصے میں محسوب کر لیا۔ اس فتح کے بعد تمام غلاموں' لونڈیوں اور اجناس اموال غنیمت کو کشتیوں میں بھر کر مراجعت کی۔ فضل الٰہی سے بخیریت تمام کنارہ پر پہنچے اس وقت معاویہ نے خلیفہ کو خط لکھ کر فتح جزیرہ رودوس اور تحصیل اموال غنیمت اور صحیح و سلامت واپس آنے کے جملہ حالات سے اطلاع دی۔ اور خمس غنیمت مدینہ کو ارسال کیا۔ خلیفہ عثمان اس کامیابی پر نہایت شاد ہوئے اور خدا تعالیٰ کا بہت ہی شکریہ ادا کیا۔ پھر وہ مال غنیمت اہل مدینہ میں تقسیم کر دیا۔ رودوس کے اکثر باشندگان قتل ہو چکے تھے اور بقیۃ السیف اطراف و جوانب میں منتشر ہو گئے تھے جس کے سبب وہ جزیرہ معاویہ کا زمانہ خلافت شروع ہونے تک بالکل ویران و غیر آباد پڑا رہا۔ جب معاویہ نے خلافت سنبھالی اس جزیرہ کے آباد کرنے کا حکم صادر فرمایا اور وہاں ایک مسجد تعمیر کی۔ مسلمانوں کے کئی خاندانوں کو اسلحہ دے کر کہا کہ وہاں آباد ہوں۔ عمارتیں بنائیں' زراعت کریں۔ بیس برس کے عرصے میں مسلمانوں نے اس جزیرہ کو پیشتر سے بھی عمدگی کے ساتھ آباد و سرسبز کر دکھایا۔ اور روم کے بادشاہ اور دیگر دشمنوں سے بچائے رکھا۔ مجاہد کہتا ہے کہ ۵۳ھ میں جبکہ اس جزیرہ میں پہنچا خوب آباد تھا۔ میں نے معاویہ کی بنائی ہوئی مسجد میں اذان دی اور نماز پڑھی۔ کعب الاحبار کی زوجہ کا بیٹا تبیع میرے ہمراہ تھا۔ میں اسے قرآن شریف پڑھاتا تھا۔ ایک دن اس نے مجھ سے کہا اے مجاہد میں دیکھتا ہوں کہ گویا یہ جزیرہ عنقریب ایسا برباد ہو گا کہ اس کا نشان تک باقی نہ رہے گا۔ اور خراب ہونے کی صورت یہ ہو گی کہ کسی دن بڑی سخت آندھی اٹھ کر اس زینہ پایہ کو گرا دے گی۔ مجاہد کہتا ہے کہ اس بات کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ایک دن زور و شور کی آندھی اٹھی اس نے اس زینہ پایہ کو گرا دیا اسی دن یزید بن معاویہ کا خط پہنچا کہ اس کا باپ معاویہ مر گیا ہے۔ ہم اس خبر سے بہت ہی غمگین ہوئے اور وہاں سے چلے آئے۔ ہمارے آنے کے بعد ہی وہ جزیرہ برباد ہو گیا۔

بادشاہ روم قسطنطین بن ہرقل سے بحری جنگ

کہتے ہیں کہ ایک دن مخبروں نے خلیفہ عثمان کو خبر دی کہ قسطنطین بن ہرقل بادشاہ روم اس ارادہ سے فوج جمع کر رہا ہے کہ عکہ سے سمندر میں مسلمانوں سے جنگ کرے۔ خلیفہ نے اس حال سے مطلع ہوتے ہی معاویہ کو لکھا کہ شامی لشکر کو فراہم اور سامان جنگ سے آراستہ کر کے بادشاہ ہرقل کے مقابلہ کی تیاری کرے۔ دوسرا خط امیر مصر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے نام روانہ کیا کہ مصری فوجوں کو جمع کر کے جانب دریا عکہ روانہ ہو جائے۔ تیسرا خط عمرعاص کو لکھا کہ عبداللہ بن سعد اور مصری لشکر مال اور لشکر سے جہاں تک ممکن ہو مدد پہنچائے۔ غرض معاویہ شامی لشکر کے ساتھ اور عبداللہ مصری فوجیں لیے ہوئے عکہ کی طرف بڑھے۔ سب کے سب سامان جنگ اور اسلحہ سے بخوبی آراستہ و پیراستہ تھے۔ ساحل عکہ پر پہنچ کر پانچ سو کشتیاں مہیا کیں اور ان میں بہت سا سامان رسد بھر کر جرار سپاہیوں کو سوار کیا اور لنگر اٹھا دیے۔ بادشاہ روم قسطنطین بھی ایک ہزار کشتیاں ساتھ لیے ہوئے ان کی طرف۔ رال کے بھرے ہوئے شیشے ہر ایک کشتی سے لٹکا رکھے تھے

اور آگ روشن تھی۔ مسلمانوں نے سمندر میں پہنچ کر بادشاہ روم کی کشتیوں کو دیکھا کہ بہت تیزی سے چلی آ رہی ہیں اور ایسی خوبی سے آراستہ ہیں کہ پیشتر کبھی نہ دیکھی گئی تھیں۔ بہت ڈرے اور الحاح و زاری کے ساتھ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ ملاحوں نے تمام کشتیوں کو ایک محفوظ جگہ میں مضبوطی کے ساتھ قائم کر دیا۔ اسی اثناء میں دشمن نے بھی اپنی کشتیاں برابر میں لا کھڑی کیں۔ آفتاب غروب ہو گیا تھا۔ اہل اسلام نماز و وظائف اور قرآن و ادعیہ خوانی میں مصروف ہوئے۔ زاری و انکساری سے دعائیں مانگتے تھے۔ رومی لشکر میں شب بھر باجے بجتے' ناچ رنگ ہوتے اور شراب کے دور چلتے رہے۔ سب کے سب لہو و لعب میں مصروف رہے۔ طلوع آفتاب کے وقت جنگ کی تیاریاں ہوئیں۔ معاویہ نے بادشاہ روم کے پاس قاصد بھیج کر پیغام دیا کہ سمندر میں جنگ کرنا طرفین کے لیے مشکل امر ہے اگر منظور ہے تو کنارے پر چلے جائیں۔ پھر باہم معرکہ آراء ہوں اور منہ نہ پھیریں تاوقتیکہ خدا جسے چاہے فتح نصیب کرے۔

بادشاہ روم نے کہا ہماری فوج بحری جنگ کے ارادہ سے آئی ہے اور سب نے اتفاق کر لیا ہے کہ یہ معرکہ سمندر ہی میں کیا جائے۔ مسلمانوں نے یہ سنتے ہیں تمام کشتیوں کو ایک دوسری سے باندھ لیا اور بہادر تیر و کمان اور نیزوں سے مسلح ہو کر صف بستہ ہو گئے۔ دوسری طرف رومیوں نے بھی اسی طرح صفیں قائم کیں اور جنگ شروع ہوئی طرفین میں ایسا مقابلہ ہوا کہ کسی نے نہ دیکھا ہو گا۔ کشتوں کی کثرت سے سمندر کا پانی لال ہو گیا تھا جو مر جاتے تھے ان کی لاشیں سمندر میں پھینک دیتے تھے اور دریائی موجیں انہیں کناروں پر پھینک دیتی تھیں جس سے لب ساحل کشتوں کے انبار لگ گئے۔ دونوں لشکروں نے بڑی ثابت قدمی دکھائی اور ایسے بے جگر ہو کر لڑے کہ جس کی انتہا نہیں۔ انجام کار بادشاہ روم کئی زخم کھا کر نڈھال ہو گیا اپنی کشتی کو واپسی کا حکم دیا اس کے پھرتے ہی تمام فوج نے بادشاہ کے ہزیمت کھاتے ہی اپنی اپنی کشتیوں کے لنگر اٹھا دیے۔ اور بھاگ نکلے۔ امیر مصر نے قبطیوں کو باآواز بلند کہا تم میں سے جو شخص کسی رومی کا سر لائے گا فی سر دو دینار زر انعام دوں گا یہ سنتے ہی قبطیوں نے رومی سپاہ کا تعاقب کیا انہیں ہلاک کر کے سر جمع کرتے تھے۔ اسی طرح سات سو رومی قتل کیے۔ اور جو لوگ قتل ہونے سے بچ گئے تھے حسب اتفاق انہیں باد مخالف نے تباہ کر دیا۔ ایسی تند و تیز ہوا چلی کہ رومیوں کی اکثر کشتیاں ٹوٹ کر غرق ہو گئیں اور مسلمانوں کی کشتیاں ساحل تک محفوظ پہنچ گئیں۔

مسلمانوں نے خدا کا شکر کیا۔ معاویہ نے خط لکھ کر خلیفہ عثمان کو تمام حالات جنگ بحری اور شکست سے مطلع کیا۔ اور لکھا خدا کے فضل و کرم سے مسلمان ظفریاب اور فتح مند ہوئے۔ امیر المومنین اس مژدہ سے بہت ہی شاد ہوئے اور ایسی فتح عظیم کے لیے جناب باری میں شکر گزار ہوئے۔ قسطنطین بادشاہ روم نے دوسری دفعہ پھر ارادہ کیا کہ مسلمانوں سے ایک اور بحری جنگ کرے۔ اس لیے تمام اطراف سے فوجیں جمع کیں۔ لشکر کثیر حاضر دربار ہو گیا ایک ہزار دو سو کشتیوں میں فوج سوار کرا کر قسطنطنیہ سے چلا اور چاہا کہ دریائے نیل واقع ملک مصر میں داخل ہو کر مسلمانوں سے معرکہ آرا ہو۔ سوء اتفاق جس دن کشتیوں میں سوار ہوا ہوائے تند چلنی شروع ہوئی۔ فوج کے سرداروں اور امیروں نے عرض کیا نامناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضور ایسی تند ہوا کے وقت بحری سفر اختیار کریں۔ مگر بادشاہ نے ان کا کہنا نہ سنا اور روانہ ہو گیا' سمندر میں پہنچ کر مخالف ہوا چلنی شروع ہوئی اور ایسی سخت موجیں پیدا ہوئیں کہ کشتیوں کو اٹھا اٹھا کر کنارے پر پھینکتی تھیں۔ گویا کوئی شے ان سے کھیل رہی ہے۔ ایک ہزار دو سو کشتیوں میں سے ایک بھی نہ بچی۔ صرف بادشاہ روم کی کشتی سلامت رہی۔ اور بہہ کر جزیرۂ صقلیہ کے کنارے پر جا لگی۔ وہاں کے باشندے بادشاہ روم کے ہم مذہب قوم ترسا کے تھے۔ بادشاہ کی آمد کی خبر سن کر حاضر خدمت ہوئے اور آداب شاہی بجا لائے مگر جب یہ معلوم ہوا کہ بے شمار نصاریٰ اس کی ہمراہی میں غرق بحر ہو گئے اور بادشاہ اپنی جان لے کر تنہا یہاں پہنچا ہے تو اس کے مار ڈالنے کا قصد کیا۔ بادشاہ سے کہا

یہاں بہت اچھا حمام تیار ہے اگر بادشاہ کی طبیعت چاہے حمام میں غسل فرمائے کہ تکان راہ دور ہو جائے۔ بادشاہ حمام میں داخل ہوا' اپنے سر اور بدن کے دھونے میں مصروف تھا کہ ایک مسلح جماعت اس کے سر پر جا پہنچی۔ اور کہا تو ترسا قوم کے لیے بڑا منحوس پیدا ہوا ہے جب سے سلطنت تیرے قبضے میں آئی ہے ہزار ہا ترسا عوام کو مسلمانوں کے مقابلے پر بھیج کر قتل کرا دیا ہے بہتر یہ ہے کہ تجھ کو ہلاک کر کے کسی اور کو تیری جگہ تخت نشین کریں یہ کہہ کر اسے حمام ہی میں قتل کر دیا۔

خلیفہ عثمان نے قسطنطین کے مارے جانے کی خبر سن کر بہت خوشی ظاہر کی اور کہا الحمد للہ کہ اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن جانی مارا گیا۔

فتح افریقہ

امیر مصر نے خدمت عثمان میں باشندگان افریقہ کی کمزوری اور وہاں کی کثرت مال و متاع کی کیفیت لکھ کر چڑھائی کرنے اور ان ممالک کو زیر تصرف لانے کی اجازت طلب کی۔ عثمان نے جواب دیا اس طرف چڑھائی کرنا مناسب نہیں کیونکہ میں نے عمر سے سنا ہوا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ جب تک میں زندہ ہوں کسی مسلمان کو افریقہ کے لیے نہیں بھیجوں گا اس لیے میں بھی نہیں چاہتا کہ تو مسلمانوں کو دریا کی راہ لے جائے اور پریشان کرے۔ عبداللہ نے یہ جواب پڑھ کر اپنا ارادہ ملتوی کر دیا مگر کچھ فوجی گروہ اس طرف روانہ کیے جنہوں نے نواح افریقہ کو لوٹ کر بہت سا مال غنیمت حاصل کیا۔ خلیفہ عثمان نے اس حال سے آگاہ ہو کر سمجھا کہ عبداللہ ان ممالک کی تسخیر کی طرف راغب ہے اس واسطے ہمیشہ اسی معاملے کی طرف غور کیا کرتے۔ ایک دن بڑے بڑے صحابہ کو مثل حضرت علی ابن ابی طالب و طلحہ و زبیر و سعد وقاص و سعید بن زید کو مسجد رسولؐ میں جمع کر کے افریقہ کی مہم کی نسبت مشورہ کیا۔ اکثر کی یہی رائے ہوئی کہ اس ملک کی چڑھائی سے باز رہنا چاہیے۔ سعید بن زید نے اس رائے پر زیادہ اصرار کیا خلیفہ عثمان نے پوچھا تو کس سبب سے اس مہم کے خلاف ہے' کہا اس لیے کہ خلیفہ عمر اس معاملہ سے خوب واقف تھے اور میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں جب تک زندہ رہوں کسی کو مہم افریقہ کے لئے نہ بھیجوں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ تم عمر کے مخالف کام کرو۔ باشندگان افریقہ اپنے ملک میں بیٹھے ہوئے ہیں ان سے ہم مسلمانوں کو کوئی رنج اور تکلیف نہیں پہنچ رہی ہے وہ اسی میں خوش ہیں کہ مسلمان ہم سے جھگڑا نہ کریں اور ہمیں آرام سے اپنے گھروں میں رہنے دیں۔

زید بن ثابت اور محمد بن مسلمہ نے کہا اے خلیفہ ہمارا یہ خیال ہے کہ تم اس طرف لشکر روانہ کرو اور وہ ملک تسخیر ہو جائے تو اسلامی رقبہ بڑھ جائے گا اور خدا نے چاہا تو مسلمانوں کو لوٹ سے بڑا فائدہ ہو گا۔ عثمان نے کہا اللہ اکبر یہی رائے بہت درست ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی امر ہو نہیں سکتا۔ پھر تسخیر افریقہ کا مصمم ارادہ کر کے لوگوں کو رغبت لائی۔ سب سے پہلے بڑے بڑے صحابہ رسول کی اولاد نے اس جہاد پر جانا قبول کیا۔ عبدالرحمن بن ابی بکر' عبداللہ ابن اسود بن عبد یغوث' عبداللہ بن عمرو عاص' بشر بن ارطاۃ' سور بن مخزمہ وغیرہ اس مہم کے لیے تیار ہو گئے۔ خلیفہ ان کے ارادوں سے بہت خوش ہوئے۔ پھر تو مدینہ کی آدمی گروہ در گروہ آنے لگے۔ جب جمعیت فراہم ہو گئی خلیفہ عثمان نے مدینہ سے نکل کر فوج کا جائزہ لیا۔ چار ہزار آٹھ سو آدمی تھے۔ جب سب تیار ہو گئے تو اسلحہ خانہ کا دروازہ کھول دیا اور ہتھیار دے دیے اور ایک ہزار اونٹ اور سامان ضروری حوالہ کر کے مروان بن حکم کو لشکر کے سواروں کا سردار قرار دیا اور اس کے بھائی حارث بن حکم کو پیادوں کو افسر بنا دیا۔ پھر منبر پر بیٹھ کر خطبہ پڑھا اول خداوند تعالیٰ کے افضال و کرم اور عطیات عالیہ کا

جو مسلمانوں کو نصیب ہوئیں۔ شکریہ ادا کرکے حمد و ثنائے الٰہی بیان کی پھر حضرت محمد مصطفےٰ پر درود بھیجا۔ اور کہا اے لوگو آگاہ ہو تم ایسے وقت اور ایسے مقام میں آئے ہو کہ سعی بلیغ کرنی لازم ہے اور شجاعت و دلاوری میں مبالغہ کرنا چاہیے۔ یاد رکھو کہ زمانہ خلیفہ عمر میں عجم کے بہت سے شہر اس کی فوج کے ہاتھ سے فتح ہوئے ہیں۔ اہل مصر کی تیاریاں اور سامان جنگ افریقہ والوں کی نسبت بہت زیادہ ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تم کو مدد دے کر افریقہ کے کافروں پر فتح دے گا۔ لازم ہے کہ تم بھی اس خدا سے کہ جس کو کبھی فنا نہیں اور ہر شے کی موت اسی کے قبضے میں ہے ڈرتے رہو اور اس کی نعمتوں کی شکر گزاری میں مبالغہ نہ کرو' کیونکہ اللہ تعالیٰ کی امدا ہر وقت بندوں کے شامل حال رہتی ہے۔ یہ بھی سمجھ لو کہ اس لشکر کا امیر عبداللہ سعد بن ابی سرح ہے۔ میں نے اسے لکھ دیا اور تاکید کر دی ہے کہ تم سے اچھا برتاؤ کرے نرمی اور مہربانی سے پیش آئے اور اگر کسی سے کوئی جرم یا خیانت سرزد ہو تو معاف کرے اور صالح اور محسن لوگوں کی رعایت بخوبی واجب جانے مجھے یقین ہے کہ وہ ان سب امور کو بجا لائے گا اور میرے حکم سے انشاء اللہ انحراف نہ کرے گا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ یعنی سوائے اللہ تعالیٰ اور کسی میں نہ قوت ہے نہ طاقت

جب ہر طرح سے تیار ہو چکے تو لشکر اسلام نے مدینہ میں بہ جانب مصر سفر اختیار کیا۔ مصر میں پہنچ کر فرمان عثمان عبداللہ کو دیا وہ مہم افریقہ کی اجازت پانے اور تمام لشکر کا سپہ سالار ہونے سے بہت خوش ہوا۔ اب مہم کی تیاریاں شروع کر دیں ہر طرف سے فوجیں طلب کیں جملہ سوار پیدل فوج کا شمار تیئس ہزار ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر جانب افریقہ روانہ ہوا۔ وہاں بادشاہ روم کی طرف سے ایک بڑا زبردست فرمانروا جرجین نام برسر حکومت تھا۔ اور طرابلس غربی سے طنجہ تک تمام علاقہ اس کے زیر تصرف تھا۔ اسلامی فوجوں نے طرابلس کا رخ کیا۔ یہ مقام اسلامی مقبوضات کا ایک جزو تھا۔ وہاں پہنچ کر ایک دن قیام کیا' دوسرے دن کوچ کرکے سرحد پر پہنچے' عبداللہ بن سعد نے فوج کو دستہ دستہ کرکے اطراف و جوانب میں تقسیم کیا کہ افریقہ کی حدود پر لوٹ مار شروع کریں۔ اس عمل سے بڑا مال ملا اور بہت سے اونٹ' گھوڑے' گائے بیل وغیرہ ہنکا کر عبداللہ کے پاس لائے۔ عبداللہ فوج طلائیہ آگے روانہ کرکے خود عقب سے روانہ ہوا' جس وقت ساحل دریا پر جا رہا تھا دیکھا کہ "اتفاقاً" افریقہ والوں کی کچھ کشتیاں موجود ہیں جن میں کچھ لوگ سوار ہو چکے ہیں اور کچھ سوار ہوا چاہتے ہیں۔ انہوں نے بھی دور سے اسلامی فوج کے طلایہ کو آتے دیکھ کر چاہا کہ کشتیوں میں بیٹھ کر بھاگ جائیں مگر مسلمانوں کی ایک جماعت نے دوڑ کر انہیں گرفتار کر لیا اور سب کو کشتیوں سمیت عبداللہ کے پاس لائے عبداللہ نے انہیں قتل کر دیا۔ کشتیاں جلا دیں اور جس قدر مال و متاع ہاتھ آیا فوج میں بانٹ دیا پھر آگے روانہ ہوئے جب شہر افریقہ کے قریب پہنچے قیام کیا اور لشکر گاہ قائم کرکے ایک قاصد جرجین کے پاس بھیجا اور دعوت اسلام دی' وہ سنتے ہی غضبناک ہوا اور کہا میں ہرگز تمہارا مذہب اختیار نہ کروں گا۔

عبداللہ نے کہا دو باتوں میں ایک بات کو اختیار کر یا تو مسلمان ہو جا یا جزیہ دینا قبول کر جرجین نے کہا اگر مجھ سے چاندی کا ایک ٹکڑا بھی طلب کرو گے تو وہ بھی نہ دوں گا۔ عبداللہ نے کہا پھر تو مقابلے کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔ جرجین باقاعدہ طور پر سامان درست کرکے نکلا اس کا لشکر ساٹھ ہزار سے زیادہ تھا اور سب سامان حرب سے مسلح تھے۔ عبداللہ نے بھی فوج کو مرتب کیا۔ جب میمنہ اور میسرہ کو قائم کر چکا تو ایک قبطی نے عبداللہ سے کہا افریقہ کے آدمی بڑے بزدل ہوتے ہیں میں یقین کرتا ہوں کہ وہ جنگ نہ کر سکیں گے۔ اور اگر مقابلہ کیا بھی تو پہلے ہی حملہ میں راہ فرار اختیار کریں گے۔ بہتر یہ ہے کہ کسی قدر جمعیت کو کمین گاہ میں مقرر کر دینا چاہیے تاکہ جس وقت شکست کھا کر بھاگیں تو ایک سمت سے آپ اور دوسری طرف سے کمین گاہ سے نکل کر وہ جماعت حملہ کرے پھر ان میں سے ایک فرد بھی زندہ بچ کر نہ جا سکے گا۔ عبداللہ

نے ایک دستہ کمین گاہ پر تعینات کر دیا اور خود جنگ شروع کر دی۔ سورج دو نیزہ بلند ہوا ہو گا کہ عبداللہ نے تمام لشکر سے حملہ کر دیا۔ دشمن کی فوج تک پہنچنا تھا کہ جرجین اور اس کا تمام لشکر بھاگ نکلا۔ مسلمانوں نے تعاقب کر کے قتل کرنا شروع کیا۔ سامنے سے کمین گہ کی فوج نے بھی نکل کر حملہ کر دیا۔ افریقہ کے لشکر کا بہت سا حصہ مارا گیا۔ اور بہت سے گرفتار ہوئے۔ جرجین بچ کر بھاگ نکلا اور اقصائے بلاد افریقہ چلا گیا۔ وہاں سے ایک ایلچی بھیج کر عبداللہ سے ان شرائط پر صلح کی کہ میں دو ہزار غلام اور پانچ لاکھ بیس ہزار دینار دوں گا عبداللہ اس علاقہ سے واپس چلا جائے عبداللہ نے صلح منظور کر کے روپیہ وصول کر لیا خمس خلیفہ عثمان کی خدمت میں بھیج دیا اور باقی فوج میں تقسیم کر دیا۔ اور خود مظفر و منصور ہو کر مصر کی راہ لی۔ جب اپنے مقام پر پہنچ گیا عثمان کو خط لکھ کر بادشاہ افریقہ کی شکست اور مسلمانوں کی فتح و فیروزی اور تحصیل اموال غنیمت اور صحیح و سلامت واپس چلے آنے سے مطلع کیا۔ عثمان اس خبر سے نہایت مسرور ہوئے اور شکر نعمہائے الٰہی بجالا کر مال خمس اہل مدینہ کو بانٹ دیا۔ ھو الغفور الودود یعنی اللہ سب سے بڑا بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے۔

فتح جزیرۂ سقلیہ

معاویہ نے جزیرۂ سقلیہ کے فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ جزیرہ بہت وسیع تھا۔ طول و عرض میں تین شبانہ روز کی مسافت رکھتا تھا۔ اس میں خوشگوار پانی کے بہت سے چشمے بہتے ہوئے موجود تھے۔ طرح طرح کے میووں' رنگا رنگ پھولوں' باغوں اور چراگاہوں کی بڑی کثرت تھی بادشاہ روم کی کاشت اسی سرزمین پر ہوتی تھی۔ غرض معاویہ نے سقلیہ کی مہم کا مصمم ارادہ کر کے عثمان کو خط لکھ کر اجازت طلب کی۔ باشندگان افریقہ نے بھی خبر سن پائی۔ قاصد بھیج کر شاہ سقلیہ کو خبردار کر دیا کہ اہل عرب تیرا قصد رکھتے ہیں ہوشیار ہو جا اور اپنا بندوبست کر لے بادشاہ سقلیہ اس خبر کو سن کر برافروختہ ہوا۔ اور کہا کیا عربوں نے ہمیں بھی باشندگان افریقہ سمجھ لیا ہے جس طرح وہ ان کے سامنے بھاگ نکلے۔ ہماری نسبت بھی ایسا ہی گمان رکھتے ہیں۔ کیا وہ اس بات کو غنیمت نہیں سمجھتے کہ ہم نے ان سے ہاتھ اٹھا رکھا ہے ان پر چڑھائی نہیں کی اگر اس طرح رخ کریں گے تو کیسے کی سزا پائیں گے۔

القصہ معاویہ لشکر فراہم کر کے اس طرف روانہ ہوا۔ بحیرہ شام کے ساحل پر پہنچ کر تین سو کشتیاں بہم پہنچائیں سوار ہو کر اہل سقلیہ نے بھی خبر سنی کہ عرب آ پہنچے۔ ان کا بادشاہ محل کی چھت پر سے مع جماعت سرداران و بطارقہ دیکھ رہا تھا کہ مسلمان کشتیوں پر سے اتر رہے ہیں۔ عمدہ عمدہ زرہیں پہنے ہوئے اور اعلیٰ قسم کے اسلحہ سے لیس ہیں۔ جھنڈے کھلے ہوئے ہیں اور نہایت ہی خوبی کے ساتھ بارادۂ جنگ ترتیب لشکر قائم کی ہے۔ شاہ سقلیہ ان کی آراستگی کو ملاحظہ کر کے انگشت بدنداں ہوا اور کہا میں سمجھتا ہوں کہ عرب ایسے ساز و سامان اور رعب و داب کے لوگ ہوں گے۔ ملک قیساریہ جو اسلامی لشکر کے سامنے بھاگ کر اس جزیرہ میں پناہ گزیں تھا' ہمیشہ ملک سقلیہ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا اور بتایا کرتا تھا کہ مسلمان کس طریق سے جنگ کرتے ہیں اور کس طرح انہوں نے ملک شام اور علاقہ ہائے ساحل شام تسخیر کیے ہیں۔ ملک سقلیہ نے کہا جس لشکر کو میں دیکھ رہا ہوں اور جو براستہ دریا آیا ہے اس قدر نہیں جتنا تو بیان کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا ممکن ہے تمام لشکر نہ آیا ہو کیونکہ ہمارے ملک میں جو فوجیں آئی تھیں وہ تو بہت زیادہ تھیں اور سب کے سب غریب دور ویش تھے۔ ہر ایک شخص کی نیت صاف' سیرت نیک اور اعتقاد پختہ تھا۔ وہ اپنے دین کے لیے لڑتے تھے۔ دنیاوی طمع اور حرص سے دور تھے اور یہ فوج جسے آج ہم دیکھ رہے ہیں دنیوی مال کی طالب نظر آتی ہے نہ کہ ثواب آخرت کی۔ اگر بادشاہ روپیہ ان کو دے کر ٹال دے تو جنگ کرنے کی نسبت بہت بہتر ہو گا کیونکہ عربوں کی شجاعت اور ثابت قدمی

تعریف سے مستغنی ہے۔ ملک سقلیہ یہ باتیں سن کر چیں بہ جبیں ہوا۔ تو بڑا بزدل ہے اور ذرا بھی دلیری کی بو تجھ میں نہیں۔ پھر تو نے ملک شام میں ان کی معرکہ آرائی دیکھ رکھی ہے اور ان کے سامنے سے بھاگ کر جان بچائی ہے۔ یہی سبب ہے کہ تو ان سے اس قدر ہراساں اور لرزاں ہے اہل عرب کا جو خوف تیرے دل میں بیٹھا ہوا ہے وہ میرے دل میں نہیں ہے۔ شکر خدا کہ آج سقلیہ میں اس قدر بہادر فوج مع ساز و سامان جنگ موجود و مہیا ہے کہ تمام ملک شام اور مصر میں بھی نہ ہو گی۔ میں نے اس سے پیشتر فوج کا جائزہ لینے پر ایک سو آدمی مقرر کیے تھے کہ لشکر سقلیہ کی تعداد مقرر کر کے بیان کریں مگر ایک سال کے عرصے میں بھی نہ گن سکے نہ ان کی تعداد معلوم ہو سکی۔ میری فوج لا تعداد ہے۔ مال خزانے اور ذخیرے بے شمار ہیں۔ یہ سب دولت و حشمت آج ہی کے لیے ہے۔ تم تماشا دیکھنا کہ ہم کس طرح سے اس گروہ کو ذلیل و خوار کرتے ہیں۔ ملک قیساریہ خاموش رہا کچھ نہ بولا۔ اتنے میں مسلمانوں نے مقابلے کی تیاری کی اور ملک سقلیہ نے قاصد بھیج کر چاہا کہ کوئی سمجھ دار ذی عقل آدمی مسلمانوں کے لشکر سے ہمارے پاس آئے جس سے تمہارا منشاء معلوم ہو اور ہمارا جواب تمہیں سنا دے۔ معاویہ نے ایک ایسے مشہور عقیل و فہیم شخص کو روانہ کیا۔ اس نے زیر محل کھڑے ہو کر بادشاہ سے گفتگو کی۔ بادشاہ نے پوچھا تم کون لوگ ہو۔ اس نے جواب دیا ہم عرب ہیں۔ ہمارا غلغلہ تمام روئے زمین خشکی و تری و کوہ و بیابان کی اطراف و جوانب میں پھیلا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس اپنا ایک رسول جو حسب نسب اور جود و سخا اور راستی و صداقت میں ہم سے بڑھا چڑھا تھا بھیج کر دین اسلام کی ہدایت کی ہم نے ان سے قبول کیا اس کے بیان کو سچا جانا اور ایمان لائے ہم میں سے جن شخصوں نے انکار کیا ہم ان سے بجنگ پیش آئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ان پر فتح یاب کیا۔ تم عرب والے اپنے اختیار اور حالت اضطراب سے اس کے فرمانبردار بنے۔ ہرقل نے اس کی نبوت کا اقرار کیا اور پیغمبر علیہ الصلواۃ والسلام نے ہمیں خبر دی ہے کہ اللہ جل شانہ مذہب اسلام کو تمام مذہبوں پر ظفریاب فرمائے گا اور اس دین کی شہرت تمام عالم میں پھیل جائے گی۔ اگرچہ ہمارے لشکر کی تعداد کم اور سامان حقیر ہے اور ہم تنگ حال اور مفلس ہیں۔ تاہم تو نے سنا ہی ہو گا کہ ہم نے ملک شام میں کیا کچھ کیا ہے۔ اس قتل و غارت اور دارو گیر کی تفصیل جو بمقابلہ ہرقل ہمارے ہاتھوں ظہور میں آ چکی ہے اور جس طرح ہم نے اس کا اور اس کے لشکر کا تباہ حال کیا ہے یہاں تک کہ خوفزدہ اور مایوس ہو کر بھاگا اور قسطنطنیہ میں پناہ لی انجام کار اسی جگہ اندوہ و الم کی شدت سے مر گیا۔ یہ سب حالات تو نے سن ہی رکھے ہوں گے۔ اب اس امر کی ضرورت نہیں کہ ہم اپنی ہر معرکہ آرائی کو مشرح بیان کریں۔

ہرقل کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا قسطنطین تخت نشین ہوا۔ اس کے ساتھ بھی ہم دریا میں لڑے اور شکست دے کر اس کی فوج کو دریا میں غرق کر دیا۔ اور وہ خود زخمی ہو کر بھاگا۔ الطاف الٰہی نے بذریعہ باد مخالف اس کی کشتی ترسا قوم کے جزیرے میں پہنچا دی اور وہاں کے باشندوں نے اسے منحوس تصور کر کے اپنے ہاتھ سے حمام میں مار دیا۔ غرضیکہ ہمارا تمام اقبال دولت و قوت و شجاعت اور جملہ فتوحات فیروز مندیاں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عنایت کی ہیں۔ سب اس کے رسول برحق کے دین و ملت کی قبولت اور برکت کا ظہور ہیں لازم ہے کہ تو بھی ان باتوں کو پسند کرے کیونکہ تجھ سے کوئی امر پوشیدہ نہیں۔ تو ان واقعات کو بخوبی جانتا ہے محض دانستہ لا علم ہو کر مجھ سے دریافت کرتا ہے تو ہم کو نہیں پہچانتا اور ہمارے دست قدرت اور زور بازو اور غلبہ و قہر سے جو آفتاب عالمتاب سے بھی زیادہ روشن اور واضح ہے نہیں جانتا۔ ملک سقلیہ ان باتوں کو سن کر مسکرایا اور کہا ماضی کو یاد نہ کر اس وقت کی باتیں کر کہ اس جزیرہ میں کس طرح آنا ہوا۔ اور ایسے خطرناک اور مہلک سمندر کا سفر اختیار کیا۔ ایلچی نے جواب دیا کہ ہم اس لیے آئے ہیں کہ تمہیں دین اسلام کی دعوت دیں اگر تم اپنی بھلائی دیکھ کر اسے قبول کرو تو ہم تمہیں تمہارے گھروں میں تمہارے وطنوں اور جائے سکونت میں

رہنے دیں اور کسی امر میں ذرا سی دست اندازی بھی نہ کریں اور ایک مسلمان کو تمہارے پاس اس غرض سے واپس چھوڑ کر چلے جائیں کہ وہ تمہیں دین اسلام کی شریعت اور نماز' روزہ' حج' زکواۃ کی تعلیم دے اور اگر دین سے باز رہنا چاہتے ہو تو جزیہ دینا اختیار کرو جو ہر سال ادا کرنا ہو گا پھر تم ہماری حفاظت میں پناہ میں آ جاؤ گے اور اپنی جگہ قائم رہو گے۔ اور اگر جزیہ بھی نامنظور ہو تو جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اور خوب سمجھ لو کہ جو شخص ہم میں سے مارا جائے گا وہ داخل بہشت ہو گا اور جو تم میں سے ہلاک ہو گا وہ دوزخ میں جائے گا وہی اس کا ٹھکانہ ہو گا۔ ملک سقلیہ نے کہا اے عرب تم نے خطرناک دریائی مہم اختیار کی ہے۔ شاید اس جزیرہ کو روم کے جزیروں جیسا سمجھ کر آ گئے ہو۔ یہ بڑی بھول ہے۔ سقلیہ رومی شہروں جیسا نہیں ہے۔ ہمارا لشکر بڑا جرار اور بے شمار ہے اور سامان جنگ بے انتہا ہے۔ اگر تم یہاں سے واپس جانا چاہو تو بھی ناممکن ہے۔ تم ہمارے ہاتھوں سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ کیونکہ تمہارے سامنے ایسا وحشت ناک سمندر واقع ہو گا اور پشت پر بے شمار فوجیں پھر تم کیونکر بچ سکتے ہو اور اب ہم پر واجب ہو گیا ہے کہ تم کو نیست و نابود کر دیں۔ آگاہ ہو کہ بہت سے اشخاص نے ایسی ہی ہوسیں اختیار کی ہیں۔ اور اس جزیرہ کے سامان نفیسہ اور اشیائے بے بہا کی آرزو میں مبتلا ہو کر جانیں دے دی ہیں۔ تمہیں بھی یہاں پر تمہاری موت کھینچ لائی ہے۔ یقیناً ایک آدمی بھی جانبر نہ ہو سکے گا۔ میرے سامنے جو تم اپنے دین کو پیش کرتے ہو وہ ایسا کام ہے کہ کبھی واقع نہ ہو گا۔ میں کسی چیز کے عوض اپنے دین و مذہب کو نہ چھوڑوں گا۔ جزیرہ کی بات بھی ناممکن ہے تم کو اسی بات سے خوش رہنا چاہیے کہ ہم نے تمہیں چھوڑ رکھا ہے اور تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ ہم سے تم ایک درہم چاندی بھی نہیں لے سکتے۔ عرب نے کہا اے بادشاہ تو نے حد سے تجاوز کیا ہے اور بڑھ چڑھ کر باتیں کی ہیں۔ حد اور حیثیت سے بڑھ کر کلام کرنا موجب شرم اور داخل عیب ہے۔ بلکہ شیخی آدمی کو ہلاک کرتی ہے۔ امید کرتا ہوں کہ ان ہی شیخیوں کی بدولت اللہ تعالیٰ ہمیں تم پر فتح بخشے گا۔ تم کو یقین کر لینا چاہیے ہماری قوم جہاد میں موت آ جانے کی از حد مشتاق ہے اور موت کو بالکل حقیر سمجھتی ہے بلکہ ہم مرجانے کو اس سے بھی زیادہ خوشگوار سمجھتے ہیں جس قدر تو شرانجواری کو۔ ٹھہر تجھے کل ہی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

مسلمانوں کا یہ ایلچی اتنا کہہ کر پلٹ پڑا اور بادشاہ سقلیہ نہایت ہی غمگین اور افسردہ خاطر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور مہم کی انتظام میں مصروف ہو گیا۔ ایلچی نے آ کر تمام گفت و شنید معاویہ سے مفصل بیان کی اور مسلمانوں کا دل بڑھایا۔ سب مستعد پیکار ہو کر سقلیہ کے اطراف میں پھیل گئے۔ خوب ہی قتل و غارت گری کی اور بے شمار مال غنیمت فراہم کر کے ساحل پر لے آئے۔ پھر کشتیوں میں سے گوپھنے لے کر حصار سقلیہ پر سنگ باری شروع کر دی۔ بحکم الٰہی ان کے پتھر نشانے پر پڑ رہے تھے جن سے حصار سقلیہ کے اندر مکانات اور حصار کی بڑی خرابی اور بربادی ظہور میں آئی۔ اہل سقلیہ بھی گولے مارتے تھے مگر وہ سب بیکار جاتے تھے۔ کسی کو بھی نقصان نہ پہنچتا تھا سب رائیگاں جاتے چونکہ مسلمانوں کی جانب سے سنگباری ہو کر تمام حصار کو نقصان پہنچ رہا تھا' لوگ عاجز ہو کر سوراخوں میں چھپتے تھے۔ آخر کار ملک سقلیہ لشکر کثیر کے ساتھ حصار سے نکلا' ڈھول نقارے اور ترم بجاتے اور بڑے طمطراق سے تہور و شجاعت دکھاتے تھے۔ مسلمانوں نے یہ حال دیکھ کر صفوف جنگ قائم کیں۔ میمنہ میسرہ قلب و جناح درست کر کے کافروں کی طرف بڑھے' کشت و خون شروع ہوا۔ جنگ شدید واقع ہوئی اور طرفین سے بے شمار آدمی کام آئے نماز مغرب کے وقت دونوں فوجیں علیحدہ ہوئیں۔ اور اپنے اپنے مقام کو لوٹ آئیں۔ پھر رات گئے معاویہ نے کچھ فوج مرتب کر کے حکم دیا کہ دیہات اور قصبات سقلیہ کو تاراج کر ڈالیں۔ اسی وقت فوج نے لوٹ مار مچا دی اور بہت سے قریوں اور دیہات کو تاراج و برباد کر ڈالا اور زر و مال کثیر اور مویشی اور بردے بے شمار لے کر واپس آئے صبح کو بادشاہ سقلیہ اس امر سے بہت دل تنگ ہوا۔ افسران فوج کو بلا کر سخت ملامت کی

کہ عرب بڑے دلیر ہو گئے ہیں تم پر غلبہ حاصل کر لیا ہے اور تم نے سستی اور نامردی اختیار کر لی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ جس طرح رومی سے روم کو چھین لیا ہے تم سے سقلیہ کو چھین لیں گے۔ سرداروں پر اس لعن و طعن کا بہت اثر ہوا۔ باہم عہد کر لیا کہ مسلمانوں کا مقابلہ ثابت قدمی سے کریں گے۔ دوسرے دن صفیں درست کر کے مستعد جنگ ہوئے مسلمانوں نے بھی تکبیر کہہ کر حملہ کیا۔ کفار بھی مردانہ جنگ کر رہے تھے۔ انجام کار سقلیہ والے تنگ آ گئے۔ اور شاہ سقلیہ نے خلیفہ ملک اعظم شاہ روم سے بمقابلہ اہل عرب فریاد خواہی کی۔ شاہ اعظم نے لشکر کثیر اسلحہ سے آراستہ کر کے اور تین سو کشتیوں میں سوار کرا کر کمک کے لیے روانہ کیا۔ مسلمانوں کو بھی اس حال کی خبر ہو گئی۔ باہم مشورہ کیا یہی رائے قرار پایا کہ اب کی دفعہ واپسی اختیار کرنی چاہیے کہ بہ امن اپنی ولایت میں پہنچ جائیں جب وقت شب ہوا اور سب آدمی سو رہے تھے' اسلامی لشکر نے کشتیوں میں سوار ہو کر لنگر اٹھائے ہوا موافق تھی۔ بلا دقت ایک شہر میں پہنچے جو سقلیہ سے بہت دور تھا پھر وہاں سے بہ اطمینان ساحل شام پر آ پہنچے کشتیوں سے اترے' مال غنیمت کا خمس بھیج کر باقی تقسیم کر لیا اور خلیفہ عثمان کو جملہ حالات سفر بحر و تحصیل غنائم و جنگ اہل سقلیہ اور پھر سلامتی واپس آنے سے مطلع کیا۔ خلیفہ مال خمس کے پہنچنے پر مسلمانوں کی سلامتی سے بہت خوش ہوئے۔ شکر الٰہی بجا لائے اور وہ مال اہل مدینہ پر تقسیم کر دیا۔ پھر عہد خلافت عثمان میں اروا جزیرہ کے سوا کوئی جزیرہ لائق تسخیر نہ رہا۔

جزیرہ اروا کی یہ کیفیت ہے کہ مسلمانوں نے ساحل روم پر ایک شخص کو گرفتار کر کے معاویہ کی خدمت میں پیش کیا۔ معاویہ نے جب اس سے دریافت کیا کہ تو کہاں رہتا ہے اس نے بیان کیا کہ جزیرۂ اروا میں معاویہ نے کہا اس جزیرہ کا کچھ حال بیان کر۔ اس نے کہا یہ جزیرہ بہت لمبا ہے اور ہر قسم کے میوے' غلے' پھل اور پھول پیدا ہوتے ہیں اور بڑا زرخیز اور مالا مال ہے اور اگر اس کی خوبیوں کا مفصل حال عرض کروں تو بہت طول ہو گا۔ معاویہ نے بہادروں کی طرف مخاطب ہو کر کہا تم میں سے کون اس جزیرہ کو فتح کر سکتا ہے۔ ایک شامی بہادر جنادت بن امیہ نے اس مہم کا ذمہ لیا۔

معاویہ نے چار ہزار جوان دے کر حکم روانگی دیا۔ جنادت حسب فرمان معاویہ روانہ ہوا ساحل شام پر پہنچ کر ایک سو بیس کشتیوں میں فوج کو سوار کیا اور اس رومی قیدی کو راہبر قرار دے کے کر روانہ ہوا اور اس سے یہ معاہدہ کر لیا کہ وہاں پہنچا دے گا تو تیرے اہل و عیال اور مال و متاع کو ضرر نہ پہنچایا جائے گا۔ ہوا موافق تھی کشتیاں بہ آسانی سفر کر رہی تھیں۔ جزیرہ کے قریب پہنچیں۔ اس راہبر نے کہا بس اب ان کشتیوں کو اسی جگہ ٹھہرا لو۔ جب رات ہو جائے تو کنارہ پر جا پہنچنا۔ مسلمانوں نے اس کی رائے پر عمل کیا وہیں کشتیاں ٹھہرا دی گئیں۔ اور فوج بھی بیٹھ رہی۔ جب سورج غروب ہو گیا اور رات ہوئی تو کشتیوں کو کنارے پر لے جا کر مضبوطی سے باندھ دیا اور خود مسلح ہو کر مستعد و منتظر ہو بیٹھے جب صبح نمودار ہوئی اہل حصار نے بے خبری کی حالت میں دروازے کھول دیے۔ اور باہر نکلے مسلمانوں نے حملہ کر کے سب کو قید کر لیا۔ گویا بھیڑوں میں بھیڑیا گھس گیا۔ جب یہ لوگ پکڑے گئے تو اہل شہر نے نہایت خوفزدہ ہو کر دروازے بند کر لیے اور تاب مقابلہ نہ لا کر قاصد بھیجا اور جزیہ قبول کر کے صلح کی درخواست پیش کی۔ جنادت نے صلح منظور کر لی اور زر مصالحت و جزیہ لے کر مراجعت اختیار کی۔ اور سلامتی سے معاویہ کے پاس آ پہنچا۔ خلیفہ عثمان کے عہد حکومت میں جزیرہ اروا کی فتح جو مسلمانوں کو بہ فضل باری میسر آئی آخری تسخیر تھی۔

خلافت عثمان بن عفان میں ظاہر ہونے والے ناپسندیدہ واقعات و بیانات

۳۲ھ میں عثمانی برتاؤں سے جو طریقہ جناب رسالتمآبؐ سے بالکل علیحدہ تھے لوگوں کے دل پک گئے۔ تمام اشخاص خلیفہ

کے حق میں کچھ کچھ کہنے لگے۔ ابو محمد احمد بن اعثم کوفی رحمتہ اللہ علیہ جو بہت بڑا ثقہ اور مشہور مورخ ہے بیان کرتا ہے کہ لوگوں نے جو کچھ عثمان کے بارے میں کہا ہے اور اس کے جن جن اقوال و افعال ناپسندیدہ کو گوارا نہیں کیا میں نے معتبر راویوں سے ان کو مختلف پیرایوں میں اور جداگانہ الفاظ میں سنا ہے۔ مگر اس کی وجہ سے کہ مطالب یکساں ہیں میں نے ان کی عبارتوں کو اختلاف لغات کے ساتھ ایک ہی عبارت میں فراہم کر دیا ہے۔

القصہ راویوں نے کہا ہے کہ عثمان نے خلیفہ ہو کر عمر کے عمال کو چند ہی روز ان کے عہدوں پر برقرار رکھا بعدہٗ ان کو معزول کر کے تمام علاقے بنی امیہ کو جو اس کے چچا کی اولاد اور اپنے عزیز تھے دے دیے۔ عبداللہ بن عامر کریز کو بصرہ میں ولید بن ابی معیط کو کوفہ میں مامور کیا۔ معاویہ بن ابی سفیان کو امیر شام برقرار رکھا' عبداللہ بن سعد ابی سرح کو مصر میں اور عمرو بن عاص کو فلسطین میں مقرر کیا۔ جو خراسان' سجستان' فارس' کرمان' مصر' شام اور جزیرۂ عراق کی فتوحات کے بعد متواتر بے انتہا اموال غنیمت خلیفہ کے پاس پہنچتا رہا خلیفہ عثمان بھی اچھے برتاؤ کرتے رہے۔ طریق عدل و انصاف پر نظر رکھی مگر جب مال و زر اور سامان غنیمت بکثرت فراہم ہو گیا تو خلیفہ کے طور طریق بدل گئے۔ تمام مملکت پر بنی امیہ کو متصرف اور تمام شہروں کو اپنے ہی عزیزوں اور رشتہ داروں کے لیے مخصوص کر دیا۔ بیت المال کے روپے میں سے ان ہی کو زر کثیر بخشنا شروع کیا۔ عبداللہ بن خالد بن اسد بن ابی العاص بن امیہ کو جو شامل حال نہ تھا آتے ہی ایک لاکھ دینار حوالے کر دیے۔ حکم بن عاص کو بھی ایک لاکھ دینار دے دیے اور اسی قدر اس کے بیٹے حارث بن حکم کو بخش دیے۔ لوگوں کو یہ امر ناپسند آیا۔ عبدالرحمن بن عوف سے شکایت کی اور کہا اس کا وبال تیری گردن پر پڑے اور تیرے ہی سبب سے ہمیں یہ نقصانات پہنچ رہے ہیں۔ جس دن تو نے اسے خلیفہ قرار دیا تھا تو ہم نے ان بری روشوں اور عادتوں کے لیے اس کی بیعت کا اقرار نہیں کیا تھا اب بتا کیا کرنا چاہیے۔ عبدالرحمن نے کہا جو باتیں تم بیان کرتے ہو مجھے اب تک ان کی اطلاع نہیں ہوئی۔ دوسرے دن حضرت علی ابن ابی طالب عبدالرحمن سے ملے اور کہا کیا اس طرح کی کاروائیاں تجھے پسند ہیں۔ عبدالرحمن نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ اگر یہ باتیں سچ ہیں اور عثمان کا طور و طریقہ اسی قسم کا ہو گیا ہے تو تم بھی تلوار پکڑ لو اور میں بھی تلوار کھینچتا ہوں۔ لوگوں نے عثمان سے بھی یہ خبر جا کہی وہ بڑے غضبناک ہوئے اور کہا عبدالرحمن منافق ہے اور اس کے نزدیک میرے خون سے ہاتھ رنگنا کوئی مشکل نہیں۔ عبدالرحمن نے بھی یہ کلمات سن پائے۔ بہت بھڑکا اور کہا ذرا بھی گمان نہ تھا کہ عثمان کسی وقت مجھے منافق بتائے گا۔ پھر قسم کھا لی کہ جب تک میں زندہ رہوں گا عثمان سے نہ بولوں گا۔ اب یہ تمام حالات مشہور ہو گئے اور ہر شخص عثمان کی نسبت بدگمان ہونے لگا۔ عثمان کو بھی یہ خبریں پہنچتی رہتی تھیں۔ ایک دن حکم دیا کہ مسلمان مسجد رسول خداؐ میں جمع ہو جائیں۔ جب سب جمع ہو گئے خلیفہ عثمان نے منبر پر جا کر باری سبحانہٗ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کر کے حضرت محمد مصطفٰےؐ پر درود بھیجا۔ اس کے بعد کہا اے لوگو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے رہو تاکہ تمہاری نعمتیں اور ثروتیں ترقی کرتی رہیں۔ ہر وقت اسے یاد کرتے اور اسی کا نام لیتے رہو۔ اور اسی کے حقوق کو یاد رکھو۔ تم مسلمان ہو اور کتاب الٰہی جس میں امور درج ہیں تمہارے پاس موجود ہے۔ آگاہ ہو کہ حکم الٰہی یہی ہے کہ صاحب حکومت کی فرمانبرداری کرتے رہو۔ خدا سے ڈرو اور اس کے حکموں کو مانو' مخالفتوں اور گناہوں کا رشتہ چھوڑو۔ مطلع رہو کہ رسول خداؐ کی جگہ پانا اور خلافت کا بندوبست کرنا نہایت مشکل کام ہے۔ نیز خلافت کا مرتبہ اس حد سے کہ تم خیال کرتے اور سمجھتے ہو بہت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ولیوں اور امیروں کو اسی لیے حکومت عطا کی ہے کہ عاجزوں اور زبردست لوگوں کے فیصلے کرتے رہیں اور طاقتور اور کمزور پر ظلم و زیادتی نہ کرنے دیں۔ تم میں سے بہت ایسے شخص ہیں جنھوں نے عہد مبارک حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو دیکھا ہے آپ کی متبرک باتیں دیکھی ہیں۔

ان کے طریقوں کو ملاحظہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کی کتاب تمہارے ہاتھ میں ہے۔ تمام اوامر و نواہی اور حرام و حلال کو اس میں پڑھ چکے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر حجت تمام کر دی ہے اور وعدہ کیا ہے کہ جو شخص نعمتوں کا شکر گزار ہو گا اس کی نعمتوں کو ترقی کرامت فرمائے گا۔ نیکوں کے لیے ثواب اور بدکاروں کے لیے عذاب کا بدلہ ظاہر ہے۔ تم نے عجمی سلطنت کے بادشاہ کی شان و شوکت اور عظمت و قوت کا حال سن رکھا ہے۔ ان کی طاقت ہم سے بہت زیادہ تھی اور جمعیت کثیر ان کے ساتھ تھی۔ ان کے شہر بڑے وسیع تھے اور عیش و راحت بے انتہا لیکن اس سبب سے کہ خدا کے حکم کو نہ مانا، دنیا کو آخرت کے عوض اختیار کیا۔ فتنہ و فساد پر مائل ہو گئے، اور اس کی نعمتوں کی شکر گزاری چھوڑ دی۔ اللہ تعالیٰ نے ادھر بھی زور ڈال دیا۔ ان کے تمام شہر و مکانات اور چراگاہ تمہارے حوالے کر دیے۔ ان کی نعمتیں تم کو بخش دیں۔ اگر تم ان نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے رہو گے تمہارے واسطے قائم رہیں گے نہیں تو گناہوں اور نافرمانیوں میں سے تو نقصان عائد ہو گا اور آخر کار زوال آ جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے خلافت رسول عطا کی ہے آج میں اس کے لائق و سزاوار ہوں میں نے اس امر کو اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے اور اس اہم اور خطرناک خدمت کو انجام دے رہا ہوں۔ جس خدا نے مجھے خلافت دی ہے وہی اپنی تقدیرات کے مطابق مجھے توفیق عطا کرتا ہے اور میں نے بھی اس کلمہ کو کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ یعنی تم سب نگہبان ہو اور تم سب سے رعیت کی نسبت سوال کیا جائے گا کی رمز کو پہچانا اور حقیقت حال کو سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ جس شخص کو امیر بنایا ہے اسے بہت بڑی امانت سپرد کی گئی ہے اور رعیت کے ہر امر کی نسبت اس کے نگہبان سے جواب طلب کیا جائے گا اور ذرہ ذرہ کا حساب لیا جائے گا لوگوں نے مجھ سے کہا ہے کہ تم میں بعض آدمی میرے خرچ کردہ مال پر اعتراض کرتے ہیں اور آپس میں کہتے ہیں کہ اگر عثمان یہ روپیہ سپاہیوں اور ان کی اولاد کو دیتا اور بہت اچھا ہوتا از روئے مصلحت یہی ٹھیک ہوتا اور درگاہ باری میں بھی مقبول ہوتا میں اسے تسلیم کرتا ہوں اور بعد ازیں ایسا ہی کروں گا۔ ہر شہر میں معتبر آدمی بھیجوں گا کہ جس قدر مال فراہم ہو فوجیوں اور ان کی اولاد کو دیا جائے۔ اور جو کچھ بچے اسے پس انداز کریں تاکہ مشکل وقت پر کام آئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ میں بوڑھوں، فقیروں، یتیموں اور بیوہ عورتوں کے حقوق ان کو پہنچاتا رہوں گا اور خالی اوقات میں درپیش آنے والے امور کے متعلق تم سے مشورہ لے کر عملدر آمد کروں گا۔ تم میرے پاس آؤ، اہم امور کی نسبت گفتگو کرتے رہو جو کچھ بہتر اور مناسب معلوم ہو بیان کرو میں تم سب کی رضا مندی اور مصلحت وقت کو دیکھ کر اس کام کو سرانجام دیتا رہوں گا۔ میرے دروازہ پر کوئی دربان یا پہریدار نہیں جو شخص جس وقت چاہے آئے اور کچھ کہنا ہو کہے۔ فقط والسلام!

تمام مسلمان عثمان کی باتیں سن کر خوش ہو گئے۔ تعریفیں کرتے اور دعائیں دیتے اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ عثمان نے بھی عدل و انصاف کا طریقہ اختیار کیا۔ سپاہیوں اور رعیت میں مساوات اختیار کی، خاص و عام پر مہربانی کا برتاؤ شروع کیا۔ فقیروں اور یتیموں کا خیال رکھا۔ اسی طرح ایک سال گزر گیا۔ اب پھر عادتیں تبدیل ہوئیں اور وہ امور اختیار کیے جو طریقہ سنت اور نیکی کے خلاف تھے۔ اصحاب رسول خدا کو سخت ناگوار گزرا۔ ایک متحدہ جلسہ کر کے مشورہ کیا کہ خلیفہ کے پاس چلیں اور اس کی شروع خلافت سے اس وقت تک جس قدر امور خلاف شرع واقع ہوئے ہیں ان کو لکھ کر پیش کریں کیونکہ زبانی کہنے میں ممکن ہے بعض باتیں یاد نہ رہیں۔ یا یاد بھی ہوں تو کہی نہ جا سکیں اس لیے مناسب یہی ہے کہ سب باتیں تحریر کر لی جائیں۔ قلم اٹھا کر عثمان کے مسند نشین خلافت ہونے کے وقت سے تادم تحریر جو جو امور خلاف شرع نبوی ظہور میں آئے تھے لکھ لیے اور چاہا کہ سب ساتھ چلیں اور یہ نوشتہ اسے دیں اس کے بعد عمار یاسر سے ملے اور کہا ہم نے عثمان کے لیے ایسا کچھ لکھا ہے۔ تو یہ تحریر اسے دے سکتا ہے۔ اس نے کہا ہاں دے سکتا ہوں۔ پھر وہ نوشتہ لے کر

عثمان کے دروازہ پر پہنچے۔ اس وقت خلیفہ گھر سے باہر آ رہے تھے۔ عمار کو دروازہ پر نوشتہ لیے دیکھا۔ پوچھا' اے ابا الیقظان کیا مجھ سے کچھ کام ہے۔ عمار نے جواب دیا کہ میرا ذاتی کام نہیں ہے۔ اصحاب رسولؐ نے جمع ہو کر تمہارے واسطے' ان امور کی فہرست تیار کی ہے۔ جو تم نے خلاف شرع اختیار کیے ہیں تاکہ تم ان کا جواب دو۔ خلیفہ نے ترش لہجے میں نوشتہ لیا' چند سطریں پڑھیں اور ہاتھ سے پھینک دیا۔ عمار نے کہا یہ نوشتہ رسول خداؐ نے تحریر کیا ہے ہاتھ سے نہ پھینکئے بلکہ اچھی طرح پڑھ کر جو کچھ تحریر ہے اس پر عمل کیجئے۔ میں یہ باتیں آپ کی بہتری کے لیے کہتا ہوں۔ عثمان نے کہا اے سمیہ کے بیٹے تو جھوٹ بولتا ہے۔ اس نے کہا اس میں شک نہیں میں سمیہ اور یاسر کا بیٹا ہوں۔ خلیفہ کو زیادہ غصہ آیا' اپنے غلاموں کو حکم دے کر یاسر کو اتنا پٹوایا کہ وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ پھر خود خلیفہ نے بڑھ کر کئی لاتیں اس کے پیٹ اور خصیوں پر ماریں۔ عمار کو غش آگیا اور عارضہ فتق لاحق ہوا۔ اور سخت صدمہ پہنچا۔ بنی مخزوم کے لوگ جو عمار کے رشتہ دار اور چچا کی اولاد تھے خبر پا کر ہاشم بن ولید بن مغیرہ کے ہمراہ آئے اور عمار کو اٹھا لے گئے۔ گھر پہنچا کر بستر پر لٹا دیا۔ عمار کو ہنوز غشی لاحق تھی۔ سب نے قسم کھائی کہ عمار اگر اس صدمے سے مر گئے تو ہم عثمان کو قتل کر ڈالیں گے۔ اسی حالت غشی میں عمار یاسر کی نماز ہائے پیشین و شام و عشا قضا ہو گئیں۔ بہ وقت شب ہوش آیا۔ عمار نے اٹھ کر وضو کیا' قضا نمازیں پڑھیں۔ عثمان کی جن باتوں سے صحابہ رسول نے ناراض ہو کر بیعت سے انکار کیا انہیں میں عمار یاسر کا یہ معاملہ بھی داخل ہے۔ ابوذر کو بھی اس حال سے اطلاع ہوئی وہ اس وقت شام میں تھے عثمان کے حق میں طعن آمیز کلام کرنے شروع کیے۔ معاویہ نے خلیفہ کو خط لکھا اور ابو ذر کی ان باتوں کو جو خلیفہ کی نسبت کہتا تھا اس طرح لکھا:

بعد مراسم خدمت و دعا معاویہ بن صخر خدمت امیرالمومنین میں عرض پرواز ہے کہ ابو ذر نے ملک شام کو آپ کے خلاف برا گیختہ کر دیا ہے وہ لوگوں کے دلوں سے تمہاری محبت کو دھو رہا ہے ہر وقت عمر و ابوبکر کو یاد کرتا ہے۔ ان کے نیک اخلاق اور حمیدہ عادات کا تذکرہ کرتا رہتا ہے اور جب تمہارا تذکرہ آتا ہے تو برائی کے کلمے کہتا ہے اور تمہارے اقوال و افعال کو عیوب اور خطا کے پردے میں ظاہر کرتا ہے۔ شام' مصر' عراق' عرب میں اس کا رہنا مصلحت سے بعید ہے کیونکہ ان مقامات کے باشندے فتنہ پرداز ہیں اہل شہر سے بہت جلد مل جاتے ہیں بڑے فسادی ہیں۔ جو کچھ ظہور میں آیا ہے اس سے مطلع کر دیا ہے اب خلیفہ کی جو رائے ہو وہی بہتر ہے۔ والسلام!

خلیفہ نے معاویہ کے مضمون خط سے واقف ہو کر لکھا تیرا خط پہنچا ابوذر کی نسبت جو کچھ لکھا تھا معلوم ہوا جس وقت تیرے پاس یہ حکم پہنچے اسی وقت ابوذر کو ایک بدرفتار اونٹ پر سوار کرا کر اور کسی درشت مزاج رہبر کو اس کے ساتھ کر کے جو رات دن اونٹ کو بھگاتا لائے کہ ابوذر پر ایسی نیند غلبہ کرے جس سے وہ میرا اور تیرا دونوں کا ذکر کرنا بھول جائے' مدینہ بھیج دے۔ معاویہ نے اس حکم کے پہنچتے ہی ابو ذر کو بلایا اور ایک بدرفتار ننگی پیٹھ والے اونٹ پر بٹھا کر کسی بے رحم رہبر کو ان کے ساتھ کر دیا کہ اونٹ کو دن رات بھگاتا لے جائے۔ لحہ بھر کے لیے بھی کسی جگہ نہ ٹھہرنے دے تاوقتیکہ مدینہ میں نہ پہنچا دے۔

ابو ذر رحمتہ اللہ علیہ بلند قد اور لاغر اندام شخص تھے اور اس وقت اس قدر ضعیف العمر ہو چکے کہ تمام سر اور داڑھی کے بال سفید ہو چکے تھے اور نہایت ہی کمزور اور نحیف تھے۔ اونٹ کی پشت پر نہ کپڑا تھا نہ ساز پھر راہبر اونٹ کو بری طرح سختی سے ہنکاتا لایا ان تکلیفوں اور صدموں سے ابوذر کی رانوں کا گوشت چھل چھل کر جدا ہو گیا اور بہت ہی سخت تکلیف اور تکان لاحق ہو گئی۔ مدینہ میں پہنچ کر عثمان کے سامنے آئے تو ایک نظر دیکھ کر کہا اے جندب تجھے دیکھ کر کوئی آنکھ روشن نہ ہو۔ ابوذر نے کہا میرے باپ جناوت نے میرا نام جندب رکھا تھا اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے عبداللہ رکھا ہے۔ عثمان نے کہا تیرا یہی گمان ہے کہ میں کہتا ہوں کہ خدا فقیر ہے اور ہم دولت مند! ابوذر نے جواب دیا کہ میں نے کبھی ایسا نہیں کہا۔ مگر اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا ہے کہ جب ابو العاص کو تیس اولادیں ہو جائیں گی تو وہ خدا کے مال کو اپنی دولت و اقبال کا ذریعہ بنائیں گے۔ خدا کے بندوں کو اپنے خدمت گار اور نوکر قرار دیں گے۔ خدا کے دین میں خیانت کریں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان سے آزادی بخشے گا۔ خلیفہ نے حاضر الوقت لوگوں سے پوچھا تم میں سے کس نے حضرت رسول خداؐ کو ایسا فرماتے سنا ہے انہوں نے کہا ہم نے نہیں سنا۔ خلیفہ نے کہا اے ابوذر تو رسول خداؐ پر افترا پردازی کرتا ہے۔ اس نے حاضرین مجلس سے کہا تم میرے اس بیان کو غلط سمجھتے ہو۔ انہوں نے کہا ہم کچھ نہیں جانتے کہ تم سچ کہتے ہو یا جھوٹ۔ عثمان نے کہا حضرت علی کو بلاؤ۔ جب حضرت علی آگئے تو خلیفہ نے ابوذر سے کہا کہ جناب رسول خداؐ کی وہی حدیث بیان کر کہ ابوالحسن بھی سنیں۔ ابوذر نے جو حدیث بنی عاص کے حق میں بیان کی تھی پھر بیان کی۔ امیر المومنین نے کہا اے ابوالحسن تم نے بھی کبھی یہ حدیث سنی ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے حضرت رسول خداؐ کی زبانی نہیں سنی لیکن ابوذر جھوٹ نہیں کہتا۔ عثمان نے کہا تم کس وجہ سے اس کی تصدیق کرتے ہو اور اس کے بیان کو معتبر سمجھتے ہو؟ حضرت علی نے کہا اس حدیث کی بنا پر کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ نیلے آسمان کے نیچے اور تیرہ روئے زمین کے اوپر اور کوئی شخص ابوذر سے زیادہ راست گو پیدا نہ ہو گا۔ اسی وقت حاضرین مجلس بول اٹھے کہ ابوذر سچ کہتا ہے۔

ابوذر نے کہا جو حدیث میں نے بنی عاص کے متعلق بیان کی ہے وہ جناب رسول خداؐ کی زبان مبارک کی سنی ہوئی ہے اور تم مجھے جھوٹ سے متہم کرتے ہو۔ میں گمان بھی نہ کرتا تھا کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ تم سے اپنی نسبت یہ کلمے سنوں گا جو اب سن رہا ہوں۔ خلیفہ نے کہا تو جھوٹ بول کر فساد کرانا چاہتا ہے اور تیرا مدعا یہ ہے کہ ہم میں تنازعہ پیدا ہو۔ ابوذر نے کہا تو ابوبکر اور عمر کی سیرت پر قائم رہ پھر تجھ سے کوئی برگشتہ نہ ہو گا۔ نہ تیرے قول و فعل پر کوئی معترض ہو گا۔ خلیفہ نے کہا تجھے ان باتوں سے کیا واسطہ۔ ابوذر نے کہا تو میں اس میں اپنے لیے کوئی گناہ کی بات نہیں دیکھتا۔ بلکہ حکم کو شائع کرنا اور ممانعت کو روکنا ہے۔ اب خلیفہ کو زیادہ غصہ آگیا اور کہا بتاؤ میں اس بوڑھے دروغ گو کا کیا حال کروں یہ فتنہ برپا کرنا اور مسلمانوں میں تفرقہ پھیلانا چاہتا ہے۔ حضرت علی نے کہا تم اسے تکلیف نہ دو اگر وہ اس روایت میں جھوٹا ہے تو اس کا وبال اس پر پڑے گا اور اگر سچا ہے تو جیسا بیان کرتا ہے ایسا ظہور میں آ ہی جائے گا۔

خلیفہ عثمان کو حضرت علی کی یہ بات پسند نہ آئی غصہ ہو کر علی سے کہا تیرے منہ میں خاک ہو جیو۔ حضرت علی نے کہا تیرے منہ میں خاک ہو جیو تو یہ کہتا ہے اور یہ کیسی بے انصافی کہ معاویہ کی نامعلوم باتوں کے لکھنے سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دوست ابوذر کے حق میں جو کلمات ناشائستہ کہتا ہے کیا یہ مناسب بات ہے اور کیا تجھے معاویہ کی دشمنی ظلم اور فتنہ و فساد کا حال معلوم نہیں ہے۔ عثمان خاموش ہو رہا۔ پھر حضرت علی سے کچھ نہ کہا۔ ابوذر کی طرف مخاطب ہو کر کہا اٹھ جا ہمارے شہر سے نکل جا۔ ابوذر نے کہا ایسا ہی عمل میں لاؤں گا۔ کیونکہ مجھے تیرا ہمسایہ ہونا سخت ناگوار ہے۔ اگر کہے تو شام چلا جاؤں۔

خلیفہ نے کہا ہم نے تجھے شام سے اس لیے بلایا ہے کہ تو نے وہاں کے لوگوں کو مجھ سے ناراض کر دیا تھا وہاں کی اجازت نہیں دیتا۔ ابوذر نے کہا عراق چلا جاؤں۔ خلیفہ نے کہا وہاں کی بھی اجازت نہیں کیونکہ اہل عراق امیروں اور اماموں کو طعن سے یاد کرتے ہیں اور فتنہ و فساد سے نہیں ڈرتے۔ ابوذر نے کہا میں جہاں جاؤ گا حق بات کے بیان کرنے سے باز نہ رہوں گا جہاں حکم ہو چلا جاؤں!

خلیفہ نے کہا تو کس جگہ کو سب سے زیادہ ناپسند کرتا ہے۔ ابوذر نے کہا ربذہ کو جس قدر ناپسند کرتا ہوں اتنا کسی اور جگہ کو نہیں سمجھتا۔ خلیفہ نے کہا اٹھ اسی جگہ چلا جا وہیں رہنا کسی اور جگہ نہ جانا۔ پھر مروان بن حکم کو حکم دیا کہ ابوذر کو ایک اونٹ پر سوار کر کے مدینہ سے باہر نکال آ اور کسی شخص کو رخصت کرنے کے لیے شہر سے باہر نہ جانے دے۔ مروان ایک اونٹ پر بٹھا کر مدینہ سے باہر لے چلا اصحاب رسول خدا میں سے کچھ لوگ اس بات سے بہت رنجیدہ ہوئے اور مشایعت کے لیے آئے یہ اصحاب علی ابن ابی طالب' آپ کے فرزندان گرامی حسن' حسین' عبداللہ ابن عباس' عمار بن یاسر اور مقداد بن اسود وغیرہ تھے۔ ابوذر کے پاس پہنچ کر تسلی دینے لگے۔ مروان بن حکم نے کہا خلیفہ نے اس بات کی اجازت نہیں دی کہ کوئی شخص ابوذر کی مشایعت کرے اور اسے رخصت کرنے کے لیے شہر سے باہر جائے۔ حضرت علی کو یہ بات بری معلوم ہوئی کوڑا ہاتھ میں تھا۔ مروان کے سواری کے اونٹ کے دونوں کانوں کے بیچ میں رسید کیا اور فرمایا دور ہو پسر زرقا تو ہمارے فعل پر اعتراض کرنے والا کون ہوتا ہے۔ غرض ابوذر اس حال سے ربذہ کی طرف چلا گیا۔

حضرت علی اور صحابہ واپس چلے آئے۔ مروان نے علی کے متعلق خلیفہ سے شکایت کی۔ خلیفہ نے آدمی بھیج کر علی ابن ابی طالب کو بلایا اور کہا کیا میں نے حکم نہ دیا تھا کہ تم میں سے کوئی شخص ابوذر کے رخصت کرنے کو مدینہ سے باہر نہ جائے تم کس لیے مدینہ سے باہر گئے اور کیوں صحابہ کی جماعت کو ساتھ لے گئے۔ علی نے کہا یہ بات ہم پر واجب نہیں کہ جو کچھ تم کہو ہم اسے عمل میں لائیں۔ خلیفہ نے کہا مروان تمہاری شکایت کرتا ہے کہ آپ نے اسے گالی دی اور اس کے اونٹ کے سر پر تازیانہ مارا تم اس سے معافی مانگو اور اپنے سے رضامند کرو۔ علی نے کہا میرا اونٹ موجود ہے کہہ دو کہ اٹھ کر اس کے دونوں کانوں کے بیچ میں ایک تازیانہ مارے رہی گالی وہ دے نہیں سکتا خدا کی قسم اگر مروان مجھے گالی دے تو میں تلوار سے جواب دوں گا کیونکہ وہ کسی طرح بھی میرا ہمسر نہیں ہے۔

اس کے بعد علی غصے میں بھرے ہوئے عثمان کے پاس سے چلے آئے۔ ابوذر نے ربذہ میں رہنا اختیار کیا ایک مدت گزر گئی۔ آنے جانے والے حاجی اس کے پاس پہنچتے اس کی دلداری کرتے اور تحفے بھیجتے۔ مگر وہ کسی کی کوئی شے قبول نہ کرتا۔ انجام کار اس کی وفات کا وقت قریب آ پہنچا۔ اس کی زوجہ سرہانے بیٹھی رو رہی تھی۔ ابوذر نے پوچھا کیوں روتی ہے۔ اس نے کہا پردیسی ہونے اور خاندان کی جدائی اور بربادی سے روتی ہوں۔ اور بہ عالم غربت تیرا وفات پانا سخت ترین صدمہ ہے پھر میں ضعیف اور بے کس عورت ہوں۔ مجھ سے تمہاری تجہیز و تکفین بہتر نہ ہو سکے گی۔

ابوذر نے کہا اے ام ذر دل کو قابو میں رکھ اور مت رو۔ جناب رسول خدا صلی اللہ وعلیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں پردیس میں وفات پاؤں گا اور اس وقت کچھ نیک آدمی تیرے پاس آئیں گے وہی مجھے دفن کریں گے۔ آگاہ ہو کہ جب میں جاں بحق تسلیم ہو جاؤں کسی سے کہہ سن کر ان چند بکریوں میں سے ایک بکری ذبح کرا لینا اور کھانا پکا کر رکھ چھوڑنا۔ پھر سر راہ منتظر ہو کر بیٹھ جانا وہاں سے کچھ مسلمان گزریں گے ان سے میری وفات کا حال کہہ کر کفن اور دفن کرنے کی درخواست کرنا جب میرے دفن سے فارغ ہو جائیں تو وہ کھانا ان کے سامنے لا رکھنا کہ وہ کھا کر چلے جائیں تو کچھ دنوں ربذہ ہی میں رہنا پھر مدینہ چلی جانا اور اپنے زمانہ وفات تک اسی جگہ رہنا۔ ابوذر یہ وصیت کر کے جاں بحق ہو گئے۔ اس پر اللہ کی رحمت ہو۔

ام ذر نے حسب وصیت ایک بکری ذبح کرا کر کھانا پکایا اور نہایت ہی غمگین اور اداسی کے عالم میں سر راہ بیٹھ کر آنے والوں کا انتظار کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد کچھ لوگ زیارت مکہ معظمہ سے واپس آتے ہوئے نظر پڑے۔ یہ اشخاص احنف بن قیس تمیمی' صعصعہ بن صوحان العبدی' خارجہ بن صلت تمیمی' ہلال بن مالک مزنی' جریر بن عبداللہ بجلی' مالک اشتر بن

حارث نخعی وغیرہ تھے۔ جب یہ مشہور و معروف افراد قریب پہنچے تو ایک پیرزن کو سر راہ بیٹھے دیکھا۔ سمجھے کوئی محتاج ہے کچھ مانگتی ہے۔ جب بالکل قریب پہنچ گئے تو ام ذر نے کھڑے ہو کر کہا اے مسلمانو! رسول خداؐ کا مصاحب ابوذر دنیا سے سفر کر گیا ہے میں اس کی بیوہ ہوں مجھ میں اس کے کفنانے اور دفنانے کی طاقت نہیں اگر تم اس کام میں امداد کرو گے تو اللہ تعالی تم سے راضی ہو گا۔ ابوذر کی خبر وفات سنتے ہیں سب رونے لگے بہت افسوس کرتے تھے اور اللہ تعالی سے اس کی بخشش کی دعا مانگتے تھے۔ پھر وہاں قیام کر کے ابوذر کو غسل میت دیا اور ہر شخص کی یہی خواہش تھی کہ میرے کپڑے کا کفن پہنایا جائے۔ آپس میں گفتگو بہت طول پکڑ گئی۔ انجام کار یہی صلاح قرار پائی کہ ہر شخص کے پاس سے تھوڑا تھوڑا پارچہ لے کر سب کو سی کر کفن مکمل کر دیا جائے۔ غرضیکہ اسی طرح کیا اور ایک شخص کے اسباب میں سے کافور بھی نکل آیا۔ اس سے سنت حنوط ادا کی گئی۔ پھر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا۔ دفن سے فارغ ہو کر اشتر نخعی نے اس کی قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر خدا تعالی کی حمد و ثناء کے بعد کہا اے خدا ابوذر غفاری تیرے رسولؐ کا مصاحب ہے۔ وہ تیرے پیغمبروں اور کتابوں پر ایمان لایا ہے۔ تیری راہ میں جہاد کیے ہیں۔ شریعت اسلام پر ثابت قدم رہا ہے۔ اور شرعی طریقوں میں اس نے تغیر و تبدل کو راہ نہیں دی اس نے سنت اور اجماع کے خلاف کچھ امور دیکھ کر ان سے انحراف کیا۔ جس کے سبب لوگوں نے اسے ستایا اور ذلیل سمجھا تیرے حبیب کے ہمسائیگی کی نعمت سے اسے محروم کر دیا۔ مدینہ سے نکال کر بربادی میں چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ وہ پردیس میں مر گیا۔ اے خدا تو نے مومنوں سے جن جن بہشتی نعمتوں کا وعدہ فرمایا ہے ان کا حظ ابوذر کے لیے زیادہ کر اور اس شخص کو جس نے اسے تیرے رسولؐ کے مدینے سے نکالا اور تباہ کیا ہے سزائے واجب دے۔ اشتر نے ابوذر کی قبر پر دعا مانگی اور سب مسلمانوں نے آمین کہی۔ جب دن ختم ہو گیا تو ام ذر نے کھانا سامنے لا رکھا۔ سب نے کھایا اور رات کو اسی جگہ سو رہے۔ صبح کو ام ذر سے رخصت ہو کر چلے گئے۔ ابوذر کی وفات کی خبر جس وقت عثمان کو پہنچی تو عمار یاسر موجود تھے۔ کہا اباذر پر اللہ کی رحمت ہو۔ اے خدا میں یہ دعا اس کے لیے دل و جان سے مانگتا ہوں۔ تو اسے بخش و بخشو خلیفہ عثمان نے اس پر غصے ہو کر کہا اے نالائق تیرا بھی یہی حال ہو گا میں ابوذر کے مدینہ سے نکال دینے پر پشیمان نہیں ہوا ہوں۔ عمار نے کہا خدا کی قسم میرا یہ حال نہ ہو گا۔

قضیہ عمار بن یاسر

عثمان نے کہا اسے دھکے دو اور شہر سے نکال دو اور اسی جگہ پہنچا دو جہاں ابوذر کو پہنچایا تھا تاکہ یہ بھی اسی کی طرح زندگی بسر کرے اور جب تک میں زندہ ہوں یہ مدینہ میں نہ آ سکے۔ عمار نے کہا خدا کی قسم مجھے بھیڑیوں اور کتوں کی ہمسائیگی تیرے پاس رہنے سے زیادہ پسندیدہ ہے یہ کہہ کر اٹھا اور عثمان کے پاس سے چلا آیا۔ خلیفہ نے ارادہ کر لیا کہ عمار کو بھی مدینہ سے نکال دے۔ بنی مخزوم جو اس کے قریبی رشتہ دار تھے علی بن ابی طالب علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا اے ابو الحسین تم اس رشتہ داری کی حق سے خوب واقف ہو' جو ہم کو تمہارے باپ کے ساتھ ہے۔ یہ حقوق محتاج شرح نہیں ہیں۔ آج ہم عثمان کی اس گفتگو کے متعلق آپ کے پاس آئے ہیں جو اس نے عمار کے ساتھ کی اور مدینہ سے اس کی اخراج کی نسبت حکم دے کر ربذہ میں بھیجنا چاہا۔ آپ کو معلوم ہے کہ ایک دفعہ اسے مار کر سخت ایذا دے چکا ہے اور سخت ست بھی کہا ہے ہم نے اس وقت درگزر کیا تھا اور اسے کچھ نہ کہا تھا۔ اب دوسری دفعہ ایسا ارادہ کیا ہے اور یہ حکم دیا ہے۔ آپ خوب جانتے ہیں کہ اگر وہ عمار کو شہر سے نکال دے گا تو اندیشہ ہے کہ ہمارے ہاتھوں کچھ ایسا ظہور میں آ جائے جس سے وہ پچھتائے اور ہمیں بھی شرمندگی لاحق ہو۔ ہمارا خیال ہے کہ آپ کے سوا اور کوئی اس کام کو سہولت سے انجام

نہیں دے سکتا۔ آپ ہی کی مبارک زبان سے اس کا تدارک ہو سکتا ہے۔ آپ مہربانی فرما کر عثمان کے پاس جائیں اور کلمات حق کہہ کر سمجھا دیں کہ عمار کے پیچھے نہ پڑے' اسے اس کے شہر اور مکان سے نہ نکالے ورنہ ایسا فساد پھیلے گا جس کا تدارک نہ ہو سکے گا۔ علی نے یہ سن کر انہیں تسلی اور اطمینان دلایا۔ اور فرمایا جلدی نہ کرو میں جا کر سب کچھ درست کرا دوں گا۔ تمہارے کام میں سعی کرنا میرے لیے واجب ہے۔ پھر عثمان کے پاس آئے اور کہا تم بعض کاموں میں بہت جلدی کرتے ہو دوستو! اور نصیحت کرنے والوں کی بات نہیں مانتے۔ اس سے پہلے ابوذر کو جو بڑا نیکوکار مسلمان' رسول خداؐ کا بڑا مصاحب مہاجرین میں سے بڑا نیک شخص تھا مدینہ سے نکال دیا اور ربذہ ہی میں بھیج دیا۔ کہ وہ غریب پردیس ہی میں مر گیا۔ اس معاملے میں اور بھی زیادہ مسلمان تم سے برگشتہ ہو گئے ہیں۔ سنتا ہوں کہ تم نے اب اور کچھ ارادہ کیا ہے کہ عمار یاسر کو مدینہ سے خارج کر دیں یہ اچھی بات نہیں۔ خدا سے ڈرو اور عمار سے درگزرو۔ صحابہ جناب رسول خداؐ کو ایسے رنج نہ دو خلیفہ عثمان کو حضرت علی کی یہ باتیں پسند نہ آئیں۔ جواب دیا۔ پہلے تجھی کو شہر سے نکال دینا چاہیے کیونکہ عمار اور غیر عمار کو تو ہی برباد کر رہا ہے۔ علی نے کہا تیری کیا طاقت ہے کہ میری نسبت ایسا خیال بھی دل میں لا سکے اور اگر چاہے تو بھی اس فعل پر قادر نہ ہو سکے گا۔ اور میرے اس کلام میں کچھ شک ہو تو آزما کر دیکھ۔ پھر تجھے حقیقت حال معلوم ہو جائے گی کہ کیسا اہم معاملہ ہے۔ اور تیرا یہ کہنا کہ عمار اور غیر عمار کو تو ہی خراب کر رہا ہے خدا کی قسم ان کا فساد محض تیری ہی طرف سے ہے میں ان کی کوئی خطا نہیں دیکھتا۔ تیری ذات سے ایسے ایسے امور سرزد ہو رہے ہیں جو طریقہ شریعت سے باہر ہیں۔ لوگ ان کی تاب نہیں لاتے تجھ سے برگشتہ ہوتے ہیں اور تجھ سے یہ باتیں برداشت نہیں ہو سکتیں۔ ہر ایک پر غصہ ہوتا ہے۔ پھر منتقمانہ کاروائی کر کے انہیں ستاتا ہے۔ یہ ڈھنگ بزرگوں کے طریقوں سے بہت بعید ہے۔ حضرت علی یہ نرم گرم باتیں کہہ کر عثمان کے پاس سے چلے آئے۔ جب لوگوں کے پاس پہنچے تو انہوں نے دریافت کیا کہ کیا فیصلہ کر آئے۔ اور خلیفہ نے کیا جواب دیا۔ آپ نے وہ تمام گفت و شنید جو عثمان کے ساتھ ہوئی تھی بیان کر دی۔ سب نے تعریفیں کیں کہ آپ نے جو کچھ جواب دیا بہت خوب دیا۔ عثمان جس وقت غصے میں ہو گا آپ کی نسبت ایسے ہی کلمات کہے گا اور جس پر ناراض ہو گا اسے شہر بدر کرے گا۔ ہم میں سے کوئی اپنے عزیزوں قریبوں اور کنبہ میں وفات نہ پائے گا سب پردیس ہی میں جان گنوائیں گے۔ عالم غربت میں کس سے وصیت کریں گے اور اپنی اولاد اور عزیزوں کو کس پر چھوڑیں گے۔ خدا کی قسم ہمیں اپنے گھروں کے اندر فرزندوں اور عزیزوں کے سامنے مر جانا اس لمبی زندگی سے بدرجہا بہتر ہے جو پردیس میں ہو۔

حضرت علی صحابہ سے یہ باتیں سن کر غمگین ہوئے اور فرمایا عمار سے کہہ دو اپنے گھر میں رہے باہر نہ نکلے۔ اللہ تعالیٰ تجھ کو عثمان اور دوسرے لوگوں کی شرارت سے محفوظ رکھے۔ بنی مخزوم نے حضرت علی کے تسلی دینے سے مطمئن ہو کر کہا اے ابوالحسن ہم سب مسلمان آپ کے دوست اور ہوا خواہ ہیں۔ اگر تم ہمارے مددگار رہو گے تو پھر عثمان ہمیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ عثمان کو بھی لوگوں کی زبانی یہ معلوم ہو گیا۔ عمار سے درگزر کیا اور جو کچھ کہا تھا اس پر افسوس کیا۔ اس کے بعد مسلمانوں میں سے جو شخص آتا اس کے سامنے عثمان ---- علی کی شکایت کرتا۔ ایک مرتبہ زید بن ثابت سے بھی یہ بات کہی اور علی کی شکایت کی۔ اس نے کہا خلیفہ کی منشا ہو تو میں علی کے پاس جاؤں اور تمہارے دلوں میں جو گرہ پڑ گئی ہے اس کا ذکر کروں۔ خلیفہ نے کہا تجھے اختیار ہے۔ زید بن ثابت اور مغیرہ بن اخنس ثقفی علی کے پاس آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ زید بن ثابت فضلی نے حضرت علی کی تعریف و توصیف بیان کرنی شروع کی کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جو تقرب آپ کو حاصل تھا اور یگانگت و منزلت بارگاہ نبوی میں آپ کو تھی وہ دنیا میں کسی اور

جماعت میں سے ایک شخص بوزینب نام نے آگے بڑھ کر کہا اے امیر المومنین میں ایک دن کسی کام کے لیے ولید کے مکان میں اس کے پاس گیا تھا۔ دیکھا کہ مدہوش پڑا ہے۔ میں نے اس کی انگلی میں سے انگوٹھی نکال لی پھر بھی اسے کچھ خبر نہ ہوئی اور وہ انگوٹھی یہ ہے۔ سامنے ڈال دی۔ پھر ان لوگوں نے جو بوزینب کے ساتھ ولید کے پاس گئے تھے۔ اس کے کلام کی صداقت کی شہادت دی۔ خلیفہ نے بڑے بڑے صحابہ اور علی علیہ السلام کو بلایا۔ اور حضرت علی سے کہا اے ابوالحسن اہل کوفہ ولید بن عقبہ کی نسبت ایسا کچھ بیان کرتے ہیں۔ آپ کی مبارک رائے کیا ہے۔ کہا ولید کو کوفہ سے بلا کر ان لوگوں کے روبرو کھڑا کر اس وقت نامور اصحاب بھی موجود ہوں۔ پھر کوفیوں سے ولید کی شکایت سننی چاہیے۔ غرضیکہ جس وقت یہ سب حاضر ہوئے اور ہر ایک نے اپنی اپنی کہہ لی تو ولید کا شراب پینا ثابت ہو گیا۔ خلیفہ نے حکم دیا کہ ولید کو برہنہ کر کے درے لگائیں اور کوفہ کی حکومت سے علیحدہ کر کے سعد بن عاص کو اس کی جگہ مقرر کیا۔ اور اہل کوفہ کے نام فرمان جاری ہوا۔ مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ حمد و نعت باری تعالی اور درود و نعت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد عبداللہ عثمان خلیفۃ المسلمین کی طرف سے اہل کوفہ کو سلام پہنچے۔ پھر واضح ہو کہ چند کوفیوں نے میرے پاس آ کر ولید کی شکایت کی اور اس کے خلاف گواہی دی تھی۔ اگر ان کا بیان درست تھا تو میں اس کے اعمال کی سزا اسے دے چکا ہوں اور اگر انہوں نے جھوٹ بولا تو اللہ تعالی ان پر عذاب نازل کرے گا۔ میں نے ان لوگوں کی شکایت اور گواہیوں کو سن کر ولید کو حکومت کوفہ سے برطرف کر دیا ہے اور سعید بن عاص کو جو نہایت شریف اور اپنی قوم کا سردار ہے اس کی جگہ مقرر کیا ہے۔ اے خدا کے بندو ڈرو! اس کے حکموں کی تعمیل کرتے رہنا۔ مدد و مشورہ سے روگرداں نہ ہونا۔ فوقیت نہ چاہنا۔ عیب جوئی اور تہمت لگانے سے باز رہنا۔ سعید بن عاص کے ساتھ جو تمہارا امیر ہے رعایت بلیغ کا برتاؤ رکھنا۔ رعیت ہونے کے چلن سے باہر نہ ہونا۔ خلیفہ کے فرمان کی تعمیل کیے جانا میں نے سعید کو بھی خوب تاکید کر دی ہے کہ عدل و انصاف کو ذرا بھی ہاتھ سے نہ جانے دے سب لوگوں سے احسان کے ساتھ پیش آئے۔ والسلام علیکم ورحمتہ یعنی تم سب پر اللہ کی رحمت ہو!

سعید بن عاص یہ فرمان لے کر جانب کوفہ روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر جامع مسجد میں آیا اور دو رکعت نماز پڑھ کر منبر پر گیا۔ لوگوں کو جمع کر کے خطبہ پڑھا۔ اللہ تعالی کی حمد و ثناء بیان کی۔ حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجا۔ اور کہا اے کوفہ والو آگاہ ہو کہ تم میں سے جو شخص قرآن شریف کو پڑھتا اور مسائل فقہ کو اچھی طرح جانتا ہو گا وہی مجھے سب سے زیادہ عزیز ہو گا اور جس کی طبیعت بری بری باتوں اور لہو و لعب کی طرف راغب ہو گی اور گناہوں سے خوف نہ ہو گا فتنہ پرداز اور شرابی ہو گا۔ میں اس کا دشمن ہوں۔ میرے پاس مقرب اور فقیہ لوگ آمد و رفت رکھیں اور شریر اور اوباش میرے سامنے نہ آئیں۔ مجھے ان سے سخت نفرت ہے میں صرف عقل مندوں اور امن پسندوں سے لگاؤ اور ربط ضبط رکھنا چاہتا ہوں۔ لہذا تم سب کو اس امر سے آگاہ کر دیا ہے۔ اسی طرح کی چند اور باتیں بیان کر کے منبر سے اتر آیا اور عبدالرحمن بن احنس اسدی کو بلا کر کوتوال شہر مقرر کیا۔ پھر دارالامارۃ میں داخل ہو کر قیام کیا۔ ہر وقت شرفا کوفہ اور عالم وغیرہ اس کے پاس آتے جاتے ان سے دینی مسائل اور ملکی معاملات پر گفتگو رہتی۔ سعید تمام رعایا کے ساتھ رعایت و مروت سے پیش آتا۔ تواضع اور عدل و انصاف کا شیوہ برتتا۔ حسن سیرت سے رہتا۔ یہاں تک کہ ماہ رمضان آیا۔ تقسیم خیرات اور صدقات بہت اچھی طرح کی حسب اتفاق ماہ صیام کی۔ آخری تاریخ نماز مغرب کے وقت لوگوں میں کچھ عید کا چرچا ہوا اسی اثناء میں سعید بن عاص اور ہاشم بن عتبہ میں بھی کچھ تلخ کلامی ہو گئی۔ سعید نے اسے یک چشم کہا اور ایسا

کے واسطے نہیں۔ اور دین اسلام کے متعلق تقویت و سبقت و قدامت میں کوئی اور شخص آپ کے ہمسر نہیں ہو سکا۔ آپ چشمہ خیر اور منبع کرامت ہیں۔ ہم آج تمہارے چچا زاد بھائی عثمان کے پاس جو اس امت کی خلافت پر متمکن ہے اور آپ پر بھی دو حق رکھتا ہے ایک حق خلافت اور دوسرا حق قرابت اس نے آپ کی نسبت کچھ شکایت سی کی ہے کہ کبھی کبھی میری باتوں پر اعتراض کر بیٹھتے ہیں اور جن امور کی نسبت میں کچھ کرنا چاہتا ہوں ان کی نسبت کچھ کہہ دیا کرتے ہیں۔ ہمیں مناسب معلوم ہوا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان باتوں کو عرض کر دیں تاکہ باہمی کلفتیں اور دلوں کا غبار دور ہو جائے۔ جس سے سب مسلمانوں کو خوشی ہو گی۔ اور آپس کی موافقت سے انشاء اللہ سب کو بڑے فوائد حاصل ہوں گے۔ حضرت علی نے کہا خدا کی قسم جب تک مجھ سے ہو سکا میں نے کسی پر اعتراض نہیں کیا۔ نہ کسی امر میں دخل اندازی کرنا چاہی۔ مگر اب ایسا مشکل معاملہ آن پڑا ہے کہ صبر اور خاموشی کی گنجائش نہیں رہی۔ میں نے سچی بات کہی تھی جس میں اس کی اور سب مسلمانوں کی بہتری اور خیریت اور مصلحت شامل تھی۔ مغیرہ بن اخنس بول اٹھا تمہارا ضمیر مانے یا نہ مانے خلیفہ جو کچھ کرے یا کہے تم کو اس رضا مند رہنا چاہیے۔ اس کے حکموں کی تعمیل اور اس کے فرمانوں کی اطاعت تمہیں لازم سمجھنی چاہیے۔ کیونکہ وہ تم پر حاکم ہے نہ کہ تم اس پر اور ہمیں تمہارے پاس صرف اسی واسطے بھیجا ہے کہ جو کچھ تم بیان کرو ہم اس کے گواہ ہو جائیں۔ پھر خلیفہ جو کچھ تمہارے نسبت کرے معذور سمجھا جائے۔

مغیرہ کی ان باتوں کو سن کر حضرت علی کو غصہ آگیا اور للکار کر کہا اے ملعون کے بیٹے جس کے حصے میں ذرہ بھر بھی نیکی اور بھلائی نہیں آئی اور وہ بن جڑ اور بن شاخوں والے درخت کی مانند ہوا ہے یعنی حسب اور نسب بھی معیوب رکھتا تھا' اس کی اولاد ناصرہ اور نہرہ میں سے تھی تو مجھے عثمان سے روکتا ہے خدا کی قسم تو جس کا ساتھی ہو گا وہ کبھی عزت نہ پائے گا اور تو جس کو حرکت میں لائے گا وہ کبھی قائم نہ رہے گا۔ میرے پاس سے دور ہو جا خدا تجھے دور رکھے۔ تجھ میں جس قدر زور ہے لگا۔ عثمان کی حمایت اور میری مخالفت میں جو کچھ بن پڑے وہ کر۔ اگر تو مجھ پر مہربانی کرے اور اپنی کوششوں میں کمی کرے تو خدا تجھ پر رحم نہ فرمائے اور زندہ نہ رکھے۔

حضرت علی کی ان باتوں سے مغیرہ کی زبان بند ہو گئی پھر کچھ نہ بول سکا۔ مگر زید بن ثابت نے عرض کی اے ابوالحسین مغیرہ تو بے ہودہ اور بکواسی آدمی ہے اس نے یہ باتیں از خود گھڑ کر کہی ہیں۔ خدا کی قسم ہم آپ کی خدمت میں گواہ بننے کے لیے نہیں آئے نہ آپ کی باتوں پر اعتراض کرنا مدنظر ہے۔ بلکہ ہم نے باہمی صلح و آشتی کا دروازہ کھولنا چاہا تھا کہ آپ اور آپ کے چچا زاد بھائی میں صفائی ہو جائے۔ رنجش جاتی رہے۔ حضرت علی نے ان باتوں کو پسند فرما کر اسے دعائے خیر دی۔ اس کے بعد زید بن ثابت مع ہمراہیان عثمان کے پاس آیا اور تمام کیفیت بیان کی۔

ولید بن عقبہ کا جھگڑا اور اس کی شراب خوری کی کیفیت

اب اہالیان کوفہ نے عثمان کے پاس آ کر ولید بن عقبہ کی شکایت کی کہ اس کی عادت اچھی نہیں۔ مسلمانوں کا سردار ہو کر برے کام کرتا ہے۔ نہ رعایا کے ساتھ عدل و انصاف ہی سے پیش آتا ہے۔ علاوہ ازیں شراب پیتا ہے اور مدہوش پڑا رہتا ہے اسی واسطے ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں کہ اس کا تدارک کیا جائے۔ اور مناسب ہو تو اسے معزول کر کے کسی اور شخص کو جو عادل اور شائستہ ہو اس کی جگہ مقرر فرما دیں۔ عثمان نے یہ سن کر بہت تعجب کیا سبحان اللہ مجھے معلوم بھی نہ تھا کہ ولید ایسی حرکتیں کرے گا اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ تمہاری باتیں سچ ہیں یا جھوٹ انہوں نے کہا ہم سچ کہتے ہیں۔ اور جب تک اچھی طرح نہیں دیکھ لیا کہ وہ شراب پیتا ہے اس پر یہ الزام نہیں لگایا گیا ہے۔ اس کے بعد اسی

پڑوایا کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔ پھر اس کا گھر جلوا دیا۔ یہ خبر سعد بن ابی وقاص کو مدینہ میں پہنچی۔ مہاجر و انصار کی جمعیت کو لے کر خلیفہ کے پاس آیا اور سعید کی شکایت کی کہ اس نے ہاشم کو مارا اور اس کا گھر جلا دیا ہے۔ میں انصاف چاہتا ہوں۔ پھر قسم کھائی کہ میں خلیفہ کے پاس سے واپس نہ جاؤں گا۔ تاوقتیکہ آپ سعید سے بدلہ نہ لیں گے اور میرا انصاف نہ فرمائیں گے۔ ورنہ یہ بات اتنی بڑھے گی کہ اس کے اثرات دور رس ہوں گے۔

خلیفہ عثمان نے سعد بن وقاص کو نرمی سے سمجھایا کہ سعید نے جو کچھ کیا اس میں میری کچھ خطا نہیں نہ میں نے ایسے کاموں کی اجازت دی نہ مجھے اس معاملہ کی کچھ خبر لیکن جو کچھ تو چاہتا ہے میں اسے ضرور بجا لاؤں گا۔ سعد ان دنوں عین عالم شباب میں تھا اور بہت ہی بہادر منچلا ضبط نہ کر سکا۔ اٹھ کر سعید بن عاص کے دروازہ پر آیا اور اس کے گھر کو آگ لگا دی۔ عائشہ نے سن کر سعد کو کہلا بھیجا کہ ایسی ایسی باتیں نہ کرو۔ وہ بھی یہ سن کر گھر میں جا بیٹھا۔

اب عثمان نے سعید کو خط لکھ اور ہاشم کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آنے پر سخت ملامت کی۔ سعید سب کچھ سن کر خاموش ہو رہا۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔ اس واقعے کے بعد ایک دن مسجد کوفہ میں بیٹھا تھا' بزرگان کوفہ بھی موجود تھے۔ زمینی خواص کا تذکرہ تھا کہ کس علاقہ کی زمین زیادہ نرم ہے اور غلہ اور پھلوں کی پیداوار میں زیادہ طاقت ور ہے۔ اشتر نخعی نے کوفہ کی بہت تعریف کی۔ عبدالرحمن بن اخنس جسے سعید نے کوتوال شہر بنا رکھا تھا بولا قریش کے لیے عراق اور اس کا نواح گلزار کے مانند ہے ہم کو جس قدر مطلوب ہو گا تصرف میں لائیں گے اور جس قدر چاہیں گے چھوڑ دیں گے۔ اشتر نے کہا بڑبولا نہ بن تیرا یہ رتبہ نہیں کہ عراق کو گلزار قرار دے اسی پر دونوں میں بات بڑھ گئی۔ عبدالرحمن اپنے آپ کو بہت اونچا سمجھنے اور مغرورانہ کلام کرنے لگا۔ اشتر نے ہاتھ بڑھا اس کی شمشیر کا تسمہ پکڑ لیا۔ اور اپنی طرف کھینچ کر اپنے عزیزوں سے کہا اس فاسق کو مار ڈالو تاکہ لوگوں کو گنہ گار کی اطاعت نہ کرنی پڑے۔ اشتر کے عزیزوں نے اسے اس قدر پیٹا کہ قریب ہلاکت ہو گیا۔ پھر ٹانگ پکڑ کر مسجد سے باہر ڈال دیا۔ سعید بن عاص مسجد سے اٹھ کر اپنے گھر چلا گیا۔ اشتر نے بھی دوستوں سمیت اپنے گھر کی راہ لی۔ اشتر کے عزیزوں نے کہا تو نے بہت اچھا کام کیا عبدالرحمن کی یہی سزا تھی۔ گویا اللہ تعالیٰ نے بطور الہام تجھے یہ توفیق کرامت کی کہ اگر تو اس وقت ٹال جاتا اور خاموشی اختیار کرتا تو یہ لوگ ہمارے خاندان تک دست درازی کرتے۔ اور ہم سب کو ہمارے باپ داداؤں کے ورثے سے محروم کر دیتے۔

سعید نے گھر پہنچتے ہی عثمان کو خط لکھا اور تمام کیفیت درج کی۔ مضمون یہ تھا:

خلیفہ کی جدائی اور ملاقات اور خدمت گزاری شرح آرزو اور اظہار دعا کے بعد معلوم ہو کہ کوفہ میں اشتر کی موجودگی میں کوئی انتظام نہیں کر سکتا۔ اس نے ایک گروہ بنا رکھا ہے جو اپنے مقرب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور سب بے عقل آدمی ہیں۔ اگر میں اچھا کام بھی کرتا ہوں تو یہ نکتہ چینی کرتے ہیں۔ اور مصلحت آمیز نصیحت کرتا ہوں تو سخت جواب دیتے ہیں۔ ابھی اشتر نخعی اور عبدالرحمن خنس میں جسے میں نے کوتوال مقرر کر رکھا ہے جھگڑا ہوا جس کی کوئی اصل و بنیاد نہ تھی۔ اشتر نے بلا سبب غصے ہو کر میرے روبرو مصری بدمعاشوں اور اپنی قوم کے بیوقوفوں سے کہا کہ عبدالرحمن کو مارو۔ انہوں نے اس قدر لاتیں ماریں کہ وہ مردہ سا ہو کر گر پڑا۔ اور اس وقت سے اب تک نہیں اٹھا۔ بستر پر پڑا ہوا ہے۔ میں نے خلیفہ کو تمام حالات سے اطلاع دے دی ہے۔ اور منتظر ہوں کہ کیا حکم ہوتا ہے۔ اور اشتر کے یہ بھڑکائے ہوئے شعلے فساد کے بجھانے میں کس مصلحت کا برتاؤ ہوتا ہے۔ فقط والسلام!

سعید بن عاص کا یہ خط عثمان کے پاس پہنچا تو حالات مندرجہ سے واقف ہو کر رنجیدہ ہوئے اور جواب دیا کہ سعید بن عاص کو معلوم ہو تیرا خط پہنچا۔ مضمون معلوم ہوا یہ لکھنا کہ کوفہ میں اشتر کی موجودگی میں کچھ کام نہیں کر سکتا عبث ہے۔ اس

کی موجودگی میں کوفہ کے بڑے بڑے اختیارات حاصل ہیں۔ اور وہ کسی عمل یا مصلحت و گفتگو سے تجھے منع نہیں کر سکتا۔ اس کو ان امور سے کوئی سروکار نہیں جن کا انتظام بہبودی اسلام کے لیے تیرے قبضہ قدرت میں دیا گیا ہے۔ امور سلطنت میں ان کا کوئی دخل نہیں۔ میں نے ایک خط اس کے نام بھی لکھا ہے۔ اس کو پہنچا دینا جو شریر اور بے وقوف لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے ہیں ان سب کو اشتر کے ہمراہ اس مقام کی طرف جس کا میں نے ذکر کیا ہے روانہ کر دینا اور خود ہر طرح سے بہ اطمینان تمام اپنے کام میں مشغول رہنا۔ والسلام!

قضیہ اشتر نخعی

اس خط کے بعد اشتر کے نام بھی اس مضمون کا خط لکھا: اشتر کو معلوم ہو کہ مجھے خبر لگی ہے کہ تو نے فتنہ پردازی سے کوفہ میں آگ لگا دی ہے۔ خدا کی قسم تو بہت برا کرتا ہے۔ انجام کار شرمندگی اٹھائے گا اور اگر ان ہی عادتوں اور طریقوں پر قائم رہے گا اور بری خصلتوں سے باز نہ آئے گا تو تیرا خون بہانا مجھ پر حلال ہو گا۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ تو اپنے افعال قبیحہ اور ذمیمہ سے باز نہ آئے گا۔ تاوقتیکہ تو کسی ایسی مصیبت میں مبتلا نہ ہو گا جس سے مفر نہ ہو گا۔ اور چھٹکارا مشکل ہو جائے گا۔ بہتر ہے کہ تو اس کوفت میں نہ رہے۔ اگر تو جانتا ہے کہ خلیفہ کی اطاعت تجھے لازم ہے تو اس حکم نامہ کے مضمون سے واقف ہوتے ہی شام کی طرف روانہ ہو جا۔ اور اس جماعت کو بھی جو تجھے فتنہ و فساد کی تحریص و ترغیب دلاتے ہیں اپنے ہمراہ لے جا کر ملک شام میں قیام کر تاوقتیکہ میرا خط تیرے پاس پہنچ کر واضح ہو کہ تجھے کیا کام کرنا چاہیے۔ یقینی سمجھ کہ اسی واسطے تو جانب شام بھیجا جاتا ہے کہ تو نے کوفہ میں فساد کیا ہے اور وہاں کے لوگوں کو میری جانب سے ورغلاتا ہے۔ ورنہ اس امر کے علاوہ تیرا کوئی قصور نہیں۔ اشتر نے اس حکم سے مطلع ہو کر سفر شام کی تیاری کی۔ سعید نے آدمی بھیج کر پیغام دیا کہ تو کوفہ سے جاتا ہے تو اپنے ہمراہ ان بدمعاش اور بے وقوف لوگوں کو بھی لیتا جا۔ جنہوں نے اس فساد کی طرف مائل کیا ہے۔ اشتر نے جواب دیا کہ کوفہ کا ہر شخص میرا ہوا خواہ ہے جو کچھ میری خواہش ہے وہی ان کی آرزو ہے۔ وہ ہرگز گوارا نہ کریں گے کہ تو ان کے شہر اور ان کے مکانات پر اپنا تصرف کرے اور اپنی ملکیت قرار دے تو جانتا ہے کہ میں خلیفہ کے حکم سے باہر جاتا ہوں۔ اور کسی شخص کو تکلیف نہیں دے سکتا کہ وہ بھی میرے ہمراہ شام چلے۔ جس کسی کو یہاں سے علیحدگی پسند ہو گی میرے ساتھ ہو لے گا۔ غرضیکہ سامان سفر درست کر کے بہ ارادۂ شام کوفہ سے نکلا۔ بڑے بڑے مشہور و معروف شعراء اور اکابر کوفہ اس کے ہمراہ تھے۔ دمشق میں پہنچ کر کلیسائے مریم میں قیام کیا۔ معاویہ نے قاصد بھیج کر ان کو اپنے پاس بلایا۔ سب نے اس کے پاس جا کر سلام کیا۔ اور بیٹھ گئے۔ معاویہ جواب سلام کے بعد عزت و حرمت سے پیش آیا۔ اور بولا اے لوگو خدا سے ڈرو۔ **ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاء تہم البینات** یعنی تم ان لوگوں جیسے نہ بنو جنہوں نے روشن دلیلیں دیکھنے کے بعد اختلاف پھیلایا اور متفرق ہو گئے۔ کمیل بن زیاد نے جو اشتر کا ہوا خواہ تھا جواب دیا اے معاویہ **فھدی اللہ الذین امنوا بما اختلفوا فیہ من الحق باذنہ** یعنی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو راہ راست کی ہدایت کی اور رہبری کی ہے جنہوں نے جہت اختلافی سے بحکم الٰہی امر حق کو اختیار کیا ہے۔ اے معاویہ خدا کی قسم ہم بھی بالکل وہی لوگ ہیں۔ معاویہ نے کہا اے کمیل جیسا تو بیان کرتا ہے یہ بات ہرگز نہیں ہے یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو خدا اور رسول اور صاحبان حکومت کی اطاعت کرتے ہیں۔ اور صاحبان حکم کے فرمودہ کاموں کو نہ چھپاتے تھے اور ان کے گناہ اور عیب آشکار نہ تھے۔ کمیل نے کہا اگر خلیفہ تجھے امر تعمیل میں تجھ پر بھروسہ نہ کرتے تو تجھے ملک کی نگرانی عطا نہ کرتے اور نہ ہم کو تیرے پاس بھیجتے۔ اشتر نے کہا کمیل تو

ہم سب سے کمسن ہے تو نے سب سے پہلے بحث کیوں شروع کی اور کہا اے معاویہ تو خوب جانتا ہے کہ خدا تعالی نے امت کو حضرت رسالت پناہ محمد مصطفیٰ کے ذریعے عزت بخشی ہے اور ان ہی کے طفیل سے ہمیں اور قوموں پر فوقیت عطا کی ہے۔ جب تک خدا نے چاہا حضرت رسول خدا ہم میں زندہ رہے۔ جب آپ کی وفات آ پہنچی کہ جس سے کوئی مخلوق بچ نہیں سکتی اور جوار رحمت الٰہی میں پہنچ کر داخل بہشت عنبر سرشت ہوگئے تو آپ کے بعد عرصے تک نیک شعار لوگوں کی جماعت کتاب خدا اور سنت رسول پر چلتی رہی۔ اللہ تعالی ان سے رضا مند ہوا اور ان کے اعمال نیک کی جزائے خیر کرامت فرمائی ان کے بعد کچھ ایسے امور واقع ہوئے جو قانون شریعت سے علیحدہ تھے ایمان والوں نے انہیں ناپسند کیا اور روگرداں ہو کر حق کلمے زبان سے نکالے کہ ہماری بری خصلتوں کو ترک کر کے ہمیں رضا مند رکھیں گے۔ تو ہم ان کے فرمانبردار رہیں گے۔ ان کی مخالفت اختیار نہ کریں گے تو ایسے لوگوں کے حالات سے خدا تعالی اپنی کتاب میں خبر دیتا ہے۔ **و اذا اخذ اللہ میثاق اللذین او تو الکتاب لتبینہ' للناس و لا تکتمونہ فنبذ وہ وراء ظھور ھم و اشتر وا بہ ثمنا قلیلا فئیس ما یشترون** یعنی اللہ تعالی نے ان تمام لوگوں سے جنہیں کتاب عطا کی ہے عہد لے لیا ہے کہ لوگوں کو اس عہد سے مطلع کرتے رہیں۔ اور امر حق کو نہ چھپائیں۔ لیکن انہوں نے عہد خدا کو پس پشت ڈال دیا اور اسے کم قیمت پر بیچ ڈالا۔ اے معاویہ ہم اس گروہ میں سے نہیں کہ حکم خدا پر لات ماریں اور نافرمانی سے پیش آئیں۔ اگر ہمارے امام حق رستے پر چلتے رہیں اور ہم ان کی پیروی نہ کریں تو گویا ہم نے کتاب خدا کو پس پشت ڈال دیا ہے۔

معاویہ نے کہا اے اشتر تیرے کلام سے مخالفت کی بو آتی ہے اور اس سے بہ آسانی سمجھ میں آ سکتا ہے کہ تیرا کیا ارادہ ہے۔ خدا کی قسم میں تیرے پاؤں میں بھاری بیڑیاں ڈال کر قید کر دوں گا۔ عمر بن زرارہ نے کہا اے معاویہ اشتر کی عزیز و قریب بے شمار ہیں۔ اگر تو اسے قید کرے گا تو اس کے تمام ہوا خواہ جن میں اکثر بڑے بڑے سردار شامل ہیں خاموش نہ بیٹھ سکیں گے پھر نہ معلوم کہاں تک نوبت پہنچے۔ اور تو بھی اس امر سے بخوبی آگاہ ہے۔

معاویہ نے کہا اے عمر مجھے تیرا زندہ نہ رکھنا واجب معلوم ہوتا ہے۔ ابھی تیری گردن اڑا دینی چاہیے۔ پھر غلاموں کو حکم دیا کہ ان دونوں کو قید کر دیں۔ انہوں نے دونوں کو قید خانہ میں ڈال دیا۔ زید بن مکنف نے کھڑے ہو کر معاویہ سے کہا کہ جس گروہ نے ہمیں تیرے پاس بھیجا ہے وہ عاجز نہیں تھا۔ اگر چاہتا تو ہمیں قید کر سکتا اس نے ہمیں تیرے پاس اسی واسطے بھیجا ہے کہ تو شفقت اور لطف و احسان سے پیش آئے۔ اور پاس مروت یہ ہے کہ جب تک ہمارا چند روزہ قیام یہاں رہے تو ہمارے ساتھ اچھا برتاؤ رکھے انعام و اکرام فرمائے کیونکہ ہم تیرے پاس زیادہ عرصے تک نہ ٹھہریں گے۔

اس کے بعد صعصہ بن صوحان نے کھڑے ہو کر کہا اے معاویہ تجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ اشتر و زرارہ کی فضیلت اور بزرگی تقویت اسلام کے سلسلے میں مشہور ہے اور وہ اپنی قوم اور قبیلوں کے سردار ہیں انہیں بے جرم اور بے خطا قید کر دینا اچھا نہیں' انہیں رہا کر دے۔ معاویہ نے حکم دیا کہ انہیں جا کر واپس لائیں۔ غلام جا کر انہیں لے آئے۔ معاویہ نے ان سے کہا تم نے دیکھا کہ میں نے تمہیں کس طرح معاف کر دیا اور تمہاری جہالت اور بیوقوفی سے درگزر کی حالانکہ تم سخت سزا اور قید گراں کے مستحق تھے۔ اللہ تعالی میرے باپ ابو سفیان پر رحمت کرے کیا حلیم شخص تھا جس کے نطفے سے ایسے بیٹے پیدا ہوئے جو سب کے سب متواضع حیادار اور نیکوکار ہیں۔ اب جاؤ اپنے گھروں کی راہ لو' خدا سے ڈرو' اپنے اماموں کی تعریف کرو ان کو طعن و تشنیع نہ کرو۔ کیونکہ تمہارے لیے یہی امر بہتر ہے دونوں معاویہ کے پاس سے اٹھے اور کہا ہم خدا کے گناہ گار ہونے کے لیے اس کے فرمانبردار نہ ہوں گے۔ اور جو شخص خدا کے گناہ کرتا ہے ہم اس کی اطاعت نہ کریں گے' اس کے بعد اپنے گھر چلے آئے اور معاویہ نے کچھ آدمی مقرر کر دیے کہ ان کی نگرانی رکھیں کہیں

اور نہ جانے دیں۔ اسی برس خلیفہ عثمان حج کے لیے تشریف لے گئے جب مدینہ میں واپس آئے تو کوفہ کے ذی عزت اور نامی اشخاص نے خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کوفہ سے اشتر کے نکالے جانے اور شام کی طرف بھیج دینے پر اظہار ناراضی کیا اور سعید کی سخت شکایتیں کی۔ اسی وقت بصرہ والے بھی آئے اور اپنے عامل عبداللہ بن عامر کریز کے خلاف داد خواہ ہوئے اسی طرح اور اطراف سے بھی عثمان کے عاملوں کی بے حد شکایتیں لکھی ہوئی پہنچیں۔ اب خلیفہ نے مناسب سمجھ کر اپنے عاملوں کو سب شہروں سے طلب کر لیا۔ اور جب سب جمع ہو گئے تو انہیں مخاطب کر کے فرمایا تم نے خلق خدا کے ساتھ کس قسم کے برتاؤ کی زندگی اختیار کی ہے کہ تمام باشندگان دور و نزدیک کیا تاجیک اور کیا ترکستان والے ادنیٰ ہیں یا اعلیٰ سب تمہارے شاکی ہیں۔ سب نے اپنا عذر بیان کیا۔ آخر کار یہ امر قرار پایا کہ خلیفہ ان سے عہد لے لے کہ وہ لوگوں کے ساتھ عمدہ سلوک کریں گے۔ عدل و انصاف اور مساوات کو نظرانداز نہ ہونے دیں گے۔ اور ہر شخص کے ساتھ ایسا برتاؤ رکھیں گے کہ کسی کو شکایت کا موقع نہ ملے۔ اس کے بعد انہیں اپنے اپنے مقامات پر واپس بھیج دیا۔

معاویہ شام میں' عبداللہ بن عامر بصرہ میں' سعید بن عاص کوفہ میں' عبداللہ بن سعد مصر میں واپس پہنچ کر اور عثمان حکومت سنبھال کر اور بھی نئی نئی طرح کے ظلم و ستم کر کے اور افعال مذمومہ پر چلنے لگے۔ غرضیکہ لوگوں کو کلمات نا ملائم اور تعرضات بے ہودہ سے رنجیدہ کرنے میں وہی پہلا سا طریقہ خود سری اختیار کر لیا۔ انجام کار کوفہ کے نامور لوگ یزید بن قیس ارحبی' مالک بن حبیب یربوعی' حجر بن عدی کندی' مسیب بن نجبہ فزاری وغیرہ اور کچھ روؤسا جمع ہوئے۔ سب نے کہا سعید بن عاص کی حرکتوں کو پوشیدہ نہ رکھنا چاہیے۔ تمام ظاہری اور باطنی حالات لکھ کر عثمان کو مطلع کر دیں۔ اب انہوں نے اس مضمون کا خط لکھا کہ بعد ادائے مراسم و دعا امیرالمومنین کو معلوم ہو کہ یہ خط ہم سب مسلمانان کوفہ کی طرف سے روانہ کیا جاتا ہے اس میں ہماری کوئی غرض شامل نہیں بلکہ ہم سب اس کے لکھنے پر مجبور ہیں کیونکہ ہمیں اس امت میں اختلاف اور تفرقہ واقع ہونے کا سخت اندیشہ ہے۔ کیا تم کو فتنہ و فساد ہی کے لیے خلق کیا گیا ہے۔ اب جو شخص تمہارا مددگار ہو گا وہی ظالم بنے گا۔ کیونکہ جو شخص تمہارے افعال کو پسند نہیں کرتا اس کو تکلیف دیتے ہیں اور اس کے وطن اور عزیزوں سے جدا کر کے آوارگی میں مبتلا کرتے ہو۔ تم خلاف کام کرتے ہو اور متضاد حکم دیتے ہو اے خلیفہ خدا سے ڈرو اور نیک بخت خلیفہ کی سنت کو اختیار کرو۔ اصلاح کرنے والوں کو شہر سے نہ نکالو۔ شریروں کو مال غنیمت نہ دو۔ غلاموں کی اولادوں اور نیک شخصوں کو مسلمانوں کا حکم اور امیر نہ بناؤ۔ جاہل اور بیوقوف لوگوں کو ہم پر مسلط نہ کرو۔ تم اسی وقت تک ہمارے امیر ہو کہ خدا کی اطاعت کرتے' اس کے حکموں پر چلتے' کتاب خدا پڑھتے' زیردستوں سے اچھا سلوک کرتے اور ان کے ساتھ نرمی و مہربانی سے پیش آتے ہو جن شخصوں کو شہر بدر کر دیا ہے انہیں واپسی کا حکم دو۔ امور حقہ میں دور و نزدیک والوں قوی اور ضعیفوں کو یکساں سمجھو' جو ہمارا فرض تھا ادا کر دیا اور سمجھا دیا آئندہ تم کو اختیار ہے اگر ان کاموں سے باز آ کر توبہ نہ کرو گے تو ہم سب حق کے راستے میں تمہارے معین اور مددگار رہیں گے۔ اگر تم باز نہ آؤ گے اور توبہ کرو گے اور پھر ہم سے کوئی امر سرزد ہو جائے تو اپنے آپ ہی کو ملامت کرنا کیونکہ بدعت اور ترک نیت کرنے پر ہم تمہارے دوست نہ ہوں گے۔ اگر حکم خدا سے منحرف ہو کر تمہاری خوشی کے لیے ایسے کام کریں گے جن سے خدا راضی نہیں تو بروز قیامت اس کو کیا جواب دیں گے اب ہم اپنے اس قول پر خدا کو گواہ کرتے ہیں اور شہادت خدا کافی ہے وہی ہمارے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی اطاعت کی توفیق کرامت فرمائے۔ اور گناہوں سے بچائے۔ اور وہ جس امر کو چاہتا ہے اس پر قادر ہے۔

کعب بن عبیدہ ہندی نے جو بڑا زاہد اور عابد تھا کہا خدا کی قسم میں بھی عثمان کے پاس ایک خط روانہ کرتا ہوں جس میں اپنا

اور اپنے باپ کا نام بھی درج کروں گا۔ عثمان میرے ساتھ جس طرح چاہے پیش آئے۔ میں کسی بات سے نہیں ڈرتا۔ پھر خلیفہ عثمان کو اس مضمون کا خط لکھا:

کعب بن عبداللہ کی طرف سے امیرالمومنین عثمان کو معلوم ہو کہ میں تم کو فتنہ و فساد برپا کرنے اور امت میں تفرقہ پڑنے سے ڈراتا ہوں کیونکہ تم نے نیک آدمیوں کو شہر سے نکال دیا ہے۔ برے شخصوں کو امیر مقرر کیا ہے اور اچھے لوگوں کے دشمنوں کو مال غنیمت میں ان کا شریک بنا دیا ہے۔ اس گروہ کو جو دین اور دیانت داری میں بہت کم ہیں برگزیدہ کر رکھا ہے۔ کتاب خدا کو چاک کر دیا ہے۔ تم نے آسمان سے مینہ کو اور زمین سے روئیدگی کو بند کر دیا ہے۔ اپنے عزیزوں قریبوں کو تمام لوگوں پر مسلط کر دیا ہے۔ اس امر سے مسلمانوں کے دلوں میں تمہاری طرف بغض اور دشمنی پیدا ہو گئی ہے جن اشخاص کو تم نے اپنا مقرب اور دولت مند بنایا ہے وہ بھی اپنی محنت کے مال سے نہیں بلکہ ہماری ہی شہروں کی لوٹ اور روپے سے اس درجے کو پہنچے ہوئے ہیں۔ ہم میں اور تم میں خداوند جلیل انصاف فرمانے والا ہے۔ اگر تم ان باتوں سے باز آ کر ہماری دلداری کرتے رہو گے تو ہم سب تمہارے مددگار اور اصلاح کار ہیں ورنہ بہ صورت انکار خدا سے تمہارے ظلموں کی فریاد کریں گے۔ اور صبح و شام اس کی پناہ کے طالب ہوں گئے۔ فقط۔ والسلام!

پھر وہ خط قبیلہ غرہ کے ایک جوان کو دے کر کہا خلیفہ عثمان کی خدمت میں پہنچا دے۔ وہ داخل مدینہ ہو کر عثمان کے پاس پہنچا آپ اس وقت دیوان خانہ میں تشریف رکھتے تھے۔ چند صحابہ رسول خداؐ حاضر خدمت تھے۔ سلام کر کے خط حوالے کیے۔ خطوں کا پڑھنا تھا کہ رنگ فق ہو گیا۔ پوچھا یہ خط کس نے لکھے ہیں۔ کہا کوفہ کے نیک شعار' دیندار' امانت گزار' عابد اور زاہد لوگوں نے لکھے ہیں۔ خلیفہ نے کہا تو جھوٹ کہتا ہے بلکہ یہ خط بیوقوفوں اور حاسدوں نے لکھے ہیں۔ پھر کثیر بن شہاب کی طرف متوجہ ہو کر کہا تو کعب بن عبیدہ کو جانتا ہے اس نے کہاں وہ بنی ہند میں سے ہے خلیفہ نے حکم دیا غری کے بدن پر سے کپڑے اتار اس قدر پیٹیں کہ اور لوگوں کو عبرت ہو جائے۔ اس وقت علی ابن ابی طالب موجود تھے۔ پوچھا اس شخص کو کس جرم میں مارنا چاہتے ہو' وہ محض ایک قاصد ہے۔ ایک خط لایا اور پیغام پہنچایا ہے ایلچی جو کچھ کہے وہ جرم نہیں ہو سکتا۔ نہ اسے زدوکوب کرنا جائز ہو سکتا ہے۔

عثمان نے کہا تو اچھا اسے قید خانہ میں ڈال دو۔ حضرت علی نے فرمایا اسے قید کرنا بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ تب خلیفہ نے کہا اسے چھوڑ دو مت ستاؤ۔ لوگوں نے چھوڑ دیا اور غری کوفہ واپس آ گیا۔ جب اپنے لوگوں سے ملا انہوں نے اس کو سلامت لوٹ آنے پر تعجب کیا کیونکہ سب کو یہی یقین تھا کہ خلیفہ اسے زدوکوب یا قتل کرے گا۔ لوگ اس کے اردگرد جمع ہو گئے۔ کیفیت دریافت کی۔ غری نے تمام سرگزشت بیان کی اور حضرت علی کا شکریہ ادا کیا کہ آپ ہی نے مجھے قید اور مار سے بچا لیا ہے۔ اہل کوفہ حضرت علی کے ثناء خواں اور دعاگو ہوئے۔

اب عثمان نے سعید کے نام یہ خط روانہ کیا کہ کعب بن عبیدہ کو کسی سخت مزاج اور بدخصلت آدمی کے ساتھ میرے پاس روانہ کر۔ سعید نے اسے گرفتار کر کے ایک بدشکل اور اکھڑ مزاج غلام کے حوالے کر کے خلیفہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ حاضر خدمت ہوا تو خلیفہ نے قیاس سے معلوم کر لیا کہ یہی شخص کعب ہے۔ دیکھا دبلا پتلا اور پتلی گردن والا جوان ہے۔ کہا دیکھنے اور مشاہدہ کی نسبت تیری شہرت بہت اچھی تھی۔ عجب بات ہے تو ابھی باپ کے نطفے سے پیدا بھی نہ ہوا تھا کہ میں نے قرآن شریف کی تمام تعلیم حاصل کر لی تھی اور جملہ احوال خیر و شر سے واقف ہو چکا تھا۔ ہر ایک فائدہ اور نقصان سے اطلاع پائی۔ تو آج میرا ناصح پیدا ہوا ہے۔ اور مجھے بتاتا ہے کہ کس طرح زندگی بسر کرنی اور کس طریق سے امر حق پر چلنا چاہیے۔ کعب نے جواب دیا عفان کے بیٹے میری بات سن۔ اگر قرآن شریف کے فوائد پہلے ہی لوگوں کے لیے خاص

ہوتے تو آخری زمانہ والے سب محروم رہ جاتے۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کے کلام کے فائدے جیسے پہلے شخصوں کے لیے ویسے ہی پچھلے لوگوں کے واسطے بھی ہیں۔ عثمان نے پوچھا تو اپنے خدا کو بھی جانتا ہے کہ وہ کہاں ہے کعب نے کہا میں خوب جانتا ہوں کہ خدائے سبحانہ تعالیٰ کو کسی جگہ کی حاجت نہیں۔ وہ ہر جگہ موجود ہے اسے جہاں چاہو پا سکتے ہو۔

اس وقت مروان موجود تھا بولا خلیفہ تم ایسے ایسے بیوقوں کے ساتھ بردباری سے پیش آتے ہو یہی سبب ہے کہ وہ آپ کے سر چڑھتے ہیں اور زیادہ دلیر ہوتے جاتے ہیں۔ کعب نے کہا اے خلیفہ مروان ہی تمہارے کاموں کو خراب کر رہا ہے اور وہی تم کو ہمارا دشمن بنا رہا ہے۔ امیر المومنین نے اس کے دس کوڑے لگوائے اور چھوڑ دیا کہ کوفہ واپس چلا جائے اور سعید بن عاص کو لکھ دیا کہ کعب جس وقت داخل کوفہ ہو اسے گرفتار کرکے کسی زشت خو آدمی کے ہمراہ فلاں پہاڑی پر پہنچا دینا۔ کہ وہیں رہا کرے ادھر کعب کوفہ میں پہنچا ادھر سعید نے حسب الحکم خلیفہ گرفتار کرکے ایک بدخو غلام کے حوالہ کر دیا کہ اس کو اس پہاڑ پر لے جاؤ جس کا حکم دیا گیا ہے۔

طلحہ و زبیر

اسی دن طلحہ و زبیر عثمان کے پاس آئے اور کہا ہم اس لیے آئے ہیں کہ تم سے کچھ کہیں خلیفہ نے کہا بیان کرو۔ انہوں نے کہا جس دن تم کو خلافت ملی تھی تو کیا خلیفہ عمر نے تم سے عہد نہیں لیا تھا اور یہ وصیت نہیں کی تھی کہ خلیفہ بن کر آل ابی معیطؓ کو خلق اللہ پر تعینات نہ کرنا۔ عثمان نے کہا ہاں یہی فرمایا تھا۔ انہوں نے کہا پھر تم نے ولید بن عقبہ کو امیر کوفہ کیونکر بنایا۔ خلیفہ نے جواب دیا جس طرح عمر نے مغیرہ بن شعبہ کو امارت عطا کی تھی۔ میں نے بھی اس کو اس شہر کا امیر مقرر کر دیا۔ جب اس نے گناہوں کا شیوہ اختیار کیا' شراب پیئے اور لوگوں سے بدسلوکی کرنے لگا میں نے اسے معزول کر دیا۔ اور دوسرے شخص کو جو پسندیدہ خصلت اور اچھے طریقے پر تھا اس کی جگہ بھیج دیا۔ پھر انہوں نے پوچھا معاویہ کو شام کے علاقہ پر کیوں بھیجا۔ جواب دیا کہ عمر کی رائے کے مطابق میں نے عمل کیا ہے۔ انہوں نے بھی اسے شام ہی میں بھیجا تھا۔ پوچھا رسول خداؐ کے دوستوں کو کس لیے سخت سست کہا حالانکہ تم ان سے بہتر نہیں ہو۔ جواب دیا کہ میں نے تم کو برا نہیں کہا ہے اور جیسے برا کہا ہے اسے کوئی عجز لازم نہیں کہ پلٹ کر جواب دے۔ پوچھا کہ تمہیں عبداللہ بن مسعود سے کیا تعلق تھا کہ اس کی قرات کو خراب بتایا حالانکہ اس نے رسول خدا سے قرات سیکھی تھی اور اسے اس قدر کیوں مارا کہ وہ اب تک گھر میں ایسا بے ہوش پڑا ہوا ہے کہ اٹھ نہیں سکتا۔ اس کے جسم کی تمام کھال کھنچ چکی ہے۔

خلیفہ نے کہا میں نے عبداللہ بن مسعود سے جو کلمات سنے ہیں تم کو معلوم نہیں۔ اس نے یہ کہا تھا کاش میں اور عثمان ایک حالت پر ہوتے کہ وہ مجھ پر اور میں اس پر ریت ڈالتا یہاں تک کہ دونوں میں سے ایک دب کر رہ جاتا۔ جب لوگوں نے اس سے کہا کہ عثمان تجھ سے زیادہ مضبوط ہے تو اس کی برابری نہیں کر سکتا۔ تو جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کافر کو مومن پر غالب نہیں ہونے دیتا۔

طلحہ و زبیر نے پوچھا تم نے عمار یاسر کو لاتوں سے کیوں مارا؟ اور کیوں اس قدر پٹوایا کہ اسے عارضہ فتق لاحق ہو گیا۔ کہا وہ لوگوں کو میرے قتل پر آمادہ کرتا تھا۔ اور بہکاتا تھا کہ جس طرح بن پڑے عثمان کو قتل کر دو۔ پھر پوچھا کہ ابوذر کو جو رسول خداؐ کا دوست تھا شہر سے نکال کر ربذہ میں کیوں بھیجا کہ وہ اسی جگہ دیار غیر میں جاں بحق ہو گیا۔ جواب دیا اس کا سبب یہ تھا کہ وہ اہل شام کو مجھ سے برگشتہ کرتا تھا۔ مجھے بدنام کرتا تھا اور میرے عیوب کو آشکارا کرتا تھا۔

پوچھا کہ اشتر اور اس کے دوستوں کو کوفہ سے کیوں نکالا۔ ان کو اپنے اہل و عیال اور عزیزوں سے کیوں علیحدہ کر دیا۔ جواب دیا اس لیے کہ وہ کوفہ میں آتش فساد روشن کرتا تھا۔ اور میرے عامل سعید بن عاص کی حرمت کا خیال نہ کرتا تھا۔
اس کے بعد زبیر نے کہا اے عثمان تمہاری یہ باتیں ٹھیک نہیں جن باتوں کو ہم نے جتلایا ہے وہ ان امور سے جو تم نے اقوال و افعال مختلفہ کے ضمن میں کیے ہیں بہت تھوڑے ہیں۔ اگر تم چاہو ہم تمہارے کاموں کو ایک ایک کر کے گنوا سکتے ہیں تاکہ تم ان پر غور کرو اور پھر جو دل چاہے سو کرو ہم اس بات سے ڈرتے ہیں کہ مبادا زمانہ تم پر کوئی واقعہ لائے کہ تم کو اس کی تاب و طاقت نہ ہو۔ پھر طلحہ بولا کہ اے عثمان بنی امیہ تم کو ہلاک کر دیں گے اور آل معیط تمہیں دام طمع میں پھنسا رہے ہیں۔ تم کو ہمارے ساتھ رہنا چاہیے کہ ہم بھی تمہارا ساتھ دیں اور اگر تم ہمارے ساتھ نہ رہو گے تو ہم تمہارے دشمنوں سے مل بیٹھیں گے اور تمہیں اپنے افعال کی برائی بھلائی خاتمہ کے وقت معلوم ہو گی اس کے بعد طلحہ و زبیر عثمان کے پاس سے چلے آئے اور عثمان نے دوات و قلم منگا کر سعید بن عاص کو خط لکھا کہ مضمون مندرجہ سے آگاہ ہوتے ہی کعب بن عبیدہ کو پہاڑ پر سے کوفہ میں طلب کر اور وہاں سے میرے پاس پہنچا دے۔ اس کام کو بہت ضروری سمجھنا اور جس قدر جلدی ممکن ہو اس کی تعمیل کرنا۔
سعید نے اس حکم کے پہنچتے ہی آدمی روانہ کیا کہ کعب کو بہت اچھی طرح لے آئے۔ جس وقت وہ کوفہ میں داخل ہوا۔ اسے مدینہ کی طرف روانہ کر دیا۔ خلیفہ کے سامنے پہنچ کر اس نے سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ عثمان نے جواب سلام کے بعد عزت سے اپنے پاس بٹھایا اور کہا اے کعب تو نے خط میں بہت سخت باتیں لکھی تھیں اور خلاف ادب مجھے تنبیہہ اور تاکید کی تھی۔ اگر تو ملائم طرز تحریر اختیار کرتا اچھی اچھی باتیں لکھتا تو میں تیری نصیحت کو مان لیتا۔ سخت و سست باتوں سے مجھے غصہ آ گیا۔ اس لیے تیرے ساتھ بری طرح پیش آیا۔ اب میں اپنے کیے پر شرمندہ ہوں۔ اگر تمہارے حقوق مجھ پر ہیں تو میرے حق بھی تمہاری گردن پر ہیں۔ یہ کہہ کر کوڑا منگایا اور کعب کے ہاتھ میں دے کر اپنے کپڑے اتار لیے۔ پھر کہا اٹھ میں نے تجھے مارا تھا مجھ سے اس کا بدلہ لے لے۔ کعب نے کہا میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ نہ اپنے ہاتھ سے بدلہ لوں گا جو کچھ میرے ساتھ کیا ہے اسے خدا پر چھوڑتا ہوں۔ خدا کی قسم اگر تم صلاحیت پر آ جاؤ تو اس سے بھی زیادہ عزیز سمجھوں گا جس قدر کہ حالت فساد میں سمجھتا ہوں اور رعیت کے ساتھ عدالت سے پیش آؤ گے تو حالت فساد سے بڑھ کر اور اطاعت خدا اختیار کرو گے تو عالم گناہ گار سے سوا تم کو دوست رکھوں گا۔ یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور عثمان کے پاس سے چلا آیا۔ اس کے دوستوں نے کہا عثمان بدلہ دینے پر راضی تھا تو تو نے بدلہ کیوں نہ لیا۔ کعب نے کہا ہیں! یہ کیا بات کہی خلیفہ رسول کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کرنا چاہیے۔ اگر خلیفہ چاہتے تو ایسی باتیں نہ کرتے اور قصاص کا ذکر تک زبان پر نہ لاتے۔ اب انہوں نے نامناسب باتوں سے توبہ کرنے کا وعدہ کر لیا ہے۔ امید ہے کہ وہ اپنا وعدہ وفا کریں گے۔
الغرض اسی دن شام والوں کا ایک گروہ خدمت خلیفہ میں حاضر ہو کر معاویہ کا شاکی ہوا اور ان کے بعد ہی اہل کوفہ میں سے بھی کچھ آدمی آ پہنچے اور سعید کی شکایتیں کی۔ عثمان نے کہا ان دو شخصوں کی شکایتیں میرے پاس کب تک آتی رہیں گی۔ ایک خیر خواہ بول اٹھا لوگ انہی دونوں کے شاکی نہیں ہیں بلکہ تمہارے سارے عاملوں کی شکایتیں کرتے ہیں اور اسی سبب سے تم نے ایک دفعہ بلا کر سب لوگوں کے روبرو کیا اور حالات سنے تھے پھر سب کو اپنی اپنی جگہ پر روانہ کر دیا۔ اب یہی بات مناسب معلوم ہوتی ہے کہ اپنے تمام عاملوں کو طلب کر کے مسجد میں جمع کر اور اصحاب رسول خداؐ کے روبرو قول و قسم لے کر حجت تمام کی جائے کہ وہ رعیت کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کریں گے۔ اور ظلم و ستم سے باز آ جائیں گے۔ اور جب یہ امر اچھی طرح قرار پا جائے تو انہیں اجازت دے دی جائے کہ وہ اپنے اپنے علاقہ میں چلے جائیں۔ اگر اس کے بعد

انہوں نے اصلاح کرلی تو اچھی بات ہے ورنہ ان کو علیحدہ کرکے عقلمندوں اور عاقل شخصوں کو ان کی جگہ مقرر کردینا۔ اس طرح شکایتیں بند ہو جائیں گی۔
عثمان نے اس مشورہ کو پسند کیا۔ تمام شہروں سے اپنے عاملوں کو واپس بلا کر مسجد میں جمع کیا جب اصحاب رسول خدا بھی آ گئے تو کہا۔ بھائیو! یہ میرے نائب اور عامل ہیں اگر تم کہو تو میں تمہاری رضا مندی کے لیے انہیں برطرف کردوں اور دوسرے شخصوں کو جنہیں تم پسند کرو ان کی جگہ مقرر کردوں۔ حضرت علی نے کہا سچی بات کڑوی لگتی ہے اور لوگ اسے گوارا نہیں کرتے۔ اور جھوٹی بات جس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی پسند خاطر ہوا کرتی ہے۔ مگر انجام اس کا نقصان ہوتا ہے اور تم ایسے شخص ہو کہ سچی بات سن کر غصہ آ جاتا ہے اور جھوٹی باتوں کا یقین کرلیتے ہو۔ بہت دفعہ لوگوں نے تمہیں سمجھایا کہ اس عادت کو ترک کردو اس پر اصرار کرنا اچھا نہیں۔ خدا سے ڈرو اور ان باتوں سے جو مسلمانوں کو ناگوار خاطر ہیں توبہ کرو۔ پھر طلحہ نے کہا اے عثمان تمہاری بدعنوانیوں اور قول و فعل کے سبب جو تم سے وقوع میں آتے ہیں اور لوگوں نے پہلے کبھی نہیں دیکھتے نہ ان کے عادی ہیں جس کی وجہ سے اکثر آدمی تمہارے دشمن ہو گئے۔ اگر تم ان باتوں کو چھوڑ دو گے اور اچھی روش اختیار کرو گے تو تمہارے لیے بہتر ہو گا ورنہ اسی طرح بدعتوں پر مصر رہنے سے دنیا و آخرت دونوں میں تجھے نقصان پہنچے گا۔
عثمان نے آپ کی باتوں سے ناراض ہو کر کہا تم مجھ سے کس بات کے خواہشمند ہو اور کیا چاہتے ہو۔ میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جو نہ ہونا چاہیے تھا اور دین میں کوئی ایسی بدعت قائم نہیں کی جو نہ ہونا چاہیے تھی۔ تم تہمت لگانے اور حسد کرنے والے لوگ ہو جو کچھ دل میں آتا ہے کہتے ہو اور لوگوں کو مجھ سے برگشتہ کرتے ہو۔
طلحہ تو عثمان کے پاس سے اٹھ کر چلا آیا اور خلیفہ غور و فکر فرمانے لگے کہ ان عاملوں کو علیحدہ کردوں یا پھر ان کو انہی علاقوں میں بھیج دوں۔ اسی اثناء میں خبر آئی کہ اشتر نخعی نے کوفہ میں سرکشی کی۔ اس واقعہ کی کیفیت یہ ہے کہ جس وقت عثمان نے سعید والی کوفہ کو مدینہ میں طلب کیا اور وہاں کوئی حکم نہ رہا تو اہل کوفہ نے خط لکھ کر اشتر نخعی کو شام سے بلا لیا۔
وہ دوستوں سمیت بارہ روز میں سفر طے کرکے تیرہویں روز نماز ظہر کے وقت داخل کوفہ ہوا۔ انہوں نے اسے پیش نماز بنا کر اس کے پیچھے نماز ظہر ادا کی اور اسے اپنا ولی قرار دے کر اطاعت اختیار کی۔ اشتر نے حکم دیا کہ مقامات کوفہ، حیرہ اور جرعہ کے درمیان چھاؤنی قائم کریں۔ پھر عائذ بن جملہ الموری کو پانچ سو سوار حوالہ کرکے راستہ پر مقرر کیا کہ وہاں لشکر گاہ بنائے۔ حمزہ بن سنان اسدی کو بھی پانچ سو سوار حوالہ کرکے عین التمر میں ٹھہرنے کو کہا کہ شام کے راستے کی نگرانی کرے۔ عمر بن حبیب الوداعی کو حلوان اور اس کے نواح میں ایک ہزار سوار دے کر مقرر کیا۔ یزید بن جحب تمیمی کو سات سو سوار دے کر مدائن میں بھیجا۔ اور کعب بن مالک ارحبی کو پانچ سو سواروں کے ساتھ موضع غریب میں کہ سعد بن عاص امارت کوفہ کے ارادہ سے آئے تو اسے جانب مدینہ واپس کردے۔ اور داخل کوفہ نہ ہونے دے۔ سعید نے مدینہ جاتے وقت اپنا تمام مال و اسباب اور نقد و جنس ولید بن عقبہ کے مکان واقع کوفہ میں امانت رکھوا دیا تھا۔ اشتر تین سو سوار لے کر اس مکان پر آیا حکم دیا کہ اس گھر کو لوٹ لیں۔ تمام لوگ ٹوٹ پڑے جو پایا اٹھا لے گئے پھر مکان کے دروازے گرا دیے اور تمام گھر کو آگ لگا دی اس کے اندر جو سامان رہ گیا تھا سب جل کر راکھ ہو گیا۔ خلیفہ عثمان کو بھی اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ بہت ہی غمگین ہوئے اور خیال کیا کہ یہ کام حضرت علی کا ہے۔ فرمایا کہ میں نہیں جانتا علی کا کیا علاج کروں۔ وہ لوگوں کو میری خوبیاں عیب کے پردے میں دکھاتے ہیں اور ان کو میری اور میرے عاملوں کی طرف سے بہکاتے رہتے ہیں۔ پھر سعید بن عاص سے کہا کہ کوفہ واپس چلا جا اور وہاں کے لوگوں کی دلجوئی کر اور اچھے وعدوں سے اطمینان دلا۔ اور اشتر

نخعی سے کہنا کہ ان سرکشی کی باتوں سے باز آئے اور فتنہ و فساد برپا نہ کرے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ وہاں کے لوگ تجھے دیکھ کر اشتر کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ اور سب تیرے ساتھی بن جائیں گے۔
سعید حسبؑ ارشاد عثمان کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب منزل غریب کے پاس پہنچا عبداللہ بن کنانہ بن خطاب تین سو سوار لیے سامنے آیا۔ اور بولا اے دشمن خدا کہاں جاتا ہے واپس ہٹ جا اور جہاں سے آیا ہے وہاں پھر جا۔ خدا کی قسم میں تجھے اس قدر مہلت ہی نہ دوں گا کہ تو دریائے فرات سے ایک قطرہ پانی بھی پی سکے۔ اور کاموں کا ذکر ہی کیا۔ سعید اس گروہ سے تاب مقاومت نہ لا کر الٹا پھرا۔
عثمان نے سعید کو جانب کوفہ روانہ کرتے وقت اہل کوفہ کے نام بھی ایک خط لکھ کر بدست عبدالرحمن بن ابی بکر روانہ کیا تھا۔ مضمون یہ تھا:
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ امیرالمومنین عبداللہ عثمان کی طرف سے مالک بن حارث اور تمام مسلمانوں کے لیے جو اس کے مطیع اور ہمراہ ہیں معلوم ہو کہ خلیفہ وقت پر طعن کرنا اور اس کی مخالفت پر اڑے رہنا بہت بڑا گناہ اور خرابی عظیم ہے۔ اور گناہوں پر مصر ہونا عاقبت کو خراب کرنا ہے اس کی جزا عذاب الیم کے سوا اور کچھ نہیں۔ عامل اور نائب کی جو کچھ بے حرمتی کی گئی ہے مجھے سب معلوم ہے۔ یقین سمجھنا چاہیے کہ اس پر جو کچھ ظلم کیا ہے تم نے اپنی جان پر کیا ہے اور اس کے ذریعے سے تم نے اپنے واسطے غضب و قہرالٰہی کا دروازہ کھول لیا ہے۔ تم نے عوام الناس کو فتنے میں مبتلا کیا' خود عہد توڑ کر گناہ گار ہوئے۔ رعیت میں سب سے پیشتر جس نے مخالفت اختیار کی اور سنت کے طریقے میں تفرقہ ڈالا ہے وہ تمہی لوگ ہو جو امتی فرقہ اس جھگڑے اور مخالفت میں تمہارا شریک حال ہو گا اور اس ناپسندیدہ فعل کو اختیار کرے گا اس کا وبال تمہاری ہی گردن پر پڑے گا۔ اے خدا کے بندو ڈرو۔ اور حق کی طرف متوجہ ہو ناپسندیدہ اعمال سے توبہ کرو کہ بخشے جاؤ اور ان افعال سے جو تمہارا مطلب و مدعا ہو اسے صاف صاف لکھ بھیجو۔ اگر تم میرے مقرر کیے ہوئے حاکم سے ناراض ہو تو اسے علیحدہ کر دوں اور جس کسی کو پسند کرو گے انشاء اللہ مقرر کر دوں گا۔

اختلال خلافت عثمان

عبدالرحمن بن ابی بکر یہ خط لے کر اہل کوفہ کے پاس پہنچا۔ اشتر اور تمام لوگوں نے پڑھا۔ مضمون خط سے مطلع ہو کر اشتر سے کہا اس کا جواب لکھو۔ اشتر نے جواب میں لکھا کہ مالک بن حارث اور مسلمانوں کی طرف سے سنت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ سے مبتلا خلیفہ کو معلوم ہو کہ خط آیا خلیفہ کی مخالفتوں کے تفرقہ آئمہ پر لعن کی نسبت جو لکھا ہے کہ بہت بڑا وبال اور علانیہ خسارہ ہے یہ سب سچ ہے مگر اس وقت جبکہ خلیفہ عادل ہو اور راہ حق پر چلے۔ اور اگر صلاحیت اور درستی کا طریقہ نہ برتے اور خلاف راہ اختیار کرے تو اس سے علیحدہ ہو جانا تقرب بارگاہ الٰہی کا بہت بڑا وسیلہ ہے۔ تم نے اپنے عامل کی نسبت جو کچھ کہا ہے اس پر ظلم کیا ہے اور اس کی حرمت نہیں کی ہم نے اس پر ظلم نہیں کیا بلکہ اسی کے ظلم کو ہم نے بندگان خدا پر سے دفع کیا ہے۔ لازم ہے کہ تم اپنے آپ کو اور اپنے عاملوں کو ظلم اور سرکشی سے روکو' اس وقت ہم تمہاری فرمانبرداری اور راہ حاق میں امداد کریں گے۔ تمہارا یہ لکھنا کہ عامل کے ساتھ جو کچھ ظلم کیا ہے اپنے اوپر ظلم کیا ہے یہ محض غلط فہمی ہے اور وہ تمہارے ہی نقصان کا موجب ہو گا کیونکہ تم انصاف کو ظلم اور داد و خواہی کو جور و جفا پر حق سمجھتے ہو۔ الحمد للہ کہ ہم راہ راست پر ہیں اور نیک لوگوں کے قدم بہ قدم چلتے ہیں اور حق پر ہونے میں ہمیں کچھ بھی شک و شبہ نہیں ہے نہ ہم اس محمود طریقے میں کسی قسم کا ردوبدل کرنا چاہتے ہیں۔ جو شخص ہمارا ساتھ دے گا وہ

ضرور راہ راست پر ہو گا اور سعادت و ہدایت اس کے شامل حال ہو گی وہ دنیا و آخرت میں عزیز اور مکرم ہو گا' وہ ان لوگوں میں سے ہو گا جو ظالموں کی مدد نہیں کرتے اور سنت و فرائض کے قائم رکھنے کی رہنمائی کرتے ہیں یہ فرمانا کہ توبہ کرو اور راہ حق کی طرف پھر آؤ۔ اس کا حال یہ ہے کہ تمہاری اطاعت کرنا گمراہی کی طرف لے جاتا ہے۔ اور پرہیز گاری سے باز رکھتا ہے۔ ہاں یہ استفسار کہ تمہاری کیا رائے ہے اور کس شخص کو اپنا امیر بنانا چاہتے ہو تاکہ تمہاری آرزو پوری کروں اور جس کی امارت سے تم رضا مند ہو اسے تمہارا امیر مقرر کر دوں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم خدا سے اپنی بخشش کی دعا مانگو' اپنے ظلموں' جرموں اور گناہوں سے جو تم نے ہم پر روا رکھے۔ ہمیں اپنے خاندان عزیزوں اور فرزندوں سے جدا کیا۔ مسلمانوں پر ظالم اور بدکار عامل مقرر کیے۔ توبہ کرو۔ اگر تم ان سب باتوں کو اختیار کر کے ان اقوال و افعال سے جن کا ہم نے ذکر کیا ہے باز آ جاؤ گے اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو گے۔ تو ہم تمہاری فرمانبرداری سے باز نہ ہوں گے۔ تمہارے احکام بجا لائیں گے ورنہ تم سے مخالفت اور تنازعہ کرتے رہیں گے اور اصرار کے ساتھ جھگڑتے رہیں گے تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ ہم تم میں انصاف کر دے گا اگر تم کو ہماری نصیحتیں پسند آ جائیں اور ناپسندیدہ امور کو ترک کر کے توبہ کرو تو عبداللہ بن قیس کو ہمارے شہر میں بھیج دو کہ وہ رعیت میں قاعدہ مساوات اور آئین اسلام کو جاری رکھے گا اور حذیفہ بن الیمانی کو تحصیل زر' محاصل خراج و حفاظت حقوق بیت المال کے لیے مقرر کر دو رعایا سے مال وصول کرے گا۔ سعید بن عاص' ولید بن عقبہ اور ان ہی جیسے اپنے دوسرے عزیزوں قریبوں کو جو رعیت کے ساتھ ظلم و ستم سے پیش آتے ہیں اور ہوائے نفسانی میں سب مبتلا ہو کر شرعی ممانعتوں کو عمل میں لاتے ہیں اپنے پاس رہنے دو کیونکہ ہم ان کی حکومت و امامت کے خواہاں نہیں۔

اشتر نے یہ خط لکھ کر اپنے معتمد بلائے اور خط دے کر کہا کہ مدینہ میں جا کر عثمان کے حوالہ کر دو۔ وہ لوگ سفر طے کرنے کے بعد داخل مدینہ ہو کر خدمت امیر المومنین میں حاضر ہوئے۔ بعض نے خلافت کے دستور کے مطابق سلام کیا اور بعض نے نہ کیا۔ لوگوں نے خلیفہ کو سلام نہ کرنے کا سبب دریافت کیا۔

کمیل بن زیاد نے جواب دیا اس لیے کہ حرکات ناپسندیدہ کی ہیں اگر ان سے باز آ کر توبہ کریں اور ہمارے مقاصد کو راستی اور نیکی کے ساتھ پورا کریں تو خلیفہ ہمارے سردار ہیں اور اگر یہی روش جاری رکھیں تو ہمارے امیر نہیں ہیں۔ پھر پوچھا تمہارا کیا مطلب و مقصد ہے انہوں نے جواب دیا اول یہ کہ ہم کو ہمارے وطنوں سے خارج اور ہمارے اہل و عیال کو ہم سے علیحدہ نہ کریں ہمارے حقوق ہمیں دیں۔ اپنے ناتجربہ کار نوجوانوں رشتہ داروں کو جو نفسانی خواہشوں کے تابع ہیں ہمارا امیر نہ بنائیں اور نیکوں پر شریروں کو متعین نہ کریں۔

عثمان نے کہا جس امر کو تم برا سمجھتے ہو میں نے اس سے توبہ کی' خدا کی قسم میں باز آ گیا اور عہد کر لیا کہ تمہارے ساتھ کتاب خدا اور سنت رسول محمد مصطفیٰؐ کے مطابق برتاؤ رکھوں گا۔ انہوں نے جواب دیا اگر یہی بات ہے تو ہم تمہارے محکوم ہیں اور دل و جان سے فرمانبرداری کریں گے۔

عثمان نے کہا انہیں اچھی جگہ اور خاطر تواضع سے پیش آؤ۔ پھر اہل کوفہ کے خط کے جواب میں لکھا واضح ہو کہ خط تمہارا پہنچا۔ حال مندرجہ معلوم ہوا جو کچھ لکھا تھا اس پر غور و فکر کیا گیا۔ تمہاری اس قدر دلیری سے مجھے ناکردہ عیب لگائے بہت ہی تعجب ہے۔ جہاں تک سوچا گیا تم کو اس حد تک کس نے جرات دلائی ہے یہی پایا گیا ہے کہ شیطانی وسوسوں سے سوا اور کسی کا کام نہیں۔ اور یہ خط بھی شیطان ہی کا لکھا ہوا ہے کسی انسان نے نہیں لکھا میں تمہاری جرات غایت سے سخت ناراض ہوں۔ مگر سمجھتا ہوں کہ تم مجبور اور مفتون ہو۔ ساتھ ہی عین گمراہی میں پڑ کر ہدایت پانے کا عقیدہ رکھتے ہو اور

اپنے آپ کو راہ راست پر تصور کرتے ہو اور ابو موسیٰ کو طلب کرتے ہو کہ وہ شہر کا انتظام اور پیش نمازی کرے اور حذیفہ الیمانی کو چاہتے ہو کہ وہ محاصل فراہم کر کے روانہ کیا کرے۔ اگرچہ میں مجبور نہیں ہوں مگر تمہاری یہ باتیں قبول کرتا ہوں کہ اہل کوفہ اس خدا سے جس کی طرف تمام مخلوق واپس جانے والی ہے ڈرو، اپنے آپ کو فتنہ و فساد میں مبتلا نہ کرو، جماعتوں میں تفرقہ نہ ڈالو جو امور مجھ سے سرزد نہیں ہوئے یا جو باتیں میں نے زبان سے نہیں نکالیں مجھ پر ان کی تہمت مت لگاؤ اور خوب سمجھ لو کہ میں اپنی درست رائے کو تمہاری خواہشات نفسانی کے لیے نہ بدلوں گا۔ تمہارے لیے اور اپنے لئے خدا سے راہ راست کی دعا مانگتا رہتا ہوں اور ہمیشہ اس کی عبادت کرتا ہوں کہ وہ مجھ سے راضی ہو **لا حول ولا قوۃ الا باللہ** یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی میں طاقت و قدرت نہیں پھر ابو موسیٰ اشعری کو کوفہ میں اور حذیفہ کو نواح کوفہ میں مقرر کر کے روانہ کیا۔

احوال عثمان بن عفان

اشتر اس لشکر گاہ میں جہاں فوج فراہم کی تھی چالیس روز رہ کر کوفہ میں آیا۔ ابو موسیٰ بھی اس کے پاس آمد و رفت رکھتا تھا۔ وہ اور حذیفہ دونوں عدل و انصاف پر چلتے اور لوگوں سے اخلاق سے پیش آتے۔ خلیفہ نے ابو موسیٰ اور حذیفہ کو جانب کوفہ روانہ کر کے مسجد میں تشریف لا کر اور منبر پر بیٹھ کر خطبہ پڑھا۔ خدا تعالیٰ کی تعریف اور محمد مصطفیٰؐ پر درود بھیج کر کہا اے لوگو خدا سے ڈرتے رہو اور صاحب حکم کی اطاعت لازم سمجھو۔ جماعتوں میں تفرقہ نہ ڈالو بیعت کی شرط کو یاد رکھو۔ تمام امور خدا تعالیٰ کی مرضی سے وابستہ ہیں اور حکم قضا و قدر کو نہ کوئی شے ٹال سکتی ہے نہ روک سکتی ہے۔ تم میں سے جو شخص زیادہ فرمانبردار اور خیرخواہ ہے وہی میرے نزدیک زیادہ دوست ہے اور ہم سب خدا ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں اسی کا فضل و کرم چاہتے ہیں اور اپنے کاموں کو اسی کے حوالے کرتے ہیں وہی ہمارا محافظ و مددگار ہے۔ پھر ہاتھ اٹھا کر دعا پڑھی **اللھم لا تکلنی الی نفسی ناعجز عن امری ولا الی احدا من خلقک فخللنی بک انت یا رب فتولی امر دنیای التی اعیش فیھا و اخری التی انا صائر الیھا انک علی کل شی ء قدیر** یعنی اے خدا تو مجھے میرے نفس پر نہ چھوڑ کہ میں اپنے کام میں عاجز نہ ہو جاؤں اور نہ میرے کاموں کو دوسروں کے اختیار میں دے کہ وہ مجھے پست کر دیں اے خدا تو ہی میری دنیا اور آخرت کے کاموں کو انجام پہنچا تو ہر شے پر قادر ہے۔

ابو موسیٰ اور حذیفہ مدینہ سے روانہ ہو کر سب سے پہلے اشتر کے پاس پہنچے تھے، حج کا وقت قریب آگیا تھا۔ عثمان نے عبداللہ بن عباس کو بلا کر حاجیوں کا امام قرار دے کر مکہ معظمہ کی طرف بھیجا کہ مراسم و مناسک حج بجا لائے اور خلق اللہ کے ساتھ رعایت و مروت میں سعی کرے۔ عبداللہ ابن عباس خلیفہ کے حکم سے گیا۔ حج کے تمام امور پورے کر کے واپس آیا۔ اس وقت شرفاء مصر کی ایک جماعت اپنے عامل کی شکایت لے کر داخل مدینہ ہوئی۔ اور مسجد رسول میں پہنچ کر مہاجر و انصار کے گروہ کو موجود پایا، رسم سلام بجا لائے انہوں نے بھی جواب سلام دیا اور پوچھا تم نے کس مقصد کے لیے مصر سے یہاں آنے کی تکلیف گوارا کی۔ انہوں نے کہا اس وجہ سے کہ ہمارے عامل سے ایسے ایسے امور ظہور میں آئے ہیں جو صلاح و ثواب کے طریقے سے علیحدہ ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا تمہیں جلدی نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ اپنا حال خلیفہ کے روبرو عرض کرو۔ ممکن ہے تمہارے عامل نے وہ کام ٹھیک ہی کیے ہوں۔ خدمت خلیفہ میں حاضر ہونے کے بعد اپنے عامل کو ان امور کا ذکر کر دینا جو تمہیں ناگوار گزرے ہیں اگر اس وقت خلیفہ نے اپنے عامل کو علیحدہ کر دیا اور ملامت فرمائی تو تمہارا مطلب پورا ہو گیا۔ اور اگر نہ معزول کیا اور برقرار رکھا تو پھر جیسی مصلحت ہو دیکھ لینا۔

اہل مصر نے دعا دے کر عرض کی کہ آپ نے نیک صلاح دی ہم چاہتے ہیں کہ آپ ازراہ لطف و کرم ہمارے ساتھ عثمان کے پاس تک چلنے کی تکلیف گوارا فرمائیں۔ حضرت علی نے کہا میرے جانے کی ضرورت نہیں صرف تمہارا جانا ہی کافی ہے۔ انہوں نے کہا مگر ہم چاہتے ہیں کہ یہ معاملہ آپ ہی کے روبرو طے ہو کہ آپ بھی گواہ رہیں۔ حضرت علی نے فرمایا وہاں مجھ سے بھی قوی تر گواہ موجود ہے وہ تمام مخلوق سے بڑا اور بندوں کے حال پر سب سے زیادہ رحیم ہے۔

غرض مصری عثمان کے دروازے پر پہنچے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ اجازت ہونے پر اندر گئے۔ مراسم آداب بجا لائے خلیفہ نے بھی عزت و آبرو سے اپنے پاس بٹھایا اور پوچھا کہ کس کام سے آئے ہو شاید تمہیں کسی نے ستایا ہو گا اس لیے داد رسی کے لیے میری اور میرے عامل کی اجازت کے بغیر یہاں آئے ہو۔ انہوں نے کہا تمہارے عامل کی شکایت کے سبب ہی ہم یہاں آئے ہیں کہ آپ اس سے پرسش کریں۔ اے خلیفہ اللہ تعالی نے تم کو بہت دولت دی ہے اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے رہو' خدا سے ڈرو۔ خلیفہ نے کہا مجھے بتاؤ کہ مجھ سے کون کونسے افعال ناپسندیدہ ظہور میں آئے۔

مصریوں نے کہا بایں وجہ آپ معاملہ کی طرف رجوع فرما کر امر حق کو دریافت کرنا چاہتے ہیں ہم سب بیان کیے دیتے ہیں پہلا ناپسندیدہ فعل جو آپ سے ظہور میں آیا یہ ہے کہ حکم بن عاص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ نے مدینہ سے نکلوا دیا تھا اور طائف میں بھیج رکھا تھا تم نے اسے مدینہ میں بلا لیا۔

دوسرا قرآن شریف کو چاک چاک کر کے جلایا۔ تیسرا بارش کا پانی جو منجانب پروردگار بندوں کے لیے کار آمد ہے تم نے اس کے ذخیرہ کو اپنے عزیزوں کے حوالے کر کے باقی لوگوں کو اس سے محروم کر دیا ہے۔ چوتھے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ کے صحابہ میں کچھ لوگوں کو بے خطا شہر سے نکال کر اہل و عیال اور کنبہ والوں سے علیحدہ کر دیا حالانکہ اللہ تعالی قرآن شریف میں فرماتا ہے:

و اذا اخذ نا میثاقکم لا تسفکون دماء کم ولا تخرجون انفسکم من دیار کم ثم اقررتم و انتم تشھدون یعنی اور ہم نے جس وقت سے عہد کر لیا کہ آپس میں خونریزی نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو اپنے شہر سے نکالو پھر تم نے اقرار کر لیا اور گواہی دی۔

پانچویں تم چاہتے ہو کہ تمام آدمی تمہاری پیروی اور فرمانبرداری اور اطاعت کرتے رہیں حالانکہ حکم شریعت یہ ہے کہ جو شخص حکم خدا کے خلاف کرے گا وہ گنہ گار بنے اس کی اطاعت نہ کرنی چاہیے۔ اگر آپ احکام خدا پر چلیں اور اس کے فرمان کی متابعت اختیار کریں تو ہم آپ کے مطیع اور دل و جان سے آپ کا ساتھ دینے کو تیار ہیں۔ ایسی حرمت کریں گے جیسی بیٹا ماں باپ کی۔ اور اگر آپ نیک کاموں سے پہلو بچائیں گے اور اسی روش کو اختیار کیے رہیں گے تو ہم آپ کا حکم نہ مانیں گے۔ اور نتیجہ یہ نکلے گا کہ ہم اور تم سب ہلاک ہو جائیں گے۔ خدا سے ڈرو اور یقین سمجھو کہ تم اس کے بندے ہو جو کچھ کرو گے ذرہ ذرہ کا جواب دینا پڑے گا۔ اور اللہ تعالی تمام بندوں کے حالات سے واقف ہے اور سب بندے اسی کی طرف رجوع ہونے والے ہیں۔ ہر شخص سے اس کے زیردستوں کی نسبت باز پرس ہو گی حاکموں اور محکوموں کا تعلق بہت ہی نازک شے ہے ہمیں جو کچھ معلوم ہے کہہ دیا اور اپنے فرض سے سبکدوش ہو گئے۔ اب آپ کو اختیار ہے۔ اہل مصر کی یہ باتیں سنتے ہی خلیفہ کے چہرہ کا رنگ فق ہو گیا۔ سر جھکا کر تشویش میں ہوئے کچھ دیر کے بعد سر اٹھا کر اور ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اے لوگو تم نے بڑا مبالغہ کیا اور اس قدر باتیں کیں کہ میں حیران ہوں کس کس بات کا جواب دوں۔ تاہم حکم بن عاص کا معاملہ یہ ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ اپنی نسبت اس کی کسی ناشائستہ حرکت سے ناراض ہو گئے تھے۔ آپ نے شہر مدینہ سے نکلوا دیا میں نے خلیفہ ہونے کے بعد اپنی قرابت اور عزیز داری کے خیال

سے اسے بلا لیا اس نے مدینہ میں کسی کو نہ ستایا تھا اور نہ کسی کو کچھ تکلیف پہنچائی تھی اور اگر اس طرف کچھ شکایت ہے تو میں اس امر میں تمہارا طرفدار ہوں۔ پھر مناسب سمجھا کہ اپنے تمام عاملوں کو طلب کر کے ان سے جواب طلب کیے جائیں تاکہ وہ نیک طریقے اور راستی و نیک چلنی اختیار کریں۔ عاملوں کے نام خط لکھے کہ میں ظلم و ستم سے خوش نہیں ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے عامل اور نائب احکام خداوندی کے خلاف چلیں۔ میں قسم دلاتا ہوں کہ جو شخص اپنی گردن پر میرا حق سمجھتا ہے اور میری فرمانبرداری کو لازم جانتا ہو اس حکم سے مطلع ہوتے ہی سفر مدینہ اختیار کرے اور میرے پاس حاضر ہو کر میرے نائبوں اور عاملوں کے حالات بیان کرے۔ اگر ان سے ظلم و ستم ظہور میں آ رہا ہو گا تو میں اصلاح کروں گا اور ان کی جگہ امین اور منصف مزاج اشخاص کو مقرر کروں گا۔ اور حتی الامکان رعایا کی پاسداری کرتا رہوں گا انشاء اللہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ

جب ان خطوں کے مضموں سے اہل مصر و بصرہ کوفہ مطلع ہوئے تو سب سے پیشتر اشتر نخعی ایک سو آدمیوں کے ہمراہ کوفہ سے مدینہ آ پہنچا۔ اور اس کے بعد حکیم بن جبل ڈھائی سو آدمی لے کر بصرہ سے مدینہ پہنچا۔

ان کے بعد لوعمر بن بدیل وہب بن ورقا خزاعی کنانہ بن بشیر المجی اور سید بن حمران مرادی چار سو مصریوں کے ساتھ آئے۔ ان کے جماؤ کے بعد مہاجر و انصار میں سے کچھ لوگ جنہیں عثمان کی طرف سے گہری رنجش تھی ان کے شریک حال ہو گئے۔ اب سب نے مشورہ کر کے عثمان کی نسبت یہ بات قرار دی کہ اسے خلافت سے علیحدہ کر دیں اور اگر خلیفہ اس امر کو قبول نہ کرے تو اسے ہلاک کر دیں۔

عثمان بن عفان کے خلاف مسلمانوں کی شورش

جس وقت یہ بات امیر المومنین سے کہی گئی وہ ان کے بلانے سے بہت پچھتائے مگر اب کچھ فائدہ نہ تھا خوفزدہ ہو کر اپنے مکان میں جا بیٹھے اور دروازہ بند کر لیا۔ پھر کوٹھے پر آ کر لوگوں سے کہا کہ کیا چاہتے ہو اور میرے کس فعل کو برا سمجھتے ہو میں اسے تبدیل کر دوں گا اور تمہاری خواہشوں کے مطابق چلوں گا۔ تمہیں پریشان نہ ہونے دوں گا۔ انہوں نے کہا تم نے بارش کے پانی کو بند کر دیا ہے نہ ہمیں لینے دیتے ہو نہ ہمارے جانوروں کو پینے دیتے ہو۔ عثمان نے کہا میں نے یہ پانی صدقہ کے اونٹوں کے لیے محفوظ کر رکھا ہے۔ اگر تم ناخوش ہو تو میں عام اجازت دیتا ہوں انہوں نے کہ تم نے قرآن شریف کو پھاڑ کر جلا دیا۔ عثمان نے جواب دیا قراتیں زیادہ ہو گئی تھیں اور لوگ مختلف باتیں کرنے لگے تھے۔ حذیفہ یمانی نے کہا کہ لوگ قراتوں کی نسبت بہت جھگڑتے ہیں۔ ایک کہتا ہے میری قرات اچھی ہے دوسرا جواب دیتا ہے وہ سب سے زیادہ فصیح ہے۔ میں نے چاہا کہ یہ اختلاف دور ہو جائے اور ایک ہی قرات قائم رہے اس لیے میں نے جو کچھ کیا مسلمانوں کی بھلائی کے لیے کیا اگر اسی طرح رہنے دیا جاتا تو قرآن میں بہت سی ایسی باتیں بڑھا دیتے جو اس کے خلاف ہوتیں اور اس امت کی قرات اور قرآن میں اختلاف واقع ہو جاتا انہوں نے کہا اچھا یہ ہی سہی۔ جنگ بدر میں تم حضرت رسول خداؐ کے پاس کیوں نہ حاضر ہوئے۔ عثمان نے کہا اس وقت میری زوجہ بہت بیمار اور نہایت کمزور تھی اس سبب سے جنگ بدر میں حاضر نہ ہو سکا۔ اور حضرتؐ نے بخیر و خوبی واپس تشریف لا کر بدر کے مال غنیمت میں سے اسی قدر حصہ مرحمت فرمایا جس قدر شریک ہونے والوں کو عطا کیا تھا۔ اور اس امر سے تم بھی بخوبی آگاہ ہو۔ پھر کہا بیعت رضوان کے وقت تم کیوں نہیں آئے جواب دیا تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اس وقت مجھے جناب رسول خداؐ نے کس جگہ بھیجا تھا اور حضرتؐ نے بیعت کے وقت اپنا دایاں ہاتھ میرے بائیں ہاتھ پر رکھ کر کہا تھا کہ اس بیعت میں یہ دایاں ہاتھ میرا اور بایاں ہاتھ عثمان کا ہے پس میرا

دایاں ہاتھ حضرت کے دست چپ کی مانند ہوا۔ انہوں نے کہا اس کی نسبت کیا عذر ہے کہ جنگ احد میں تم حضرت کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے اور یہ سب سے بڑا گناہ ہے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے میرا وہ گناہ معاف کر دیا ہے پھر پوچھا کہ اس کا کیا جواب ہے' کہ تم نے نیک لوگوں کو مارا اور شہر سے نکال دیا۔ ناتجربہ کار اور نوعمر آدمیوں کو شہر کا حکم بنایا جنہوں نے ہمارا خون بہانے اور مال کھانے کو جائز سمجھا اور تم نے جن کو گھروں سے نکالا ان کے عطیات بھی ضبط کر لیے جس کے سبب وہ اپنے اہل و عیال کی جدائی اور حالت افلاس میں جدا ہو کر مر گئے۔ اور کفن تک نہ ملا۔ اگر کسی کو ملا تو ترحم و تصدق کے طور پر ملا۔ جواب دیا کہ جس کسی کو میں نے وطن سے نکالا اور کسی دوسری جگہ بھیجا ہے۔ اس میں مصلحت پوشیدہ تھی۔ کیونکہ وہ لوگ ہمیشہ برا کہتے رہتے تھے اور دوسروں کو بھی مجھ سے برگشتہ کرتے تھے۔ مجھے یہی مناسب معلوم ہوا کہ انہیں کسی اور جگہ بھیج دوں کیونکہ وہ اپنے گھروں میں رہیں گے تو لوگوں کو میرا دشمن بنا دیں گے۔ اور انتشار بڑھ جائے گا۔ اور اگر یہ امر گناہ ہے تو میں ہی پہلا والی نہیں ہوں جس سے یہ گناہ سرزد ہوا ہے اور اگر کوئی شخص مسافرت میں مر گیا تو اس کے اور میرے درمیان اللہ کا فیصلہ کافی ہے۔ اور جو شخص اس وقت پردیس میں پڑا ہوا ہے اور تم اسے بے گناہ تصور کر کے مجھے تہمت لگاتے ہو تو کسی کو بھیج کر بلوا لو میں نے جسے مارا ہو وہ مجھ سے قصاص لے سکتا ہے۔ کہہ دو کہ وہ حاضر ہوں۔ مجھ سے اپنا بدلہ لے لیں۔ لوگوں نے کہا سب سے پہلا شخص عمار یاسر ہے جو آپ سے بدلا لے گا۔ خلیفہ نے کہا کہ اس کو اس سبب سے مارا تھا کہ جس کام کے لئے آیا تھا اس میں جلدی کرتا تھا اور تیوری چڑھا کر مجھے میرے منہ پر ظالم کہا تھا۔ میری حرمت کا لحاظ نہ رکھا تھا۔ اب کچھ مشکل نہیں کہہ دو آ کر مجھ سے بدلا لے لے۔ ہاں میرے عاملوں اور نائبوں کی شکایتیں کہ ان میں سے بعض نے عوام کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا اس لئے انہیں برطرف کر دو اور جس شخص کو عادل اور نیک شعار سمجھو اسے مقرر کر دو۔

انہوں نے کہا کہ تم نے جو بیت المال کا روپیہ اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو بخش دیا ہے اس کی نسبت کیا کہتے ہو۔ کہا خلیفہ عمر کا بھی یہی طریقہ تھا۔ وہ جس شخص کو صاحب تمیز اور فاضل دیکھتے تھے۔ بہ نسبت اوروں کے اسے زیادہ دیتے تھے۔ انہوں نے کہا اے دشمن خدا عمر کے عطیات کو تمہارے عطیات سے ایک فیصدی کی بھی نسبت نہیں ہے۔ تم نے فضول خرچی سے کام لیا ہے اور بہت کچھ دیا ہے۔ کہا حساب کر لو کہ میں نے کس قدر خرچ کیا ہے۔ جس قدر رقم برآمد ہو میں دیندار رہا اور میرے پاس جس قدر رقم موجود ہے وہ لے لو باقی ماندہ رفتہ رفتہ بہم پہنچا کر ادا کروں گا۔ تم میرے قتل پر کس لئے آمادہ ہو۔ تمہیں اس ارادہ سے باز آنا چاہیے۔ کیونکہ میں نے جناب رسول خداؐ سے سن رکھا ہے کہ مسلمان کو تین باتوں کے سوا قتل نہ کرنا چاہیے۔

اول اگر کوئی مرد زوجہ والا ہو کر زنا کرے تو اسے قتل کرنا چاہیے' دوسرے جو شخص مسلمان ہو کر اسلام سے پھر جائے اسے مار ڈالنا چاہیے' تیسرے اس شخص کو قتل کریں جس نے کسی دوسرے شخص کو ناحق قتل کیا ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے دین اسلام کی توفیق و رہنمائی کرامت کی ہے۔ نہ میں نے دین میں کچھ تغیر و تبدل کیا ہے نہ کسی کو قتل کیا ہے نہ زمانہ جاہلیت و اسلام میں کبھی زنا کیا ہے۔ بلکہ جس وقت سے مجھے دولت اسلام نصیب ہوئی ہے۔ اور پیغمبر خدا کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ ملایا ہے۔ مجھے اس قدر شرم دامنگیر رہی ہے کہ اس ہاتھ سے عضو خاص کو بھی نہیں چھیڑا۔ جس وقت عثمان نے یہ باتیں کیں تمام لوگوں پر کچھ اثر پڑا۔ اپنے ارادہ سے باز آئے اور واپس چلے گئے۔

اب عثمان نے اپنے متعمدوں میں سے چند آدمی عمار کے پاس بھیجے اور صلح و صفائی کی بات کی کہ وہ مجھ سے رضامند ہو

جائے اور اگر بدلا لینا چاہے تو جو کچھ میں نے بذات خود تکلیف دی ہے اس کا بدلہ دوں گا۔ عمار یاسر نے انکار کر دیا اور سخت سست باتیں معتمدوں سے کہتے ہوئے کہا عثمان مجھ جیسے آدمی کو نہیں پھسلا سکتا۔ اس نے جس قدر میری بے عزتی اور خواری کی وہ کی۔ پھر عثمان نے عبداللہ ابن عمر کو بلایا اور کہا اے عبداللہ میرے معاملہ میں سوچ سمجھ کر مدد کر دیکھ میں کس آفت میں گھرا ہوا ہوں۔ اس نے کہا اے عثمان میں حضرت رسول خداؐ کی خدمت میں رہا ہوں۔ وہ مجھ سے ہمیشہ خوش رہے۔ پھر میں نے ابوبکر کا زمانہ دیکھا ہر وقت ان کی رضا مندی کا خیال رکھا' وہ بھی اچھا سمجھتے تھے کبھی ناراض نہیں ہوئے۔ عرصہ دراز تک اپنے باپ عمر کی خدمت میں رہا۔ اپنی ذات پر ان کے دو حق واجب سمجھتا ہوں۔ ایک یہ کہ وہ میرے باپ تھے دوسرے خلیفہ تھے کبھی ان سے کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے وہ ناراض ہوں وہ بھی مجھ سے خوش ہوئے تاآنکہ تم خلیفہ ہوئے۔ آپ کی خدمت میں بھی حتی الامکان نیک صلاح اور فرمانبرداری کا برتاؤ رکھا۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپ بھی مجھ سے کبھی ناراض نہیں ہوئے اب جو کچھ فرماؤ بجا لاؤں اور بجان و دل سعی کروں۔

عثمان نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن میں تجھ سے یہ بات نہیں پوچھتا کہ اللہ تعالیٰ آل عمر پر رحمت نازل کرے کیا تو نہیں دیکھتا کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں اور میرے حق میں کیا کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا ارادہ ہے مجھے خلافت سے علیحدہ کر دیں۔ عبداللہ نے کہا تم ان کے کہنے کو نہ مانو تو کیا۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ ہمیشہ اس دنیا میں رہنا ہے۔ خلیفہ نے کہا نہیں' میں نہیں جانتا ہوں کہ کتنی ہی عمر کیوں نہ ہو' آخر اس دنیا سے جاتا ہے۔ عبداللہ نے کہا تو پھر مناسب یہی ہے کہ تم اسلام میں بری رسم جاری نہ ہونے دو۔ کہ جب مسلمان کسی خلیفہ سے ناراض ہوئے تو اسے علیحدہ کر دیا اور کسی اور شخص کو اس کی جگہ بٹھا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے بدن پر جو لباس موزوں کر دیا ہے اس کو نہ اتارو اور پہنے رہو اور ان لوگوں کو سنا دو کہ میں تم سے بموجب کتاب الٰہی و سنت رسالت پناہی عملدرآمد کروں گا اور ہر امر میں تمہاری رضا مندی چاہتا رہوں گا۔

عثمان نے اس رائے کو پسند کیا۔ مغیرہ بن شعبہ کو بلا کر کہا ان لوگوں کے پاس جا اور جس طرح ہو انہیں رضامند کر اور جو کچھ خواہش کریں اس کا ضامن بن جا اور سنا دے کہ خلیفہ عثمان تمہارے ساتھ بموجب کتاب الٰہی و سنت رسالت پناہی عملدرآمد کرے گا۔ مغیرہ نے کہا اسی طرح کہوں گا۔ جب ان لوگوں کے پاس پہنچا انہوں نے للکار کر کہا اے کانے بدکار واپس چلا جا۔ مغیرہ الٹے پاؤں چلا آیا اور حاضر خدمت خلیفہ پہنچ کر کیفیت عرض کی۔ امیرالمومنین نے آدمی بھیج کر عمر عاص کو بلایا اور وہی پیغام دے کر ان لوگوں کے پاس بھیجا جب وہ ان کے قریب پہنچا اور سلام کیا تو انہوں نے کہا تجھ پر سلام ہے نہ دعا اے دشمن خدا نابغہ کے بیٹے الٹا پھر جا ہم تجھے امین نہیں سمجھتے۔ اور نہ تیری بات کا کوئی اعتبار!

عمرو عاص نے خدمت خلیفہ میں آکر ان کا کہا سنا بیان کر دیا۔ عبداللہ بن عمر نے رائے دی کہ اے خلیفہ یہ لوگ حضرت علی کی بات کو اچھا سمجھتے ہیں۔ اگر تم ان کے پاس انہیں بھیج دو تو ممکن ہے کہ ان کا فرمانا مان لیں۔ عثمان نے علی کو بلا کر کہا اے ابوالحسن مہربانی فرما کر ان لوگوں کے پاس جاؤ اور انہیں کتاب الٰہی اور سنت رسول کی طرف ہدایت کرو اور جو کچھ وہ چاہیں میری طرف سے قبول کرو کہ تمام کام تمہارے حسب منشاء عمل میں لاؤں گا۔ حضرت علی نے کہا فرمایا اگر تم مجھ سے عہد کر لو کہ ان سب امور کو بجا لاؤ گے اور جو کچھ ان کی خواہش ہو گی اسے اختیار کرو گے تو میں اس کام کو کر لاؤں گا۔ عثمان نے کہا مجھے منظور ہے۔ پھر حضرت علی کے ساتھ عہد و پیمان کر کے قسم کھائی کہ وہ جو کچھ کہیں گے وہی کروں گا اور جس امر میں مسلمان رضا مند ہوں گے اسے بجا لاؤں گا۔ حضرت عثمان سے ان سب باتوں کا مستحکم عہد و پیمان اور پختہ اقرار لے کر ان لوگوں کی طرف روانہ ہوئے۔ جب قریب پہنچے انہوں نے کہا اے ابوالحسن آپ سعادت کے ساتھ واپس تشریف لے جائیں ہم آپ کو واجب التعظیم جانتے ہیں اور بڑی حرمت کرتے ہیں کیونکہ آپ ہمارے سید و سردار ہیں۔

حضرت علی نے فرمایا جلدی نہ کرو جو کچھ تم چاہتے ہو عثمان اسے قبول کرکے تمہاری رضا مندی کے کاموں کا وعدہ کرتے ہیں۔ جس حکم کو تم پسند کرو گے اسے مقرر کریں گے۔
انہوں نے کہا ان باتوں کا ضامن کون ہے۔ حضرت علی نے فرمایا میں ضامن ہوں اور قبول کرتا ہوں کہ عثمان ان سب امور کو بجا لائیں گے۔ سب نے جواب دیا ہم راضی ہو گئے۔ حضرت علی نے کہا تم سب اسی وقت میرے ساتھ ان کی خدمت میں چلو۔ اس گروہ کے بڑے بڑے سردار اور شرفاء حضرت علی کے ہمراہ عثمان کے پاس آئے۔ عثمان نے عزت و آبرو سے بٹھایا۔ انہوں نے کہا ان سب امور کی نسب جو آپ قبول کرتے ہیں ایک دستاویز تحریر کرو اور حضرت علی کو اس میں ضامن قرار دو۔ خلیفہ نے کہا جن امور کی نسبت تم چاہتے ہو دستاویز لکھ دو اور جسے چاہتے ہو ضامن قرار دے لو۔ ان لوگوں نے اس مضمون کی دستاویز قرار دی۔
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ امیرالمومنین عثمان کی طرف سے یہ دستاویز ان اہل کوفہ اور مصر کو لکھ کر دی جاتی ہے جنہوں نے اعتراض کیا ہے اور قبول کرتا ہوں کہ اپ کے احکام الہیٰ و سنت رسالت پناہی پر عمل کروں گا۔ ان کی رضا مندی کو نظر انداز نہ ہونے دوں گا اور خطرناک امور کی نسبت تم چاہتے ہو امن رکھوں گا۔ جن لوگوں کو ان کے وطن سے نکال دیا ہے انہیں واپس بلا لوں گا اور جن کے عطیات ضبط کیے ہیں وہ واپس کر دوں گا۔ عبداللہ بن سعد ابی سرح کو حکومت مصر سے علیحدہ کرکے اس شخص کو مقرر کروں گا جسے مصری پسند کریں گے۔ مصریوں نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ محمد بن ابی بکر کو حاکم مقرر کیا جائے۔ عثمان نے کہا بہتر ہے۔ غرضیکہ ان سب امور پر حضرت علی کو ضامن قرار دیا اور زبیر بن عوام' طلحہ بن عبداللہ' سعد بن مالک' عبداللہ بن عمر' زید بن ثابت' سہیل بن حنیف' ابو ایوب بن زید کی گواہیاں اور مہریں ثبت کی گئیں۔ آخری جملہ یہ تھا کہ یہ دستاویز ماہ ذیقعد ۳۵ میں لکھی گئی۔
اس کے بعد حضرت علی اور اہل مصر خلیفہ کے پاس سے اٹھ کر چلے آئے۔

حضرت عثمان کے خط کا پکڑا جانا جو ۳۵ھ میں

عبداللہ بن سعد کے نام خلاف عہد لکھا گیا

جب عثمان نے دستاویز لکھ دی اور محمد بن ابی بکر کو حکم مصر مقرر فرما دیا تمام مصری خوش ہو گئے اور خلیفہ سے رخصت ہو کر واپس مصر ہوئے۔ محمد بن ابی بکر بھی ہمراہ تھا۔ تین منزلیں طے کرنے کے بعد کیا دیکھا کہ ایک حبشی غلام ایک تیز رفتار اونٹ پر بعجلت تمام راستہ سے ہٹ کر جا رہا ہے اہل مصر نے سوچا دیکھنا چاہیے کہ یہ شخص کون ہے اور کہاں جاتا ہے ایک شخص کو دوڑایا جو اسے گرفتار کرکے لے آیا۔ پوچھا تو کون ہے اور کہاں جاتا ہے اس نے کہا عثمان کا غلام ہوں اور مصر کو جاتا ہوں۔ عبداللہ والی مصر کو پیغام پہنچانا ہے۔ پوچھا کیا پیغام ہے اس نے جواب دیا۔ میں اپنے آقا کا راز فاش نہ کروں گا۔ پھر پوچھا حکمنامہ اور فرمان تیرے پاس ہے جواب دیا نہیں۔ مصر والوں نے مشورہ کیا کہ اس کی تلاشی لینی چاہیے۔ اس کے کپڑے اور اونٹ کا سامان دیکھا کہیں بھی کچھ نہ ملا۔ ایک چھاگل پانی سے بھری ہوئی اونٹ کی گردن میں لٹک رہی تھی۔ اس کا پانی پھینک کر ہلایا۔ کنانہ بشیر اور ابو اعور سلمی نے کہا ہمارا خیال ہے کہ خط اسی چھاگل میں ہے جب چاک کرکے دیکھا تو اس کے اندر ایک شیشی موم سے منہ بند کی ہوئی ملی اسے توڑ کر خط نکالا۔ پڑھا لکھا تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ عبداللہ عثمان کی طرف سے عبداللہ ابن سرح کو حکم دیا جاتا ہے کہ جب عمر بن ہذیل خزاعی تیرے پاس پہنچے تو اس

کا سر تن سے جدا کر دینا اور علقمہ بن عدیس، کنانہ بن بشیر اور عروہ کے چاروں ہاتھ پاؤں کاٹ کر چھوڑ دینا کہ وہ اپنے خون میں لوٹ لوٹ کر مر جائیں۔ پھر ان کی نعشیں چھواروں کے درختوں میں لٹکوا دینا۔ محمد بن ابی بکر جو فرمان میرے ہاتھ کا لکھا ہوا لا رہا ہے اس کو ناچیز سمجھنا۔ اور ممکن ہو تو اسے بھی کسی تدبیر سے مار ڈالنا۔ اپنی جگہ دلجمعی سے قائم رہ، کسی طرح نہ گھبرانا اور مصر پر خاطر خواہ حکمرانی کر۔

محمد بن ابی بکر اور معزز مصری اس خط کو پڑھ کر حیرت میں رہ گئے۔ نہایت ہی تعجب کیا کہ اچھا عہد و پیمان اور پکی قسم ہے جو عثمان نے ہم سے کی ہے خوب ایفا کیا ہے اگر ہم مصر پہنچ چکے ہوتے اور یہ غلام ہم سے بھی پہلے مصر پہنچ چکا ہوتا پھر کیا ہوتا۔ غرضیکہ اس خطرہ سے بچنے پر خدا کا شکر ادا کیا اور تیزی سے مدینہ کی طرف لوٹے۔ داخل شہر ہو کر عام و خاص کے مجمع میں اس خط کو پڑھا اب ایک آدمی بھی نہ تھا جو عثمان کے خلاف نہ تھا۔ بنی سعید عبداللہ بن مسعود کی وجہ سے سخت ناراض ہوئے۔ بنی مخزوم عمار یاسر کے سبب بھڑکے، بنی غفار ابوذر غفاری کے واسطے برہم ہوئے۔ اب سب جمع ہو کر حضرت علی کے پاس آئے اور وہ خط سامنے ڈال کر سارا احوال بیان کیا۔ حضرت علی نے بھی خط پڑھ کر تعجب کیا۔ فوراً" خط لے کر عثمان کے پاس پہنچے، خط سامنے ڈال دیا کہ پڑھیں۔ جب عثمان نے تمام خط پڑھ لیا آپ نے فرمایا میں نہیں سمجھ سکتا کہ تمہارے معاملے میں کیا فیصلہ کروں۔ تم نے مجھے بلا کر کہا کہ جا کر اس گروہ کو راضی کرو اس لیے میں نے مختلف تدابیر سے انہیں رضامند کیا اور تمہاری طرف سے جو غبار ان کے دلوں میں جما ہوا تھا وہ دور کر دیا اور اس طرح اس بگڑے ہوئے کام کو سنوارا تم نے مجھے ضامن قرار دیا میں نے کہنا مان لیا اور وہ میرے بھروسے پر مطمئن اور خوش ہو کر وطن کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں سمجھا تھا کہ یہ معاملہ طے ہو گیا مخالفت ختم ہو گئی اور مسلمانوں نے اس قضیہ سے نجات پائی لیکن اب کیفیت یہ پیدا ہو گئی۔ اب تم ہی کہو یہ کیسا خط ہے کس نے لکھا ہے اور یہ کام کیوں کیا گیا ہے۔ اس نامناسب فعل کی نسبت لوگ کیا کہیں گے۔ اور اس مکروہ فریب کی چال کو کیا سمجھیں گے۔

عثمان نے کہا خدا کی قسم اے ابوالحسن یہ خط میں نے نہیں لکھا اور نہ کسی کو اس کے لکھنے کا حکم دیا۔ نہ میں نے اس غلام کو کہا کہ تو مصر جا میں اس معاملہ سے بالکل لاعلم ہوں۔ حضرت علی نے کہا یہ غلام تمہارا ہی ہے۔ کہا ہاں۔ کہا خط کی مہر تمہاری ہے یا نہیں کہا ہاں۔ حضرت علی نے لکھا تحریر تمہارے منشی کی جیسی ہے۔ مہر غلام اور اونٹ تمہارے پھر تمہیں کچھ خبر نہیں۔ تعجب کی بات ہے اور حیرت کا مقام ہے۔ خلیفہ نے کہا جو کچھ میں نے کہا ہے سچی بات ہے۔ میں نے نہیں لکھا نہ لکھنے کا حکم دیا۔ دنیا میں اکثر ایسے واقعات ہو جاتے ہیں کہ خط سے خط مل جائے اور مہر سے مہر مل جائے اور ہو سکتا ہے کہ میری بلا اجازت میرے غلام کو اونٹ پر بھیج دیا ہو۔

حضرت علی نے کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور اس کا کس شخص پر شبہ کیا جا سکتا ہے کہ کس نے ایسی دلیری کی ہو گی۔ عثمان نے کہا میرا گمان اپنے منشی پر ہے کہ اسی نے میری بلا اجازت یہ کام کیا ہو گا۔ حضرت علیؑ نے کہا لوگوں نے بھی یہی نتیجہ نکالا ہے۔ کہ یہ تمہاری کمزوری کی وجہ سے ہوا ہے۔ اور یہ غلام تمہاری اجازت کے بغیر تمہارے اونٹ پر سوار ہو کر نہیں جا سکتا۔ اب جس کام میں اپنی بھلائی سمجھتے ہو وہ کرو۔ یہ کہہ کر حضرت علی اٹھ کر چلے آئے۔ باہر جس قدر لوگ جمع ہو گئے تھے سب نے وہ خط دیکھ کر یقین کر لیا کہ یہ خط خلیفہ کے منشی کا لکھا ہوا ہے اور خلیفہ کا خیال تھا کہ عثمان جھوٹی قسم نہیں کھاتے مگر اب شک ہو گیا۔ اور مشورہ کیا کہ اگر عثمان اس معاملہ سے بے خبر ہیں تو مروان کو ہمارے پاس بھیج دیں ہم اس سے کیفیت دریافت کریں گے۔ عثمان کو اندیشہ ہوا کہ اگر مروان کو ان کے پاس بھیج دیا تو مبادا اسے ستائیں یا مار ڈالیں اس لئے خود مسجد میں تشریف لا کر منبر پر گئے اور حق سبحانہ کی حمد و ثنا کے بعد لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے

عزیزو مجھے اس معاملہ میں تہمت نہ لگاؤ۔ اور میری نسبت بدگمانی نہ کرو کہ یہ خط میں نے لکھا یا لکھوایا یا جائز سمجھا ہے۔ اگر میری نسبت ایسا گمان کرو گے تو خطاوار ہو گے۔ اس خدا کی قسم جس کے سوا دوسرا خدا نہیں ہے۔ کہ نہ میں نے یہ خط لکھنے کی اجازت دی اور اب بھی میں اسی قول و قسم پر ہوں جو تمہارے سامنے کھائی ہے کہ کتاب الٰہی اور سنت رسول پر چلوں گا۔ تمہاری رضا کے خلاف کام نہ کروں گا۔ اور تمہیں خوش رکھوں گا۔ کنانہ بن بشیر نے کھڑے ہو کر کہا اے عثمان تم ایسی باتیں کہتے ہو اور اپنے عہد پر قائم نہیں ہو۔ ہم بغیر عمل تمہاری باتوں سے کیسے خوش ہو جائیں اس ہفتہ میں کیا کیا کچھ بحث و تمحیص ہو چکی اور تم نے دستاویز لکھ کر دی۔ حضرت رسول خداؐ کے چچا زاد بھائی حضرت علیؑ کو ضامن بنایا۔ مشہور اور ثقہ صحابہ کی گواہیاں درج کرائیں۔ ہم رضامند ہو گئے تھے اور اپنے گھر کی طرف چل دیئے تھے اس کے بعد تم اس قسم کا خط لکھتے ہو' خود ایک عہد کرتے ہو اور خود ہی اسے پورا نہیں کرتے۔ اب تم ہی کہو کہ ہم تمہارے کہنے پر کیسے اعتماد کر لیں۔ عثمان نے جواب دیا آخر میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ خط میں نے نہیں لکھا۔ اور نہ کسی کو ایسا حکم دیا کہ ایسا لکھ دے۔ تم میری بات کا یقین نہیں کرتے اور اچھی طرح جانتے ہو مجھے کسی اور چیز سے اس قدر پرہیز نہیں جس قدر جھوٹی قسم سے' اور جھوٹی بات سے میں بہت ڈرتا ہوں۔ پھر جھوٹی قسم کھائی کیسی۔ کنانہ بن بشیر نے کہا اے عثمان میں تمہاری اس قسم کھانے کی تصدیق نہیں کرتا نہ اس کا یقین کرتا ہوں۔ اس کے بعد کثیرہ بن عبداللہ بجلی نے کھڑے ہو کر کہا اے عثمان تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ ہم سے بچ کر اپنی جان لے کر چلا جائے کیونکہ تو نے ہمارے ساتھ بہت کچھ کر لیا ہے۔

خلیفہ کے ہوا خواہ اس بات کو سن کر عبداللہ کے قتل کے درپے ہو گئے۔ لوگوں نے بیچ بچاؤ کرا دیا۔ مخالف بھی ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ عثمان کے ہوا خواہوں کی خوب خبر لی۔ اب عثمان پر چاروں طرف سے پتھراؤ ہونے لگا۔ عثمان منبر سے نیچے آتے آتے بے ہوش ہو گئے۔ لوگ اٹھا کر گھر لائے۔ کچھ اصحاب آپ کی تسلی اور دلاسے کے لئے خلیفہ کے پاس گئے۔ حضرت علیؑ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ بنی امیہ نے امیرالمومنین علیؑ کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ یہ سب کچھ تم نے ہی کیا ہے۔ ہمارا تمام عیش مٹی کر دیا۔ ہمارے والی کی بات بگاڑ دی۔ ان کی خوبیوں کو اور صفات کو برائی اور عیوب کے پیرایہ میں بیان کر کے لوگوں کو برہم کر دیا۔ زمین و آسمان کے مالک خدا کی قسم ہم تم سے ایسی جنگ کریں گے کہ دنیا میں اس سے زیادہ سخت کبھی نہ ہوئی ہو گی۔

حضرتؑ نے ایک ڈانٹ پلائی اور فرمایا نالائقو چپ رہو اور سامنے سے دور ہو جاؤ۔ تمہارا یہ مرتبہ کہاں کہ تم مجھ سے کلام کرو۔ نہ مجھی کو شایان ہے کہ تمہاری بات کا جواب دوں۔ کیونکہ تم محض نادان اور احمق فوجی گروہ ہو۔ آزاد کردہ غلاموں کی اولاد اور آزاد کردہ غلام ہو۔ تمام دنیا اچھی طرح جانتی ہے کہ اس معاملہ میں میرا کوئی لگاؤ اور تعلق نہیں ہے۔ میں نے تمہارے کام کے بگاڑ کا کوئی ارادہ نہیں کیا بلکہ تمہاری بگڑی ہوئی حالت کو سنبھالا۔ سب کچھ تم نے ہی خراب کیا ہے۔ اور کرتے جاتے ہو۔

اس کے بعد آپ اسی خشمناک حالت میں عثمان کے پاس سے اٹھ کر باہر چلے آئے۔ دوسرے دن خلیفہ نے دیوان خانہ میں بیٹھ کر تمام مسلمانوں کے نام اس مضمون کا خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عبداللہ عثمان یہ خط تمام مسلمانوں اور ایمان والوں کے نام لکھتا ہے۔ اور سلام کے بعد خدا کو یاد دلاتا ہے' وہ خدا جس نے انہیں دولت اسلام اور نعمت ایمان فرما کر ممتاز و مفتخر قرار دیا ہے۔ کفر کی ظلمت اور شرک کی گمراہی سے بچایا ہے۔ سب کے لئے روزی کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ طرح طرح کی بے شمار نعمتیں کرامت فرمائی

ہیں۔ اے مسلمانوں اسی خدا کے راستے پر چلو۔ امر معروف اور نہی عن المنکر کی شرط بجاؤ لاؤ تاکہ بخشے جاؤ۔
ولا تکونوا کالذین تفرقوا و اختلفوا بعد ما جاء تهم البینات و اولئک لهم عذاب الیم یعنی تم ان لوگوں جیسے نہ بنو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کے بعد تفرقہ اور اختلاف پیدا کیا۔ اور ان لوگوں کے واسطے عذاب سخت ہے۔
اور اس دوسری آیت کو بھی ملاحظہ کرو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ان الذین یشترون بعهد الله و ایمانهم ثمنا قلیلا اولئک الاخلاق لهم فی الاخرة لا یکلمهم الله ولا ینظر الیهم یوم القیامته ولا یزکیهم ولهم عذاب الیم** یعنی جو لوگ خدا کے عہد اور قسم کو کم قیمت پر فروخت کرتے ہیں ان کو مقام آخرت میں کچھ نصیب نہ ہو گا نہ وہ کوئی لطف اٹھائیں گے نہ اللہ تعالیٰ بروز قیامت ان سے کلام کرے گا نہ ان کی طرف نظر کرے گا نہ گناہوں سے پاک کرے گا بلکہ ان کے واسطے عذاب شدید ہو گا۔

اے مومنو! آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اطاعت اور فرمانبرداری کو پسند فرماتا ہے اور گناہوں اور تفرقہ پردازیوں سے بچتے رہنے کا حکم صادر فرماتا ہے۔ اسی واسطے اول میں نبی بھیجے کہ حق و باطل کے راستوں کو جدا جدا دکھائیں تاکہ اس کے بعد اگر خلقت راہ حق چھوڑ کر اور باطل کا راستہ اختیار کر کے گناہ گار ہو تو اللہ تعالیٰ ان سے جواب طلب کرے گا۔ خدا کے راستے پر چلو اور خوب سمجھ لو کہ پہلی قوموں کی ہلاکت کا سبب یہی ہوا ہے کہ انہوں نے ہادی اور رہنما نہ ہونے کے سبب باہمی مخالفت اختیار کی ہے۔ اگر تم نے میری نسبت اپنے برے ارادوں کو پورا کر دکھایا تو تم میں ایسا فساد واقع ہو گا اور اس قدر خرابی اور دلوں میں تاریکی پھیل جائے گی کہ نماز' روزہ' اور زکواۃ بھی چھوڑ بیٹھو گے میں تم پر حجت تمام کرتا ہوں اور اسی امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں جس کے لیے خدا نے حکم دیا ہے۔ اور اس شے سے ڈراتا ہوں جس سے خدا نے ڈرایا ہے شعیب پیغمبر کی نصیحت یاد کرو جو انہوں نے اپنی قوم کے مخالف افراد کو فرمائی ہے۔ اور اس کی اللہ تعالیٰ یوں خبر دیتا ہے۔

و یقوم لا یجر منکم شقاقی ان یصبکم مثل ما اصاب قوم نوح او قوم هوود او قوم و قوم صالح و ما قوم لوط منکم ببعد یعنی اے قوم تم میری مخالفت میں اپنے آپ کو گناہ گار نہ کرو مبادا تم پر وہی عذاب نازل ہو جو قوم صالح قوم ہود اور قوم صالح اور قوم لوط پر نازل ہوا ہے حالانکہ تم قوم لوط سے کم نہیں ہو۔ اے لوگو! خیال کرو کہ میں نے اپنی ذات سے تمہارا انصاف چکا دیا ہے اور تمہاری رضامندی کو مدنظر رکھتا ہوں۔ تمہارے ساتھ کتاب الٰہی اور سنت رسول کے مطابق برتاؤ رکھوں گا اور قبول کرتا ہوں کہ نیک خصلتیں اور پسندیدہ طرز عمل اختیار کروں گا جسے تم برا سمجھتے ہو اسے برطرف کر دوں گا۔ میں تم سے قول و قسم کرتا ہوں کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ اسی طرح پیش آؤں گا جس طرح پہلے دونوں نیکوکار خلیفہ پیش آتے تھے اور اسی طریق پر زندگانی بسر کروں گا جس طرح وہ گزار گئے ہیں۔ یہ بھی سمجھ لو کہ انسان غلطی اور عاجزی سے خالی نہیں اور جو کام وہ کرتا ہے سب صحیح نہیں ہوتے بلکہ کچھ غلط بھی ہو جاتے ہیں۔ اس خط کے ذریعے جو تمام مسلمانوں کے نام لکھتا ہوں خدا تعالیٰ کے نزدیک اور تمہارے سامنے اپنے معذور ہونے کا اقرار کرتا ہوں اور میرے جس فعل کو تم برا سمجھتے ہو اسے ترک کرتا ہوں اپنے آپ کو بالکل بے گناہ نہیں سمجھتا۔ گزشتہ گناہوں سے توبہ کرتا ہوں اور خدا سے معافی کا خواستگار ہوں۔ خدا کی قسم میں ان باتوں سے جنہیں تم برا جانتے ہو باز آ گیا اور اقرار کرتا ہوں کہ آئندہ کوئی ایسا کام نہ کروں گا جس سے تم رضامند یا متفق نہ ہو گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بے انتہا مہربان اور رحیم ہے میں امید کرتا ہوں کہ وہ میرے اور تمہارے تمام گناہوں کو بخش دے گا۔ فقط۔ والسلام!
جب یہ خط لکھ لیا ایک قاصد کو دے کر ان لوگوں کے پاس بھیجا۔ انہوں نے عثمان کی پند و نصیحت اور قول و قسم کسی بات

کو نہ مانا اور اسی ارادہ کو مصمم کر لیا کہ اسے خلافت سے علیحدہ کریں اور ایسا نہ ہو تو مار ڈالیں۔ غرض اس ارادہ سے عثمان کے مکان کے گرد جمع ہو گئے۔ اب عثمان نے جانا کہ معاملہ نرمی اور آشتی سے گزر گیا ہے۔ عبداللہ بن عامر کریز اور معاویہ بن ابی سفیان کے نام خط روانہ کیے اور لکھا کہ کچھ ظالم' باغی اور سرکش لوگوں نے جو مدینہ کے رہنے والے ہیں۔ بصرہ کوفہ اور مصر کے باشندوں کے ساتھ مجھ سے برگشتہ ہو کر میرے گھر کا محاصرہ کر لیا ہے لیکن میں ابھی تک ان کی دسترس سے باہر ہوں۔ ہر چند انہیں نصیحت کرتا ہوں اور ان کی رضا مندی کو مد نظر رکھنے اور کتاب خدا اور سنت رسول پر چلنے کا وعدہ دے رہا ہوں مگر وہ میری فرمائش پر ذرا کان نہیں دھرتے۔ میرے قتل یا خلافت سے علیحدہ کرنے پر مصر ہیں۔ اور میں ان کی خواہش کے پورا کرنے یعنی خلافت سے علیحدہ ہو جانے کی نسبت موت کو زیادہ سہل اور اچھا سمجھتا ہوں۔ میں نے تمہیں صورت حال سے مطلع کر دیا ہے۔ لازم ہے کہ میری مدد کرو اور مضبوط بہادر لوگوں کی جمعیت کو میرے پاس روانہ کرو۔ شاید خدا تعالیٰ تمہاری امداد کے ہمت اور وسیلے سے اس باغی گروہ کے فساد سے مجھ کو محفوظ رکھے! والسلام۔

اس خط کو مسور بن مخزومہ معاویہ کے پاس لے گیا۔ جب اس نے احوال مندرجہ کو مطالعہ کیا تو مسور نے کہا میرا خیال ہے کہ اب تک عثمان کو مار ڈالا ہو گا تو کس سوچ میں ہے' جلدی کر کہ اس کام میں توقف نہ کرنا چاہیے۔ معاویہ نے کہا اے مسور سچ تو یہ ہے کہ عثمان نے خلافت پانے کے بعد پہلے تو طریق نیک اختیار کیا اور محض خوشنودی خلق خدا کے لیے ہر کام کرتا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ بھی اس کا مددگار تھا۔ اور سب دوست اور ہوا خواہ بھی متفق تھے لیکن بعد میں اپنی حالت بدل ڈالی اور ایسے ایسے کام کرنے شروع کیے جو خلاف شریعت اور خلفاء ما سبق کی روش سے علیحدہ تھے۔ اچھے قاعدے اور نیک خصلتیں ترک کر دیں خدا نے بھی اس سے دولت چھین لی۔ اب مجھ (معاویہ) سے کیا ہو سکتا ہے۔ خدا کی چھینی ہوئی دولت کو میں کس طرح واپس دلا سکتا ہوں۔ میں ایک طرف علیحدہ پڑا ہوں۔ اور علاقہ شام کی سرحد کی حفاظت کر رہا ہوں۔ ہر طرف سے دشمن تاک لگائے ہوئے بیٹھے ہیں اگر میں مدینہ چلا گیا تو اندیشہ ہے کہ دشمن چڑھ آئیں گے اور اس ملک کو مسلمانوں سے چھین لیں گے۔ اور ان کے اہل و عیال کا جو حال ہو گا اس کا تصور بھی مشکل ہے۔

غرض معاویہ نے عثمان کی کوئی مدد نہ کی اور قاصد کے ساتھ لیت و لعل سے پیش آتا رہا آخر اس نے مایوس ہو کر مراجعت کی۔

عبداللہ ابن عامر نے عثمان کے مضمون خط سے واقف ہو کر بصرہ والوں کو جمع کیا خط پڑھ کر سنایا اور بڑی سعی کی کہ وہ عثمان کی مدد کے لیے ہمت کریں مگر کوئی شخص بھی راضی نہ ہوا سب نے طرح طرح کے عذر اور بہانے کر دیے۔

خلیفہ عثمان کا محاصرہ

انجام کار یہ ہوا کہ جس گروہ نے خلیفہ کے گھر کا محاصرہ کر رکھا تھا انہیں بھی خبر ہو گئی کہ خلیفہ نے شام میں معاویہ اور بصرہ میں عبداللہ کو خط بھیج کر مدد طلب کی ہے۔ خوفزدہ ہو کر محاصرہ میں سختی کی اور پانی بند کر دیا۔ کہ خلیفہ کے اہل خانہ پیاس سے ہلاک ہو جائیں۔ اس وقت عثمان نے بالائے بام آ کر آواز دی کہ تم میں علی ابن ابی طالب ہیں۔ لوگوں نے جواب دیا وہ اپنے گھر ہیں یہاں نہیں ہیں۔ خلیفہ یہ سن کر نیچے اتر گئے۔ کسی نے حضرت علی سے یہ بھی حال جا کر کہا آپ نے قنبر کو بھیجا کہ میں نے سنا ہے کہ بالائے بام آ کر مجھے دریافت کیا تھا۔ کیا کام ہے جو کچھ کہو وہ کروں۔ عثمان نے قنبر سے کہا کہہ دینا کہ مجھے کوئی اہم کام درپیش نہ تھا صرف اتنی بات ہے کہ ان لوگوں نے پانی بند کر دیا ہے جس سے میرے بچے اور خاندان کے ضعیف العمر آدمی پیاسے ہیں مجھے پانی کی ضرورت ہے۔ اگر آپ سے ممکن ہے تو پانی پہنچا دیں۔ قنبر نے واپس

آکر حقیقت حال بیان کی۔ حضرت نے چند مشکیں بھر کر ان بنی ہاشم کے لوگوں کے ہاتھ جو آپ کے قریبی رشتہ دار تھے عثمان کے پاس بھیجیں۔ جب یہ لوگ مشکیں لیے دروازہ پر پہنچے تو علی کے رشتہ داروں کو دیکھ کر کچھ نہ کہا اور پانی کو نہ روکا۔ جب یہ لوگ اندر گئے خلیفہ انکے عیال اور تمام اشخاص نے جو اس گھر میں تھے خوب سیر ہو کر پانی پیا۔
اس کے بعد امیر المومنین عثمان نے کوٹھے پر چڑھ کر اور اوپر سے گردن نکال کر سلام علیکم کہا لوگوں نے دھیمی آواز سے جواب سلام دیا۔ عثمان نے پوچھا طلحہ تم لوگوں میں موجود ہے طلحہ نے جواب دیا میں حاضر ہوں۔ عثمان نے کہا سبحان اللہ میں ایسا نہ سمجھتا تھا کہ میں سلام کروں اور تو ان لوگوں میں موجود ہو کر جواب سلام بھی نہ دے۔ طلحہ نے کہا میں نے جواب سلام دیا تھا۔ مگر تم نے نہ سنا خلیفہ نے کہا سعد وقاص اور زبیر بن عوام تم میں موجود ہیں۔ دونوں نے کہا ہاں ہیں۔ خلیفہ نے کہ میں تمہیں اسی خدا کی قسم دے کر جس کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں ہے پوچھتا ہوں۔ کیا تم نے یہ سن رکھا ہے کہ ایک دن جناب رسول خدا نے کہا تھا کہ جو شخص اس چوک کو خریدے گا وہ بخشا جائے گا۔ میں نے ہی اسے خریدا اور حضرت سے جا کر عرض کیا کہ میں نے اسے خرید لیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ مسجد میں شامل کر دے تجھے اس کا ثواب ہو گا۔ پھر میں نے مسجد میں ملا دیا۔ سعد اور زبیر نے گواہی دی۔ بے شک جیسا تم بیان کرتے ہو ایسا ہی ہوا تھا۔ خلیفہ نے کہا اے خدا تو اس امر کا گواہ رہنا۔
پھر قسمیہ دریافت کیا۔ تمہیں معلوم ہے کہ ایک دن حضرت نے فرمایا تھا کہ جو شخص روا کے کنویں کو خریدے گا وہ بخشا جائے گا۔ میں نے خرید لیا اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اس کی سبیل لگانی چاہیے تاکہ تمام مسلمان سیراب ہوں۔ اور فائدہ اٹھائیں۔ زبیر اور سعد نے اس کی نسبت بھی گواہی دی۔ کہ یہ سچ ہے۔
تیسری دفعہ پھر قسم دے کر کہا کیا تم جانتے ہو کہ مہم غزوہ کے دن حضرت رسول خدا متفکر تھے کہ لشکر کی درستی کس طرح کی جائے۔ یہ کام میں نے اپنے ذمے لیا اور لشکر کا سامان بہم پہنچا دیا اور مسلمانوں کو جس چیز کی ضرورت دیکھی بہم پہنچا دی۔ چنانچہ اونٹوں کے زانو بند اور مہاریں فراہم کر دی گئیں۔ سعد اور زبیر نے کہا ہاں یہی بات ہے۔ جو تم کہتے ہو سب درست ہے۔ تم کارہائے خیر اور قواعد حسنہ کے استحکام میں سچا شوق اور دلی جوش رکھتے تھے مگر اس کے بعد تم نے اپنا طریق عمل بدل لیا۔
عثمان نے کہا سبحان اللہ! جس روز خلیفہ عمر نے وفات پائی تم نے خدا سے دعا مانگی تھی کہ کار خلافت ایسے شخص کو ملے جو رحم دل اور منصف مزاج ہو انہوں نے جواب دیا ہاں یہ درست ہے۔ عثمان نے کہا پھر تمہارا کیا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کو حقیر سمجھا اور تمہاری دعاؤں کو قبول نہ کیا۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ جناب باری تعالیٰ نے اس امر کو ناقابل وقعت اور بے قدر سمجھ کر یوں ہی چھوڑ دیا تھا کہ جو شخص چاہے خلافت لے۔ اگر تمہارا گمان یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو درباب خلافت میرے کام کا انجام کہ کس طرح وقوع پذیر ہو گا معلوم نہ تھا تو فی الحقیقت تم بالکل خطا پر ہو۔ ایسے خیال سے باز آؤ میری ان بڑی بڑی فضیلتوں اور نیکیوں کو یاد کرو جو حضرت رسول خدا کے سامنے وقوع میں آ چکی ہیں۔ تم اپنے ارادے سے باز آ جاؤ۔ اگر تم میری نسبت اپنے باطل ارادے کو پورا کرو گے تو فتنہ پھیل جائے گا اور بہت خونریزی ہو گی۔ خدا سے ڈرو اور میرے کہنے کا یقین کرو کہ میں کتاب خدا اور سنت رسول محمد مصطفےٰ کے مطابق تم سے برتاؤ رکھوں گا یہ لو بیت المال کی کنجیاں تمہارے حوالے کیے دیتا ہوں جسے پسند کرو اس کی تحویل میں دے دو اور جن شخصوں کو اچھا سمجھتے ہو شہروں کی امارت پر مقرر کر دو اور جو خواہشیں ہوں انہیں بھی بیان کر دو انہیں بھی میں پورا کر دوں گا۔ ہر ایک امر تمہاری رضامندی سے عمل میں آتا رہے گا اور تمہارا یہ دعویٰ کہ میں نے خط لکھا ہے اس کی بین شہادت لاؤ۔ نہیں تو میں اس خدائے

واحد کی جس کے سوا دوسرا خدا نہیں اور تمام ظاہر اور پوشیدہ امور کو جانتا ہے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے یہ خط نہیں لکھا نہ لکھنے کا حکم دیا مجھے اس کی اطلاع تک نہیں۔

خاتمہ خلافت عثمان

خلیفہ نے جب اس انداز میں گفتگو کی تو سب سناٹے میں آ گئے۔ کسی نے کچھ نہ کہا۔ مگر مصر کے کچھ لوگ بولے اے عثمان ہمیں تمہاری ان باتوں کا یقین نہیں آتا۔ تم اپنے آپ کو سب سے بہتر سمجھتے ہو اور جانتے ہو کہ اسی واسطے اللہ نے خلیفہ بنایا ہے کہ مسلمانوں کے خون کو مباح جانو اور ہر روز کسی بزرگ صحابی کو ہاتھ یا زبان سے رنج دیتے رہو اور مدینہ رسول سے خارج کر دو کہ وہ غریب اپنی قوم اور عزیزوں سے علیحدہ رہ کر مر جاتا ہے۔ بیت المال اپنے رشتہ داروں کے حوالے کر دیا ہے۔ اے عثمان ان باتوں کو چھوڑ تم اب ہمیں نہیں پھسلا سکتے۔ اب صرف دو باتیں ہیں یا تو خلافت سے سبکدوش ہو کر گوشہ نشینی اختیار کر لیں اور امر خلافت کو مشورہ پر رہنے دیں ورنہ تم قتل کیے جاؤ گے۔
اب خلیفہ عثمان نے سمجھ لیا کہ یہ لوگ کسی بات پر رضا مند نہ ہوں گے۔ کوٹھے پر سے اتر کر گھر میں آ بیٹھے۔ ایک شخص عبداللہ بن سلام یہودیوں کا پیشوا اور مشرف بہ اسلام ہو چکا تھا اسے بلا کر کہا تو ان لوگوں کے پاس جا کر سمجھا اور وعظ و نصیحت کی باتیں سنا شاید تیری بات ان کی سمجھ میں آ جائے۔ اور وہ اس ارادے اور حرکت سے باز آ جائیں اور تیری وجہ سے یہ فساد فرو ہو جائے۔ عبداللہ بن سلام ان کے پاس گیا۔ سب نے دعائے خیر دے کر بٹھایا۔ بیٹھنے کے بعد اس نے حمد و ثناء خدا تعالیٰ بیان کی اور حضرت رسول خدا پر درود بھیج کر کہا اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمام دینوں پر دین اسلام کو ترجیح دی ہے اور اس کے استحکام کے لیے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ کو پیدا کیا' ایمان والوں کو رحمت کا مژدہ سنایا' بے دینوں کو عذاب الٰہی سے ڈرایا' سب کو دین اسلام کی ہدایت کی اور دنیا کے تمام مقاموں میں مدینہ کو پیغمبرؐ کے رہنے کے لیے منتخب کیا اور مکان اسلام اور سرائے ہجرت محمدؐ لقب بخشا۔ جس وقت تک جناب رسول خداؐ مدینہ میں تشریف فرما تھے ملائکہ شہر کے گرد صف بستہ تھے اور آج تک بھی یہی کیفیت رہی اور شمشیر فتنہ نیام سے نہ نکلی۔ آج اس کے برعکس معاملہ دیکھتا ہوں۔ میں تمہیں خدائے واحد کی قسم دلاتا ہوں کہ فرشتوں کو اپنے پاس سے نہ ہٹاؤ اور سوتے ہوئے فتنے کو نہ جگاؤ۔ نیام میں رکھی ہوئی تلواریں نہ نکالو۔ مبادا وہ فتنہ جسے اللہ تعالیٰ کے فضل نے دفع کر دیا ہے خلقت کے افعال بد سے اٹھ کھڑا ہو اور پھر قیامت تک نہ مٹے۔ اس فتنہ سے بچو اور شیخ الاسلام خلیفہ پیغمبر کو قتل نہ کرو۔ خدا کی قسم روئے زمین پر گزشتہ زمانہ میں جس کسی پیغمبر کو قتل کیا گیا ہے اس کے عذاب میں اس امت کے اسی ہزار آدمی مارے گئے ہیں۔ اور کوئی خلیفہ پیغمبر ایسا قتل نہیں ہوا جس کے قتل کے بدلے ۳۵ ہزار آدمی نہ مارے گئے ہوں۔ خدا سے ڈرو اس بزرگوار کا خون نہ بہاؤ۔ یہ کہنا تھا کہ چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں۔ اے عبداللہ تو جھوٹا ہے عثمان نے تجھے رشوت دے کر ہمارے پاس بھیجا ہو گا جس کے لیے تو اس کی ایسی تعریفیں کرتا ہے۔ اے یہودی کھڑا ہو جا اور ہمارے پاس سے دور ہو خدا تجھے دفع کرے۔
عبداللہ یہ سن کر اٹھ کھڑا ہو اور عثمان کی خدمت میں پہنچ کر تمام گفت و شنید بیان کی۔ خلیفہ بہت حیران ہوئے اور کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا تدبیر کریں۔
القصہ ام المومنین عائشہ بھی اس روپے کی وجہ سے جو ان کے لیے ابوبکر اور عمر نے مقرر کر رکھا تھا اب عثمان نے اس کی ادائیگی میں تساہل اختیار کر لیا تھا رنجیدہ خاطر تھیں۔ اس وقت قوم کو قتل عثمان پر آمادہ دیکھ کر کہا اے عثمان تو نے بیت

المال کو اپنا ہی مال سمجھ لیا ہے امت رسول کو تکلیف اور مصیبت میں پھنسا دیا ہے۔ اپنے آپ کو اور اپنے رشتہ داروں کو مسلمانوں کے مال میں حصہ دار بنا دیا ہے۔ ہر شخص کو ملکی انتظام دے رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو آسمانی نعمتوں سے بے نصیب اور زمینی برکتوں سے محروم کرے۔ اگر یہ نہ ہوتا کہ تم اسلامی سیرت رکھتے اور پنج وقتی نماز ادا کرتے ہو تو تمہیں اسی طرح ذبح کر دیا جاتا جس طرح اونٹ کو ذبح کرتے ہیں۔ عثمان نے ان باتوں کے جواب میں قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی۔

ضرب اللہ مثلا للذین کفروا امراۃ نوح و امراۃ لوط کانتا تحت عبدین من عبادنا صالحین فخانتا ھم فلم یغنیا عنھما من اللہ شیئا و قیل ادخلا النار مع الداخلین یعنی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے جنہوں نے کفر کیا مثال دی ہے کہ نوح اور لوط کی بیویاں دو عورتیں تھیں جو ہمارے دو نیک بندوں کے تصرف میں تھیں۔ دونوں نے خیانت کی اور اللہ تعالیٰ کی کسی شے نے ان کی کفایت نہ کی اور ان دونوں سے کہا گیا کہ داخل ہونے والوں کے ساتھ دوزخ میں داخل ہوں۔

غرض عائشہ نے قتل عثمان میں بہت بڑی کوشش کی اور فرمایا کرتی تھیں ابھی تک حضرت محمد مصطفیٰؐ کا کفن بھی میلا نہ ہوا اور عثمان نے ان کی شریعت کو مسخ کر دیا۔ اے لوگو! اس بڈھے نعثل کو مار ڈالو خدا اسے مارے اور اسی حالت میں سفر مکہ اختیار کیا۔

مروان بن حکم نے حاضر ہو کر کہا اے مادر مومناں اگر تم اس سفر کو قیام سے بدل کر فساد کو مٹا دو اور عثمان کو قتل سے بچاؤ تو اس کا ثواب زیارت مکہ کے ثواب سے زیادہ پاؤ گی۔ عائشہ نے کہا میں حج کی تیاری کر چکی ہوں اور حج مجھ پر فرض ہو گیا ہے مروان نے تمثیلاً" یہ شعر پڑھا۔ حرق قیس علی البلاد حتی اذا اضطرمت اجذما یعنی قیس نے دنیا میں آگ لگا دی اور جب وہ آگ خوب بھڑک اٹھی تو آپ الگ ہو گیا اور کہا اب تم عثمان کا کام تمام کر کے علیحدہ ہوتی ہو۔ عائشہ نے کہا تیرا یہ خیال ہے کہ میں عثمان کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکی خدا کی قسم میری تو یہ آرزو ہے کہ عثمان کو بورے میں بند کر کے بجائے طوق میرے گلے میں ڈال دیں اور میں اس بورے کو لے جا کر بحیرۂ خضر میں پھینک آؤں۔

مروان نے کہا آخر تم نے اپنے دل کی بات ظاہر کر ہی دی۔ عائشہ نے کہا یہی بات ہے۔ اس کے بعد جانب مکہ روانہ ہو گئیں۔ عبداللہ ابن عباس بھی عائشہ کے پاس گیا۔ عائشہ نے کہا اے عبداللہ خدا نے تجھے علم و فضل اور عقل و گویائی عطا کی ہے خبردار لوگوں کو اس طاغی یعنی عثمان کے قتل سے نہ روکنا کیونکہ یہ اپنی قوم کے لیے ایسا ہی منحوس ہے جیسا جنگ بدر کے دن ابو سفیان اپنی قوم کے حق میں منحوس تھا۔ یہ کہہ کر سواری ہانک دی اور عثمان کو اسی کش مکش میں چھوڑ دیا۔

سعید بن عاص والی کوفہ خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا' عرض کی آپ کے معاملے میں میں نے کچھ سوچا ہے اور ایک رائے قائم کی ہے۔ فرمایا بیان کر۔ سعید نے کہا حج کا زمانہ آ گیا ہے۔ موقع ہے کہ اس طرف چلے چلو۔ لبیک کہتے ہوئے گویا حج کو جا رہے ہیں۔ مکان سے اور سمت کعبہ کی راہ لو پھر امن سے ہو جاؤ گے۔ اس کشاکش اور چپقلش سے چھوٹ جاؤ گے عثمان نے کہا خدا کی قسم مدینہ کے سوا جو حضرت محمد مصطفیٰؐ کا وطن مالوف اور مسکن مقررہ ہے۔ کسی دوسری جگہ کی سکونت اختیار نہ کروں گا۔ سعید نے کہا تم کو ان باتوں میں سے ایک بات پر ضرور عمل کرنا چاہیے۔

اول یہ کہ ان لوگوں سے مقابلہ کرو ہم سب تمہارے خدمت گار اور عزیز بھی ان سے جنگ کریں گے اور مردانہ وار لڑیں گے۔ یا فتح پائی یا سب مارے گئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ تمہارے پاس بہت عمدہ اونٹ موجود ہیں ان پر سوار ہو کر شام کی طرف نکل جاؤ۔ وہاں معاویہ مع لشکر جرار موجود ہے۔ تمہارے دوست وغیرہ سب وہاں جمع ہو جائیں گے۔ تم امن سے ہو جاؤ گے اور ان لوگوں میں سے

کسی کا حوصلہ نہ ہو گا کہ وہاں پہنچ کر تمہیں ستائیں۔
تیسری بات یہ ہے کہ ہمیں اجازت دو کہ ہم تم کو مع اہل و عیال اونٹوں پر سوار کرا کر بصرہ میں پہنچا دیں وہاں میرے دوست اور خدمت گار قبیلہ اسد میں موجود ہیں۔ تم نے اس قبیلہ پر بڑی مہربانیاں اور بخششیں کی ہیں۔ ہم ان لوگوں میں ہوں گے تو کوئی شخص بھی ہماری طرف نظر نہ اٹھا سکے گا۔ اور اگر چڑھائی بھی کی تو ہم اور تم اس کی مدد سے مار بھگائیں گے۔
عثمان نے ان تینوں باتوں کو ناپسند کیا۔ کہا میں کسی طرح مدینہ سے نہ نکلوں گا۔ جو ہونا ہو گا اسی جگہ ہو رہے گا۔ میں اسی پر راضی ہوں۔ ادھر عثمان کے دشمن بارادۂ قتل جمع ہو رہے تھے۔ اسامہ بن زیدؓ نے حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا۔ اے ابو الحسنؑ ان لوگوں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ عثمان کو مار ڈالیں۔ مجھے آپ سے ازحد محبت اور اخلاص ہے۔ آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ مدینہ سے باہر تشریف لے جائیں اپنے مال و اسباب کو زیر نظر رکھیں تاکہ متوقع قتل آپ کے سامنے واقع نہ ہو۔ اگر آپ مدینہ میں ہوں گے اور لوگ اسے مار ڈالیں گے تو لوگ مطعون کریں گے اور آپ پر تہمت لگائیں گے۔ اگر آپ موجود نہ ہوں گے تو یہ بات نہ ہو گی اور نہ آپ پر کوئی الزام لگا سکیں گے۔
حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اے ابو محمد مجھے اس جھگڑے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ میرے ہاتھ میں کوئی بات ہے۔ جو کچھ پند و نصیحت واجب تھی اس میں کمی نہیں کی۔ خلیفہ سے سب کچھ کہا سنا ہو چکی' اس نے سب کو اہل غرض سمجھا پھر میں نے بھی سمجھانا چھوڑ دیا اور اپنے گھر میں بیٹھ گیا۔ خدا کی قسم عثمان کے معاملے میں میری کوئی غرض شامل نہیں ہے۔ بلکہ اگر وہ کہے اور کسی کی نصیحت مانے تو اب بھی اس کے کام کو اسی طرح انجام دوں جس طرح پہلے کئی مرتبہ بگڑے ہوئے کاموں کو بنایا ہے۔ اب بھی کوئی کمی نہ کروں گا جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا مدد کروں گا اور ان لوگوں کے فساد مٹا دوں گا۔
یہ کہہ کر اپنے بیٹے حضرت حسنؑ کو بلایا اور کہا اے فرزند عثمان کے پاس جا اور ان سے کہہ کہ میرے باپ کو تمہاری طرف سے بہت بڑا خیال ہے۔ اور جب سے سنا ہے کہ یہ لوگ تمہارے معاملہ میں حد سے گزر کر قتل کا پختہ ارادہ کئے ہوئے ہیں۔ اور کسی کی نصیحت نہیں سنتے وہ بہت ہی متفکر ہے اور میری طرف سے کہنا بخدا میں نہیں چاہتا کہ تم زحمت میں مبتلا نہ ہو' اس لئے سخت متردد ہوں اور اگر کہو اور جس امر کو اچھا سمجھو میں تمہاری امداد کروں اور جس طرح ممکن ہو اور جہاں تک طاقت سے بن پڑے اور ان لوگوں کو تمہارے مکان کے گرد سے ہٹا دوں۔
حسن بن علیؑ نے عثمان کے پاس پہنچ کر باپ کا پیغام پہنچایا اور بیٹھ گئے۔ عثمان نے جواب دیا اپنے باپ سے کہہ دینا کہ میں تمہیں تکلیف دینا نہیں چاہتا کہ ان لوگوں سے لڑو اور جھگڑو۔ کیونکہ میں نے کل شب کو خواب میں جناب رسول خداؐ سے سنا ہے کہ مجھ سے فرماتے ہیں اے عثمان یہ لوگ تیرے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں اگر تو ان سے جنگ کرے گا فتح پائے گا اور اگر اپنے آپ کو ان کے حوالہ کر دے گا تو گویا حکم باری سبحانہ تعالیٰ پر رضامند ہو گا اور روزہ میرے پاس آ کر کھول اب میرا دل یہی چاہتا ہے کہ روزہ خدمت جناب محمد مصطفیٰؐ میں جا کر کھولوں اور اس دولت سے مشرف ہوں حضرت حسنؑ خاموش ہو کر واپس چلے آئے۔ اور جو کچھ عثمان نے کہا تھا حضرت علیؑ سے بیان کر دیا۔ امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ نے فرمایا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اسی وقت یہ خبر آئی کہ طلحہ بن عبداللہ عثمان کے مکان کی چھت پر جا پہنچا اور بنی تمیم کے لوگ اس کے ہمراہ ہیں۔ عثمان نے بھی یہ بیت لکھ کر علیؑ کی خدمت میں بھیجے:

فان کنت ما کو لا فکن خیرا کل و الافادر کنی و لما امزق

یعنی اگر مجھے قتل ہی کرنا ہے تو مجھے اپنے ہاتھ سے مار ڈالو کیونکہ تم علی ابن ابی طالب ہو اور اگر مجھے مارنا نہیں چاہتے تو طلحہ کے ہاتھ سے قتل نہ ہونے دو۔ اور اس بیت کے علاوہ یہ بھی لکھا کیا تم اس بات سے راضی ہو کہ تمہارا چچا زاد بھائی اس نڈر قوم کے ہاتھ سے ہلاک ہو جائے۔ حضرت علیؑ اس تحریر کو پڑھتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ حضرمیہ کے بیٹے کی کیا مجال کہ وہ قتل کر سکے۔ اس کے بعد آپ مسجد میں تشریف لائے۔ آپ کے فرزند اور دوست سب مسجد میں جمع ہو گئے۔ نماز ظہر وہیں ادا کی۔ بنی تمیم یہ دیکھ کر کہ حضرت علیؑ عثمان کی مدد کے لئے تشریف لائے ہیں طلحہ کو تنہا چھوڑ کر حاضر خدمت ہوئے۔ اب طلحہ نے اپنے آپ کو تنہا پایا۔ بام سے اتر کر عثمان کے پاس آیا اور بہت کچھ عذر و معذرت کی باتیں کیں۔

عثمان نے کہا اے حضرمیہ کے بیٹے تو نے میرے اوپر قیامت نازل کی لوگوں کو میرے قتل کے لئے اکٹھا کر کے لایا اب جو یہ دیکھا کہ حضرت علیؑ میری مدد کے لئے تشریف لائے ہیں اور تیری قوم نے دہشت کی وجہ سے تیرا ساتھ چھوڑ دیا اور سب متفق ہو کر حضرت علیؑ کی خدمت میں جا حاضر ہوئے ہیں۔ تو اب تو عذر کرتا ہے خدا تیرا عذر قبول نہ کرے۔ طلحہ عثمان کی یہ باتیں سنتا تھا اور کچھ نہ کہتا تھا۔ سر جھکائے وہاں سے اٹھ کر باہر چلا آیا۔ اب عثمان پھر بام پر گئے اور دیوار پر سے سر نکال کر کہا اے لوگو تم واقف ہو کہ مجھے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت باسعادت میں بہت بڑا مرتبہ حاصل ہے اور میں شروع ہی میں مسلمان ہوا ہوں۔ میرے اوصاف مقبول ہیں۔ میں صاحب ولایت اور مجتہد ہوں۔ اگر مجھ سے اجتہاد میں کوئی غلطی واقع ہوئی ہو تو' یا قصداً" یا سہواً" ظہور میں آئی ہو تو میں اس سے آئندہ باز رہوں گا۔ اس سے توبہ کرتا ہوں اور سخت بیزار ہوں اور خدا سے اس کی معافی مانگتا ہوں' تم میرا عذر قبول کرو میری توبہ اور عذر کو سچا سمجھو' سب لوگوں نے عثمان کی یہ باتیں سن کر سر جھکا لئے اور کچھ نہ بولے مگر ان میں سے اہل مصر نے بہ آواز بلند عثمان کو سخت و سست کہا اور بد زبانی سے پیش آئے۔

زید بن ثابت نے کہا اے انصار تم نے جناب رسول خداؐ کی امداد کی ہے اسی وجہ سے تمہیں انصار کہتے ہیں۔ آج اس کے عاجز خلیفہ کی مدد کرو کہ دوچند انصار اللہ کہلاؤ۔ اور دگنا ثواب پاؤ۔ جبلہ بن عمر ساعدی نے کہا اے زید ہم تیری اس بات کو نہ مانیں گے۔ ہم قیامت کے دن اس گروہ سے نہیں ہونا چاہتے جو یہ کہیں گے **انا اطعنا سادتنا و کبراء نا فاضلونا السبیل** خدا کی قسم اب نماز عصر کے بعد سے نماز مغرب کے وقت تک عثمان کی حیات باقی ہے۔ ہم اسے قتل کر کے تقرب بارگاہ الٰہی حاصل کریں گے۔ اس کے بعد حجاج غزنہ انصاری نے اہل مصر کو آواز دی اس کافر کی بات نہ سنو اور جو ارادہ کر لیا ہے اسے پورا کرو۔

غرض ان میں سے ایک شخص نے لکڑیاں لیں اور ان میں آگ لگا کر عثمان کے مکان کی پہلی دہلیز پر رکھ دیں۔ آگ نے دروازہ جلا کر پہلی دہلیز گرا دی۔ پھر دوسرے دروازے میں آگ لگا دی۔ وہ بھی جل کر گر پڑا' اب عثمان نے سوچا کہ یہ لوگ جو دروازہ جلا رہے ہیں بالکل بے مروت ہو گئے ہیں۔ خدا خیر کرے جب دروازے جل کر گر گئے تو ان لوگوں نے ہجوم کر لیا اور شور وغل کرتے ہوئے مکان کے اندر گھس گئے۔ خلیفہ عثمان آج روزہ دار تھے جمعرات یا جمعہ کا دن تھا' گیارھویں یا سترھویں ذی الحجہ کی تاریخ اور ۳۵ھ تھا۔ حضرت حسن بن علیؑ اور عبداللہ ابن عمر خلیفہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ عثمان نے حضرت حسنؑ کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے بھتیجے تیرے باپ کو تیری طرف سے خیال ہو گا اور وہ تیری وجہ سے متفکر ہوں گے۔ میں تجھے خدائے رب العزت کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ اٹھ اور بہ خیریت واپس چلا جا۔ اپنے آپ کو تکلیف اور خطرہ میں نہ ڈال۔ میں نے تو اپنے اپنے کو مرضی الٰہی کے حوالہ کر دیا ہے اور اس ناخدا ترس قوم کے پلے پڑ گیا

ہوں۔
حسنؑ اٹھ کر باہر چلے آئے اور عبداللہ ابن عمر بھی آپ کے ساتھ ہی اٹھ کر چلا آیا۔ خلیفہ عثمان نے مروان سے کہا میں تجھ کو قسم دلاتا ہوں ان لوگوں سے جنگ نہ کرو۔ مروان نے کہا اے امیرالمومنین تم کو قسم دیتا ہوں کہ ہمیں جنگ سے نہ روکو کیا تم نہیں دیکھتے کہ دشمن غلبہ کرکے مکان کے اندر گھس آئے ہیں اور آدمیوں کو تکلیف پہنچا رہے ہیں۔ اب مروان بن حکم، سعد بن عاص، مغیرہ بن اخنس، عبداللہ بن ربیعہ، عبداللہ ابن عبدالرحمن بن عوام اور عثمان کے عزیز اور رشتہ داروں، غلاموں اور خدمت گاروں نے جمع ہو کر ان لوگوں پر جو اندر گھس آئے تھے حملہ کر دیا۔ اور پسپا کر کے باہر نکال دیا۔ جب عثمان نے دیکھا کہ میرے غلام زرہ پہنے تلوار لئے مستعد جنگ ہیں فرمایا تم میں سے جو شخص ہتھیار نہ اٹھائے اور تلواریں نیام میں کرے گا اسے میں نے آزاد کیا یہ سنتے ہی عثمان کے غلاموں نے تلواریں نیام میں کر لیں۔ پھر خلیفہ نے اپنے عزیزوں سے جو جنگ کے لئے تیار تھے کہا اگر تمہیں میری خوشی منظور ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی درکار ہے تو ان لوگوں سے مت لڑو اور ہتھیار رکھ دو میں نے اپنے آپ کو مرضی الٰہی کے حوالہ کر دیا ہے۔ اور مرضی الٰہی پر راضی ہوں۔
اسی اثناء میں دیکھا کہ خلیفہ کے تمام در و بام سے پتھر آنے لگے ہیں اور کچھ لوگ پسر حزم انصاری کے گھر میں جو خلیفہ کے گھر سے ملا ہوا تھا گھس آئے اور وہاں سے اینٹ پتھر پھینک پھینک کر لوگوں کو زخمی کر رہے ہیں۔ اور غل مچا رہے ہیں۔ کہ یہ پتھر ہم نہیں مارتے بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پڑ رہے ہیں۔
عثمان نے جواب دیا کہ اے بے وقوفو! تم جھوٹ بولتے ہو اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتے تو مجھ سے بچ کر نہ گرتے اور کوئی نشانہ بیکار نہ جاتا۔
ان لوگوں نے پھر شور و غل مچایا اور دوبارہ پھر خلیفہ کے مکان میں گھس آئے اور تلواریں سونت کر عثمان کے رشتہ داروں پر ٹوٹ پڑے، عثمان جاء نماز پر بیٹھے تھے اور بالکل حرکت نہ کرتے تھے۔ جب بہت ہی غل ہوا اور آپس میں جنگ ہونے لگی تو خلیفہ کے عزیزوں نے کہا آپ روزہ سے ہیں اور یہ لوگ شرارت پر آمادہ ہیں۔ بہتر ہے کہ آپ روزہ کھول لیں اور ہمیں حکم دیں کہ آپ کے سامنے ان سے جنگ کریں۔ جہاں تک ہو سکے گا ان سے لڑیں گے۔ خلیفہ نے کہا جو منظور الٰہی ہے میں اسی میں خوش ہوں میں اپنے آپ کو اس کے حوالے کر چکا ہوں، روزہ نہ کھولوں گا۔ حضرت رسول خداؐ کو میرا انتظار ہے۔ اتنے میں مغیرہ بن اخنس نے تلوار سونت کر اور آگے بڑھ کر رفاعہ بن رافع انصاری پر حملہ کیا۔ رفاعہ بھی مقابلے پر آیا اور ایک تلوار گردن پر ماری۔ جس نے زرہ کو کاٹ کر گردن زخمی کر دی۔ مروان بھاگ کر عورتوں میں چلا گیا۔ عبداللہ بن عبدالرحمن بن عوام بھی آگے بڑھا اور ان لوگوں سے بولا۔ خدا سے ڈرو اور شرم کرو خلیفہ کے قتل سے باز آؤ۔ اس کی اطاعت تم پر فرض ہے، جو خلیفہ کتاب خدا اور سنت پیغمبر کے مطابق تمہارے ساتھ برتاؤ کرتا ہے اسے روز قیامت کیا جواب دو گے۔ ابھی یہ کلمے زبان ہی پر تھے کہ عبدالرحمن بن حنبل نے لپک کر تلوار ماری اور عبداللہ گر کر مر گیا۔ اتنے میں عثمان کے غلاموں میں سے ایک غلام نے آگے بڑھ کر عبدالرحمن بن حنبل پر حملہ کیا۔ مگر اشتر نخعی نے اسے بھی قتل کر دیا۔
پھر عبداللہ بن زمعہ بن اسود پر حملہ کر کے اسے بھی ہلاک کر دیا۔ اور اس پر بھی بس نہ کر کے عبداللہ میسرہ بن عوف کو جو بڑا عابد و صالح شخص تھا اسی ہنگامہ میں ہلاک کر دیا۔
پھر خلیفہ عثمان کی طرف چلا جس وقت بہ ارادہ قتل قریب پہنچا دیکھا کہ خلیفہ تنہا ہے۔ کوئی مدافعت کرنے والا موجود نہیں خلیفہ نے بھی اشتر کو دیکھا۔ اشتر کو لحاظ دامن گیر ہوا۔ خلقت کی ملامت سے ڈرا اور اسی وقت وہاں سے پلٹ آیا۔

مسلم بن کثیر کوفی نے کہا اے اشتر تو نے خلیفہ کے مارنے کا قصد کیا' قریب پہنچ کر ڈر گیا اور واپس چلا آیا۔ اشتر نے کہا ڈر نہیں مگر میں نے اسے تنہا پایا کوئی میرا روکنے والا نہ تھا۔ مجھے شرم آئی اور واپس چلا آیا۔ محمد بن ابی بکر درانہ خلیفہ کے پاس پہنچا اور سامنے پہنچتے ہی کہا ہاں اے پیر گفتار سنبھل۔ عثمان نے کہا میں عثمان بن عفان جناب رسول خدا محمد مصطفیٰ کا خلیفہ ہوں۔ تو جھوٹا ہے جو میری توہین کرتا ہے۔ محمد بن ابی بکر نے ہاتھ بڑھا کر خلیفہ کی داڑھی پکڑ لی اور کہا تم نے اپنے حق میں خدا کی قدرت کو کس رنگ میں دیکھا۔ خلیفہ نے کہا اللہ نے ہمیشہ میرے ساتھ بھلائی کی ہے۔ اے بھتیجے تو خدا سے ڈر اور داڑھی چھوڑ دے' اگر تیرا باپ ابی بکر زندہ ہوتا تو وہ کبھی میری داڑھی نہ پکڑتا۔ اور میری یہ توہین نہ کرتا۔ محمد نے کہا اگر میرا باپ زندہ ہوتا تو تجھے ہرگز ایسے فعلوں کی اجازت نہ دیتا جو خلاف شرع ہیں۔ خلیفہ نے ہاتھ بڑھا کر قرآن شریف جو دست راست رکھا ہوا تھا اٹھا لیا اور کہا یہ اللہ کی کتاب ہے۔ میں اس کے مطابق تمہارے ساتھ برتاؤ کرتا ہوں اور ہر امر میں تمہاری رضامندی کا خیال رکھتا ہوں۔ تمہاری آرزوؤں کو پورا کرتا ہوں۔ تم سے کسی شے کو عزیز نہیں رکھتا۔

محمد بن ابی بکر نے جواب دیا **الآن وقد عصیت من قبل و کنت من المفسدین** یعنی اب کیا ہو سکتا ہے تو نے پہلے نافرمانی کی۔ تو فسادی ہے۔ اور وہ بیلچہ جو ہاتھ میں لئے ہوئے تھا خلیفہ کی گردن پر مارا گردن کسی قدر زخمی ہو گئی۔ بیلچہ نے زیادہ کاٹ نہ کی' خون جاری ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ خلیفہ کے خون کا پہلا قطرہ اس آیت پر پڑا تھا۔ **فیکفیکہم اللہ و ہو السمیع العلیم**

اب محمد بن ابی بکر خلیفہ کی ہلاکت سے شرما کر واپس چلا آیا اور کنانہ بن بشیر نے ورانہ پہنچ کر خلیفہ کے سر پر ایک گرز مارا اور سیدان بن حمران مرادی نے تلوار کا ایک وار کیا۔ اب خلیفہ سخت زخمی ہو کر پشت کے بل گر پڑے۔ پھر ان لوگوں نے بھی دائیں بائیں جانب سے وار کئے ابو جرب غافقی نے ایک ضرب لگائی اور ایک مصری نے چاہا کہ خلیفہ کی ناک کاٹ لے مگر نائلہ دختر فرافضہ کلبی نے جو بڑی قوی ہیکل لڑکی تھی اس کی تلوار پکڑی جس سے نائلہ کا انگوٹھا کٹ گیا وہ چلائی کہ اے لوگو تم نہیں جانتے کہ کیسے پارسا اور پاک دامن انسان کو ہلاک کرتے ہو۔ لوگوں نے .قصد ہلاکت اس کی طرف بھی رخ کیا' وہ بھاگ گئی۔ اتنے میں عثمان کا ایک غلام ریاح نام خلیفہ کی تلوار لئے ہوئے آیا اور سودان بن حمران پر جو خلیفہ کی ناک قطع کرنے کا ارادہ رکھتا تھا حملہ کر کے ایسا ہاتھ مارا کہ اس کا سر کٹ کر دور جا گرا۔ قنبرہ بن وہب نے یہ دیکھ کر ریاح کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اور ایک اور غلام نے قنبرہ کو مار ڈالا۔

اسی اثناء میں عمر بن حمق جست مار کر عثمان کے سینے پر جا بیٹھا ابھی کسی قدر جان باقی تھی کہ اس نے نو زخم لگائے اور کہا تین زخم تو خدا کی راہ میں لگائے ہیں اور چھ اس کینہ کی وجہ سے جو اس کی طرف سے میرے دل میں موجود تھا۔ عمر بن صابی بے رحمی سے آیا اور لاتیں مار کر خلیفہ کی دو پسلیاں توڑ ڈالیں اور کہا **سجنت ابی حتی مات فی السجن** یعنی اسی نے میرے باپ کو قید کیا تھا یہاں تک کہ وہ قید ہی میں مر گیا۔ الغرض لوگوں نے چاہا کہ عثمان کا سر قطع کر لیں۔ عورتیں رونے پیٹنے لگیں اس لئے سب لوگ اس ارادہ سے باز آئے۔ پھر خلیفہ کے گھر کو لوٹا۔ خزانہ میں سے دو بوریاں درہموں سے بھری ہوئی نکلیں۔ اس کے بعد سب لوگ گھر میں سے باہر نکل آئے۔ اس واقعہ کے بعد عبدالرحمن بن ابی بکر اور ابو جہیم بن حذیفہ عثمان کے دروازہ پر آئے کہ عثمان کی لاش کے کفن دفن کی تدبیر کریں۔ حجاج بن غزانہ انصاری کو دیکھا کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ موجود ہے۔ اور کسی کو اندر نہیں جانے دیتا۔ ابو جہیم نے کہا اگر تو ہمیں نماز پڑھنے کے لئے اندر نہ جانے دے گا تو فرشتے نماز پڑھیں گے۔ حجاج نے کہا اگر تو غلط کہتا ہو تو تجھے بھی خدا اسی کے پاس پہنچائے۔ ابو جہیم نے کہا

یہ تو بہت ہی اچھا ہو گا کہ اگر قیامت کے کے دن میں اس کے ساتھ رہوں گا۔ ایک مصری بول اٹھا۔ اللہ تعالی اس کا حشر شیطان کے ساتھ کرے اور یہ ہمارا ہی قصور ہے کہ تجھے زندہ چھوڑ دیا۔ ابو جہیم کے ایک دوست نے سمجھایا کہ تو کیوں بولتا ہے کیا اپنی جان کا دشمن ہے یہاں سے چلا جا۔ ابو جہیم وہاں سے چل دیا اور حسان بن ثابت کے پاس پہنچا۔ حسان نے کہا تو کس لئے برہم ہو رہا ہے۔ اس نے کہا اس سے زیادہ اور کیا ہو گا کہ لوگوں نے عثمان کو قتل کر دیا اور اب نہ اسے اٹھانے دیتے ہیں نہ نماز پڑھنے کی اجازت دیتے ہیں۔ حسان نے کہا تو اپنے آپ کو ہلاکت میں کیوں ڈالتا ہے۔ جن لوگوں نے عثمان کے قتل کو آسان سمجھا ہے وہ تجھ جیسے کے قتل کرنے سے کیا اندیشہ کریں گے۔ ابو جہیم خاموش ہو گیا اور اپنے گھر چلا گیا۔

قتل عثمان کا واقعہ جمعہ کے دن سترہ ذی الحجہ ۳۵ھ کو نماز عصر کے وقت ظہور میں آیا۔ خلیفہ کی پیدائش سال عام الفیل سے چھ برس بعد کی ہے۔ اس ہنگامہ کے وقت ان کی عمر بیاسی برس تھی۔ مدت خلافت گیارہ سال گیارہ ماہ اور چودہ روز۔ کیونکہ عمر ابن الخطاب یکم محرم کو دفن ہوئے تھے اور تین دن تک مشورہ ہوتا رہا تھا۔ پس بالضرور ۴ محرم کو عثمان مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔ اور سترہ ذی الحجہ تک خلیفہ رہے۔

غرض تین دن تک عثمان کی لاش کو دفن نہ ہونے دیا۔ ویسے ہی بے حفاظت پڑی رہی۔ اور ایک ٹانگ کتے لے گئے۔ عبداللہ بن سواد جو مصریوں میں سے ایک بزرگ شخص تھا یہی کہتا رہا کہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دوں گا کیونکہ وہ مسلمان نہ تھا۔ کیونکہ یہ بات تحقیق کے ساتھ معلوم ہے کہ اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک دن مسجد سے گھر جاتے ہوئے جبکہ بنی امیہ اس کے گرداگرد جا رہے تھے ابو سفیان آیا اور بولا **یا بنی امیہ فتلقفوا ما تلقف الکرہ نو الذی یحلف بہ ابو سفیان ما من ما عذاب و لا حساب و لا جنتہ و لا نار و لا بعث قیامہ** یعنی اے بنی امیہ اس بادشاہت کو حاصل کرو بخدا نہ عذاب کوئی شے ہے نہ حساب نہ بہشت نہ دوزخ نہ حشر اور نہ قیامت۔ عثمان نے اس پر حد شرع جاری کرنے اور مار ڈالنے کے عوض مسلمانوں کے خزانہ عامرہ سے اسے دو لاکھ دینار دلوائے۔

القصہ حکیم بن حزام اور جبیر بن مطعم حضرت علیؑ کے پاس آئے کہ کسی تدبیر سے عثمان کو دفن کرا دیں آپ نے حضرت حسن کو اہل مصر کے پاس بھیجا کہ باز آ جاؤ اور عثمان کو دفن کر لینے دو۔ انہوں نے آپ کی ہیبت سے اس بات کو مان لیا۔ تیسرے دن نماز شام اور نماز عشاء کے درمیانی وقت حسن بن علی نے عبداللہ بن زبیر' ابو جہیم اور چند اور آدمیوں کو ہمراہ لے کر نعش ایک چھوٹے سے تختے پر جس پر ایک ٹانگ نیچے لٹکتی رہی اور مصری راستے میں جمع ہو کر مانع ہوتے رہے اور پتھر مارتے تھے کہ مسلمانوں کے قبرستان میں نہ لے جائیں ناچار کوکب کے باغیچہ میں لے گئے۔ کوکب ایک صحابی کا نام ہے اور اس کا یہ باغیچہ یہودیوں کے قبرستان کے قریب واقع تھا۔ وہاں پر عثمان کو دفن کر دیا۔ انصار میں سے کچھ آدمی آئے انہوں نے نماز جنازہ پڑھنے سے روکا اس وقت حضرت علی نے کسی کو بھیج کر انہیں منع کیا اور وہ اس ارادہ سے رک گئے۔ اس وقت حکیم بن حزام نے نماز جنازہ پڑھی۔ معاویہ نے فرمانروا ہونے کے بعد حکم دے دیا تھا کہ مسلمان اپنے مردوں کو بقیع کے اس طرف دفن کیا کریں جس طرف عثمان کی قبر ہے تاکہ یہ قبر قبرستان بقیع سے مل جائے۔ عثمان کو اسی پیراہن میں جو بدن پر تھا دفن کر دیا تھا اور غسل بھی نہ دیا تھا اور جس جگہ عثمان دفن ہے قبرستان بنی امیہ کے نام سے مشہور ہے۔

ہاں جبکہ ام المومنین عائشہ صدیقہ کو جو سفر مکہ کے وقت حتی الامکان لوگوں کو قتل عثمان کی ترغیب و تحریص دلاتی رہی تھیں جیسا کہ پیشتر ذکر آ چکا ہے بمقام مکہ اطلاع ہوئی کہ قتل عثمان ممتاز صحابہ کے ہاتھ سے واقع میں آیا۔ نہایت شاد ہوئیں اور

کہا بعدہ اللہ بما قدمت یداہ الحمد للہ الذی قتلہ یعنی عائشہ نے عثمان کے قتل ہونے پر خدا کا شکر ادا کیا اور لعن و نفرین بھیجی۔ سچ تو یہ ہے کہ عثمان نے اپنے آخری وقت میں کچھ ایسے شعر بھی لکھے ہیں جس طرح کوئی اپنے افعال سے پشیمان ہوتے ہیں۔ اور راوی کہتے ہیں کہ یہ دونوں شعر انہیں کے ہیں۔

تفنی اللذاذۃ ممن قال صفو تہا من الحرام و یبقی الاثم و العار

یبقی عواقب سوء من معقبھا لا خیر فی لذۃ من بعدھا النار

خلافت علی ابن ابی طالب علیہ السلام جو جنگ جمل سے شروع ہوتی ہے

جب مہاجر اور انصار اور اہل مصر متفق ہو کر عثمان کو محصور اور قتل کر چکے تو لازم ہوا کوئی شخص ان کا امام اور خلیفہ بنے اس کے بعد تمام مہاجر اور انصار مسجد رسول خداؐ میں جمع ہوئے اور مشورہ کیا کہ کسے خلیفہ بنائیں۔ عمار بن یاسر، ابو الہیثم بن التیہان، رفاعہ بن رافع، مالک بن عجلان اور ابو ایوب خالد بن یزید اور لوگوں کی نسبت حضرت علی کی خلافت کے زیادہ خواستگار تھے۔ ان میں سے عمار بن یاسر نے یہ آواز بلند کہا اے انصار اور مہاجرین تم عثمان کو اچھی طرح دیکھے ہوئے ہو کہ تمہارے ساتھ کس طرح پیش آتا رہا۔ اب اپنے آپ کو سنبھالو کہ اس جیسے شخص سے پالا نہ پڑ جائے۔ اس وقت علی مرتضیٰ تم میں موجود ہیں۔ انہیں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو قرابت ہے وہ تم سب کو معلوم ہی ہے۔ اور یہ بھی جانتے ہو کہ وہ سب سے پہلے مسلمان ہوئے ہیں۔ جماعتوں کی گروہ بندیوں کے تفرقوں سے بچو اور ان کی بیعت میں جلدی کرو۔ عمار کے اس کلام کے جواب میں تمام مہاجرین اور انصار نے کہا اے عمار تم نے بہت ٹھیک بات کہی اس سے بہتر اور کوئی رائے نہیں ہو سکتی۔ یہ بالکل درست ہے۔ پھر سب کے سب جمع ہو کر حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کی خدمت میں آئے اور کہا اے ابو الحسن لوگوں نے عثمان کو مار دیا اور آپ جانتے ہیں کہ کوئی شخص خلیفہ ضرور ہونا چاہیے اور اب آپ کے سوا کوئی شخص اس عہدۂ جلیلہ کا اہل نظر نہیں آتا۔ آپ ہماری استدعا منظور فرمائیں اور ہمیں اجازت دے دیں کہ آپ کی بیعت کریں۔ کیونکہ عثمان کی نعش ہنوز گھر میں پڑی ہے۔ جب تک آپ سے بیعت نہ کر لیں گے اسے دفن نہ کریں گے۔ امیر المومنین علی نے فرمایا اے دوستو مجھے خلافت کی خواہش نہیں نہ مجھے اس کی ضرورت ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ مجھ سے کوئی شخص بیعت کرے۔

ان میں سے ایک شخص نے کہا سبحان اللہ آپ ہمیں بیعت کرنے کی اجازت نہیں دیتے حالانکہ قتل عثمان میں ان لوگوں کی بڑی مصلحت تھی۔ حضرت نے فرمایا ایسا نہ ہونا چاہیے تھا۔ مجھ سے درگزرو اور یہ کام کسی اور کے سپرد کرو۔ طلحہ و زبیر دونوں موجود ہیں وہ اس کام کی لیاقت رکھتے ہیں اور ممکن ہے کہ وہ خلافت کے خواہاں بھی ہوں۔ وہ سب حضرت علی کو ساتھ لے کر طلحہ کے گھر پر آئے۔ حضرت علی نے طلحہ سے کہ اے ابو محمد یہ لوگ میرے پاس آئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مجھ سے بیعت کریں۔ مجھے منظور نہیں کیونکہ خلافت کا کام بڑا مشکل ہے۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ تو ہاتھ بڑھا کہ لوگ تیری بیعت کریں۔ طلحہ نے جواب دیا اے ابو الحسن اس کام کے لیے تم ہی سب سے بہتر اور افضل ہو اور امت رسولؐ کی خلافت آپ ہی کا حق ہے کیونکہ آپ میں پہلے ہی سے بہت سی خوبیاں اور فضیلتیں مجتمع ہیں۔ اور مزید یہ کہ حضرت رسول خدا کے نہایت ہی قریبی رشتہ دار ہو۔

حضرت علی نے کہا مجھے اندیشہ ہے کہ جس وقت میں اس خدمت کو قبول کر کے انتظام شروع کروں تو مبادا تیری جانب سے پس و پیش اور مخالفت کا اظہار ہو۔ طلحہ نے کہا حاشا و کلا میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھے تمہارا گناہ گار اور دشمن نہ بنائے کیونکہ ایسا کرنے سے میں ظالم ہو جاؤں گا۔ حضرت علی نے فرمایا کیا تو ان باتوں کا عہد و اقرار کرتا ہے اور خدائے عزوجل کو اس امر کا گواہ قرار دیتا ہے؟ طلحہ نے کہا میں نے خدا سے عہد کر لیا اور سب امور قبول کر لیے۔ کبھی ان باتوں سے منحرف نہ ہوں گا ہمیشہ تمہاری رضامندی کا پابند رہوں گا۔ امیر المومنین نے کہا تو پھر آ ہمارے ساتھ چل کہ زبیر کے پاس چلیں اور اس سے بھی ان باتوں کا عہد کرا لیں۔ طلحہ نے کہا بسرو چشم اور ہمراہ ہو لیا۔ جب زبیر کے پاس پہنچے تو حضرت علی نے زبیر سے بھی وہی بات کہی جو طلحہ سے کہی تھی۔ اور زبیر نے بھی وہی جواب دیا جو طلحہ نے دیا تھا۔ اور حضرت علی کے ساتھ عہد و پیمان کیا کہ میں آپ کی رضا سے کبھی باہر نہ ہوں گا اور نہ کسی وجہ سے آپ کی محبت اور ہوا خواہی سے سرتابی کروں گا۔ ہمیشہ دشمن سے اپنے آپ کو بچائے رکھوں گا۔ جب طلحہ اور زبیر امیر المومنین سے یہ عہد و پیمان کر چکے اور جملہ وضیع' شریف اور مہاجر و انصار نے آپ کی خلافت کے لیے سخت اصرار کیا تو آپ زبیر کے پاس سے واپس آ کر مسجد رسول خدا میں تشریف لے گئے اور ایک جگہ نشست فرمائی۔ جس وقت تمام آدمی جمع ہو گئے تو مہاجر و انصار میں سے ابو الہیثم بن التیہان' رافع بن رفاعہ' مالک بن عجلان اور ابو ایوب خالد بن یزید اور خزیمہ بن ثابت وغیرہ نے ایک زبان ہو کر کہا اے لوگو تم جانتے ہو کہ عثمان تم سے کس طرح پیش آتا تھا اب وہ نہیں رہا۔ حضرت علی کے فضائل اور کرامتیں اور قربت قرابت رسول خدا آفتاب روشن کی طرح ظاہر ہیں۔ اور جو جو علوم اور اخلاق حسنہ اور خصائل حمیدہ ذات بابرکات والاصفات میں جمع ہیں وہ محتاج بیان نہیں ہیں۔ حلال و حرام سے متعلق باریک مسئلوں اور ہماری تمہاری ہر روز بلکہ ہر ساعت کی ضرورت کی واقفیت سے تم آگاہ ہو اگر ہم اجزاء کار خلافت میں کسی اور شخص کو حضرت علی سے زیادہ بڑھا چڑھا پرہیزگار اور خدا ترس پاتے تو تمہیں اس کی بیعت کی صلاح دیتے۔ لیکن آج دنیا بھر میں یہ نیک خصلتیں آپ سے زیادہ کسی اور شخص میں موجود نہیں ہیں۔ پس کیا تمہاری مصلحت ہے اور آپ کے کار خلافت کو تم کیسا سمجھتے ہو۔ سب نے متفق اللفظ کہا۔ ہم حضرت علی کی خلافت سے رضامند ہیں۔ اور کسی دباؤ یا مجبوری سے نہیں بلکہ بخوشی خاطر اس کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرتے ہیں اور از روئے یقین و بصیرت ہم اس امر کو قبول کرتے ہیں نہ بہ سبب تردد و پریشانی۔

حضرت علی نے فرمایا تم نے جو دباؤ اور مجبوری بغیر محض دلی ارادہ اور شوق سے قبول کرنے کا ذکر کیا ہے تو کیا محض اپنی حسن عقیدت سے ایسا کیا ہے یا منجانب حق تعالیٰ مجھے اس کا حق دار سمجھ کر کہا ہے۔ سب نے کہا ہم منجانب الہی آپ کا حق اپنی گردنوں پر واجب سمجھتے ہیں۔

امیر المومنین علی نے فرمایا تم آج اپنے اپنے گھر چلے جاؤ اور اس معاملے میں مزید غور و فکر کر لو' پھر کل آنا اور جس امر پر سب متفق ہوں گے انشاء اللہ اسے عمل میں لایا جائے گا۔

دوسرے دن حضرت علی کے مسجد میں تشریف لانے سے پہلے ہی سب لوگ آ کر جمع ہو گئے۔ پھر حضرت علی بھی آ گئے اور منبر پر تشریف فرما ہو کر حمد و ثنائے باری تعالیٰ کے بعد حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجا اور فرمایا اے لوگوں آج معاملہ خلافت تمہارے قابو سے نکلتا ہے۔ اچھی طرح سوچ لو جس شخص کو تم اچھا سمجھو اور اس کام کے لائق جانو یا از روئے مصلحت بہتر معلوم ہو اسے خلیفہ بنا لو۔ میں (علی) بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ اس معاملہ میں تم سے مخالفت

نہ کروں۔
امیر المومنین کی ان باتوں کو سن کر مسجد کی ہر سمت اور ہر گوشہ سے آوازیں آنے لگیں کہ ہم آج بھی اس ارادہ پر اٹل ہیں جس پر کل مستعد تھے۔ ہم انتظام امور خلافت میں آپ سے بہتر کسی دوسرے شخص کو نہیں پاتے آپ دست مبارک بڑھائیں کہ ہم آپ کی بیعت کریں۔ امیر المومنین یہ بات سن کر اور جملہ مہاجر و انصار کو اس ارادہ پر مستعد پا کر خاموش ہو رہے۔
طلحہ ابن عبداللہ نے اٹھ کر حضرت کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بیعت کی۔ طلحہ کا ایک ہاتھ جنگ احد میں زخمی ہو جانے سے شل ہو گیا تھا۔ قبصہ بن حجابر اسدی نے کہا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ یہ تو بڑا غضب ہوا کہ بیعت کے لیے حضرت علی کے ہاتھ پر سب سے پہلے شل ہاتھ رکھا گیا۔ خدا کی قسم طلحہ کی بیعت کو قیام نہ ہو گا۔ اس میں ضرور نقص واقع ہو گا۔
غرض طلحہ کے بعد زبیر نے بیعت کی۔ اس کے بعد سب مہاجر و انصار، شرفاء و فضلاء اور سردارن عرب و عجم اور اوسط درجہ کے ہر ایک شخص اور صاحب جاہ و حشم نے جو مدینہ میں حاضر تھا دل سے بیعت کی۔ حضرت علی نے خلیفہ ہو کر فرمایا کہ عثمان کے مکان میں وہ تمام مال حاضر کرو۔ لوگوں نے لا کر حاضر کر دیا۔ اور اسباب و اسلحہ جو خزانہ عامرہ سے متعلق تھا وہ بھی لایا۔ آپ نے سب کچھ خزانہ عامرہ میں بھیج دیا۔ پھر صدقہ کے اونٹ منگائے اور ایک محافظ کے حوالے کیے۔
اس کے بعد عثمان کا باقی ماندہ مال اس کے وارثوں کے لیے چھوڑ دیا۔ پھر حکم دیا کہ خزانہ عامرہ کا تمام مال حاضر کرو۔ لوگوں نے لا کر موجود کر دیا۔ آپ نے فرمایا یہ سب مال مہاجرین اور انصار میں تقسیم کر دو۔ ہر شخص کے حصے میں تین تین دینار آئے نہ کم نہ زیادہ۔ باقی احوال سے خدا بخوبی واقف ہے!
جب عائشہ صدیقہ نے حج کر کے مدینہ کی طرف مراجعت کی اور شہر کے قریب پہنچیں تو عبید بن سلمہ لیسی جو ابن کلاب کے نام سے مشہور تھا، استقبال کے لیے نکلا۔ عائشہ نے پوچھا کیا حال ہے اس نے کہا لوگوں نے عثمان کو مار ڈالا۔
عائشہ نے کہا پھر کیا ہوا۔ عبید نے جواب دیا کہ حضرت علی سے بیعت کر لی گئی۔ عائشہ بولی اے کاش آسمان زمین پر پھٹ پڑتا اور میں یہ دن نہ دیکھتی اور یہ خبر سنتی، خدا کی قسم عثمان کو ظلم سے مار ڈالا اور بے خطا ان کا خون بہا دیا۔ واللہ عثمان کی عمر کا یہ ایک دن علی کی تمام عمر سے بہتر تھا۔ میں چین سے نہ بیٹھوں گی۔ جب تک عثمان کے خون کا بدلہ نہ لے لوں گی۔
عبید نے کہا تم ایسا کیوں کہتی ہو۔ کیا تم علی کی تعریفیں نہ کیا کرتی تھیں اور کہا کرتی تھیں کہ آج روئے زمین پر کوئی شخص درگاہ جناب الٰہی میں حضرت علی ابن ابی طالب سے زیادہ گرامی نہیں اب کیوں ان کی دشمن بن گئیں اور کس واسطے ان کی خلافت سے بے زار ہو گیا تم ہی عثمان کے قتل کے لیے لوگوں کو ترغیب نہ دلاتی تھیں۔ اس پیر گفتار کو مار ڈالو اب کیا ہوا کہ ایسی باتیں کرتی ہو۔ عائشہ نے کہا میں اس وقت ایسا ہی کہتی تھی جب سے اس کی خبر سن لی باز آئی۔ کہ اس نے تم سے توبہ کر لی تھی توبہ کے سبب اس کے تمام گناہ جاتے رہے تھے تم نے اسے مار ڈالا۔ خدا کی قسم میں اس کے خون کا بدلہ لوں گی۔ اور کبھی اس کام کو نہ بھولوں گی۔
عبید نے کہا اے ام المومنین خدا کی قسم تم اچھا نہ کرو گی۔ امت محمد مصطفےؐ میں فساد اور تفرقہ پیدا کرو گی۔ بڑے بڑے فساد اٹھ کھڑے ہوں گے اور بے شمار خونریزیاں وقوع میں آئیں گی عائشہ نے عبید کی بات پر ذرا توجہ نہ کی بلکہ نصف راستہ سے پلٹ کر مکہ کی راہ لی۔

جب عثمان کے مارے جانے اور امیر المومنین علی ابن طالب سے جملہ مہاجر اور انصار کے بیعت کرنے کی خبر تمام اطراف میں پھیل گئی تو کوفہ والوں کو بھی خبر ہوئی۔ وہ ابو موسی اشعری کے پاس جو اس وقت امیر کوفہ تھا حاضر ہوئے اور کہا تو نے کس لیے امیر المومنین علی سے بیعت نہیں کی اور نہ ان کی بیعت کے لیے اور لوگوں کو جمع کیا حالانکہ تمام مہاجر اور انصار نے ان سے بیعت کرلی ہے۔ ابو موسی نے کہا مجھے اس امر میں کچھ تامل ہے۔ دیکھتا ہوں کہ اس کے بعد کیا واقع ہوتا ہے اور کیا خبر آتی ہے۔

ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص نے جواب دیا اور کیا خبر آئے گی۔ عثمان کو مار ڈالا۔ مہاجر و انصار اور خواص و عوام نے حضرت امیر المومنین علی سے بیعت کرلی۔ کیا تو اس بات سے ڈرتا ہے کہ علی سے بیعت کرلی تو عثمان دوسرے جہان سے پلٹ آئے گا۔ ہاشم نے یہ کہہ کر اپنے داہنے ہاتھ میں بایاں ہاتھ پکڑ لیا اور کہا بایاں ہاتھ میرا ہے اور دایاں ہاتھ حضرت علی کا۔ میں نے ان سے بیعت کی اور ان کی خلافت کو قبول کیا۔ ہاشم نے اس طرح سے بیعت کی تو ابو موسی بھی مجبور ہو گیا کوئی عذر نہ کیا اور اٹھ کر بیعت کی۔

اس کے بعد تمام اکابر و سادات اور مشائخ و مشاہیر کوفہ نے بیعت کرلی۔ پھر تو یہ خبریں تمام اطراف و جوانب میں مشہور ہو گئیں۔ یمن والے بھی بہ رغبت دلی ادائے رسم مبارکباد کے لیے حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سب سے پہلے یمن کے نامور اشخاص میں سے رفاعہ بن وائل ہمدانی وارد مدینہ ہوا۔ ان کے بعد روینہ بن وبرہ بجلی نے مع قبائل سفر مدینہ اختیار کیا۔ حضرت علی نے اطلاع پا کر اشتر نخعی کو طلب کرکے حکم دیا کہ نامور لوگوں کو لے کر ان کے استقبال کے لیے جائے۔ اشتر شاندار جمعیت اور نمایاں سامان کے ساتھ نکلا۔ متصل پہنچ کر مرحبا کہا اور نہایت عزت و حرمت اور مہربانی سے پیش آیا اور کہا تمہیں اس زمانہ باسعادت و ہمایوں فال اور خدمت امام عادل و خلیفہ کامل سے ہمیشہ خوشی و خرمی حاصل ہو ہم تمہارے دوست ہیں اور تم ہمارے۔ پھر ان کے ہمراہ مدینہ میں آئے امیر المومنین نے فرمایا انہیں بہت اچھے مکان میں ٹھہرائیں۔ ایک دن آرام کیا دوسرے دن خدمت امیر المومنین میں طلب کیا گیا تاکہ ان سے ملیں اور گفتگو کریں۔

اس گروہ میں دس زعما حاضر خدمت ہوئے۔ فیاض بن جلیل الازدی سب کے آگے تھا۔ اس کے بالترتیب ورقہ بن وائل ہمدانی، یکسوم بن سلمتہ الجہنی، روینہ بجلی، رفاعہ بن شداد خولانی، ہشام بن ابرہہ نخعی، جمیع بن خثیم کندی، اخنس بن قیس کندی، عقبہ بن نعمان مجمری اور عبدالرحمن بن ملجم مرادی تھے۔ امیر المومنین نے باریابی کی اجازت دی اپنے قریب بٹھایا۔ اور نہایت مہربانی فرمائی پھر فرمایا۔ تم یمن کے سربرآوردہ اور نامور لوگ ہو اگر مجھے کوئی ایسی سخت مہم پیش آجائے کہ اس کا فیصلہ زبان شمشیر کے سوا ممکن نہ ہو تو تم معرکہ آرائیوں اور جنگ و جدل کے وقت کس درجہ تک پائیداری اختیار کرو گے اور کہاں تک ہمارے ساتھ رہ کر جنگ کرو گے۔ ان میں سے عبدالرحمن بن ملجم مرادی نے جواب دیا۔ اے امیر المومنین ہماری ناف تلوار سے قطع کی گئی ہے۔ تیروں کے پستان سے ہم نے دودھ پیا ہے۔ جنگجو بہادروں میں رہ کر پرورش پائی ہے۔ تیر و تبر کے زخموں کو ہم اپنے بدن پر پربہار گلستان سمجھتے ہیں۔ ہم آپ کی اطاعت کو خدا تعالی کی عبادت جیسا واجب سمجھیں گے اور جنگ کے لیے جس طرح کا حکم ملے گا وہاں پہنچ کر فتح و نصرت کے ساتھ مراجعت کریں گے۔

حضرت علی نے مرحبا کہہ کر وعدہائے بزرگ فرمائے۔ اور انعام و اکرام اور خلعت مرحمت فرما کر بڑی نوازش فرمائی۔ اور بخیر و خوبی رخصت عطا کی۔ اس کے بعد عمار یاسر نے خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ جملہ وضیع و شریف نے بہ

حالت مجبوری و پریشانی بیعت کی ہے۔ نامور لوگوں کا ایک گروہ عبداللہ بن عمر، محمد بن عمر بن مسلمہ بن زید، حسان بن ثابت اور سعد بن مالک جیسے شخصوں کا باقی رہ گیا ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو انہیں بلا کر دلداری فرمائیں کہ وہ بھی حاضر خدمت ہو کر مہاجر و انصار کے ساتھ بیعت میں شریک ہوں۔

حضرت علی نے فرمایا اے عمار جس شخص کو ہماری طرف توجہ نہیں ہے ہمیں بھی اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ اشتر نخعی نے عرض کی اے امیر المومنین ان کا طلب کر لینا ہی بہتر ہے کہ وہ بیعت کر لیں۔ اگرچہ یہ وہ لوگ ہیں جو قبل ازیں خدمت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ میں رہ چکے ہیں اور ہماری جماعت سے مقدم ہیں۔ مگر یہ ایسا معاملہ ہے جس میں سب کو شامل ہونا اور موافقت اختیار کرنی لازم ہے کہ پھر کسی کو جائے عذر باقی نہ رہے۔ آپ انہیں بلا لیں کہ وہ بیعت کر جائیں۔ آج زبان سے کام بنتا ہے مبادا کل کو نیزہ اور تلوار سے کام لینا پڑے۔ اور دوست دشمن برابر نہیں ہو سکتے۔ مالک بولا لوگ اپنے کاموں کی درستی کے لیے آپ کی پیروی اختیار کرتے ہیں۔ آپ بھی اپنے کام کے لیے استحکام کا خیال فرمائیں اور تمام لوگوں کو اپنی خدمت و اطاعت کی طرف متوجہ کریں۔

حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ اے مالک میں ان لوگوں کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ اور خوب پہچانتا ہوں۔ انہیں اپنی مرضی پر چھوڑ دے۔ زیاد بن حنظلہ تمیمی نے اٹھ کر کہا کہ جو شخص آپ کی خدمت و بیعت پر راضی نہ ہو گا ہمیں اس سے کچھ کام نہیں اور جس شخص سے بہ جبر بیعت لی جائے وہ کسی شمار میں نہیں آ سکتا، اگر وہ لوگ اپنی بھلائی اور سعادت سمجھ کر بہ رغبت دلی حاضر خدمت ہوں اور بیعت کریں تو بہت اچھی بات ہے ورنہ ان سے کچھ مطلب نہ رکھنا چاہیے۔

سعد وقاص نے آگے بڑھ کر کہا اے امیر المومنین خدا کی قسم مجھے اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ تم اس امت کے خلیفہ برحق ہو اور دین و دنیا میں محفوظ اور مطمئن ہو لیکن یہ بات آدمی آپ کے ساتھ ہیں اس معاملہ میں ضرور جھگڑا کریں گے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ میں بھی تمہاری بیعت اختیار کر لوں تو مجھے ایک ایسی تلوار دو جس کے ایک زبان اور دو لب ہوں بولتی ہو اور حق و باطل کا فرق بتا سکتی ہو۔ امیر المومنین نے فرمایا تو مجھ سے حجت طلب کرتا ہے۔ اے سعد تیرا وہی حال ہے جیسا کوئی خدا کی بھیجی ہوئی وحی کے خلاف کہتا یا کرتا ہو۔ مہاجرین و انصار اور جملہ مسلمانان میں یہ امر مسلمہ ہے کہ کتاب خدا اور سنت رسول کے مطابق ان سے برتاؤ کروں گا۔ اگر تجھے پسند ہو بیعت کر نہیں تو اپنے گھر میں جا بیٹھ میں تجھے مجبور نہیں کرتا۔

عمار یاسر نے کہا اے سعد خدا سے ڈر سب کو اس کے سامنے جانا ہے امیر المومنین علی خلیفہ برحق ہیں۔ آپ کے مدارج و مناقب کلام الٰہی میں درج ہیں محتاج بیان نہیں جب کہ تمام مہاجر و انصار نے آپ کی خلافت کو مان لیا ہے سب نے بیعت کر لی تجھے بھی اپنی بیعت کے لیے بلایا ہے۔ تو عذر کرتا ہے اور ایسی تلوار مانگتا ہے جس کے لب و زبان موجود ہوں۔ یہ اچھی بات معلوم نہیں ہوتی ہے کہ تیرے دل میں کچھ اور بات سمائی ہوئی ہے۔ اسی گفتگو کے اثناء میں حضرت امیر المومنین نے آدمی بھیج کر مروان بن حکم، سعید بن عاص اور ولید بن عقبہ کو جو اپنے گھر میں بیٹھ رہے تھے اور بیعت سے منحرف تھے بلایا اور پوچھا کیا سبب ہے کہ تم میرے پاس نہیں آئے اور بیعت سے منحرف ہو۔

ولید بن عقبہ نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین ہم کس امید پر آپ کی بیعت اختیار کریں اور آپ سے کس شے کی توقع رکھیں۔ آپ ہی نے ہمارے پر و بال اکھاڑے اور ہمارے سینوں میں کینہ پیدا کیا ہے میرے باپ کو جنگ بدر میں آپ

نے ہلاک کیا۔ سعید بن عاص کے باپ کو بھی جو بنی امیہ کا جلیل القدر سردار تھا روز بدر قتل کیا۔ مروان اس کے باپ کو امیر المومنین عثمان نے مدینہ میں بلا لیا تھا؛ تم نے اسے جیسا کچھ سخت و ست کہا سو کہا۔ تم نے عثمان کی رائے کو کمزور اور خطا پر بتایا۔ غرضیکہ آپ نے ہم تینوں کے ساتھ ایسا کچھ کیا جس کا بیان ناممکن ہے۔ اب ہم کس طرح بیعت کریں اور کس دل سے آپ کو دوست سمجھیں تمہیں انصاف کرسکتے ہو۔ علاوہ ازیں اگر آپ سے بیعت بھی کی جائے تو اس شرط پر کریں گے کہ تم عثمان کے قاتلوں کو قتل کرو اور ہم سے جو خطا اور سہو واقع ہوں انہیں معاف کرو۔ کیونکہ انسان غلطی اور خطا سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اور اگر ہم اپنے چچا زاد بھائی معاویہ کے پاس شام کو جانا چاہیں تو ہمیں اجازت دی جائے اور روکا نہ جائے۔

امیرالمومنین نے جواب دیا کہ تمہارا کینہ میری ذات سے ناحق ہے۔ جو کینہ مجھ سے رکھتے ہو وہ خدا سے رکھنا چاہیے۔ اور عثمان کے قاتلوں کی خونریزی اگر آج میرے امکان میں ہو تو کل پر نہ چھوڑوں۔ تم خوف زدہ نہ ہو جس امر کا تمہیں خوف ہے میں نے تمہیں امان دی۔ مروان نے کہا اگر ہم آپ کے ساتھ بیعت نہ کریں تو آپ ہمارے ساتھ کس طرح پیش آئیں گے۔ فرمایا اگر بیعت سے انکار کرو گے تو قید کرواؤں گا اور جب تک مسلمانوں کے متفق اور بیعت سے راضی نہ ہو گے نہ چھوڑوں گا۔ اور اگر بغاوت اور سرکشی کرو گے تو سخت سزا دوں گا۔ حضرت امیر علیہ السلام کی یہ باتیں سن کر چار و ناچار بیعت کی اور واپس چلے گئے۔ اس معاملے کے بعد آپ نے سنا کہ وہ ہروقت متفکر اور خوف زدہ رہتے ہیں جان و مال کی طرف سے مطمئن نہیں ہیں اور مروان بن حکم نے اس مضمون کے چند اشعار تصنیف کرکے جناب امیرالمومنین کو سنائے۔ وہ اشعار یہ ہیں:

لقد ست لما لم اجد لی مقدما　　اما می ولا خلفی سوی الموت مر صل

و اودی ابن امی و الحوادث جمتہ　　نزالی المنایا و الکتاب الموجل

اتیت علیا کنت راض باسرہ　　ولا ناظر نہ محق و مبطل

جناب امیر علیہ السلام نے یہ اشعار سن کر آدمی بھیجا اور مروان، ولید اور سعید کو بلا کر فرمایا اگر تمہارا دل مدینہ میں نہیں لگتا اور میری طرف سے خوفزدہ رہتے ہو اور شام کی طرف جانا چاہتے ہو تو میں چلے جانے کی اجازت دیتا ہوں۔ اور اگر جانب شام نہیں جانا چاہتے اور کسی اور طرف کا قصد ہے تو بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ مروان نے کہا آپ ہروقت ہم پر مہربانی فرماتے رہتے ہیں۔ الحمد للہ کہ ہم امن سے ہیں اور مطمئنیں کسی قسم کا خوف نہیں اور ہمارے نزدیک مدینہ اور تمام مقامات سے بہتر ہے۔

آپ نے فرمایا تمہیں اختیار ہے چاہے یہاں رہو چاہے معاویہ کے پاس یا اور جہاں کہیں بھی جی چاہے جاسکتے ہو۔ وہ سب خوش خوش واپس چلے آئے۔ اس کے بعد مروان نے ایک قصیدہ تصنیف کیا جس میں ہر قسم کا تذکرہ اور حضرت علی کی برائیاں درج تھیں لکھا تھا کہ حضرت عثمان کے قاتل خوش حال اور فارغ البال ہو گئے۔ وہ مدینہ میں پھرتے اور قتل عثمان پر ناز کرتے ہیں۔ علی انہیں دیکھتا ہے اور خوش ہے۔ انجام کار معاویہ نے بھی یہ داستان سنی اور مدینہ میں بھی ان اشعار کی شہرت ہو گئی۔ مسلمانوں نے بھی سن لیا۔ کچھ نے مروان کے مار ڈالنے کا ارادہ کیا مگر حضرت علی نے انہیں روکا اور فرمایا کہ اسے کچھ نہ کہو اس نے مجھے ہی برا کہا ہے نہ کہ تمہیں۔ ولید بن عقبہ نے وہ اشعار سن کر مروان کی ملامت کی۔

معاویہ ملک شام میں بیٹھا ہوا عثمان' بنی امیہ اور دشمنان شاہ مروان کے حالات کا متلاشی اور جویا رہتا تھا۔ ہر روز مدینہ کی خبروں کی تلاش تھی۔ ایک دن ایک شخص مدینہ سے وارد شام ہوا۔ معاویہ کے پاس پہنچا۔ معاویہ نے پوچھا تو کون ہے اور کیا نام رکھتا ہے۔ اس نے کہا حجاج بن خزیمہ اتیہان ہوں مدینہ سے آیا ہوں۔ معاویہ نے کہا وہاں کے حالات بیان کر۔ اس نے واقعہ قتل عثمان از اول تا آخر کہہ سنایا اور تمام ہی اچھے برے حالات کہہ ڈالے معاویہ نے کہا میں نے امیر المومنین عثمان کے قتل کا واقعہ سن رکھا ہے تمام کیفیت سے آگاہ ہوں۔ کیا تو اس روز مدینہ ہی میں تھا۔ تیہانی نے کہا ہاں میں مدینہ ہی میں تھا اور ذرا ذرا سے واقعات سے باخبر ہوں۔ معاویہ نے کہا ہاں یہ بتا عثمان کو کس شخص نے مارا ہے۔ اس نے جواب دیا اول یکسوح مرادی اس کے پاس پہنچا اور حکم بن حنبل نے اس کی امداد کی۔ محمد بن ابی بکر نے اسے زخمی کیا۔ کنانہ بشر نخعی اور سیدان بن حمران مرادی نے زخم شدید لگائے۔ پھر اشتر نخعی' عمار یاسر' عمر بن حمق خزاعی اور بہت سے آدمیوں کے نام موجب طول کلام ہیں۔ خلیفہ کے گھر میں گھس گئے اور جو کچھ کرنا تھا کیا اور غم و غصہ کی باتیں اشتعال دلاتی تھیں۔ معاویہ نے کہا طال اللہ عمرہ اگر عثمان کے دوست اور معتمد اس کا ساتھ نہ چھوڑ دیتے تو عثمان نہ مارا جاتا۔ خدا کی قسم جو سب شے پر قادر ہے اگر میری عمر نے وفا کی اور اہل شام نے ساتھ دیا تو اس گروہ کو ان کے فعل کی سزا دوں گا اور ان سے خون عثمان کا بدلہ لوں گا۔

پھر حجاج سے پوچھا کس کس نے علی کی بیعت کی۔ اس نے جواب دیا تمام مہاجر و انصار اور سرداران حجاز و یمن و کوفہ اور مصر کے بڑے بڑے نامور لوگوں نے اور امیروں نے بھی علی کی بیعت کر لی ہے اور غالباً" اس وقت تک بصرہ کے بزرگوں نے بھی بیعت کر لی ہو گی۔ مگر باوجود اس کے شامی لشکر جو تیرے پاس موجود ہے تیرا وفادار اور سامان جنگ سے لیس ہے علی کا لشکر منتشر ہے۔ اور ابھی تک اس کا قدم نہیں جمانہ کسی امر کو استحکام حاصل ہوا ہے کہ وہ مدینہ سے حرکت کر سکیں۔ آج تیرا لشکر سب کا سب تیرا ساتھی ہے اور جو فوج متحد اور یکدل ہوتی ہے اگرچہ تعداد میں کم ہو مگر غیر متحد لشکر پر غالب آتی ہے۔ اور تیرا لشکر تو علی کے لشکر سے زیادہ ہے۔ اور پھر سب کے سب تابع احکام۔ اگر تو علی کے مخالفت کرنا چاہے تو اس وقت بہت اچھا موقع ہے قبل اس کے کہ وہ پوری قوت حاصل کر کے ساز و سامان سے درست ہو تجھے اس پر حملہ کر دینا چاہیے تاکہ کام ختم ہو جائے اور جس وقت علی نے اپنا کام درست اور انتظام مستحکم کر لیا تو میں یقین کرتا ہوں کہ ملک شام کو تیرے پاس نہ رہنے دے گا۔ اور بغیر شام کے حجاز و عراق پر راضی نہ ہو گا اور اگر تیرے پاس حجاز و عراق نہیں اور شام تیرے قبضے میں ہو تو اسی پر خوش رہے گا۔

معاویہ نے کہا اے حجاج واللہ تو سچ کہتا ہے میں عثمان کی مدد نہ کرنے سے سخت پشیمان ہوں۔ اس نے مجھ سے مدد مانگی میں نے نہ کی اگر میں اس کی مدد کرتا تو اس کا کوئی کچھ نہ بگاڑ سکتا۔ مجھے اس بات کا بڑا غم ہے۔ پھر اس نے اسی مضمون کا قصیدہ لکھا۔ وفات عثمان پر بہت کچھ حسرت و افسوس اور اس کی امداد میں سستی و کاہلی کے حالات اس میں درج کیے ماسوا اس کے خون طلبی اور انتقام کشی کے جو خیالات اس کے دل میں پک رہے تھے انہیں بھی ظاہر کر دیا۔ اب یہ قصیدہ مشہور ہو گیا اور مدینہ میں بھی پہنچا۔ مغیرہ بن شعبہ یہ قصیدہ سن کر جناب امیر المومنین حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا اگر آپ قبول فرمائیں تو مجھے کچھ عرض کرنا ہے آپ نے اجازت دی کہ بیان کر۔ مغیرہ نے کہا آپ معاویہ کی طرف سے خبردار رہیں وہ عثمان کے چچا کا بیٹا ہے اور ملک شام اس کے قبضے میں ہے میں آپ کی خلافت کے مخالفت میں کسی سے اس قدر اندیشہ نہیں کرتا جس قدر معاویہ کی مخالفت سے اگر آپ مناسب سمجھیں تو بالفعل اسے دلاسا دینا چاہیے اور ملک شام اسی کے پاس رکھیں بلکہ ایک اور مزید دستاویز اس کے پاس بھیج دی جائے کہ وہ خوش ہو کر کوئی اور ارادہ نہ کرے۔

نیز اطراف و جوانب اور دشمن بھی جب اس خبر کو سنیں گے کہ امیر المومنین علی نے معاویہ کی دلداری فرما کر ملک شام پر بحال و قائم رکھا تو آپ کی طرف مائل ہو جائیں گے اور آپ کی اطاعت اور متابعت کی طرف راغب ہوں گے۔ اس وقت دوست اور دشمن سب احاطہ فرمان برداری میں آ جائیں گے۔ اور جملہ انتظام ٹھیک ہو کر علاقہ سرسبز و آباد ہو جائیں گے۔ میری یہی رائے ہے۔ جو عرض کی گئی۔ آئندہ جو حضور کی رائے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ اے مغیرہ تیری رائے بہت درست ہے اور میں خوب سمجھتا ہوں کہ مجھے معاویہ کی طرف سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ مگر جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر جو فرمان عزمن قائل و ما کنت متخذ المضلین عضدا نازل ہوا ہے معاویہ کے حق میں رعایت کرنے سے روکتا ہے۔ مجھے معاویہ کے ظلم و اسراف کا حال بخوبی معلوم ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اسے مسلمانوں کا والی بنائے رکھوں۔ یا کسی اور علاقہ کا کام اس کے حوالے کروں ہاں اسے خط لکھ کر مسلمانوں کی متابعت کے متعلق ہدایت کروں گا۔ اگر وہ اپنی سعادت مندی سے سمجھ کر اپنے افعال سے باز آ گیا اور میری بیعت کر لی پھر اس کے ساتھ رعایت کرنے میں کوئی کلام نہ ہو گا اور اگر اس نے انکار کیا اور مخالفت اختیار کر کے جھگڑا اٹھایا تو اس کے معاملہ کا تصفیہ خدا پر چھوڑوں گا اور منتظر رہوں گا کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

مغیرہ نے کہا ان باتوں سے ہمارا صرف یہی مطلب تھا کہ امر خلافت و امامت کو رونق ہو آپ اس طرح فرماتے ہیں یقیناً معاویہ پر ان باتوں کا کوئی اثر نہ ہو گا اور معاملہ بہت طول پکڑ جائے گا خدا نیک انجام کرے۔ مغیرہ یہ کہہ کر حضرت علی کے پاس سے چلا گیا۔

اس واقعہ کے بعد جناب امیر علیہ السلام نے شام کے ملاحظہ اور معاویہ سے ملنے کا بایں خیال کہ اس کی نسبت جو کچھ مصلحت ہو اس پر عملدرآمد کیا جائے' قصد فرمایا۔ ابو ایوب انصاری امیر المومنین کے اس ارادے سے مطلع ہو کر حاضر خدمت ہوا اور عرض کہ مدینہ سے آپ کا جانب شام سفر کرنا میری رائے میں خلاف مصلحت ہے۔ یہی بہتر ہے کہ آپ مدینہ میں قیام فرما رہیں شہر کو خالی نہ چھوڑیں کیونکہ مدینہ مرکز اسلام ہے اور معدن ایمان' مقام ہجرت جناب رسول خدا ہے اور یہاں پر حضرت رسالتمابؐ کا روضہ اطہر موجود ہے۔ آپ کے واسطے یہ مقام عمدہ جائے پناہ اور مستحکم و مضبوط قلعہ ہے۔ پہلے خلفاء بھی اسی جگہ رہے۔ انہوں نے اس مقام کو کبھی خالی نہیں چھوڑا۔ بہ وجوہات مذکور یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ بھی اسی جگہ قیام رکھیں' یہاں تک کہ امر خلافت کو استحکام حاصل ہو جائے۔ اور جملہ اطراف کے مددگار اور سردار آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سعادت بیعت سے مشرف ہو لیں۔ اور جمعیت فراہم ہو جائے۔ اگر کسی طرف سے کوئی دشمن ظاہر بھی ہو گا تو لوگوں کے اجتماع کے سبب اس کو شکست دینا آسان ہو گا۔ غرضیکہ مدینہ کے قیام کے ساتھ بہت سی برکتیں شامل ہیں۔ اور حضور ان باتوں کو بخوبی جانتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا اے ابو ایوب جو کچھ تو نے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ اور یہی مصلحت اور مناسب وقت ہے لیکن لشکر اور مال دونوں عراق میں ہیں' شام والوں کا کچھ بھروسہ نہیں۔ عراق میں میری موجودگی سے شام کی طرف سے خدشہ مٹ جائے گا۔ لیکن تیری یہ رائے نہیں ہے تو میں نے بھی شام کا ارادہ فسخ کر دیا اور تیرے مشورہ کو قبول کیا۔ غرضیکہ مدینہ میں قیام فرما کر انتظام مملکت میں مصروف ہوئے۔ اپنے بھانجے جعدہ بن ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی کو بلا کر خراسان کی حکومت کا فرمان لکھ دیا۔ اور حکم دیا کہ وہاں پہنچ کر خراسان کے باقی حصہ کو بھی جو ابھی فتح نہیں ہوا ہے فتح کرے۔

پھر عبدالرحمن بن ابزی کو نواح ماہین کی حکومت کا فرمان تحریر کر کے اس سمت بھیج دیا اسی طرح اپنے عامل مقرر کر کے ان تمام علاقوں میں بھیج دیئے جو زیر فرمان تھے۔

طلحہ و زبیر کی مخالفت کی ابتداء

ام المومنین عائشہ کے ہمراہ ان کی بصرہ کو روانگی

جس وقت عثمان کے حادثہ اور علی ابن ابی طالب کے خلیفہ ہونے کی خبریں ہر طرف پھیل گئیں عبداللہ بن عامر کریز کو جو عثمان کی طرف سے والی بصرہ تھا اطلاع ہوئی اس نے اندیشہ کیا کہ علی حکومت بصرہ سے اسے علیحدہ کر دیں گے اور کسی اور کسی کو حاکم بنائیں گے۔ اس لیے آدمی بھیج کر تمام لوگوں کو جامع مسجد میں جمع کیا اور کہا اے لوگو! عثمان کو دشمنوں نے ظلم سے قتل کر دیا ہے۔ اس کی بیعت کے حقوق کی حفاظت تم پر واجب بلکہ لازم تھی اور بعد وفات احسانوں کے حقوق ادا کیے جائیں تو بہت اچھی بات ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ عثمان کا خون ضائع جائے۔ جب تک اس کے قاتلوں کو پکڑ کر بطور قصاص نہ قتل کر لوں گا خاموش نہ رہوں گا۔ تم نے علی ابن ابی طالب اور اس کے گروہ کا حال جس نے ان سے بیعت کر لی ہے سن ہی لیا ہے لازم ہے کہ مستعد ہو جاؤ۔ اور سامان جنگ درست کر لو۔ اس کام میں مجھے مدد دو۔ بصرہ کے ایک نامور شخص نے کہا اے پسر عامر ہم تیرے ہاتھ بکے ہوئے نہیں ہیں نہ تو نے اس شہر کو بزور شمشیر فتح کیا ہے تو عثمان کی طرف سے حاکم تھا۔ عثمان مارا گیا اور قاتل مدینہ میں موجود ہیں۔ عثمان کے بیٹے جو اس فعل کے وارث ہیں وہ بھی اسی جگہ ہیں۔ جملہ مہاجر و انصار اور بڑے بڑے صحابہ اور بزرگان دین و ملت نے حضرت علی سے جن کا مرتبہ عالی اور شان رفیع اور جاہ و جلال ظاہر ہے بیعت کر لی ہے اور سب نے آپ کی خلافت اور امامت پر اتفاق کر لیا ہے۔ اگر انہوں نے اس علاقہ کی امارت پر تجھ ہی کو قائم رکھا اور نیا فرمان تحریر کر کے تیرے پاس بھیج دیا تو ہم تیرے فرمانبردار ہیں بہ جان و دل تیری اطاعت کو واجب و لازم سمجھیں گے۔ اور اگر تجھے موقوف کر کے کسی اور کو بھیج دیا تو ہم اس کا حکم بجا لائیں گے۔ تو اس وقت کیا ارادہ رکھتا ہے۔ جو ہم سے لشکر اور اسلحہ طلب کرتا ہے۔ عبداللہ سمجھ گیا کہ بصرہ والے علی کے خلاف میرا ساتھ نہ دیں گے۔ پھر کچھ نہ بولا اور اپنے گھر کی راہ لی۔ اور اپنا ایک نائب مقرر کر کے خود آدھی رات کو بصرہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوا کہ وہاں پہنچ کر حضرت علی کی خلافت کا حال دریافت کرے اور دیکھے کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ جب مدینہ میں پہنچا تو سب سے پہلے طلحہ اور زبیر سے ملا۔ انہوں نے کہا تو نے غضب کیا کہ بصرہ سے چلا آیا۔ اور اسے مفت میں ہاتھ سے کھو دیا۔ وہاں کی دولت اور سامان سب چھوڑ دیا۔ شاید حضرت علی سے ڈر گیا وہ تیرا کیا کر سکتا ہے۔ تجھے اس وقت وہاں رہنا چاہیے تھا کہ ہم بھی تیرے پاس پہنچ جاتے۔
ولید بن عقبہ بن ابی معیط نے بھی اسے بصرہ سے چلے آنے پر ملامت کی اور کہا تجھے اسی جگہ ٹھہرنا چاہیے۔ اس شہر کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے۔

الغرض جناب امیر المومنین علی کا کام بگڑنے لگا' اطراف و جوانب سے خلل اندازیاں ہونے لگیں۔ بابجا حاسد اور دشمن آپ کے مقرر کردہ عاملوں کو خاطر میں نہ لاتے اور ناکام واپس آتے تھے۔ صرف اہل بصرہ و کوفہ و مصر اور بعض مقامات حجاز آپ کے فرمانبردار تھے۔ حضرت علی نے یہ حال ملاحظہ فرمایا اور جان لیا کہ فتنہ و فساد کی آگ ضرور شعلہ زن ہو گی۔ اپنے دوستوں کو بلا کر فرمایا کہ جس بات کا مجھے خدشہ تھا وہی ظاہر ہوئی۔ مفسد اور بدمعاش لوگوں کی جماعتوں نے فساد پھیلا دیا۔ میری اطاعت و فرمانبرداری سے نکل کر مخالفت و عداوت کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ فتنہ کی مثال آگ جیسی ہے کہ جس قدر زیادہ سامان پاتی ہے اور زیادہ شعلہ زن ہوتی ہے۔ مجھ سے جہاں تک بن پڑے گا اس آتش فساد کے بجھانے میں سخت کوشش

کروں گا۔ اگر مقصد دلی حاصل ہوا تو بہتر۔ اگر انہوں نے اطاعت اختیار نہ کی تو ان سے جنگ کروں گا یہاں تک کہ احکم الحاکمین حق و باطل کا فیصلہ فرما دے گا۔

اسی اثناء میں ایک رات امیرالمومنین کسی کام کے لیے باہر تشریف لے گئے۔ جس وقت ابو سفیان کی بیٹی زینب کے دروازہ پر پہنچے تو آواز سنی کہ ڈھولک کے ساتھ کوئی شخص گا رہا تھا۔ جس کا مضمون تھا: طلحہ اور زبیر عثمان کے قتل میں برابر سعی کرتے رہے اور انہوں ہی نے یہ آتش فساد روشن کی ہے۔ اب جو حضرت علی سے بیعت کر لی گئی ہے تو اس کی بھی کوئی اصل نہیں یہ دونوں ضرور مخالفت کریں گے۔ وہ بہ ظاہر علی کے دوست ہیں مگر دل میں دشمنی اور مخالفت رکھتے ہیں۔ جناب امیرالمومنین نے دروازہ پر ٹھہر کر یہ تمام اشعار جو ڈھولک پر گائے جا رہے تھے سماعت فرمائے۔ بہت ہی تعجب کیا۔ بعدہ مراجعت فرما کر اپنے مکان پر تشریف لائے اور تمام شب ان اشعار کی نسبت غور و فکر کرتے رہے۔ طلوع صبح کے وقت مسجد میں آ کر نماز صبح ادا کی۔ اور اپنے مخلص دوستوں سے ان اشعار کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے کہا آپ کو یہ اطمینان کلی اور خاطر جمعی سے رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس شخص کا حامی و محافظ ہوتا ہے جو اپنے قول و قرار پر ثابت قدم رہتا ہے۔ عہد شکنی اور خلاف روی سے بچتا ہے اور جو شخص اپنے عہد و پیمان پر نہیں رہتا خدا اس سے سخت بے زار ہوتا ہے۔ اور عاملوں کو اس کے قول و فعل کے تضاد کی وجہ سے نیند تک نہیں آتی۔

دوسرے دن طلحہ و زبیر خدمت امیرالمومنین میں حاضر ہوئے اور کہا ہم عمرہ کے واسطے مکہ جانا چاہتے ہیں اس لیے حاضر ہوئے ہیں کہ ہمیں اجازت مل جائے۔ حضرت علی نے فرمایا تم عمرہ کے واسطے مکے نہیں جاتے' میں جانتا ہوں کہ تمہارے دل میں کیا سمایا ہوا ہے۔ کیا میں نے شروع ہی سے تم سے نہ کہا تھا کہ مجھے خلافت کی خواہش نہیں میں کسی سے بیعت نہ لوں گا۔ تم نے نہ مانا اور قسمیں کھائیں کہ ہم آپ سے موافق رہیں گے ہرگز مخالفت نہ کریں گے بلکہ اپنے عہد و پیمان پر ثابت قدم رہیں گے۔ اب تم کچھ اور ارادہ رکھتے ہو اور کہتے ہو مکہ جائیں گے اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کا حال خوب جانتا ہے اور تمہاری طبیعت سے بخوبی آگاہ ہے۔ جہاں جانا چاہتے ہو چلے جاؤ۔ یہ سن کر انہوں نے سر جھکا لیے کچھ نہ بولے اور چلے گئے۔ اور سفر مکہ اختیار کیا۔

عبداللہ بن عامر نے جو عثمان کا خالہ زاد بھائی اور زبیر و طلحہ کے ہمراہ تھا کہ تم نے بہت اچھا کیا کہ مدینہ سے نکل آئے خدا کی قسم میں ایک لاکھ شمشیرزن سپاہی تمہاری مدد کے لیے جمع کر دوں گا۔

القصہ جب مکہ میں پہنچے تو عائشہ صدیقہ جو بنی امیہ کی ایک جماعت کے ہمراہ وہاں موجود تھیں۔ طلحہ و زبیر و عبداللہ بن عامر کے آنے کی خبر سن کر بہت ہی شاد ہوئیں اور حضرت علی کی عداوت و مخالفت پر مستعد ہو کر بنی امیہ کو جن کے دلوں میں پیشتر ہی سے علی کی دشمنی جاگزیں تھی شامل کر لیا۔ اور یہ صلاح ٹھہری کہ خون کا بہانہ کر کے حضرت علی سے جنگ کرنی چاہیے۔

عبداللہ بن عمر بھی اس وقت مکہ میں موجود تھا۔ طلحہ اور زبیر اس کے پاس آئے کہا عائشہ خون عثمان کا بدلہ لینے کا ارادہ رکھتی ہے اور ہمارے ساتھ بصرہ جانے والی ہے۔ تجھے بھی ہمارا ساتھ دینا چاہیے۔ لازم ہے کہ ہمارے ساتھ بصرہ کو چلے۔ کیونکہ خلافت کے لیے تمام لوگوں سے زیادہ تو ہی حقدار ہے۔ ہم سے جہاں تک ہو سکے گا تیرے واسطے بہت ہی کوشش کریں گے۔ اور ہر طرح سے تیرے حقوق ادا کریں گے۔ تجھے صرف ہمارا ساتھ دینا چاہیے اور ہم نے بیعت عثمان اور بیعت علی کے شروع میں جو کچھ کیا تھا اس کا خیال نہ کر۔ ہمارا آج کا کہنا سچ سمجھ اور یقین رکھ کہ جو ارادہ ہم کر رہے ہیں محض بہ نیت خالص حضرت رسول خداؐ کی امت کے واسطے ہے۔ عائشہ جس کی حرمت اور جلالت ظاہر ہے ہمارے ساتھ ہے اور اسی میں مسلمانوں کی بہتری سمجھی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ جو کچھ عائشہ فرماتی ہیں اور صلاح دیتی ہیں اور تجھے بھی اس سے انکار نہ ہو گا۔

اس کی مصلحت سے سرتابی نہ کرے گا۔ عبداللہ بن عمر نے جواب دیا کہ اے خواجو تم مجھے فریب دینا چاہتے ہو جس طرح دھوکا دے کر خرگوش کو بھٹ سے نکالتے ہو تم مجھے گھر سے نکالنا اور شیر کے منہ میں یعنی علی ابن ابی طالب کے حوالے کر دینا چاہتے ہو۔ تمہاری یہ باتیں مجھ پر اثر نہیں کر سکتیں۔ میں تمہارے چکمہ میں نہیں آؤں گا اور لوگوں کو سیم و زر اور دنیاوی حقیر سامانوں سے فریب دے سکتے ہو' میں نے ان سب سے ہاتھ اٹھا لیا ہے۔ ایک گوشے میں پڑا ہوں اگر ایسی باتوں کا طلبگار ہوتا تو جس وقت میرے باپ کی وفات کے بعد امر خلافت کو میرے واسطے پیش کیا تھا اور بلا محنت و مشقت اور بغیر فساد و مخالفت ہاتھ آئی تھی قبول کر لیتا۔ اب میں نے ان تمام باتوں سے واسطہ نہیں رکھا۔ صرف عبادت و طاعت الہی سے کام ہے میرا پیچھا چھوڑ دو اور کسی اور شخص کو اس کام کے لیے ڈھونڈو۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں جو تمہارے مکر و دغا سے دھوکا کھاؤں۔ نہ مجھ پر تمہاری باتیں اثر کر سکتی ہیں نہ میں تمہارے کہنے سے ڈگمگا سکتا ہوں۔

عبداللہ ابن عمر کی یہ باتیں سن کر انہوں نے سمجھ لیا کہ ہمارا جادو اس پر نہ چل سکا وہاں سے چلے گئے۔ حسب اتفاق اسی وقت یعلی بن منیہ عامل یمن جو عثمان کا مقرر کردہ تھا چار سو اونٹ سونے سے لدے ہوئے لے کر یمن سے آیا۔ زبیر نے کہا اس نقد روپے سے ہمیں کچھ قرض دے کہ اس مہم میں صرف کریں۔ بعد ازاں ادا کر دیں گے۔ یعلی بن منیہ نے ساٹھ ہزار درہم قرض دیئے اور زبیر نے اس روپے سے ایک لشکر کا سامان مرتب کر لیا۔ اس کے بعد باہم مشورہ کیا کہ کس طرف چلنا چاہیے۔ زبیر نے کہا شام جانا مناسب رہے گا۔ کیونکہ وہاں پر زر و مال اور لشکر موجود ہے۔ اور معاویہ علی سے خصومت رکھتا ہے۔ وہ ہمارے پہنچنے سے بہت خوش ہو گا اور اس کی اعانت سے بہت بڑے بڑے کام نکلیں گے۔

ولید بن عقبہ نے کہا شام اور معاویہ سے ہمیں کوئی فائدہ نہ پہنچے گا کیونکہ جس وقت خلیفہ عثمان کو لوگوں نے گھیر لیا تھا تو اس نے معاویہ سے امداد طلب کی تھی۔ مگر اس نے ذرا امداد نہ کی بلکہ اس خیال سے کہ ملک شام براہ راست اس کے قبضے میں آ جائے قتل عثمان کو اچھا سمجھا۔ اب تم یہ امید رکھتے ہو کہ وہ تمہارے شام پہنچنے سے خوش ہو گا اور مدد دے گا۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ شام کا قصد کرو بلکہ کسی اور سمت چلو۔

معاویہ کو بھی اطلاع ملی کہ طلحہ و زبیر' عائشہ اور بنی امیہ کی جماعتیں علیؑ کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی ہیں اور چاہتی ہیں کہ علاقہ شام میں داخل ہوں۔ وہ اس سے سخت برہم ہوا اور ان کے واسطے چند اشعار اس طرح لکھے کہ وہ یہ نہ جان سکیں کہ یہ اشعار کس نے تصنیف کیے ہیں۔ مضمون یہ تھا

عائشہ و طلحہ اور زبیر کو نصیحت ہو کہ جس کے ماننے میں سراسر انہی کا فائدہ ہے۔ کہ معاویہ کے پاس شام میں نہ جائیں۔ اور اسے ناخوش اور رنجیدہ نہ کریں۔ کیونکہ معاویہ بڑا حیلہ باز شخص ہے۔ جس وقت عثمان نے مجبور ہو کر مدد مانگی تھی اس نے مدد نہ دی تھی اور یہ بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ کہ عثمان کے پاس نہ آنے اور مدد نہ دینے سے اس کا کیا مطلب تھا۔ اگر معاویہ عثمان کی مدد کرتا تو یہ حادثہ نہ گزرتا۔

غرض اسی مفہوم کے کچھ شعر لکھ کر ایک نامعلوم آدمی کے ہاتھ مکہ میں بھیجے اور اس نے مکہ میں پہنچ کر ان لوگوں کے قیام خانہ کے مقابلہ ایک دیوار پر وہ کاغذ چسپاں کر دیا۔ طلحہ و زبیر نے جب وہ کاغذ دیکھا اتارا' پڑھا اور سمجھ لیا کہ یہ معاویہ ہی کی چال ہے اور سب اسی کی باتیں ہیں۔ شام کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

اس کے بعد عائشہ ام المومنین ام سلمی زوجہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے پاس جو مکہ ہی میں سکونت پذیر تھیں پہنچیں کہا اے ام سلمی حضرت رسالت مآب صلعم سے جو تمہیں تقرب حاصل تھا ظاہر ہے اور تم ان کی ازواج میں سب سے بڑی ہو اور جس عورت نے ان کے ساتھ ہجرت کی تم ہی ہو۔ اور حضرت کے پاس جو تحائف آئے تھے وہ تمہارے

ہی گھر میں پہنچائے جاتے اور ہم سب کا حصہ تمہارے ہی گھر سے آتا تھا۔ اب تمہیں معلوم ہوتا ہے کہ عثمان کے حق میں لوگوں نے کیسا ظلم و ستم کیا ہے۔ مجھے ان لوگوں کے فعل پر اس لئے انکار ہے کہ انہوں نے عثمان سے توبہ کرانی چاہی اس نے توبہ کرلی پھروہ باتیں پیش کیں جو ان کو ناپسند تھیں۔ خدا کی قسم وہ ان سے بھی باز آگیا۔ اس پر بھی انہوں نے اس کے کہنے کو سچ نہ سمجھا اور قتل کردیا۔ عبداللہ بن عامر کہتا ہے کہ بصرہ میں ایک لاکھ شمشیر زن طلب خون عثمان کے لئے جمع ہو چکے تھے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ مبادا ان سے جنگ اور خونریزی واقع ہو اس لئے طرفین کی صلح و صفائی کے واسطے وہاں جانا چاہتی ہوں۔ تم کو بھی میرا ساتھ دینا اور میرے ہو کر اس طرف چلنا چاہئے۔ کیا عجب ہے کہ اللہ کی مدد سے یہ کام ہمارے ہاتھوں درست ہو جائے۔ ام سلمیٰ نے کہا اے دختر ابوبکر مجھے تعجب ہے کہ تو اب خون عثمان طلب کرتی ہے۔ کیا تو لوگوں کو اس کے قتل پر نہ بھڑکاتی تھی۔ اور اس پر نعثل نہ کہتی تھی۔ تجھے خون عثمان کے طلب کرنے سے کیا تعلق۔ وہ بنی مناف میں سے تھا اور تو بنی تمیم بن مرہ سے ہے اور ان دونوں میں کوئی رشتہ داری نہیں پائی جاتی۔ میں نے اس کی زندگی میں بھی تجھے اس کا خیر خواہ نہیں دیکھا۔ اب تو نے یہ کیا بدعت اختیار کی ہے۔ کہ حضرت علیؑ کے خلاف جو جناب رسول خدا صلعم کا چچیرا بھائی ہے، قدم باہر نکالتی ہے۔ اور ان کی خلافت کو پسند نہیں کرتی۔ حالانکہ مہاجر و انصار نے ان سے بیعت کرلی ہے۔ اور ان کی امامت و خلافت کو برضا و رغبت قبول کرکے کمربستہ خدمت گزاری ہیں۔ سب ان کی امامت پر متفق ہو گئے اور تو حضرت علیؑ کی بزرگیوں اور فضیلتوں کو بھی خوب جانتی ہے۔

عبداللہ بن زبیر ام سلمہ کے سامنے کھڑا ہوا یہ باتیں سن رہا تھا۔ بولا اے ام سلمیٰ کب تک ایسی باتیں بناتی رہو گی۔ ہم اپنے حق میں تمہاری دشمنی کو خوب جانتے ہیں۔ کسی وقت بھی تم نے ہمیں عزیز نہیں رکھا نہ کبھی رکھو گی۔ ام سلمہ نے جواب دیا اے پسر زبیر کوئی وجہ نہیں کہ مہاجر و انصار اور صحابہ اکابر علیؑ کو جو مسلمانوں کا والی ہے چھوڑ دیں اور تیرے باپ سے بیعت کرلیں۔ اور تیرا باپ جو اپنے آپ کو اس فساد میں مبتلا رکھتے ہیں۔ خوب سمجھ لیں کہ اس شور و غوغا آرائی سے ان کا مقصد دلی نہ بر آئے گا۔

عبداللہ نے کہا میں نے حضرت محمد مصطفیٰ سے کبھی یہ کلمہ نہیں سنا کہ علیؑ مسلمانوں کا والی ہے۔ ام سلمہ نے کہا اگر تو نے نہیں سنا تو تیری خالہ یہاں موجود ہے اس نے ضرور سنا ہو گا۔ میں یہ بات اس کے منہ پر کہہ رہی ہوں۔ اس سے پوچھ لے وہ تجھے بتا سکتی ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے علیؑ کے حق میں کہا ہے کہ علیؑ میری زندگی میں بھی اور میرے بعد بھی میرا خلیفہ ہے۔ پھر کہا اے عائشہ کیا تو نے علیؑ کے حق میں رسولؐ خدا کی زبان مبارک سے یہ بات سنی ہے اور گواہی دے سکتی ہے۔ عائشہ نے کہا ہاں یہی بات ہے اور میں نے حضرت رسولؐ خدا کی زبان سے علیؑ کے حق میں یہ بات سنی ہے اور میں اس امر کی گواہی دیتی ہوں ام سلمہ نے کہا اے عائشہ جب تم ان سب باتوں سے واقف ہو تو کیوں علیؑ کے مقابلے پر نکلتی ہے۔ اور ان دغا بازوں کے فریب میں کیوں آتی ہے۔ خدا سے ڈر نہ اس بات سے کہ جناب رسالت مآبؐ نے تجھے خبر دی ہے اور جس سے حذر فرماتے تھے۔ اپنے آپ کو بچا۔ اور تجھے حضرت کی یہ نصیحت تھی کہ **لا تكوني صاحب كلاب الحوائب و لا يغوينك الزبير و طلحة فانهما لا يغنيا عنك من الله شيئا** یعنی اے عائشہ ہرگز تو وہ عورت نہ ہونا جس پر حواب کے کتے بھونکیں اور زبیر و طلحہ تجھے فریب دیں کیونکہ وہ تجھ سے کسی بات کو اٹھا نہ رکھیں گے۔ اور ان کی بات کو قبول کرنے سے تجھے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ اے عائشہ تو حضرتؐ کے اس کلام مبارک کو نہ بھول۔ اور جس وقت حضرت نے تجھے یہ وصیت کی تھی اسے یاد کر!

عائشہ کو ام سلمہ کی باتیں پسند نہ آئیں۔ ناراض ہو کر ان کے پاس سے چلی آئیں۔ اور معیت زبیر و طلحہ اور جماعت بنی امیہ

مکہ سے جانب بصرہ کوچ کیا۔ جب یہ لوگ مکہ سے نکل گئے تو ام سلمی نے حضرت امیر المومنینؑ کو اس مضمون کا خط لکھا کہ امیر المومنین علیؑ کو معلوم ہو کہ طلحہ اور زبیر اور عائشہ نے مکہ میں جمعیت فراہم کرکے یہ تجویز پیش کی ہے کہ خون عثمان کے خواستگار ہوں اور عبداللہ ابن عامر کے ہمراہ بصرہ کی طرف گئے۔ اللہ تعالی ان کے ارادوں کو آپ کے ہاتھوں برباد کرے۔ اگر اللہ تعالی عورتوں کو گھر سے نکلنے کی ممانعت نہ فرماتا اور جناب رسالت مآبؐ اس امر کی سخت تاکید نہ فرماتے تو میں ام سلمی ضرور گھر سے نکلتی اور آپ کے لشکر کے ہمراہ ان کے مقابلے پر جاتی لیکن مجبور ہوں کہ اللہ تعالی کے حکم اور محمد مصطفیؐ کے ارشاد کے خلاف حرکت نہیں کر سکتی۔ عمر بن ابی سلمہ کو جو میرا فرزند ہے اور جسے حضرت بہت چاہتے تھے۔ آپ کی خدمت میں بھیجتی ہوں کہ جس خدمت کے لئے حکم دو گے بجا لائے گا۔ پھر خط بند کرکے اپنے بیٹے عمر کے حوالہ کیا۔ اور خدمت جناب امیرؑ میں بھیج دیا۔

عمر بن ابی سلمہ نہایت ہی پرہیز گار اور عالم و عاقل شخص تھا۔ حضرت اس کے آنے سے بہت خوش ہوئے اور ام المومنین ام سلمی کا خط پڑھ کر ان کی عفت، مشورہ اور سلامتی عقل و دیانت کی بڑی تعریف کی۔

ام الفضل دختر حارث نے بھی آپ کی خدمت میں خط بھیجا کہ امیر المومنین کو واضح ہو کہ طلحہ و زبیر و عائشہ بصرہ کا قصد رکھتے ہیں اور لوگوں کو آپ کے مقابلے اور جنگ کے لئے ترغیب دلاتے ہیں اور یہ مشہور کیا ہے کہ ہم خون عثمان کا بدلہ لیں گے۔ وہ عنقریب بصرہ کی طرف جانے والے ہیں۔ اللہ آپ کا مددگار ہے۔ آپ حق پر ہیں اور انشاء اللہ جلد ہی مظفر و منصور ہوں گے۔

یہ خط قبیلہ جہنیہ کے ایک شخص ظفر نام کو جو بڑا عقیل اور فصیح تھا دیا۔ اور سو دینار حوالے کرکے کہا اس قدر تو اب لے لے اور اس کام کے بعد بھی تیرے ساتھ سلوک کروں گی۔ بہ کوشش بلیغ نہایت جلد خدمت امیر المومنین علیؑ میں پہنچ کر یہ خط حوالہ کر۔ جہنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہو کر تیز روی سے سفر کرکے منزل مدینہ کے متصل پہنچ گیا۔ اور جناب امیر علیہ السلام کے دوستوں سے ملا۔ انہوں نے پوچھا تو کس طرف سے آتا ہے۔ اور کیا خبر لایا ہے۔ جہنی نے تمام کیفیت اور حالات یا اور خط خدمت جناب امیرؑ میں پیش کیا۔ مضمون خط سے آگاہ ہو کر محمد بن ابی بکر کو بلایا اور کہا، تو نے کچھ سنا کہ تیری بہن عائشہ نے کیا ارادہ کیا ہے۔ اول اس گھر سے نکل کھڑی ہوئی جہاں رہنے کے لئے خدا نے حکم دیا ہے، دوسرے طلحہ و زبیر کو میری مخالفت اور دشمنی پر آمادہ کیا اور جمعیت کثیر بہم پہنچا کر میرے مقابلے کے لئے بصرہ کی طرف گئی ہے۔

محمد بن ابی بکر نے سن کر عرض کی اے امیر المومنینؑ اللہ تعالی آپ کا مددگار ہے۔ ظفرمند فرمائے گا۔ تمام مسلمان آپ کے ساتھ اور خدمت کے لئے کمربستہ ہیں۔ انشاء اللہ نتیجہ آپ کی منشائے عالی کے مطابق ہو گا۔ جناب امیر علیہ السلام نے لوگوں کو مسجد میں طلب کیا اور فرمایا اے لوگو اللہ تعالی نے ہمارے پاس اپنا راست گو پیغمبر بھیجا اور ایک ایسی کتاب عطا کی جو حق و باطل کو علیحدہ کرتی ہے۔ کتاب الہی اور فرمان رسالت پناہی کے مطابق نہ چلنا اور شک و شبہ اور بدعت کو اختیار کرنا۔ موجب ہلاکت و بربادی ہے۔ خدائے عزوجل کے امر و نہی کی حفاظت کرنا اور سید المرسلین کے ارشاد کی تعمیل کرنا سبب نجات و درجات عالیہ ہے۔ ہمیشہ عبادت الہی میں مصروف رہو اپنی دینی و دنیوی اصلاحیں صاحب الامر کی اطاعت اور پیروی پر منحصر سمجھو آگاہ ہو کہ طلحہ اور زبیر کو میری خلافت پسند نہیں آئی، دشمنی، حسد اور عداوت نے انہیں میرے مقابلے کے لئے آمادہ کیا ہے۔ انہوں نے جمعیت فراہم کی ہے اور مکہ سے جانب بصرہ گئے ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ اس طرف جاؤں اور انہیں راہ راست پر لانے کی سعی و کوشش کروں۔ اگر وہ فرمانبرداری کے راستے پر نہ آئے اور جنگ کرنی چاہی تو ان سے جنگ کروں گا یہاں تک کہ اللہ تعالی ہمارے درمیان فیصلہ فرما دے۔ و ھو خیر الحاکمین لازم ہے کہ مستعد ہو کر سامان جنگ تیار کر لو۔

امیرالمومنین کا یہ کلام سنتے ہی سب نے جان و دل سے قبول کیا۔ ہاں جس وقت عائشہ اپنی جمعیت کے ساتھ مکہ سے نکل کر جانب بصرہ روانہ ہوئیں تو صبح کے وقت جب چشمہ حواب پر پہنچیں اس بستی کے کتے بھونکنے لگے۔ عائشہ نے دریافت کیا اس پانی کا کیا نام ہے لوگوں نے کہا اسے حواب کہتے ہیں آپ نے کہا مجھے واپس لے چلو اور کئی دفعہ تاکیداً" اس کلمہ کو کہا۔ لوگوں نے پوچھا کیا سبب ہے جو آپ ایسا فرماتی ہیں۔ کہا اس لیے حضرت رسالتمابؐ سے میں نے سن رکھا ہے کہ وہ فرماتے تھے۔ میری بیویوں میں سے ایک بیوی حواب پر پہنچے گی اور اس بستی کے کتے اس پر بھونکیں گے اے حمیرہ ہرگز تو وہ بیوی نہ ہونا۔ اب میں کسی طرح بھی تمہارا ساتھ نہیں دے سکتی۔ اس بستی سے واپس چلوں گی۔ ان لوگوں نے بہت تسلی دی اور وہیں قیام کر دیا۔ سورج نکلنے کے بعد عبداللہ ابن زبیر نے ایک فریب سوچا اس بستی کے پچاس آدمیوں کو بلایا اور سب سے گواہی دلوا دی کہ اس چشمہ کا نام حواب نہیں ہے تم بوقت شب اس سے آگے بڑھ آئے ہو وہ جگہ پیچھے رہ گئی ہے۔ اسلام میں سب سے پہلی جھوٹی گواہی یہی ہوئی ہے۔ پچاس مسلمانوں کی اس طرح کی گواہی پر عائشہ نے اعتماد کر لیا اور ان کے ہمراہ ہو لیں۔
جب بصرہ کے قریب پہنچے عثمان بن حنیف جو امیرالمومنین علی کی طرف سے عامل بصرہ تھا علی کے دوستداروں کی جمعیت لے کر بصرہ سے نکلا اور معرکہ آرائی کا قصد کیا۔ پھر سوچا کہ شاید حضرت علی لڑائی کو پسند نہ فرمائیں تامل کیا اور کچھ آدمیوں نے بیچ میں پڑ کر طرفین کو سمجھایا۔ اور اس قرار داد پر صلح کرا دی کہ اس وقت خزانہ اور دار الامارت عثمان بن حنیف کے قبضے میں رہے کہ حضرت علی تشریف لے آئیں۔ پھر جیسا کچھ وہ عمل میں لائیں دیکھا جائے گا۔ دونوں گروہ اس پر راضی ہو گئے۔ ایک عہد نامہ لکھا گیا اور اس پر طرفین کے دستخط ہو گئے۔
طلحہ و زبیر و عائشہ نے خریبہ موضع میں قیام کیا اور اپنے مقصد اور ارادہ کی نسبت صلاح مشورہ کرنے لگے۔ احنف بن قیس کو بلا بھیجا وہ آیا تو کہا ہمارا ارادہ ہے کہ خون عثمان کا بدلہ لیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ انہیں ظلم و ستم سے قتل کیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ تو بھی ہماری اعانت کرے اور ہمارا ساتھ دے۔
اس نے جواب دیا کہ اے ام المومنین عائشہ لازم ہے کہ آپ کی زبان سے سوائے سچ اور راستی کے دوسرا کلمہ نہ نکلے۔ ظاہر و باطن کے جاننے والے خدا کی قسم دلا کر میں ایک بات دریافت کرتا ہوں جو کچھ آپ نے فرمایا تھا وہی بیان کرنا۔ عائشہ نے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ احنف نے کہا جس دن خلیفہ عثمان کو لوگوں نے گھیر رکھا تھا اور ارادہ قتل رکھتے تھے میں نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ عثمان کو قتل کر دیں تو میں کس کی بیعت اختیار کروں تم نے یہ کہا تھا علی ابن ابی طالب کی بیعت کر لینا۔ کیوں یہی بات تھی نا۔ عائشہ نے کہا ہاں یہ کہا تھا۔ اے احنف میں نے اس روز تجھ سے ایسا ہی کہا تھا لیکن پھر ایسی باتیں ظاہر ہوئیں جن سے بہ نسبت تیرے ہم زیادہ واقف ہیں احنف نے کہا میں یہ نہیں جانتا۔ مگر علی ابن ابی طالب کے ساتھ جو رسولؐ کا بھائی اور داماد ہے جنگ نہ کروں گا۔ خاص کر اس وقت کہ جملہ مہاجر و انصار و صحابہ اکابر، عربی قبیلوں کے سرداروں اور بزرگوں نے اس کی بیعت اختیار کر لی ہے۔ اور اس کی خلافت و امامت پر متفق ہو گئے ہیں۔ یہ کہہ کر وہاں سے چلا آیا اور اپنی قوم بنی تمیم کو بلا کر جو چار ہزار جوان تھے وہاں سے کوچ کیا اور دو فرسنگ کے فاصلے پر قیام کیا۔ طلحہ و زبیر نے عثمان بن حنیف عامل امیرالمومنین کے ساتھ صلح کی اور اس قرار داد کے بعد کہ ایک دوسرے کے خلاف کوئی حرکت نہ کریں گے صلاح کی، کسی طرح عثمان اور دوستداران علی کو جو اس کے ساتھ ہیں قتل کر دینا چاہیے۔
غرض اس ارادہ کو مصمم کر کے بوقت شب عثمان بن حنیف اور اس کی قوم کو جا گھیرا۔ حضرت علی کے تمام دوستداران کو قتل کر دیا اور چاہا کہ عثمان کو بھی مار ڈالیں مگر انہی میں سے ایک شخص نے کہا عثمان انصار میں سے ہے اس کے عزیزوں اور رشتہ داروں کا جتھا بیشمار ہے اگر اسے مار ڈالو گے تو وہ خاموش نہ رہیں گے بلکہ سب کے سب جنگ کرنے اور بدلا لینے کے واسطے

تمہارے مقابلے پر اٹھ کھڑے ہوں گے جس سے بڑی خرابیاں واقع ہوں گی۔ اس بات کو سن کر قتل سے باز آئے۔ لیکن سر، داڑھی، مونچھوں، بھوؤں اور پلکوں کے تمام بال اکھیڑ اور مونڈ مانڈ کر نہایت ہی ذلت و خواری کے ساتھ چھوڑ دیا۔

عائشہ نے عبداللہ بن زبیر اور محمد بن طلحہ کو پیش نماز قرار دیا کہ ایک دن ایک نماز پڑھائے دوسرے دن دوسرا۔ حضرت علی بھی اپنے لشکر کو مرتب فرما کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ مقام ربذہ میں پہنچ کر سنا کہ طلحہ و زبیر نے بصرہ میں عثمان بن حنیف پر عالم بے خبری میں چھاپہ مار کر جملہ دوستداران کو قتل کر دیا ہے۔ اور عثمان کی سخت بے حرمتی کی ہے۔ آپ نے وہاں سے کوچ کر کے منزل ذی وقار میں نزول اجلال فرمایا اور اپنے بیٹے امام حسنؑ کو عمار یاسر کے ساتھ کوفہ بھیجا۔ کہ وہاں سے فوج فراہم کر کے اس قوم سے مقابلے کے لئے بصرہ پہنچ جائیں۔ حضرت امام حسنؑ اور عمار یاسر داخل کوفہ ہو کر جامع مسجد میں آئے لوگوں کو بلا کر فرمایا کہ بہت جلد جنگ کی تیاری کر کے امیر المومنین علیؑ کی امداد کے واسطے چلو۔ ابو موسیٰ اشعری جو حضرت علیؑ سے کدورت رکھتا تھا، اٹھ کر بولا اے اہل کوفہ خدا سے ڈرو اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ مسلمان سے جنگ کرنے کو ناجائز سمجھو اور اس آیت کو جس میں اندریں باب تنبیہہ اور تاکید آئی ہے یاد کرو۔

و من یقتل مومنا متعمدا فجزاء وہ جہنم خالدا" فیہا و غضب اللہ علیہ لعنہ و اعد لہم جہنم وساءت مصیرا عمار یاسر کو اس ہدایت پر غصہ آیا فوراً اٹھ کر اسے روکا۔ زید بن صوحان اور اس کے ہمراہی اور دوستداران علیؑ کھڑے ہو گئے اور تلواریں کھینچ لیں کہ جو شخص امیر المومنین علیؑ کی اطاعت اور فرمانبرداری سے باہر ہو گا ہم اس کے پرخچے اڑا دیں گے۔ ابو موسیٰ اشعری نے کہا تمہیں خاموش رہنا چاہیئے۔ کہ آرام سے اپنے گھروں میں بیٹھے رہیں اور جس وقت کوئی امر پسند آئے اسے عمل میں لائیں۔ عمار یاسر نے کہا اگر عائشہ نے کہا ہے کہ اہل کوفہ کو اپنے گھروں سے نہ نکلنے دے تو حضرت علیؑ کا حکم ہے کہ ہم کوفہ کے لوگوں کو فراہم کر کے ان کی خدمت میں پہنچا دیں۔ کیونکہ ان کا ارادہ ہے کہ جن لوگوں نے آپ سے مخالفت اختیار کر کے فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائی ہے ان سے معرکہ آراء ہوں۔

زید بن صوحان عبدی نے کہا اے کوفہ والو بہتر یہی ہے کہ ہم امیر المومنینؑ کا حکم بجا لائیں۔ اور ان کی خدمت میں جا پہنچیں۔ جس سے صراط مستقیم نصیب ہو۔ پھر عمار یاسر نے سمجھایا اے لوگو یہ ضروری بات ہے کہ کوئی شخص اس امر کا منتظم ہو اور وہ ایسا قوی حاکم ہونا چاہیئے جو ظالموں کو روک سکے اور مظلوموں کی مدد کر سکے۔ میں جانتا ہوں کہ اس کام کو جناب علی مرتضیٰ وصی و برادر محمد مصطفیٰؐ سے بہتر کوئی شخص نہیں کر سکتا۔ انہوں نے مجھے اور اپنے فرزند حسنؑ کو بھیج کر تمہیں اس لئے طلب کیا ہے۔ کہ بعض لوگوں نے ان کی مخالفت اختیار کر کے لشکر جمع کیا ہے۔ اس وقت حضرت رسولؐ خدا کے چچا زاد بھائی اور آنحضرتؐ کی حرم عائشہ اور طلحہ اور زبیر بصرہ میں اکٹھا ہو رہے ہیں۔ تم وہاں چلو اور دیکھو کہ امر حق کس طرف ہے۔ جس طرف سچائی پاؤ اس کی پیروی کرنا۔

اب حضرت امام حسن فرزند دلبند جناب امیرؑ نے فرمایا اے لوگو عنقریب تمام آدمی اس ایک ہی شخص کے ساتھ ہوا چاہتے ہیں جس کو لوگوں نے منظور کر لیا ہے۔ ہم تمہیں طلب کرتے ہیں۔ تم ہمارا کہنا مانو اور اس معاملے میں جو درپیش ہے ہماری مدد کرو، خدا کی قسم جو شخص ہماری اطاعت کرے گا۔ وہی نیک بخت اور دین و دنیا میں سرخرو ہو گا۔

اب میثم بن مجمع عامری نے اٹھ کر کہا اے لوگو امیر المومنینؑ ہمیں طلب فرماتے ہیں اور اپنے فرزند کو ہماری طلب کے لئے بھیجا ہے۔ ان کا حکم ماننا چاہیئے۔ لازم ہے کہ بہت جلد ان کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو جائیں۔ اور جو کچھ تمہیں کرنا یا نہ کرنا ہے وہ بیان کر دو!

الغرض کوفہ والوں نے امام حسنؑ اور عمار یاسر کا کہنا مان لیا۔ نو ہزار دو سو جوان اکٹھا ہوئے کچھ دریا کے راستے سے اور کچھ

تمہارے مقابلے پر اٹھ کھڑے ہوں گے جس سے بڑی خرابیاں واقع ہوں گی۔ اس بات کو سن کر قتل سے باز آئے۔ لیکن سر، داڑھی، مونچھوں، بھووں اور پلکوں کے تمام بال اکھیڑ اور مونڈ مانڈ کر نہایت ہی ذلت و خواری کے ساتھ چھوڑ دیا۔

عائشہ نے عبداللہ بن زبیر اور محمد بن طلحہ کو پیش نماز قرار دیا کہ ایک دن ایک نماز پڑھائے دوسرے دن دوسرا۔ حضرت علی بھی اپنے لشکر کو مرتب فرما کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ مقام ربذہ میں پہنچ کر سنا کہ طلحہ و زبیر نے بصرہ میں عثمان بن حنیف پر عالم بے خبری میں چھاپہ مار کر جملہ دوستداران کو قتل کر دیا ہے۔ اور عثمان کی سخت بے حرمتی کی ہے۔ آپ نے وہاں سے کوچ کر کے منزل ذی وقار میں نزول اجلال فرمایا اور اپنے بیٹے امام حسنؑ کو عمار یاسر کے ساتھ کوفہ بھیجا۔ کہ وہاں سے فوج فراہم کر کے اس قوم سے مقابلے کے لئے بصرہ پہنچ جائیں۔ حضرت امام حسنؑ اور عمار یاسر داخل کوفہ ہو کر جامع مسجد میں آئے لوگوں کو بلا کر فرمایا کہ بہت جلد جنگ کی تیاری کر کے امیر المومنین علیؑ کی امداد کے واسطے چلو۔ ابو موسیٰ اشعری جو حضرت علیؑ سے کدورت رکھتا تھا، اٹھ کر بولا اے اہل کوفہ خدا سے ڈرو اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ مسلمان سے جنگ کرنے کو ناجائز سمجھو اور اس آیت کو جس میں اندریں باب تنبیہہ اور تاکید آئی ہے یاد کرو۔

و من یقتل مومنا متعمدا فجزاء وہ جھنم خالدا" فیھا و غضب اللہ علیہ لعنہ و اعد لہم جھنم وساءت مصیرا عمار یاسر کو اس ہدایت پر غصہ آیا فوراً اٹھ کر اسے روکا۔ زید بن صوحان اور اس کے ہمراہی اور دوستداران علیؑ کھڑے ہو گئے اور تلواریں کھینچ لیں کہ جو شخص امیر المومنین علیؑ کی اطاعت اور فرمانبرداری سے باہر ہو گا ہم اس کے پرخچے اڑا دیں گے۔ ابو موسیٰ اشعری نے کہا تمہیں خاموش رہنا چاہئے۔ کہ آرام سے اپنے گھروں میں بیٹھے رہیں اور جس وقت کوئی امر پسند آئے اسے عمل میں لائیں۔ عمار یاسر نے کہا اگر عائشہ نے کہا ہے کہ اہل کوفہ کو اپنے گھروں سے نہ نکلنے دے تو حضرت علیؑ کا حکم ہے کہ ہم کوفہ کے لوگوں کو فراہم کر کے ان کی خدمت میں پہنچا دیں۔ کیونکہ ان کا ارادہ ہے کہ جن لوگوں نے آپ سے مخالفت اختیار کر کے فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائی ہے ان سے معرکہ آراء ہوں۔

زید بن صوحان عبدی نے کہا اے کوفہ والو بہتر یہی ہے کہ ہم امیر المومنینؑ کا حکم بجا لائیں۔ اور ان کی خدمت میں جا پہنچیں۔ جس سے صراط مستقیم نصیب ہو۔ پھر عمار یاسر نے سمجھایا اے لوگو یہ ضروری بات ہے کہ کوئی شخص اس امر کا منتظم ہو اور وہ ایسا قوی حاکم ہونا چاہئے جو ظالموں کو روک سکے اور مظلوموں کی مدد کر سکے۔ میں جانتا ہوں کہ اس کام کو جناب علی مرتضیٰ وصی و برادر محمد مصطفیٰؐ سے بہتر کوئی شخص نہیں کر سکتا۔ انہوں نے مجھے اور اپنے فرزند حسنؑ کو بھیج کر تمہیں اس لئے طلب کیا ہے۔ کہ بعض لوگوں نے ان کی مخالفت اختیار کر کے لشکر جمع کیا ہے۔ اس وقت حضرت رسولؐ خدا کے چچا زاد بھائی اور آنحضرتؐ کی حرم عائشہ اور طلحہ اور زبیر بصرہ میں اکٹھا ہو رہے ہیں۔ تم وہاں چلو اور دیکھو کہ امر حق کس طرف ہے۔ جس طرف سچائی پاؤ اس کی پیروی کرنا۔

اب حضرت امام حسنؑ فرزند دلبند جناب امیرؑ نے فرمایا اے لوگو عنقریب تمام آدمی اس ایک ہی شخص کے ساتھ ہوا چاہتے ہیں جس کو لوگوں نے منظور کر لیا ہے۔ ہم تمہیں طلب کرتے ہیں۔ تم ہمارا کہنا مانو اور اس معاملے میں جو درپیش ہے ہماری مدد کرو، خدا کی قسم جو شخص ہماری اطاعت کرے گا۔ وہی نیک بخت اور دین و دنیا میں سرخرو ہو گا۔

اب ہیثم بن مجمع عامری نے اٹھ کر کہا اے لوگو امیر المومنینؑ ہمیں طلب فرماتے ہیں اور اپنے فرزند کو ہماری طلب کے لئے بھیجا ہے۔ ان کا حکم ماننا چاہئے۔ لازم ہے کہ بہت جلد ان کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو جائیں۔ اور جو کچھ تمہیں کرنا یا نہ کرنا ہے وہ بیان کر دو!

الغرض کوفہ والوں نے امام حسنؑ اور عمار یاسر کا کہنا مان لیا۔ نو ہزار دو سو جوان اکٹھا ہوئے کچھ دریا کے راستے سے اور کچھ

خشکی کے راستے سے حضرت علیؑ کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ جب قریب آ پہنچے تو جناب امیرؑ آپ کی طرف آئے اور مرحبا کہا۔ سردار اور بزرگ اشخاص کو بلا کر بٹھایا۔ اور فرمایا اے کوفہ والو میں تمہاری شجاعت اور مردانگی کو خوب جانتا ہوں۔ تمہاری نیک خصلت اور مبارک عادتوں سے آگاہ ہوں۔ تم ارادہ اور احتیاط کے اتنے مضبوط ہو کہ اس کے اظہار کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارا ایرانی بادشاہوں سے مقابلہ کرنا اور ان کے خزانوں اور نفیس سامانوں کو حاصل کرنا بعد ازاں اپنے شہر کی حفاظت عمل میں لانا تمام عالم میں مشہور ہے۔ تمہاری نیک عادت بھی کہ جو شخص تم سے مدد طلب کرتا ہے اس کی امداد کرتے ہو عیاں ہے۔ مجھے اس وقت ایک مہم درپیش ہے۔ ان دوستوں اور بھائیوں ہی کی ایک جماعت نے جن سے مجھے مخالفت اور دشمنی کی امید نہ تھی عداوت کی راہ نکالی ہے اور میری موافقت سے منحرف ہو کر بصرہ میں لشکر جمع کیا ہے اور چاہتے ہیں کہ معرکہ آراء ہوں تم میرے ہمراہ بصرہ چلو وہاں چل کر دیکھیں کہ ان لوگوں کا کیا خیال ہے۔ اول میں انہیں فہمائش کروں گا کہ راہ راست پر آجائیں۔ اگر مقابلے سے پیش آئے تو ان کی آتش فساد کے بجھانے میں سعی کروں گا یہاں تک کہ خدا کی رضا ظاہر ہو جائے۔

جناب امیرالمومنین کی زبان مبارک سے یہ کلام سن کر تمام سرداروں اور امیروں نے بجان و دل اطاعت کا اظہار کیا اور اپنے آپ کو خدمت گزاری کے لیے پیش کیا۔ آپ نے ذی قار میں فوج کا جائزہ لیا۔ مدینہ' بصرہ اور نواح حجاز میں جو فوجیں آئی تھیں ان کا شمار چھ ہزار تھا۔ اور نو ہزار کوفہ اور ہر سمت سے سپاہ آکر شریک ہوتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ ذی قار ہی کے مقام پر انیس ہزار کی جمعیت ہوگئی۔ اب حضرت امیرالمومنین نے اس لشکر کے ہمراہ ہو کر بصرہ کا رخ کیا اور سپاہی پیشہ آدمی آ آکر شامل افواج ظفر امواج ہوتے رہے۔

جنگ جمل
بیشمار لوگوں کا قتل عام

طلحہ و زبیر یہ سن کر کہ امیرالمومنین علیہ السلام لشکر کثیر کے ہمراہ بصرہ آن پہنچے ہیں جنگ کی تیاریاں کر کے فوج کثیر کے ساتھ شہر سے نکلے۔ دایاں بایاں دستہ اور آگے پیچھے کی فوج کو قرینہ سے قائم کر کے طلحہ کو سواروں کی نگرانی پر مقرر کیا' عبداللہ ابن زبیر نے پیادوں کا انتظام اپنے ذمے لیا۔ میمنہ کے سوار مروان بن حکم کے حوالے ہوئے اور میسرہ کے پیادے عبدالرحمن بن عقاب بن اسلم کی سپردگی میں آئے۔ میسرہ کے سواروں پر وکیع سردار ہوا اور پیدلوں کے میسرہ پر عبدالرحمن بن حارث بن اسلم کی سپردگی میں آئے۔ قلب میں عبداللہ بن عامر بن کریز نے لی اور پیادوں کے قلب میں حاتم بن بکیر باہلی نے' سواروں کے جناح پر عمر بن طلحہ اور پیادوں کے جناح پر فجاشع بن مسعود مسلمی مقرر ہوگئے۔ اس انتظام سے میدان جنگ میں نکلے جناب امیر نے سنا کہ طلحہ و زبیر نے میدان میں نکل کر فوج کو ترتیب دیا ہے۔ سپاہ کے امیروں' حجاز کے شریفوں اور کوفہ و مصر کے مددگاروں سے کہا کہ طلحہ و زبیر میدان میں آ نکلے ہیں اور سپاہ کو آراستہ کر کے جنگ کے لیے مستعد ہیں۔ تم کیا بہتر سمجھتے ہو ہمیں جنگ کرنی چاہئے یا ان کی اطاعت کریں۔

سب سے پہلے رفاعہ بن شداد بجلی نے کہا ہم خوب جانتے اور سمجھتے ہیں کہ مخالف گمراہ ہیں اور آپ حق پر ہیں۔ راہ راست آپ کی طرف ہے اور دین بھی' دین کی حفاظت کرنا آپ کی فطرت ہے۔ اگر وہ نرم بنیں تو بیشک آپ بھی ان کے ساتھ نرمی اختیار کریں۔ اگر وہ ارادہ جنگ رکھتے ہوں تو ان سے لڑیں۔ ہم خدائے تعالیٰ کی مدد اور بھروسہ پر ان کے دفعیہ کے لیے کمر

بستہ ہیں۔ جہاں تک ہم سے ہو سکے گا۔ اس مہم میں جان و دل سے سعی کی جائے گی۔ ذرا کمی نہ ہو گی۔ کیونکہ آپ حق پر ہیں اور حق آپ کے ساتھ ہے۔ آپ کو اس مہم سے مطمئن رہنا چاہیے۔ جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں تو زبیر کے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے جس کی کنیت ابو الجویا تھی زبیر سے کہا اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں کہ میں بہ وقت شب ان پر چھاپہ ماروں کیونکہ چھاپہ مارنا بھی شجاعت اور مردانگی کا نشان ہے اور اس تدبیر سے جلدی مطلب نکل آتا ہے۔ زبیر نے کہا اے بھائی ہمیں معرکہ آرائیوں کا بہت تجربہ ہے اور بہت کچھ معلوم ہے۔ جو کسی دوسرے کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتیں۔ یہ دونوں فوجیں جو آج میدان میں مقابل ہیں مسلمان ہیں اور مسلمانوں پر چھاپہ مارنے کا دستور نہیں ہے۔ نہ ہم نے جناب رسالت مآب سے سنا ہے کہ کسی دستہ کو چھاپہ مارنے کا حکم دیا ہے۔ علاوہ ازیں علی وہ شخص نہیں جسے غافل تصور کر سکیں مجھے یونہی فتح پانے کی امید ہے۔

اسی اثناء میں احنف بن قیس اپنی جمعیت کے ساتھ خدمت جناب امیر المومنین میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اے ابو الحسن بصرہ والے کہتے ہیں کہ حضرت علی نے ہم پر فتح پائی تو مردوں کو قتل اور زن و فرزند کو اسیر کریں گے۔ آپ نے فرمایا مجھ سے یہ کام ہرگز نہ ہو سکے گا۔ اہل بصرہ مسلمان ہیں' کفار کے اہل و عیال لونڈی غلام بنائے جاتے ہیں۔ اے احنف میں نہیں جانتا کہ تیرا کیا خیال ہے تو ہمارے ساتھ ہے یا نہیں۔ احنف نے کہا سبحان اللہ کیا بات ہے آپ کو اب تک میری دوستی پر شک ہے۔ آپ دو کاموں سے ایک کام کی نسبت جس کی خدمت مجھ سے لینی ہو منظور فرمائیں۔ آپ چاہیں تو دو سو آدمیوں سے آپ کی خدمت میں حاضر رہ کر جنگ کروں یا آپ فرمائیں تو چار ہزار شمشیر زنوں کو آپ کے مقابلے سے ہٹا دوں۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا میں اس سے اچھا سمجھتا ہوں کہ مقابلے سے چار ہزار آدمی ہٹا دیئے جائیں۔ احنف نے کہا انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا آپ اس طرف سے مطمئن رہیں۔ اس کے بعد وہ چلا گیا اور اپنے ہمراہیوں سے جا ملا۔

اب طلحہ و زبیر نے اپنی فوج کا جائزہ لیا۔ تیس ہزار سوار اور پیدل گنتی میں آئے۔ وہاں سے کوچ کر کے موضوع رابوقہ میں آن پڑے۔ امیر المومنین کو اس کے آگے بڑھ آنے کی خبر ہوئی۔ آپ اٹھے اور خطبہ پڑھا۔ اللہ تعالیٰ کی اقسام عطیات اور نعمتوں کا ذکر کیا۔ اور جناب رسالت مآب پر درود بھیجا۔ پھر فرمایا اے لوگوں مجھے اپنے بھائیوں اور دوستوں سے تین کام آ پڑے ہیں جن کا ذکر قرآن شریف میں بھی موجود ہے۔ بغاوت' بیوفائی اور دغا۔ بغاوت ظلم و حسد کا نام ہے جس میں میرے بھائی اور دوست میرے خلیفہ رسول خدا ہونے کے وقت سے مبتلا ہیں وہ چاہتے ہیں کہ جس لباس خلافت کو اللہ تعالیٰ نے میرے جسم پر موزوں فرمایا ہے اسے مجھ پر سے اتار لیں۔ پھر مجھ سے رضامند ہوں مگر اس میں وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ بے وفائی کی یہ کیفیت ہے کہ یہی لوگ جنہوں نے میری مخالفت اختیار کی ہے بخوشی میری بیعت میں آئے تھے۔ اور بڑی سخت قسمیں کھائی تھیں کہ ہم اپنے عہد و پیمان سے نہ پھریں گے۔ اب قول و قسم کے خلاف کر رہے ہیں اور اپنے عہد و پیمان کو توڑ ڈالا ہے۔ رہی دغا' حسد' بیوفائی کے بعد بد اندیشی اختیار کی ہے اور فریب اختیار کر رکھا ہے جس سے ان کا منشا یہ ہے کہ مجھ سے خلافت لے لیں۔ اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں ان تینوں مذموم عادتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

انما بغیکم علی انفسکم و من نکث فانما ینکث علی نفسه و لا یحیق مکرا لسئی الا باهله۔ ان تینوں مبارک کلموں کا ماحصل یہ ہے کہ حسد' بیوفائی اور مکر کا وبال اس شخص پر پڑتا ہے جو ان کی بری خصلتوں کو اختیار کرتا ہے مثل مشہور ہے **من حفر بیر الاخیه جبا دقع فیه منکبا** یعنی جس نے اپنے بھائی کے لیے کنواں کھودا وہ اس میں منہ کے بل گرتا ہے۔ مدعا یہ کہ برائی مت کر تیرا ہی برا ہو گا۔ دوسرے کے واسطے کنواں نہ کھود تو خود ہی اس میں گر پڑے گا۔ مشکل کا مقام ہے کہ دنیا میں چار آدمی چار باتوں میں اپنا نظیر نہیں رکھتے اور وہ چاروں میرے خلاف ہو کر عداوت و دشمنی پر کمربستہ ہیں اور جناب

رسالت مآب کے بعد کسی شخص کو ان چار جیسے شخصوں سے خصومت پیش نہیں آئی۔ ان میں ایک زبیر بن عوام جس سے بہادر شہسوار کوئی نہیں ہوا اور دوسرا طلحہ بن عبداللہ جس سے زیادہ مکار شخص دنیا میں کسی نے نہ دیکھا ہو گا۔ تیسری عائشہ ہے۔ دنیا میں کسی شخص کی لوگوں نے ایسی فرمانبرداری نہیں کی جیسی عائشہ کی چوتھا ۔علی بن منیہ ہے جس کے پاس اس قدر دنیاوی زر و مال موجود ہے کہ ان قرنوں میں کسی دوسرے کے پاس نہیں ہوا۔ اور یہ تین اس سے جس قدر مال طلب کرتے ہیں کہ میری مخالفت کے لیے لشکر پر خرچ کریں وہ حوالہ کر دیتا ہے اور یہ ذرا کمی نہیں کرتے۔ خدائے واحد کی قسم اگر وہ میرے ہتھے چڑھ گیا تو اس کے مال و فرزندوں کو مسلمانوں کی لوٹ قرار دوں گا اور اس کا تمام زر و مال خزانہ عامرہ میں داخل کروں گا۔

حضرت علی کے اس ارشاد کے بعد خزیمہ ابن ثابت نے اٹھ کر کہا جناب کا ارشاد عالی بالکل درست اور سچ ہے۔ اس خدا کی قسم جس نے حضرت محمد کو پیغمبر برحق بنا کر خلقت کی ہدایت کے واسطے بھیجا ہے یہ لوگ آپ سے حسد کرتے ہیں۔ بیوفا بھی ہیں اور بد اندیش بھی۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ آپ کی شجاعت زبیر کی دلیری سے برتر ہے اور آپ کا علم طلحہ کی فکر سے بالاتر ہے اور لوگ آپ کی اطاعت اس سے زیادہ کریں گے جیسی عائشہ کی اور دنیوی مال کی کوئی حقیقت نہیں۔ اللہ تعالی ۔علی بن منیہ سے بہت زیادہ مال و دولت آپ کو حلال سے کرامت فرمائے گا۔ اس کا مال محض ظلم سے جمع کیا گیا ہے اس ضرور ہے کہ فساد اور ظلم میں خرچ ہو۔ اب پھر امیر المومنین نے اپنی فوج کا جائزہ لیا بیس ہزار آدمی پائے۔ اب اس کے بعد اس موضع سے کوچ کیا اور مخالفوں کے مقابل پہنچ کر قیام کیا۔ مصری قبیلے مصریوں کے مقابل اور ربیعہ' ربیعہ کے سامنے اور اہل یمن' یمن والوں کے محاذی اترے۔ حضرت علیؑ نے مناسب سمجھا کہ طلحہ و زبیر کو خط لکھ کر ان کی بیوفائی اور دھوکہ دہی سے آگاہ کر دیں۔ اور جنگ کی نسبت اپنی مجبوریوں کا اظہار فرما دیں۔ قلم دوات منگا کر خط لکھا:

"تم لوگوں کو معلوم ہو کہ مجھے خلافت کی خواہش نہ تھی اور جس دن مجھے خلافت کے لئے کہا گیا میں نے انکار کر دیا تھا۔ لوگ بڑی ضد اور اسرار سے مجھے مجبور کر رہے تھے۔ پھر بھی میں نے اس وقت تک کہ تم دونوں رضامند نہ ہوئے اور بیعت نہ کر لی میں نے لوگوں سے بیعت نہ لی اور جس وقت تم نے بیعت کر لی تم پر کوئی جبر یا سختی نہ کی گئی تھی۔ نہ اس وقت کوئی ایسا مدعا اور مطلب ہی مد نظر تھا جس کے حصول کے لئے بیعت کی ہو۔ میں نہیں جانتا اب تم نے ایسا ارادہ کیوں کیا ہے اور میرے مخالف ہو کر جھگڑا کھڑا کر دیا ہے۔ اور عہد شکنی کو جائز سمجھ لیا ہے۔ اگر تم میرے اس بیان کو سچ سمجھتے اور جانتے ہو کہ میں نے تمہارے حقوق کی رعایت میں کوئی کمی نہیں کی ہے تو اپنے اس خیال اور ارادہ کو چھوڑ دو اور اگر میں غلط کہتا ہوں اور تم نے بہ کراہت بیعت کی ہے تو یہ بات ضرور ہے کہ تم نے ظاہر میں بیعت کر لی ہے جسے اور لوگوں نے بھی دیکھ لیا ہے خواہ تم دل میں مجھ سے دشمنی ہی کیوں نہ رکھتے تھے۔ تم نے میری فرمانبرداری کا حق اپنے ذمے عائد کر لیا ہے اب متابعت کے بعد جس کام میں میری مخالفت کرو گے لوگ اس کی نسبت تمہیں ملامت کریں گے۔ اے قریشی سرداروں کے سوار زبیر اور اے مہاجروں کے بزرگ طلحہ تم دونوں کے لئے آج خلافت کرنے اور عہد توڑ ڈالنے کی نسبت یہ امر بہت آسان تھا کہ شروع ہی میں میری بیعت نہ کرتے اور تمہارا یہ دعویٰ کہ عثمان کو میں نے قتل کیا ہے مجھے تمہارے اس کہنے اور مجھے اس تہمت سے بری نہ سمجھنے پر بڑا تعجب آتا ہے۔ اجازت دیتا ہوں کہ مدینہ کے لوگ آج نہ میرے ساتھ ہیں نہ تمہارے' وہ اس معاملہ میں ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کریں۔ اور قتل عثمان کے سلسلے میں ہر شخص کے کردار کا مفصل اور تحقیق شدہ حال جو انہوں نے بہ چشم خود دیکھا ہے۔ بیان کر دیں۔ اس سے ہر ایک کا حال ظاہر ہو جائے گا۔ اور اس کے قتل میں جس نے جتنی سعی کی ہے ظاہر ہو جائے گی۔ عثمان کے بیٹوں کو پہلے میری خلافت کا اقرار کرنا اور متابعت کرنی لازم ہے۔ پھر جن لوگوں پر اپنے باپ

کے خون کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ انہیں میرے روبرو دعویٰ کرنا چاہیے۔ اس وقت از روئے شریعت اور معدل جو کچھ اس معاملے کی نسبت لازم آئے گا۔ اس کا حکم دیا جائے گا اور تم کو طلب عثمان سے کیا سروکار' تم دونوں مہاجروں میں سے ہو اور عثمان بنی عبدالمناف میں سے تھا۔ اسے حق پر قتل کیا یا ناحق تمہارا اس سے کوئی رشتہ یا قرابت داری نہیں ہے۔ پھر تم کس بنا پر اس کے خون کا دعویٰ کرتے ہو۔ تم دونوں نے کسی دباؤ اور سختی کے بغیر بہ خوشی خاطر مجھ سے بیعت کی سخت قسمیں کھائیں اور خدا سے عہد کیا کہ مخالفت اختیار نہ کریں گے۔ اب عہد توڑ ڈالا اور میرے مقابلے پر نکل آئے۔ حرم جناب رسول خداؐ کو گھر سے نکال لائے۔ جہاں اسے رہنے کے لئے خدا نے حکم دیا ہے اور اتنے ہزاروں کو شک اور شبہ میں ڈال کر میرے خلاف جنگ کرنے کی ترغیب دیتے ہو نہ معلوم تمہارا کیا ارادہ ہے۔ اللہ اس نتیجے کو پہنچائے جو درست اور ٹھیک ہے اور تمہیں راہ راست دکھائے۔"

اس کے بعد امیرالمومنینؑ نے عائشہ کے نام اس مضمون کا خط تحریر کیا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اے عائشہ تم اس وجہ سے کہ اپنے گھر سے نکل آئی ہو خدا و رسولؐ کی گناہگار ہوئی ہو اور تم نے وہ کام اختیار کیا ہے جس سے خدا نے عورتوں کو منع فرمایا ہے۔ پھر دعویٰ کرتی ہو کہ مسلمانوں کے حالات کی اصلاح کے لئے گھر سے نکلی ہوں۔ ذرا یہ تو بتاؤ کہ عورتوں کو لشکر کشی اور مردوں کی اصلاح حالات سے کیا علاقہ۔ تم نے یہ بھی مشہور کیا ہے کہ میں خون عثمان کا بدلہ لینا چاہتی ہوں۔ تم میں اور عثمان میں کونسی قرابت اور رشتہ داری ہے۔ عثمان تو بنی امیہ میں سے تھا اور تم بنی تیم بن مرہ بن کنانہ میں سے۔ تمہارا گھر سے نکل آنا اپنے آپ کو اور خلق خدا کو معرض ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ ان لوگوں کے گناہ سے زیادہ بڑا گناہ ہے کہ جن لوگوں نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ میں یہ جانتا ہوں کہ تم از خود اس فعل کو نہیں کرتی ہو بلکہ اور لوگوں نے تمہیں اس پر آمادہ کیا ہے اور خون عثمان کا بہانہ کھڑا کرکے بھڑکا دیا ہے۔ اے عائشہ خدا سے ڈرو اور اپنے گھروں میں جا بیٹھو۔ عورتوں کی صلاحیت اس میں ہے کہ اپنے گھر سے باہر قدم نہ نکالیں۔"

طلحہ اور زبیر امیرالمومنین علیہ السلام کے خط پڑھ کر کچھ جواب نہ لکھ سکے۔ صرف یہ کہلا بھیجا کہ اے ابوالحسنؑ تم اس غرض سے لشکر لے کر آئے ہو کہ لوگ آئندہ زمانہ میں تمہارا ذکر کیا کریں اور اس معاملہ میں تمہاری شہرت ہو جائے تم کسی صورت سے بھی واپس نہ جاؤ گے تاوقتیکہ اپنا مدعا حاصل نہ کر لو گے اور ہم بھی آپ کی فرمانبرداری ہرگز اختیار نہ کریں گے۔ تمہیں جو کچھ کرنا ہو کرو معاملہ اظہار غصہ کی حد سے گزر چکا ہے۔ والسلام!

اس کے بعد عبداللہ ابن زبیر نے اٹھ کر کہا اے لوگو علی ابن ابی طالب نے خلیفہ برحق عثمان کو قتل کر دیا ہے اور اب لشکر فراہم کرکے تم پر چڑھائی کی ہے کہ تمہاری حکومت تم سے چھین لے۔ اور تمہارے شہروں اور قصبوں پر اپنا قبضہ جما لیں۔ تم مرد بن کر اپنے خلیفہ کے خون کا بدلہ لو اپنی حرمت بچاؤ اور اپنے زن و فرزند اور رشتہ داروں کی حفاظت کے لیے جنگ کرو کسی شخص نے جناب امیرالمومنین سے بھی وہ کلمے جو عبداللہ بن زبیر نے بھری مجلس میں آپ کے خلاف کہے تھے اور قتل عثمان کی تہمت لگائی تھی کہہ سنائے۔ امیرالمومنین حسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام نے تمام لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر نہایت فصاحت سے حمد باری تعالیٰ بیان کی اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ پر درود بھیجا۔ پھر فرمایا اے لوگو ہمیں خبر دی گئی ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے میرے والد محترم کے ذمہ برائیاں عائد کی ہیں اور قتل عثمان کو ان سے منسوب کرکے تہمت لگاتا ہے۔ اے مہاجر و انصار اور دیانت دار لوگو تم خوب جانتے ہو کہ عبداللہ کا باپ زبیر بن عوام اکثر اوقات عثمان کی نسبت کیسے کلمے کہتا تھا اور کیا نام رکھ چھوڑا تھا اور کس درجہ اس کی برائیاں بیان کرتا تھا طلحہ بن عبداللہ نے عثمان کی زندگی ہی میں خزانہ عامرہ میں کس قدر ناواجب تصرف کیا تھا۔ اب اس کی یہ مجال کہ میرے باپ پر ان باتوں کا الزام

لگائے جن سے تمام لوگ اچھی طرح آگاہ ہیں۔ اور بدگوئی سے پیش آئے۔ الحمد للہ کے ہمیں جواب دینے کی قدرت حاصل ہے کہ اگر ہم چاہیں تو اس کی نسبت سب کچھ کہہ سکتے ہیں۔ اور اس کا یہ کہنا کہ علی لوگوں کی حکومت چھننا اور ان کے شہروں اور علاقوں کو لینا چاہتا ہے' یہ تو خود اس کے باپ زبیر کی آرزو ہے وہ خود کہتا ہے کہ میں نے ہاتھ سے علی کی بیعت کی ہے نہ کہ دل سے۔

غرض کیسے ہی سہی اس نے بیعت کر لی ہے اور اقرار کے بعد انکار قابل سماعت نہیں ہوتا۔ شرع سے ظاہری امور پر حکم جاری ہوتا ہے اور پوشیدہ امور کا جاننے والا خدا ہے اور اہل بصرہ کے دفعیہ کے لیے اہل کوفہ کا آنا کوئی بیجا امر نہیں ہے۔ ہمیشہ نیک راستے پر چلنے والے بدراہوں کا دفعیہ کرتے ہیں اور اصلاح کرنے والے مفسدوں کو روکتے ہیں۔ یقیناً ہمیں ہوا خواہان عثمان سے کوئی سروکار نہیں نہ ان سے جنگ و جدل کی احتیاج۔ ہماری لڑائی صرف ان شخصوں سے ہے جو شترا سوار یعنی عائشہ کی پیروی کرتے ہیں۔

تمام لوگوں نے اس خطبہ کو بہت پسند کیا اور حسن کی بہت تعریفیں کیں۔ اس کے بعد لشکر آگے بڑھے ایک دوسرے کے مقابل اور قریب تر آ گئے۔ بصرہ کے غلام اور جوان بصرہ سے نکل کر اہل کوفہ کے برابر آ جمے۔ کعب بن سور عائشہ کے پاس گیا اور کہا اب دونوں لشکر آمنے سامنے آ گئے ہیں۔ جنگ ہونے والی ہے اگر یہ آگ بھڑکی تو بے شمار خون ہو جائیں گے اور پھر اس آگ کا بجھانا بہت مشکل ہو گا۔ اے ام المومنین اس کا کچھ مداوا کر کہ یہ سلگتی ہوئی آگ کہیں شعلہ نہ بن جائے۔

عائشہ ہودج میں سوار ہوئیں اور لوگ ان کے اونٹ کو جانب لشکر لے چلے۔ بصرہ کے لوگ اونٹ کے آگے آگے چل رہے تھے۔ لشکر میں پہنچ کر جناب امیر المومنین کو دیکھا کہ اپنے لشکر کو پیچھے ہٹا رہے ہیں اور جنگ سے روکتے ہیں۔ عائشہ یہ حال دیکھ کر واپس چلی گئیں اور وہ لوگ بھی جو ہودج کے ساتھ تھے چلے گئے۔ دوسرے دن امیر المومنین نے عبداللہ ابن عباس اور یزید بن صوحان کو طلب فرما کر کہا تم عائشہ کے پاس جاؤ اور کہو کہ خدا تعالی نے تمہیں اپنے گھر میں بیٹھنے کا حکم دیا ہے اور باہر نکلنے سے منع فرمایا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تم بھی اس امر سے بخوبی واقف ہو مگر ان لوگوں نے تمہیں بہکا رکھا ہے ان کے کہنے سے گھر سے نکل آئی ہو تمہارا ان لوگوں کے ساتھ ہو جانا خلق خدا کو مصیبت میں مبتلا کرے گا۔ بہتر یہی ہے کہ تم واپس چلی جاؤ۔ اور لڑائی جھگڑے میں نہ پڑو۔ اگر تم واپس نہ جاؤ گی اور اس آتش فساد کو نہ بجھاؤ گی تو انجام کار جنگ ہو گی۔ بے شمار آدمی مارے جائیں گے۔ اے عائشہ خدا سے ڈرو گناہوں سے توبہ کرو اور اللہ کی طرف متوجہ ہو وہ اپنے بندوں کی توبہ سنتا ہے اور عذر قبول کر لیتا ہے۔ سمجھ لینا چاہئے کہ عبداللہ ابن زبیر کی ہوا خواہی اور طلحہ ابن عبداللہ کی عزیز داری تمہارے کچھ کام نہ آئے گی اور انجام کار دوزخ کی آگ ہو گی۔ یہ دونوں شخص عائشہ کے پاس آئے۔ امیر المومنین کا پیغام سنایا عائشہ نے کہا میں ان باتوں کا جواب نہیں دے سکتی کیونکہ میں جانتی ہوں کہ حضرت علی سے از روئے دلیل و حجت جیت نہیں سکتی۔ وہ یہ سن کر چلے آئے اور جو کچھ عائشہ نے کہا تھا امیر المومنین علی سے کہہ دیا۔ آپ نے حکم دیا کہ لشکر کے امیروں اور سرداروں کو بلاؤ جب سب حاضر ہو گئے آپ نے اٹھ کر خطبہ پڑھا۔ محمد مصطفے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیج کر کہا:

اے لوگو! جس قدر ممکن تھا ان لوگوں سے نرمی کی اور دیر لگائی کہ یہ آگ شعلہ زن نہ ہو۔ مخالفوں کو معرکہ آرائی اور فساد انگیزی کے نتائج سے بھی ڈرایا' جب ان باتوں سے بھی کچھ اثر نہ ہوا تو میں نے انہیں خدا کے واسطے دیے اور جو جو تدابیر تقاضائے بشریت میں تھیں سب کر دیکھیں کہ کسی طرح لوگ خدا کا خوف کریں اور نصیحت پر چلیں۔ میں نے جنگ کی نقصانات بھی یاد دلائے کہ اپنے اہل و عیال ہی پر رحم کھائیں یا خدا و پیغمبر ہی سے شرمائیں مگر وہ نہیں مانتے نہ کسی نصیحت کو

سنتے ہیں۔ برابر یہی آواز آ رہی ہے کہ حرب و ضرب کے لیے مستعد ہو کر میدان جنگ میں نکلو۔ کوئی مجھ جیسے شخص سے یہ بات کس طرح کہہ سکتا ہے اور لڑائی سے ڈرا سکتا ہے۔ میں نے اپنی تمام عمر جنگ و جدل میں صرف کی اور حرب و ضرب کے میدان میں پرورش پائی ہے میں نہیں جانتا کہ یہ لوگ مجھے بھول کیوں گئے ہیں۔ میں وہی علی ہوں جس نے ان لوگوں کے بہادروں کی صفوں کو درہم برہم اور ان کے باپ اور بھائیوں کو قتل اور ان کی جماعتوں کو منتشر کیا ہے وہی شمشیر براں جس سے میں نے عرب کے دلیروں کے سر قلم کیے ہیں۔ ہنوز میرے قبضے میں ہیں۔ اور وہ نیزہ جس سے شجاعوں کے پہلو شگافتہ کیے ہیں میرے ہاتھ میں ہے۔ الحمدللہ کہ میرا دل قوی اور بازو طاقتور ہیں اور صبر و یقین حاصل ہے۔ مجھے کیا خطرہ ہے۔ کیا خدا تعالیٰ نے مجھ سے فتح و ظفر کا وعدہ نہیں کیا ہے۔ اور اس نے اپنی نعمتوں کے دروازے میرے واسطے نہیں کھول رکھے ہیں۔ موت سے کوئی نہیں بھاگ سکتا اور حکم خدا سے چھوٹے ہوئے تیر اجل کو کوئی نہیں روک سکتا۔ جو مارا جائے گا انجام کار اسے بھی مرنا ہی تھا۔ اور مرنے سے مارا جانا ہزار درجہ بہتر ہے۔ جس خدا کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے مجھے اسی کی قسم ہے کہ بستر پر پڑ کر مرنے کی نسبت مجھے بدن پر تلوار کے ہزار زخم کھانے زیادہ آسان معلوم ہوتے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے دست دعا بلند فرمائے اے خدا طلحہ نے خود آ کر مجھ سے بخوشی بیعت کی پھر عہد شکنی کی اور اپنے اقرار سے پھر گیا۔ اے خدا اگر یہ سچ ہے تو اسے زیادہ مہلت نہ دے اور مجھے اس کے مکر سے بچا لے۔

اے خدا زبیر بن عوام نے میری بیعت کا حق فراموش کر دیا ہے اور مجھ سے دشمنی و عداوت سے پیش آیا۔ بیوفائی اختیار کی مجھ میں اور مسلمانوں میں آتش جنگ روشن کی اور پھر یہ سمجھتا ہے کہ میں نے برائی کی اور ظالم ہوں۔ اے خدا اس کے شر کو مجھ سے دور رکھ۔

اس خطبے کے بعد مناجات کی اور حمد باری تعالیٰ کے بعد ترتیب فوج کی طرف متوجہ ہوئے سواروں کے میمنہ پر عمار یاسر کو' پیادوں کے میمنہ پر شریح بن ہانی کو' سواروں کے میسرہ پر سعید بن قیس ہمدانی اور پیادوں کے میسرہ پر رفاعہ بن شداد بجلی کو مقرر کیا۔ محمد بن ابی بکر کو سواروں کے قلب میں اور عدی بن حاتم طائی کو پیادوں کے بیچ میں قائم کیا۔ سواروں کے جناح کا دستہ زیاد بن کعب ارحبی کو اور پیادوں کا حجر بن عدی کندی کو ملا۔ عمر بن حمق خزاعی کو سواروں کی اور جندب بن زہیر ازدی کو پیدلوں کی کمان عطا کی گئی۔

اس کے بعد ہر ایک عربی قبیلے کے سردار کو بلا کر حکم دیا کہ اپنی اپنی جماعتوں کا دھیان رکھیں۔ اور جس امر کی طرف رجوع کریں اسی پر قیام کریں۔

غرض جناب امیر المومنین نے اپنی فوج کو اس ترتیب سے قائم کر کے صفیں مرتب کر دیں دوسری طرف سے عائشہ بھی نکلیں ہودج میں سوار تھیں جو عسکر نام اونٹ کی پیٹھ پر بندھا ہوا تھا۔ اس اونٹ کو ۔علی بن منبہ نے دو سو دینار میں خریدا تھا اور یہ ہودج بھی بہت بڑا تھا۔ سراسر کاٹھ کا تھا اور لوہے کی میخیں جڑی ہوئی تھیں۔ اور اونٹ کی کھال اس کے اوپر منڈھ دی تھی۔ اندر کی جانب عمدہ قسم کا کپڑا لگایا تھا۔ اسی اونٹ پر بصرہ والوں کا جھنڈا نصب تھا۔ جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہو چکے اور بہادروں کا آمنا سامنا ہوا تو امیر المومنین علی اپنی صفوں سے نکل کر طرفین کی صفوں کے درمیان آ کھڑے ہوئے۔ جناب رسالت مآبؐ کا لباس زیب تن تھا اور آنحضرت کی ردائے مبارک دوش پر پڑی' سر پر سیاہ عمامہ تھا۔ جناب رسول خداؐ کی سواری کا مرکب جو رنگ میں خنگ اور دلدل نام تھا آپ کی سواری میں تھا۔ آپ نے با آواز بلند فرمایا زبیر بن عوام کہاں ہے اس سے کہو میرے سامنے آئے۔ کچھ لوگوں نے کہا یا امیر المومنین زبیر ہتھیار لگائے ہوئے ہے۔ اور آپ خالی ہاتھ ہیں آپ نے فرمایا کچھ فکر نہیں اسے میرے سامنے بھیجو زبیر حاضر ہوا اور عائشہ نے فریاد کی کہ افسوس اسماء بیوہ ہو گئی

لوگوں نے تسلی دی کہ تم اندیشہ نہ کرو حضرت علی کسی کو یوں ہی نہیں مارتے اور وہ تو بغیر اسلحہ تشریف لائے ہیں۔ شاید کچھ فرماتے ہوں گے۔

غرض زبیر جناب امیر المومنین علیہ السلام کے سامنے آیا۔ آپ نے فرمایا اے ابا عبداللہ یہ کیا بات ہے جو تو کرنا چاہتا ہے' کس بات نے تجھ کو اس بات پر آمادہ کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ طلب خون عثمان نے۔ آپ نے فرمایا خود تو نے اور تیرے ہمراہیوں نے ہی تو اسے مارا ہے اور اب تک اس کا خون تمہاری تلواروں سے ٹپک رہا ہے۔ کیا تو آپ سے اور اپنے دوستوں سے بدلہ لینا چاہتا ہے۔ پھر فرمایا میں تجھے خدائے واحد کی جس نے جناب محمد مصطفیٰؐ پر قرآن مجید نازل فرمایا ہے قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ حضرت رسول خداؐ نے کبھی تجھ سے دریافت کیا تھا کہ تو علی کو دوست رکھتا ہے؟ اور تو نے کہا تھا کہ میں کیوں نہ دوست رکھتا کہ وہ میری خالہ کا بیٹا ہے۔ حضرت نے اس وقت خبر دی تھی کہ تو ایک دن اس کے مقابلے کے لیے میدان میں نکلے گا اور دشمنی کرے گا اور یقیناً" تو اس دن ظالم ہو گا۔ زبیر نے جواب دیا ہاں یہی بات تھی۔ پھر آپ نے فرمایا ایک اور قسم دے کر پوچھتا ہوں تجھے یاد ہے کہ جس دن جناب رسول خداؐ سرائے عمر بن عوف سے تشریف لا رہے تھے تو ان کے ہمراہ تھا اور تیرا ہاتھ آنحضرتؐ کے دست مبارک میں تھا اتنے میں میں بھی سامنے سے آ گیا۔ جناب رسالت مآبؐ نے مجھے سلام کیا' میں آپ کے چہرے کی طرف دیکھ کر ہنسا۔ تو نے مجھ سے کہا اے ابو طالب کے بیٹے جناب رسول خدا کو پہلے سلام نہیں کیا۔ تو تکبر سے باز نہیں آیا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا اے زبیر خاموش رہ علی مغرور نہیں ہے۔ ایک دن وہ ہو گا کہ تو اس کے مقابلے پر آئے گا اور اس دن تو ظالم ہو گا۔ زبیر نے کہا ہاں یہ بھی سچ ہے جناب رسول خدا نے ایسا ہی ارشاد کیا تھا اے امیر المومنین میں ان باتوں کو بھول گیا تھا۔ آپ نے یاد دلایا اب میں سمجھا کہ آپ حق پر ہیں اگر یہ بات مجھے پہلے یاد آ جاتی تو ہرگز آپ کے مقابلے کے لیے نہ نکلتا' اس وقت آپ نے جتلا دیا۔ میں اپنے فعل سے باز آیا۔ اب کوئی ایسا کام نہ کروں گا جس سے خاطر مبارک میں میل آئے۔ یہ کہہ کر چلا گیا اور عائشہ کے پاس پہنچا ہودج میں تھیں پوچھا اے ابا عبداللہ تم میں اور علی میں کیا کیا باتیں ہوئیں۔

زبیر نے ان باتوں کا ذکر کیا جو حضرت علی نے جناب رسالت مآبؐ کے فرمودات یاد دلائے تھے اور کہا ایک اور بات بھی ہے وہ یہ کہ قسم خدا کی میں زمانہ جاہلیت اور عہد اسلام میں جس جس معرکہ میں شریک ہوا ہوں کہیں نہیں ہچکچایا۔ ہر موقع پر بڑا باحوصلہ اور دلیر رہا ہوں۔ مگر آج علی کے مقابلے میں دیکھتا ہوں کہ فکر و اضطراب سے گویا خود بخود میرے قدم پیچھے ہٹے جاتے ہیں۔

عائشہ نے کہا اے ابا عبداللہ معلوم ہوتا ہے کہ تو علی کی تلوار سے ڈر گیا ہے اور تو ڈر جائے تو کوئی عیب اور عار بھی نہیں کیونکہ تجھ سے پیشتر اکثر بڑے بڑے بہادر اس سے کانپ اٹھے ہیں۔ اس کے بیٹے عبداللہ نے کہا اے باپ شاید تو علی کی تلوار میں اپنی موت کا منہ دیکھ آیا ہے جو اس سے ڈر کر پلٹ آیا ہے۔ زبیر نے کہا خدا کی قسم اے بیٹے تو میرے لیے ہر موقع پر بدبخت نکلا ہے۔ اس نے جواب دیا میں تو بدبخت نہیں نکلا مگر تو نے مجھے اہل عرب کے سامنے ذلیل و رسوا کر دیا۔ اور بدنامی کا ایسا داغ لگا دیا جو سات سمندر کے پانی سے بھی نہیں دھل سکتا۔ زبیر یہ بات سن کر غضبناک ہوا۔ اور مرکب کو ڈپٹ کر لشکر امیر المومنین کی طرف پلٹا۔ حضرت نے اس کی یہ حالت دیکھ کر اپنی فوج سے کہا اسے راستہ دو کہ صفوں سے دوسری طرف نکل جائے لوگوں نے اسے نہ روکا اور وہ صفوں کو چیرتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔ مگر کسی کو زخمی نہیں کیا پھر اپنی جگہ پہنچ کر بیٹے سے کہا کیا بزدل ایسا ہی حملہ کرتے ہیں۔ عبداللہ نے کہا حملہ تو بہت اچھا تھا۔ لیکن کسی کو ایک بھی زخم نہ لگا اور اس وقت جبکہ جنگ سے کام آ پڑا ہے تو ہم سے پیٹھ موڑتا ہے۔ اور چھوڑے جاتا ہے۔

زبیر نے کہا اے بدبخت میں نے جناب محمد مصطفےؐ کا کلام سن رکھا ہے۔ کیا تیرے لیے میں اپنے آپ کو دوزخ میں ڈال دوں۔ اس کے بعد وہ لشکر سے نکلا اور پچاس سواروں نے اس کا پیچھا کیا کہ واپس لے آئیں۔ زبیر نے باگ موڑی اور حملہ کر کے انہیں منتشر کر دیا۔ پھر آگے روانہ ہوا یہاں تک کہ وادی سباع کے ایک موضوع میں پہنچا اور بنی تمیم کی ایک جماعت کے پاس قیام کیا اس کے ایک آشنا نے پوچھا کہ لشکر کو کس حال میں چھوڑا زبیر نے جواب دیا کہ دونوں جنگ آزمائی کا ارادہ رکھتے تھے اور لڑائی شروع ہونے کو تھی مجھ سے نہ دیکھا گیا چلا آیا آشنا نے اس کے لیے کھانا منگایا اس نے کچھ کھا کر اوپر سے دودھ پیا اور وضو کر کے نماز پڑھی پھر سو رہا۔ آشنا نے بے خبر پا کر تلوار سے سر کاٹ ڈالا اور اس کے اسلحہ اور انگشتری لے کر جناب امیر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

کہتے ہیں کہ اس شخص کا نام عمرو بن جرموز مجاشعی تھا۔ جب زبیر کا گھوڑا' اس کا سر اور ہتھیار جناب امیر کے سامنے لایا تو آپ اس کے قتل سے بہت ناراض ہوئے۔ اور عمر سے مواخذہ کیا کہ تو نے اسے کیوں مار ڈالا۔ عمر نے کہا میں سمجھا کہ آپ اس کے مارے جانے سے خوش ہوں گے اور یہ بھی خیال تھا کہ وہ آپ کی ہرگز اطاعت نہ کرے گا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے جناب رسول خداؐ سے سنا ہے کہ زبیر کے قاتل سے بتا دو کہ دوزخ میں جائے گا۔

عمر اس خبر سے رنجیدہ ہو کر واپس چلا گیا۔ حضرت علی تلوار کو گردش دیتے تھے اور رو رو کر فرماتے تھے کہ یہ وہ تلوار ہے جس نے جناب محمد مصطفےؐ کے مقابلے سے بہت سی تکلیفوں کو دور کیا تھا۔ اور خدا کے راستے میں بہت سی کوششیں کی تھیں اسی طرح زبیر کے قتل پہ بہت افسوس اور رنج فرماتے رہے۔ آخر صبر فرمایا پھر لشکر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آنکھیں نیچی کر کے دل میں معرکہ آرائی کا مصمم ارادہ کر لو۔ یاد خدا کے سوا اور کوئی ذکر نہ ہو۔

عائشہ اپنی فوج کا دل بڑھا رہی تھی اور اہل بصرہ جنگ پر مستعد تھے۔ اب لشکر امیر پر پیہم تیر آنے شروع ہوئے اور اہل لشکر زخمی ہونے لگے مگر حضرت علی اب بھی خاموش تھے۔ دوستوں نے کہا اے امیر المومنین ان لوگوں کی گستاخی حد سے تجاوز کر گئی ہے۔ وہ تیر افگنی سے ہماری جمعیت کو خستہ کر رہے ہیں اور آپ اجازت جنگ عطا نہیں فرماتے۔ ہم نہیں سمجھ سکتے آپ کس بات کا انتظار فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں چاہتا تھا کہ اپنے آپ کو جنگ سے باز رکھوں مگر دیکھتا ہوں کہ وہ نصیحت نہیں سنتے بلکہ جنگ شروع کر کے ہمارے بہت سے آدمیوں کو زخمی اور مجروح کر دیا ہے۔ اب کوئی عذر باقی نہیں رہا۔

اس کے بعد آپ نے زرہ پہنی اور شمشیر حمائل کر کے سر پر عمامہ باندھا اور دلدل پر سوار ہو کر قرآن شریف لیا آواز دی کہ تم میں سے کون شخص اس قرآن شریف کو میرے ہاتھ سے لے کر ان لوگوں کے سامنے لے جائے گا تاکہ انہیں اس قرآن مجید کی مندرجہ امر و نہی کی طرف بلائے۔

مجاشع میں سے ایک غلام مسلم نام آگے بڑھا اور کہا میں لیجا کر ان کے سامنے پیش کروں گا۔ آپ نے فرمایا اے جوان اگر تو قرآن شریف کو ان کے سامنے لے جائے اور وہ تجھے قتل کر ڈالیں تو کیا تجھے اپنا قتل گوارا ہے۔ اس نے کہا مجھے گوارا ہے۔ آپ نے خبر دی کہ سب سے پہلے وہ ان ہاتھوں کو جن میں قرآن مجید ہو گا قطع کریں گے۔ پھر تیرے اور زخم لگائیں گے اور ہلاک کر دیں گے۔ اس نے کہا جو کچھ آپ نے فرمایا میں اس سب پر راضی ہوں اس لیے کہ میرا خدا رضا مند ہو گا۔ تو پھر مجھے کس بات کا غم ہے۔ آپ نے مکرر اس سے یہ کلمات ارشاد فرمائے۔ اور حجت ختم کی۔ اس نے کہا کہ خدا کے راستے میں شہید ہونا اور درگاہ سے ثواب موعود حاصل کرنا بمقابلہ تکلیف بہت اچھا ہے۔

اس کے بعد آپ نے دعاء خیر دی اور وہ قرآن شریف لے کر مخالفوں کے پاس پہنچا اور کہا اے لوگو جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالب نے جو حضرت رسول خدا صلعم کا چچیرا بھائی اور وصی ہے یہ قرآن شریف میرے ہاتھ تمہارے پاس بھیجا ہے

اور اپنے آپ کو مجبور کر کے کہا ہے کہ میں تمہارے ساتھ اس کلام الٰہی کے مطابق عمل کروں گا تم مجھ سے مخالفت نہ کرو۔ اور جنگ سے پیش نہ آؤ۔ خدا سے ڈرو اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔ عائشہ کے خدمتگاروں میں سے ایک آدمی نے آتے ہی اس پر تلوار کا وار کیا اور اس کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے۔ اس جوان نے قرآن شریف کو سینہ اور بازوؤں سے روکا' دوسری تلوار سینہ ماری اور قتل کر دیا۔ اللہ رحمت و برکت نازل فرمائے۔

جناب امیر المومنین علی علیہ السلام نے یہ حال دیکھ کر علم اپنے بیٹے محمد بن حنیفہ کے حوالہ کیا اور کہا اے بیٹے علم لے کر دشمنوں پر حملہ کر۔ محمد نے حملہ کیا اور صفوں کے مقابل آ کر رجز پڑھی اور توقف کیا۔ حضرت علی نے آواز دی کیوں دیر لگا رہے ہو حملہ کرو۔ محمد حنیفہ نے حملہ کر کے کئی شخص بار بار گرائے۔ وہ ایک طرف سے دوسری طرف حملہ کرتا رہا تھا۔ جناب امیر ملاحظہ فرما رہے تھے اور اس کی شجاعت اور طریقہ جنگ سے خوش ہو رہے تھے۔ اور کہتے تھے۔ **اطعن بها طعن ابيك نحمد لا خير في الحرب اذا لم توقد** محمد بن حنیفہ نے کچھ دیر تک جنگ کی پھر علم لیے ہوئے واپس ہوئے۔ اور اپنی صف میں آ ملے۔ اس کے بعد جناب امیر المومنین نے تلوار کھینچ کر حملہ کیا۔ کچھ عرصہ تک دائیں جانب کی فوج پر حملہ کرتے رہے۔ اور بہت سے آدمیوں کو خاک و خون میں ملایا' پھر کچھ عرصے تک بائیں جانب حملہ آور ہو کر قتل و قمع کیا۔ آخر آپ کی تلوار خمیدہ ہو گئی۔ آپ مرکب سے اتر پڑے اور تلوار کو زانو کے نیچے دبا کر سیدھا کرنے لگے' کسی بہی خواہ نے کہا آپ تلوار مجھے دیں۔ خود سیدھی کرنے کی تکلیف نہ اٹھائیں میں سیدھی کر دوں گا آپ نے کچھ جواب نہ دیا اور تلوار سیدھی کر کے پھر سوار ہوئے۔ اور دوبارہ حملہ کیا جو سامنے آتا مار گراتے اب پھر تلوار میں بل آ گیا آپ پلٹ کر اپنی صف میں چلے آئے۔ تلوار کو درست کرتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے خدا کی قسم میں صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے یہ جنگ کر رہا ہوں پھر اپنے بیٹے محمد حنیفہ کی طرف دیکھ کر کہا۔ ایسی جنگ کر جیسی تیرا باپ کرتا ہے۔

اسی اثناء میں اہل بصرہ کی میمنہ فوج نے کوفہ والوں کی فوج کے میسرہ پر حملہ کیا اور کسی قدر پیچھے ہٹا لگے گئے۔ مگر اہل کوفہ نے پھر جم کر جنگ کی۔ علی کے طرفداروں میں سے مخنف بن سعید ازدی نے صاحبان جمل پر حملہ کر کے کئی افراد کو قتل اور زخمی کیا۔ اور پھر خود بھی زخم کھایا۔ اور چلا آیا۔ پھر اس کا بھائی صقعہ بن سلیم گیا۔ اور سخت زخمی ہو گیا۔ اور شہید ہو گیا۔ پھر زید بن عبدی جو جناب امیر کے مشہور و معروف دوستوں میں سے تھا اور نامور شریف اور امیر المومنین کا فرمانبردار بھی تھا حملہ آور ہوا اور کچھ عرصہ جنگ کر کے شہید ہوا۔

اس کے بعد اس کے بھائی صعصعہ بن صوحان نے علم لے کر حملہ کیا اور سخت زخمی ہو کر پلٹا اس کے بعد ابو عبیدہ عبدی جو اصحاب امیر المومنین میں سے تھا علم لے کر حملہ آور ہوا۔ اور شہادت پائی۔ اسی طرح عبداللہ بن رقبہ اور رشید بن سمر نے یکے بعد دیگرے علم سنبھالا اور حملہ کر کر کے جام شہادت نوش کیا۔ غرضیکہ ایک ہی جگہ پر حضرت علی کے ساتھ مشہور و معروف دوست شہید ہوئے۔ اب اصحاب جمل میں سے ایک شخص عبداللہ بن میثری نام میدان میں آیا اور رجز خواں ہو کر کہتا تھا۔ ابو الحسن جو اس فتنہ کا بانی ہے اور جس کی دشمنی فرض ہے کہاں ہے؟ جناب امیر نے فرمایا میں موجود ہوں آگے آ میں دیکھوں کیا کرتا ہے۔ اس شخص نے تلوار کھینچ کر حضرت پر حملہ کیا۔ حضرت علی نے ایک ایسا ہاتھ مارا کہ اس کا سر اور گردہ اور بازو کٹ کر دور جا گرے پھر اس کے سر پر کھڑے ہو کر فرمایا کیوں تو نے ابو الحسن کو دیکھا۔ اسی وقت بنی ضبہ عائشہ کے اونٹ کے گرد حلقہ زن ہو گئے۔ ہر شخص اپنی کہہ رہا تھا۔ اور اشعار پڑھے جاتے تھے ان میں سے ایک شخص اونٹ کی مہار سنبھالے ہوئے تھا اور شمشیر برہنہ ہاتھ میں لیے اس پر فخر کر رہا تھا۔ زید بن سقط شیبانی نے تلوار کھینچ کر منہ پر ماری اور زمین پر گرا دیا۔ بنی ضبہ میں سے ایک اور آدمی نے نکیل آ کر سنبھال لی اس کا نام عاصم بن زلف تھا۔ اس نے امیر المومنین

کی دشمنی کے مضمون کا شعر پڑھا ہی تھا کہ آپ کے ہوا خواہوں میں سے منذر بن حفصہ تمیمی نے حملہ کر کے مار ڈالا۔ پھر میدان میں گھوڑے کو کاوے دیتا ہوا فخر کرنے لگا۔ اتنے میں اصحاب جمل کے ایک جوان وکیل بن مومل جنی نے صف سے نکل کر منذر پر حملہ کیا' دونوں تلوار سے جنگ کرنے لگے۔ انجام کار منذر نے تلوار مار کر گرا دیا۔ اشتر نخعی میدان میں نکلا شیر غضب کی طرح دھاڑا۔ اور مرد مقابل طلب کیا عامر بن شداد ازدی مقابلے پر آیا کچھ دیر نیزہ سے جنگ کرتا رہا مگر اشتر نے نیزہ مار کر گرا دیا پھر للکارا کہ اور کون ہے جو مجھ سے جنگ آزمائی کرنا چاہتا ہے۔ سامنے آئے۔ مگر کوئی نہ نکلا۔ اشتر میدان جنگ میں گھوڑے کو کاوے دیتا اور فخریہ اشعار پڑھتا تھا جب کوئی شخص مقابل نہ آیا تو اپنی جگہ پلٹ آیا۔

پھر محمد بن ابی بکر اور عمار یاسر میدان میں نکلے اور اشتران کے عقب سے گزر کر دوسری طرف ان کے برابر جا کھڑا ہوا۔ اتنے میں اصحاب جمل سے ایک شخص نے آواز دی کہ تمہارا کیا نام ہے۔ انہوں نے کہا تجھے نام سے کیا لینا اگر کچھ جنگ کا حوصلہ رکھتا ہے تو سامنے آ کہ تجھے بھی دیکھ لیں۔ عمر بن میسری جنی نکل کر مقابلے پر آیا۔ عمار یاسر نے اسے ہلاک کر دیا۔ کعب بن سوار ازدی نے عمار یاسر پر حملہ کرنے کا قصد کیا۔ مگر ایک ازدی غلام زیادہ جوش میں آ کر اس پر سبقت لے گیا۔ جونہی وہ عمار یاسر کی طرف بڑھا اور عمار نے چاہا کہ حملہ آور ہو ابو زینب ازدی نے لپک کر حملہ کر دیا اور اس غلام کو قتل کر دیا۔ پھر جناب امیر کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ اب عمر بن میسری اور کچھ اصحاب جمل اپنی جگہ سے بڑھے اور دونوں صفوں کے بیچ میں جہاں سے عائشہ کی سواری کا اونٹ قریب تھا کھڑے ہو کر لڑنے والوں کو طلب کیا۔ جناب امیر کے اصحاب میں سے الہیثم بن سدوسی نکلا عمر بن میسری نے حملہ کر کے شہید کیا۔ پھر اور مقابل طلب کیا۔ عبداللہ بن صوحان ازدی نے پہنچ کر اس پر حملہ کیا اور شہید ہو گیا۔ پھر اور کسی کو طلب کیا مگر سب اس کی شجاعت اور حملہ دیکھ چکے تھے کوئی بھی مقابلے پر نہ آیا۔ عمر گھوڑے کو میدان میں کاوے دیتا تھا اور اپنی تعریف کر رہا تھا اس کا خوف دلوں پر چھا گیا تھا۔ یہ حال دیکھ کر عمار یاسر نے اپنا مرکب اس کی طرف بڑھایا اور سامنے آ کر کہا یہ لاف و گزاف کب تک۔ اگر تو سچا ہے تو ٹھہر کہ تو مردوں کا وار ملاحظہ کرے۔ عمر نے تلوار کھینچ کر عمار یاسر پر حملہ کیا۔ عمار نے بھی مقابلہ کیا۔ بہت دیر تک دونوں میں کشمکش اور رد و بدل ہوتا رہا۔ آخر کار عمار نے تلوار کے وار سے اسے گھوڑے سے نیچے گرا دیا پھر آپ بھی نیچے اتر کر اور اس کا پاؤں پکڑ کر گھسیٹتا ہوا لایا اور جناب امیر کے سامنے لا کر ڈال دیا آپ نے حکم دیا کہ اس کا سر کاٹ ڈالو۔ عمر نے کہا مجھے مت مارو جس طرح میں ان کی مدد کرتا تھا اسی طرح تمہاری رضامندی کے لیے اب ان سے جنگ کروں گا۔ آپ نے فرمایا اے دشمن خدا میں تجھے کس طرح چھوڑ دوں کہ تو نے میرے تین مصاحب جو بہادری' شجاعت' دانائی اور عقل میں نظیر نہ رکھتے تھے قتل کئے ہیں۔ عمر نے کہا اے امیر مجھے تم سے کچھ کہنا ہے قریب آؤ تو میں کان کچھ کہوں وہ ایک بڑے راز کی بات ہے کہ جس کے معلوم ہونے سے آپ کو بڑا فائدہ ہو گا آپ نے کہا تو بڑا شقی ہے اور جناب رسول خدا نے مجھ سے فرما رکھا ہے کہ متمرد شخص سے علیحدہ رہنا۔ عمر نے کہا خدا کی قسم اگر تم میرے قریب آتے اور اپنا کان میرے لبوں کے قریب کرتے تو آپ کا کان یا ناک کتر لیتا۔ حضرت نے اس کے اس کہنے سے بڑا تعجب کیا پھر اپنے ہاتھ سے اسے ہلاک کیا۔

پھر اس کا بھائی عبداللہ بن میسری نکلا اور مرد مقابل طلب کیا۔ جناب علی مرتضیٰ ایسے طریق سے سامنے تشریف لے گئے کہ وہ نہ پہچانے جناب امیرؑ نے حملہ کیا اور اپنی تلوار کا وار سیدھا کیا کہ آدھا چہرہ اور سر کٹ کر گر پڑا۔ پھر آپ نے مراجعت کی کہ اپنی صف میں آ جائیں اتنے میں ایک اور آواز سنی مڑ کر دیکھا تو عبداللہ بن خلف خزاعی عائشہ کے گھر کا منتظم اور بصرہ کا رہنے والا تھا آپ نے استفسار فرمایا کہ عبداللہ کیا کہتا ہے اس نے کہا یا علی تم تھوڑی دیر کے لئے مجھ سے میدان جنگ میں مقابلہ کرنا منظور کرتے ہو۔ آپ نے فرمایا یہ کوئی مشکل بات نہیں لیکن تجھے مارے جانے میں کیا راحت ملے گی۔ غالباً" تو مجھے نہ

سب سے پہلے حجاج بن عزیہ انصاری نے باگ اٹھائی۔ اس کے بعد عقب سے حذیمہ بن ثابت نے حملہ کیا۔ پھر شریح بن ہانی بن عروہ مذحجی، زیاد بن کعب ہمدانی، عمار بن یاسر، اشتر نخعی، سعید بن قیس ہمدانی، عدی بن حاتم طائی، رفاعہ بن شداد نے بالترتیب ایک دوسرے کے پیچھے حملے گئے۔ غرضیکہ حضرت امیرالمومنین کے اصحاب ہر سمت سے دائیں بائیں اور قلب و جناح کی فوجوں پر ٹوٹ پڑے۔ ایسے لاجواب ہلے کئے اور اس طرح ٹوٹے کہ اس جیسی لڑائی کبھی کسی نے نہ دیکھی ہو گی۔
بے شمار اصحاب جمل مارے گئے اور عائشہ کا ہودج جس میں وہ تشریف فرما تھیں تیروں کی بوچھار کی کثرت کے سبب اس میں اس قدر تیر پیوست ہو گئے تھے کہ وہ سیہہ کی پیٹھ معلوم ہوتا تھا۔ اصحاب جمل انتہائی اعتقاد سے عائشہ کے اونٹ کی مینگنیاں اٹھا اٹھا کر سونگھتے تھے اور آپس میں آکہتے تھے کہ مومنوں کی ماں عائشہ کے اونٹ کی مینگنیوں میں سے تو مشک سے بھی زیادہ خوشبو آتی ہے اور اس پر بہت فخر کرتے تھے۔ اونٹ کی مہار تھام کر خوب مردانگی دکھا رہے تھے اور اس کے سامنے قتل ہو ہو کر گرتے جاتے تھے اس طرف سے اشتر نخعی داد شجاعت دے رہا تھا۔ عبداللہ ابن زبیر نے اسے دیکھ کر آواز دی اے دشمن خدا اپنی جگہ ٹھہرئیں تجھے سب جگہ ڈھونڈ پھرا اب کوئی لحہ جاتا ہے کہ تو مردوں کے ہاتھ دیکھ لے گا۔ یہ کہہ کر نیزہ لیا اور مرکب دوڑایا۔ دونوں نیزہ سے جنگ کرنے لگے۔ مگر عبداللہ ابن زبیر نے بہ مشکل اپنے آپ کو اس کے ہاتھ سے بچایا۔ آج اشتر روزہ سے تھا اور اس سے پہلے دو یوم تک بیماری کی وجہ سے کچھ نہ کھایا تھا، ورنہ عبداللہ اس کے ہاتھ سے بچ کر نہ جاتا۔
جس وقت طرفداران امیرالمومنین نے ہر سمت سے حملہ کر دیا اور آثار فتح نظر آنے لگے اور بصرہ والوں کی ایک کثیر تعداد قتل ہو گئی تو انجام کار تاب مقاومت نہ لا کر فرار اختیار کیا۔ لشکر امیرالمومنین نے تعاقب کرکے بہت سے آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس وقت آپ نے حکم دیا کہ اس اونٹ کو جسے شیطان نے ابھی تک سنبھال کر رکھا ہے بے پاؤں کا کر دو۔ کئی شخص اس طرف دوڑ پڑے۔ عبدالرحمن بن صرہ تنوخی نے پہنچکر اس اونٹ کی دو اگلی ٹانگوں پر تلوار ماری جس سے دونوں پاؤں قلم ہو گئے اور فوراً" وہ اونٹ ایک مصیبت ناک آواز نکال کر سینہ کے بل زمین پر آ رہا۔ عمار یاسر نے تلوار سے تنگ کاٹ ڈالی کہ ہودج زمین پر آ رہا۔
اس کے بعد جناب علی مرتضیٰ آ پہنچے۔ عائشہ نے آپ کو دیکھ کر کہا اے علی تم نے فتح پائی ہے تو نیکی سے پیش آؤ۔ آپ نے محمد بن ابی بکر سے کہا اپنی بہن کو سنبھال اور اپنے سوا کسی اور کو اس ہودج کے پاس نہ آنے دے۔ محمد دوڑ کر گیا اور ہودج کے اندر ہاتھ ڈال کر چاہا کہ عائشہ کو اندر سے نکالے۔ عائشہ نے کہا تو کون ہے تیرا ہاتھ میرے دامن کو چھو گیا ہے۔ محمد نے کہا بہن میں ہوں تو نے اپنا یہ کیا حال کیا۔ آبرو ضائع کی اور ہلاکت میں پڑی۔
اس کے بعد اسے شہر بصرہ میں لے جا کر عبداللہ بن خلف خزاعی کے گھر میں جہاں وہ آتے میں اتری تھیں ٹھہرایا۔ عائشہ نے کہا میں قسم دلاتی ہوں کہ عبداللہ بن زبیر کو بلاؤ۔ محمد نے کہا اسے بلا کر کیا کرو گی۔ یہ سب مصیبت اور خرابی اسی کے سبب اٹھانی پڑی ہے۔ عائشہ نے کہا مجھے زیادہ مت ستاؤ وہ میرا بھانجا ہے میں اسے دیکھنا چاہتی ہوں کہ اس معرکہ میں اس کا کیا حال ہوا ہے۔ محمد میدان جنگ میں واپس آیا۔ عبداللہ کو بہت مجروح اور خستہ حال دیکھا۔ کہا اٹھ ہم اپنے گھر چلیں۔ عبداللہ گھوڑے پر سوار ہوا اور محمد اس کے پیچھے بیٹھا۔ جب داخل خانہ ہوا تو عائشہ اس کا یہ حال دیکھ کر رونے لگیں اور اس کو گلے سے لگایا۔ پھر مصروف علاج ہوئیں۔ پھر عائشہ نے محمد سے کہا جا اس کے واسطے علی سے امان طلب کر۔ محمد نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عبداللہ ابن زبیر کے لیے امان طلب کی۔ آپ نے فرمایا ایک عبداللہ کیا میں نے تمام عالم کو امان دے دی۔ اس کے بعد جناب امیر نے عبداللہ ابن عباس کو بلا کر کہا۔ عائشہ کے پاس جا اور کہہ دے کہ جلد سے جلد مدینہ جاؤ اور بصرہ میں نہ ٹھہرو عبداللہ ابن عباس نے عبداللہ بن خلف کے دروازے پر پہنچ کر کہا کہ مجھے عائشہ سے کچھ کہنا ہے۔ اجازت ہو

تو اندر آ کر پیغام پہنچا دوں۔ عائشہ نے اجازت نہ دی۔ عبداللہ بے اجازت ہی اندر چلا گیا۔ چند تکیئے پڑے ہوئے تھے ان ہی میں سے ایک اٹھا کر اس پر ہو بیٹھا۔ عائشہ نے کہا اے عباس کے بیٹے تو نے سنت امر کو ترک کر دیا کہ میری اجازت بغیر اندر چلا آیا اور میرے بغیر کہے تکیئے پر ہو بیٹھا۔ ابن عباس نے کہا تمہیں سنت سے کیا علاقہ ہماری وضع اور آئین ہے ہم نے ہی تم کو اور تمہارے باپ کو سنت کی تعلیم دی ہے۔ اگر تم اس حجرہ میں رہتیں جس میں رسول خدا نے تمہیں چھوڑا تھا اور اس حجرہ سے قدم باہر نہ نکالتیں تو کوئی شخص آپ کی بلا اجازت قدم نہ رکھ سکتا۔ تمہارا گھر وہ ہے جس میں رہنے کے لیے خدا و رسولؐ نے تم کو حکم دیا ہے۔ تم خدا اور رسول خداؐ کی اجازت کے بغیر اس گھر سے نکل آئیں اور جو کچھ فساد کیا سو کیا اب جناب امیر المومنین تمہیں حکم دیتے ہیں کہ فوراً" مدینہ چلی جاؤ زیادہ دیر نہ ٹھہرو۔ عائشہ نے کہا اللہ تعالی امیر المومنین عمر ابن الخطاب پر رحمت نازل کرے' امیر المومنین تو وہ تھے۔ عبداللہ ابن عباس نے کہ شکر خدا کہ آج عالم کے امیر المومنین علی ہیں گو تم ان سے ناخوش ہو۔ عائشہ نے کہا میں اس امر سے انکار کرتی ہوں۔ عبداللہ نے جواب دیا کہ انکار کرنا تمہارے حق میں بہت نامبارک ہے۔ اور بہت جلد یہ ظاہر ہو گیا ہے۔ تمہارا حکم اور دبدبہ زیادہ دیر نہیں چلا۔ بہت جلدی ختم ہو گیا۔ عائشہ رو پڑیں اور کہا میں ایسا ہی کروں گی اور اس شہر سے نکل جاؤں گی۔ کیونکہ اے بنی ہاشم جس جگہ تم نظر آتے وہ جگہ مجھے سب جگہوں سے زیادہ ناگوار گزرتی ہے۔

عبداللہ نے کہا تم ایسا کیوں فرماتی ہو۔ تمہارے پاس جس قدر نعمتیں ہیں سب ہماری ہی دی ہوئی ہیں۔ عائشہ نے کہا میں تمہاری ایک نعمت بھی نہیں رکھتی۔ عبداللہ نے جواب دیا اول نسب تمیم اور عدی ہے۔ تم اس کے سبب ام المومنین نہیں کہلاتی ہو بلکہ ہماری وجہ سے تمہیں ام المومنین کہتے ہیں۔ ورنہ تم ام رمانی کی بیٹی ہو۔ تمہارا باپ جن کو صدیق کہتے ہیں ابو قحافہ کا بیٹا ہے وہ بھی ہمارے سبب سے ہی صدیق ہوا ہے۔ عائشہ نے کہا تو جناب رسول خداؐ کے ذریعہ سے مجھ پر احسان جتاتا ہے۔ عبداللہ نے کہا ہاں جناب رسول خدا کے ذریعے سے تم پر کیوں احسان نہ جتاؤں۔ خدائے واحد کی قسم جناب رسول خداؐ کا ایک بال بلکہ اس قدر حصہ جتنا ناخن سے لگا رہ جائے کسی شخص پر ہو تو بھی تم پر بلکہ تمام مومنین پر ہم احسان رکھتے ہیں کیونکہ ہزار در ہزار احسان کا موقع ہے اور کون شخص ہے جو آنحضرتؐ کے بال برابر احسان کا حق ادا کر سکتا ہے تم ان کی نو بیبیوں میں سے ایک بی بی ہو تم ان سے شکل میں زیادہ اچھی نہیں۔ نہ اصل اور نسب ہی میں زیادہ عزیز اور بزرگ ہو اور تم حکمرانی چاہتی ہو کہ سب تمہارا کہنا مانیں۔ کوئی خلاف امر نہ کرے۔ ہم جناب رسول خدا کے گوشت پوست اور خون ہیں۔ آنحضرتؐ کا ورثہ اور علم ہم میں موجود ہے۔ عائشہ نے کہا علی تیری ان باتوں سے گرویدہ نہ ہو گا اور جو کچھ تو کہتا ہے وہ اسے تسلیم نہ کرے گا۔ عبداللہ نے کہا میں ان سے جھگڑا نہیں کرتا بلکہ ان کا فرمانبردار ہوں کیونکہ میری نسبت علی جناب رسول خدا کے زیادہ قرابت دار ہیں اور وراثت و علم رسول خدا کے سب سے زیادہ حقدار اور سزاوار ہیں۔ آپ جناب رسالت مآبؐ کے بھائی چچا کے بیٹے' ان کی صاحبزادی کے شوہر' ان کے دو فرزندوں کے باپ' وصی' شہر علم کا باب اور میدان جنگ کے کرار غیر فرار ہیں۔ تم کو ان امور سے کیا نسبت۔ خدا کی قسم ہم نے تمہارے اور تمہارے باپ کے حق میں جو کچھ کیا ہے تم اس کا شکریہ بھی ادا نہیں کر سکتی تھیں اور جس قدر کر سکتی تھیں وہ بھی نہیں کیا۔ بلکہ جو کچھ تم نے کیا سو کیا۔ عبداللہ اس قدر کہہ کر عائشہ کے پاس سے واپس چلا آیا۔ اور جناب امیر کی خدمت میں آ کر جملہ گفت و شنید عرض کی۔ آپ نے فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ اس قسم کی باتیں ہوں گی۔ پھر حکم دیا کہ جناب رسول خدا کی سواری کے مرکب پر زین رکھیں اور میرے پاس لائیں۔ جب مرکب آیا عائشہ کے پاس تشریف لے گئے اذن چاہا اندر گئے دیکھا عائشہ بیٹھی رو رہی ہے اور بصرہ کی کچھ عورتیں ان کے گرد بیٹھی ہوئی روتی ہیں۔ عبداللہ بن خلف خزاعی کی بیوی نے امیر المومنین کو دیکھ کر فریاد کی اور اس کے قبیلے

کی جو عورتیں وہاں موجود تھیں انہوں نے بھی فریاد کرتے ہوئے آپ کی طرف منہ کیا اور کہنے لگیں اے دوستوں کے قاتل اور جماعتوں کے پریشان کرنے والے خدا تیرے فرزندوں کو یتیم کرے جیسا کہ تو نے عبداللہ بن خلف کے بچوں کو یتیم کیا ہے۔

جناب امیر نے اس کے تئیں پہچان کر فرمایا تو سچی ہے جو مجھے دشمن سمجھتی ہے کیونکہ میں نے تیرے دادا کو بدر کی لڑائی میں، تیرے باپ کو جنگ احد میں اور تیرے شوہر کو کل ہی قتل کیا ہے اور اگر جیسا تو کہتی ہے میں ویسا ہی دوستوں کا قاتل ہوتا تو جتنے آدمی اس گھر میں ہیں سب کو قتل کر دیتا۔ پھر عائشہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ ان کتیوں کو تم نے مجھ پر کیوں بھونکایا ہے اگر میں امن کو پسند نہ کرتا تو اسی وقت سب کو گھر سے نکال کر قتل کر دیتا۔ عائشہ اور دیگر عورتیں حضرت علی کا یہ ارشاد سنتے ہیں دم بخود ہو گئیں پھر کچھ نہ بولیں اس کے بعد آپ نے عائشہ کو تنبیہہ فرمائی اور کہا اللہ تعالی نے تمہیں گھر میں بیٹھے رہنے کا حکم دیا تھا کہ باہر نکلنے کا! تم گھر سے باہر نکل کر خدا کی گنہ گار ہوئیں، خود کو لڑائی میں مبتلا کیا، لوگوں کو مجھ سے لڑوایا اور اس بات کا خیال نہ کیا کہ اللہ تعالی نے تم کو اور تمہارے باپ کو ہماری ہی وجہ سے شریف کیا ہے اور ہماری ہی قرابت کے سبب تم ام المومنین کہلائیں، اٹھو اسی گھر میں جا کر رہو جو تمہارے رہنے کی جگہ ہے۔ یہ فرما کر آپ واپس چلے گئے۔

دوسرے دن آپ نے اپنے فرزند حسن کو بھیجا۔ آپ نے جا کر کہا امیر المومنین نے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں ہر شے ہے قسم کھائی ہے کہ اگر تم اسی وقت نہ اٹھیں اور جانب مدینہ روانہ نہ ہوئیں۔ تو جس بات سے تم آگاہ ہو تمہارے حق میں وہی کلمہ کہہ دوں گا۔ عائشہ اس وقت سر میں کنگھی کر رہی تھیں۔ ایک طرف کے بال گوندھ لیے تھے۔ جونہی حسن نے یہ کہا عائشہ دوسری طرف کے بال ویسے ہی بے گندھے چھوڑ کر کھڑی ہو گئیں۔

بصرہ سے مدینہ کو عائشہ کی روانگی

عائشہ نے کہا ابھی میری سواری لاؤ اور اسباب لا دو کہ میں مدینہ جاتی ہوں۔ محلہ کی ایک عورت نے جو وہاں موجود تھی پوچھا اے ام المومنین عبداللہ ابن عباس تمہارے پاس آیا جو کچھ اس نے کہا تم نے ایسے ایسے سخت جواب دیئے کہ وہ غصہ ہو کر چلا گیا۔ پھر جناب امیر بہ نفس نفیس تشریف لائے اور بہت سی باتیں درمیان میں آئیں لیکن عبداللہ اور علی کی تخویف اور تہدید سے اس قدر نہ گھبرائیں جس قدر اس لڑکے کے کہنے سے اس کا کیا سبب؟ عائشہ نے جواب دیا میں اس کی بات سے اس لیے مضطرب ہو گئی کہ وہ فرزند رسول ہے۔ جو شخص حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنا چاہے وہ اس کی آنکھ کی سیاہی دیکھ لے۔ اور ایک اور بات ہے جو حضرت علی کی زبان سے علاقہ رکھتی ہے حسن کی زبان سے اشارۃً کہلا بھیجا ہے ناچار مجھے ماننا اور یہاں سے جانا پڑا۔ اس عورت نے کہا میں اس خدا کی جس نے جناب محمد مصطفیٰ کو راستی کے ساتھ پیدا کیا ہے قسم دلا کر کہتی ہوں کہ مجھے بتلا وہ بات کیا ہے؟

عائشہ نے کہا تو نے مجھے قسم دلا دی ہے۔ اس لیے تجھ سے کہتی ہوں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلعم جہاد سے تشریف لائے اور بہت سا مال غنیمت آیا آپ وہ مال صحابہ میں تقسیم فرمانے لگے۔ میں اور آپ کی کچھ بیویاں اس مال غنیمت سے کوئی شے طلب کرنے لگیں۔ ہم نے زیادہ اصرار کیا اور جناب رسالت مآبؐ ہمارے اصرار سے تنگ ہوئے علی بھی اس وقت موجود تھے اس اصرار پر ہمیں ملامت کی اور کہا زیادہ نہ بولو، خاموش رہو، آنحضرتؐ کی طبیعت مکدر ہوتی ہے۔ ہم نے جواب میں سختی سے کام لیا اور علی کو رنجیدہ کیا۔ علی نے کلام الٰہی میں سے یہ آیت پڑھی۔ **عسی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجا** ہم نے پھر

اصرار کیا' اور سخت باتیں کہیں۔ حضرت رسول خدا کو غصہ آگیا اور جو کچھ ہم نے علی کی نسبت کہا تھا انہیں سخت ناگوار گزرا۔ فرمایا اے علی میں نے ان عورتوں کی طلاق اپنی وفات کے بعد تیرے اختیار میں دی ان میں سے جسے چاہے طلاق دیدے۔ اب میں ڈر گئی کہ علی کی بات نہیں مانتی تو وہ مجھے طلاق دے دے گا پھر جناب رسول خداؐ کی زوجہ نہ رہوں گی۔ اس سبب سے میں ابھی مدینہ جاتی ہوں۔

القصہ جب عائشہ نے بصرہ سے سفر مدینہ اختیار کیا جناب امیر المومنین نے بصرہ کی کچھ عورتوں کو مردانہ لباس پہنا کر اور سر پر عمامہ بندھوا کر حکم دیا کہ عائشہ کے ہمراہ چلو۔ بصرہ سے کچھ دور نکل کر عائشہ نے حضرت علی کی شکایت کی کہ مجھے غیر مردوں کے ہمراہ بھیجا ہے ان میں سے ایک عورت نے اپنا اونٹ نزدیک لا کر منہ کھول دیا اور کہا عائشہ ہم عورتیں ہیں اور مردانہ لباس میں تیرے ساتھ ہیں۔ علی نے یہی حکم دیا ہے کہ مردانہ آن بان سے تمہارے ساتھ چلیں تاکہ اثناء راہ میں کوئی بدعنوانی نہ ہونے پائے۔

عائشہ یہ دیکھ کر کہ سب عورتیں ہیں بہت خوش ہوئیں۔ جناب امیر کی احسان مند ہوئیں اور اس شکایت کو مبدل بہ شکریہ کیا۔ داخل مدینہ ہو کر اپنے حجرہ میں قیام کیا۔ اور ان عورتوں کو بہت اچھی طرح رخصت کیا۔ اس کے بعد اپنے فعل پر نادم ہوتی رہیں۔ اور جب کبھی جنگ جمل کا خیال آ جاتا تھا تو اس قدر روتی تھیں کہ چادر آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی۔ اور غش آ جاتا تھا۔ اور فرماتی تھیں کہ اے کاش میں بصرہ جانے سے بیس برس پہلے مر چکی ہوتی۔ کہ مجھ سے یہ حرکت سرزد نہ ہونے پاتی۔ راویوں کا بیان ہے کہ جنگ جمل میں عائشہ کے لشکر کی تعداد تیس ہزار سوار اور پیدل تھے۔ بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ تھے۔ امیر المومنین علی کا لشکر بیس ہزار آپ کے لشکر میں سے ایک ہزار سات سو آدمی شہید ہوئے اور اصحاب جمل میں سے نو ہزار آدمی مارے گئے۔ ازد قبیلہ کے چار ہزار' ضبہ کے دو ہزار' بنی ناجیہ کے چار سو' بنی بکر بن وائل کے آٹھ سو' بنی حنظلہ کے نو سو' بنی عدی اور اس کے دوستداروں میں سے نو سو آدمی کام آئے۔ بنی تمیم بن مرہ سے ایک شخص عبدالرحمن بن صرد تنوخی سے جس نے عائشہ کے اونٹ کی ٹانگیں قطع کی تھیں دریافت کیا کہ پاؤں کیوں قطع کئے تھے اس نے کہا یہ بات بھلا پوچھنے کی ہے۔ اگر میں اس اونٹ کے پاؤں کاٹ کر گرا نہ دیتا تو اس دن عائشہ کی فوج کا ایک آدمی بھی زندہ نہ بچتا۔ اونٹ کے گرتے ہی لڑائی ختم ہو گئی۔

غرض جناب امیر نے جنگ جمل سے فارغ ہو کر اور اس فساد کو مٹا کر چند روز بصرہ میں قیام فرمایا پھر مناسب سمجھا کہ وہاں سے کوفہ تشریف لے جائیں۔ حکم دے کر ایک منبر لشکر گاہ میں رکھوا کر اس پر تشریف لے جا کر خطبہ پڑھا۔ حمد باری تعالیٰ کے بعد جناب رسالت مآب پر درود بھیج کر اس فساد اور مخالفت کے متعلق چند امور بیان فرمائے۔ منذر بن جارود عبدی نے اٹھ کر آخر زمانہ کی خرابیوں کی نسبت سوال کیا۔ آپ نے اس کا مفصل حال اور عجائب و غرائب واقعات کا ذکر کیا جو بعد وفات رسول خدا دنیا میں ظاہر ہوں گے۔ اس وقت ہر ایک آدمی رو رہا تھا اور آپ کے کمال علم و فضل کا ثناء خواں تھا۔ آخر میں فرمایا کہ اے منذر میں نے جناب رسول خداؐ سے سن رکھا ہے کہ قیامت اس روز آئے گی جب کہ تمام آدمی شریر ہی شریر ہوں گے۔ محرم کی پہلی تاریخ اور جمعہ کا دن ہو گا۔ اے مسلمانوں اس روز سے ڈرو اور اس دن کو یاد رکھو۔ اعمال نیک میں سعی کرو تاکہ ان شریروں میں شمار نہ ہو۔ **اللهم صلی علی محمد الكريم في سبب الرفيع في حسب التقيع المنتخب** الزکی **المقرب سليل عبدالمطلب سيد العرب و العجم صلی الله عليه واله** پھر منبر پر سے تشریف لے آئے اور اہل لشکر کو حکم دیا کہ اسباب باندھ دیں میں فتح و ظفر و سرور شادمانی کے ساتھ بہ سمت کوفہ روانہ ہوں۔ **الحمد لله رب العلمين و صلی الله علی محمد و اله اجمعين** پس جنگ جمل کا قصہ ختم ہو گیا۔

عہد خلافت علی میں جنگ صفین اور معاویہ بن ابی سفیان کی مخالفت

ابو محمد احمد بن اعثم کوفی رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے یہ حالات بڑے بڑے مشہور ثقہ معتبر لوگوں اور ان گروہوں سے جو راست بیانی اور نیک خوئی میں نام آور ہیں غلوتوں اور جلسوں میں سنے ہیں۔ اگرچہ ان کی روایتیں الفاظ میں کسی قدر مختلف تھیں مگر مطالب میں کچھ فرق نہ تھا۔ اس لیے ان سب روایتوں کو ایک ہی سلسلے میں بیان کر دیا ہے۔

تمام ثقہ، معتبر راویوں اور مشہور محدثوں کا بیان ہے کہ جناب امیر المومنین علیؑ نے جنگ جمل سے فارغ ہو کر خطبہ پڑھا اور آخر زمانہ کے واقعات کا ذکر کیا۔ مسلمانوں کو پسندیدہ نصیحتیں کیں اور عجیب و غریب احوال کا بیان فرمایا۔ اس کے بعد عمار یاسرؓ اشتر نخعی اور بڑے بڑے صحابہ و امراء نے پوچھا کہ حضور کا ارادۂ عالی کس سمت ہے کہ ہم بھی تیاری کر کے رکاب سعادت میں کمربستہ ہوں۔ آپ نے فرمایا فی الحال کوفہ جانے کا عزم ہے۔ وہاں پہنچنے کے بعد جو کچھ مناسب ہو گا کیا جائے گا۔

۱۲ رجب ۳۶ھ پیر کے دن جانب کوفہ سفر کیا۔ تمام لشکر آپ کے ساتھ تھا اور صحابہ میں سے مددگاروں اور شریفوں کی بڑی تعداد آپ کے شریک سفر تھی۔ کوفہ میں پہنچنے پر ہر خاص و عام اور ادنیٰ و اعلیٰ نے خلیفہ جناب رسول خداؐ کی سواری معلی کا استقبال کیا اور مبارک بادی کے ساتھ آپ کی تشریف آوری سے نہایت شاد و مسرور ہوئے۔ دار الامارہ آپ کے فروکش ہونے کے لیے خالی کیا گیا۔ مگر آپ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہم رحبہ میں قیام کریں گے۔ حسب الحکم رحبہ میں اسباب اتارا گیا۔ امیر المومنین جامع مسجد کوفہ میں تشریف لائے تمام آدمیوں کو طلب فرمایا۔ جب سب حاضر ہو گئے۔ منبر پر تشریف لے جا کر خدا تعالیٰ کی حمد ان الفاظ میں بیان فرمائی۔ اس خدائے جل و علا کے لیے حمد و ثناء زیبا ہے جس نے اپنے دوستوں کو مظفر و منصور فرمایا۔ اور دشمنوں کی جمعیت کو ابتر و پریشان کر دیا۔ صادق برحق کو عزیز اور جھوٹے کاذب کو ذلیل کیا۔

اے مسلمانو! میں تمہاری طرف سے کسی امر کا اس قدر خوف نہیں کرتا جس قدر تمہاری خواہش نفس کی پیروی اور درازی عمر کی خواہش سے ڈرتا ہوں۔ کیونکہ نفسانی خواہش انسان کو حق کے راستے سے منحرف کرتی ہے۔ اور درازی عمر کی خواہش عقبیٰ کو دل سے بھلا دیتی ہے۔ آگاہ رہو کہ دنیا گزر جانے والی شے ہے اور آخرت قائم رہنے والی۔ بہت سے انسان ہیں کہ دنیاوی لالچوں سے دل بستگی رکھتے ہیں اور مال کے جمع کرنے سے مشغول ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو اس مکار دنیا کے عیبوں کو پہچان گئے ہیں اور اس کے بے حقیقت سامانوں سے منہ پھیر کر باقیات صالحات کی تحصیل کے لیے ہمت وقف کر چکے ہیں۔

اے لوگو تم کو اس جماعت میں سے ہونا چاہیے جس نے بہ مقابلہ دنیا آخرت کو اختیار اور دل کو غرور سے دور کر دیا ہے اور اس گروہ میں سے نہ ہونا جو کثرت مال و دولت پر مغرور اور نفسانی لذتوں میں مصروف ہو کر سعادت آخرت سے محروم رہ گیا۔ آج عمل کا دن ہے اور کل حساب کا۔ اے کوفیو اپنے پیغمبر کے اہل بیت کی فرمانبرداری اختیار کرو کیونکہ وہ ان باغی جماعتوں سے افضل ہیں جو حق کا دعویٰ کرتی ہیں۔ اور راہ حق سے بہت دور ہیں۔ اس دنیا میں انہوں نے گناہوں کے وبال کا مزا چکھا ہے اور آخر میں آتش دوزخ سے حصہ پایا ہے۔ کوفہ میں کچھ ایسے شخص بھی ہیں جنہوں نے اس جنگ میں میرا ساتھ نہیں دیا وہ میری امداد سے علیحدہ رہے ہیں اس وجہ سے میں ان سے ناخوش ہوں۔ تم ان لوگوں سے نہ بولو نہ ان کے ساتھ نشست و برخاست رکھو تا وقتیکہ عذر خواہ ہو کر ہماری رضا مندی کے طالب نہ ہوں۔ مالک بن حبیب یربوعی نے اٹھ کر دریافت کیا کہ

اے امیر آپ کی مخالفت کے جرم پر اس گروہ سے اختلاط و گفتگو ترک کر دینا جائز ہے کیونکہ آپ کی فرمانبرداری و خدمت گزاری سے انحراف کرنا سخت قابل عقوبت ہے۔ اگر آپ حکم دیں تو ہم انہیں قتل کر دیں۔ آپ نے فرمایا اے مالک انہیں تنبیہہ کرنی چاہیے نہ کہ قتل کر دینا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **النفس بالنفس و من قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا فلا یسرف فی القتل انہ کانا منصورا**☆ یعنی جب تک کوئی کسی کو قتل نہ کرے اس کو قتل نہ کرنا چاہیے۔ اور جو شخص کسی کو بے خطا مار ڈالے اس کے وارث و والی کو خون کا بدلہ لینے کا استحقاق حاصل ہو گا اور انجام کار وہ مظلوم مقتول فتح مند اور قاتل گرفتار عذاب شدید ہو گا۔ ابو بردہ بن عوف ازدی نے جو اس گروہ میں سے تھا جس نے جنگ جمل کے دن حضرت علیؑ کا ساتھ نہ دے کر فرمانبرداری سے مخالفت ظاہر کی تھی کہا اے امیر المومنین جنگ جمل میں عائشہ کے اونٹ کے گرد جو لوگ مارے گئے ان کو کیوں قتل کیا۔ آپ نے فرمایا اس سبب کہ انہوں نے اول میرے اصحاب اور عالموں کو بے گناہ مار ڈالا۔ اور جب میں نے وہاں جا کر قاتلوں کو قصاص کے لیے طلب کیا انہوں نے نہ سنا اور کسی قاتل کو میرے حوالہ نہ کیا۔ بلکہ میرے ساتھ جنگ و جدل اور خونریزی سے پیش آئے۔ دوسرے ان کی گردنوں پر میری بیعت کا حق تھا۔ اور میرے گروہ کے جو تقریباً ایک ہزار آدمی مار ڈالے تھے ان کا قصاص لینا تھا۔ اے ابو بردہ جو کچھ میں نے کہا سچ ہے یا غلط اور تجھے میرے اس کلام میں کیا کچھ شک ہے؟ ابو بردہ نے عرض کی اب کچھ شک نہیں لیکن اس وقت میں شک میں مبتلا تھا۔ آپ کے حقیقت حال فرمانے سے مجھے اس گروہ کی خطا اور آپ کا برحق ہونا معلوم ہو گیا۔

اس کے بعد آپ منبر سے اتر آئے اور سوار ہو کر جعدہ بن ہبیرہ بن وہب مخزومی کے پاس گئے۔ لوگ آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ سلیمان بن صرد خزاعی نے آ کر سلام کیا۔ آپ نے فرمایا۔ تو مجھ سے پھر گیا اور علیحدہ ہو کر شک میں پڑ گیا۔ اور یہ دیکھنا چاہا کہ میرے معاملے کی کیا صورت قرار پاتی ہے۔ تو نے اللہ تعالیٰ کی صفت کو میرے حق میں کس طرح دیکھا کچھ تو بیان کر مجھ سے کیوں پھر گیا حالانکہ میں سب سے زیادہ تجھ پر بھروسہ رکھتا تھا۔ سلیمان نے کہا اے امیر گزری بات کو جانے دیجئے۔ اور حسب عادت حلم کا برتاؤ فرمایئے آپ شکر کریں کہ اس واقعہ کے سبب جو آپ کو پیش آیا اس سے دوست اور دشمن سب کا حال معلوم ہو گیا۔ موافق اور مخالفت ظاہر ہو گیا۔ آپ مجھے ملامت نہ فرمائیں یونہی چھوڑ دیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب آپ کی خدمت میں ہر طرح کی سعی کرتا رہوں گا اور شرط مودت بجا لاؤں گا۔ مخاصمت کے پاس نہ جاؤں گا۔ آپ نے اس کی بات سن کر کچھ نہ فرمایا خاموش ہو رہے۔ سلیمان تھوڑی دیر بیٹھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور جامع مسجد میں آیا یہاں حسن بن علیؑ تشریف رکھتے تھے۔ سلیمان آپ کے پاس جا بیٹھا اور کہا میں کچھ بیان کر سکتا ہوں کہ حضرت علیؑ نے تمام لوگوں کے سامنے مجھے کیسا سخت سست کہا اور کس درجہ رنج دیا اور ملامت کی۔ حسنؑ نے فرمایا اے سلیمان دوستوں ہی پر غصہ ظاہر کیا جاتا ہے۔ تجھے رنجیدہ نہ ہونا چاہیے۔ سلیمان نے کہا یہ سچ ہے ابھی تک پورا پورا استحکام حاصل نہیں ہوا اور نہ تمام علاقے اور ممالک محفوظ و مضبوط ہونے پائے ہیں۔ ارد گرد میں بے شمار اہل عناد اور دشمن موجود ہیں۔ جن کو شمشیر آبدار کے بغیر سیدھا نہیں کر سکتے۔ بلا شک ہم جیسے شخصوں کی مدد اور اعانت کی حاجت پڑے گی۔ ہم کو ناخوش باتوں سے رنجیدہ نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت حسنؑ نے کہا ہاں یہ بات صحیح ہے لیکن امام کی اطاعت فرض بلکہ واجب ہے۔ امیر المومنین حضرت رسول خداؐ کے وصی اور خلقت کے پیشوا ہیں۔ اور تم پر ان کی بیعت کا حق لازم ہے۔ تم نے کیسے گوارا کر لیا کہ امیر المومنین کا ساتھ نہ دیا حالانکہ جس قدر تجھ پر بھروسہ ہے کسی اور پر نہیں نہ تیری دوستی میں شک و شبہ کی گنجائش ہے۔ امیر المومنینؑ نے جعدہ بن ہبیرہ کے گھر قیام فرمایا۔ کوفہ کے متعدد اشخاص آئے اور سلام کرتے تھے۔ جناب امیر المومنینؑ جواب سلام دے کر مہربانی فرماتے تھے۔ اور جن لوگوں نے جنگ جمل میں آپ سے علیحدگی اختیار کی تھی ان سے جواب طلب فرماتے تھے۔ جب روز جمعہ آیا مسجد

میں جا کر پیش نمازی فرمائی۔
اس کے بعد انتظام اور بندوبست کی طرف توجہ فرمائی اور ان شہروں کے واسطے جو تصرف میں تھے مثلاً عراق، ماہان، جبال اور خراسان وغیرہ ان میں حکم اور عامل مامور فرمائے۔

اہل جزیرہ سے اشتر نخعی کی جنگ

بیان کیا جاتا ہے کہ جزیرہ والے امیر المومنین عثمان کے ہوا خواہ تھے اور معاویہ بن ابی سفیان کے مطیع اور اس کی بیعت کئے ہوئے تھے۔ امیر المومنین علیؑ نے یہ خبر سن کر کہ وہ معاویہ کی متابعت کرتے ہیں اشتر نخعی کو طلب فرمایا اور اس جزیرہ کی امارت عطا فرمائی۔ ضحاک بن قیس فہری معاویہ کی طرف سے اس وقت جزیرہ کا حکم تھا جب اس نے اشتر کے آنے کی خبر سنی قاصد بھیج کر اہل رقہ کو مطلع کیا۔ اور اس کے دفیعہ کے لیے مدد مانگی۔ انہوں نے ایک جمعیت فراہم کر کے سماک بن مخزمہ کو سردار لشکر قرار دیا اور ضحاک کو کمک کے لیے بھیجا۔ اشتر نخعی لشکر کو لئے حران کے قریب پہنچا تھا کہ ضحاک اور سماک بھی فوجیں لے کر پہنچ گئے۔ لڑائی شروع ہو گئی اور رات تک جاری رہی۔ آخرالامر ضحاک بھاگ کر قلعہ حران میں پناہ گیر ہوا۔ اشتر نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ معاویہ نے اس حال کی خبر پا کر خالد بن ولید کے بیٹے عبدالرحمن کو سواروں اور پیدلوں کی فوج دے کر ضحاک کی مدد کے واسطے روانہ کیا۔ اشتر اس کے آنے کی خبر سن کر محاصرہ کو چھوڑ کر اس طرف متوجہ ہوا۔ رقہ کے میدان میں جنگ ہوئی۔ بڑی خونریزی کے بعد اشتر نے فتح پائی۔ عبدالرحمن بھاگ نکلا۔ اشتر کی فوج نے تعاقب کر کے بہتوں کو مار ڈالا۔ مفروروں نے رقہ میں پناہ لی۔ اشتر نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ اب ضحاک بن قیس حران سے نکل کر جانب رقہ بڑھا کہ اشتر کو وہاں سے ہٹا دے اسی اثناء میں معاویہ کی بھیجی ہوئی مزید کمک ایمن بن حزیمہ کے تحت اس سے آملی۔ اب یہ سب ملا کر اور بہت بڑی طاقت اور جمعیت بہم پہنچا کر آمادہ ہوئے کہ اشتر کو محاصرہ سے ہٹایا جائے اور اسی ارادہ سے اشتر کی طرف بڑھے۔ جنگ عظیم واقع ہوئی۔ سخت کوشش کے بعد اشتر ہی نے فتح پائی اور دشمنوں کا لشکر بدتر حالت میں معاویہ کے پاس بھاگ کر پہنچا۔ جزیرہ اشتر کے قبضہ میں آگیا۔ اشتر نے لوٹ مار شروع کی جو شخص اطاعت نہ کرتا اس کو گرفتار کر کے قتل کر دیتا۔ یہاں تک کہ تمام جزیرہ پر اپنا قبضہ اور تصرف کیا اور جناب امیرؑ کی خدمت اقدس میں ایک خط لکھا جس میں لشکر معاویہ کے ساتھ جو کچھ گزری تھی اور فتح جزیرہ کا مفصل حال تحریر کیا۔ جس وقت حضرت علیؑ کو معاویہ کی مخالفت اور منازعت کا حال معلوم ہوا اٹھ کھڑے ہوئے اور خطبہ پڑھا۔ حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ جو بندوں کا پیدا کرنے والا ہے، اسی وقت تک اپنے بندوں پر مہربان ہے جب تک وہ راہ حق پر چلتے باہم الفت و محبت رکھتے اور ایک دوسرے کو ظلم اور طعن سے یاد نہیں کرتے۔ اسی صورت میں مقبوضات و انتظامات درست اور زیر تصرف رہتے ہیں۔ ورنہ خلاف طریقہ اختیار کرنے، لڑائی جھگڑا رکھنے آپس میں اقوال و افعال ناپسندیدہ کی تہمتیں لگانے سے ہی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور انجام کار ہلاکت و بربادی ظہور میں آتی ہے۔ میرے اس کلام کی بنیاد یہ ہے کہ معاویہ نے اہل شام کو شک و شبہ میں ڈال کر ان کے دلوں کو میری اطاعت و فرماں برداری سے منحرف کر دیا ہے اور مشہور کر دیا ہے کہ عثمان کو علی نے قتل کیا ہے۔ اس نے مجھے ایسے مذموم فعل کے لیے متہم کیا ہے۔ ماسوا اشتر کے مقابلے کے لیے جس کو میں نے امیر جزیرہ مقرر کر کے بھیجا ہے فوجیں بھیج کر جنگ کی ہے۔ اور اب چڑھائی کی تیاریوں میں مصروف ہے۔ فوجیں فراہم کر رہا ہے معرکہ آرائی پر تلا ہوا ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ اسے خط لکھ کر سمجھاؤں اور تنبیہہ کروں شاید کچھ اثر ہو جائے اور ارادۂ مخالفت کو ترک کر دے۔ اس میں تم لوگوں کی کیا

رائے ہے۔ اور اس امر کو پسند کرتے ہو۔ حضرت علیؑ کے اس ارشاد کے جواب میں مسجد کے ہر گوشہ سے یہی آواز آئی کہ جو کچھ حضور کی رائے ہو وہی ہماری رائے ہے۔ حضور کی مصلحت سے بڑھ کر کسی اور کی مصلحت نہیں ہو سکتی۔ ہم آپ کے ایسے ہی مطیع و فرمانبردار ہیں جیسے جناب رسول خداؐ کے مطیع تھے۔ اب جناب امیرالمومنینؑ منبر پر سے اتر آئے اور اپنے گھر پر تشریف لا کر دوات قلم طلب کیا۔ پھر معاویہ کے نام اس مضمون کا خط لکھا۔

امیرالمومنینؑ کا خط معاویہ کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم! اللہ کا بندہ علیؑ امیرالمومنین یہ خط معاویہ بن صخر کے نام لکھتا ہوں واضح ہو کہ جس دن مدینہ میں انصار و مہاجرین نے میری بیعت اختیار کی تو وہاں موجود نہ تھا۔ شام میں تھا تجھ پر میری بیعت اس وجہ سے لازم ہو گئی ہے کہ جن لوگوں نے ابوبکر و عمر سے بیعت کر رکھی تھی وہ میری امامت و خلافت پر متفق ہو گئے ہیں اور سب نے بخوشی خاطر بیعت کر لی ہے جبکہ موجودہ لوگوں کو چون چرا حاصل نہ تھا تو موجود نہ ہونے والوں کے لیے جائے اعتراض نہیں رہی۔ رہا قتل عثمان' اس کے قتل کی خبر دینے والا نابینا کے برابر ہے اور سننے والا بہرہ۔ جو گروہ عثمان کے عیب بیان کرتا تھا اسی نے قتل کر دیا اور جو دوست تھے انہوں نے امداد نہ کی جو موجود تھے اس معاملہ میں جھوٹ سے منسوب ہیں۔ اور جو غائب تھے ان پر قتل کی تہمت ہے۔ اب کہ تمام عام و خواص نے مجھ سے بیعت کر لی ہے اور میری خلافت پر رضامند ہو گئے ہیں جو شخص میری خلافت کی طرف راغب ہو گا وہ بارگاہ الہی سے بخشا جائے گا۔ اور جو مجھ سے موافقت اختیار نہ کرے گا وہ عیب دار ہے کہ جس نے کار خیر میں رخنہ ڈالا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ تو امن پسند کر کے جھگڑے سے باز رہے گا۔ لازم ہے کہ اپنے ارادہ اور مافی الضمیر سے مجھے مطلع کرے۔ والسلام!

پھر خط بند کر کے حجاج بن غریہ انصاری کے حوالہ کیا کہ معاویہ کے پاس لے جائے۔ حجاج نے رسم سلام کے بعد خط دیا معاویہ نے خط پڑھ کر سر اٹھایا اور قاصد کو سخت سست کہا۔ قاصد نے کہا کیا تو وہی شخص نہیں ہے جس سے عثمان نے امداد طلب کی اور تو نے مدد نہ کی۔ معاویہ اس بات سے سخت ناراض ہوا اور کہا میں اس کا جواب تیرے حوالہ نہ کروں گا۔ میرا وکیل تیرے پیچھے جواب خط لے کر پہنچے گا۔ حجاج واپس ہوا اور خدمت امیرالمومنین میں حاضر ہو کر معاویہ کے ساتھ جو کچھ گزرا تھا عرض کر دیا۔ ولید بن عقبہ یہ خبر سن کر کہ حضرت علیؑ کا ایلچی بغیر جواب کے واپس آیا ہے۔ بہت خوش ہوا کیونکہ وہ حضرت علی کا دشمن تھا اور سبب دشمنی یہ واقع ہوا تھا کہ عثمان کے زمانہ میں کوفہ کے لوگوں نے وارد مدینہ ہو کر گواہی دی تھی کہ ولید بن عقبہ نے شراب پی ہے۔ عثمان نے آپ سے مشورہ لیا کہ ولید کو کیا سزا دینی چاہیے۔ ولید اس وقت سے آپ کا دشمن ہو گیا تھا اور عداوت و کینہ رکھتا تھا۔

کوفہ میں ولید بن عقبہ کا شراب پینا اور بحالت نشہ جامع مسجد میں پیش نماز بننا اور علیؑ سے دشمنی رکھنا

ولید بن عقبہ کو عثمان نے امیر کوفہ مقرر کیا تھا وہ عدل و انصاف کرتا مگر اکثر اوقات شراب نوشی میں مصروف رہتا کہ ایک دن

بہ وقت صبح نماز کے لیے نکلا۔ حالت نشہ میں اسے خبر نہ رہی کہ کیا کرنا ہے۔ پیش نماز بن کر دو رکعت کے عوض چار رکعتیں ادا کر ڈالیں اور کہا اس وقت میں نہایت ہی شاد و خرم اور مسرور ہوں' اگر تم کہو تو اور بھی کئی رکعتیں پڑھا دوں۔ لوگ سمجھ گئے کہ وہ نشہ میں مست ہے۔ سب نے ملامت کی اور اس کیفیت کے متعلق اشعار تصنیف کیے گئے۔ عثمان تک بھی اس کی بد خصلتی کا شکایت آئی۔ عثمان نے اس کا شراب پینا درست سمجھ کر حسب مشورہ علیؑ بموجب حد شرع درے لگوائے۔ اس سبب سے وہ امیرالمومنین علیؑ سے دشمنی رکھنے لگا۔

امیرالمومنین علیؑ اور ولید بن عقبہ کی گفتگو

راویوں کا بیان ہے کہ ایک دن ولید بن عقبہ نے ازروئے اعتراض امیرالمومنین علیؑ سے کہا۔ انا احد منک سنانا و ابسط منک لسانا و املاء منک الکتیبۃ حشوا یعنی میری سنان نیزہ آپ کی سنان نیزہ سے زیادہ تیز ہے اور میری فصاحت آپ سے بالاتر ہے اور میرا جسم آپ کے جسم سے زیادہ طاقتور ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا اے فاسق خاموش رہ' ولید کو یہ بات ناگوار گزری۔ جناب محمد مصطفٰےؐ کی خدمت میں علی' کی شکایت کی اسی وقت جبریل امینؑ نازل ہوئے اور یہ آیت نازل ہوئی۔ افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستوون یہ آیہ شریفہ جناب علی مرتضٰیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے جس سے آپ کا مومن ہونا اور ولید کا فاسق ہونا ثابت ہے اور ولید کے اس قول کو کہ میں علیؑ سے فصیح تر ہوں رد کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ علی ابن ابی طالب کی جگہ بہشت ہے اور ولید کی آتش۔ ایک یہ امر بھی حضرت علیؑ اور ولید کی دشمنی کا سبب تھا' ولید ہمیشہ آپ کی طرف سے کینہ رکھتا تھا۔ اور وقت کا منتظر رہتا کہ کوئی ایسا کام کروں یا کوئی ایسی بات کہنے کا موقع ملے جس سے حضرت علیؑ کو رنج پہنچے۔ اب جو یہ خبر سنی کہ معاویہ مخالفت علیؑ پر آمادہ ہے اور آپ کے قاصد کو بغیر جواب خط حوالے کیے واپس کر دیا ہے بہت خوش ہوا اور معاویہ کو خط لکھ کر امیرالمومنین علیؑ سے جنگ کی ترغیب دی اور اسی مضمون کے کئی شعر تصنیف کر کے اس خط میں لکھ دیئے۔ معاویہ اس خط اور اشعار کو پڑھ کر بہت شاد ہوا۔ پھر دو کاغذ طلب کیے' ان کو جوڑ کر پہلے کاغذ کے سرے پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا اس کے سوا کچھ نہ لکھا سادہ کاغذ رہنے دیا پھر بنی عبس کے ایک جوان کو جو بڑا تیز زبان حاضر جواب اور بولنے میں بے شرم تھا جو کچھ منہ میں آتا بک دیتا تھا اور کسی امر سے نہ ہچکچاتا تھا بلا کر وہ خط حوالہ کیا۔ کہ کوفہ میں پہنچ کر حضرت علی علیہ السلام کے حوالے کرے۔ وہ شخص خط لے کر جانب کوفہ چلا اور وارد منزل مقصود ہو کر خدمت امیرالمومنینؑ میں حاضر ہوا۔ اول سلام کیا اس وقت خاص خاص مہاجر و انصار موجود تھے۔ جناب امیر علیہ السلام نے جواب سلام دیا۔ عبسی نے ادھر ادھر دیکھ کر پوچھا اس مجلس میں قبیلہ عبس یا قوم غیلان کا بھی کوئی شخص موجود ہے۔ لوگوں نے کہا تیرا کیا مطلب ہے۔ بیان تو کر تو کون ہے اور کہاں سے آتا ہے اور کیا خبر لایا ہے۔ اس نے کہا میں معاویہ کا ایلچی ہوں۔ خبر یہ ہے کہ شام میں پچاس ہزار سن رسیدہ اشخاص عثمان کے بے خطا مارے جانے پر اپنی داڑھیوں کو آنسوؤں سے تر کر رہے ہیں اور ان کی آنکھیں خون کے آنسو بہا رہی ہیں۔ سب نے تلواریں کھینچ رکھی ہیں اور باہم عہد کر لیا ہے کہ جب تک خون عثمان کا بدلہ نہ لیں گے شمشیر کو نیام میں نہ کریں گے۔ باپ اپنے بیٹوں کو طلب خون کی وصیت کرتا ہے۔ اہل عرب اپنے وطن مالوف کو ترک اور طلب خون عثمان کے ارادہ سے فرزندوں کی جدائی کو اختیار کر رہے ہیں۔ مائیں اپنے بچوں کو طلب خون عثمان کا سبق پڑھا رہی ہیں۔ اور ان ہی خیالات کے ساتھ ان کی پرورش ہو رہی ہے۔ اب سے پہلے شیطان پر لعنت کرتے تھے۔ اب قاتلان عثمان پر!

حضرت امیر المومنینؑ نے پوچھا وہ کس شخص پر خون عثمان کی تہمت لگاتے ہیں۔ جواب دیا آپ پر اور سب یہی سمجھتے ہیں کہ تم نے مارا ہے۔ امیر المومنینؑ نے کہا تیرے منہ میں خاک آخر ان کے مارے جانے میں میری کیا خطا ہے۔ صلہ بن زفر عبسی جو حذیفہ الیمانی کا دوست تھا اٹھ کھڑا ہوا اور بولا تو بہت برا قاصد ہے۔ جسے معاویہ نے بھیجا ہے۔ تیری نالائق باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بے شرم اور بے حیا آدمی ہے۔ تو جناب امیر المومنینؑ اور مہاجر و انصار کو اس بات سے تہدید کرتا ہے کہ جاہل لوگ عثمان کے کفن پر رو رہے ہیں۔ اس کا کفن یوسف کا پیرہن نہیں۔ نہ رونے والوں کا رونا یعقوب کا رونا ہے۔ اب اس کے مرنے پر روتے ہیں تو پہلے اس کی امداد کیوں نہ کی۔ کہ جس وقت وہ بے بس اور مدد کا طلب گار تھا۔ اور تمہارا یہ ارادہ کہ امیر المومنینؑ کا مقابلہ کرو اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار ہے۔ اپنے فضل و کرم سے اعانت فرمائے گا۔ اور تم پر انہیں فتح و نصرت عطا کرے گا۔ **انہ ولی عبادہ المومنین فی الحقیقت** وہ اپنے بندوں کا والی ہے۔ اتنے میں سب لوگوں نے تلواریں سونت لیں اور عبسی کے قتل کا ارادہ کیا۔ امیر المومنین نے فرمایا اسے کچھ نہ کہو یہ قاصد ہے ہاں اس سے خط لے لو۔ لوگوں نے خط لے کر جناب امیر علیہ السلام کو دیا۔ آپ نے مہر توڑ کر دیکھا تو صرف بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا ہے اور کچھ بھی نہیں۔ سمجھ لیا کہ معاویہ جنگ کے لیے آمادہ ہے۔ کسی طرح بھی متابعت اختیار نہ کرے گا۔ فرمایا **لا حول ولا قوۃ الا باللہ حسبی اللہ نعم الوکیل**۔ یعنی اللہ کے سوا اور کسی میں کچھ قدرت و قوت نہیں اور وہی اچھا مددگار ہے۔

اس کے بعد معاویہ کے قاصد نے اٹھ کر عرض کی اے امیر المومنین میں نے اہل شام سے آپ کے خلاف بہت کچھ باتیں سن رکھی ہیں۔ اس لیے جس وقت یہاں پہنچا تو آپ سے زیادہ کسی اور کو دشمن نہ سمجھتا تھا۔ مگر اب جو حضور کی خدمت کی سعادت سے بہرہ مند ہوا اور آپ کی مبارک باتیں سنیں نیک برتاؤ اور کمالیت حلم کو دیکھا تو آپ سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہیں۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ شام والے بہت بڑی گمراہی میں مبتلا ہیں۔ اور امر حق اور راہ راست آپ کی طرف ہے۔ خدائے قادر مطلق کی قسم میں آپ کی خدمت سے علیحدہ نہ رہوں گا۔ اور آپ ہی کی خدمت میں رہ کر جان دوں گا۔

اس کے بعد معاویہ کی گمراہی اور امیر المومنینؑ کی ہدایت کے متعلق کچھ اشعار تصنیف کیے۔ اور معاویہ کے پاس روانہ کرکے اپنے ارادہ سے اطلاع دی کہ اب جناب امیر علیہ السلام ہی کی خدمت میں رہوں گا۔ معاویہ نے ان اشعار کو غور سے پڑھا۔ اور تعجب سے کہا جانبہار بڑا ہی فصیح اور زباندان آدمی ہے میں یہ جانتا تو اسے نہ بھیجتا۔ بے شک وہ حضرت علیؑ کو ہمارے تمام ظاہری و باطنی حالات سے مطلع کردے گا اور ہمارے مقابلے پر معرکہ آرا ہونے کی ترغیب و تحریص دلائے گا۔

ایک مرد ملا کا کوفہ سے شام معاویہ کے پاس پہنچنا

راوی کہتا ہے کہ ایک دن معاویہ ہوا خوری کے لیے سوار ہو کر خواصوں اور غلاموں کے ساتھ جنگل میں جا رہا تھا۔ ایک شخص کو دیکھا کہ اونٹ پر سوار عراق کی طرف سے آرہا ہے معاویہ نے اسے اپنے پاس بلوایا اور پوچھا تو کون شخص ہے اس نے کہا طے کے قبیلے سے ہوں پھر پوچھا کہاں سے آتا ہے۔ اس نے جواب دیا کوفہ سے۔ پھر دریافت کیا کس کام کے لیے نکلا ہے۔ اس نے حابس بن سعد طائی سے جو تیرے پاس رہتا ہے اور میرا چچا زاد بھائی ہے۔ ملنے آیا ہوں۔ معاویہ نے حابس بن سعد کو بلایا جب اس نے آکر اپنے چچا زاد بھائی کو دیکھا مرحبا کہا اور بغلگیر ہوا۔ حابس نے کہا اے امیر یہ میرا چچا زاد بھائی ہے عراق کے تمام حالات سے بخوبی واقف ہو گا۔ اور اس سمت کے ذرہ ذرہ حالات و معاملات سے اچھی طرح آگاہ ہے۔ معاویہ نے اسے اپنے پاس بٹھا کر پوچھا اے طائی علی ابن طالبؑ کا کیا حال ہے سچ سچ کہنا تو نے ان کو کہاں چھوڑا۔ اور وہ کس سمت کا

قصد رکھتے ہیں۔ طائی نے جواب دیا کہ حضرت علیؑ جنگ جمل سے فارغ ہو کر چند روز بصرہ میں رہے پھر کوفہ آئے۔ تمام ادنی و اعلی بزرگ و خورد بڑے جوش سے بیعت کے لیے حاضر ہوئے۔ ایک دوسرے پر اس قدر سبقت کرتے تھے کہ کندھوں پر سے چادریں گری پڑتی تھیں۔ بچوں کو کندھوں پر سوار کرا رکھا تھا اور اس عالم میں آ کر بیعت کرتے تھے۔ محلوں میں دلہنیں اور عصا پکڑنے والی اور سو سو برس کی بوڑھی عورتیں آ آ کر آپ کے قدموں پر گرتی تھیں۔ تمام باشندگان علی ابن ابی طالبؑ کے تشریف لانے اور ان سے بیعت کرنے سے ایسے مسرور اور شادمان ہوئے ہیں کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ اس کے سوا حضرت علی کا اور کچھ ارادہ نہیں کہ شام کی طرف بڑھیں اور تجھ سے جنگ کریں۔ لیکن بلاشبہ وہ شام پر چڑھائی ضرور کریں گے۔

معاویہ اس کی باتیں سن کر فکر مند ہوا۔ حابس سے کہا میں جانتا ہوں کہ تیرا چچیرا بھائی جاسوس بن کر آیا ہے۔ اس شخص نے کہا بخدا نہ میں جاسوس ہوں اور نہ ایسے ارادہ سے یہاں آیا ہوں۔ بلکہ میں شام سے عراق کو بہت اچھا سمجھتا ہوں میں تیرے ہمسائے میں ٹھہرنا پسند نہیں کرتا جانب عراق واپس جاتا ہوں۔ اس طرف امیر المومنین نے کوفہ کے لوگوں کو جامع مسجد میں طلب کیا جب سب حاضر ہو گئے ان کو اچھی اچھی نصیحتیں کیں اور شام پر چڑھائی کرنے کی ترغیب دلائی۔ قبیلہ فزارہ کے ایک شخص اربد نام نے اٹھ کر کہا اے ابو طالبؑ کے بیٹے تم ہمیں شام کی مہم پر لے جاتے ہو اور ہمیں ہمارے بھائیوں ہی سے جو شام میں رہتے ہیں لڑانا چاہتے ہو جس طرح ہمیں بصرہ میں لے جا کر ہمارے بھائیوں سے لڑایا اور ہم نے انہیں قتل کیا۔ ایک مرتبہ ہم نے ایسا کام کیا مگر اب دوسری مرتبہ نہ ہو سکے گا۔ چاہے آپ ہمارا کچھ ہی حال کیوں نہ کریں۔ اشتر نے للکار کر کہا اس بکواسی ملعون فاسق کو پکڑو۔ مگر وہ شخص بھاگ گیا۔ لیکن لوگوں نے پیچھا کر کے اسے اسپ فروشوں کے بازار میں جا پکڑا۔ اور اس قدر مارا کہ وہیں مر گیا۔ امیر المومنین نے یہ سن کر کہ اسے مار ڈالا ہے دریافت کیا کہ کس شخص نے مارا ہے لوگوں نے بیان کیا کہ عوام کے ہجوم اور شور و غل میں لکڑیوں اور لاتوں کی ضربات سے ہلاک ہو گیا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر یہ امر نہیں معلوم ہو سکتا کہ اسے کس شخص نے مارا تو اس کا خونبہا بیت المال سے دیا جائے۔ امیر المومنینؑ اس فراری شخص کی باتوں سے کسی قدر آرزدہ ہوئے۔ اشتر نے کہا یا مولی آپ اس بے ہودہ شخص کی باتوں کا ملال نہ فرمائیں ہم ہر شخص کو آپ کا ہوا خواہ' جاں نثار اور مطیع و فرمانبردار پاتے ہیں کوئی شخص نہ آپ سے مال سے باہر نہ جان سے۔ یہی سمجھتے ہیں کہ ہماری جانیں آپ کی حیات سے وابستہ ہیں۔ جس وقت مرضی مبارک ہو آپ حکم دیں ہم اسی وقت آپ کے دشمنوں پر چڑھائی کر کے جنگ کریں گے اور آپ کی خدمت گزاری میں جانیں فدا کر دیں گے۔ کیونکہ ہم آپ کی خدمت میں یقین صادق اور اعتقاد کامل رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ آپ حق پر ہیں۔ اور جن گروہوں نے آپ سے مخالفت اختیار کی ہے وہ گمراہ ہیں۔ انہوں نے دین کو دنیا کے عوض فروخت کر دیا ہے۔ امام برحق سے پھر کر اور خلیفہ وقت سے مقابلہ پر نکل کر اللہ تعالی کو ناراض اور روئے زمین کو اپنے مظالم سے آلودہ کیا ہے اسی سبب سے آفتاب برحق کے نور سے محروم ہیں۔ آپ کو بہ امداد الہی معرکہ آرائی میں نصرت کامل حاصل ہے۔ ہم نے آپ کو برحق جانا ہے اور یقین ہے کہ کوئی شخص موت سے پہلے نہیں مر سکتا۔ اور جو موت سے بچنا چاہتا ہے اسے بھی اجل آنے کے وقت جام فنا پینا پڑتا ہے۔ موت سے دونوں دن چارہ نہیں' نہ موت ہی کے دن نہ اس دن جبکہ موت نہیں ہے۔ موت کے دن کوئی کوشش کارگر نہیں ہوتی اور جس دن موت نہیں ہوتی اس دن مر جانا بھی ناممکن ہے۔

اب جناب امیر علیہ السلام نے مناسب سمجھا کہ گرد و نواح کے امیروں اور سرداروں کے نام فرمان بھیج کر بیعت کے لیے طلب کریں۔ ان میں سے ایک جریر بن عبداللہ بجلی عثمان کی طرف سے عامل ہمدان تھا دوسرا اشعث بن قیس آذر بائیجان کا

حاکم۔ آپ نے پہلے جریر کو اس مضمون کا خط لکھا۔
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط اللہ کے بندے امیر المومنین علیؑ کی طرف سے جریر بن عبداللہ بجلی کے نام ہے۔ جریر بن عبداللہ عامل ہمدان کو واضح ہو کہ اللہ کے بندے جب تک اس کے عبادت و طاعت کے طریق پر چلتے گناہوں اور سرکشیوں سے بچتے ہیں۔ آسمانی نعمتیں ہر روز ان پر زیادہ ہوتی ہیں۔ اور جب اپنی حالتیں بدل ڈالتے ہیں یعنی عبادت و طاعت الٰہی ترک کر دیتے ہیں تو ان کی نعمت و دولت بھی زوال میں آ جاتی ہے۔ اس کا ثبوت کلام الٰہی میں موجود ہے۔
ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیر وا ما با نفسھم و اذا اراد اللہ بقوم سوء فلا مرد لہ و سالہ من دونہ من وال☆
اور اس کے مہاجر و انصار اور شرفاء مددگار ان کا مجھ سے بیعت کرنا میری امامت و خلافت کو متفق ہو کر مان لینا سب تجھے معلوم ہو چکا ہو گا اور یہ بھی کہ کس جماعت نے متابعت کے بعد مخالفت اختیار کی اور بصرہ میں جمعیت پہنچائی۔ پھر میرا بصرہ جانا ان کو سمجھانا اور انجام کار گوشمالی دینا پھر بتائید ربانی فتح پانا عبداللہ ابن عباس کو وہاں کا امیر بنا کر کوفہ میں آ جانا سب سن ہی لیا ہو گا اس کے دوہرانے کی حاجت نہیں اب شام کی مہم درپیش ہے معاویہ نے وہاں فوج جمع کی ہے اور مخالفت پر آمادہ ہے میرا قصد ہے کہ اس طرف روانہ ہوں۔ تجھے لازم ہے کہ خط کے مضمون سے واقف ہوتے ہی جس قدر سوار اور پیدل تیرے پاس ہیں سب کو ہمراہ لے کر حاضر خدمت ہو۔ اور اس امر میں نہایت جلدی کرو۔ والسلام!
جریر کا بھانجا جناب امیرِ المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا اس نے بھی ایک خط بہت تاکید اور تقاضے کا لکھا کہ فوراً چلے آیئے' پھر خط بند کر کے اور زجر بن قیس کو دے کر جانب ہمدان روانہ کیا۔ ایلچی نے داخل ہمدان ہو کر خط دیا اور جریر مضمون سے آگاہ ہو کر مسجد میں آیا اور منبر پر جا کر کہا اے لوگو یہ خط امیر المومنین علیؑ نے میرے نام بھیجا ہے۔ حضرت علیؑ ایسے شخص ہیں جو دین اور دنیا دونوں جگہ محفوظ اور امین ہیں۔ صحابہ رسول نے آپ کی خلافت و امامت پر اتفاق کر کے اطاعت و فرمانبرداری پر مستعد ہو گئے ہیں۔ آپؑ سے زیادہ لائق و فائق اور بہتر کوئی دوسرا شخص نہیں ہے کیونکہ آپ کی ذات میں علم' شجاعت' اور سخاوت سب سے زیادہ ہے۔ شرافت اور قرابت میں جناب رسول خداؐ سے بہت نزدیک ہیں یقین سمجھو کہ راحت اور آرام آپ کی موافقت کے ساتھ ہے اور رنج و تکلیف علیحدگی میں طول حیات اتفاق کا پھل ہے اور مرگ و ہلاکت نفاق کا نتیجہ ہے۔ اگر تم موافقت کے ساتھ آپ کی خلافت و امامت سے رضامند ہو گئے تو تمہارے سب کام درست ہو جائیں گے۔ اگر خدانخواستہ ان کی بیعت سے انحراف کیا تو امیر المومنین کو لازم ہو جائے گا کہ جبر و اکراہ سے تم سب کو حلقہ اطاعت میں لائیں اور طریق موافقت پر چلائیں۔ جس وقت جریر اس قدر بیان کر چکا تو مسجد کے ہر گوشہ سے آواز آئی کہ جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کی خلافت سے ہم راضی ہیں اور یہ آرزوئے دلی ہم نے ان سے بیعت کی ہے۔
اس کے بعد زجر بن قیس جو امیر المومنین علیؑ کا ایلچی تھا با آواز بلند بولا اے باشندگان ہمدان امیر المومنین علیؑ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے اور تمام حالات تحریر کیے ہیں' اپنے عزم سے بھی اطلاع دی ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تمام صحابہ اور مہاجر و انصار ادنیٰ و اعلیٰ نے آپ کی خلافت و امامت پر اتفاق کر لیا ہے۔ سب فرمانبرداری پر کمربستہ ہیں اس امر میں تمہارا کیا ارادہ ہے اور امیر المومنینؑ کے خط کا کیا جواب دیتے ہو۔ سب نے کہا اے زجر ہم سب امیر المومنین کے مطیع' ان کی خلافت و امامت کے خواہاں اور تعمیل احکام کے لیے گوش بر آواز ہیں۔
اس کے بعد جریر بن عبداللہ مع افواج سوار اور پیادہ تزک و احتشام کے ساتھ جانب کوفہ روانہ ہوا خدمت امیر المومنینؑ میں پہنچ کر بیعت کی اور ہوا خواہوں میں شامل ہوا۔

اشعث بن قیس الکندی کے نام امیرالمومنینؑ کا نامہ

اسی قسم کا ایک خط جس میں ملامت پند اور نصیحت شامل تھی اشعث بن قیس کے نام جو عثمان کی طرف سے آذر بائیجان کا عامل تھا روانہ کیا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! اللہ کے بندے امیرالمومنین علی کی طرف سے اشعث بن قیس کو معلوم ہو کہ ہمیں تجھ پر زیادہ بھروسہ اور اعتماد تھا اور تیری عقل و فہم اور دانائی پر کامل یقین تھا ہماری آرزو تھی کہ سب سے پہلے جو شخص ہماری بیعت کرتا اور اس معاملہ کی طرف خواہش مند ہوتا وہ تو ہی ہوتا مگر تیری طرف سے ایسی باتیں سنی گئیں اور تیری طرف سے بعض امور ایسے سرزد ہوئے جن کی وجہ سے تیری طلبی میں تاخیر ہوئی اور بلانے میں ڈھیل ہوئی۔ اس وقت تیری گزشتہ باتیں نظرانداز کر دی گئیں اور تیرے اعمال ناپسندیدہ کو ان خدمات حسنہ سے جو تجھ سے ظہور پذیر ہوئے ہیں محو کر دیا گیا ہے۔ تو نے عثمان کا واقعہ مہاجر و انصار کی زبانی ضرور سنا ہو گا اور اصحاب رسول خداؐ اور جملہ ادنیٰ و اعلیٰ اور خاص و عام کا بیعت کرنا بھی بخوبی معلوم ہو چکا ہو گا اب ہمارا ارادہ ہے کہ شام کی طرف جائیں میں تیرے آنے کا منتظر ہوں لازم ہے کہ نامہ پہنچتے ہی ہمارے پاس پہنچنے میں جلدی کر اور جس قدر سوار اور پیدل تیرے ساتھ ہیں سب کو ہمراہ لے آ اور خوب یاد رکھ کہ آذر بائیجان خاص تیرا ہی حق نہیں ہے بلکہ عامل کے ہاتھ ایک امانت کی چیز ہے اور وہاں سے جس قدر مال حاصل ہوتا ہے وہ بیت المال سے علاقہ رکھتا ہے تو اس زر و مال کا محض ایک خزانچی اور امین ہے ہرگز اس میں تصرف بیجا نہ کرنا اور جس قدر مال جمع ہو چکا ہے۔ لا کر داخل خزانہ عامرہ کر۔ یہ بھی سمجھ لے کہ تیرے حقوق ہمارے دل سے فراموش نہ ہوں گے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ لا حول ولا قوۃ الا باللہ اس علاقہ کی امارت تجھ ہی پر برقرار رہے گی۔

اس کے بعد خط لپیٹ کر زیاد بن ہمدانی کو واپس دیا کہ آذر بائیجان میں پہنچ کر اشعث بن قیس کو دے۔ اشعث کا چچا زاد بھائی خدمت امیرالمومنینؑ میں موجود تھا۔ اس نے بھی اس مضمون کا خط اشعث کے نام لکھ دیا کہ میرے چچیرے بھائی اشعث بن قیس کو معلوم ہو کہ قتل عثمان کے بعد جملہ مہاجرین و انصار بلکہ صحابہ کبار اور اشراف و اخیار نے جناب امیرالمومنین علیؑ کی بیعت اختیار کر لی ہے۔ میں نے بھی ان کی متابعت میں دینی و دنیوی بہتری سمجھی۔ ہرچند میں نے عثمان کے معاملے میں غور و تامل کیا۔ مگر کوئی بات مجھے ایسی معلوم نہ ہوئی کہ امیرالمومنینؑ کے مانع آئے۔ اب انہوں نے تیرے نام خط لکھا ہے اور اپنی بیعت کے لئے طلب کیا ہے۔ مضمون خط سے واقف ہو کر ہرگز کچھ تامل اور توقف یا کوئی عذر و حیلہ نہ کرنا۔ آ کر بیعت اختیار کر۔ کیونکہ امیرالمومنینؑ امام برحق خلیفہ مطلق اور گزشتہ و آئندہ سے فاضل تر ہیں۔ جو کچھ میں لکھتا ہوں اسے سچ جاننا اور مجھے سچا خیر خواہ جاننا۔ والسلام!

جب زیاد نے اشعث کے پاس پہنچ کر امیرالمومنینؑ اور اس کے چچا زاد بھائی کے خط حوالے کئے اور اس نے پڑھ کر مضمون مندرجہ سے اطلاع پائی تو منادی کر دی کہ تمام آدمی جامع مسجد میں جمع ہو جائیں۔ جب سب آدمی جمع ہو گئے اشعث نے منبر پر جا کر خطبہ پڑھا اور کہا جو شخص تھوڑی سی چیز پر اکتفا نہیں کر سکتا اسے بہتات بھی سیر نہیں کر سکتی۔ امیرالمومنین عثمان نے مجھے ولایت آذر بائیجان حوالہ کی تھی چنانچہ میں اب تک اس پر قابض ہوں مگر ان کا زمانہ ختم ہو گیا اور جو واقعات امیر المومنین علیؑ' طلحہ و زبیر اور عائشہ کے درمیان واقع ہوئے ہیں۔ تمہیں سب معلوم ہیں' اس وقت تمام مہاجر و انصار' ادنیٰ و اعلیٰ' حضرت علیؑ کی خلافت و امامت پر متفق ہو گئے ہیں۔ امیرالمومنینؑ بڑے عالی خاندان' اور دین و دنیا میں افضل و ارفع ہیں۔ آپ نے مجھے خط لکھ کر بلایا ہے۔ اس میں تمہاری کیا صلاح ہے۔ سب نے متفق اللفظ کہا ہم نے سنا اور اطاعت اختیار

کی۔ علیؑ ہمارے امام ہیں۔ اور ہم آپ کی خلافت و امامت پر بخوشی قلب رضامند ہیں۔ اور ان کے سوا ہم کسی سے کچھ واسطہ نہیں رکھتے۔ امیر المومنین کے ایلچی زیاد بن مرحب نے بھی منبر پر جا کر حمد و ثناء الہٰی کے بعد جناب رسولؐ خدا پر درود بھیجا اور کہا اے لوگو عثمان بن عفان کے معاملے میں غور کرنا بے فائدہ ہے اور نہ وہ کوئی مفید خبر ہے اگر حقیقت حال معلوم کرنا چاہیں تو کوئی ایسی بات نہیں ہو سکتی جس سے اطمینان خاطر نصیب ہو۔ گو بیان کرنے والے نے اس معاملے کو دیکھا ہی ہو کہاں وہ جس نے دیکھا بھی نہ ہو اور دیکھنے سے بہتر کوئی خبر نہیں ہو سکتی۔ اس وقت تمام آدمیوں نے کسی دباؤ یا جبر کے بغیر بخوشی خود امیر المومنین علیؑ کی بیعت اختیار کر لی ہے۔ اور جن لوگوں نے بیعت کر کے توڑ ڈالی ہے اور مخالفت کر کے اہل بصرہ کو ساتھ لے کر جنگ کر ڈالی ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے کئے کی سزا دی۔ حضرت کو فتح و ظفر نصیب ہوئی۔ میں ان کا ایلچی تمہارے پاس آیا ہوں ان کا حکم سنو اور اطاعت قبول کرو۔ مسجد کے ہر گوشے سے صدا آئی کہ ہم نے ان کے حکم کو مان لیا اور ان کی امامت و خلافت کا دل و جان سے اقرار کرتے ہیں۔

جس وقت تمام لوگوں نے بہ رضا و رغبت خوشی خوشی حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ مان لیا' تو اشعث خوشی خوشی اپنے گھر چلا گیا۔ اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو بلا کر کہا اگرچہ حضرت علیؑ بزرگ شخصیت ہیں اور میں جانتا ہوں کہ مجھے ان کی اطاعت لازمی ہے اور ان کی خدمت میں جا پہنچوں گا تو وہ ضرور میرے ساتھ بہ لطف و کرم پیش آئیں گے۔ مگر خط میں آذر بائیجان کے محاصل کا جو ذکر موجود ہے میں اس سے رنجیدہ ہوں اور نہیں چاہتا کہ ان کی خدمت میں جاؤں میری رائے یہ ہے کہ معاویہ کے پاس چلا جاؤں اور اس سے ملتجی ہو کر اس مال کی واپسی سے پہلو بچا لوں۔ اس معاملہ میں جس قدر غور و فکر کرتا ہوں معاویہ ہی کے پاس جانا بہتر نظر آتا ہے۔ تمہاری کیا رائے ہے؟

اس کے دوستوں عزیزوں اور رشتہ داروں نے جواب دیا۔ معاذ اللہ معاویہ کے پاس جانے سے بہتر ہے کہ ہم مر جائیں۔ اس عیب اور برائی کو کیونکر گوارا کر سکتے ہیں تو کس طرح اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے علیحدگی' اپنے شہر' وطن اور قدیمی گھر سے جدائی اختیار کرنا جناب امیر المومنین علیؑ کی بیعت اور اطاعت سے منحرف ہونا چاہتا ہے۔ حالانکہ وہ جناب رسولؐ خدا کے بھائی وصی اور ان کے فرزندوں کے باپ ہیں۔ تو شام کو جاتا اور معاویہ کو علیؑ پر ترجیح دیتا ہے۔ اشعث اپنے متعلقین کی گفتگو سن کر شرمندہ ہو گیا اور بوجہ حیا اپنے ارادہ سے باز رہا۔ پھر اپنے خدمتگاروں اور خیل و حشم کو بلا کر تسلی دی اور جانب کوفہ روانہ ہوا۔ داخل کوفہ ہو کر خدمت امیر المومنین میں حاضر ہوا۔ اور بیعت کر لی۔ آپ نے بھی اس کے آنے پر اظہار خوشنودی فرمایا اور بڑی دلداری کی۔

اس کے بعد احنف بن قیس نے کہا یا امیر المومنینؑ بنو سعید بن زید بن مناف بنی تمیم نے جنگ جمل کے موقع پر آپ کی امداد نہیں کی تھی لیکن اب جو معرکہ درپیش ہے وہ اس میں آپ کی امداد اور خدمت گزاری کریں گے۔ وہ جنگ جمل میں اس لئے آپ کے ساتھ نہ ہوئے تھے کہ طلحہ و زبیر نے شبہ میں ڈال دیا تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ اب وہ آپ کے ساتھ اور معاویہ کے مخالف ہیں اور آج وہ تمام قوم بصرہ میں موجود ہے اگر حضور حکم دیں تو میں انہیں کچھ لکھوں اور آپ کی اطاعت و خدمت گزاری کے لئے بلاؤں۔ کہ بہت جلدی حاضر بارگاہ ہو کر گزشتہ غلطی کا تدارک کریں۔ بنی تمیم کے لوگوں نے جو اس وقت موجود تھے۔ احنف کی رائے کو پسند کیا۔ سب نے کہا عین مصلحت ہے اور حضرت علیؑ نے بھی اجازت دے دی تجھے اختیار ہے جو مناسب سمجھے اس پر عمل کر۔

غرض احنف بن قیس نے بنی عم اور دوستوں اور اپنے عزیزوں کو اس مضمون کا خط لکھا: واضح ہو کہ تمہارے سوا بنی تمیم میں سے کوئی شخص باقی نہیں رہا۔ جس نے امیر المومنین علیؑ کی بیعت اختیار نہ کی ہو۔ سب نے بخوشی بیعت کر لی ہے۔ یاد رکھو کہ

آج جو کچھ تمہارے قبضہ اقتدار میں ہے۔ وہ میری ہی نیک صلاح کا پھل ہے اور تمہارا دشمنی کے باوجود امن میں رہنا بھی میری ہی نیک صلاح کا پھل ہے اور میری ہی ان تدبیروں کا نتیجہ ہے جو تمہارے واسطے عمل میں لائی گئیں' جس وقت ہم کوفہ میں وارد ہوئے تو تمہارے عزیزوں اور متعلقین نے جو یہاں سکونت پذیر ہیں۔ جناب امیرؑ کی خدمت گزاری کی اور جان و مال سے دریغ نہ کیا۔ اور اب تیار ہیں کہ حضرت کے ہمراہ شام کی مہم پر جائیں۔ اور امداد کریں۔ القصہ مجھے جو رائے تمہارے حق میں بہتر اور فائدہ بخش نظر آئی اس سے تمہیں مطلع کرتا ہوں۔ اپنے دوستوں سمیت بلا تامل جناب امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ خوب سمجھ لو کہ .بفضلہ تعالیٰ آپ کا اقتدار کمال پر ہے کوئی جائے تردد نہیں تم حیلہ نہ کرنا فوراً چلے آنا۔ کیونکہ تمہارے لئے دینی اور دنیوی بھلائیوں کا موجب ہے۔

بنی تمیم نے احنف کے خط کو ملاحظہ کر کے تمام باتوں پر غور کیا اور اسی امر کو اچھا سمجھا سب نے جمع ہو کر بصرہ سے جانب کوفہ سفر کیا اور خدمت جناب امیر علیہ السلام میں حاضر ہو کر شرف حضوری حاصل کیا۔ اور آپ سے اس اقرار کے ساتھ بیعت کی کہ ہم آپ کی خدمت میں رہیں گے جہاں ہوں گے مطیع و فرمانبردار رہیں گے۔ لڑائیوں میں ساتھ دیں گے۔ اور زیر سایہ جانیں دیں گے۔

آپ نے اپنے دوستوں کے ساتھ مشورہ کیا اور فرمایا میں معاویہ کے ساتھ مکر اور اس پر ظلم کرنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ بغاوت اور ظلم کا نتیجہ اچھا نہیں ہے۔ کوئی ایسا شخص ہو جس نے زمانہ کا بہت سا تجربہ کیا ہو' دنیا کی اونچ نیچ دیکھی اور اس کی تلخی و شیرینی کا مزا چکھا ہو اور ظاہر و باطن اور سختی و نرمی میں پسندیدہ عادات رکھتا ہو۔ وہ معاویہ کے پاس میرا خط لے جائے میں اسے سمجھانا اور نصیحت و تاکید کرنا چاہتا ہوں شاید سعادت حاصل کرے اور اپنے ارادہ سے عاجز آ کر اطاعت و موافقت اختیار کرے۔ اور اگر پھر بھی اس گمراہی اور مخالفت پر قائم رہے گا تو اس سے جنگ کروں گا۔

جریر بن عبداللہ بجلی نے کہا اے امیرالمومنینؑ آپ مجھے اپنا ایلچی بنا کر اس کے پاس روانہ کریں۔ کیونکہ میں اور وہ دوست رہ چکے ہیں اور وہ کسی وقت بھی میرے کہنے کو نہ ٹالتا تھا۔ میری بات کو بے لاگ سمجھتا تھا وہاں جا کر اسے بخوبی سمجھاؤں گا۔ اور نصیحت کر کے امر حق کی طرف توجہ دلاؤں گا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ میری بات مان لے گا اور حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کر لے گا۔ میں شامیوں کو بھی آپ کی بیعت کی ترغیب دوں گا۔ وہاں میرے قدیمی عزیز و قریب بہت سے ہیں۔

آپ نے اس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے جریر تجھے معلوم ہے کہ میرے پاس حضرت محمد مصطفیٰؐ کے بہت سے وہ اصحاب موجود ہیں جو آپ کے ہمراہ لڑائیوں میں رہ چکے ہیں اور سب کے سب معتمد ہیں ان میں سے جس کسی کو بھیجنا چاہوں وہی اس کو نہایت دیانتداری اور امانت گزاری سے ایسی اچھی طرح بجا لائے گا جس سے زیادہ ممکن نہیں لیکن بایں سبب کہ تو نے اس کام کے لیے سبقت اختیار کی اور تیری امانت و دیانتداری اور مودت و محبت بھی ظاہر ہے۔ معاویہ کے پاس بطور قاصد روانہ کرنے میں کسی دوسرے کو تجھ پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ بخیر و خوبی جا اور معاویہ کو میرا خط پہنچا اور فرمائش کر کہ خلافت کے خلاف نہ چل اطاعت اور دوستی اختیار کر' جریر مستعد ہو گیا۔ آپ نے اس مضمون کا خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! عبداللہ بن علی امیرالمومنینؑ کی طرف سے معاویہ بن صخر کو معلوم ہو کہ جملہ مہاجر و انصار نے خلافت و امامت کے کاموں کی درستی کے لیے باہم مشورہ کر کے ایک شخص کو منتخب کیا ہے اور اسی کو اپنا امام اور رسول خدا کا خلیفہ اور خاص و عام کا پیشوا قرار دے لیا ہے اور عہد کر لیا ہے کہ جو شخص ہماری قرار داد سے راضی نہ ہو گا اس سے جنگ کریں گے تاآنکہ اطاعت و موافقت اختیار کرے۔' تجھے یہ سب حالات اچھی طرح معلوم ہیں۔ زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ میرے اور اہل بصرہ کے درمیان جو جنگ اور خونریزی واقع ہوئی ہے وہ بھی سن لی ہو گی تجھ سے مخفی نہ ہو گی۔ اللہ تعالیٰ نے

مجھے ان پر تہمت کیا ظھر امر اللہ و ھم کارھون یعنی امر الٰہی ظاہر ہوا گو وہ کراہت کرنے والے ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ تو عثمان کے معاملہ میں مبالغہ کرتا ہے اور قاتلوں کی نسبت کچھ کہتا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ پہلے میری بیعت اختیار کرکے اور مسلمانوں کے ساتھ متفق ہو کر پھر عثمان کے وارث میرے سامنے قاتلوں پر دعویٰ کریں اور میں کتاب الٰہی کے مطابق فیصلہ کروں۔ تو اس وقت جس بات کو چاہتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسا کوئی اپنے بچے کو دھوکا دے کر اور کسی اور طرف متوجہ کرکے دودھ چھڑانا چاہتا ہو اگر تو عقل سے کام لے کر دیکھے تو خون عثمان کے معاملہ میں مجھ سے زیادہ بے لگاؤ کسی اور شخص کو نہ پائے گا۔ میں خوب جانتا ہوں کہ تو ان لوگوں میں سے نہیں جو خلافت کے سزاوار ہو سکتے اور اس منصب شریفہ کی لیاقت رکھتے ہوں میں یہ خط بھیج کر فہمائش کا حق ادا کرتا ہوں۔ جریر کو جو بڑا ایماندار اور مہاجر اور دیانتدار آدمی ہے تیرے پاس بھیجتا ہوں اور اس کی زبانی ان باتوں کا پیغام دیا ہے جن سے تیری حالت درست اور امیدیں پوری ہو سکتی ہیں اگر تو نصیحت کو قبول اور ان باتوں کو عقل سے سنے گا تو دونوں جہان تیرے لیے بھلائی اور عافیت ہو گی اور مسلمانوں میں نیک نام رہے گا ورنہ بخیال دیگر تو اپنے آپ کو ہلاکت اور بلا میں مبتلا کرے گا۔ میں اللہ تعالیٰ سے امداد طلب کرکے تجھ سے جنگ کروں گا اور جو کچھ مناسب وقت ہو گا اس طریق سے پیش آؤں گا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یعنی بزرگ و برتر اللہ کے سوا اور کسی میں کچھ طاقت و قدرت نہیں ہے۔ پھر خط کو ختم کرکے اور لپیٹ کر جریر کے حوالہ کیا وہ خط لیتے ہی جانب شام روانہ ہوا قطع منازل کرکے داخل شام ہو کر معاویہ کے پاس پہنچا اور سلام کیا۔ معاویہ نے جواب سلام دے کر بڑی عزت سے اپنے پاس بٹھایا۔ اور بہت نرمی سے دریافت کیا کہ اے جریر تو کس کام کے لیے آیا ہے۔ اور کیا حالات ہیں۔ اس نے کہا میں تیرے پاس محض تیری بھلائی اور بہتری کی خاطر آیا ہوں۔ کیونکہ حرمین و عراق و حجاز و یمن والے سب تیرے ابن عم علی ابن طالب کے ہمراہ ہو کر ان کی بیعت میں آ گئے ہیں۔ تمام علاقے حوالے کر دیئے ہیں تیرے پاس چند قلعوں کے سوا اور کوئی نہیں۔ اگر حضرت علیؑ ادھر تشریف لے آئے تو ان کے لطف و کرم کو دیکھ کر تمام فوج ان کے ہمراہ ہو جائے گی اور تو تنہا رہے گا پھر یہ چند حصار بھی تیرے قبضہ سے نکل جائیں گے۔ میں اس لیے آیا ہوں کہ تجھے نیک مشورہ دوں اور راہ راست دکھاؤں اور وہ مشورہ یہ ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ کی متابعت اختیار کرو وہ امت محمد مصطفےٰؐ کے خلیفہ مطلق اور امام برحق ہیں اگر تو اس معاملہ میں اچھی طرح غور کرے گا اور برے خیالات کی طرف مائل نہ ہو گا اور میرے ہمراہ جناب کی خدمت میں چلے گا تو تیری سب مرادیں بر آئیں گی اور یہ علاقہ بھی تیرے ہی حوالہ کر دیا جائے گا۔ حضرت علیؑ تجھ پر مہربانی فرمائیں گے۔ جب تک حضرت زندہ ہیں یہ علاقہ تیرے ہی پاس رہے گا۔ ان کی وفات کے بعد اگر تو زندہ رہا اور تیرا کچھ اور ارادہ ہوا تو اس وقت وہ بھی ممکن ہو گا۔

رہا عثمان کا واقعہ جو لوگ اس دن مدینہ میں موجود تھے وہ بھی حقیقت حال سے واقف نہیں۔ پھر وہ لوگ جو موجود نہ تھے کیا جان سکتے ہیں تو بھی اس امر سے خوب آگاہ ہے۔ مگر دانستہ اپنے آپ کو غلطی میں ڈالتا ہے۔ فتنہ پردازوں اور خود غرضوں کی باتوں میں آ کر علی ابن ابی طالبؑ کے مقابلے پر آتا ہے۔ تیرا یہ رویہ اچھا نہیں۔ دشمنی کی راہ سے نہیں بلکہ دوستی کے خیال سے جو کچھ تیرے واسطے بہتر معلوم ہوا بتا دیا گیا آئندہ تجھے اختیار ہے۔

پھر معاویہ نے جناب امیر علیہ السلام کا فرمان اول سے آخر تک پڑھا اور جریر کو دے کر کہا تو بھی پڑھ کہ تجھے بھی معلوم ہو جائے کہ اس میں کیا لکھا ہوا ہے۔ جریر نے خط لے کر پڑھا اور جریر پھر وہاں سے اٹھ کر اپنی قیام گاہ پر آیا دوسرے دن جریر جامع مسجد میں آیا لوگ جمع ہو گئے معاویہ بھی آیا۔

جریر نے تقریر شروع کی اور بہت عمدہ بیان کیا جس میں لوگوں کو پند و نصیحت تھی۔ اور جناب امیر علیہ السلام کی بیعت کی

بھولا ہو گا اور جانتا ہو گا کہ میں کون شخص ہوں۔
عبداللہ نے کہا اے ابو طالب کے بیٹے اس تکبر اور غرور سے باز آؤ کب تک اپنی تعریفیں کیے جاؤ گے۔ اور دوسرے آدمیوں کو کچھ نہ سمجھو گے قدم آگے بڑھاؤ کہ اپنے کیے کی سزا کو پہنچو۔ امیر المومنین نے باگ موڑی اور اس کی طرف بڑھے اور کہا عبداللہ جو کچھ تیرے پاس ہو وار کر۔ عبداللہ تلوار کھینچ کر آپ پر جھپٹا اور وار کیا۔ حضرت علی نے اس کا وار خالی دیا اور اسی تیزی میں گھوڑے کو اس پر لوٹا کر ایسا ہاتھ مارا کہ اس کا دایاں ہاتھ اور کھوپڑی کٹ کر جا پڑی آپ نے اس پر گھوڑا دوڑا دیا اور سموں کے نیچے لے کر یہ شعر پڑھا اور اس کی اس درجہ سنگدلی اور شقاوت پر تعجب فرماتے تھے وہ شعر یہ ہے:

ابای تدعوانی الوغا یا بن الارب   و فی یمینی صارم یبدی اللهب

آپ نے اس شعر کو دو مرتبہ پڑھا پھر اپنی صف میں چلے آئے۔ پھر بارز بن عوف جنی نے مرکب نکالا اور کوئی جنگجو طلب کیا۔ عبداللہ نے فشل اس کے مقابل ہوا اور دونوں نیزہ سے جنگ کرنے لگے۔ عبداللہ نے اسے نیزہ سے ہلاک کیا۔ پھر ثور بن عدی جو مازن بن عوف کا چچیرا بھائی تھا میدان میں آیا۔ اور کسی لڑنے والے کا خواستگار ہوا۔ محمد بن ابی بکر نے نکل کر تلوار سے ہلاک کر دیا۔ عائشہ یہ حال دیکھ کر غضبناک ہوئیں اور کہا مجھے ایک مٹھی کنکریاں دو' لوگوں نے دے دیں۔ عائشہ نے انہیں امیر المومنین کے اصحاب کی طرف پھینک کر کہا **شاہت الوجوہ** یعنی یہ چہرے سیاہ ہوں۔
مصاحبین علی میں سے ایک نے کہا اے عائشہ **ما رمیت اذ رمیت ولکن الشیطان رمی** اس وقت طلحہ بن عبداللہ نے بہ آواز بلند کہا اے بندگان خدا صبر کرو صبر کرو کیونکہ صبر اور ظفر دونوں ساتھ ساتھ ہیں۔ اور صابروں کے لیے ثواب عظیم ہے۔ **انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب** مروان بن حکم نے اپنے غلام سے کہا تو جانتا ہے کہ مجھے اس بات پر بڑا تعجب آتا ہے کہ قتل عثمان میں طلحہ سے زیادہ اور کوئی ساعی نہ تھا۔ وہ اس کے دشمنوں کو ترغیب دلاتا تھا اور خون عثمان بہانے کے واسطے خوب زور لگا رہا تھا آج کہتا ہے کہ میں عثمان کے خون کا بدلہ لیتا ہوں اور لوگوں کو ہلاکت میں مبتلا کر رکھا ہے۔
مجھے اندیشہ ہے کہ یہ سارا لشکر کٹوا دے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے تیر سے ہلاک کر دوں۔ تاکہ اور مسلمان اس کے فساد اور شر سے رہائی پائیں۔ اور میں اس طریقے سے اس کا شر مٹا دوں تو میرے آگے اس طرح کھڑا ہو جا کہ میں چھپ جاؤں اور کوئی مجھے نہ دیکھ سکے اور یہ نہ معلوم ہونے پائے کہ میں نے تیر مارا ہے۔ اگر تو ایسا کرے گا میں تجھے آزاد کروں گا۔ غلام اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ مروان نے زہر میں بجھے ہوئے پیکان والے تیر کو کمان میں جوڑا اور طلحہ کو نشانہ بنایا جس سے طلحہ کا پاؤں رکاب کے ساتھ چھد گیا۔ طلحہ اس زخم کی تاب نہ لا کر گھوڑے سے گر پڑا۔ اور بیہوش ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آیا اپنے غلام سے کہا مجھے اٹھا اور سایہ میں لے چل۔ غلام نے کہا اے آقا نہ یہاں کوئی سایہ نظر آتا ہے نہ جائے پناہ جہاں آپ کو لے چلوں۔ طلحہ نے کہا سبحان اللہ آج میں اپنے خون سے زیادہ اور کسی قریشی کا خون نہیں پاتا۔ نہ معلوم یہ تیر میرے پاؤں میں کہاں سے آلگا یہ تیر ضرور موت کا تیر ہو گا۔ اور یہ حکم الٰہی بغیر نہیں لگا۔ **و کان امر اللہ قدرا مقدورا** طلحہ یہ الفاظ کہتا جاتا تھا اور تڑپتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ مر گیا۔ لوگوں نے سنجہ موضوع میں دفن کر دیا۔ عائشہ کو اس کے مرنے کا بہت رنج ہوا۔ کیونکہ طلحہ ان کے چچا کا بیٹا تھا۔ کوفہ اور بصرہ والے اس حادثہ سے بہت غمگین ہوئے۔ اور رات ہو جانے پر دونوں لشکر اپنی اپنی قیام گاہ پر واپس چلے گئے۔ دوسرے دن پھر دونوں فوجوں نے صف آرائی کی اور عائشہ نے ہودج میں سوار ہو کر اپنے اونٹ کو لشکر کے آگے بڑھایا۔ اور سب اس کے گرد صف بستہ ہو گئے۔ امیر المومنین نے بھی اپنے لشکر کو ترتیب دیا۔ اور بہادروں نے میدان جنگ میں نکل کر جنگ چھیڑ دی۔ آج اس قدر انسان ہلاک ہوئے کہ میدان جنگ کی ساری زمین لال ہو گئی۔ جناب امیر کے اصحاب نے ایک دوسرے کے پیچھے اصحاب جمل پر حملہ کیا۔

طرف ترغیب و تحریص لائی تھی۔ پھر کہا اے لوگو آگاہ ہو کہ تمام مہاجر و انصار نے دل و جان سے حضرت امیر المومنینؑ کی بیعت اختیار کرلی ہے۔ اور ان کی خلافت و امامت کا اقرار کرلیا ہے۔ بصرہ والوں نے مخالفت کی تھی تو اپنے کئے کی سزا پائی۔ بصرہ کے صحرا میں تن سے اور تن سر سے جدا کئے ہوئے اپنے خون میں تڑپتے تھے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے وہ نظارہ کیا کہ نہ کبھی دیکھا تھا نہ سنا تھا نہ کسی وقت میں کوئی ایسا ہیبت ناک واقعہ ظہور میں آیا۔ علیؑ وہی علیؑ ہے جسے تم دیکھ چکے ہو تم نے اس کی شجاعت بھی دیکھ رکھی ہے اور اس کا حلم اور مہربانی بھی۔ اب تمام اکابر و معارف نے آپ کی امامت کا اقرار کرلیا ہے فی الحال اگر حضرت علیؑ سے بیعت نہ بھی ہوتی اور یہ کام ہمارے قبضے میں ہوتا تب بھی ہم حضرت علیؑ کے سوا اور کسی کو اپنا خلیفہ نہ بناتے اے معاویہ خدا سے ڈر اور اپنے لوگوں کو ہلاکت میں نہ ڈال جس طرح اور لوگوں نے علیؑ کی بیعت کرلی ہے تو بھی بیعت اختیار کر اور یہ کہنا کہ اس علاقہ کی امارت مجھے عثمان نے دی ہے اور کبھی معزول نہیں کیا قابل قبول نہیں کیونکہ وفات پانا پوری معزولیت ہے۔ تمام دنیاوی مقبوضات قبضے سے نکل جاتے ہیں اور بعد میں آنے والے کے زیر تصرف ہو جاتے ہیں۔

معاویہ جریر کی باتیں سن کر خاموش ہو رہا۔ کچھ عرصے کے بعد کہا اللہ تعالی نے مجھے امارت عطا کی ہے اور اپنی طرح طرح کی نعمتیں بخشی ہیں۔ عزت کا لباس میرے زیب تن کیا ہے۔ کبھی اس بات پر راضی نہ ہوں گا کہ مجھ پر سے اس عزت کے لباس کو اتار لیں اور نہ عزت کے عوض ذلت اختیار کروں گا بلکہ مجھے بھروسہ ہے کہ اللہ تعالی حاسدوں اور مخالفوں کو رفع کرنے میں میری مدد کرے گا۔ اس کے بعد کہا اے لوگو تم جانتے ہو کہ میں امیر المومنین عمر اور عثمان کا خلیفہ ہوں۔ اس عرصے تک ان کا نائب رہ کر میں نے نگہداشت کی ہے اور کسی طرح سے بھی ظلم اور زیادتی کو گوارا نہیں کیا اور کسی شخص کی آبرو ریزی نہیں کی۔ اب امیر المومنین عثمان کو ظلم سے مار ڈالا۔ میں اس کا ولی ہوں اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے **و من قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا** یعنی جس شخص نے بے گناہ کو قتل کیا ہم نے اس کے ولی کو قاتل پر غلبہ دیا۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے دلوں کا حال عثمان کے قتل کے متعلق معلوم ہو جائے۔ کہ بدلا لینا چاہتے ہو یا نہیں۔ مسجد کے ہر گوشہ سے صدا آئی کہ ہم سب اس کے خون کے طالب ہیں۔ ہم سے جہاں تک ہو سکے گا بدلہ لیں گے۔

جریر کی واپسی سے پہلے ہی حضرت امیر المومنین علیؑ کو اس حال کی اطلاع ہو گئی۔ معاویہ کے خطبہ اور طلب خون عثمان کی نسبت شامیوں کے ارادوں کا تمام حال لوگوں نے جناب امیرؑ کو آسنایا۔ آپ نے ارادہ کیا کہ بہت جلد شام کی طرف روانہ ہوں۔ اور اس معاملہ کے متعلق عجلت سے بندوبست کیا جائے مگر اور لوگوں کی رائے نہ ہوئی۔ صرف پانچ آدمی اشتر نخعی، عدی بن حاتم طائی، عمر بن الحمق خزاعی، سعید بن ہمدانی اور ہانی بن عروہ مذحجی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر بولے کہ یہ لوگ جو مہم شام سے مانع آتے ہیں موت سے ڈرتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ اس جنگ میں مارے جانے سے زیادہ اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ ہماری عین آرزو ہے کہ یا تو آپ کے دشمنوں پر فتح پائیں یا آپ کے زیر سایہ مر جائیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جس قدر آپ توقف فرمائیں گے معاویہ زیادہ قوت بہم پہنچا کر ساز و سامان درست کرے گا۔ اب مخالفت اور جنگ تک نوبت پہنچ چکی ہے جس قدر جلد مہم اس طرف روانہ ہو جائے اسی قدر اچھا ہے۔ جناب امیرؑ نے فرمایا تمہاری رائے بہت ٹھیک ہے مگر میں نے ایلچی بھیج رکھا ہے جب تک وہ اور خط کا جواب نہ آئے ہمارا وہاں جانا دانائی سے بعید ہے۔ آپ کے دوست یہ بات سن کر خاموش ہو گئے۔ جریر ہر روز معاویہ سے واپسی کی اجازت طلب کرتا مگر وہ حیلے بہانے کرکے ٹال دیتا۔ کہ جلدی نہ کرے۔ شامیوں سے مشورہ کرلوں جب کوئی ایک رائے قرار پائے گی اور میری تشویش رفع ہو جائے گی تو حضرت علیؑ کے خط کا جواب لکھوں گا اور تجھے روانہ کردوں گا۔ معاویہ اسی قسم کی باتیں بنا کر جریر کو روکتا رہا اور اپنی تیاری کرتا رہا۔ اسی اثناء

میں اس نے عمر بن عاص کو خط لکھا وہ فلسطین میں تھا۔ مضمون تھا عمر کو معلوم ہو کہ تو نے عثمان کو قتل ہونے اور اس پر ظلم و ستم کیے جانے کا حال سن ہی لیا ہو گا۔ حجاز، یمن، کوفہ اور بصرہ کے لوگوں نے علیؑ کی بیعت اختیار کر لی ہے اور انہوں نے خط دے کر جریر کو میرے پاس بھیجا ہے اور بیعت کے لیے طلب کیا ہے اچھے وعدے فرمائے ہیں میں نے اس وقت تک خط کا جواب نہیں دیا نہ قاصد ہی کو واپس جانے دیا ہے میں تیرے آنے کا منتظر ہوں کہ بہت جلد یہاں آ کر صلاح دے اور جو امر مناسب ہو وہ کیا جائے یہاں آنے میں ذرا دیر نہ کرنا۔

عمر عاص نے معاویہ کا خط پڑھ کر اپنے بیٹوں عبداللہ اور محمد کو بلایا۔ پھر خط دے کر کہا۔ اے بیٹو اسے پڑھو، میں تم سے صلاح لیتا ہوں کہ معاویہ کے پاس چلا جاؤں یا امیرالمومنین علیؑ سے جا ملوں تم اس میں سے کس بات کو اچھا سمجھتے ہو۔ عبداللہ نے کہا اگر مجھ سے پوچھتا ہے تو سب سے اچھی رائے یہ ہے غور سے سن جس وقت محمد مصطفےؐ کا وصال ہوا وہ تجھ سے بہت خوش تھے ان کے بعد دو خلیفہ ابوبکر اور عمر بھی تجھ سے راضی رہے۔ جس وقت عثمان کو قتل کیا گیا تو وہاں موجود ہی نہ تھا تجھ سے کسی امر کو منسوب نہیں کر سکتے اور اللہ تعالیٰ نے تجھے بھی مرتبہ اور دولت دے رکھی ہے تو کسی کا محتاج نہیں نہ تجھے خلافت کی طمع ہے۔ حرمت اور مرتبہ تجھ کو حاصل ہے۔ مناسب نہیں کہ اس عالم ضعیفی میں دنیوی لالچ سے اپنے آپ کو مصیبتوں میں مبتلا کرے اور علی ابن ابی طالب کی جو جناب محمد مصطفےؐ کا چچیرا بھائی، داماد اور وصی ہے عداوت اور معاویہ بن ابی سفیان کی خدمت و ملازمت اختیار کرے آرام سے اپنے گھر میں بیٹھ کر دیکھنا چاہیے کہ معاملہ کس پہلو بیٹھتا ہے اور کیا نتیجہ نکلتا ہے میری تو یہ رائے ہے آئندہ تجھے اختیار ہے۔

اس کے بعد اس کے دوسرے بیٹے محمد نے کہا مجھے عبداللہ کی بات پسند نہیں کیونکہ گھر میں بیٹھ رہنا محض بوڑھی عورتوں اور کم ہمت شخص کا کام ہے۔ اب کہ خلیفہ عثمان کو بے گناہ مار ڈالا ہے اور معاویہ اس کا بدلا لینے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا ہے اور تو بھی قریش کا بہت بڑا نامور اور مشہور سرادار ہے۔ معاویہ سے کم نہیں۔ اگر اس کام سے الگ رہ جائے گا اور گھر میں بیٹھ رہے گا تو معاملہ یکسو ہو جانے کے بعد تیری کوئی قدر و منزلت اور عزت باقی نہیں رہے گی۔ اس میں تیرا سراسر نقصان ہو گا۔ مصلحت یہ ہے کہ شام میں جا کر معاویہ سے مل جا اور خون عثمان کا بدلہ اور معاویہ کی لشکر کی سرداری لے۔ عمر عاص نے دونوں بیٹوں کی باتیں سن کر کہا عبداللہ مجھے وہ راستہ دکھاتا ہے جس میں دینی اور اخروی سعادت موجود ہے اور محمد اس بات کی رائے دیتا ہے کہ آخرت کے عوض دنیا کو اختیار کر لوں اور انجام کار ٹوٹے میں رہوں وصی مصطفےؐ کا دشمن بنوں مگر لوگوں میں بھی مشہور ہو گیا ہے کہ عمرو عاص معاویہ کے پاس جاتا ہے اگر باز رہوں تو اچھا نہ ہو گا اس کے بعد شام کی جانب روانہ ہوا۔ اور معاویہ کے پاس پہنچا تو وہ اس کے آنے سے شیر دل ہو گیا۔ بڑی عزت و حرمت کی۔ اپنے قریب بٹھا کر کہا اے بھائی مجھے تین کام درپیش ہیں میں نہیں جانتا کہ ان کا کیا علاج کروں۔

اول یہ کہ محمد بن حذیفہ مصر کا قید خانہ توڑ کر نکل آیا ہے اور جمعیت فراہم کر لی ہے تو بھی جانتا ہے کہ وہ نرا فتنہ شخص ہے۔ دوسرا یہ کہ سنتا ہوں قیصر روم نے بہت بھاری لشکر جمع کر کے مجھے تاکید و تنبیہہ فرما رہے ہیں اور جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں ان واقعات کی نسبت تیری کیا رائے ہے۔

عمرو عاص نے کہا اگرچہ یہ تینوں امر موجب پریشانی و حیرانی ہیں مگر تو نہ گھبرا انجام اچھا ہو گا محمد بن حذیفہ کا معاملہ مشکل نہیں لشکر بھیج دے اگر مقابلہ سے پیش آئے اسے گرفتار کر لائیں اگر ہزیمت اختیار کرے تو ملک خدا ہر طرف پھیلا پڑا ہے کہہ دے کہ جس طرف جی چاہے چلا جائے۔

اور بادشاہ روم کی خدمت میں تحفے تحائف اور کچھ اقسام پارچات زرینہ ذخیرہ بھیج کر رضامند کر لے یقین ہے وہ صلح کر لے

گا۔ مگر علی ابن ابی طالبؑ کا معاملہ نہایت دشوار اور اہم ہے کوئی آدمی تجھے ان جیسا نہ ملے گا اور تمام امور میں ان ہی کو تجھ پر ترجیح و بزرگی دیں گے۔

معاویہ نے کہا انہوں نے ایک برگزیدہ اور خلیفہ وقت کو قتل کر کے خدا کا گناہ کیا ہے۔ عمرو نے جواب دیا اے معاویہ ایسا نہ کہہ علی یکتائے جہاں شخص ہیں ہر طرح کی فضیلتیں اور بزرگیاں اس میں موجود ہیں۔ جناب رسول خداؐ کے نزدیک بلحاظ ہجرت و قرابت کسی اور کو یہ مرتبہ اور منصب حاصل نہیں جو آپ کو حاصل ہے جو جو صفات پسندیدہ اور اوصاف حمیدہ ان میں ہیں اور جس قدر شجاعت و مردانگی اور دانائی اور فصاحت و بلاغت ذات بابرکات میں موجود ہے اور جیسے جیسے تجربے اور مواقع معرکہ آرائیوں اور دیگر مہموں میں آپ کے معائینے اور نظر سے گزر چکے ہیں اور اقبال روزگار اور اتفاقات حسنہ کے بے شمار جلوے جو آپ نے دیکھے ہیں اور انواع و اقسام کی نعمت الٰہی اور علوم و فنون عطیہ ربانی جناب محمد مصطفیٰؐ کی کمال عنایت اور حسن نظر جو شامل حال رہی ہیں بزرگان وقت اور اکابر عصر میں سے کسی ایک کو بھی نصیب نہیں۔ کوئی شخص از روئے شرافت ان کی برابری نہیں کر سکتا تو بیہودہ خیالات رکھتا ہے وہ درخت طوبیٰ ہیں۔

معاویہ نے جواب دیا تو نے جس قدر اوصاف اور خصوصیتیں بیان کی ہیں ہزار میں سے ایک اور ڈھیر میں سے نمونہ ہیں۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ طلب خون عثمان کے بہانہ سے جنگ چھیڑ دی جائے اور ان پر خون عثمان کی تہمت لگا کر علانیہ خون کا دعویٰ کروں۔ عمرو ان باتوں پر ہنسا اور کہا تو عجیب باتیں کرتا ہے تجھے ان باتوں سے کیا واسطہ کیا کہ خون عثمان کا بدلہ طلب کرے۔ جس وقت عثمان کو محاصرہ میں لے رکھا تھا انہوں نے تجھے بلایا اور مدد طلب کی تھی مگر نہ تو گیا نہ امداد بھیجی اب کس طرح اس کے خون کا دعویٰ کر سکتا ہے یہ تو وہی بات ہے کہ سانپ اور مچھلی بننا چاہتا ہے نہ بالکل سانپ ہی بنتا ہے نہ مچھلی۔ اگر تو مخالفت ہی کرنا چاہتا ہے تو سانپ ہی بن یا مچھلی ہی۔ اور میرا حال بھی ظاہر ہے کہ میں نے اس مصیبت کے وقت ساتھ نہیں دیا اور دشمنوں میں چھوڑ کر فلسطین کو چلا گیا تھا۔ اب کون سی حجت سے ان کے خون کا طالب ہوں۔ معاویہ نے کہا اے عمر عاص ان باتوں کو چھوڑ دے ایسی حجتیں مت لا' مجھ سے بیعت کر کے میرے ہمراہ ہو جا پھر ہم فوج کے ذریعے دنیا کو اپنے تصرف میں لائیں اور حیلوں اور فریبوں سے علیؑ کو شکست دیں پھر باقی عمر بے کھٹکے حکومت کریں اور تعیش سے گزاریں۔

عمرو نے کہا اے معاویہ دنیا کو چھوڑنا آسان ہے اور دین کو ترک کرنا بہت دشوار ہے اور تو خوب جانتا ہے کہ اس معاملہ میں تیرا ساتھ دینا اور حضرت علیؑ کی مخالفت کرنا بہت بڑا گناہ ہے اگر تو مجھے اپنا شریک حال بنانا چاہتا ہے تو میری مرضی پر چلنا اور میرے کہنے پر عمل کرنا تجھے لازم ہو گا۔

معاویہ نے کہا جیسا تو چاہتا ہے میں ویسا ہی کروں گا اب تو میری موافقت اختیار کر اس نے پوچھا پھر ہم کس بنیاد پر طلب خون عثمان کریں۔ معاویہ نے کہا لوگوں کو مکر و حیلہ اور دغا و فریب سے گمراہ کر سکتے ہیں۔ اور جھوٹ سچ کے پیرایہ میں پیش ہو سکتا ہے۔ اگر میں آمادہ ہو جاؤں تو تجھ جیسے عقیل و فہیم اور ہوشیار و دانا شخص کو بھی جس کا آج دنیا میں نظیر نہیں دھوکا دے سکتا ہوں۔ اگر باطل امر کو حق ثابت کرنا چاہوں تو تمام عالم اقرار کر لے گا اور اگر کسی امر حق کو باطل دکھانا چاہوں تو کوئی انکار نہ کرے گا۔ عمرو نے کہا میں تیرے مکر اور حیلوں اور خود تجھے بھی اچھی طرح جانتا پہچانتا ہوں اور جو کچھ چالیں چلے گا ان سے بھی ناواقف نہیں ہوں مگر تو مجھے ہرگز کسی طرح بھی دھوکا نہیں دے سکتا۔ معاویہ نے اس بات' کا کچھ جواب نہ دیا اور مطلب کی بات جاری رکھی۔ ادھر ادھر کے قصے کہتا رہا۔ اثناء گفتگو میں عمرو سے کہا مجھے تجھ سے ایک بات کہنی ہے میں چاہتا ہوں کوئی اور نہ سن سکے میرے منہ کے قریب کان تو لا کہوں۔

عمرو نے اپنا کام اس کے لبوں کے قریب کر دیا معاویہ نے فوراً اس کا کان دبا کر زور سے کاٹا پھر کہا اے عمرو تو نے دیکھا میں

نے تجھے کس طرح دھوکا دیا ہے یہاں پر میرے اور تیرے سوا اور کون تھا جب راز کی بات سننے کے واسطے کہ تھا کہ اپنا کان منہ کے قریب لائے تو کہنا چاہیے تھا کہ اس مکان میں میرے اور تیرے سوا اور کوئی نہیں پھر کان میں کہنے کی کیا حاجت ہے تو نے دھوکا کھایا اور کان میرے دانتوں کے حوالے کر دیا میں چاہتا تو جڑ سے کاٹ لیتا۔ عمر نے کہا خیر ان باتوں کو جانے دیجئے۔ معاویہ نے کہا جیسا تو کہے میں موجود ہوں۔ عمر نے کہ میں مصر کا خواہش مند ہوں۔ معاویہ نے کہا مصر عراق کے مقابلہ پر ہے۔ عمرو نے کہا جب ملک شام تیرے تصرف میں رہے گا تو مصر بھی میرے قبضے میں۔ معاویہ نے چار ناچار علاقہ مصر کا فرمان لکھ کر اس کے حوالہ کیا۔ اور وہ حکم نامہ کو لے کر شاد شاد اپنے گھر آیا اس کا ابن عم وہاں موجود تھا اس نے کہا اے عمر تو نے آخری عمر میں دنیا کے عوض دین فروخت کر دیا۔ تو اس قدر کیوں خوش ہوتا ہے یہ کوئی یقینی امر نہیں کہ مصر تجھے مل ہی جائے گا اور اگر مل بھی گیا تو اہل مصر نے عثمان کو کچھ نہ سمجھا تو تجھے کیا سمجھیں گے' یہ باتیں پردۂ غیب میں ہیں اور تو نادان بچوں کی طرح مسرت کے گھوڑے پر سوار ہو کر ہوا و ہوس کے میدان میں اچھل کود رہا ہے۔

عمر نے کہا اے بھائی تمام امور اللہ تعالیٰ کے حکم اور منشائے الٰہی سے ظہور میں آتے ہیں۔ نہ معاویہ کے قبضے میں ہیں نہ علیؑ کے میں ایک کوشش کرتا ہوں شاید یہ ملک مجھے مل جائے اور نام پا جاؤں۔ اس کے ابن عم نے کہا تو بہت بڑی غلطی میں مبتلا ہے تو جانتا ہے کہ معاویہ خیر خواہ ہے فی الحال تو اس نے تیرا دین خرید لیا ہے اور آئندہ دیکھیں تو دنیا میں کیا کچھ پاتا ہے۔

عمر عاص اور اس کے ابن عم کی یہ باتیں معاویہ تک جا پہنچیں ناراض ہو کر حکم دیا کہ اسے پکڑ کر مار ڈالو' یہ خبر سنتے ہی وہ بھاگ کر حضرت علیؑ کی خدمت میں آیا اور معاویہ و عمر عاص کی موافقت کی کیفیت سنائی۔ امیر المومنین نے اس شخص کی دلداری فرمائی اور مہربانیوں کے ساتھ وظیفہ مقرر کر دیا۔

الغرض معاویہ اور عمرو عاص باہم موافقت اختیار کر کے حضرت علیؑ کی مخالفت اور معرکہ آرائی پر کمر بستہ ہو گئے۔ اب پھر حضرت علیؑ نے جریر بن عبداللہ کو خط لکھا کہ: خط پہنچتے ہی پہلے معاویہ سے تصفیہ کرنا پھر اس خط کو ہاتھ سے چھوڑنا۔ معاویہ سے اقرار بیعت یا جنگ یا صلح کا جواب لے لینا اگر وہ صلح پر رضا مند ہو تو عہد نامہ ایسے طریق پر لکھوا لینا جس سے بھروسہ ہو سکے اور اگر طالب جنگ ہو تو فوراً" مجھے اطلاع دے۔ اور خود بھی واپس چلا آ۔

جریر اس خط کو مطالعہ کرتے ہی معاویہ کے پاس آیا اور کہا مجھے تیرے پاس آئے ہوئے بہت عرصہ گزر گیا۔ میں نے تیرے حالات سے اطلاع پا کر غور و فکر کرنے کو واجب سمجھا اور تیری دوستی اور محبت کے لحاظ سے جو امر مجھ پر واجب تھا عرض کر دیا مگر تجھے کسی بات کا بھی کچھ اثر نہ ہوا معلوم ہوتا ہے کہ تو حضرت علیؑ سے کسی بات پر رضا مند نہ ہو گا۔ ظاہر میں کچھ اور کہتا اور لکھتا ہے اور دل میں کچھ اور ارادہ کیے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے دل پر بھی ویسی ہی مہر لگا دی ہے جیسے ظالموں اور مغرور لوگوں کے دلوں پر جب تک تو عاجز اور بے بس نہ ہو گا علیؑ کی بیعت اختیار نہ کرے گا۔ جس طرح منافق آدمی ٹکر نہیں کھا لیتا اور پریشان نہیں ہو لیتا نماز کی طرف رجوع نہیں کرتا۔ اب امیر المومنینؑ نے سخت تاکیدی خط بھیجا ہے میں زیادہ نہیں ٹھہر سکتا۔ اور یہ بھی جانتا ہوں کہ میرے ٹھہرنے سے اب کچھ فائدہ نہیں مجھے واپس جانے کی اجازت دے کہ واپس جا کر تمام کیفیت سے مطلع کروں۔ معاویہ نے جواب میں نرم باتوں سے بھانا چاہا کہ تو سچ کہتا ہے مگر میں اس فکر میں ہوں کہ تجھے بامراد کروں اور تجھ سے جو کچھ کہوں اور جو امور خط میں لکھوں قابل اعتماد ہوں ابھی تک میں یکسو نہیں ہو سکا۔

اس کے بعد معاویہ نے عمر عاص کو طلب کیا اور جریر کی روانگی کی نسبت صلاح کی۔ عمرو نے کہا علیؑ سے بیعت نہ کرنا بہت ہی سخت اندیشہ ناک اور اہم کام اور خدا کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔ جو کسی عذر سے معاف نہ ہو گا کیونکہ علیؑ کی دشمنی پیغمبر کی دشمنی اور پیغمبر کی دشمنی اللہ کی دشمنی ہے اگر تجھے بیعت کرنی منظور ہی نہیں ہے تو میری رائے یہ ہے کہ شرجیل بن سمط

کندی کو جو اشراف و سادات شام کا بہت بڑا سردار ہے خط لکھ کر بلا بھیج۔ جب آ جائے تو اس سے کہنا کہ علی ابن ابی طالب نے عثمان کو مار ڈالا ہے اور اب ہم پر چڑھائی کا ارادہ ہے۔ فتنہ و فساد پھیلے گا۔ جریر کو بھیج کر ہمیں بیعت کے لیے طلب کیا ہے۔ ہم نے تیرے آنے کا انتظار کیا کہ اس امر میں تجھ سے بھی مشورہ کر لیں اور تجھے جو مناسب ہو اس پر عمل کریں۔ نیز اس کے آنے سے پہلے چند آدمیوں کو گواہ بنا رکھ کہ ضرورت پڑنے پر یہ گواہی دے سکیں کہ علیؑ نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ اور یہ لوگ ایسے بزرگ ہوں جن پر شرجیل اعتماد کر لے اور ان کی گواہی کو سچ جانے۔ معاویہ نے اس تدبیر کو پسند کیا آدمی بھیج کر سرداران و بزرگان شام میں سے یزید بن انس' بشر بن ارطاۃ' حمزہ بن حابس بن سعد طائی' ابو الاعور سلمی جیسے دس مشہور و معروف شخص جو حضرت علیؑ سے عداوت رکھتے تھے بلایا اور کہا میں نے شرجیل بن سمط کندی کو جو شام کا بہت بڑا سردار اور ممتاز شخص ہے بلایا' وہ بہت ہی بڑا عقیل و فہیم' شجاع اور لڑائیوں میں یکتائے روزگار ہے میں اس سے کہوں گا عثمان کو علی نے قتل کیا ہے اور اب شام پر چڑھائی کیا چاہتا ہے۔ پس اگر اس نے مجھ سے گواہ طلب کئے تو تمہیں تو جو اس ملک کے معزز و اکابر آدمی ہو متفق اللفظ گواہی دینی چاہیے تاکہ شرجیل علیؑ کے مقابلے کے لیے ہمارے ساتھ ہو جائے اور تمہاری گواہی سے ہمارا مطلب نکل آئے۔

انہوں نے جواب دیا تو بے فکر رہ جب وہ آ جائے گا اور ہم سے گواہی دلانا چاہے گا تو ہم اس کے سامنے گواہی دیں گے۔ معاویہ نے یہ سن کر ان کی تعریف کی اور انہیں خوشی خوشی رخصت کیا۔

شرجیل بن سمط کندی کے نام معاویہ کا خط

واضح ہو کہ علی ابن ابی طالبؑ نے جریر بن عبداللہ بجلی کو ایلچی بنا کر میرے پاس بھیجا ہے۔ اور بیعت کے لیے بلایا ہے۔ میں نے اسے ٹھیرایا ہے کہ تجھ سے مشورہ کر لوں جب تک تیری رائے اور اجازت نہ ہو گی میں اسے واپس نہ بھیجوں گا اس خط کو پڑھتے ہی بہت جلدی چلا آ۔ اور جس قدر جلدی آئے گا مجھے اطمینان ہو گا۔ والسلام!

شرجیل معاویہ کا خط پڑھ کر عبدالرحمن بن غنم ثمانی کے پاس گیا۔ یہ شخص بہت بڑا عالم' فقیہ اور پارسا تھا۔ معاویہ کے پاس جانے کے لیے اس سے صلاح کی۔ عبدالرحمن نے کہا اے شرجیل جس وقت تو نے جناب رسالت مآبؐ کے ہمراہ ہجرت کی ہے اللہ تعالیٰ نے تجھ پر فضل کیا انواع اقسام کی نعمتیں عطا کیں جب تک انسان اللہ تعالیٰ کے عطیات کا شکریہ ادا کرتا رہتا ہے اور اپنے نیک خیالات میں تبدیلی نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بھی اس سے منہ نہیں موڑتیں سرداروں اور امیروں کو لازم ہے کہ ہر ایک کام کو عقل و فہم سوچ سمجھ اور عاقبت اندیشی سے کریں تو قبیلہ کندہ کے نیک لوگوں میں سے ممتاز شخص ہے۔ یاد رکھ کہ لوگوں نے افواہ اڑا رکھی ہے اور عوام الناس کا یہ قول ہے کہ علی ابن ابی طالبؑ نے عثمان کو مارا۔ اگر علیؑ نے مارا ہوتا تو مہاجر و انصار بلکہ صحابہ کبار اور اشراف اخیار جو علماء اسلام اور عقلاء عصر ہیں آپ سے بیعت نہ کرتے' اور نہ خلافت پر رضا مند ہوتے۔ معاویہ اس لیے بلاتا ہے کہ اپنے ارادہ میں تجھے شریک کر لے۔ معاویہ کے ساتھ رہنے میں اگرچہ دنیوی سامان ہو جائے گا اور مال و دولت عمر عاص کی طرح مل جائے گا مگر دین کو دنیا کے عوض بیچ ڈالنا اور اپنی عقبیٰ کو خراب کر لینا عقل مندوں کا کام نہیں اور وہی شخص دانا ہے جو اپنی عاقبت کو خراب نہ ہونے دے۔ اگر تجھے دنیا و آخرت اور دین و امارت درکار ہے تو حضرت علیؑ کے پاس چلا جا۔ ناموری بھی ملے گی اور ثواب اخروی بھی۔

شرجیل نے عبدالرحمن کی گفتگو سن کر کہا آپ نے بہت خوب فرمایا اور سچ ارشاد کیا اس سے بڑھ کر دوسری بات نہیں لیکن

چاہتا ہوں کہ معاویہ کے پاس بھی ہو آؤں اور دیکھوں کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ اور کیا ارادہ رکھتا ہے۔ یہ کہہ کر چلنے کی تیاری کی اور معاویہ سے ملنے کے لیے روانہ ہوا۔ اپنے بھائیوں اور عزیزوں کا جتھا ہمراہ لیا جس وقت معاویہ کے پاس پہنچا اس نے بڑی تعظیم و تواضع کی اور عزت و آبرو سے اپنے قریب بٹھایا اور کہا علی ابن ابی طالبؑ نے جریر کو خط دے کر میرے پاس بھیجا ہے اور اپنی بیعت کے لیے بلایا ہے اگرچہ علیؑ بڑا بزرگ عالم اور دیندار آدمی ہے مگر یہ امر بھی ہے کہ اس نے عثمان کو جو خلیفہ وقت اور شیخ الاسلام تھا مار ڈالا ہے میں نے جریر کو ابھی تک روانہ نہیں کیا صرف تیرے آنے کا منتظر تھا کیونکہ تو سادات کندہ میں سے ہے اور تیری عقل و فہم اور تدبیر اور حسن سیرت مشہور و معروف ہے اور ہماری تمہاری قرابت بھی ہے۔ اور اس امر میں تیری کیا رائے ہے جو کچھ تیری مرضی ہو گی وہی میری ہے۔

شرجیل نے کہا میں نے تیری بات سنی ابھی ان کا جواب نہیں دے سکتا۔ آج کی رات مجھے مہلت دے کہ میں اس معاملہ میں غور و فکر کر لوں اور حادثہ عثمان کی حقیقت حال دریافت کر لوں اور لوگوں سے سنوں اگر دو معتمد شخص بھی جو شام کے سرداروں میں سے ہوں میرے سامنے اس بات کی گواہی دیں گے کہ علیؑ نے عثمان کو ہلاک کیا ہے تو میں تجھے سچا سمجھوں گا اور اپنے تمام عزیزوں اور رشتہ داروں کو ہمراہ لے کر تیری طرف سے علیؑ سے لڑوں گا' معاویہ نے کہا تیری رائے درست ہے۔ شرجیل واپس چلا۔ معاویہ نے آدمی بھیج کر بناوٹی گواہوں کو بلایا اور سکھا پڑھا دیا کہ کل کس طریق سے گواہی دیں۔

دوسرے دن صبح گواہوں کی جماعت کو شرجیل کے پاس بھیج دیا۔ سب نے متفق اللفظ گواہی دی کہ علیؑ نے عثمان کو قتل کیا ہے ہمیں یہ حال معلوم ہے اور ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں۔ جب اس طرح کی گواہی گزر گئی۔ شرجیل معاویہ کے پاس آیا۔ اور کہا ابھی عادل لوگوں کا ایک گروہ جن کی گفتار جھوٹ اور شک اور لغویت سے خالی ہے میرے پاس آیا تھا اور گواہی دی تھی کہ علیؑ نے عثمان کو ظلم اور سرکشی سے ہلاک کیا ہے۔ مجھے تیرے دعوے کی سچائی اور راست بیانی معلوم ہو گئی۔ خدا کی قسم اگر تو علی کی بیعت کر بھی لیتا تو میں تجھے شام سے نکال دیتا۔ خدا کی قسم علیؑ کے واسطے ہمارے پاس تلواروں کے سوا اور کوئی شے نہیں ہے۔ شرجیل کا ایک بھانجہ تھا اس نے ان باتوں پر ملامت کی۔ اور جس قدر ہو سکا سمجھایا معاویہ نے بھی سن پایا' چاہا کہ اسے مروا ڈالے وہ شام سے بھاگ کر کوفہ چلا آیا۔ حضرت علی مرتضیٰؑ کو خبر ہوئی۔ بلایا لطف و کرم سے بٹھایا اور اپنے ملازموں کے زمرے میں داخل فرمایا۔

ایک شاعر نے جو جناب امیر المومنینؑ کا مداح تھا اسی بات میں ایک قطعہ تصنیف کر کے شرجیل کے پاس بھیج دیا اور اس میں گواہی کی بنا پر اس قول و فعل کے لیے سخت ملامت کی۔ مگر اس نے اس قطعہ کے مطالب پر ذرا توجہ نہ کی اور جریر کے پاس آ کر کہا تو نے اور علیؑ نے بڑا مشکل کام اختیار کیا ہے اور تو اس لیے آیا ہے کہ ہمیں شبہ میں ڈالے اور شیر کے منہ میں لے جائے۔ جس طرح عراق کو برہم کیا ہے اسی طرح شام میں بھی شورش پھیلائے۔ میرا خیال یہ نہ تھا کہ علیؑ عثمان کو مار ڈالے گا اور ایسے گناہ کا روادار ہو گا مگر اب میں نے شام کے بڑے بڑے معتمد سرداروں سے سنا تمام شبہہ جاتا رہا اور صاف صاف کھل گیا کہ علیؑ ہی نے عثمان کو قتل کیا ہے۔

جریر اس کے کلام سے ہنسا اور کہا تیرا یہ کہنا کہ مشکل کام اختیار کیا ہے اگر مشکل اور نامناسب فعل ہوتا تو مہاجر و انصار جو دین کے ستون اور راہ ہدایت کے رہنما ہیں اس کام کے حامی اور علی مرتضیٰؑ کی امامت و خلافت پر راضی نہ ہوتے اور طلحہ و زبیر کے ساتھ جنہوں نے بیعت کے بعد مخالفت اختیار کی تھی جو کچھ کیا نہ کرتے نہ حضرت علیؑ کا ساتھ ان معرکوں آرائیوں میں دیتے جو حد اعتدال سے تجاوز کر گئی تھیں اور شام کے برہم کرنے کی نسبت جو تو کہتا ہے انجام کار شام میں حق اور برکت کا ظہور ہو گا۔ اور فتنہ و بطلان کے ممکن ہونے سے بہتر حالت ہو گی رہی علیؑ پر قتل عثمان کی تہمت سراسر جھوٹ ہے

اور تیرا یقین غلطی کے ساتھ ہے تو نے محض انہی لوگوں سے سنا ہے جو غرض کے بندے اور دنیوی طمع میں مبتلا ہو کر معاویہ کے پاس جمع ہو گئے ہیں اور عمر عاص کی جھوٹی باتوں میں آ کر دین کو دنیا کے عوض فروخت کر چکے ہیں اور حضرت علیؑ پر تہمت لگاتے ہیں۔ بہت جلد حق و باطل ظاہر ہو جائے گا۔ اور بروز قیامت تجھ سے پوچھا جائے گا اور تو کسی طرح بھی اس الزام سے بری نہ ہو سکے گا۔ تیرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ ہو گا۔ خدا سے ڈر اور دنیا کے مال و منال اور جاہ و عزت کے سبب آخرت کو خراب نہ کر ایسے گناہ عظیم میں مبتلا نہ ہو اور اس بات کو سچ سمجھ کہ میں یہ باتیں محض تیری بھلائی کے لیے کہتا ہوں ان سے میری کوئی اور غرض نہیں ہے۔ شرجیل برافروختہ ہو کر جریر کے پاس سے چلا آیا اور معاویہ کے پاس پہنچا اس سے کہا ہم سمجھتے تھے کہ تو عثمان کا چچیرا بھائی ولی اور نائب ہے جبکہ اس پر ایسا حادثہ گزر گیا ہے تو تو اس کے بدلہ لینے میں سعی کرے گا مگر میں دیکھتا ہوں کہ تو بڑا ہی سست آدمی ہے تجھ سے کام ہرگز نہ بن پڑے گا۔ اگر تو اس مہم کی کوشش میں ہے تو جلدی باہر نکل کہ ہم عثمان کے خون کا بدلہ علیؑ سے لیں گے۔ اگر تو اس کام میں سستی اور دیر اختیار کرے گا اور توجہ سے کام نہ لے گا تو ہم تجھے معزول کر کے کسی دوسرے شخص کو تیری جگہ قائم کریں گے اور جب تک ہم میں سے ایک آدمی بھی باقی رہے گا علیؑ سے جنگ میں منہ نہ پھیریں گے۔

معاویہ نے یہ سب کچھ سن کر کہا میں تمہارے ساتھ ہوں اور ہر ایک امر میں تمہارا شریک حال تم جس شخص سے جنگ کرو گے میں بھی اس سے لڑوں گا اور جس سے بہ صلح پیش آؤ گے میں بھی اس سے صلح رکھوں گا۔ پھر معاویہ نے آدمی بھیج کر جریر کو بلایا اور کہا تو تمام حالات سے آگاہ ہو چکا ہے اور اہل شام کی باتیں سن لی ہیں۔ اب واپس جا کر علیؑ سے یہاں کی تمام کیفیت اور حالات جو دیکھے اور سنے ہیں بیان کر دے۔ جریر ۱۲۰ دن کے بعد واپس ہو کر خدمت جناب امیر علیہ السلام میں پہنچا۔ معاویہ اور شامیوں کے ساتھ جو کچھ معاملہ گزرا سب مفصل عرض کر دیا۔ اشتر نخعی نے کہ خدا کی قسم اگر آپ اس کے عوض مجھے بھیجتے تو بہت اچھا ہوتا۔ جریر بہت سست آدمی ہے اس نے اس کام کو معمولی سمجھ لیا اور چار مہینے معاویہ کے پاس گزار دیئے۔ پھر بھی کوئی کام صحیح نہ ہوا۔ بلکہ اس کی سفارت سے نقصان واقع ہوا۔ صلح و تدبیر کے مواقع جاتے رہے۔ اور جنگ کی نوبت آ پہنچی۔ کاش وہ نہ جاتا!

جریر نے جواب دیا کہ خدا کی قسم اگر میری بجائے تو جاتا تو اسی دن وہ تجھے مار ڈالتے کیونکہ وہ تجھی کو قاتل عثمان تصور کرتے ہیں اور تجھ سے سخت عداوت رکھتے ہیں۔ پھر کہا اے امیر المومنینؑ لوگ جب کبھی اشتر، محمد بن ابی بکر، عمار یاسر، حکیم بن جبل اور مکشوح مرادی پر قابو پائیں گے تو انہیں ہلاک کر دیں گے۔ اشتر نے کہا اے جریر ان بچوں کی سی باتوں کو چھوڑ۔ خدا کی قسم اگر تیری بجائے میں جاتا تو اس کام کو بہت اچھی طرح سے پورا کر لاتا اور معاویہ کے سامنے وہ طریقہ اختیار کرتا کہ چار و ناچار اسے ماننا ہی پڑتا مگر تو نے گفتگو کو بہت طول دیا اور ہمارے چار مہینے ضائع کر دیئے۔

جریر نے کہا ابھی وقت ہے جا کر اس معاملہ کو درست کر لا۔ اشتر نے کہا تو کام خراب کر چکا ہے اب میرا جانا لاحاصل ہے غرض جریر اشتر کی سفارت پر معترض ہوا مگر خواہش الٰہی کچھ اور ہی تھی کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ معاویہ نے جریر کے روانہ کر دینے کے بعد شرجیل سے کہا تو نے ہمارا ساتھ دیا۔ خاص و عام کو بہت پسند آیا تو نے یہ بہت بڑا کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا پورا ثواب ملے گا۔ یہ وہ کام ہے جو غلبہ اور کثرت بغیر نہ چلے گا۔ بلکہ عوام الناس کی شرکت کے بغیر نہ چلے گا۔ مصلحت یہ ہے کہ شام کے تمام شہروں میں خط روانہ کئے جائیں اور جملہ ادنیٰ اور اعلیٰ لوگوں کو اس کیفیت سے اطلاع دینی اور اپنے سے متفق کرنے کی کیفیت درج کرنی چاہیے تاکہ عوام الناس کو یہ حال معلوم ہو جائے کہ تو طلب خون عثمان کے لیے ہمارے ساتھ ہو گیا ہے شرجیل نے کہا یہ کام تحریروں سے نہ بن پڑے گا۔ میں آپ سفر کروں گا اور شام کے تمام لوگوں کو

تمام کیفیت سے مطلع کر کے سب خورد و کلاں اور ادنی و اعلی کو اس جنگ میں شریک ہونے کی ترغیب دوں گا اور سب کو مستعد کر کے خدمت میں لا حاضر کروں گا۔
معاویہ نے کہا تیری رائے بہت خوب ہے۔ تیری سچائی اور خلوص عیاں ہے۔ اب تیری دوستی اور محبت شک و شبہہ سے بری ہے۔ مجھے گمان غالب ہے کہ یہ مہم تیری حسن تدبیر اور کوشش بلیغ سے فتح ہو جائے گی۔ بے شک تیری زبان سے کہنا اور سننا نور علی نور ہو گا۔ خاص و عام تیرے گرد جمع ہو جائیں گے۔
الغرض شرجیل روانہ ہوا اور داخل حمص ہو کر منادی کرا دی اور لوگوں کو جامع مسجد میں جمع کر کے منبر پر بیٹھا اور خطبہ پڑھ کر لوگوں سے کہا۔ واضح ہو کہ علی ابن ابی طالبؑ نے عثمان کو مار دیا اور امت محمدی میں تفرقہ ڈالا ہے۔ بصرہ میں مسلمانوں کے قتل اور آزار دہی کی نسبت جو کچھ کیا وہ بیان سے باہر ہے۔ تمام علاقوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ ایک شام باقی ہے سو لشکر فراہم کر کے شمشیریں سونتے تم پر حملہ کرنے والے ہیں تمہیں تمہارے گھروں اور وطن سے نکال دیں۔ رنج و محبت اور محنت و مشقت میں مبتلا کر دیں۔ میں نے جہاں تک سوچا کوئی شخص ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مگر ایک معاویہ ابن سفیان ایسا شخص ہے۔ مناسب ہے کہ تم سب متحد ہو کر معاویہ کا ساتھ دو تاکہ اس دشمن سے بچ جاؤ۔ شہر حمص کے تمام باشندوں نے شرجیل کی تقریر سن کر اس سے اتفاق کیا۔
اس کے بعد وہ اور شہروں میں گیا جہاں جاتا یہی کہتا کہ مجھے خوب معلوم اور تحقیق ہو چکا ہے کہ علی ابن ابی طالبؑ نے ہی عثمان کو قتل کیا ہے اور اب فتنہ و فساد برپا کرنا چاہتا ہے۔ معاویہ اس سے خون عثمان طلب کرے گا، تم کو معاویہ کی مدد کرنی چاہیے۔ بڑا نیک کام ہے۔ لوگوں نے شرجیل جیسے بزرگ شخص سے ان باتوں کو سن کر یقین کر لیا اور اس کی طرف مائل ہو گئے۔ غرض شام کے تمام شہروں میں سے لشکر کثیر اس کے گرد جمع ہو گیا۔ اور وہ ان سب کو لے کر پلٹا۔ اور معاویہ کے پاس آ پہنچا۔ تمام لوگوں نے علیؑ کی دشمنی کے لیے معاویہ سے بیعت کر لی اور اقرار کیا کہ ہم اس کا ساتھ دیں گے اور جنگ سے منہ نہ پھیریں گے یا تو اس کے ساتھ رہ کر قتل ہو جائیں گے یا فتح و ظفر حاصل کریں گے۔
اس بیعت کے موقع پر سکاسک کے باشندوں میں سے ایک شخص اسود بن عرفجہ نے اٹھ کر کچھ اشعار پڑھے جن میں اس وقت کے حالات اور شام کی کیفیت اور شرجیل کے وہاں پہنچنے اور ترغیب و تحریص دلا کر لشکر فراہم کرنے کا ذکر کیا تھا۔ جس وقت امیر علیہ السلام کا ذکر آیا تو یہ بیت پڑھی۔

فاحذر الیوم صولت الاسد الورد انا حال فی رجا الهیجا

معاویہ نے کہا تو ہمیں کون سے زرد شیر سے ڈراتا ہے۔ اس نے جواب دیا علی ابن ابی طالبؑ سے جو جناب رسول خداؐ کا چچیرا بھائی، اس کی بیٹی کا شوہر، ان دونوں کے فرزندوں کا باپ، ان کا وصی اور وارث ہے، اسی نے جنگ بدر میں تیرے دادا خالو اور بھائی اور تیری ماں کے چچا کو قتل کیا ہے۔ معاویہ نے حکم دیا کہ اسے پکڑ لو۔ شرجیل نے کہا اے معاویہ اسے کچھ نہ کہو یہ بڑا بزرگ اور فاضل ہے۔ اور اپنی قوم کا سردار ہے۔ اگر تو اسے گرفتار کر کے رنجیدہ کرے گا تو خدا کی قسم میں تیری بیعت کو توڑ دوں گا اور اپنے اقرار سے پھر جاؤں گا۔
معاویہ نے مجبور ہو کر کہا میں نے اسے تیری سفارش کے سبب چھوڑ دیا ورنہ ایسی سزا دیتا کہ دنیا کو جائے عبرت ہوتی۔ اس کے بعد وہ شخص بھاگ کر خدمت جناب امیر المومنینؑ میں حاضر ہوا اور جو کچھ گزرا تھا کہہ سنایا۔ سعد بن قیس ہمدانی اس وقت موجود تھا۔ اٹھ کر بولا اے امیر المومنینؑ شرجیل بڑا کور دل اور بدبخت آدمی ہے۔ معاویہ کے کہنے پر اس نے تمام شام میں گشت کیا اور فوجیں فراہم کر کے لے آیا۔ اگر حضور اجازت دیں تو خط لکھ کر اسے ملامت کروں۔ اور کچھ گزشتہ و موجودہ

حالات یاد دلاؤں۔ شاید انہیں یاد کر کے راہ راست پر آ جائے۔ آپ نے اجازت دی کہ جو کچھ مناسب ہو لکھ بھیج۔

شرجیل کے نام سعید بن قیس ہمدانی کا خط

سعید نے اس مضمون کا خط لکھا: اے شرجیل تو ایک نیک اعتقاد آدمی تھا اور تیری اصل ولایت یمن ہے جہاں سے تو ہجرت کر کے کوفہ میں آیا تھا۔ پھر شام میں جا بسا۔ عثمان کے حادثہ اور عہد کے وقت شام ہی میں رہا۔ جب مہاجر و انصار نے حضرت امیر المومنینؑ سے بیعت کر لی اور آپ کی امامت پر اتفاق کر لیا اور انہیں خلیفہ بنا لیا تو معاویہ نے تجھے دھوکا دیا اور فریب سے علیؑ کے ان دشمنوں کو جو حرام و حلال میں تمیز نہیں کر سکتے آمادہ کر دیا کہ تیرے سامنے آ کر جھوٹی گواہی دی کہ علیؑ نے عثمان کو قتل کر دیا اور ایسے کام کو جائز سمجھا ہے۔ مجھے تیری سمجھ پر تعجب آتا ہے کہ تو نے اس معاملہ کو ذرا بھی نہ سوچا اور بغیر تفتیش حالات معاویہ کے کہنے کو مان لیا اور ان کی گواہی کو سچا سمجھ لیا۔ خدا کی قسم اگر تو سوچتا اور گواہی پر بحث کرتا اور عقل سے کام لیتا تو تجھے صاف معلوم ہو جاتا کہ یہ لوگ جھوٹ بولتے اور دنیاوی لالچ کے سبب سے گواہی دیتے ہیں۔ کیا تو اس بات کو نہیں سوچ سکتا کہ اگر امیر المومنین علیؑ نے عثمان کو قتل کیا ہوتا یا کم و بیش اس کے قتل میں امداد کی ہوتی یا اس امر سے رضا مند ہوتے تو مہاجر و انصار جو دین کے پیشوا اور راہ حق پر چلنے والے ہیں حضرت علیؑ کی خلافت و بیعت کو کیوں بیعت کر لیتے اور آپ کی امامت پر کبھی متفق نہ ہوتے۔ نہ اس معاملہ کے بعد بصرہ والوں کی جنگ میں شرکت کرتے۔

اے شرجیل! خدا سے ڈر اپنے ارادہ پر مصر نہ ہو۔ ان جھوٹے اور فتنہ پرداز لوگوں کی گواہی اور قول پر اعتماد نہ کر۔ معاویہ نے محض دنیاوی جاہ و حشم اور حکومت و عظمت کے لیے یہ فعل اختیار کیا ہے تو اس کا شریک حال نہ بن۔ میری بات سن میں ہمیشہ سے تیرا دوست خیر خواہ اور ناصح مشفق رہا ہوں۔ میری نصیحت کو نظر انصاف سے دیکھ کہ انشاء اللہ دنیا و آخرت دونوں جگہ تیرا بھلا ہو گا اور سعادت دارین حاصل کرے گا۔

شرجیل نے یہ خط پڑھ کر معاویہ کو دے دیا۔ اس نے پڑھ کر کہا یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ سعید بن قیس بھی بزرگ آدمی اور قبیلہ ہمدان کا سردار اور امیر ہے۔ تو بھی مشہور و معروف اور قبیلہ کندہ کا سردار ہے۔ سعید نے خط لکھا ہے تو بھی اسے لکھ بھیج۔

شرجیل کی طرف سے سعید بن قیس کے خط کا جواب

شرجیل نے سعید کے خط کا یہ جواب لکھا: اے سعید تیرا خط پہنچا جو لکھا سب حال معلوم ہوا یمن سے کوفہ میں ہجرت کر کے آنا اور عرصے تک شام میں رہنا سچی بات ہے۔ عراق میرا گھر نہیں اور شام کی سکونت سے مجھ پر کوئی عیب یا برائی عائد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ میں جہاں رہا ہوں عزت آبرو کے ساتھ زندگی بسر کی ہے اور عقل و صلاح کے طریقے پر رہا ہوں۔ قتل عثمان کی کیفیت سے میں بے خبر تھا۔ شام میں آنے اور معاویہ کے پاس پہنچے پر ثقہ، معتمد اور مشہور بزرگوں سے یہ بات معلوم ہوئی اور انہوں نے متفق اللفظ گواہی دی کہ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ علیؑ نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ گواہ سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ تو نے کیوں گواہی دی اور تجھے کہاں سے خبر ہوئی۔ ہاں یہ لوگ بزرگ تھے ان کے قول کا یقین کر لیا۔ مہاجر و انصار کی تعریف میں جو کچھ لکھا ہے بے شک وہ ایسے ہی ہیں۔ جس طرح انہوں نے علیؑ کی بیعت کر لی ہے۔ اسی طرح میں نے معاویہ

کی۔ ہم میں سے ہر ایک شخص اپنے امام کا محکوم اور مطیع ہو گا۔

عبیداللہ ابن عمر ابن خطاب کی معاویہ کے پاس روانگی

اسی اثناء میں عبیداللہ ابن عمر ابن خطاب معاویہ کے پاس اس ارادہ سے جا پہنچا کہ امیرالمومنین علیؑ کے خلاف معاویہ سے جا ملے۔ معاویہ بھی اس کے آنے سے بہت شاد ہوا۔ اس نے عمرو عاص سے کہا اس کے آنے سے ہمارے لیے امیرالمومنین عمر زندہ ہو گئے۔ لوگ اسے ہمارے ساتھ دیکھ کر اور بھی زیادہ معتقد ہو جائیں گے۔ میں اسے خوب بہلاؤں پھسلاؤں گا اور اچھے اچھے وعدے کروں گا۔ عمر عاص نے کہا عبیداللہ ابن عمر تیرے پاس دوستی یا موافقت کے خیال سے نہیں آیا بلکہ علیؑ کے پاس سے بھاگ کر آیا ہے اور ان کی شمشیر سے ڈر کر تیرے پاس پناہ لی ہے اس سے تجھے کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ نہ تیری کوئی مراد بر آ سکتی ہے۔ معاویہ نے اسے تنہائی میں بلا کر اپنے پاس بٹھایا اور کہا اے برادر زادہ تو مجھے جان سے بھی زیادہ ہے۔ الحمدللہ کہ آج تجھ سے تیرے باپ کا نام روشن ہے تو نے بڑا کرم اور احسان کیا جو میرے پاس چلا آیا میں ممنون ہوں جو کچھ تیری آرزو ہو مجھ سے بیان کر کہ میں اسے بہم پہنچاؤں۔ تجھے معلوم ہی ہو گا کہ قتل عثمان سے میرے دل پر کیا صدمہ گزر رہا ہے۔ کچھ بیان نہیں کر سکتا کہ اس حادثہ سے کیسا غمگین اور پریشان خاطر ہوں۔ کونسی رات ہے کہ میرا جی الٹ پلٹ نہیں ہوتا اور کس دن میں مردہ سے بدتر نہیں ہو جاتا۔ مجھے یہی بڑا تعجب ہے کہ اس قدر غم و الم سے میری جان کیوں نہیں نکل جاتی۔ اب اس کے سوا کہ خون عثمان کا بدلہ لوں اور اس کے قاتلوں کو قتل کر کے اپنی صحت کی تدبیر کروں اور کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ تو برائے مہربانی میرے پاس آ گیا ہے میں چاہتا ہوں کہ تو منبر پر بیٹھ کر علیؑ کی کچھ برائیاں بیان کر دے اور ان کے خلاف قتل کی گواہیاں دے۔ یہ لوگ جو طلب خون عثمان کے لیے میرے ساتھی بن گئے ہیں تیری بات سن کر زیادہ متفق ہو جائیں گے۔

عبیداللہ نے جواب دیا میں ان پر کس بات کا عیب لگا سکتا ہوں اور کس برائی سے متہم کر سکتا ہوں۔ اگر آباؤ اجداد کی طرف سے مطعون کرنا چاہوں تو کیا مجال کیونکہ علی ابی طالب کا بیٹا ہے اور وہ عبدالمطلب بن ہاشم کا۔ اگر ماں کی طرف سے کچھ کہوں تو بھی ناممکن۔ کیونکہ آپ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بڑی بزرگوار اور اپنے عہد کی تمام عورتوں سے زیادہ صاحب عفت و عصمت ہیں۔ آپ کا نسب تو ایسا ہے اور حسب کی نسبت میں کیا بیان کر سکتا ہوں انسان کا حسب تین امور سے علاقہ رکھتا ہے۔ علم، سخاوت اور شجاعت۔ آپ تینوں صفات میں کامل ہیں۔ آپ کی مردانگی، شجاعت، دانائی اور سخاوت دنیا میں آفتاب سے زیادہ روشن ہے اور چودھویں کے چاند سے زیادہ عیاں ہے۔ آپ کے خصائل کی خوبیاں اور عادتوں کی نیکیاں زمانہ کی پیشانی پر درج اور عام و خاص کی زبان زد ہیں۔ آپ کا نسب ستارہ کو شرماتا ہے۔ آپ کے ہنر زمانہ کو ہنسی میں اڑاتے ہیں۔ آپ کا کلام لقمان کے پند نامہ کا جواب ہے۔ آپ کے بیان پر عہد نامہ کسریٰ کو حسد آتا ہے۔ ستارے آپ ہی کے روئے منور سے روشنی پائے ہوئے ہیں۔ آپ کی باریک قلم سے تھلیاں پر ہو گئی ہیں۔ اس کی موافقت تن و جان کے لیے آب باراں کی طرح حلال ہے اور اس کی مخالفت دل و دین کے لیے مثلاً زنا حرام ہے بھلا میں ایسے شخص کو کیا عیب لگا سکتا ہوں اور کس زبان سے برا کہہ سکتا ہوں۔ اثناء گفتگو میں تیری رضامندی کے لیے خون عثمان کا اتہام لگا دوں گا۔

معاویہ نے کہا بس بس اب تو مطلب کی بات پر آ گیا ہے۔ میری اصلی غرض بھی یہی ہے۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں چاہتا تو قتل عثمان کو علیؑ پر تھوپ دے گا تو ہمارا مقصد پورا ہو جائے گا۔ عبیداللہ یہ کہہ کر کہ میں ایسا ہی کروں گا معاویہ کے پاس سے

چلا آیا۔ معاویہ نے عمر عاص سے کہا تو نے خوب تاڑا اگر حضرت علیؑ کی تلوار کا خوف نہ ہوتا تو ہم اسے یہاں نہ دیکھتے۔ تو سن ہی رہا تھا دیکھا علیؑ کی کیسی تعریف کرتا تھا اور کس کس طرح سے اس کی شجاعت اور سخاوت اور علم کو بڑھا چڑھا کر بیان کر رہا تھا۔ عمرو نے کہا اے معاویہ تو ہی علیؑ کے انساب روشن اور اخلاق حسنہ کا منکر ہے۔ خدا کی قسم جیسا عبید اللہ نے کہا علیؑ ایسا ہے۔ بلکہ اس سے زیادہ۔ ہم اس مکار دنیا پر فریفتہ اور اس کی لا حاصل نمود پر اور ناچیز سامان پر مغرور ہو گئے ہیں اور ایسے شخص کو جس کی خدمت سے سعادت ابدی حاصل ہوتی ہے چھوڑ دیا ہے۔ یقین رکھ کہ ہم آخر کار شرمندہ ہوں گے مگر اس وقت جبکہ شرمندگی کچھ سود مند نہ ہو گی۔

عبید اللہ نے بھی معاویہ اور عمر عاص کی یہ باتیں سن پائیں۔ منبر پر گیا' اچھا خطبہ پڑھا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد جناب رسالت مابؐ پر درود بھیجا۔ پھر لوگوں کو پند و نصیحت کی اور اپنے حالات سنائے۔ جب علیؑ اور عثمان کا ذکر آیا تو خاموش ہو رہا۔ معاویہ نے جس امر کی درخواست کی تھی اس کی نسبت کچھ نہ کہا۔ عبید اللہ نے کہا منبر پر جھوٹ بولنا گوارا نہ ہوا کہ علیؑ کے خلاف قتل عثمان کی گواہی دوں۔ کیونکہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ علیؑ عثمان سے کچھ خصومت یا عداوت نہ رکھتے تھے اور نہ عثمان کے قتل سے خوش تھے۔ اب معاویہ نے عبد اللہ بن عمر بن الخطاب کے نام خط لکھا:

عبداللہ بن عمر کے نام معاویہ بن ابی سفیان کا خط

مضمون یہ تھا میں عثمان کے بعد قریش میں کسی شخص کو جس کی لوگ خدمت و متابعت اختیار کریں گے تجھ سے بہتر نہیں سمجھتا۔ میں نے سنا ہے کہ تو عثمان سے ناراض تھا' اس کے افعال پر اعتراض کرتا تھا اور اس حادثہ کے موقع پر تو نے اس کی کچھ مدد نہ کی۔ مجھے تیری اس بات پر بہت بڑا تعجب ہے۔ اب میں سنتا ہوں کہ تو نے علیؑ سے مخالفت اختیار کی ہے۔ میں تیرے اس فعل سے بہت خوش ہوا ہوں۔ تو جانتا ہے کہ عثمان کو ظلم سے مار ڈالا گیا ہے میں اس کی خیر خواہی کروں گا اور تجھے خلیفہ بناؤں گا۔ میں اس مہم کی تکلیف خصوصاً" تیرے ہی لئے گوارا کروں گا اور اگر خلافت کو اختیار نہ کرے گا تو تیرے باپ کی طرح اس امر کو تمام لوگوں کی رائے پر منحصر رکھوں گا اس بات کو سچ ہی سمجھنا اور خود آ کر ہماری امداد و اعانت کرنا۔ اور جس قدر جلدی ممکن ہو یہاں پہنچ جانا۔ والسلام!

یہ خط عبد اللہ کے پاس پہنچا تو پڑھ کر جواب میں لکھا:

معاویہ کو معلوم ہو کہ تیرا خط پہنچا۔ اس باب میں تو مجھے خط لکھ کر اپنی اطاعت و متابعت کے لیے بلاتا ہے یہ تیرا بہت بڑا سہو اور مغالطہ ہے۔ مجھے تیری اس غلطی پر سخت تعجب آتا ہے۔ تیرا یہ اندیشہ بھی دوسرے خیالات کی طرف عین خطا ہے۔ کیا تو سمجھتا ہے کہ میں حضرت علیؑ کو چھوڑ کر تیرے پاس چلا آؤں گا اور تیری اطاعت اختیار کروں گا۔ یہ تیرا خیال باطل ہے۔ یہ لکھنا کہ میں نے سنا ہے تو علی کا مخالف ہے دوسری بھاری غلطی ہے تو اس بات کو کس وجہ سے کہہ سکتا ہے تو نے کہاں اور کس سے سنا کہ میں حضرت علیؑ کا مخالف ہوں۔ معاذ اللہ میں آپ کی مخالفت کبھی اختیار نہ کروں گا۔ نہ ان کی خلاف رضا کوئی قدم اٹھاؤں گا۔ ایمان اور ہجرت و قرابت اور غزوات میں جو مدارج و مناصب اور خدمت جناب محمد مصطفیؐ میں جو شرف و امتیاز علی مرتضیٰؑ کو حاصل ہیں صحابہ اور اکابر میں سے کسی ایک کو بھی میسر نہیں۔ تو خود ہی سمجھ کہ میں ایسے بزرگوار شخص سے رو گردانی کروں گا اور تجھ جیسے سے جس نے دنیا کے لیے دین کو فروخت کر دیا اور دنیاوی طمع دلانے والے سامانوں پر جان دینے لگا مل بیٹھوں گا۔ افسوس۔ صد افسوس! دیکھ تو سہی کتنا بڑا تفاوت واقع ہوا ہے تو اپنی حالت کو دیکھ۔ پھر ایسی

بیہودہ اور جھوٹی باتیں نہ لکھنا نہ مجھے حضرت علیؑ کا دشمن سمجھنا نہ اپنی اطاعت کی دعوت دینا۔ والسلام!
معاویہ نے عبداللہ بن عمر کا خط پڑھ کر سمجھ لیا کہ وہ میرا شریک نہ ہو گا' اس کا خیال چھوڑ دیا اور سعد بن وقاص کو اس مضمون کا خط لکھا:

سعد بن ابی وقاص کے نام معاویہ کا خط

سعد بن وقاص کو معلوم ہو کہ اہل شام عثمانی گروہ تھا۔ انہوں نے عثمان کے مرتبہ عالی اور کمال کے معلوم ہونے کے سبب ان کے حقوق مدنظر رکھے اور دوسروں پر ترجیح دے کر خلافت و امامت پر متفق ہو گئے طلحہ و زبیر جو تجھ جیسے تھے اور نسبت اور شبیہ اسلام میں تجھ سے ذرا التفات نہ رکھتے تھے طلب خون عثمان کے لیے کھڑے ہوئے اور مادر مومناں عائشہ صدیقہ ان کے شریک حال ہو گئیں۔ امید ہے کہ تو میری موافقت اختیار کر کے اس فعل کو جسے طلحہ و زبیر اور عائشہ نے اچھا سمجھا تھا ناپسند نہ سمجھے گا اور میری اطاعت اور متابعت اور یہاں پہنچنے میں جلدی کرے گا۔
سعد وقاص نے معاویہ کے اس خط کو پڑھ کر جواب میں لکھا:
معاویہ کو معلوم ہو کہ امیر المومنین عمر نے مشورہ میں ایسی جماعت کو پیش کیا تھا جن میں سے ہر ایک خلافت کی قابلیت رکھتا تھا اور کسی ایک کو دوسرے پر کچھ بزرگی اور ترجیح نہ تھی۔ مگر یہ بات ضروری تھی کہ ان میں ہر ایک مشورہ کا حق رکھتا تھا اور حضرت علی کو وہ حق بھی حاصل تھا۔ اور جو جو فضیلتیں اور بزرگیاں آپ میں موجود تھیں طلحہ و زبیر اگر بیعت نہ توڑتے اور مخالفت اختیار نہ کرتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف کرے اور اس معاملہ میں جو کچھ عائشہ صدیقہ نے کہا انشاء اللہ خدا اسے بھی معاف کر دے گا۔ والسلام!
معاویہ نے ایک خط محمد بن مسلمہ انصاری کے نام بھی لکھا۔ مضمون یہ تھا واضح ہو کہ میں تیرے پاس خط اس لیے نہیں بھیجتا کہ تو میرے پاس آ کر بیعت اختیار کرے بلکہ مدعا یہ ہے کہ تو آگاہ ہو جائے کہ کیسی نعمتوں کو چھوڑ کر کس شک و شبہ میں مبتلا ہو گیا ہے تو انصاریوں کا سردار اور ان کی پشت پناہ ہے مگر ایک بات یہ بھی ہے کہ تو نے حدیث جناب رسول خداؐ کا ذکر کیا ہے اور تو اس سے نہیں پھر سکتا ہے وہ حدیث تو یہ ہے کہ ایک ہی قبلہ کی طرف نماز ادا کرنے والے لوگوں کو آپس میں جنگ کرنے سے روکنا اور منع کرنا چاہیے جبکہ جناب محمد مصطفیٰؐ نے ایسا ارشاد فرمایا تھا تو تجھے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو جو اہل قبلہ اور عثمان سے معرکہ آراء اور اس کے قتل کا عزم بالجزم کئے ہوئے تھے روکنا اور ایسے افعال کے صادر کرنے سے باز رکھنا لازم تھا لیکن تیری قوم اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر کی گناہ گار ہوئی عثمان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور جو کچھ اس کے ساتھ کیا وہ کیا اللہ قیامت کے دن تجھ سے اور ان لوگوں سے جواب طلب نہ کرے گا والسلام!
محمد بن مسلمہ انصاری نے جواب میں لکھا۔ واضح ہو کہ جناب رسول خداؐ نے مجھے ان واقعات اور حادثات کی خبر دی ہے جو واقع ہونے والے ہیں۔ ان میں سے حادثہ عثمان کے دنوں میں کچھ واقعات اور فتنے نمایاں ہوئے ہیں۔ میں لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ کر گوشہ نشین ہو گیا۔ تلوار توڑ کر پھینک دی اور گھر کے اندر بیٹھ رہا۔ کیونکہ نظر آ رہا تھا کہ مجھ میں نیک کاموں کی ہدایت اور برے کاموں کے روکنے کی قدرت نہیں ہے۔ نیز اس تنہائی اور گوشہ نشینی کا اختیار کرنے والا میں ہی ایک شخص نہیں تھا بلکہ وہ لوگ بھی علیحدگی اختیار کر کے گوشہ نشین ہو گئے جنہوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی اس قسم کے حالات سن رکھے تھے۔ میں سمجھتا تھا کہ میرے ہاتھ یا زبان سے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ اور یہ فساد میری کوشش

سے مٹ نہیں سکتا۔ اسی سبب سے میں عثمان کی مدد نہ کر سکا۔ اے معاویہ تو نے جو فعل اختیار کیا ہے وہ محض دنیا کے جاہ و مال کی طمع اور خواہش نفس کی پیروی کرتا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جس وقت امیر المومنین عثمان نے مجبور ہو کر تجھ سے مدد طلب کی تھی تو تو نے مدد نہ کی۔ یہ حال سب کو معلوم ہے اس وقت تو نے ان کا ساتھ نہ دیا اور اب امارت اور حکومت کے لیے طلب خون کا بہانہ نکالا ہے۔ دین کو دنیا کے عوض بیچ کر جاہ و مال کا طلب گار بنا ہے خدا کی قسم تو پشیمان ہو گا مگر اس وقت پشیمانی کچھ فائدہ نہ دے گی۔ تیرا یہ لکھنا کہ اللہ نے تجھے نعمتوں سے الگ کر دیا اور شک و شبہ میں ڈال دیا ہے غلط ہے۔ الحمد للہ کہ میں اپنے حال پر برقرار ہوں۔ کسی شک و شبہ میں نہیں پڑا اور اللہ کی نعمتیں میرے لیے روز بروز ترقی پر ہیں اور اس کے بے شمار افضال شامل حال۔ والسلام!

جس وقت معاویہ نے عبداللہ بن عمرؓ سعد بن وقاص اور محمد بن مسلمہ کے جوابوں کو پڑھا بہت پچھتایا۔ عمر عاص نے بھی ملامت کی کہ میں نہ کہتا تھا خط نہ بھیج وہ تجھے سخت جواب دیں گے۔ تو نے میرا کہنا نہ سنا اپنی ہی رائے پر چلا آخر کار ایسے کڑے جواب پائے۔ اور اب وہ علی ابن ابی طالبؑ کے زیادہ مطیع، فرمانبردار اور دوست صادق بن گئے۔ اور تجھے خجالت کے سوا اور کیا ملا۔ دوست سمجھاتے اور نیک بخت نصیحتوں کو مانتے ہیں۔

معاویہ نے عمر کی باتوں کا جواب نہ دیا منادی کرا دی کہ لوگ جامع مسجد میں جمع ہوں جب سب جمع ہو گئے حمد و ثناء باری تعالیٰ کے بعد جناب رسول خداؐ پر درود بھیجا اور کہا اے لوگو تم خوب جانتے ہو کہ عثمان کو ظلم سے مارا ہے اللہ تعالیٰ اس ولی کی مدد کر کے ظفر مند فرمائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **و من قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا** جس نے کسی مظلوم کو مار ڈالا ہم نے اس کے ولی کو غلبہ عطا کیا۔ میں عثمان کا ولی ہوں کیونکہ مجھے اس نے شام کا امیر بنایا ہے اور معزول نہیں کیا کیا تم میرے مطیع اور فرمانبردار ہو اور تم سب حق پر ہو اور جو تم سے علیحدہ ہیں وہ سب کے سب گنہ گار اور باغی ہیں اور یہ مفسد چھتا وہی ہے جس نے خلیفہ وقت کو قتل کر دیا ہے یا وہ لوگ ہیں جنھوں نے ان کا ساتھ نہ دیا اور مدد نہ کی علی ابن ابی طالبؑ نے جس سے زیادہ میں اور کسی کو اپنا دشمن نہیں سمجھتا خلافت اختیار کر لی ہے اور قاتلان عثمان کو اپنے ساتھ ملا کر فوج فراہم کی ہے اور فتنہ برپا کرنا چاہتا ہے اس دھن میں ہے کہ شام میں آ کر ہم سے جنگ کرے۔ میں اس کے مقابلے میں صبر و استقلال سے کام لوں گا۔ تمہارا یہ قصد ہونا چاہیے کہ شام کی حفاظت کرو اور علی ابن ابی طالبؑ کا یہ ارادہ ہے کہ شام کے علاقہ کو تم سے چھین لے تاکہ عراق اور شام دونوں اس کے تصرف میں ہو جائیں۔ اگرچہ عراق کے لوگ معرکہ آرائی میں بڑے بہادر ہیں مگر میں خوش ہوتا ہوں کہ مقابلہ کے وقت صبر و تحمل میں تم ان سے زیادہ نکلو گے۔ تیاریاں کر لو کہ اس لشکر کے حملہ کے وقت جو چلا آ رہا ہے اور جنگ و جدل میں بہت دیر ہے قوی دل ثابت ہو۔

ابو الاعور سلمی، ذوالکلاع حمیری اور جوشب ذوالظلم نے کھڑے ہو کر کہا اے معاویہ تمام عربوں کو معلوم ہے کہ ہم کام کرنے والے ہیں نہ کہ بولنے والے۔ ہمارا قول فعل سے بڑھا ہوا ہے اور تمہاری گفتگو بمقابلہ افعال بہت گھٹی ہوئی ہے۔ ہماری فرمانبرداری اور دعوے کی سچائی اس روز معلوم ہو جائے گی جب ہمیں میدان جنگ میں لے جا کر کھڑا کرے گا۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ خلافت کا لباس تیرے جسم پر ہی ٹھیک آتا ہے یا اس کو زیب دیتا ہے جسے تو اپنے بعد مقرر کرے گا۔ معاویہ نے اسی وقت حاضرین کو مخاطب ہو کر کہا کہ مجھ سے بیان کرو کہ علی ابن ابی طالبؑ مجھ سے خلافت کے لیے کیوں برتر ہے اور کس وجہ سے مجھ پر فضیلت اور ترجیح ہو سکتی ہے۔ میں رسول خدا کا منشی ہوں۔ میری بہن آپ کے گھر میں تھی۔ عمر اور عثمان کی طرف سے شام کا عامل ہوں۔ میرا باپ ابو سفیان بن حرب اور ماں ہندہ دختر عتبہ بن ربیعہ ہے۔ اگر حجاز اور عراق والے علیؑ کی خلافت اور بیعت پر رضا مند ہو گئے ہیں تو شام والوں نے مجھ سے بیعت کر لی ہے۔ مجھ میں اور علی میں ذرا بھی تفاوت

نہیں جس وقت دو آدمی کسی چیز کے لیے جھگڑتے ہیں تو وہ غالب آنے والے کو مل جاتی ہے۔

امیرالمومنین علیؑ کے نام معاویہ بن ابی سفیان کا نامہ

اس کے بعد معاویہ نے امیرالمومنینؑ کی خدمت میں خط بھیجا اس نے قلم دوات منگائی اور اس مضمون کا خط لکھا کہ اے علیؑ اگر تو گزشتہ خلفاء کی سیرت پر چلتا اور ان کا پسندیدہ شیوہ اختیار کر کے ان ہی جیسا برتاؤ برتتا تو میں کبھی مخالف نہ ہوتا، مطیع و فرمانبردار رہتا۔ عثمان کے معاملہ میں جو جفا واقع ہوئی ہے اس نے مجھے بیعت سے باز رکھا ہے۔ اب سے پہلے خدا کے احکام جاری کرنے کے لیے اہل مجاز حاکم تھے مگر جس وقت سے انہوں نے روگردانی کی اور امر حق کو پوشیدہ رکھا تو وہ حکومت اہل شام کو مل گئی۔ اور امور حقہ کے تقدم اور شرائط دینی کا نفاذ ان سے علیحدہ ہو کر شامیوں سے متفق ہو گیا۔ تیری حجت جس طرح اہل بصرہ پر عائد ہوتی ہے مجھ پر نہیں ہوتی کیونکہ طلحہ زبیر اور اہل بصرہ نے بیعت کر لی تھی اور شامیوں نے نہیں کی۔ ہاں تیرے علم و فضل اور قرب قرابت جناب رسولؐ سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ فقط اتنی سی بات ہے اور بس!

جناب علیؑ نے معاویہ کو اس خط کا جواب تحریر فرمایا: واضح ہو کہ میرے پاس اس شخص کا خط پہنچا تو گرداب ضلالت میں پڑا ہوا خواہش نفسانی کے دریا میں غوطہ کھا رہا ہے نہ اس کے پاس کوئی ہادی ہے کہ گمراہی سے نکالے۔ نہ کوئی کھینچنے والا ہے جو ہوا و ہوس کی لہروں سے بچائے حرص و طمع نے اپنی طرف بلایا ہے اور اس نے اسے منظور کر لیا ہے۔ خواہشوں کے ہاتھ نے ہدایت کی آنکھیں بند کر دی ہیں اور وہ اسی میں خوش ہے یہ لکھنا کہ معاملہ عثمان میں جو خطا ہو گئی ہے اس کے سبب سے باز رہا ہوں اور وہ خطا تیری خطا ہے کیونکہ عثمان کے معاملہ میں میں نے کوئی خطا نہیں کی۔ میں مہاجرینؓ میں سے ایک شخص ہوں اور مسلمانوں کا بہرحال شریک اور خیر خواہ اور یہ امر ظاہر ہے کہ مہاجر علم و حقیقت اور معرفت والے لوگ ہیں جس کام میں کوئی خرابی اور گمراہی کی بات پائی جاتی ہے وہ اس کے طرفدار نہیں ہوتے ہاں یہ لکھنا کہ اہل شام حجاز والوں پر حاکم ہیں شام کے قریشیوں میں ایسے دو شخصوں کو مقرر کر کہ جن کی بات مجلس شوریٰ میں قابل قبول اور مہاجر و انصار کے نزدیک لائق یقین ہو پھر وہ کہیں کہ خلافت تیرے لیے جائز ہے یا اگر تو کہے تو میں حجاز کے قریشیوں میں سے ان صفات کے دو آدمی پیش کر دوں۔ طلحہ و زبیر اور اہل بصرہ اور شامیوں کے درمیان جو تفاوت پیش کیا ہے وہ بھی ٹھیک نہیں کیونکہ جب بیعت عام ہو گئی تو کوئی شخص مستثنیٰ اور جدا نہیں ہو سکتا۔ جناب رسول خداؐ کے نزدیک اور ان کی خدمت کے وسائل کی نسبت جو کچھ تحریر اور اقرار کیا ہے اس سے تیرا عقیدہ ظاہر ہے۔ اگر تیرا بس چلتا اور مجھ سے ان فضیلتوں اور شرفوں کو ہٹا سکتا تو اس میں بھی ذرا کوتاہی نہ کرتا۔ والسلام!

امیرالمومنینؑ کا یہ خط پڑھ کر معاویہ بھڑک اٹھا اور جواب میں لکھا اے علیؑ خدا سے ڈر حسد کو چھوڑ حاسد حسد سے کبھی فائدہ نہیں اٹھاتا نہ اٹھائے گا اپنی پہلے اسلام کی بھلائیوں کو اپنے برے کلمات سے زائل نہ کرے، اعمال کی قدر و قیمت اور مصروفیت کی رونق اور تازگی انجام کار سے علاقہ رکھتی ہے اور جس کا کوئی حق نہیں ناحق اس کا حق نہ ٹھہرا۔ کیونکہ اسی طرح کرتا رہے گا تو اس کا ضرر تجھ پر پڑے گا اور اعمال میں نقصان واقع ہو گا۔ تجھے وہی نیک کام لازم تھے جو دین کی بنیادوں اور اسلامی قاعدوں کی مضبوطی کے لیے کرتا رہتا تھا۔ خلق خدا کی ایذا رسانیوں، خونریزیوں اور طرح طرح کی جسارتوں اور دلیریوں کے سبب جو تو نے کی ہیں اور کرتا ہے خدا سے ڈر۔ اور سورۂ قل اعوذ برب الفلق پڑھ۔ اپنے حاسد نفس کی شرارت کے لیے خدا سے پناہ مانگ اللہ تعالیٰ تیرے دل کو نرم کرے اور زیادہ توفیق ثواب عطا کرے۔ کیونکہ یہ دعا اگر قبول ہو گئی تو اس کی

سعادت کا بہترین حصہ مجھے ملے گا۔ والسلام!
امیرالمومنین علی علیہ السلام نے جواب میں لکھا!
عبداللہ علی امیرالمومنین کی طرف سے معاویہ بن صخر کو واضح ہو کہ تیرا خط وصول ہوا۔ جو جو باتیں قلم سے نکالی تھیں ان سے تعجب اور حیرت نہیں ہوئی کیونکہ وہ بھی تیرے اسی باطل فعل جیسی ہیں جو ظلم و تعدی کے ساتھ تو نے شام میں اختیار کر رکھا ہے اگر تو وہ شخص نہ ہوتا جسے میں نے اچھی طرح پہچان رکھا ہے اور تیری طبیعت کی اس ہٹ کو جو وعظ و نصیحت کو قبول نہیں کرنے دیتی بخوبی جانتا اور جناب رسالت مآبؐ سے تیرے حق میں جو باتیں سن رکھی ہیں وہ یاد نہ رہی ہوتیں تو تجھے نصیحت کرتا اور سمجھاتا لیکن اس شخص کو نصیحت سے کیا فائدہ جو مستوجب عذاب الٰہی ہو چکا ہو۔ عذاب اور عقوبت سے نہ ڈرتا ہو۔ خلقت کی ملامت کا خیال نہ رکھتا ہو اور نہ شرم ہی ان باتوں سے مانع آ سکتی ہے اس لیے میں نے تیرے طرف سے توجہ اٹھائی ہے اور ملامت و نصیحت کرنی چھوڑ دی ہے کیونکہ تو اسی طرح گمراہی و ضلالت میں مبتلا رہے گا یہاں تک کہ اللہ بروز قیامت تجھ کو تیرے ناشائستہ اعمال کی سزا اور نامحمود کاموں کا بدلا دے گا۔ میں اس قدر لکھنا کافی سمجھتا ہوں اور جناب محمد مصطفیٰؐ نے جو تیرے اور تیرے ماں باپ کے حق میں فرمایا وہ تجھے بھی معلوم ہے زیادہ نہیں لکھتا۔ والسلام!

امیرالمومنین علیؑ اور معاویہ کا نامہ و پیام

معاویہ نے پھر جواب لکھا: گناہوں کی کثرت نے تیرے دل کو ڈھک لیا ہے اور دل کی روشنی پر ایک پردہ پڑ گیا ہے۔ آنکھیں ڈھک گئی ہیں، تیری بینائی میں خلل آ گیا ہے حرص و آز تو تیری عادت ہی ہے اور عہد شکنی تیری ذات اور خصلت میں داخل ہے اب مجھ میں اور تجھ میں جائے کلام باقی نہیں رہی۔ جنگ کے لئے تیار رہ، دل کو حرب و ضرب کے لیے مضبوط کر لے اپنے ٹھکانے پر رہ اپنے آپ کو دیکھ اور اس شخص کے پھکے پر ہاتھ نہ ڈال جس کے حلم کے مقابلے میں پہاڑ بھی بہت ہلکا ہے۔ یقین رکھ کہ تیری آرزو بر آنی ناممکن ہے۔ تیری خواہش نفس تیرے دل کو بڑی مصیبت میں ڈالے گی۔ علم تجھ کو کچھ فائدہ نہ بخشے گا اس کام کا انجام اور اس گفتگو کا نتیجہ وہی ہو گا جو تجھے بھی معلوم ہے اور عاقبت متقیوں کے واسطے ہے۔

حضرت علیؑ کا جواب

حضرت علی علیہ السلام نے اس خط کا جواب اسی طرح لکھا: عبداللہ علی امیرالمومنینؑ کی طرف سے معاویہ بن صخر کو واضح ہو کہ سعادت اور بدبختی مقدر کی ہے اور نیکی اور بدی مہر کردہ تو اصل میں بدبخت واقع ہوا ہے اس لیے حکم الٰہی تجھے سعادت حاصل کرنے سے مانع ہے۔ جو تیرے اور صلاحیت کے درمیان روک واقع ہوا ہے تو دعویٰ کرتا ہے کہ پہاڑ تیرے حلم کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا اور تیرا علم حق و باطل کو جدا کرے گا۔ یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ تو صخر کا بیٹا لعین، منافق، سخت دل اور دینی امور سے جاہل اور بے عقل ہے۔ تو مجھے لڑائی سے ڈراتا ہے اور حرب و ضرب سے خوف دلاتا ہے۔ شاید تو بھول گیا ہے میں وہی ابوالحسن ہوں جس نے جنگ بدر میں تیرے دادا تیرے چچا عتبہ اور تیرے بھائی حنظلہ کو قتل کیا ہے اور وہی تلوار جس نے راہ خدا میں ان لوگوں کا خون بہایا ہے میرے قبضے میں ہے اور وہی زور بازو مجھ میں اب موجود ہے جو اس وقت تھا۔ اگر تو یہ باتیں سچائی سے کہتا ہے اور نالائق دم بریدہ عمر عاص کے فریب پر نازاں نہیں ہے اور خود کو بہادر اور سر لشکر اور جنگ کی

ہمت رکھتا ہے تو لشکر کو چھوڑ اور اگر مکر سے باز آ کر میدان جنگ میں نکل کہ میں اور تو باہم جنگ آزمائی کریں پھر تجھے معلوم ہو جائے گا کہ کثرت گناہ نے کس کے دل کو ڈھانپ رکھا ہے اور کس کی بینائی اور عقل میں خلل آیا ہوا ہے۔

معاویہ کا جواب

معاویہ نے خط کا جواب لکھا تو حد سے تجاوز کر گیا اور گمراہی و ضلالت میں بہت بڑھ گیا: جش کا بیٹا عمار یا سر جو بڑھاوے تجھے دے رہا ہے اور آتش فساد روشن کرتا ہے تو اس کے غرور میں طالب جنگ ہو کر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ اگر تیری موت نہ آئی ہوتی تو، تو مجھ سے جنگ کا ارادہ نہ کرتا۔ یقین رکھ کہ تو اس جنگ میں زندہ نہ رہے گا اپنی گفتار و کردار کے وبال کا ثمرہ چکھے گا۔ اگر انہی تمام باتوں کو اختیار کئے رہے گا اور ہر لحہ گمراہی اور سرکشی میں ترقی کرتا رہے گا تو بہت سی مصیبتوں میں مبتلا ہو گا اور تیری عادت ہی ایسی ہے وہ تجھے گمراہ کرتی رہتی ہے۔ تیرا علم تجھے مغرور کر رہا ہے اور فہم راہ حق کی پہچان سے معذور ہے۔ تو نے کبھی کوئی کام اتفاق سے نہیں کیا نہ دینی امور میں درست اور سچی رائے دی۔ اسی واسطے اچھی عاقبت اور نیک خاتمہ سے محروم رہ گیا ہے۔ والعاقبۃ للمتقین۔ عاقبت متقی لوگوں کے واسطے ہے۔ والسلام

حضرت علیؑ کا جواب

حضرت علی علیہ السلام نے جواب میں لکھا: عبداللہ علی امیر المومنینؑ کی طرف سے معاویہ بن صخر کو معلوم ہو کہ تو کافر کا بیٹا ہے تجھے اسلام اور مسلمانی کی کیا قدر۔ تیرے باپ اور دادا چچا خالو جناب محمد مصطفےٰؐ کے منکر رہے اور کفر و ضلالت نے انہیں اس حد تک آمادہ کیا کہ مقابلے پر آئے اور تلواریں کھینچ کر ان کے روبرو ہوئے۔ انجام کار میں نے عین معرکہ کارزار میں انہیں ان کے اعمال کی سزا دی اور ایک ہی لحد میں سلا دیا نہ وہ اپنی آبرو ہی بچا سکے اور نہ میری تلواری ہی کو اپنے سے باز رکھ سکے۔ تو ان کا خلف ہے اور بڑا ناخلف ہے جو جہنم کی آگ میں اپنے بزرگوں کا پیرو نہ ہو۔ **و اللہ لا یہدی القوم الظالمین** یعنی اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔

معاویہ کا جواب

معاویہ نے جواب دیا جہاں تک ہو سکتا ہے تو ضلالت کے مرکب کو سرکشی کے میدان میں کدا رہا ہے اور لڑائی سے بھاگتا ہے، ڈرانے دھمکانے کے لیے شیر کی طرح غراتا ہے اور جنگ و جدل سے بچتا ہے خط لکھتے وقت اس قدر لاف و گزاف اور معرکہ آرائی میں سستی اور دیر۔ اگر ان حیلوں حوالوں اور بہانوں سے باز رہ کر معرکہ آرائی کے لیے نکلے تو دیکھے کیسے کیسے نیک نیت اور صاف دل جوان صف جنگ سے نکلتے ہیں۔ میں خدا کے راستے میں شمشیر زنی کرنے والے اور ایسے شخص کے معاہدہ کی شرائط کو بھی پورا کرنے والے جو اپنے عہد سے پھر جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت نے اگر تیرا ساتھ نہ دیا اور تو اسی طرح تاریکی، گمراہی، اور سرکشی میں رہا اور معرکہ جنگ میں نکل آیا تو ان لوگوں کو جن کی میں نے تعریفیں کیں اپنے مقابلے پر دیکھے گا اور اپنے وبال میں مبتلا ہو گا۔ انسان تیرے جبر سے بچ جائیں گے اور تیرے غرور سے محفوظ ہو جائیں گے۔ اور تجھے

تیرا انجام نظر آ جائے گا۔ و کفی باللہ علیک رقیبا فقط

حضرت علی کا جواب

حضرت علی علیہ السلام نے جواب میں لکھا: عبداللہ امیر المومنین علیؑ کی طرف سے معاویہ بن صخر کو معلوم ہو کہ مجھے تری باطل آرزوؤں، ناممکن خواہشوں اور بے حقیقت و بے قاعدہ بکواس پر ذرا تعجب نہیں آتا کیونکہ میں تیری عقل و فہم اور مرتبہ و منصب کو اچھی طرح پہچانتا اور تیرے انجام کار کو جانتا ہوں۔ میں صرف اسی سبب سے تاخیر کر رہا ہوں کہ وہ وقت آن پہنچے جس کا مجھے اقرار ہے اور تجھے انکار اور تیرا جو کچھ حال ہونا ہے گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں اور مشاہدہ کر رہا ہوں یعنی میں میدان جنگ میں نکلا ہوں اور ذوالفقار سے کام لے رہا ہوں اور تو زارو و قطار روتا اور اس طرح چیختا چلاتا ہے جیسے بھاری بوجھ کے نیچے لدا ہوا اونٹ اور میں صف جنگ میں تیری آواز سن رہا ہوں کہ تو رو رو کر مجھے پکارتا ہے۔ ابن الاکباد یعنی جگر خورہ کے لڑکے تو کب تک ان لمبے لمبے سیدھے تیروں، خمدار شمشیروں، متواتر زخموں، پے در پے کی ضربوں، جگر دوز تیروں اور تیز تلواروں سے فریاد کرتا اور اس طرف سے اس طرف بے فائدہ بھاگتا پھرے گا" یہ سب امور ضرور بالضرور نازل ہونے والے ہیں اور یہ احکام الٰہی ہیں جو ظاہر ہوں گے۔ کتاب الٰہی میں یہ حالات درج ہیں۔ تم لوگ ان سے منکر ہو اور ان حدود پر ایمان نہیں لائے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ!

جس وقت یہ خط معاویہ کے پاس پہنچا اور مضمون سے مطلع ہوا عمر عاص نے معاویہ سے کہا: معاملہ طے ہو چکا تو علیؑ سے کب تک سخت سست نامہ و پیام کئے جائے گا۔ تلخ باتیں کہے گا اور جواب سخت سنے گا۔ آخر اس کی کوئی انتہا بھی ہونی چاہیے۔ خدا کی قسم اگر شام کے منشی بھی جمع ہو جائیں گے کہ علی ابن ابی طالبؑ کی فصاحت و بلاغت کا مقابلہ کریں تو برابری نہ کر سکیں گے نہ عبارت آرائی اور فصاحت میں برسر آ سکیں گے۔ علیؑ کو نہ بھولنا چاہیے۔ اگر تو جنگ کرنا چاہتا ہے تو ساز و سامان تیار کر لے اور اگر صلح کا ارادہ ہے تو اس کا سامان مہیا کر کیونکہ خط پر خط لکھنے سے کوئی مقصد حاصل نہ ہو گا۔

امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے مقابلے کے لیے معاویہ کی شام سے روانگی

معاویہ نے عمر عاص کی بات سن کر کہا تو سچ کہتا ہے خط و کتاب سے کچھ فائدہ نہ ہو گا جنگ کی تیاری کر لینی چاہیے۔ پھر منادی کر کے سپاہیوں کو جمع کیا۔ جب سب فراہم ہو گئے امیر المومنین علیؑ سے لڑنے کا قصد کر کے شام سے صفین کی طرف رخ کیا۔ تمام فوج سامان جنگ سے آراستہ اور معرکہ آرائی پر تلی ہوئی تھی۔ مروان بن حکم سرنگ گھوڑے پر جس کے چاروں ہاتھ پاؤں سفید تھے سوار ہو کر عثمان کی تلوار حمائل کئے ہوئے سب سے آگے چل رہا تھا۔ دمشق سے ایک منزل آگے نکل کر قیام کیا اور چھاؤنی ڈال دی کہ پیچھے رہے ہوئے آدمی بھی آ کر شامل ہو جائیں۔ جب سب آ گئے معاویہ نے لشکر کا جائزہ لیا۔ چوراسی ہزار سوار اور پیدل شمار میں آئے۔ عبدالرحمن بن خالد کو میمنہ کا سردار بنایا اور عبداللہ بن عمر عاص کو میسرہ کا۔ ابو الاعور سلمی کو مقدمہ لشکر پر مقرر کیا اور ساق پر بشر بن ارطاۃ کو۔ معاویہ لشکر کو اس طریق پر مرتب کر کے آگے بڑھا۔ جب

صفین کے مقام پر پہنچا ماہ محرم کے چند ہی روز گزرے تھے حکم دیا کہ جگہ فرحت بخش، زمین نرم اور دریائے فرات قریب ہے اسی جگہ خیمے لگاؤ۔ غرض اسی جگہ قیام کر ڈالا۔ اب بھی ہر سمت سے جوق در جوق لوگ چلے آ رہے تھے اور لشکر معاویہ میں شامل ہو جاتے تھے یہاں تک کہ لشکر کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تک پہنچ گئی۔ اب معاویہ نے جناب امیر علیہ السلام کی خدمت میں یہ اشعار لکھے۔

لا تحسبنی یا علی غافلا   لا وردن الکوفتہ القبابلا

و المشرفی و القنا الذو ابلا   فی عامنا هذا و عاملا و قابلا

جناب امیر علیہ السلام نے بھی جواب میں یہ اشعار تحریر فرمائے۔

اصبحت فاحمق تمنی الباطلا   لا وردن شامک الصو اهلا

اصبحت امنیت یابن هند جاهلا   لا رمین منکم الکراهلا

تسعین الفار الحا و نابلا   یذ دحمون الحزن و السر اهلا

بالحق و الحق یزید الباطلا   هنا ملک العام و عاما قابلا

حضرت علی علیہ السلام نے یہ خبر سن کر کہ معاویہ لشکر کثیر کو لے کر مقام صفین پر آ پہنچا ہے منادی کرائی کہ تمام امیر اور سردار حاضر ہوں۔ جب سب آ گئے۔ آپ منبر پر تشریف لے گئے خطبہ بلیغ پڑھا اور حمد و ثنائی الٰہی کی۔ بعد حضرت محمد مصطفےؐ پر درود بھیج کر کہا اے دوستو آگاہ ہو جاؤ کہ معاویہ کو قیصر روم کی طرف سے بہت بڑا اندیشہ تھا اس نے اس امر میں بہت حیلے بہانے کئے آخر قیصر کے پاس تحائف بھیج کر صلح کر لی۔ اب لشکر لے کر صفین کے مقام پر آن پڑا ہے اور ہم سے جنگ کرنا چاہتا ہے۔ اس نے اس مہم کے ارادہ سے ہمارے پاس رجز لکھ کر بھیجی ہے۔ تم بھی مردانہ وار معرکہ آرائی کا مصمم قصد کر لو' یہ بھی یاد رکھو کہ اگر ہم نے اس پر فتح پائی تو وہ ضرور قیصر سے مدد طلب کرے گا۔ اور اگر تم پر ظفریاب ہوا تو نہ عراق تمہارے پاس چھوڑے گا نہ حجاز۔ میں نے سنا ہے کہ معاویہ اہل شام کو جنگ و جدل اور شجاعت و دلیری میں تم پر ترجیح دیتا اور تمہاری نسبت ان کو زیادہ ثابت قدم اور بہادر تصور کرتا ہے۔ مگر اس کا یہ خیال بالکل غلط اور بے اصل ہے کیونکہ وہ لوگ شبہہ اور گمراہی میں مبتلا ہیں اور تم مہاجر و انصار ہو اور حق پر قائم ہو بھلا باطل حق کی برابری کب کر سکتا ہے۔ اب ظالموں کے خون بہانے کا وقت آ پہنچا ہے میں تم سے اس معاملہ میں مشورہ لینا چاہتا ہوں اور یہ بہت بڑا مشورہ ہے۔ جس شخص کی سمجھ میں جو بات مناسب وقت معلوم ہو بیان کر دے۔ والسلام!

سب سے پہلے عمار یاسر نے کہا اے امیر المومنین تمام خورد و کلاں اور ادنیٰ و اعلیٰ کو یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ یہ لوگ آپ کی نصیحت کو نہ مانیں گے اور اطاعت و فرمانبرداری اختیار نہ کریں گے۔ اور آپ نے بہ سبب حلم ان لوگوں کے سمجھانے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔ بارہا خط لکھے قاصد بھیجے مگر وہ لوگ مال اور مرتبہ پر ایسے فریفتہ اور مغرور ہو رہے ہیں کہ کلمہ حق کو نہیں سن سکتے۔ معرکہ آرائی کے سوا اب ان کا کوئی علاج نہیں۔ بہرحال لڑائی ہو گی اس لیے حضور جس قدر جلدی آگے بڑھیں اسی قدر اچھا ہے۔ کیونکہ آج کا دن اچھا ہے۔ آپ کے سایہ اقبال اور رکاب سعادت میں رہ کر قریب جا پہنچیں گے تو ایک دفعہ اور نصیحت فرما کر اپنی بیعت اور متابعت کا حکم دیجئے گا۔ اگر وہ نیک بختی سمجھ کر آپ کا فرمان قبول کر لیں گے سعید بن جائیں گے ورنہ اپنی سعی ضلالت و جہالت اور اندیشہ باطل پر مصر رہے اور جنگ ہی کے خواستگار ہوئے تو ہم بھی ان سے جنگ کریں گے۔ اور جہاں تک ممکن ہو سکے گا سخت کوشش و سعی اور ثابت قدمی اختیار کریں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ جو سب سے بہتر حاکم ہے ہم میں اور ان میں فیصلہ فرما دے گا۔

آپ نے فرمایا ہاں ابو زینب ہمارا طریق برحق ہے اور ہمارا شیوہ سچائی ہے۔ اگر تو نے ہماری دوستی اور محبت کے سبب اس گروہ سے دشمنی و عداوت اختیار کی ہے اور ہماری فرمانبرداری اور موافقت کا دم بھرا ہے تو اس کا اجر ضائع نہ ہو گا بلکہ اس کا پھل نہایت نیک ملے گا۔ اور راحت و مغفرت اور سعادت عظیم حاصل ہو گی۔ اے ابو زینب تجھے خوشخبری ہو کہ تو اولیاء اللہ میں سے ایک ولی ہو گا جو روضہ رضوان میں جگہ پائے گا اور طاعت الٰہی کی فرحت گاہ میں سبزۂ رحمت سے مستفیض ہو گا۔

پھر عبداللہ بن بدیل خزاعی نے اٹھ کر کہا اگر اہل شام کو رضامندی حق جل شانہ مطلوب ہوتی اور محض اس کی رضامندی کے لیے جنگ کرنا چاہتے تو ہم سے کبھی نہ ڈرتے نہ ہماری مخالفت اختیار کرے۔ بات یہ ہے کہ ان میں سے ہر شخص نے دنیاوی مال و متاع بکثرت پا لیا اب ڈرتے ہیں کہ یکایک یہ دولت ہاتھ سے جاتی رہے دوسرے ہماری طرف سے دلوں میں پرانا کینہ بھی رکھتے ہیں۔ وہ ان دو وجوہ سے لڑنا چاہتے ہیں کہ ان کے پاس جو دولت دنیا ہے وہ ان کے قبضے میں رہے اور دوسرے ممکن ہو تو ہم سے بدلا لے کر دل ٹھنڈا کریں اور ہماری طرف سے جو کوفت دلوں پر اٹھا رکھی ہے اسے مٹائیں۔ اے لوگو معاویہ ہرگز امیر المومنین علیؑ کی بیعت اختیار نہ کرے گا نہ زیر فرمان ہو کر رہے گا کیونکہ آپ نے جنگ بدر میں اس کے بھائی' خالو' دادا اور اس کی ماں کے چچا کو قتل کیا ہے۔ خدا کی قسم اگر معاویہ کے سر کو شمشیر سے اور پسلیوں کو آہنی گرز سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کہیں علیؑ کی بیعت کرے گا تو اس عذاب سے نجات پائے گا۔ تب بھی بیعت نہ کرے گا اور اس شدت کی تکلیف کو جھیلنا منظور کرے گا۔ تمام حاضرین مجلس نے متفق اللفظ ہو کر کہا اے عبداللہ تو سچ کہتا ہے یہ بالکل ٹھیک بات ہے۔

اس کے بعد حجر بن عدی اور عمر بن حمق خزاعی نے کھڑے ہو کر اہل شام سے نفرت ظاہر کی اور ان پر لعنت بھیجی۔ حضرت امیر المومنینؑ نے لعنت کرنے سے منع فرمایا۔ انہوں نے کہا اے امیر المومنین ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر آپ نے فرمایا یہ درست ہے کہ حق ہمارے ساتھ ہے اور وہ باطل راستے پر ہیں انہوں نے کہا پھر کیا سبب کہ آپ ہمیں باطل لوگوں پر لعن طعن بھیجنے سے منع فرماتے ہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ تمہاری زبان سے لعن و شتم نکلے اگرچہ لعن و شتم ان کے برے افعال اور گناہوں کا نتیجہ ہے مگر مسلمانوں کے اخلاق سے اور خصوصاً حسب نسب والوں کی ذات سے بعید ہے کیونکہ ان سے برائی اور بدی کا ظہور نہیں ہوتا مجھے وہ شخص عزیز ہے جو دعا مانگے اور اللہ تعالیٰ سے ملتجی ہو کر ان کو راہ راست دکھائے اور تمہارے اور ان کے درمیان صلح و صفائی کرا دے۔ جس سے کہ طرفین میں خونریزی نہ ہونے پائے۔ اگر تم اس طریق پر چلو تو اچھا ہے۔

انہوں نے جناب امیر المومنین کی نصیحت کو قبول کیا۔ عمر بن الحمق نے کہا اے امیر المومنینؑ میں نے آپ سے اس وجہ سے بیعت نہیں کی کہ آپ میں اور مجھ میں رشتہ داری کا تعلق ہے یا مجھے آپ کی ذات سے کسی دولت یا احسان کی آرزو ہے نہ کسی عزت و رتبہ کا خواہش مند ہوں کہ اس بیعت کرنے سے میسر آ جائے بلکہ آپ کی اطاعت کو دو بین خصوصیتوں اور تین بزرگیوں کے سبب سے جو ذات اقدس میں موجود ہیں اپنے لیے فرض عین سمجھتا ہوں۔ دونوں خصلتیں علم و شجاعت ہیں۔ جن میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہرگز کوئی شخص آپ سے برابری نہیں کر سکتا۔ اور وہ تین شرف یہ ہیں۔ ایک جناب رسول خداؐ کا تقرب' دوسرا آنحضرتؐ سے قرابت' تیسرا اسلام میں سب سے پہلے داخل ہونا۔ اگر مجھے کسی ایسے کام کا حکم دیا جائے جس سے ایک میں دوستوں کی رضامندی اور آپ کے دشمنوں کی خرابی متصور ہو تو ہرچند مستحکم پہاڑوں کو بھی اکھاڑ پھینکنا پڑے تب بھی محض آپ کی خوشنودی کے خیال سے نہایت ہی سہل اور آسان کام معلوم ہو گا اور

اس کے بعد ہر ایک سردار نے کھڑے ہو کر اسی قسم کی گفتگو کی۔ قیس بن سعد نے بھی اٹھ کر عرض کی اے امیر المومنین مصلحت یہی ہے کہ ہم آگے بڑھیں اور مصمم قصد و ارادہ سے بغیر کسی تشویش اور سوچ کے اس گروہ سے جنگ کریں۔ اور جس قدر ممکن ہو خوب دل کھول کر لڑیں۔ ہم ان سے جنگ کرنے کو ترکوں اور دیلموں کے جہاد سے بھی زیادہ اچھا سمجھتے ہیں۔ کیونکہ یہ دین کے منافق اور ظالم ہیں۔ اولیاء اللہ کو حقیر سمجھتے اور ہنستے ہیں اور جناب رسول خداؐ کے دوستوں سے ذرا ذرا سی باتوں پر بگڑ بیٹھتے اور غضبناک ہو کر ان کو ایذا پہنچاتے ہیں۔ مارتے ہیں اور قید میں ڈالتے ہیں۔ تنخواہیں بند کر لیتے اور ان کے مال کی لوٹ حلال سمجھتے ہیں۔

سہیل بن حنیف انصاری نے کہا اے امیر المومنینؑ ہم سب ہر ایک امر میں آپ کے شریک حال اور فرمانبردار ہیں اور آپ کے تعمیل احکام میں ہم اپنی سعادت دارین سمجھتے ہیں۔ آپ جس سے بھی جنگ کرنے کا حکم دیں گے ہم اس سے لڑیں گے۔ اور جس سے صلح کا ارشاد فرمائیں گے اس سے مل کر بیٹھیں گے۔ جس وقت آپ طلب فرمائیں گے ہم حاضر ہو جائیں گے اور جس خدمت پر مامور ہوں گے اسے پورا کرنے کے لیے فوراً کمربستہ ہو جائیں گے جب تک رمق جان باقی ہے ہم آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ آپ کے احکام سے ذرا قدم باہر نہ رکھیں گے۔

یک جوز صدق کم نہ کنم در ہوائے تو تا دانہ چنید مرغ اجل ہچو از رئم

یعنی آپ کی محبت میں اگر مرغ اجل چینہ کی طرح مجھے ایک ایک کر کے چنے تو میرا اعتقاد ایک جو برابر بھی کم نہ ہو گا۔

پھر زید بن صوحان عبدی نے کہا ان لوگوں سے جنگ کرنا بالکل حلال ہے۔ ذرا بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں جس کے سبب دیر کی جائے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ خلیفہ وقت کی مخالفت کرنے والے گروہ سے لڑنا جائز ہے۔ پھر ان حامیان ظلم کے دفع کرنے اور شیطانی گروہ کے قتل اور ان لوگوں کی ہلاکت میں کیوں دیر لگائی جائے جو دین اسلام سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے۔ فساد و نفاق کے بانی ظلم و سرکشی کے خوگر ہیں نہ مہاجر ہیں نہ انصار نہ تابعین نہ نیکو کار اب اس معرکہ آرائی میں جلدی کرنی چاہیے۔ اگر زیادہ دیر لگائی جائے گی تو سخت نقصان ہو گا۔ ہر روز ان کی جمعیت بڑھتی جائے گی اور جس قدر مہلت ملے گی زیادہ سامان بہم پہنچا کر مضبوط و مستحکم ہو جائیں گے۔ پھر ان کا دفعیہ مشکل ہو جائے گا۔ اور وہی صادق آئے گی کہ آج کا کام کل پر ڈالا۔

مخالفان تو موراں بدند مار شدند برآور از سر موران مار گشتہ دمار

بدہ امان شاں زیں پیش و روزگار مبر کہ اژدہا شود از روزگار یار بد مار

یعنی تیرے دشمن چیونٹے جیسے تھے اب سانپ بن گئے۔ ان سانپ بنے ہوئے چیونٹوں کا بھیجا نکال ڈال' انھیں زیادہ مہلت نہ دے اور زیادہ دیر نہ لگا کیونکہ سانپ زیادہ عرصہ تک زندہ رہ کر اژدہا بن جاتا ہے۔ پھر ابو زینب بن عوف نے کہا اگر ہم حق پر ہیں تو یا علیؑ آپ کو حق تعالیٰ کے درگاہ سے پورا صلہ ملے گا۔ اور آپ بخوبی آگاہ ہیں کہ اس معاملہ کا سرا ابھی تک اختیار سے باہر نہیں ہوا آپ نے ہمیں شام کی طرف بڑھنے اور معاویہ سے جنگ کرنے کا حکم دیا ہم حسب الحکم کمربستہ ہو کر سفر کر کے یہاں تک آئے۔ اور آپ کی دوستی اور معاویہ کی دشمنی پر جس سے ایک زمانہ اچھی طرح واقف ہے ہم بالکل ثابت قدم ہیں اب اس کے اور ہمارے درمیان کچھ زیادہ فاصلہ نہیں رہا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ ان منزلوں کے طے کرنے سے محض آپ کی دوستی و الفت اور آپ کے دشمنوں کی عداوت و مخالفت مقصد ہے تاکہ آخرت کا ثواب اور جس راستہ پر دشمن پڑا ہوا ہے وہ باطل اور گمراہی سے وابستہ ہے۔

آپ کے حقوق کی ادائیگی کے مقابل میری گردن پر واجب ہیں ہزاروں سے ایک اور بہتوں میں سے تھوڑا سمجھوں گا۔
جناب امیر المومنینؑ اس کی ان باتوں سے خوش ہوئے اور دعا دی **اللھم نور قلبہ با التقی و اھد نا الی الصراط المستقیم** یعنی اے خدا تو اس کے دل کو پرہیز گاری سے روشن فرما اور ہمیں راہ راست کی ہدایت کر۔ پھر کہا اے عمر کاش میری فوج میں تجھ جیسے سو آدمی ہوتے۔ پھر حجر بن عدی نے کہا اے امیر المومنینؑ آپ کے لشکر میں سب کے سب ہی خیر خواہ اور جاں نثار ہیں اور سب کی یہی تمنا ہے کہ آپ کے قدموں پر سر قربان کر دیں۔ اور آپ کے سایہ میں رہ کر درجہ شہادت حاصل کریں۔ اب مصلحت یہ ہے کہ بخیرو خوبی لشکر آراستہ کر کے بہت جلد چڑھائی کر دی جائے۔
جناب امیر المومنینؑ نے اپنے عاملوں اور نائبوں کو فرمان بھیج کر ملک شام پر چڑھائی کرنے اور معاویہ سے قصد جنگ رکھنے کی اطلاع اور سب کو حکم دیا کہ بہ عجلت حاضر ہوں۔ عبداللہ ابن عباس بصرہ سے' مخیف بن سلیمان اصفہان سے' سعید بن وہب ہمدان سے اور اسی طرح اور نائب و عامل بھی اپنے اپنے علاقوں سے پے در پے آنے شروع ہوئے۔ سب کے بعد ربیع بن خثیم عامل علاقہ رے چار ہزار سوار مسلح و مکمل سواروں کے ساتھ حاضر خدمت ہوا۔
فراہمی فوج کے بعد حضرت امیر المومنینؑ نے خطبہ پڑھا اور سب لوگوں کو شام پر چڑھائی کرنے اور معاویہ سے لڑنے کی ترغیب دلائی۔ بعض نے بہ دل و جان سے منظور کیا اور بعض نے اس معاملہ سے کراہت ظاہر کی۔ آپ نے قبیلہ باہلی کے ایک گروہ کو بلا کر کہا میں جانتا ہوں کہ تم مجھ سے دشمنی رکھتے ہو اور میں بھی تمہیں دوست نہیں سمجھتا' اپنا دیا ہوا لے لو اور جہاں چاہے چلے جاؤ۔ احنف بن قیس نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنینؑ ہم تو آپ کو عزیز رکھتے ہیں آپ کے دوستوں کو دوست اور آپ کے دشمنوں کو دشمن سمجھتے ہیں ہمارا یہی عقیدہ ہے۔ اور اسی پر قائم رہیں گے۔ ظاہر و باطن اور سختی و راحت میں آپ سے علیحدہ نہ ہوں گے۔

مارا تو بہر صفت کہ داری   دل کم نہ کنم زدوستداری

آپ جس طرح چاہیں رکھیں میرے دل سے آپ کی محبت کم نہ ہو گی۔ امیر المومنینؑ نے دعائے خیر دے کر فرمایا کہ منادی کر دو اور لشکر کو سنا دو کہ کوچ کر کے نخیلہ میں قیام کرے اور اس جگہ سب لوگ جمع ہو جائیں۔ مالک بن حبیب یربوعی کو حکم دیا کہ لشکر کو ترتیب سے رکھے اور ہر شخص کو اس کی جائے مناسب پر اتارے۔ مسعود بن عقبہ بن عمر انصاری کو بلا کر کوفہ میں اپنا نائب قرار دیا پھر فوجوں کا جائزہ لیا کل سوار و پیدل نوے ہزار تھے۔ اس کے بعد آپ بخیرو خوبی سوار ہوئے اور اس آراستہ و پیراستہ فوج کو ہمرکاب لے کر روانہ ہوئے۔ سعید بن جبیر بیان کرتا ہے کہ اس روز امیر المومنین علیؑ کے لشکر میں آٹھ سو انصار اور نو سو ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے درخت کے نیچے جناب رسولؐ سے بیعت کی تھی۔ اور اسی ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے جنگ بدر میں آنحضرتؐ کا ساتھ دیا تھا اور اسی آدمی جناب رسول خداؐ کے صحابی موجود تھے۔
عبدالرحمن بن ابی لیلی کہتا ہے کہ اس دن سید التابعین اویس بھی جناب امیر المومنین علیؑ کی خدمت میں موجود تھے اور جنگ صفین میں ہمرکاب رہ کر شہادت پائی۔

تذکرہ سید التابعین اویس قرنی

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا قصہ اس طرح منقول ہے کہ لوگوں نے اویس قرنی کا حال دریافت کیا۔ عبداللہ نے کہا وہ ایک بہت بڑے بزرگ کا بیٹا تھا۔ زہد و تقوی' عبادت اور طاعت میں بڑا درجہ پایا ہے۔ تابعین

کا سرتاج تھا۔ اور میں نے جناب محمد مصطفیٰؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت میں ایک شخص اویس قرنی نام کا پیدا ہو گا۔ بروز قیامت اسے شفاعت کا درجہ نصیب ہو گا۔ ربیعہ اور نصر کے قبیلوں کی آبادی کے اکثر گناہ گاروں کو بخشوائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ درجہ ہو گا کہ کیسے ہی اہم کام کے لیے وہ خدا کی قسم دلائے گا تب بھی خدا اس کی قسم پوری کرے گا۔ میرے بعد جب تم اس سے ملو میرا سلام پہنچانا امیر المومنین علیؑ نے پوچھا یا رسول اللہ ہم میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو اس سے ملے گا آپ نے فرمایا عمر ابن الخطاب اور تم جب اس سے ملو تو میرا سلام کہنا اور اپنے لیے دعائے خیر چاہنا۔ حضرت علیؑ نے پوچھا کس علامت سے اسے پہچان سکتے ہیں۔ آپ نے ارشاد کیا بھیڑ جیسی آنکھوں والا اور دو کپڑے پہنے ہوئے ہو گا۔ خلقت کو دیکھنے دکھانے والا نہ ہو گا نہ کسی کا آشنا لوگ پہچانتے نہ ہوں گے اور اس کی موجودگی اور چلے جانے کو یکساں سمجھتے ہوں گے۔ یعنی اس کے چلے جانے پر کسی کو اس کی تلاش نہ ہو گی۔ اور اس کے آنے سے کوئی خوش نہ ہو گا۔ لوگ اس کے سلام کا جواب نہ دیتے ہوں گے۔ عبداللہ بیان کرتا ہے کہ جس وقت ہم نے جناب رسول خدا کی زبان مبارک سے اس کی نسبت حالات سنے تھے۔ اسی وقت سے اس کی خیر و خبر کے متلاشی اور جویا رہتے تھے۔ جب عمر کی خلافت کے زمانہ میں کچھ اہل کوفہ کسی کام کے لیے عمر کے پاس آئے تو عمر نے دریافت کیا۔

تم میں ایک یمن کا باشندہ اویس قرنی نام کا ہے۔ تم میں سے اسے کوئی جانتا پہچانتا ہے یا نہیں۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا ہاں میں اسے جانتا ہوں قبیلہ قرن کا ایک شخص ہے۔ اور اویس نام ایک گمنام سا شخص ہے کوئی اس کی طرف خیال بھی نہیں کرتا بلکہ اکثر آدمی اسے دیکھ کر ہنستے اور مذاق اڑاتے ہیں۔ عمر نے کہا حضرت محمد مصطفیٰؐ نے ہمیں اس کے حالات سے مطلع کیا ہے وہ اسی رنگ ڈھنگ کا آدمی ہو گا مرض برص میں مبتلا ہو گا۔ وہ خدا سے اپنی تندرستی کی دعا مانگے گا اور اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرما کر شفا بخشے گا۔ اگر وہ کسی کام کے لیے خدا کو قسم دے گا تو خدا اس کی قسم کو پورا کرے گا اور بروز قیامت اس کی شفاعت سے قبیلہ ربیعہ و نصر کی مردم شماری میں جتنے گناہ گار ہیں عذاب دوزخ سے رہائی پائیں گے۔ اہل کوفہ اویس قرنی کی نسبت عمر کی زبانی ان فضیلتوں کو سن کر خاموش ہو رہے مگر دل میں یاد رکھا جب کوفہ میں آئے تو اویس کو بہت دوست رکھنے لگے۔ اس کی عزت و آبرو کرتے ہر وقت اس کے پاس جاتے اور طالب دعا ہوتے۔ اس نے پوچھا اب سے پہلے تم مجھ پر ہنسا کرتے تھے اور جواب سلام نہ دیتے تھے اب کیا ہوا جو طالب دعا ہوتے ہو۔ انہوں نے جو باتیں اس کی نسبت عمر سے سنی تھیں بیان کر دیں۔ اویس اس خبر سے خوش ہوئے اور ان کو دعائے خیر دی۔ اس کے بعد وہاں سے روپوش ہو گیا پھر کسی نے کوفہ میں نہ پایا۔ عمر ہمیشہ اس کی خبر پوچھتا رہتا تھا۔ یہاں تک کہ دس برس گزر گئے۔ امیر المومنین عمر اب حج کے لیے حرم میں آئے ہوئے تھے وہاں ہر گروہ کے آدمی جمع تھے ان سے اویس کا حال پوچھا ایک قرنی شخص نے سنایا۔ میں نے سنا ہے آپ ہمیشہ اویس کو یاد کرتے رہتے ہیں۔ میرے بھتیجے کے سوا جسے اویس کہتے ہیں اور کوئی شخص ہم میں اس نام سے نہیں پکارا جاتا مگر وہ اس درجہ کا شخص نہیں جسے امیر المومنین ہر وقت یاد فرماتے رہیں۔ کیونکہ وہ غیر معروف شخص ہے۔ اس سے زیادہ حقیر اور گمنام کوئی دوسرا شخص نہ ہو گا۔ عمر نے کہا اے شخص تیرا بھتیجا کہاں ہے اس نے کہا اسی جگہ ہمارے ساتھ موجود ہے اس وقت ہمارے چند اونٹ جنگل میں لے گیا ہے جہاں پیلو کے درختوں کا جھنڈ ہے وہاں چرا رہا ہو گا۔ عمر اور امیر المومنین علیؑ فوراً سوار ہو کر پیلو کے جھنڈ کے پاس گئے۔ تو دیکھا وہ شخص دو اونی کپڑے پہنے درختوں کے سایہ تلے بڑے ذوق و شوق سے نماز پڑھ رہے ہیں۔

جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا! اگر دنیا میں اویس قرنی ہے تو یہی شخص ہو سکتا ہے جو اس رنگ ڈھنگ سے مصروف عبادت خدا ہے۔ دونوں پیادہ پا ہو کر اس کے پاس پہنچے اس نے انہیں دیکھ کر قرات نماز ختم کر دی اور تشہد کے لیے بیٹھ کر سلام

پھر ان دونوں بزرگواروں نے آگے بڑھ کر فرمایا السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ اس نے جواب میں کہا و علیکم السلام و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔ عمر نے کہا میں تمہارا نام دریافت کرنا چاہتا ہوں اس نے کہا اللہ کا بندہ ہوں' اس کے بندہ کا غلام اس کے خدمت گار کا بیٹا۔ عمر نے کہا زمین و آسمان کے درمیان جو کوئی بندہ ہے مگر تم اپنا نام بتاؤ کہا مجھے اویس کہتے ہیں۔ امیر المومنین علیؑ نے فرمایا اللہ اکبر اب مطلب پورا ہوا۔ مہربانی فرما کر کپڑے کو بائیں جانب سے اٹھاؤ اویس نے کہا اس بات سے آپ کا مدعا کیا ہے۔ امیر المومنینؑ نے کہا رسول خداؐ نے تمہارے حال سے ہمیں مطلع کیا اور تعریف کی ہے اب میں نے تمہیں ویسا ہی پایا۔ رسول خداؐ نے مجھے تمہاری ایک نشانی بھی بتائی ہے کہ بائیں پہلو پر ایک سفید داغ درہم یا دینار کے برابر ہو گا میں چاہتا ہوں کہ اس سفیدی کو دیکھوں۔ اویس نے اپنے بائیں شانے پر سے کپڑا ہٹایا۔ دونوں بزرگواروں نے جناب محمد مصطفےؐ کے ارشاد کے مطابق اس سفیدی کو ملاحظہ کیا۔ پھر بوسہ دے کر روئے اور کہا جناب محمد مصطفے نے فرمایا تھا کہ جب اس سے ملو میرا سلام کہنا اور اپنے حق میں اس سے دعائے خیر طلب کرنا اور جناب باری تعالی سے اپنی بخشش کی دعا چاہنا۔ اب ہم نے جناب رسول خدا کا سلام پہنچا دیا ہے اور درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے حق میں دعائے خیر و بخشش مانگو۔ جناب محمد مصطفےؐ نے تمہارے حق میں فرمایا ہے کہ قیامت کے دن اتنے گناہ گاروں کی شفاعت کی اجازت ہو گی جتنے ربیعہ اور نصر کے قبیلوں کے لوگ ہیں۔ اویس حضرت علیؑ سے یہ بات سن کر زار زار رونے لگا اور کہا

سود اچہ پدم بیہدہ آں کس نہ منم کزد ہر در اچنیں فتوحے باشد

یعنی مجھے عبس ایسا خیال کیوں کرنا چاہیے میں وہ شخص نہیں ہو سکتا جسے دنیا میں ایسی بڑی فتح میسر ہو۔ بے شک حضرت محمد مصطفےؐ نے کسی اور اویس کے حق میں ایسا فرمایا ہو گا۔ امیر المومنین علی علیہ السلام نے کہا ہمیں اچھی طرح معلوم ہو گیا۔ کہ جس اویس کے حق میں جناب رسول خداؐ نے یہ فرمایا اور سلام کہا ہے وہ اویس تمہی ہو اور تمہارے سوا اور کوئی اویس نہیں مہربانی فرما کر ہمارے لیے دعا کیجئے۔ اویس نے کہا میری یہ عادت نہیں کہ اپنی دعا ایک دو شخصوں ہی پر محدود رکھوں۔ میں رات دن تمام بحر و بر کے مومنوں اور مومنات کے لیے دعا کرتا رہتا ہوں۔ اب تم بتاؤ کہ تم دونوں کون بزرگوار ہو۔ امیر المومنین علیؑ نے کہا یہ شخص عمر ابن الخطاب ہے اور میں علی ابن ابی طالب ہوں۔ اویس انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا اٹھ کر سلام کیا اور مرحبا کہا۔ پھر دونوں سے بغل گیر ہو کر بولا۔ آخر مجھ جیسے حقیر و گناہ گار اور مبتلائے غفلت تم جیسے دو آدمیوں کے لیے جو زہد اور تقوی اور جاہ و جلال اور کثرت عبادت و طاعت میں مرتبہ عالی رکھتے ہیں کیا دعا کر سکتا ہے اور جناب باری تعالی سے تمہارے واسطے کس چیز کو طلب کر سکتا ہے کیونکہ ہر طرح عزت و سعادت اور نجات آخرت کے سامان اللہ تعالی نے کرامت فرما رکھے ہیں۔ میری کیا مجال ہے کہ تمہارے لیے کچھ دعا کروں۔ یا کسی امر کا خیال بھی لا سکوں۔ انہوں نے کہا ان باتوں کو جانے دو اور ہمیں اپنی طرف حاجت مند سمجھو اور دعا کرو کہ ہم آمین کہیں۔

اس کے بعد اویس نے ہاتھ اٹھا کر سمت آسمان بلند کئے اور یہ دعا مانگی۔ **اللھم ان ھذا ن یذکر ان انھما یحبانی فیکا و قد زارنی فاغفر لھما و اد خلھما فی شفاعتہ بینھما محمد علیہ السلام** امیر المومنین عمر نے کہا میں چاہتا ہوں کہ کل بھی تمہارے پاس آ کر کچھ دیر تک تمہاری صحبت سے فائدہ اٹھاؤں۔ اس نے کہا سبحان اللہ تم کس خیال میں پڑے ہو یاد رکھو کہ دنیائے فانی بڑی بے وفا ہے اس نے بہت سے اولو العزم اور اقبال مند بادشاہوں کو مبتلائے زوال کیا اور اکثر نامور سرداروں کو نیچا دکھایا ہے جو شخص آج کی زندگی کی امید رکھتا ہے وہ کل کی حیات کی بھی امید کر سکتا ہے اور جو شخص کل کی زندگی کا بھروسہ کر سکتا ہے وہ ایک ہفتہ کا بھی بھروسہ کرتا ہے۔ اور ایک مہینہ کی امید حیات رکھنے والا ایک برس کی بھی امید باندھ سکتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ وہ اپنی مراد کو نہ پائے گا۔ اور جو شخص اس فریب دینے والی دنیا کو ترک کر دے گا اور اس

کی بے حقیقت اشیاء کا آرزو مند نہ ہو گا بلکہ اپنی ہمت کو صرف نیکی اور باقی رہنے والی چیزوں سے متعلق رکھے گا وہ اسی دنیا میں اپنی مرادیں پالے گا اور حور و غلمان' قصرو ولدان نہریں اور درخت تمام اقسام کے میوے اور پھل سب کچھ حاصل ہو جائیں گے۔ اس قسم کی اور بھی چند نصیحت آمیز باتیں کیں اور رخصت کرکے سلام کیا اور چل دیا۔ دونوں اس کو دیکھتے رہے یہاں تک کہ ان کی نگاہوں سے غائب ہو گیا۔

اس کے بعد حضرت عمر اس کے خبر کے جویا رہے۔ ہر شخص سے دریافت کرتے تھے مگر کسی نے کچھ نہ بتایا۔

القصہ جس وقت امیر المومنین علیہ السلام مع لشکر بہ ارادۂ جنگ معاویہ ابن ابی سفیان جانب شام روانہ ہوئے۔ بقول حرم بن حیان اس نے اویس قرنی کو دیکھا کہ جناب امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا اور آپ اس کے آنے سے بہت شادمان ہوئے۔ مرحبا کہا اور بہت سی مدارات کی۔ اویس حضرت کے ساتھ ساتھ رہتے تھے یہاں تک کہ جنگ صفین میں شہید ہو گئے۔

اب امیر المومنین علیہ السلام نے خطبہ پڑھ کر دوستوں اور دیگر اشخاص کو شام پر چڑھائی کرنے اور شامیوں سے لڑنے کی ترغیب دی اور فرمایا اے مسلمانو دین اور سنت کے دشمنوں اور شیطانی گروہوں سے لڑنے میں جلدی کرو۔ گناہ گاروں' باغیوں اور مہاجر و انصار کے قاتلوں کے قتل میں عجلت اختیار کرو۔ تمام لوگوں نے آپ کے ارشاد کو منظور کیا اور آپ کے ہمرکاب روانہ ہوئے۔ کوفہ کے پل کو عبور کرکے ابو سبرہ کی مسجد کے مقام پر اترے۔ نماز ادا کی پھر وہاں سے کوچ کرکے ابو موسیٰ کے دیر کی طرف جو کوفہ سے دو فرسنگ پر تھا بڑھے۔

وہاں پر بھی نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر امیر المومنین علیہ السلام نے یہ تسبیح پڑھی: **سبحان اللہ من یولج اللیل فی النہار و یولج النہار فی اللیل** پھر وہاں سے روانہ ہو کر دو منزلیں طے کرتے ہوئے سرزمین بابل پر پہنچے۔ آپ نے اپنے گھوڑے کو تیز کیا اور لشکر کو بھی حکم دیا کہ اس سرزمین سے بعجلت گزر جائیں کیونکہ یہاں دلدل ہو گی اور بہت سے آدمی اس میں زندہ درگور ہو جائیں گے۔ لشکر نے بھی چلنے میں جلدی کی۔ اس جگہ سے گزر کر قیام فرمایا نماز ظہر ادا کی۔ پھر سوار ہوئے اور چلتے چلتے زمین کربلا پر گزر ہوا۔ دریائے فرات کے کنارے پہنچ کر چند کھجوروں کے درختوں کو جو وہاں موجود تھے ملاحظہ کیا پھر عبداللہ ابن عباس سے پوچھا تو اس مقام کو جانتا ہے کہ یہ کون سی جگہ ہے۔

اس نے عرض کی میں نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا اگر واقف ہو جائے کہ یہ کونسی جگہ ہے تو بے اختیار روئے گا۔ پھر خود اس قدر روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ پھر فرمایا آہ مجھے آل سفیان سے کیسا پالا پڑا ہے۔ اس کے بعد آپ نے حضرت حسینؑ کو بلایا اور فرمایا اے فرزند صبر کر اور دیکھ کہ تیرا باپ آل سفیان سے کیسے صدمے اٹھا رہا ہے کل کو تو بھی ان کے مظالم سہے گا۔ پھر سوار ہو کر کچھ دیر تک زمین کربلا میں ادھر ادھر پھرتے رہے۔ گویا کسی گم شدہ چیز کو ڈھونڈ رہے ہیں۔ پھر اتر پڑے' پانی طلب کرکے وضو کیا پھر کھڑے ہو کر چند رکعت نماز ادا کی۔ لشکر بھی زمین نیوا پر دریائے فرات کے کنارے اتر پڑا۔

اس کے بعد آپ کی ذرا آنکھ لگ گئی۔ تھوڑی دیر بعد اس طرح بیدار ہوئے جیسے کوئی کسی شے سے ڈر گیا ہو۔ عبداللہ ابن عباس کو بلا کر کہا میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ اس نے کہا فرمایئے وہ کیا خواب ہے۔ امیر المومنین نے فرمایا میں ابھی سویا تھا خواب میں دیکھا کہ سفید چہرے والے آدمی تلواریں لٹکائے اور سفید علم ہاتھوں میں لیے آسمان سے اتر رہے ہیں اس سرزمین پر انہوں نے خط کھینچا ہے۔ پھر کیا دیکھتا ہوں کہ یہ کھجوروں کے درخت اپنی شاخوں کو زمین پر دے دے مار رہے ہیں اور ایک خون تازہ کا دریا بہہ رہا ہے اور میرا فرزند اس دریا میں کھڑا فریاد کر رہا ہے کوئی اس کی فریاد نہیں سنتا' وہ مدد مانگتا ہے

اور کوئی اس کی مدد کو نہیں پہنچتا اتنے میں وہی سفید چہرہ والے آدمی جو آسمان سے اترے تھے یہ منادی کرتے اور کہتے ہوئے نظر آئے کہ اے آل رسول صبر کرو اور آگاہ رہو کہ تم بدترین مخلوقات کے ہاتھ سے مارے جاؤ گے۔
اے حسینؑ بہشت تیری آرزو مند ہے۔ پھر میرے پاس آکر پرسا دیتے ہیں اور کہتے ہیں اے ابو الحسنؑ تجھے خوش خبری ہو کہ اللہ تعالی بروز قیامت تیری آنکھوں کو تیرے فرزند حسینؑ کے دیدار سے روشن کرے گا۔ یہ خواب دیکھ رہا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔ اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں علیؑ کی جان ہے کہ جس طرح میں نے خواب دیکھا ہے اسی طرح مجھ سے صادق القول ابولقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے بیان فرمایا تھا۔ کہ اس وقت تو دشت کربلا میں ایسا خواب دیکھے گا جبکہ باغیوں سے لڑنے کے لیے جاتے وقت وہاں سے گزر ہو گا۔ یہ وہی زمین کربلا ہے جہاں میرے فرزند حسینؑ اور اس کے دوستوں اور فاطمہؑ دختر رسول خداؐ کی اولاد میں سے ایک جماعت کو دفن کریں گے۔ یہ جگہ بڑی مشہور ہے۔ جسے اہل آسمان کرب و بلا کہتے ہیں۔ اسی جگہ سے قیامت کے دن ایسے آدمی اٹھیں گے جنہیں بغیر حساب داخل جنت کریں گے۔
پھر فرمایا اے ابو عبداللہ اس جگہ ہرنوں کے بیٹھنے کی جگہ تلاش کر۔ اس کا بیان ہے کہ میں کچھ دیر ڈھونڈتا رہا آخر کار ان کے لیٹنے کی جگہ دیکھی۔ اور امیر المومنین علی علیہ السلام کی خدمت میں آکر عرض کی کہ ہرنوں کی خواب گاہ مل گئی ہے۔
مجھ سے اس خبر کو سن کر فرمایا اللہ اکبر جناب رسول خداؐ نے صحیح فرمایا تھا۔ پھر اٹھ کر تیز تیز چلے اور اس جگہ پہنچ کر ہرنوں کی مینگنیوں میں سے ایک مٹھی بھرلی اور سونگھ رہے تھے۔ ہم دیکھ رہے تھے کہ ان مینگنیوں کا رنگ مثل زعفران تھا اور ان میں سے مشک کی بو آ رہی تھی۔ امیر المومنین نے فرمایا ہاں جناب رسول خداؐ نے ایسا ہی ارشاد فرمایا تھا۔ پھر فرمایا اے عبداللہ تجھے بھی اس حال کی کیفیت معلوم ہے میں نے کہا نہیں۔ فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت عیسی کا گزر حواریوں سمیت اس جگہ ہوا۔ اور ان مینگنیوں کو میری طرح آپ نے بھی سونگھا ہے۔ پھر ہرن کے پاس آکر کھڑے ہو گئے ہیں اور حضرت عیسیؑ اور ان کے حواری خوب روئے۔ مگر حواری رونے کا سبب نہ جانتے تھے۔ آخر کار ایک حواری نے پوچھا یا روح اللہ آپ کے رونے کا کیا سبب ہے۔ اور آپ اس جگہ کیوں ٹھہرے جناب عیسی نے فرمایا اے حواریو تم اس سرزمین کو جانتے ہو انہوں نے کہا ہمیں کچھ معلوم نہیں برائے مہربانی آپ فرمائیں کہ یہ کیا جگہ ہے۔
حضرت نے فرمایا یہ وہ زمین ہے جس پر رسول خداؐ کے فرزند کو قتل کریں گے اور وہ صاحبزادہ آپ کی دختر پاک و پاکیزہ ثانی مریم بنت عمران کا بیٹا ہو گا۔ حضرت عیسی علیہ السلام نے جب مینگنیوں کی مٹھی بھر کر اٹھائی اور سونگھی تو فرمایا یہ مینگنیاں اس صحرا کے ہرنوں کی ہیں اور اس سرزمین پر چرنے کے سبب یہ خوشبو پیدا ہو گئی ہے۔ اے خدا تو جناب محمد مصطفےٰؐ کے بیٹے کے باپ کو یہ مینگیاں سونگھائیو تا کہ وہ ان سے تسلی پائے۔ اے عبداللہ جس وقت میں سوار ہو کر اس کے گرد پھرا تھا تو ہرنوں کی اس خواب گاہ اور مینگنیوں کا متلاشی تھا۔ اے عبداللہ یہ وہی مینگنیاں ہیں جن کو حضرت عیسیؑ نے ہاتھ میں لیا اور سونگھا ہے اس زمانہ سے اب تک اسی جگہ پڑی رہی ہیں اور درازی زمانہ کے سبب رنگت ان کی زرد ہو گئی ہے۔ یہ جگہ زمین کرب و بلا کہلاتی ہے۔
اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام بہت روئے اور کہا کہ اے خدا میرے فرزند کے قاتل کی عمر میں ایزاد فرما اور اس شقی کو ہمیشہ کا لعنتی کر۔ اب حضرت کے رونے کی آواز بلند ہوئی اور اس قدر روئے کہ غش آگیا تمام ہمراہی آپ کے رونے سے غمگین ہوئے۔ اور رونے لگے۔ جس وقت ہوش آیا اٹھ کر آٹھ رکعت نماز اس طرح ادا کی کہ ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے جاتے تھے پھر ان مینگنیوں کو اٹھا کر سونگھتے تھے اور اپنے فرزند حسینؑ کی تسلی اور دلداری کرتے تھے اور صبر کی وصیت فرماتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ اے راحت جان مصطفےٰؐ صبر کر اور اے غنچہ گل خدا صبر کر پھر ان مینگنیوں کی

خاک کی ایک مٹھی بھر کر تھیلی میں بھری اور پیراہن کے اندر رکھ کر فرمایا میرے مرنے کے وقت تک یہ خاک تھیلی میں رہے گی۔ اے پسر عباس جس وقت تو اسے مثل خون دیکھے تو یقین کر لینا کہ میرا حسینؑ شہید ہو گیا ہے۔

ابن عباس کہتا ہے کہ میں ہر وقت اس تھیلی کا خیال رکھتا تھا اور نگران رہتا تھا اور حضرت امیر المومنینؑ کے وفات کے بعد اس تھیلی کو ہر روز دیکھ لیتا تھا۔ صفین کی جنگ اور نہروان کے خارجیوں کی لڑائی کے بعد حضرت علیؑ کوفہ واپس تشریف لائے ہیں تو ایک دن اعور ہمدانی سلام کرنے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا بہ غمگین ہیں۔ عرض کیا یا امیر المومنین آپ کس وجہ سے غمگین ہیں فرمایئے کہ ہم جاں نثار اس غم کے دفیعہ کے لیے کوشش کریں ورنہ ہم بھی آپ کے ساتھ شریک اندیشہ ہوں کیا آپ اہل شام سے لڑنے اور باغیوں کے قتل کرنے پر افسوس کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں عہد شکن اور باغی جماعت کے مقابلے میں حق پر تھا۔ جس سے مجھے بہت بڑی خوشی ہے لیکن میرا رنج اس خواب کی وجہ سے ہے جو شام کو جاتے ہوئے زمین کربلا میں دیکھا تھا اور حسینؑ کو اس حال سے مشاہدہ کیا تھا کہ آسمان پھٹ پڑے ہیں، پہاڑ دب کر زمین سے ٹل گئے اور درختوں کی چوٹیاں زمین سے ٹکراتی ہیں۔ اس وقت ایک آواز سنی جاتی تھی کہ حسین ابن علیؑ کو مار ڈالا خدا انہیں غارت کرے۔ جس وقت سے میں نے یہ سخت دردناک خواب دیکھا رنجیدہ اور غم گین رہتا ہوں۔ اعور ہمدانی نے کہا انشاء اللہ بہتر ہی ہو گا۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا اے حارث یہ خدا تعالیٰ کا حکم اور قضا مبرم اور تقدیری امر ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتا۔ صبر اور تسلیم و رضا کے سوا کوئی چارہ نہیں واللہ الحکم والیہ راجعون۔ خدا ہی کے لیے حکم ہے اور اسی کی طرف ہم رجوع کرنے والے ہیں۔ جناب رسول خداؐ نے مجھے حال سے مطلع کیا ہے کہ یزید علیہ اللعنۃ میرے نور چشم راحت جان حسینؑ کو شہید کرے گا۔

زبیر بن ارقم بیان کرتا ہے کہ جب عبدالرحمن بن ملجم نے حضرت علیؑ کو زخمی کیا اور آپ بستر پر لیٹے تھے اور زندگی کی امید قطع ہو چکی تھی تو میں آپ کے پاس گیا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ حسینؑ کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے فرما رہے ہیں اے میرے نور چشم اور پیغمبر خدا محمدؐ بن عبداللہ کی راحت جان میں دیکھتا ہوں کہ تجھے قتل کریں گے۔ میں نے پوچھا یا امیر المومنینؑ وہ کون بدبخت شقی ہو گا جو انہیں شہید کرے گا۔ آپ نے فرمایا اے زبیر حسینؑ کو اس امت کا لعنتی قتل کرے گا جسے خدا توبہ کی توفیق نہ دے گا اور ایسے وقت گرفتار اجل ہو گا جب کہ شراب پیئے ہوئے اور بدمست ہو گا سب سے بری حالت میں یعنی جب کہ اس کے پیٹ میں شراب بھری ہوئی ہو گی مرے گا۔

زبیر کہتا ہے کہ میں آپ سے یہ خبر سن کر رونے لگا جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا رونے سے کیا فائدہ۔ یہ تو شدنی امر ظہور میں آنے والا واقعہ ہے۔

بے حکم او نیفتد برگے زہیچ شاخ   از جرم خاک تا بہ محلے کہ مشتری است

یعنی زمین کی خام سے لے کر مشتری کے مقام آسمان تک ایک پتہ بھی حکم الٰہی بغیر شاخ سے علیحدہ نہیں ہو سکتا۔ **لا مرد لقضائہ ولا معقب لحکمتہ**

الغرض جناب امیر المومنینؑ اور لشکر نے صحرائے کربلا سے کوچ کیا اور چلتے چلتے مدائین کے ساباط تک پہنچے۔ گروہ آتے اور حاجات طلب کرتے تھے۔ جناب امیر علیہ السلام بھی ان پر لطف و کرم فرماتے تھے۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر اس مقام پر پہنچے اور قیام کیا جہاں کسریٰ کے محل اور دیوان خانہ بنے ہوئے تھے۔ آپ کے لشکر کا ایک جوان جریر بن مہم بن طریف تمیمی ان مکانات کی سیر کو نکلا۔ ان عالی شان اور مستحکم تعمیرات، وسیع باغات، حوضوں، نہروں اور دلکش سیر گاہوں کو دیکھ کر

از راہ عبرت بطور تمثیل یہ شعر پڑھا۔

جوت الریاح علی مکان دیارھم فانما کانوا علی میعاد

حضرت علی علیہ السلام نے اس کی آواز سنی اور فرمایا ان در و دیوار اور اشجار و انہار کے نظارہ کے وقت اگر اس شعر کے بجائے قرآن شریف کی یہ آیت پڑھتا تو نہایت موزوں ہوتا۔

لم ترکوا امن جنات و عیون و زروع و مقام کریم و نعمتہ کانوا فیہا فاکھین کذالک و اورثنا ھا اخرین فما بکت علیھم السماء و الارض و ما کانوا منظرین ان ھوء لاء کانوا وارثین فاصبحوا موروثین

کسریٰ اور اس کے عزیز و اقارب خدم و حشم کے وہ لوگ تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کی نعمتیں اور قسم قسم کے سامان خاص کرامت فرمائے تھے۔ ہنروں اور عطیات عظمیٰ میں دوسروں سے ممتاز کیا تھا۔ انہوں نے ان بخششوں کی قدر نہ جانی۔ شکر گزاری سے منہ موڑا اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے وہ نعمتیں کم کردیں یہاں تک کہ بڑی بڑی املاک اور سامانوں کے وارث بننے کے بعد نیست و نابود ہو گئے اور وہ محل و مکانات اور جائدادیں دوسروں کے لیے چھوڑ گئے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ شکر کرنے سے نعمت میں ترقی ہوئی ہے۔ ناشکری اور گناہ گاری انسان کو مبتلائے عذاب و ہلاکت کرتی ہے۔

جناب امیر المومنینؑ نے حکم دیا کہ سفر جاری رکھیں۔ پھر منزل ابنار میں قیام کیا۔ باشندگان ابنار نے نہایت عمدہ طور سے استقبال کیا اور بطور نذرانہ زر نقد اور سامان رسد لائے اور معقول سامان پیش کیا۔ آپ نے پوچھا کہ یہ سامان اور طعام کس لیے لائے ہو۔ انہوں نے کہا ہمارا معمول ہے کہ امیروں اور بزرگوں کی خدمت میں اسی قسم کی چیزیں پیش کرتے اور طعام و تحائف نذر میں دیتے ہیں اسی سبب سے حضور کے پاس لے کر آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں اس شرط پر اس اسباب کو قبول کرتا ہوں کہ اس کی قیمت تمہارے محصول سے وضع کردوں اور اس کھانے کی قیمت نقد دے دوں۔ انہوں نے کہا کھانے کی قیمت لینا ہمارے لیے سبکی کی بات ہے۔ اگر آپ مہمانی کے طور پر قبول نہیں فرماتے تو آپ کے لشکر میں ہمارے بہت سے دوست ہیں اجازت مل جائے کہ ان کے پاس پہنچا دیں۔ حضرتؑ نے فرمایا اس امر کی اجازت ہے کہ کھانے سے اپنے دوستوں کی خاطر تواضع کرو میں اب اس بات سے منع نہیں کرتا۔ مگر میرا کوئی خدمتگار تم سے کوئی تھوڑی بہت شے طلب کرے تو مجھے ضرور اطلاع کر دینا۔

ثقہ لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت علیؑ نے ابنار میں دو روز قیام کیا تیسرے روز روانہ ہوئے اثناء راہ میں صحرائے بے آب و گیاہ ملا۔ لشکر نے پانی ساتھ نہ لیا تھا پیاس سے بے تاب ہوئے۔ دور سے ایک صومعہ یعنی آتش پرستوں کی عبادت گاہ نظر آئی۔ حضرت گھوڑا بڑھا کر وہاں پہنچے ایک راہب صومعہ میں رہتا تھا آواز دے کر اسے بلایا۔ اس نے بالائے بام سر نکال کر جواب آواز دیا۔ آپ نے پوچھا یہاں پانی کس جگہ ملے گا ہمارا لشکر پیاسا ہے اس نے کہا میرے واسطے بھی دو فرسنگ کے فاصلے سے پانی آتا ہے۔ اس جگہ سے قریب تر پانی کی اور کوئی جگہ معلوم نہیں۔

حضرت امیر المومنینؑ نے اس سے پھر کچھ نہ کہا۔ گھوڑا بڑھا کر کچھ دور گئے اور ایک جگہ پر ٹھہر کر کچھ سوچا، گھوڑے کو اس زمین کے گرد ادھر ادھر پھیر کر فرمایا اس جگہ کو کھودو مجھے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پانی بہت نزدیک موجود ہے۔ لوگوں نے تھوڑا سا ہی کھودا تھا کہ ایک گول پتھر چکی کے پاٹ جیسا برآمد ہوا اور وہ ایسا صاف ستھرا تھا گویا سونے سے ملمع کیا ہے حضرتؑ نے حکم دیا کہ اس پتھر کو اٹھاؤ۔ ایک سو جوانوں نے کوشش کی مگر نہ ہلا۔ آپؑ یہ دیکھ کر گھوڑے سے اترے اور پتھر کے قریب کھڑے ہو کر لبوں کو جنبش دی اور کچھ پڑھا کہ دوسرا شخص نہ سن سکا۔ اس کے بعد دست مبارک سے اس پتھر کا سرا پکڑا اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر ایک طرف پھینک دیا۔ اس پتھر کے نیچے سے ایسا عمدہ، صاف، شیریں اور

خوشگوار پانی نکلا کہ اس سے پہلے کبھی کسی نے ایسا پانی نہ پیا تھا۔ لوگوں نے آواز تکبیر بلند کی۔ اس چشمہ میں سے پانی پیا' گھوڑوں اور چوپایوں کو بھی پلایا۔ امیر المومنینؑ نے حکم دیا کہ مشکیں بھر لو اور یہاں سے پانی ہمراہ لے لو مبادا آگے بھی پانی موجود نہ ہو۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کوئی نام لیا اور دونوں ہاتھوں سے اس پتھر کو اٹھا کر چشمہ پر رکھ دیا۔ اور فرمایا کہ مٹی ڈال کر جیسا تھا ویسا ہی ہموار کر دو۔

قصہ راہب

امیر المومنین علیہ السلام کی برکت سے چشمہ آب کی نمود

بعدہ سوار ہو کر چلے اور منزل پر پہنچ کر پانی خراب اور قلیل پایا حکم دیا کہ کچھ لوگ واپس جا کر اسی چشمے کا پانی لائیں۔ کچھ سوار گئے اور اس صومعہ کے پاس چشمہ کو بہت تلاش کیا۔ لیکن کہیں پتہ نہ پایا۔ راہب کے پاس پہنچے اور پوچھا کہ صومعہ کے قریب والا چشمہ جس سے امیر المومنین علیہ السلام نے پانی نکال کر تمام لشکر کو پلایا تھا کہاں ہے۔ راہب نے کہا میں نہیں جانتا مگر اس قدر سنا ہے کہ صومعہ کے قریب عمدہ پانی کا ایک چشمہ ہے جسے حوما کہتے ہیں۔ اور اسی چشمہ کے پانی سے اس صومعہ کو تعمیر کیا گیا۔ لیکن میں اس قدر عرصہ سے یہاں رہتا ہوں کبھی اس چشمہ کو نہیں دیکھا۔ ہاں یہ سنا ہے کہ کہ اس چشمہ کا پانی ستر پیغمبروں اور ان کے اوصیاء نے پیا ہے اور پیغمبر یا اس کے وصی کے سوا اور کوئی شخص اس چشمہ کا پانی نہیں نکال سکتا۔ ان لوگوں نے اس چشمہ کو ہر چند تلاش کیا مگر نہ پایا۔ واپس آ کر جناب امیرؑ کی خدمت میں راہب کا قول عرض کیا۔ آپ نے یہ حال سن کر کچھ نہ فرمایا۔

پھر اس منزل سے بھی کوچ کیا اور مقام ہیت میں اترے اور وہاں سے چل کر منزل اقطار میں قیام فرمایا۔ یہ بہت اچھی جگہ تھی۔ آپ کے حکم سے یہاں ایک مسجد بنا لی گئی جو عرصہ دراز تک قائم رہی کہتے ہیں کہ اب بھی اس کے آثار موجود ہیں۔

اس کے بعد دریائے فرات سے گزر کر علاقہ ورش میں بلاد جزیرہ تک سفر کیا وہاں سے بسمت رقہ رخ کیا اور موضع بلیخ پر پہنچے یہاں پر ایک بڑا دریا تھا۔ جناب امیر المومنینؑ نے اس دریا کے کنارے قیام فرمایا' قریب ہی ایک صومعہ تھا جس میں ایک راہب رہتا تھا۔ یہ دیکھ کر جناب امیر علیہ السلام نے قیام فرمایا' وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ وہ عیسائی مذہب رکھتا تھا۔ اب جناب امیر المومنینؑ کے دست مبارک پر اسلام لایا۔ آپ نے اس پر بڑی مہربانی فرمائی۔ اس نے کہا میرے پاس ایک کتاب ہے جسے حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی بتاتے ہیں۔ اگر حکم ہو تو حاضر کروں آپ نے فرمایا لاؤ۔ میں دیکھوں تو۔ وہ جا کر ایک کتاب اٹھا لایا بہت ہی پرانی تھی قریب تھا کہ ناقابل قرات ہو جاتی۔ جناب امیر المومنینؑ نے اس کتاب کو لے کر بوسہ دیا۔ بغور ملاحظہ فرمایا پھر اسی راہب کو دے کر کہا۔ پڑھ اس میں کیا لکھا ہے۔ راہب کسی قدر پڑھا لکھا تھا۔ اس نے پڑھنا شروع کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ کرنا تھا کیا اور جو حکم دینا تھا دیا۔ اور جو واقعات ظہور میں لانے تھے لایا۔ مگر تمام امور میں سے ایک یہ ہے کہ آخری زمانہ میں ایک امی پیغمبر دنیا میں بھیجے گا کہ وہ دنیا کے لوگوں کو کتاب خدا اور نیکی کی تعلیم کرے گا۔ اور سب کو راست راہ دکھائے گا۔ وہ پیغمبر نہایت حلیم و رحیم ہو گا بد خواہ اور سخت دل نہ ہو گا نہ بلند آواز سے بولے گا بدی کا بدلا بدی سے نہ لے گا بلکہ معاف فرمائے گا اور اہل خطا سے درگزر کرے گا۔ اس کی امت کے لوگ

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتے ہوں گے اور ہر وقت اور ہر حالت میں خدا کو یاد کرتے اور زبان پر اس کے نام کی تسبیح جاری رکھتے ہوں گے۔ اور خدائے جل جلالہ کی نعمتوں کے بڑھ کر شکر گزار ہوں گے۔ جو شخص اس پیغمبر سے دشمنی اور عداوت رکھے گا وہ ذلیل و خوار ہو گا اور اللہ تعالیٰ تمام دشمنوں پر اس کو مظفر و منصور فرمائے گا اس پیغمبر کی وفات پا جانے اور جوار رحمت الٰہی میں پہنچ جانے کے بعد امت میں اختلاف واقع ہو گا چند سال انہی لوگوں میں خلافت رہے گی۔ پھر ایک مرد اسی امت میں سے ایک دفعہ اس دریا کو عبور کرے گا جس کی عادت و خصلت یہ ہو گی کہ نیک کاموں کی ہدایت اور برے کاموں سے منع کرتا ہو گا اور خلقت کو حق کی طرف رجوع کرے گا رشوت نہ لے گا دنیاوی مال و دولت کو حقیر جانے گا وہ دنیا کو اس سے بھی زیادہ خوشی کے ساتھ ترک کرے گا جیسے کوئی پیاسا شراب کو خوش ہو کر پیتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ سے ڈرنے والا اور ظاہر و باطن میں اوامر و نواہی الٰہی پر عمل در آمد کرنے والا ہو گا۔ لوگوں کا برائیاں کرنا اسے حق کے راستے سے باز نہ رکھے گا۔ جو شخص اس پیغمبر کو دیکھے گا ایمان لے آئے گا۔ اس سے خدا راضی ہو گا۔ اور بہشت کرامت فرمائے گا۔ اور جو شخص اس کی امت میں سے اس شخص سے ملے جو اس دریا کو عبور کرے گا اور مارا جائے گا وہ شہید ہو گا تو لازم ہے کہ اس کی مدد کرے کیونکہ وہ وصی پیغمبر ہو گا۔ اور جو شخص اس کے ہمرکاب ہو کر دشمنوں سے جنگ کرے گا اور مارا جائے گا وہ شہید ہو گا۔ اس کے بعد راہب نے عرض کی میں آپ کے ہمراہ رہوں گا اور آپ سے جدا نہ ہوں گا۔ ظاہر و باطن سختی و شدت میں آپ کا ساتھ دوں گا۔

از تو نشوم جدا مگر بکشندم!

یعنی میں آپ سے جدا نہ ہوں گا یہاں تک کہ مجھے ہلاک کر ڈالیں۔ امیر المومنین نے راہب کی یہ باتیں سن کر اور اپنے ہمراہی کی خواہش دیکھ کر کہا اللہ جل شانہ کا شکر ہے کہ اس نے میرے نام کو پہلے لوگوں کی کتابوں میں شامل فرما کر مجھے برگزیدہ اور نیک لوگوں میں شمار کیا ہے۔

اس کے بعد آپ نے وہاں سے بھی کوچ کیا۔ وہ راہب بھی ہمراہ ہو لیا کسی وقت بھی آپ سے علیحدہ نہ ہوتا تھا' کھانا بھی آپ ہی کے ساتھ کھاتا یہاں تک کہ صفین کے مقام پر پہنچے اور وہاں شہید ہو گیا۔ جناب امیرؑ کے حکم سے اسے شہداء میں سے تلاش کر کے نکالا گیا۔ اس پر نماز جنازہ پڑھ کر دفن کیا گیا۔ حضرت علیؑ نے قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر اس کی بخشش کی دعا مانگی اور فرمایا یہ ہمارا دوست ہے۔ غرض مقام رقہ پر پہنچے۔ یہاں کے باشندے معاویہ کے دوست اور عثمان کے خیر خواہ تھے۔ امیر المومنینؑ کو اپنی طرف آتا ہوا دیکھ کر قلعہ بند ہو بیٹھے۔ آپ نے دریائے فرات پر چھاؤنی ڈال دی۔

معاویہ کے نام جناب امیرؑ کا نامہ

پھر معاویہ کو اس مضمون کا خط لکھا۔ عبداللہ علی امیر المومنین کی طرف سے معاویہ بن ابی سفیان کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو قرآن شریف پر ایمان لائے ہیں۔ کلام الٰہی کی تفسیر اور تاویل سے آگاہ ہوئے ہیں۔ علم فقہ سیکھا۔ سنت اور فرض شرعی امور سے واقفیت حاصل کی ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی فضیلت کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا ہے اور ان کے حالات بیان فرمائے ہیں۔ تم اس وقت میں جناب رسول خداؐ کے دشمن تھے قرآن پر ایمان نہ لائے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے دشمن تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جناب مصطفےؐ کو مظفر و منصور کیا۔ مسلمان دلی رغبت سے ایمان لائے اور دین اسلام میں بڑے درجے حاصل کئے۔ جس شخص میں عقل موجود ہے وہ واجب سمجھے گا کہ حضرت محمد مصطفےؐ کے حقوق کو پہچانے اور قدر کرے اور اپنی حد سے آگے قدم نہ نکالے۔ اے معاویہ تو جانتا ہے کہ خلافت کے لیے تمام اشخاص میں

سے وہی آدمی بہتر اور لائق تر ہے جو جناب مصطفےٰؐ کا زیادہ قریبی اور رشتہ دار ہو۔ کتاب الٰہی کو اچھی طرح سمجھتا ہو' دینی شریعت اور اسلامی طریقوں سے واقف تر ہو اور سب سے پہلے مسلمان ہوا ہو' خدا کے راستے میں سب سے زیادہ جہاد کئے ہوں اے معاویہ جس خدا کی طرف سب لوگوں کو پلٹ کر جانا ہے اس سے ڈر' حق امر کو باطل سے نہ ڈھانک اور یاد رکھ کہ وہی خدا کے بندے سب سے زیادہ بہتر ہیں۔ جو حق و باطل میں امتیاز رکھتے ہیں۔ علی ابن ابی طالبؑ تمہیں کتاب الٰہی اور سنت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف بلاتا ہوں۔ اگر میرا کہنا سنو گے راہ راست پاؤ گے اور دونوں جہان کی طرف سعادت حاصل کرو گے۔ اور اگر میری بات نہ مانو گے جہالت اور گمراہی میں پڑ کر ہلاک ہو جاؤ گے۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ!

معاویہ کی طرف سے نامہ امیرالمومنینؑ کا جواب

معاویہ نے جواب میں لکھا واضح ہو کہ حسد کے دس حصے کئے گئے ہیں ان میں سے نو حصے تجھ میں شامل ہیں۔ اور ایک حصہ تمام جہان میں ہیں۔ کیونکہ جناب رسول خداؐ کے بعد جو شخص خلیفہ مقرر ہوا اور جس کی امامت پر تمام مہاجر و انصار نے اتفاق کر لیا ہے تو نے ان پر بھی حسد کیا اور اپنی فضیلت و برتری ظاہر کرنی چاہی ہم تیرے قول و فعل اور جملہ حرکات و سکنات سے حسد کے آثار ملاحظہ کرتے ہیں۔ اور تو حرص کی نگاہوں سے دیکھتا رہا ہے جس وقت خلیفہ کی بیعت کرنی چاہیے تھی تجھے اسی طرح بیعت کے لیے کھینچ کر لائے جس طرح بھاگے ہوئے اونٹ کی مہار پکڑ کر کھینچتے ہیں اور وہ بعالم مجبوری آتا ہے تو نے کبھی خوشی سے بیعت نہیں کی۔ خیر یہ تو اور بات تھی مگر عثمان کے حق میں جو تو نے ارادہ کیا تھا وہ تجھے نہ بھولا ہو گا اور اس کی زیادہ وضاحت کی ضرورت نہیں۔ اسی خدا کی قسم جس کے سوا دوسرا خدا نہیں کہ ہم خون عثمان کا بدلہ لیں گے اور اس کے قاتلوں کو خشکی یا سمندر ہی میں کسی جگہ کیوں نہ ہوں گرفتار کر کے ہلاک کریں گے ہم اس امر میں سعی کریں گے اور اپنی جانوں کے جاتے رہنے سے بھی کچھ اندیشہ نہ کریں گے۔

امیرالمومنینؑ کا جواب

جناب امیرالمومنینؑ نے جواب میں لکھا۔ تیرا خط پہنچا پڑھا۔ مضمون معلوم ہوا۔ حسد کی نسبت جو کچھ لکھا ہے محض تہمت لگائی ہے۔ معاذ اللہ میں دنیا میں کسی سے حسد نہیں کرتا۔

متہم کردۂ مرا بخشد — از چو من کاملے حد ناید
تا جلال و جمال من بنید — دیدۂ تیز بیں ہمی باید

یعنی تو نے مجھے حسد سے متہم کیا ہے مجھ جیسے کامل انسان کو حسد نہیں ہو سکتا میرے جلال اور جمال دیکھنے کے لیے عقاب کی نظریں درکار ہیں۔ خلفاء سے بیعت میں جو میں نے تامل کیا اس کا سبب یہ تھا کہ جناب محمد مصطفےٰؐ کی وفات کے بعد جبکہ مہاجر و انصار میں مخالفت پیدا ہوئی اور ہر گروہ نے چاہا کہ خلیفہ ہم میں سے ہو اور قریش نے کہا کہ حضرتؐ ہم میں سے تھے خلیفہ بھی ہم میں سے ہونا چاہیے تو سب نے اس بات کو تسلیم کر لیا تھا پس ہم اہل بیت رسالت خلافت کے لیے سب سے زیادہ مستحق و سزاوار ہوئے۔ عثمان کا معاملہ یہ ہے کہ جو کچھ اس کی ذات سے وقوع میں آیا ہے اور جو امور کتاب الٰہی اور سنت نبوی کے خلاف اس سے سرزد ہوئے تو خود ان سے آگاہ ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ اس کے قتل میں میرا کوئی دخل نہ تھا۔ اور رہا عثمان کے قاتلوں کا تذکرہ وہ جیسا تو لکھتا ہے کہ ان کے پکڑنے کی کوشش کروں گا وہ خود تیرے ہی تجسس میں لگے ہوئے ہیں۔ اگر تو اس مخالفت اور دشمنی سے باز نہ آئے گا اور اسی طرح گمراہی و جہالت میں مبتلا

رہے گا عنقریب تو انہیں اس طرح دیکھے گا جیسا دیکھنے کا حق ہے جس وقت لوگوں نے ابوبکر کی خلافت پر بیعت کی تھی تیرا باپ ابو سفیان میرے پاس آیا تھا اور کہنے لگا تو ابو قحافہ کے لڑکے کی نسبت امر خلافت کے زیادہ حق دار اور سزاوار ہو میں تمہارا معین و مددگار ہوں اور جو شخص تمہارا طرفدار نہ ہو کر کچھ بولے گا یا مخالفت ظاہر کرے گا میں اسے سامنے سے ہٹا دوں گا اس سے ابو قحافہ کا بیٹا ہٹ جائے گا اور خلافت تمہیں دلوا دوں گا۔ میں نے منظور نہ کیا اور جس امر پر مسلمانوں نے اتفاق کر لیا تھا میں نے نہ چاہا کہ طول پکڑے۔ اور امت محمد مصطفیٰؐ میں جنگ و جدل واقع ہو۔ تیرا باپ اس بات کو دل و جان سے کہتا تھا۔ اگر تو بھی میری طرح اپنے باپ کا حق پہچانے گا تو سعادت اور اپنی اصلاح حاصل کرے گا اور اگر انکار یا مخالفت اختیار کرے گا تو میں ابھی آن کر تیرا جواب دوں گا۔ والسلام!

معاویہ کا جواب

معاویہ نے جواب میں لکھا۔ اللہ تعالیٰ نے خلقت میں جناب محمد مصطفیٰ کو چن لیا اپنے احکام کا امین قرار دیا اور خلقت کی ہدایت کے لیے بھیجا مہاجر و انصار اور دوست وزیر کرامت کئے۔ سب آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ اور دل و جان سے ان کے احکام بجا لاتے تھے۔ ہر شخص ایک مرتبہ اور حرمت رکھتا تھا' صحابہ میں سب سے زیادہ افضل سب سے سوا نصیحت کرنے والے اور عالم ہر ایک سے زیادہ صاحب علم اور بزرگ استاد امت کے اتفاق و اجماع کے بموجب ابوبکر صدیق تھے اس لیے پیغمبرؐ کے بعد خلیفہ بنے ان کے بعد عمر خطاب اور ان کے بعد عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین۔ تو ہمیشہ ابوبکر و عمر کا مخالف رہا ان کو دشمن رکھتا تھا یہاں تک کہ وہ دونوں عادات حمیدہ اور خصلت تسلیم و رضا پر رہ کر دنیا سے گزر گئے۔ ان کے بعد تو نے عثمان کی دشمنی اختیار کی حالانکہ عثمان تیرا داماد تھا تو نے قطع رحم کیا۔ اس کے حق اور حرمت اور رشتہ داری کا ذرا لحاظ نہ کیا۔ اس کی خوبیوں اور بزرگیوں کو عیوب اور برائیوں کے پردے میں لوگوں کے سامنے بیان کیا۔ ہر طرف سے سوار اور پیدل بلائے رسول خداؐ کے حرم میں جو کچھ کرنا تھا کیا پھر خود گھر میں ہو بیٹھا اور کچھ نہ بولا۔ یہاں تک کہ تیرے ہی محلہ میں اسے قتل کر دیا۔ تو اس کی عورتوں اور بچوں کی فریادیں اور رونے پیٹنے کی آوازیں سنتا رہا اور مدد نہ کی۔ میں خدائے پاک کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر تو اس کی مدد کے لیے اٹھ کھڑا ہوتا اور مفسد لوگوں کو للکار دیتا اور انہیں سمجھاتا تو وہ تیرے کہنے سے نہ پھرتے اور تیرے حکم کو نہ ٹالتے مگر تجھے وہ فساد اچھا معلوم ہوتا تھا اور چاہتا تھا کہ اسے مار ڈالیں اور اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ آج اس کے قاتلوں کو اپنے پاس رکھ چھوڑا ہے۔ ان کو عزیز و مکرم کیا ہوا ہے' اور ان سے امداد و قوت چاہتا ہے' پھر اب ان سے بیزاری کا اظہار کیا ہے اگر تو سچ کہتا ہے تو عثمان کے قاتلوں کو علیحدہ کر اور انہیں میرے پاس بھیج دے کہ میں انہیں عثمان کے قصاص میں قتل کروں۔ اگر تو اس شب کاروائی کو اختیار کرے اور ان لوگوں کو میرے پاس بھیج دے تو میں سب سے پہلے تیرے پاس آ کر تیری خلافت کو منظور کروں گا ورنہ اگر تو اسی طرح عثمان کے تمام قاتلوں کو اپنے گرد عزت و آبرو سے رکھے گا اور اس مخالفت پر مصر رہے گا تو میرے پاس تیرے اور تیرے دوستوں کے واسطے تلوار کے سوا اور کوئی شے موجود نہیں۔ والسلام!

جواب امیرالمومنین

حضرت امیرالمومنین نے جواب دیا کہ تیرا خط آیا۔ جو کچھ خدا کی طرف سے امت کی دوستی دین کی تقویت اور رسالت و نبوت کے واسطے محمد مصطفیٰؐ کے برگزیدہ اور پیغمبرؐ ہونے کا حال لکھا ہے اور ان نعمتوں کا بھی ذکر کیا ہے جو اور پیغمبروں کی نسبت آپ کو خصوصیت کے ساتھ عطا ہوئی ہیں۔ سب کچھ معلوم ہوا بہت ہی خوب لکھا ہے شکر خدا کہ ایسا ہی ہوا ہے

اور اللہ تعالیٰ نے ان کو برگزیدہ اور وحی کو متواتر بھیجنے سے عزیز اور مشرف فرمایا اور جو کچھ وعدے کئے تھے ان کو پورا کر دیا تمام دشمنوں پر فتح یاب کیا۔ آپ کا نام مشرق سے مغرب تک تمام ممالک میں پھیلا دیا۔ آپ کے ساتھ کسی غیر نے وہ عداوت و مخالفت اختیار نہ کی جس قدر آپ کے عزیزوں اور رشتہ داروں اور مقربوں اور دوستوں نے کی۔ انجام کار سب کے سب رضا و رغبت سے یا مجبور و بے بس ہو کر فرمانبردار اور مطیع ارشاد ہو گئے اور سمجھ گئے کہ آپ ہی کے اوامر و نواہی کی پیروی موجب بہبودی ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ یہ باتیں تو مجھے لکھتا ہے اور جن نعمتوں کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے واسطے مخصوص کیا ہے انہیں ہمارے مقابلے پر بیان کرتا ہے تیری وہی مثل ہے جیسے کوئی شخص خرما بصرہ میں اور زیرہ کرمان میں بھیجے تو مجھ سے ان باتوں کا ذکر کیوں کرتا ہے اور اس تذکرہ سے تیرا کیا مطلب ہے تو یہ سمجھتا ہے کہ میں ان باتوں کو بھولا ہوا ہوں۔ خدائے جل شانہ کی نعمتیں جو جناب مصطفیٰؐ کی شان عالی اور جلال کامل کے ساتھ متواتر مجھ پر نازل ہوتی رہی ہیں کیا تو ان سے ناواقف ہے۔ اے معاویہ تو بڑا بے حیا آدمی ہے۔ سبحان اللہ علی ابن ابی طالبؑ سے یہ کہتا ہے کہ جناب محمد مصطفےٰ بڑے پیغمبر تھے۔ یہ امر تو میری اور تیری سعی اور کوشش سے بہت زیادہ بڑھ چڑھ کر ظاہر اور مشہور ہے تیرا یہ لکھنا کہ جناب مصطفےٰؐ کے اصحاب میں ابوبکر صدیق سب سے زیادہ فاضل تھے اور ان کے بعد فاروق، مجھے اپنی جان اور سر کی قسم کہ اسلام میں ان کا مرتبہ بلند تھا' ان کے وفات سے میرے دل اور تمام مسلمانوں کے دلوں کو سخت رنج ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل کرے اور اسلام کی خدمت گزاری میں جو جو کام کئے اور بری رسوم مٹائیں خدا ان کی جزائے خیر دے تو نے جو لکھا ہے کہ عثمان ان میں سے تیرا خلیفہ ہے اور ان کے اعمال نیک اور مدارج عالیہ کی فہرست درج کی ہے تجھے ان باتوں سے کیا علاقہ اگر وہ نیک تھے تجھے کیا فائدہ پہنچتا ہے اگر وہ برے تھے تو تیرا کیا نقصان' صدیق سے تیرا کوئی تعلق نہیں ہے نہ اس سے کوئی رشتہ داری یا تقرب حاصل ہے وہ صدیق تھا تو ہم میں سے تھا اور ہم سے علاقہ رکھتا تھا تجھے اس سے کیا نسبت' کیوں اس کا حیلہ پکڑتا ہے' فاروق تھا تو وہ بھی ہم میں سے تھا' حق اور باطل کو جدا رکھتا ہے' ہم میں اور ہمارے دشمنوں میں امتیاز کرتا تھا تو جو اس کی نسبت ایسا کچھ کہتا اور تعریف کرتا ہے اس کو اس سے کیا فائدہ اور نقصان پہنچتا ہے جیسا کچھ تھا ہم سے علاقہ رکھتا تھا۔ اور عثمان اگر نیک تھا تو اس کی جزا پائے گا اور اگر برا تھا اپنے اعمال کی سزا بھگتے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **ان الابرار لفی نعیم و ان الفجار لفی جحیم** یعنی نیک آدمی بہشت میں ہوں گے اور بدکار دوزخ میں۔ اے پسر ہند مجھے بتا کہ تو نے کیا نیک کام کئے ہیں۔ اور ان لوگوں کے افکار سے تیرا کیا مدعا ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ طلقا پسر طلقاء اور احزاب پسر احزاب کو مہاجر و انصار کے اعمال و اقوال کی اصلاح سے علاقہ نہیں۔ جا اپنا کام کر اور اپنی حد سے باہر نہ ہو اپنی چادر سے زیادہ پاؤں نہ پھیلا۔ الحمد للہ کہ حضرت محمد مصطفےٰؐ کو تمام نبیوں سے افضل و برتر کیا ہے اور ہمیں تمام مہاجر و انصار پر فوقیت اور فضیلت کرامت کی ہے۔ تجھے معلوم نہیں کہ ہم میں سے ہر شخص کو جس نے خدا تعالیٰ کے راستے میں شہادت کا شرف حاصل کیا بڑا رتبہ اور حرمت ملی ہے میرے چچا حمزہؓ کو جو شہید ہو گئے ہیں سید الشہداء کہتے ہیں اور جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کو ستر تکبیروں سے مخصوص فرمایا اور خاص اپنے دست مبارک سے مدفون فرمایا ہے۔ میرے بھائی جعفر کو جس کے دونوں ہاتھ راہ خدا میں کاٹے گئے ہیں۔ **الطیار فی الجنتہ** لقب ملا ہے۔

ہمارے مسلمانوں نے اسلام میں تمہارے مسلمانوں پر فضیلت پائی ہے اور ہمارے کافروں نے کفر میں تمہارے کافروں پر ترجیح پائی۔ کیا تو نے نہیں سنا کہ میرے چچا عباس بن عبد المطلب نے کیا کہا ہے۔

ابا طالب لا نقبل انھف منھم　　　و ان اتصفوا حتی نعق و تظلما

الی قومنا ان ینصفونا فانصفت — فواضیت فی ایماننا تقطر الدما
ترکنهم لا تستحلون بعدها — لذی حرمت من سائر الناس محرما

اگر اللہ تعالیٰ مومنوں کو اپنی تعریف سے منع نہ فرماتا تو میں اپنے خاندان کے کچھ فضائل اور مناقب بیان کرتا جنہیں سن کر ہر ایک مسلمان مقر ہوتا اور کوئی مومن ان سے انکار نہ کرتا اور اگر تو میرے مدارج حمیدہ اور مشہور عام نیکیوں اور مطہرہ خوبیوں کو بھول گیا ہے یا تجھ سے پوشیدہ رہ گئی ہیں اور اب چاہتا ہے کہ میں ان میں سے کچھ تحریر کروں اور تجھے یاد دلاؤں تو کسی قدر لکھے دیتا ہوں۔ اے ہندہ کے بیٹے اس فعل سے باز آ اور مجھے مجبور نہ کر کہ اظہار کروں۔ جن لوگوں نے تجھ پر از روئے شرف فضیلت حاصل کی ہے اور ان سے برابری نہ کر اور آگاہ ہو کہ ہم خدا تعالیٰ کے صنائع اور بدائع ہیں اور تمام لوگ ہمارے صنائع ہیں۔ ہمارا حکم بھی اس درجہ کا ہے کہ ہم ان لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے ہیں اور ان سے ملتے جلتے ہیں مشکوۃ نبوت ہم میں سے ہے اور شجر ملعونہ تم میں ہاشم بن عبد مناف ہم میں سے اور امیہ جو سگ اخلاف ہے تم میں سے۔ شیبۃ الحمد عبدالمطلب ہم میں سے اور کذاب مکذب تم میں سے۔ اسد اللہ ہم میں سے اور اس جناب رسول خداؐ کا نکالا ہوا تم میں سے۔ طیار فی الجنۃ ہم میں سے اور آفتاب الٰہی اور کتاب الٰہی اور سنت کا دشمن تم میں سے سیدۃ النساء العلمین ہم میں سے اور حمالۃ الحاطب تم میں سے اور خود جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دامادی کا شرف کافی ہے۔ قاتلان عثمان کے بارے میں جو لکھا ہے اور درخواست کی ہے کہ انہیں تیرے حوالہ کر دوں سو خون عثمان کی بازخواست تیرا حق نہیں ہے جو تو انہیں مجھ سے مانگتا ہے اور اگر اولاد اور رشتہ دار اپنے باپ کے قاتلوں کو طلب کریں تو جائز ہے تجھے اس امر سے کیا واسطہ اور کیوں مجھ سے قاتلان عثمان کو طلب کرتا ہے اگر بایں وجہ دعوی کرتا ہے کہ تو عثمان کے بیٹوں سے زیادہ صاحب مقدرت ہے' تو جس امر کو مہاجر و انصار نے منظور کر لیا ہے اور اتفاق کے ہمزبان ہو گئے ہیں تو بھی اس میں شریک ہو پھر قاتلان عثمان کو میرے سامنے لا کہ بموجب فرمان الٰہی ان کی نسبت حکم صادر کروں۔ تیرا یہ کہنا کہ میرے پاس تیرے اور تیرے دوستوں کے لیے سوائے شمشیر کے اور کوئی چیز موجود نہیں مجھے ہنسی دلاتا ہے اے جگر خوارہ کے بیٹے تو نے کس سے سنا اور کہاں دیکھا کہ عبدالمطلب کے بیٹے تلوار سے ڈر گئے ہیں اور یا جنگ میں کبھی دشمن کو پشت دکھائی ہے۔ جلدی نہ کر اتنی دیر توقف کر کہ ہم تیرے پاس پہنچ جائیں اور وہ تلواریں جن کے قبضے ابھی تک تیرے بھائی' خالو' تیری ماں کے چچا اور تیرے دوسرے بزرگوں کے خون سے رنگین ہیں تجھ تک پہنچ جائیں اس وقت تجھے دینداروں اور یقین والوں کی جنگ کا حال کھل جائے گا اگر تو فتح یاب ہوا تو بھی کچھ ہرج کی بات نہیں **انا الی ربنا منقبلون** یعنی ہم اپنے رب کی طرف پلٹ کر جانے والے ہیں۔ **و السلام علی عباد اللہ الصالحین** اللہ کے نیک بندوں پر سلام۔
معاویہ نے جب اس خط کو پڑھا ہکا بکا رہ گیا۔ بہت ہی مضطرب اور پریشان ہوا نیند حرام ہو گئی۔ کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اس خط کا کیا جواب دے۔ انجام کار یہ شعر لکھ بھیجا۔

لیس بینی و بین قیس عتاب — غیر طعن الکلبی و ضرب الرقاب

جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے قرآن شریف کی یہ آیت اس کے حسب حال لکھ بھیجی۔

انک لا تھدی من احببت و لکن لا یھدی من یشاء و ھو اعلم بالمھتدین

اس کے بعد امیرالمومنینؑ نے باشندگان رقہ کو بلا کر کہا دریائے فرات پر پل باندھیں تاکہ یہ لشکر دریا عبور کر جائے انہوں نے جواب دیا کہ ہم سے نہیں بندھ سکتا۔ حضرت نے سمجھ لیا کہ وہ معاویہ کے خیر خواہ ہیں کچھ نہ کہا اور حکم دیا کہ ہج کے پل کی طرف سے بڑھ کر پل پر سے عبور کر جائیں پھر خود سوار ہو کر اس طرف روانہ ہوئے اور لشکر نے بھی کوچ کیا۔ اشتر

نخعی نے رقہ والوں کو بلا کر کہا تم نے جناب امیر المومنین کے ساتھ بہت بڑی خطا کی اور انہوں نے مواخذہ تک نہ کیا۔ تم سخت بے حیا لوگ ہو خدا اور رسول کے گناہ گار ہو۔ آخر حضرت علیؑ نفس رسول ہیں اور تمام مہاجر و انصار اور بڑے بڑے صحابہ کے اتفاق سے وہ تم سب مسلمانوں کے امام برحق اور خلیفہ مطلق ہیں تم نے ان کے حکم کو حقیر سمجھ کر سرتابی کی۔ خدا کی قسم اگر تم نے اس امر میں سرتابی کی تو میں تلوار کھینچ کر تم سب کو ہلاک کر دوں گا۔ اور تمہارے مال و اسباب اور عیال کو لوٹ کے حوالہ کر دوں گا۔ رقہ کے باشندے اس تنبیہہ سے ڈر گئے۔ اور آپس میں کہنے لگے اشتر جو بات منہ سے نکال دیتا ہے اسے کر کے رہتا ہے فوراً خدمت امیر المومنین میں دوڑے گئے اور عرض کی کہ ازراہ لطف و کرم آپ واپس تشریف لے چلیں تاکہ جس امر کا حکم فرمایا تھا ہم اسے بجا لائیں۔ اور عمدہ پل باندھ دیں۔ آپ واپس چلے اور رقہ والوں نے فرات پر ایک مضبوط پل باندھا امیر المومنینؑ ایک ہزار سواروں کے ہمراہ پل کے سرے پر کھڑے ہو گئے جب تمام لشکر پل سے گزر گیا تو خود بھی فوج سمیت عبور کر کے لشکر میں جا ملے۔

معاویہ نے یہ خبر سن کر کہ حضرت علیؑ دریائے فرات سے عبور کر آئے ہیں منادی کرائی کہ تمام سرداران لشکر جمع ہوں سب آ گئے ان سے کہا تم جانتے ہو کہ تم سے کون جنگ کرنے کے لیے آ رہا ہے۔ وہ شیر اور بے نظیر یکتا بہادر علی ابن ابی طالبؑ ہے جو عراق کے بہادروں اور حجاز کے سواروں اور کوفہ کے شجاعوں اور بزرگان مہاجر و انصار کو ہمراہ لیے تمہاری طرف بڑھا آ رہا ہے جس شخص میں ذرا بھی توانائی اور دلیری دیکھ پائی ہے اس کو ساتھ لیا ہے اور ان علاقوں کے رندوں اور بدمعاشوں کے گروہ بھی شام کی لوٹ اور غارت کی وجہ سے اس کے ہمراہ ہو گئے ہیں۔ وہ دین کی مضبوطی' آبرو کی حفاظت مال و عیال کی نگہداشت کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ بڑی احتیاط اور ہوشیاری اور عزم صادق کے ساتھ تم سے جنگ کریں گے۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ ہم اس لڑائی میں ثابت قدمی اور استقلال سے کام لیں گے تو ابھی تک موقع ہے۔

مروان نے اٹھ کر کہا کہ اے معاویہ بخدا میں نے جنگ جمل کے دن اپنی زندگی سے ہاتھ دھو کر اس قدر کوشش کی تھی کہ مارا جاؤں یا فتح پاؤں اور اس رنج و الم سے رہائی پاؤں مگر حکم خدا نہ تھا اس لیے کچھ حاصل نہ ہوا۔ اب کوئی عذر باقی نہ رہا مجھے نظر آتا ہے کہ میری موت آ چکی ہے۔ خدا کی قسم اگر علیؑ کو دیکھ پاؤں گا تو اس سے جا الجھوں گا کہ مارا جاؤں اور اس کش مکش سے آزاد ہو جاؤں پھر ذوالکلاع حمیری نے کہا:

اے معاویہ میں نے اپنی قوم سے تیرے ارادہ کا حال کہ علی ابن ابی طالب' سے جنگ کرنا چاہتا ہے بیان کیا تھا اور انہیں اس جنگ میں شریک ہونے کی ترغیب دلائی تھی سب نے ساتھ دینا منظور کر لیا۔ اب فقط تجھ سے کام رہا ہے۔ جو حکم دے گا بجا لائیں گے اور تیری رضا مندی کے لیے خوب ہی سعی کریں گے۔ والسلام!

پھر جوشب ذوالظلم اٹھ کر بولا نہ ہم تیرے لیے لڑتے ہیں نہ تیرے سبب سے غصہ ہوتے ہیں بلکہ اس مظلوم خلیفہ کے سبب سے جسے ناحق مار ڈالا اور اتنا بڑا ظلم و ستم صریحاً جائز رکھا ہے اس جنگ میں دلی رغبت سے شریک ہونا اور کوشش کرنا چاہتے ہیں تاکہ بدلہ لیں اور قاتلوں کو پکڑ کر مار ڈالیں۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ علی ابن ابی طالبؑ لشکر فراہم کر کے ہمارے وطن واپس ملک شام کی طرف آ رہا ہے۔ ہم اپنے ملک اور عزت کے حفاظت کے لیے لڑیں گے اور جہاں تک ہو سکے گا اس معرکہ میں جان توڑ کر مقابلہ کریں گے۔ علی اور ان کی فوج سے اس قدر کیوں ڈرنا چاہیے۔ نہ انہیں اس قدر طاقتور سمجھنا چاہیے وہ میرے ایک حملے کے سامنے بھی نہیں ٹھہر سکتے۔ جب ان سے سابقہ پڑے گا ہم دلیرانہ حملہ کریں گے اور میں یقین کرتا ہوں کہ اسی حملے میں کام بن جائے گا۔ ان میں سے اکثروں کو ہلاک کر دوں گا اور ان کا فساد مٹا دوں گا۔ انشاء اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

ابو اعور اسلمی بھی اٹھا اور کہا اگر ہم قتل عثمان کے وقت مدینہ میں ہوتے اور کیفیت قتل کا معائنہ کر لیتے اور قاتلوں اور ان کے مددگاروں کو پہچان لیتے تو ہمیں طلب خون عثمان اور اس کے قاتلوں کے ہلاک کرنے میں ذرا سا بھی شک و شبہ نہ باقی نہ رہتا۔ اگرچہ میں اس شہر میں موجود نہ تھا اور وہ واقعہ آنکھوں سے نہیں دیکھا لیکن تو ہم سے اس حال کو بیان کرتا ہے۔ ہم تیرے کہنے کو سچ سمجھتے اور اس کی تصدیق کرتے ہیں اور طلب خون عثمان کے لیے تیرے شریک حال ہوتے ہیں۔ اب اس امر میں جو کچھ مناسب سمجھے اور حکم دے اس پر کاربند ہوں گے۔ اس معاملے میں اگر ہماری جانیں بھی ضائع ہو جائیں گی تو ہمیں بخوشی گوارا ہو گا۔

اسی اثناء میں معاویہ کو خبر لگی کہ جناب امیر المومنینؑ نے مع لشکر دریائے فرات کے کنارے شہر رقہ کے مقابل لشکر ڈالا ہے۔ معاویہ نے ابو اعور اسلمی کو بلا کر اور شامی فوجوں کا انبوہ کثیر حوالے کر کے کہا۔ اس لشکر کو لے جا اور موقع دیکھ کر فوج عراق پر حملہ کر دینا شاید تو انہیں قتل کر کے فتح حاصل کر لے۔ ابو الاعور نے کہا میں ایسا ہی کروں گا۔ پھر اس لشکر سمیت جو معاویہ نے ساتھ کر دیا تھا۔ معرکہ آرائی کے لیے امیر المومنینؑ کی طرف بڑھا۔ آپ نے بھی اس ارادہ سے مطلع ہو کر زیاد بن نضر اور شریح بن ہانی کو طلب کر کے کچھ فوج حوالہ کی اور ابو الاعور کے مقابلے کے لیے بھیجا دونوں روانہ ہو گئے اور ابو الاعور کو دور سے دیکھ کر فوج کثیر لئے آ رہا ہے ایک سوار کو لوٹا کر شامی فوج کے حال سے اطلاع دی۔ آپ نے اشتر نخعی کو طلب فرما کر کہا کہ زیاد بن نضر اور شریح نے سوار بھیج کر ابو الاعور کی فوج کی کثرت سے اطلاع دی ہے۔ یہ مہم تیرے سوا کسی دوسرے سے سر نہ ہو گی جلدی کر اور اپنے دوستوں کی مدد کے لیے پہنچ جا۔ جب تو ان لوگوں کے مقابلے پر جا پہنچے تو جنگ شروع نہ کرنا اتنی دیر توقف کرنا کہ وہی جنگ شروع کریں۔ جب لڑائی چھیڑ دیں تو انہیں فہمائش کرنا اور مطیع ہونے کے لیے کہنا اگر وہ اطاعت قبول کریں تو بہتر ہے ورنہ ان کے مقابلے پر خدا سے طلب امداد ہو اور اسی کے فضل و کرم اور امداد پر بھروسہ کر کے ان کا فساد مٹانا پھر جیسا کچھ ظہور میں آئے مجھے اس حال سے مطلع کرنا۔

اشتر یہ کہہ کر کہ میں مطیع فرمان ہوں فوج لے کر روانہ ہوا۔ اور ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کو اپنے ساتھ لیا اور اپنے دوستوں سے جا ملا۔ ابو الاعور نے اپنے مقابلے پر عراقی لشکر کو موجود پا کر اپنی فوج سے کہا ان لوگوں پر مردانہ وار حملہ کر کے منتشر کر دو۔ پھر اشتر نخعی اور اس کی فوج پر حملہ کیا۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ طرفین نے جان توڑ کر مقابلہ کیا۔ اشتر نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ابو الاعور کو جس پر معاویہ بڑا فخر کرتا ہے مجھے دکھاؤ۔ میں بھی دیکھوں وہ کیسا بہادر ہے۔

لوگوں نے کہا وہ اس بلند ٹیلے پر شامی فوج کے ساتھ موجود ہے۔ اشتر نے ایک سوار کو بھیج کر پیغام دیا کہ آؤ تھوڑی دیر ہم تم آپس میں جنگ کریں۔ ابو الاعور نے انکار کر دیا اور کہا اشتر نے بڑی نادانی اور کامل جہالت کے سبب عثمان کی نیکیوں کو برائی کے پیرایہ میں مشہور کیا اور بڑی عداوت و نادانی برتی ہے اور گھر میں گھس کر کینہ ظاہر کیا ہے وہ میرا ہمسر نہیں ہو سکتا نہ میں ایسے شخص سے میدان جنگ میں دو بدو ہونا چاہتا ہوں۔ جب قاصد نے جواب پہنچایا۔ تو ابو الاعور کی فوج پر اشتر نے حملہ کر دیا۔ خوفناک جنگ ہوئی۔ طرفین کو لڑتے لڑتے رات ہو گئی۔ مگر لڑائی بڑی شدت کے ساتھ جاری رہی یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ اب نور کے تڑکے اشتر نے ابو الاعور پر سخت حملہ کیا وہ تاب مقابلہ نہ لا کر بھاگ نکلا۔ سیدھا معاویہ کے پاس پہنچا اس نے دریافت کیا کہ تو نے ان لوگوں کی لڑائی کو کیسا پایا۔ ابو الاعور نے کہا میں نے انہیں کامل اور بہادر اور مقابلہ کے وقت مستقل اور حملہ کرنے میں پورا اور مضبوط و مستحکم دیکھا یہ مہم و مقابلہ نہایت ہی خطرناک ہے۔ اور موجودہ حالت سے بہت زیادہ ساز و سامان اور کوشش بلیغ عمل میں لانی چاہیے یہ مہم ایسی مہم نہیں جیسی ہم سمجھے تھے۔

الغرض اشتر ابو الاعر کو شکست دینے کے بعد مظفر و منصور ہو کر امیر المومنینؑ کی خدمت میں واپس آیا۔ اور آپ نے اس موضع سے کوچ کر کے معاویہ کے لشکر کا رخ کیا۔ قریب پہنچ کر قیام کیا اور چھاؤنی ڈال دی۔ ماہ محرم کی پندرھویں تاریخ سن ۳۸ ہجری تھا۔ ادھر سے معاویہ بھی اپنی فوج لے کر دریائے فرات کے کنارے پر آ پڑا۔ اب دونوں لشکروں کے درمیان صرف دریائے فرات حائل تھا۔

پہلی لڑائی جو جناب امیرؑ اور معاویہ ابن ابی سفیان کے مابین فرات کے لیے ہوئی

جب جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کا لشکر اس مقام پر اترا تو آپ نے تمام غلاموں اور خدمت گاروں کو بھیجا کہ پانی لائیں مگر معاویہ کے لشکر نے جو دریائے فرات کے متصل آ پہنچا تھا پانی نہ لینے دیا۔ باہم بہت رد و قدح ہوئی۔ جناب امیرؑ نے مسیب بن ربیع ریاحی اور صعصعہ بن صوحان عبدی کو بلا کر کہا کہ تم معاویہ کے پاس جا کر کہو کہ تیرے لشکر والے ہمارے لشکریوں کو پانی لینے سے روکتے ہیں۔ اگر ہم تم سے پہلے اس جگہ پہنچ کر دریا کے کنارے قیام کرتے تو کبھی تیرے لشکر پر پانی بندہ نہ کرتے۔ اپنے لشکریوں کو سمجھا دے کہ پانی لینے سے نہ روکیں۔ جب جناب امیر المومنینؑ کے قاصدوں نے معاویہ کو یہ پیغام دیا۔ معاویہ نے سن کر عمر عاص سے پوچھا اس میں تیری کیا صلاح ہے۔ عمر عاص نے کہا علیؑ اتنے ہزار سوار اور پیدل لئے ہوئے فرات کے کنارہ پر موجود ہے اگر تمام دنیا بھی اس کی دشمن ہو اور پانی سے روکنا چاہے تو وہ کسی سے نہ ڈرے گا اور پانی لے جائے گا اور جو اسے روکے گا وہ اس کی آبرو خاک میں ملا دے گا۔ میری صلاح تو یہی ہے کہ پانی کے لیے نہ روک کیونکہ تیرے اور اس کے درمیان جو معاملہ ہے وہ اس سے بہت زیادہ اہم ہے۔

ولید بن عقبہ نے کہا اے معاویہ ان لوگوں نے امیر المومنین عثمان پر پانی چالیس دن بند رکھا ہے۔ انہیں اور ان کے فرزندوں کو پیاسا رکھا ہے تو بھی ان سے پانی روک لے تاکہ دریائے فرات کے کنارے پیاسے مر جائیں اور اللہ تعالی آخرت میں ان پر پانی بند کرے گا کیونکہ یہ اس عذاب کے مستحق ہیں۔ صعصعہ بن صوحان نے کہا اے ابن عتبہ اللہ تعالی آخرت میں کافروں اور منافقوں اور تجھ جیسے فاسقوں کا پانی کرے گا۔ کیونکہ تو خدا کا گناہ گار ہوا ہے اور تو نے شرابیں پی ہیں اور نشہ کی حالت میں مسجد کوفہ کے اندر داخل ہو کر مسلمانوں کی پیش نمازی کی ہے اور مدہوشی کی حالت میں صبح کی نماز میں چار رکعتیں پڑھائیں اور سلام پھیر کر یہ کہا کہ آج میرا دل بہت خوش ہے اگر تم کہو اور کئی رکعتیں پڑھا دوں۔ اسی خطا پر عثمان نے حد جاری کر کے تجھے کوڑوں سے پٹوایا تھا تو نے جناب امیر المومنینؑ سے بحث کی اور چاہا کہ اپنے آپ کو ان سے برتر ظاہر کرے اس وقت خداوند تعالی نے وحی نازل فرما کر تجھے فاسق اور علیؑ کو مومن بتلایا اور تجھے مسجد جناب رسول خداؐ میں مہاجر و انصار کے روبرو ذلیل و خوار کیا۔ ولید بن عتبہ اور عبداللہ ابن ابی سرح صعصعہ کی بات سے غضب ناک ہوئے اور تلواریں نکال کر اس کی طرف بڑھے کہ وار کریں معاویہ نے روکا اور کہا۔ اس سے مواخذہ نہ کرو۔ یہ قاصد ہے اور قاصدوں کا ستانا خلاف رسم ہے۔ اس کے بعد معاویہ نے برہم ہو کر اپنا عمامہ زمین پر پٹکا اور کہا اللہ تعالی معاویہ اور اس کے باپ کو حوض کوثر سے پانی نہ دیجو اگر میں علیؑ اور اس کے لشکر کو فرات سے پانی لینے دوں ہاں طاقت اور زور سے لے لے۔ مسیب اور صعصعہ یہ بات سن بہت ناراض ہوئے اور برہم ہوئے۔ واپس چلے آئے اور تمام حال جناب امیرؑ سے آ کر عرض کر دیا۔ آپ کو بھی رنج ہوا ادھر فوج سے العطش کی آوازیں بلند ہوئیں اشعث بن قیس اور اشتر

نخعی حاضر خدمت ہو کر عرض رساں ہوئے کہ تمام فوج رات بھر پیاس کی شکایت کرتی رہی ہے کب تک صبر ہو آپ ہمیں حکم اور اجازت دیں کہ ان بے حیاؤں، نالائقوں اور اسلام سے خارج شدہ بزدلوں کی آبرو خاک میں ملا کر پانی ان سے چھین لیں اور اپنے تصرف میں لائیں۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا تمہیں اختیار ہے جو مناسب معلوم ہو کرو اشعث اور اشتر نے حضرت کے پاس آ کر اپنے بھائیوں اور متعلقین کو شامیوں سے جنگ کرنے کے لیے طلب کیا دس ہزار سوار و پیدل سے زیادہ جمعیت نکلی دونوں سرداروں نے ہتھیار لگائے اور فرات کی طرف بڑھے۔ حارث بن حجر کندی اشعث کا علم لیے آگے آگے چل رہا تھا۔ اشعث نے بھی اس کی تعریف کی اور انعام کا وعدہ کیا اس ترتیب سے دریا کے کنارے جا پہنچے۔ اور للکار کر کہا اے شامیو کنارہ چھوڑ دو۔ اور پرے ہٹ جاؤ ورنہ تمہارا خون نامردوں کی آبرو کی طرح خاک پر بہا دیا جائے گا۔ شامی لڑائی کے لیے مستعد ہو کر مقابلے کے لیے آئے اشعث نے پیدلوں کو حکم دیا کہ ہاں اے بہادرو ان پر بہادرانہ حملہ کرو۔ لشکر والے یہ حکم سنتے ہی شامیوں پر ٹوٹ پڑے دونوں طرف سے جنگ ہونے لگی۔ اور دریائے فرات پر ایسی لڑائی ہوئی کہ ایسی کسی وقت نہ ہوئی ہو گی۔ اکثر شامی مارے گئے اور باقی دریا میں ڈوب گئے۔ عراقی لشکر میں سے بہت کم کام آئے۔ انجام کار جناب امیر المومنینؑ کی فوج فتح یاب ہوئی اور شامی مقابلے کی تاب نہ لا کر بھاگ نکلے۔ اب حضرت علیؑ کے لشکر نے فرات پر خیمے لا گاڑے۔ حضرت علیؑ نے آب فرات پر متصرف ہو کر منادی کرا دی کہ جو ذی حیات چاہے پانی لے جائے کسی کو پانی کی ممانعت نہیں ہے۔ غرض طرفین پانی سے مطمئن ہو گئے تین دن گزرے تھے کہ معاویہ نے دو سو آدمیوں کو مقرر کر کے پھاوڑے اور بیلچے دیے اور کہا کہ علیؑ کے لشکر کے قریب جو بند بندھا ہوا ہے رات کے وقت اسے کاٹ کر پانی کا رخ لشکر کی طرف پھیر دو کہ سب ڈوب جائیں۔ معاویہ کے کہنے سے دو سو آدمی کدال پھاوڑوں سے بند کو کاٹنے اور شور و غوغا کرنے لگے۔ جناب امیر المومنینؑ کے لشکر والے یہ شور و غل سن کر گھبرا گئے اور چاہا کہ اسباب اٹھا کر کسی دوسری جگہ چلے جائیں۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ تمہارے ساتھ معاویہ کا یہ محض دھوکا ہے وہ اس بند کو نہیں کاٹ سکتا اگر تمام ملک شام کا خراج بھی اس میں کھپا دے گا تب بھی اس کا قطع ہونا ممکن نہیں۔ تم مطمئن اور بے فکر رہو۔ معاویہ چاہتا ہے کہ تم کو یہاں سے ہٹا کر خود قابض ہو جائے ہر چند امیر المومنینؑ نے انہیں اسی قسم کی باتوں سے سمجھایا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ گھبراہٹ بڑھتی گئی اور اسباب سمیٹتے جاتے تھے۔ آخر کار جناب امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ہم ڈوبنے سے ڈرتے ہیں اس لیے یہاں سے جاتے ہیں اس لیے یہاں سے ہٹتے ہیں۔ اگر آپ بھی ہمارا ساتھ دیں تو بہتر ہے۔ اور اگر آپ اسی جگہ رہتے ہیں تو ہم تو جاتے ہیں۔ آپ یہاں رہیں۔ یہ کہہ کر اسباب اٹھا لیا اور دریائے فرات سے ہٹ کر خیمے لگا لیے۔ جب لشکر والے وہاں سے چلے گئے تو حضرت علیؑ بھی مجبور ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ رات کے وقت معاویہ نے اپنی جگہ سے حرکت کر کے امیر المومنین کے لشکر گاہ میں آ قیام کیا۔

صبح کے وقت امیر المومنینؑ کی فوج نے یہ دیکھ کر معاویہ نے اپنی فوج ہماری قیام گاہ پر لا ڈالی ہے یقین کر لیا کہ معاویہ نے انہیں دھوکا دیا بہت پچھتائے اور شرمندہ ہوئے اسی وقت حضرت علیؑ نے اشتر اور اشعث کو بلا کر کہا کہ تم نے معاویہ کا مکر دیکھ لیا۔ میرے کہنے پر عمل نہ کیا اپنی رائے پر چلے وہاں سے ہٹ گئے اور مجھے چھوڑ گئے آج شرمندہ ہوتے ہو۔ تم بھی سمجھ گئے کہ اس مکر و فریب سے معاویہ کی غرض یہی تھی کہ تمہیں دریا کے کنارے سے ہٹا دے اور خود وہاں خیمے لا ڈالے کیونکہ لشکر گاہ کے لیے وہ بہت ہی عمدہ جگہ ہے اب یقیناً وہ تم میں سے کسی کو پانی کے پاس پھٹکنے نہ دے گا۔ اشعث نے کہا اے امیر المومنین آپ کا ارشاد بجا اور درست ہے۔ ہم سے بڑی غلطی ہوئی کہ اس جگہ کو چھوڑا اب بھی کچھ مشکل

نہیں بہت آسان علاج ہے ہم نے جو کچھ خرابی کی ہے آپ کی برکت سے اس کی ہمت کی درستی کرلیں گے۔
یہ کہہ کر اشعث اپنی قوم کندہ کے پاس آیا اور ان کو جمع کر کے کہا مجھ سے بڑی غلطی سرزد ہوئی کہ اس لشکر گاہ سے اٹھ آیا اور وہاں معاویہ آن پڑا۔ جناب امیر المومنینؑ ہم سے ناراض ہو گئے ہیں۔ محض تمہارے بھروسہ پر آنحضرتؐ کی خدمت میں عہد کیا ہے کہ شامیوں کو وہاں سے فی الفور ہٹا دوں گا۔ تمام سرداران کندہ نے اس امر کو دل و جان سے منظور کرلیا۔ اور اسلحہ سجا کر اشعث کے پاس حاضر ہوئے۔
اسی طرح اشتر کے دوست آراستہ ہو کر اشتر کے پاس جمع ہو گئے اب دونوں اپنی اپنی جمعیت کثیر لے کر معاویہ کے خیمہ گاہ کی طرف بڑھے قریب پہنچ کر دیکھا کہ معاویہ نے بھی اپنی فوجوں کی صفیں مرتب کر رکھی ہیں اور مقابلے کے لیے مستعد ہیں جنگ شروع ہو گئی۔ اشتر لشکر لے کر آگے بڑھا ہوا جا رہا تھا شام کے نامی گرامی سردار یکے بعد دیگرے آتے جاتے اور جنگ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ معاویہ کی فوج کے سات مشہور و معروف سرداروں کو اشتر نے تہ تیغ بیدریغ کیا۔ اس کے بعد دونوں فوجیں دست و گریبان ہو گئیں۔ اور خوفناک لڑائی ہونے لگی۔
ایک شامی سردار شرجیل نے آگے بڑھ کر رجز پڑھی۔ اور مرد مقابل کو طلب کیا اشعث بن قیس کندی نے اس پر حملہ کر کے ایسا نیزہ مارا کہ وہ گھوڑے سے گر گیا۔ ابو الاعور نے دوڑ کر کہا تو اشعث کے مقابلے میں برسرنہ آسکا پہلے ہی وار میں گھوڑے سے زمین پر آ رہا۔
شرجیل نے کہا کوئی برائی کی بات نہیں وہ اپنے قبیلہ کا سردار ہے میں اپنے گروہ کا اس نے مجھ پر نیزہ سے وار کیا گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ اگر تو کچھ مرد ہے آگے بڑھ کر ہاتھ دکھا کہ تجھے بہادروں کی کیفیت معلوم ہو جائے۔ ابو الاعور کو یہ کلمہ نہایت ناگوار گزرا فوراً میدان میں آ کر رجز پڑھی۔ اشعث مقابلہ پر آیا تھوڑی دیر تک رد و بدل ہوتی رہی انجام اشعث نے ابو الاعور کو نیزہ مارا۔ وہ سخت زخمی ہو کر سامنے سے بھاگ گیا۔ پھر جوشب ذوا لکلم اور ذو کلاع حمیری جو شام کے نامی سردار تھے میدان میں آئے ادھر سے اشعث اور اشتر نے گھوڑے بڑھا کر حملہ کیا بہت دیر تک رد و بدل ہوتی رہی اور طرفین نے جان لڑا دی اسی اثناء میں لشکر معاویہ نے مہلت طلب کی۔ کہ آج رات کی مہلت مل جائے تو ہم تمہارے لشکر گاہ کو خالی کر دیں گے اور تمہاری جگہ تمہارے حوالے کر دیں گے۔ اشعث اور اشتر نے کہا ہم مہلت نہ دیں گے۔ نہ تمہیں اس جگہ ایک لمحہ کے لیے ٹھہرنے دیں گے۔ انہوں نے کہا ایک ساعت کے لئے جنگ بند کر دی جائے اور وہ اسی گھڑی لشکر گاہ مذکور کو خالی کر کے اپنی جگہ پر چلے جائیں گے۔ اشعث نے جناب امیرؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اب تو آپ ہم سے راضی ہوئے۔ آپ نے فرمایا ہاں میں راضی ہوا۔ اللہ تعالیٰ بھی تم سے راضی ہو پھر حکم دیا کہ اپنے مقام پر واپس جائیں سب اسی جگہ چلے گئے۔ اب حضرت علی علیہ السلام نے سعید بن قیس اور بشیر بن عجز انصاری کو بلا کر حکم دیا کہ چند مشہور اشخاص کو لے کر معاویہ کے پاس جاؤ اور اس مہم کے لیے جو اس نے اختیار کی ہے ملامت کرو اور حجت تمام کر کے میری اطاعت کی طرف ترغیب دو اور خیال کر کے دیکھو کہ وہ کس فکر میں ہے اور کیا ارادہ رکھتا ہے۔
سعید' بشیر' شیث بن ربیعی' یزید بن قیس ارجی۔ زیاد ابن حفصہ تمیمی اور عدی بن حاتم طائی مل کر معاویہ کے پاس گئے اور سمجھایا اور کہا کہ اے معاویہ یہ دنیا بڑی مکار ہے۔ اس نے کسی شخص کے ساتھ وفا نہیں کی پھر تیرے ساتھ کب وفا کرے گی۔

جہان چوں من و چون تو بسیار دید   نخواہد بہ باکسے آرمید

دنیا کو مجھ اور تجھ جیسے شخصوں نے دیکھا ہے مگر اس نے کسی کو بھی آرام نہیں پہنچایا' دنیا اس قابل نہیں کہ فضول طمع اور

فانی نعمتوں کے واسطے اس کے اس قدر رنج برداشت کیے جائیں۔ اپنے عزیزوں، قریبوں، رشتہ داروں، دوستوں اور مصاحبین کو اپنے سے آزردہ اور رنجیدہ نہ کریں۔ دنیا کمینی ہے جو کسی کی مدد نہیں کرتی اور ایسی عاجز ہے کہ اسے کوئی نہ اٹھائے۔ اگر کوشش کرکے مال بھی فراہم کرلیا تو انجام کار یہیں چھوڑ کر جانا پڑتا ہے۔

معاویہ نے کہا یہ باتیں تم اپنے امیر کو کیوں نہیں سمجھاتے۔ ان نصیحتوں پر عمل کرنا میری نسبت اسے زیادہ سزاوار ہے۔ انہوں نے کہا سبحان اللہ ہمارا امیر تجھ جیسا نہیں وہ خلافت و امامت کے لیے تجھ سے بلکہ تمام عالم سے اس علم و فضل کے سبب جو اس کی ذات میں موجود ہے اور ان سابقہ اوصاف کی بدولت جو دین کے استحکام کے متعلق ہیں اور ان مرضائے الٰہی کے وسیلوں کے متعلق جو بنیاد شریعت کے شروع میں حاصل ہوئے اور جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قرابت کی عزت اور شرف عظمٰی کی وجہ سے برتر و افضل ہے۔ معاویہ نے کہا اچھا یہ تم بتاؤ کہ مجھ سے کیوں رنجیدہ ہو۔ اور کیا چاہتے ہو انہوں نے کہا ہم تجھے پرہیزگاری اور خوف خدا کی ہدایت کرتے ہیں اور خلیفہ برحق اور پیشوائے خلقت کی بیعت و اطاعت کے لیے بلاتے ہیں۔ ہماری آرزو ہے کہ جس کام میں مہاجر و انصار کا اتفاق ہو گیا ہے تو بھی متابعت اختیار کرے اور خلیفہ وقت کی اطاعت و فرمانبرداری میں ان کا شریک حال ہو جائے۔ اس مخالفت اور تفرقہ پردازی سے باز آجائے کیونکہ تیرے لیے یہ امر بہت اچھا اور سلامتی سے قریب ہے۔ معاویہ نے کہا اے میرے عزیز میں خون عثمان کا بدلہ لینے سے کبھی باز نہ آؤں گا۔ اور جب تک بدلہ نہ لے لوں گا دستبردار نہ ہوں گا۔ خدا کی قسم ایسا نہ ہو گا اور مجھ سے تمہیں اور تمہارے امیر کو تلوار کے سوا اور کوئی چیز میسر نہ ہو گی۔ تم اس طمع سازی کو رہنے دو اور سلامتی سے واپس چلے جاؤ اور جنگ کے لیے تیار رہو۔

انہوں نے کہا اے معاویہ ہم تیرے پاس اس لیے آئے ہیں کہ تجھے اچھی بات بتائیں۔ برائی بھلائی کو جتائیں جس میں تیری دینی اور دنیوی بہتری ہو۔ اگر تو ہمارا کہنا مان لے گا اور ہمیں بے غرض سمجھے گا تیرے لیے اچھا ہو گا۔ بہت سی خونریزیاں ہونے سے بچ رہیں گی۔ ورنہ خدا کی قسم تو علیؑ کی تلوار سے ایسی زحمتیں ملاحظہ کرے گا کہ زندگی کو موت پر ترجیح دے گا۔ اور کہے گا کاش مجھے میری ماں پیدا ہی نہ کرتی!

معاویہ نے کہا تم مجھے تنبیہہ کرنے اور ڈرانے آئے ہو میں بچہ نہیں کہ ڈر جاؤں گا۔ مجھے معاویہ کہتے ہیں صخر کا بیٹا ہوں، زمانہ کے اونچ نیچ، راحت و سختی اور گرمی و سردی بہت کچھ بھگت چکا ہوں ایسی دھمکیوں میں نہ آؤں گا۔

سعید نے کہا اے معاویہ ہم ایلچی ہیں ہمیں تیرے پاس بھیجا ہے ہمیں زبانی پیغام دیا ہے۔ ایلچی جو بیان کرتا ہے اس کے لیے کوئی روک ٹوک روا نہیں۔ علیؑ وہ شخص ہے جسے تو ہماری نسبت بہت اچھی طرح جانتا ہے اور تمام عالم اس کے علم و فضل، اوصاف حمیدہ اور فضائل پسندیدہ سے بخوبی واقف ہے۔ اور تو بھی اس بات سے آگاہ ہے کہ جسے علم و فضل سے حصہ ملا ہو تو اس کے برابر نہیں ہو سکتا۔ اور اسے تجھ پر ترجیح حاصل ہے۔ خدا سے ڈر اور علیؑ سے دشمنی نہ کر جس طرح مہاجر و انصار نے ان سے بیعت کرلی ہے تو بھی از راہ موافقت بیعت اختیار کر، ان کی مخالفت سے باز آ۔ موجود خیال سر سے دور کر کہ تیرے لیے دینی و دنیوی بھلائی اسی میں ہے۔

معاویہ نے کہا تم مجھ سے علیؑ کی بیعت، فرمانبرداری اور اطاعت کے لیے کہتے ہو اور اپنی ذات پر میں اس کا حق اور اس کی اطاعت کو اپنے لیے لازمی نہیں سمجھتا کیونکہ اس نے خلیفہ عثمان کو قتل کیا ہے اور ہماری جماعت میں تفرقہ ڈالا ہے۔ اور اب انکار کرتا ہے کہ میں نے عثمان کو نہیں مارا۔ نہ میں نے ایسا حکم دیا نہ میں اس بات سے خوش تھا۔ اگر وہ اس بات سے راضی نہ تھا تو قاتلان عثمان کو میرے حوالے کردے میں انہیں بہ طور قصاص قتل کروں گا اگر وہ ان امور کو عمل میں

لے آئے گا تو میں انہیں خلیفہ مان لوں گا۔ اور حاضر خدمت ہو کر اطاعت اختیار کروں گا۔ اور دل سے اس کے احکام بجا لاؤں گا۔ نہیں تو میں حکم الہٰی اور مرضی خدا پر راضی ہوں جو کچھ ہونا ہو گا ہو رہے گا۔ تم واپس چلے جاؤ۔ اور جو کچھ تم نے کہا اور سنا ہے اسے عرض کر دو۔ وہ وہاں سے رخصت ہو کر جناب امیر المومنینؑ کی خدمت میں آئے۔ اور جو کچھ معاویہ سے بحث و تمحیص ہوئی تھی بیان کی۔ امیر المومنینؑ نے کہا دوستو کیا یہ واجب نہیں کہ یہ لوگ بطلان اور جھوٹ پر ہو کر اس قدر کوشش کریں اور ہم حق اور سچائی پر ہو کر اس سے زیادہ راغب اور ساعی ہوں جس قدر کہ اب ہیں سب نے اعتقاداً" محبت و نیت صادق سے جواب دیا کہ ہم سے جس قدر ممکن ہو گا آپ کی خوشنودی مزاج کے لیے حد سے زیادہ کوشش کریں گے اور کسی امر میں ذرا بھی سستی یا دیر نہ کریں گے۔

القصہ دوسرے دن صبح کے وقت عبداللہ ابن عمر خطاب آراستہ فوج کے ساتھ معاویہ کے لشکر سے نکلا۔ جناب امیر المومنین نے اطلاع پا کر محمد بن ابی بکر کو کچھ سوار اور پیدل دے کر اس کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ دونوں میں خونریز جنگ اور طرفین سے بہت سے آدمی مارے گئے۔ نماز شام کے وقت ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے۔ دوسرے دن معاویہ کی طرف سے شرجیل بن سمط کندی بڑے جاہ و حشم کے ساتھ نکلا اور جناب امیر المومنینؑ کی طرف سے اشتر نخعی اپنی مستعد قوم کو لے کر آگے بڑھا۔ آج بھی صبح سے شام تک جنگ ہوتی رہی اور دونوں طرف کے بے شمار آدمی کام آئے۔ آفتاب غروب ہونے پر دونوں طرف سے لڑائی بند ہو گئی۔ اور سب اپنی اپنی جگہ پر لوٹ آئے۔

تیسرے دن عمر عاص بہت ہی بڑی تیاری اور ساز و سامان کے ساتھ نکلا۔ جرار فوج کی جمعیت کثیر ہمراہ تھی۔ حضرت امیر المومنینؑ نے عبداللہ ابن عباس کو فوج دے کر اس کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ دونوں طرف سخت جنگ ہوئی۔ اور بہت سے لوگ قتل اور زخمی ہوئے۔ آخر شام ہو گئی اور دونوں اپنی اپنی فرود گاہ کو لوٹ آئے۔ اسی طرح روزانہ جنگ ہوتی رہی۔ یہ محرم کا مہینہ تھا جب محرم گزر گیا اور صفر کا چاند دکھائی دیا جناب امیر المومنینؑ نے فوج میں منادی کرا دی کہ ہم اب تک دو اسباب سے اہل شام سے جنگ میں تاخیر کر رہے تھے اول ماہ حرام کا زمانہ تھا جس میں جنگ کرنا منع ہے۔ دوسرے میں سعی کر رہا تھا کہ یہ لوگ اس معاملہ پر غور کریں اور سعادت دارین حاصل کریں۔ میری بیعت اور فرمانبرداری حاصل کر لیں۔ اس مخالفت اور دشمنی سے دستبردار ہو جائیں۔ اب ماہ محرم گزر گیا اور صفر کا مہینہ آ پہنچا۔ اور وہ لوگ بدستور گمراہی و سرکشی و عداوت پر کمربستہ ہیں۔ ہرچند کہ میں نے سمجھایا ان پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اب میں نے بھی ان سے جنگ کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ مستعد ہو جاؤ اور جدل و قتال کے لیے تیار ہو جاؤ۔ یقین رکھو کہ ہم حق پر ہیں اور سچے یقین اور پاک اعتقاد کے ساتھ اس ظالم گروہ سے جنگ کریں گے۔ **و اللہ یوید بنصرہ من یشاء و هو یهتدی کید الخائنین** یعنی اللہ تعالیٰ جس بندہ کو چاہتا ہے نصرت عطا کرتا ہے اور وہ خیانت والوں کے مکروں کو نہیں چلنے دیتا۔

لشکر نے یہ منادی سن کر جان لیا کہ جنگ میں آپ کے توقف فرمانے کا یہ سبب تھا۔ سب تیار ہو کر جنگ کے لیے آمادہ ہو گئے۔ معاویہ نے بھی یہ خبر سنی اور اپنی باقی فوج کو عمدہ طرح سے مرتب اور آراستہ کر کے قلب و جناح اور میمنہ و میسرہ قائم کیے۔

جناب امیر المومنینؑ نے بھی اپنی فوج کو اس طرح ترتیب دیا۔ سواروں کے میمنہ پر اپنے دو بیٹوں حسن اور حسین علیہم السلام کو مقرر کیا اور پیادوں کے میمنہ پر عبداللہ بن جعفر طیار اور مسلم بن عقیل بن ابی طالبؑ کو، سواروں کے میسرہ پر محمد بن حنفیہ اور محمد بن ابی بکرؓ پیادوں کے میسرہ پر ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کو اس کے بھائی عمر بن عتبہ کو مامور کیا اور سواروں کے قلب میں عبداللہ بن عباس اور عباس بن ربیعہ بن حارث کو جگہ دی۔ اشعث بن قیس اور اشتر نخعی کو

پیدلوں کا قلب حوالے کیا۔ سواروں کے لیے جناح پر سعید بن قیس ہمدانی، عبداللہ بن بدیل، ورقاء خزاعی کو اور پیدلوں کے جناح پر رفاعہ بن شداد اور عیسی عدی بن حاتم طائی کو قائم کیا۔ سواروں کی کمین گاہ عمار یاسر اور عمر بن حمق خزاعی کو سونپی۔ پیادوں کی کمین عامر بن واثلہ کنانی و قبیلہ بن جابر اسدی کے حوالہ کی۔ اس ترتیب سے فارغ ہو کر ہر ایک قبیلہ ربیعہ و نصر اور یمن میں سے ایک ایک بزرگ شخص کو ان پر مقرر فرمایا کہ وہ ان کی حرکات و سکنات پر نظر رکھیں۔ ان کی ترتیب میں فرق نہ آنے دیں اور معرکہ آرائی اور جنگ و جدل کے لیے ہدایات کرتے رہیں۔ جب صفیں قائم ہو چکیں جنگ چھڑ گئی۔ بہادروں نے میدان میں بڑھ چڑھ کر اپنے مرکب نکالے۔

سب سے پہلے معاویہ کے لشکر کا ایک بہادر عوف حارثی اپنی صف سے نکلا اور کچھ دیر میدان میں گھوڑے کو کاوے دے کر رجز پڑھتا رہا۔ پھر مرد مقابل کو طلب کی۔ علقمہ بن قیس جناب امیر المومنینؑ کے اصحاب میں مقابلے پر آیا۔ اور حملہ کرتے ہی ایک نیزہ اس کے سینے پر مار کر گھوڑے سے نیچے گرا دیا۔ پھر عمر عاص نے اپنا علم اپنے بیٹے عبداللہ کو دیا وہ کچھ شامی فوج ہمراہ لے کر بڑھا۔ رجز خوانی کرتا اور اپنی دلیری اور بہادری کی تعریفیں سناتا ہوا لشکر جناب امیر المومنینؑ پر حملہ آور ہوا۔ اور کچھ دیر جنگ کر کے اپنے مقام پر واپس آیا۔ امیر المومنینؑ نے اس صف پر نظر ڈالی جس میں عمر موجود تھا۔ اور ملاحظہ کیا کہ وہ کس مقام پر کھڑا ہے۔ پھر ربیعہ قبیلہ کے ایک بہادر حصین بن منذر کو بلا کر سیاہ علم دیا اور ربیعہ قبیلہ کے پانچ سو چیدہ سوار حوالے کر کے کہا کہ مردانہ وار ان سواروں کو لے کر عمر عاص کے لشکر پر حملہ کر اور کچھ کارنامہ دکھا۔ حصین نے کہا ایسا ہی کروں گا۔ علم لیا اور ربیعہ سواروں سمیت عمر عاص کی جمعیت پر جا پڑا۔ دیر تک اس طرف سے اس طرف اور ادھر سے ادھر حملے کرتا رہا اور بہت سے شامیوں کو مار گرایا۔

معاویہ دور سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا پوچھا یہ سیاہ علم لئے ہوئے کون شخص ہے جواب ملا حصین بن منذر اپنی قوم ربیعہ کو لیے جنگ کر رہا ہے۔ معاویہ نے حکم دیا کہ قبیلہ ‌ کک و لخم و حمیر کے پانچ سو سوار حصین کے مقابلے پر جائیں۔ اس طرف سے بہ اشارہ جناب امیر المومنینؑ قبیلہ مذحج کے ایک سو سوار حصین کی کمک پر روانہ ہوئے۔ جب یہ لوگ حصین سے جا ملے تو بڑی شدید جنگ کی۔ حصین ان سواروں سے جنگ کرتا کرتا معاویہ کے پردہ سرا تک جا پہنچا۔ اب معاویہ کی فوج کے غول کے غول اس کے سامنے سے فرار ہونے لگے۔ اور تاب مقاومت نہ لائے۔ معاویہ کے پردہ سرا سے ایک مرد بولا اے اہل کوفہ ہم تمہارے چچا زاد بھائی ہیں ذرا شرم کرو اور ہمارے پردہ سرا میں نہ گھسو۔ حصین نے ان باتوں کی پرواہ نہ کی اور برابر جنگ جاری رکھی۔ جو شامی نظر پڑتا اور آگے آتا اسی کو قتل کر دیتا۔ اسی طرح شامیوں کے بہت سے آدمی ہلاک کیئے اس کے بعد مظفر و منصور ہو کر پلٹا اور اپنی صف میں آ کھڑا ہوا۔

اس کے بعد عثمانی گروہ میں سے ایک شخص اجبر نام دونوں صفوں کے درمیان میں آ کھڑا ہوا اور عثمان کی تعریف میں رجز خواں ہو کر مرد مقابل طلب کیا۔ جناب امیر المومنینؑ کا ایک محب کیسان نامی مقابلے کے لیے نکلا اور کچھ دیر تک ردوبدل کرتا رہا۔ آخر اجبر نے وار لگا کر شہید کر دیا۔ جناب امیر کو کیسان کے قتل ہونے کا بہت رنج ہوا۔ غصہ کی حالت میں اس شخص کی طرف مرکب دوڑایا اجبر نہ جانتا تھا کہ یہ کون سوار ہے ازراہ شوخی آپ کے برابر آ لگا۔ قریب پہنچتے ہی آپ نے اس کا گریبان پکڑ کر گھوڑے پر سے اٹھایا اور سر سے بلند کر کے اس طرح زمین پر دے مارا کہ اس کی تمام ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔ اور فی الفور مر گیا۔

معاویہ نے یہ حال دیکھ کر اپنے غلام حریث کو جو بڑا نامی بہادر سوار تھا اور جو اکثر دفعہ معاویہ کے ساتھ رہ کر لڑائیوں میں نام پا چکا تھا بلا کر کہا کیا تو اس حجازی سوار سے جس نے اجبر کو مارا ہے اپنے بھائی کا بدلا لے سکتا ہے۔ حریث نے کہا ہاں

میں فرماں بردار ہوں۔ جہاں تک ممکن ہو گا شرط خدمت بجا لاؤں گا۔ اور اگر یہ شخص علیؑ ہو گا تو اسے زندہ نہ چھوڑوں گا معاویہ نے کہا خبردار تو جس سے چاہے جنگ کرنا مگر علیؑ سے اپنے آپ کو باز رکھنا اس کے قریب نہ جانا۔ حریث معاویہ کے پاس سے کچھ دور گیا تھا کہ عمر عاص نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا معاویہ نہیں چاہتا کہ تجھے ناموری اور شہرت حاصل ہو اسی واسطے وہ تجھے علیؑ کے مقابلہ سے روکتا ہے۔ اگر تو موقع پا کر علیؑ کو قتل یا زخمی کر سکے گا تو کمی نہ کرنا تو بڑا ناموراور دنیا میں مشہور ہو جائے گا۔ کیونکہ تو بھی اتنا بہادر ہے جتنا علیؑ۔ حریث اس کی باتوں پر زیادہ حریص ہو کر میدان میں نکلا اور مبارز طلب کیا۔ جناب امیر المومنینؑ نے جان لیا کہ معاویہ کا غلام حریث ہے۔ انتقام کے لیے بھیجا ہے۔ سر پر زرد عمامہ باندھا اور شبرنگ گھوڑے پر سوار ہو کر کہ حریث ان کو نہ پہچان سکے اس کی طرف بڑھے۔ حریث نے دیکھ کر کہا کہ اے سوار علیؑ نے تجھے میرے پاس نہیں بھیجا بلکہ موت کے منہ میں ڈال دیا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کوئی مشکل امر نہیں بہادر ایک دن دنیا میں آتے ہیں اور ایک دن دنیا سے گزر جاتے ہیں۔ حریث گھوڑا اڑا کر حملہ آورا ہوا۔ جناب امیرؑ نے بھی جواب میں ایک ایسی شمشیر لگائی کہ اس کی کھوپڑی کٹ کر پرے جا پڑی۔ حریث ذلت کے ساتھ زمین پر آ رہا اور فوراً اپنی جان مالک دوزخ کے حوالہ کر دی۔ اب معاویہ نے سمجھ لیا کہ یہ سوار علیؑ ہے۔ حریث کے قتل ہونے سے معاویہ بہت غم ناک ہوا۔ عمر عاص کو ملامت کرتا تھا کہ تو نے حریث کو فریب دے کر شیر کے منہ میں جھونک دیا۔ پھر عمر بن حصین سکونی کی طرف متوجہ ہو کر تو حریث کا بدلہ اس سوار سے لے سکتا ہے۔ عمر بڑا من چلا سوار تھا۔ گھوڑا اڑا کر چلا۔ اور چند شامی سواروں نے بھی اس کے ہمرکاب رہنے کے واسطے مرکب دوڑائے۔ عمر امیر المومنینؑ کی پشت کی طرف سے آیا اور چاہا کہ وار کرے۔ سعید بن قیس ہمدانی نے دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ عمر ہے اور یہ بھی سمجھ لیا کہ وہ کس ارادہ سے آگے بڑھ رہا ہے چونکہ جناب امیرؑ اس کی طرف سے غافل تھے اور دوسرے سواروں کی طرف متوجہ کارزار تھے۔ سعید نے للکار کر کہا او نالائق کدھر جاتا ہے۔ ذرا ٹھہر عمر سعید کی طرف پلٹا سعید نے اسی وقت نیزہ مار کر گھوڑے سے گرا دیا۔ وہ اسی وقت مر گیا۔ معاویہ کو اس کے مارے جانے کا بہت رنج ہوا۔ خوب رویا پیٹا کیونکہ وہ شام کا بڑا نامی سردار تھا۔ پھر ذوالکلاع حمیری کو بلا کر اور قبائل کندہ و لخم و حزم کے منتخب سواروں کا مکمل و آراستہ دستہ حوالہ کر کے حکم دیا کہ میں عمر بن حصین کے مارے جانے سے سخت شرمندہ ہوں چاہتا ہوں کہ ان چیدہ سواروں سے حملہ کر کے سعید بن قیس ہمدانی سے انتقام لے اور اسے قتل کر کے میرا دل ٹھنڈا کرے۔ اس نے قبول کیا اور ہزاروں سواروں کی جمعیت سے لشکر امیر المومنینؑ کی جانب بڑھا۔ حضرت نے معلوم کر لیا کہ یہ معاویہ کی چیدہ فوج کے سوار ہیں اور قبیلہ ہمدان کا قصد کر کے نکلے ہیں۔ آواز دی کہ اے آل ہمدان بہت ہوشیاری سے کام لو کیونکہ معاویہ نے یہ فوج تمہارے مقابلے پر بھیجی ہے۔ سعید نے کہا یا امیر المومنینؑ آپ مطمئن رہیں اور ہمیں ان کے لیے چھوڑ کر تماشا دیکھیں۔ پھر اپنی قوم کو مطلع کر کے حکم دیا کہ سب آپس میں متحد ہو جاؤ۔ اس کے بعد ذوالکلاع اور اس کے لشکر پر حملہ کیا۔ طرفین نے سخت جانکاہی سے کام لیا۔ انجام کار قبیلہ ہمدان ہی غالب آیا۔ قیس اور اس کی قوم نے ایک ہزار سواروں کو سراپردۂ معاویہ تک مار ہٹایا۔ اور ان میں سے کئی نامی سردار ہلاک کر دیئے گئے۔ یہ جنگ نماز شام تک جاری رہی اور باہم قتل و قمع ہوتا رہا۔ امیر المومنینؑ نے اس حملہ کو بہت ہی پسند فرمایا۔ سعید بن قیس اور اس کی قوم کو اپنے پاس بلایا۔ اور ان کی بڑی تعریف کی۔ اور اچھے اچھے وعدے فرمائے۔ اور کہا اے آل ہمدان گویا تم میری جوشن و زرہ اور تیر و کمان ہو۔ ہمیشہ تم سے قوی پشت رہا ہوں اور تم پر بھروسہ کیا ہے۔ اے سعید تو مجھے بمنزلہ چشم اور دست راست کے ہے اور ہمیشہ ہر کام میں تیری شجاعت و مردانگی اور فصاحت و عقلمندی پر اعتماد کرتا رہا ہوں۔ خدا کی قسم اگر بہشت کا دینا میرے اختیار میں ہوا تو اے قبیلہ ہمدان تم کو سب سے زیادہ اور برتر مقام

میں جگہ دوں گا۔

سعید نے کہا اے امیرالمومنینؑ ہم یہ کام خدا کی خوشنودی کے لیے کرتے ہیں۔ کچھ آپ پر احسان نہیں۔ درگاہ باری تعالیٰ سے ہمیں اس کا ثواب اور اجر ملے گا۔ جو کام نہایت دشوار ہو اس کے لیے حکم دیجئے اور جدھر چاہے ہمیں روانہ کر دیجئے۔ ہم مطیع ہیں اور آپ کو دل و جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ امیرالمومنینؑ یہ باتیں سن کر بہت خوش ہوئے اور ان کی تعریف کی۔ وہ بھی خوشی سے خوش خوش اپنی فرودگاہ پر واپس چلے گئے۔ دوسرے دن جب سورج نکلا۔ دونوں لشکروں نے جنگ کی تیاری کی اور صف بستہ ہو گئے۔ حضرت امیرالمومنین علیؑ نے اپنے دوستوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ آج کل سے بھی زیادہ ثابت قدمی اور استقلال کو اپنا شعار بناؤ۔ اور جس وقت یہ لوگ جنگ چھیڑ دیں تو تم بھی ان پر حملہ کرو اور نمایاں کام کر کے دکھاؤ جب وہ بھاگ نکلیں تو بھاگ جانے دو۔ زخمیوں اور عاجزوں کو قتل نہ کرنا۔ عورتوں کی پردہ دری سے باز رہنا' کسی کا پردہ فاش نہ کرنا اور میری اجازت کے بغیر کسی کے خیمہ میں نہ گھسنا' ان کا اسباب ان کے خیموں سے نہ نکالنا اور برباد نہ کرنا۔ مگر اثنائے جنگ میں مقتولوں کے پاس سے جو کچھ ملے لے لو' اگر ان کی عورتیں تم کو گالیاں اور کوسنے دیں تو تم کسی کا جواب نہ دینا اور خاموش رہنا کیونکہ عورتیں بے عقل ہوتی ہیں۔ غرض شامی شہسوار میدان جنگ میں آئے۔ اپنی تعریفیں کرتے ہوئے معاویہ کے ثناء خواں تھے اور رجز پڑھتے تھے۔ جناب امیرالمومنینؑ کے لشکر سے بھی جنگجو بہادر نکلے اور باہم الجھ پڑے۔ ابو ایوب انصاری نے بھی اپنی صف سے نکل کر اور میدان میں پہنچ کر مرد مقابل طلب کیا' بہت دیر تک آواز دیتا رہا مگر شامی لشکر میں سے کسی نے بھی سر نہ نکالا۔ جب ایک شخص نے بھی اس کے مقابلے پر نکلنے کی جرات نہ کی تو ابو ایوب انصاری خود ہی مرکب کو مہمیز کر کے شامی لشکر پر جا پڑے حملہ کرتے تھے تو کوئی سامنے نہ ٹھہرتا تھا۔ یہاں تک کہ معاویہ کے پردہ سرا تک جا پہنچے۔ اس وقت معاویہ دروازہ پر کھڑا تھا۔ ابو ایوب کو دیکھ کر بھاگا۔ اور پردہ میں گھس کر دوسری طرف سے نکل گیا۔ ابو ایوب دروازے پر کھڑے مرد مقابل کو طلب کرتے تھے۔ کچھ شامی مقابلے پر آئے ابو ایوب نے سب کو مار گرایا اور اس کے بعد سلامتی سے اپنی فرودگاہ پر لوٹ آئے۔

اب معاویہ بھی خوفزدہ زرد رو اپنے خیمہ میں واپس آیا۔ اپنی سپاہ کو ملامت کرنے لگا کہ علیؑ کے ایک سوار نے تمہیں اس قدر رگیدا۔ اور پسپا کیا کہ میرے پردہ سرا تک چلا آیا اور تمہارا یہ حال کیا کہ گویا قیدی بنا رکھا ہے اور ہاتھ پاؤں جکڑ رکھے ہیں۔ کسی ایک سے اتنا بھی نہ ہوا کہ ایک مٹھی بھر خاک اس کے گھوڑے کے منہ پر ڈال دیتا۔ ایک شامی بہادر جس کا نام مترفع بن منصور تھا معاویہ سے کہا خاطر جمع رکھو میں اسی سوار کی طرح حملہ کروں گا جس طرح وہ تیرے پردہ سرا تک آیا تھا میں بھی علیؑ کے پردہ سرا تک پہنچ کر دم لوں گا۔ اور اگر علیؑ کو دیکھ پایا تو موقع پا کر زخم خوردہ ضرور کر دوں گا کہ تیرا دل شاد ہو۔

اس کے بعد مرکب کو دوڑایا اور لشکر جناب امیرؑ پر حملہ کیا۔ اور جانب پردہ سرا جناب امیرؑ چلا ابو ایوب انصاری نے اسے دیکھ لیا۔ گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اس کے سر پر پہنچ کر شمشیر کا ایک ہاتھ گردن پر رسید کیا اس صفائی کا ہاتھ بیٹھا کہ تلوار دوسری سمت سے نکل گئی۔ اور سر بدستور گردن پر دھرا رہا۔ اسی اثناء میں گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔ اس کا سر ایک طرف اور دھڑ دوسری طرف جا گرا۔ دیکھنے والے ابو ایوب کے ہاتھ کی صفائی کی تعریفیں کر رہے تھے۔

اب جناب امیرؑ کے لشکر سے قبیلہ طے نے آگے بڑھ کر لشکر معاویہ کے مقابل قیام کیا۔ اور معاویہ کی فوج سے حمزہ بن مالک ہمدانی نکل کر آیا اور پوچھا تم کون ہو۔ عبداللہ بن حنیفہ طائی نے کہا ہم قبیلہ طے اور طے کوہ میں سے ہیں۔ شمشیر زن' جنگ جو' بے نظیر بہادر اور شب و روز لڑنے والے سوار ہیں۔ حمزہ نے کہا واہ واہ طے والو تم نے اپنی خوب ہی تعریف

کی اور اپنے آپ کو بہادروں میں شامل کر لیا۔
اس کے بعد اپنی جمعیت سمیت ان پر حملہ کیا انہوں نے بھی خوب خوب ہاتھ دکھائے۔ دونوں طرف سے جان توڑ کر مقابلہ ہوا۔ اس جنگ میں جناب امیرؑ کے کافی لشکری شہید ہوئے۔ آخر محمد بن ابوبکر نے کچھ سواروں سے ان کی امداد کی اور معاویہ کی فوج کے بے شمار آدمی تہ تیغ کر دیئے۔ اور مظفر و منصور ہو کر اپنے اپنے مقام پر پلٹے۔
دوسرے دن پھر میدان کارزار گرم ہوا۔ صفیں مرتب ہوئیں۔ معاویہ کے لشکر سے کچھ سوار نکلے۔ سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھے۔ آنکھوں کے سوا اور کوئی عضو بدن لوہے سے باہر نہ تھا۔ حضرت امیرالمومنینؑ کی طرف سے بھی سوار اسی طرح مسلح ہو کر نکلے۔ طرفین میں ایک ہزار سے زیادہ بہادر شریک تھے۔
اس کے بعد عبداللہ ابن عمر خطاب نے آکر جناب حسن ابن علی علیہ السلام کو آواز دی کہ مجھے کچھ کہنا ہے۔ اگر قدم رنجہ فرمائیں تو میں عرض کروں گا۔ جناب حسنؑ نے خیال کیا کہ شاید عبداللہ جنگ کرنے کے واسطے بلاتا ہے ہتھیار لگا کر میدان میں آئے۔ عبداللہ نے قریب آکر کہا آپ مسلح ہو کر کیوں آئے۔ معاذ اللہ میں اور آپ کا دشمن بنوں بلکہ آپ سے ملاقات کرنا اور کچھ سمجھانا چاہتا تھا اور یہ کہ جو کہنا ہے عرض کروں۔ جناب حسنؑ نے کہا جو کچھ کہنا ہے کہہ۔ عبداللہ نے کہا تمہارے باپ نے قریش کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا۔ اس سبب سے لوگ ان کے دشمن ہو گئے اور کہتے ہیں کہ اس نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ اب یہ امر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تم علیؑ کا ساتھ چھوڑ دو اور ہمارے پاس چلے آؤ۔ ہم سب متفق ہو کر خلافت آپ کے حوالے کر دیں گے اور مطیع و فرمانبردار رہیں گے پھر یہ عداوت اور لڑائی بھی رفع دفع ہو جائے گی۔
حسن بن علیؑ نے کہا اے عبداللہ مرحبا کیا اچھی تدبیر نکالی ہے اور بڑی نیک رائے دی ہے کیا کہنے ہیں۔ بھلا مجھ سے یہ کام کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں اللہ تعالی کی جناب میں کافر ہو جاؤں اور جناب محمد مصطفےٰؐ کے ارشاد کے خلاف چلوں۔ خلیفہ وقت اور وصی رسول برحق سے سرتابی کروں خبردار پھر ایسا کلمہ زبان سے نہ نکالنا۔ تجھے شیطان نے بہکا رکھا ہے تیری بصیرت زائل کر دی ہے۔ اور ان برے اعمال نے جو تجھ سے ظہور میں آئے ہیں تیرے دل کو تاریک کر دیا ہے۔ تجھے دھوکا دے کر دین سے برگشتہ بنایا ہے اور اس ظالم، بدکار اور مکار کی خدمت میں لا ڈالا ہے۔ کیا تو اس کے نسب کو بھول گیا ہے۔ اس کا باپ ابوسفیان، بھائی خالو اور چچا سب حضرت محمد مصطفےٰؐ کے دشمن تھے۔ اور اب بھی ہیں۔ اور اگر اسلام لائے بھی ہیں تو محض مصلحت وقت سمجھ کر کلمہ شہادت زبان سے کہہ دیا ہے۔ دل سے مسلمان نہیں ہوئے تھے نہ اب ہیں۔ انہیں مسلمان نہ کہنا چاہیے بلکہ نام کے مسلمان کہنا لازم ہے۔ اور تو جو فاروق کا بیٹا ہے اس لیے جنگ کرتا ہے کہ تجھے کوئی ملامت نہ کرے۔ مگر تجھے یہ بات خود ہی معلوم ہے کہ تو کیا کر رہا ہے اور کس سے مل بیٹھا ہے اور کس کی مدد کرتا ہے۔ جو نہ خود اسلام سے کوئی واسطہ رکھتا ہے اور نہ اس کے باپ بھائی اور چچا وغیرہ ہی مسلمان تھے۔
اے عبداللہ جا، واپس چلا جا اور تو بھی جہاں تک ہو سکے وصی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نفس رسول کی دشمنی میں زور لگا لے۔

ہشام بن عبدالملک کی ایک بوڑھے سے ملاقات جو دقیق سوال و جواب سے آگاہ تھا

بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہشام بن عبدالملک جنگل میں سیر کر رہا تھا اتفاقاً غبار اٹھتا نظر آیا ملازموں سے کہا اسی جگہ ٹھہرو اور خود ایک غلام کے ساتھ اس طرف چلا۔ قریب پہنچ کر ایک قافلہ نظر آیا۔ جو ہر قسم کی اشیاء لا رہا تھا۔ ہشام نے ان میں سے ایک ضعیف العمر آدمی کو دیکھا جو سب سے زیادہ خوبصورت اور ممتاز شخص معلوم ہوتا تھا۔ اس سے دریافت کیا کہ تو کون ہے اور کہاں سے آتا ہے اور تیرا وطن کس جگہ ہے۔ بوڑھے نے جواب دیا میرا وطن کوفہ ہے مگر تجھے اس سے کیا مطلب۔ اگر میں عرب کے سب سے ذلیل گروہ میں سے ہوا تو اس میں تیرا کچھ نقصان نہیں اور جس امر سے کوئی نفع یا نقصان متعلق نہیں تو اس کا پوچھنا ہی کیا!

ہشام نے کہا مجھے تیری بات سے معلوم ہوا کہ تو اپنی حقیقت حال کہنے سے شرم کرتا ہے۔ ہشام بھینگا اور بدصورت تھا۔ بوڑھا ہنسا اور بولا میں نے تیرے کمینہ نسب کو تیری بدصورتی اور کریہہ شکل سے پہچان لیا اور اگر مجھے اپنی تعریف کرنے پر ہی مجبور کرتا ہے آگاہ ہو کہ میں اس قبیلے سے ہوں اور فلاں فلاں آدمی میرے قبیلے سے ہیں۔ ہشام نے کہا اللہ اکبر تو بڑا ہی عیب دار نسب والا ہے اور جو شخص تیرے قبیلے سے نہ ہو اسے شکر کرنا چاہیے۔ بوڑھے نے کہا اسی صورت زیبا اور چشم شہلا پر تو اوروں کے عیب نکالتا ہے ذرا اپنی تو کہہ کس قوم سے ہے۔ اور تیرا حسب نسب کیا ہے۔ ہشام نے کہا میں قریش سے ہوں۔ بوڑھے نے کہا قریش بہت بڑا قبیلہ ہے اس میں اعلیٰ و ادنیٰ وضیع و شریف بھی شامل ہیں تو کس بطن سے ہے اور کیا صفات رکھتا ہے۔ ہشام نے کہا میں بنی امیہ کے ان اراکین اور شرفاء میں سے ہوں جن کی شرافت اور بزرگی کی برابری کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ نہ کوئی جماعت اس گروہ سے انتقام لے سکتی ہے۔

بوڑھے نے یہ سن کر زور سے قہقہہ لگایا۔ اور کہا اے بھائی بنی امیہ تجھے مرحبا ہے کہاں تک تو نے اپنے نسب کی نفاست کو چھپا کر رکھا اور مجھے اپنی نسبت مغالطے میں رکھا خوب کیا کہ یہ بات کہہ دی اور میرے دل سے اس فکر کو دور کر دیا۔ سچ ہے تو بہت ہی اچھے نسب' منتخب خاندان' قابل تعریف گروہ اور عالی نسب جماعت میں سے ہے۔ تجھے ایسے نسب پر شرم آنی چاہیے۔ کیا تو نے نہیں سنا کہ بنی امیہ زمانہ جاہلیت میں سود کھاتے تھے۔ مسلمان ہوئے تو خاندان نبوت کے حقوق پر ہاتھ صاف کیا۔ تمہارا بڑا جد سردار زمانہ جاہلیت میں شراب پیتا تھا اور اب ظالم ہے۔ تیرے قبیلے نے چالیس معرکوں میں پشت دکھائی اور فرار ہو کر اپنے بہادروں کو برباد کیا اور اپنی آبرو کو خراب کیا۔ بدلہ لینے سے عاجز رہ گیا ہے۔ تو بڑی حقیر جماعت میں سے ہے۔ جس کی یہ کچھ خصلت اور مذہب ہے اور دلیری و بہادری اس قسم کی ہے۔ علاوہ ازیں تم حضرت سید المرسلینؐ کی گواہی کے مطابق دوزخی بھی ہو۔ تمہارے مرد نسب کی عار کے سبب آنکھ نہیں ملا سکتے۔

تمہاری عورتیں طینت کی بدی اور شہوت کے غلبے کے باعث سر اونچا نہیں کر سکتیں۔ عتبہ جو بدر کے دن علمبردار تھا تم سے نسب ملاتا ہے اور ہندہ جو تمام عیبوں کا مخزن مشہور تھی تم سے علاقہ رکھتی ہے۔ صخر بن حرب یعنی ابو سفیان زمانہ جاہلیت میں شراب خور اور بیطار تھا۔ جونہی دولت دنیا نے ذرا ساتھ دیا کئی مرتبہ جناب محمد مصطفیٰؐ پر لشکر کشی کی۔ اور جس وقت اسلام لایا تو حسن اعتقاد کی توفیق میسر نہ ہوئی۔ یہ بھی تم میں سے تھا۔ معاویہ جس کی نسبت رسول خداؐ نے سات مرتبہ ایسا اور ویسا کہا ہے تمہارا سرتاج اور امام و پیشوا تھا۔ وہ جناب رسول خداؐ کے وصی اور چچا زاد بھائی کے ساتھ لڑا۔ اور زیاد ولدالزنا کو اپنے نسب میں شریک کیا اور ذات القلائد کو جو اس کی منکوحہ اور طلاقن تھی اپنے نکاح میں لایا۔ جب اپنا آخری وقت آیا تو اپنے بیٹے یزید کو اپنا ولی عہد بنایا۔ سنت نبوی کو مٹایا۔ ہر ایک سنت کے عوض بدعت جاری اور اس نے خونریزی کی بنا ڈالی۔ عتبہ ابن معیط کو اصحاب علی پر مسلط کیا۔ جسے جناب رسول خداؐ نے قریشی نسب سے خارج فرمایا تھا۔ تم نے اسے اپنے ساتھ ملحق کر لیا۔ اپنے عزیزوں میں سے ایک عورت اس کے حوالے کر دی حالانکہ وہ صفوبہ والوں

میں سے یہودی تھا۔ جس کی نسبت جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اسے بہترین بندے نے قتل کیا ہے اور تمہیں عار لگا دی۔

تم ایسے پسندیدہ اور قابل تعریف لوگ ہو اس کا بیٹا ولید جس نے کوفہ میں شراب پی کر صبح کے وقت پیش نمازی کی اور دو کی بجائے چار رکعت پڑھا دیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جس کی نسبت فاسق ہونا فرمایا ہے جس جگہ یہ ارشاد کیا ہے **افمن کان مومنا کمن کان فاسقا لا یستوون** وہی تمہارا دل پسند اور محمود ہے اور عبد الملک بن مروان جس کا سب سے بڑا فاضل دوست اور سب سے زیادہ منصف امیر حجاج لعین تھا وہ تمہارا بزرگ ہے وہ بدکاروں اور خیانت کرنے والوں اور بے وفاؤں کا جتھا جس نے پیغمبرؐ کی اولاد کو شہید کیا اور گوبھیوں میں پتھر اور نجاست بھر بھر کر خانہ کعبہ میں پھینکی سب تمہارے ہی یادگار اور مددگار تھے۔ تمہارا پہلا مددگار درمیانی غدار اور آخری مکار ہے۔ تمارا بزرگ شرابی اور جھوٹا بے حیا!

بوڑھا جب ان مذکورہ بالا باتوں کو بیان کر چکا تو ہشام ہکا بکا اور ششدر و حیران کھڑا رہ گیا۔ کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا جواب دے۔ غمزدہ حالت میں جانب لشکر پلٹا۔ اور غلام سے کہا دیکھا اس بوڑھے نے ہمارا کیا حال کیا تجھے اس کی کچھ باتیں یاد ہوں تو بیان کر۔ غلام نے کہا خدا کی قسم میں تو اس کی باتیں سن کر ایسا سن اور بے خبر ہو گیا تھا کہ اپنا نام تک یاد نہ رہا تھا۔ پھر اس کی مہمل گفتگو کو کیا یاد رکھ سکتا۔ میں نے تو کئی دفعہ چاہا کہ تلوار سے اس کا سر اڑا دوں' وہ بڈھا بڑا ہی کافر' لسان' شیطان اور برا آدمی تھا۔

ہشام نے کہا اگر تو اس کے خلاف کچھ کہتا تو ابھی تیرا سر قلم کر دیتا۔ خبردار تجھے ان باتوں میں سے کوئی بھی یاد نہ رکھنی چاہیے نہ کسی سے ذکر کرنا ورنہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

ہشام نے اپنے خدمتگاروں کو حکم دیا کہ اس حلیے کا بوڑھا قافلے کے ساتھ اس مقام پر ہے اسے میرے پاس پکڑ کر لاؤ۔ ان لوگوں نے اس دشت و بر میں بہت کچھ اسے ڈھونڈا' اور دیکھ بھال کی مگر اس کا کہیں پتہ نہ چلا۔ کیونکہ ہشام کی واپسی کے بعد اسے خیال آیا کہ یہ سوار حاکم وقت معلوم ہوتا ہے۔ واپس پہنچ کر میری گرفتاری کے لیے آدمی ضرور بھیجے گا اس لیے فوراً ہی راستے سے کٹ کر ایسی طرف سے نکل گیا جہاں سے کسی خاص و عام کا گزر نہ تھا۔

ہشام اس وقت سے ہمیشہ اس شخص کی گرفتاری کے درپے رہتا تھا اور اس دن کی اس بھول پر کہ اسے گرفتار نہ کر سکا افسوس کیا کرتا تھا۔

غلام کہتا ہے کہ مجھے اس بوڑھے کا کہنا حرف بحرف یاد تھا اور تمام باتیں مجھے ازبر تھیں لیکن میں نے اس وقت مصلحت نہ سمجھی اس لیے ہشام کے جواب میں انکار کر دیا۔ اور سلامت رہا جب تک ہشام زندہ رہا میں نے ان باتوں کا ذکر کسی سے نہ کیا۔

الغرض ہم پھر اسی جگہ سے بیان شروع کرتے ہیں کہ عبداللہ حسن ابن علی علیہ السلام کی یہ باتیں سن کر بہت ہی شرمندہ ہوا۔ اور الٹا پھر گیا۔ اور جو گفتگو مابین ہوئی تھی معاویہ سے جا کہی۔ اس کے بعد معاویہ نے شامیوں کی ایک جماعت کو طلب کر کے اہل عراق سے جنگ کرنے کی ترغیب دلائی اور کہا کہ علی علیہ السلام کے لشکر پر حملہ کرو شاید کچھ کام نکل آئے۔ کیونکہ اب جنگ کو بہت عرصہ ہو گیا ہے۔ ان لوگوں نے عراق والوں پر بڑا سخت حملہ کیا۔ اور ایک ہزار سوار کو بہت پیچھے تک ہٹا لے گئے۔ امیر المومنینؑ یہ حال دیکھ کر گھوڑے پر سوار ہوئے آپ کے دوست بھی ساتھ ہو گئے پھر بلند آواز سے تکبیر کہتے ہوئے ان پر حملہ کیا۔ شامی تاب مقابلہ نہ لا کر بھاگ نکلے۔ آپ نے فرمایا کہ ان نالائقوں کو پوری سزا

دو۔ چنانچہ امیرالمومنینؑ کی فوج ان کے قتل پر مستعد ہو گئی۔ ایک ہی حملے میں سات سو شامی کاٹ کر رکھ دیئے۔
دوسرے دن سورج نکلتے ہی صف آرائی ہو گئی۔ جناب امیرالمومنینؑ نے بھی اسلحہ سجائے۔ اور جناب رسول خداؐ کی سواری کے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں آئے اور آواز دی کہ اے ہندہ کے لڑکے ان خدا کے بندوں سے ہاتھ اٹھا اور ان کی خون ریزی سے باز آ اور خود میدان میں نکل کہ باہم کچھ دیر جنگ آزمائی کریں۔ اگر تو غالب آیا مجھ پر فتح پائے گا۔ اور ملک ہاتھ آ جائے گا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مظفر و منصور کیا تو مسلمان اس شدت رنج سے بچ جائیں گے۔ معاویہ امیرالمومنینؑ کی آواز سن کر خاموش رہا۔
عبداللہ ابن عمر خطاب نے کہا اپنے اوپر عیب نہ لگا۔ اگر تو سفیان کا بیٹا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے شجاعت اور جنگ و جدل میں مہارت کامل ہے تو میدان میں نکل ہم بھی تیری بہادری اور دلیری دیکھیں۔ معاویہ پھر بھی چپ ہو رہا۔ اور کچھ نہ بولا۔
جناب امیرالمومنین نے کچھ عرصے تک گھوڑے کو میدان میں کاوے دیئے اور جب دیکھ لیا کہ مقابلے پر آنا نہیں چاہتا تو باگ اٹھائی اور اس کی فوج کے میمنہ اور میسرہ پر حملہ کر کے سب ابتر و برہم کر دیا اور کئی شخصوں کو قتل کر کے اپنی لشکر گاہ میں واپس چلے آئے۔
عمر عاص نے کہا اے معاویہ تو نے یہ اچھا نہ کیا کہ علی ابن ابی طالبؑ نے میدان میں آ کر تجھے طلب کیا اور تو مقابلے پر نہ نکلا۔ معاویہ اس کی یہ بات سن کر ہنسا اور بات ٹال کر اور اذکار کرنے لگا اب جناب امیرالمومنینؑ نے اور رنگ کا لباس زیب تن فرمایا۔ اور میدان میں نکل کر مرد مقابل طلب کیا۔ عمرو عاص نکل کر آیا۔ اس بے خبری میں کہ یہ کون شخص ہے اس نے رجز پڑھی اور کہا اے اہل عراق میں تم سے جنگ کروں گا اور اگرچہ تم سب کے سب ابوالحسن ہی کیوں نہ ہو میں سب کو تلوار کی دھار پر رکھ لوں گا۔ امیرالمومنینؑ کو اس کی یہ بات بہت ناگوار گزری۔ ضرورت سمجھ کر اپنا نام ظاہر کر دیا۔ عمر عاص آپ کا نام سنتے ہی سمجھ گیا کہ شیر کے منہ میں آ گیا۔ گھبرا کر بھاگا۔ امیرالمومنینؑ نے بھی گھوڑا اس کے پیچھے ڈالا۔ قریب پہنچ کر نیزہ رسید کیا۔ اتفاقاً نیزہ کی سناں اس کے پیراہن پر بیٹھی اور عمر کو گھوڑے سے گرا دیا۔ وہ سر کے بل زمین پر گرا۔ ٹانگوں میں ازار نہ تھی۔ پاؤں اونچے ہونے کے سبب اس نے شرم گاہ آشکارا کر دی۔ جناب امیرالمومنینؑ نے فوراً منہ پھیر لیا اور فرمایا تجھے خدا کی پھٹکار جا تو اپنی شرم گاہ کو آزاد کردہ سہی۔ عمر عاص موقع پا کر اٹھا اور بھاگ کر معاویہ کے پاس جا پہنچا۔ معاویہ نے قہقہہ لگایا اور کہا۔ اے عمر تو نے عجیب فریب کیا کسی شخص نے کون دکھا کر قتل ہونے سے اپنے کو نہیں بچایا۔ اور جس شخص نے یہ حیلہ کیا اور کون دکھا کر جان بچائی وہ تو ہی ہے۔ علیؑ عجیب نیک خلق مرد ہے جس نے کسی کی کون پر نظر ڈالنی گوارا نہ کی اور نہ چاہا کہ برہنہ کون والے کو قتل کرے اگر کوئی اور ہوتا تو تجھے مار ہی ڈالتا لیکن اس کی حیا اور کرم نے اسے روک دیا کہ تجھے قتل کرنے سے روک دے اور شرم گاہ پر نظر نہ ڈالے۔
عمر نے کہا اے پسر سفیان تو کب تک یہ ذکر کئے جائے گا۔ خدا کی قسم اگر تو میری جگہ اس حالت میں وہاں ہوتا تو علی تجھے کبھی نہ چھوڑتا۔ اور تجھے برہنہ پشت ہونے سے بھی نجات نہ ملتی۔ میں دیکھتا تھا کہ جس وقت لڑائی کے لیے طلب کیا تھا تو تیرا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔ اور منہ پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں تو اتنی بے ہودہ بکواس نہ کر اور میرے ساتھ تمسخر کرنے سے باز آ۔ تو اتنا دلیر اور بہادر نہیں جو میرے اوپر ہنس سکے۔ عمر عاص کہے جا رہا تھا اور معاویہ خوش ہو ہو کر ہنستا تھا اور کہتا تھا اے ابا عبداللہ اگر تو علیؑ کے سامنے سے بھاگ پڑا تو کوئی بات نہیں مگر پشت برہنہ کر دینا اور شرمگاہ کو کھول دینا بہت بڑا عیب اور بدنامی کی بات ہے۔
عمر نے کہا ان باتوں کو جانے دو اور معرکہ آرائی کے لیے قدم بڑھاؤ۔ اور میدان میں نکل کہ تیری بہادری اور دلیری بھی

دیکھوں۔ دوسرے دن آفتاب طلوع ہونے پر جناب امیر المومنینؑ نے اپنے آدمیوں کو طلب کیا۔ جب سب جمع ہو گئے خطبہ پڑھا اور مسلمانوں کو اچھی اچھی نصیحتیں کیں۔ اثناء خطبہ میں فرمایا اے لوگو خدا تعالیٰ نے تمہیں نیک کام کا حکم دیا اور پاک تجارت کی ہدایت کی ہے۔ جن کی طرف متوجہ ہونا اور دلی رغبت رکھنا سبب حصول نجات اور موجب درجات عالیہ ہے۔ تم جنتوں کی نعمتوں اور حوروں کو پاؤ گے جیسا کہ کلام مجید میں ارشاد ہے:

ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان مرصوص یعنی بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کے راستے میں ایسے صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں گویا وہ دھات کی دیوار ہیں۔ اس آیتہ شریفہ کے معانی پر غور کرو اور اپنی صفوں کو سیسہ کی دیوار جیسی بناؤ۔ زرہ والوں کو آگے رکھو اور جن کے پاس اسلحہ کم ہیں انہیں پیچھے۔ دل کو مضبوط اور قدموں کو اپنی جگہ قائم رکھو۔ یہ باتیں لڑائی کے لیے ضروری ہیں۔ اور ایسا کرنے سے تم پر تلوار کارگر نہ ہو گی۔ تمہارا دل قوی رہے گا۔ جنگ کے وقت تیر کو اچھی طرح کھینچنا چاہیے۔ نیزہ کو سب سے بہتر ہتھیار سمجھو اور اسے ایسے شخص کو نہ دو جو تجربہ کار اور عمدہ مبارز نہ ہو۔ صفوں میں سے نکل کر نہ بھاگو کیونکہ اس سے غضب الٰہی میں گرفتار ہو گے۔ یاد رکھو کہ احتیاط اور بچاؤ عمر بڑھا نہیں دیتا اور دلیری اور بہادری زندگی گھٹا نہیں سکتی۔ اور موت اور حکم خدا کو کوئی چیز ٹال نہیں سکتی۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

قل لن ینفعکم الفرار ان فررتم من الموت او القتل و اذا لا تمتعون الا قلیلا اگر اس وقت بچاؤ کرو گے اور جنگ سے بھاگو گے تو اس صورت میں کہ حکم خدا ہی ہو گا کہ موت آ جائے تو بھاگنے سے کوئی فائدہ نہ نکلے گا اور نہ تم بھاگ سکو گے جو کچھ زمانہ کی تبدیلیاں مقدر ہو چکی ہیں وہ دیکھنی ہی پڑیں گی اس لیے دل کو حکم الٰہی کے تابع کر لو اور صبر سے طالب امداد ہو کیونکہ صبر سے ظفر حاصل ہوتی ہے۔ جناب امیر المومنینؑ کے سچے دوستوں اور پکے ہوا خواہوں نے بڑی خوشی اور مسرت سے آپ کا یہ فرمان قبول کیا۔ اور عرض کی ہم آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ جان و دل سے زیادہ آپ کو عزیز رکھتے ہیں۔ اور آپ کے خیر خواہ ہیں جس امر کے لیے حکم دیں گے دلو جان سے بجا لائیں گے۔ اور جب تک رمق جان باقی ہے خدمت گزاری میں کمی نہ کریں گے۔ جناب امیرؑ نے ان کو دعائے خیر دی۔ پھر سوار ہوئے اور تمام لشکر آپ کے ہمرکاب مستعد ہو گیا۔ جس وقت رزم گاہ میں ایک شامی بہادر مجمع بن حزامی نے قوم بنی حزام کے پاس آ کر کہا اے بھائیو میری مدد کرو۔ میں چاہتا ہوں کہ آج نمایاں خدمت کروں۔ لوگ علیؑ کی دلیری اور بہادری کی بڑی تعریفیں کرتے ہیں میں چاہتا ہوں کہ اسے دیکھوں اور اس کے ساتھ جنگ کروں۔ بنی حزام میں سے کسی نے بھی اس کا ساتھ نہ دیا۔ ناچار گھوڑے کو چابک لگا کر میدان میں آیا اور کہا علیؑ کو بتاؤ میں اس سے جنگ کروں گا۔ عدی بن حاتم گھوڑ بڑھا کر میدان میں آیا اور کہا کہ یہ شیخی کب تک۔ میں تیرے مقابلے کے لیے آ پہنچا دکھا کیا ہنر رکھتا ہے۔ حزامی نے یہ بات سن کر عدی پر حملہ کیا اور عدی نے اس کے سینے پر ایسا نیزہ مارا کہ فوراً گھوڑے سے گر گیا۔

اب خالد بن معمر دوسی جو زمانہ کے مشہور و معروف بہادروں میں بڑا نامور آدمی تھا جناب امیر کی فوج سے نکلا اور میدان رزم میں کھڑے ہو کر بولا اے عراق و حجاز کے باشندو تم میں سے کون اپنے آپ کو خدا کے ہاتھ فروخت کرتا اور میرا ساتھ دینا چاہتا ہے کہ میں اس بد ذات سے جنگ کر کے اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کروں۔ ہر ایک قبیلے سے سوار و پیدل غول کے غول نکلنا شروع ہوئے۔ یہاں تک کہ اس کے پاس نو ہزار بہادر جمع ہو گئے۔ سب اس کے ہمراہ ہوئے اور تلواروں کے میان توڑ کر اس کے سامنے ڈال دیئے۔ پھر شامیوں کے معرکہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ بہادرانہ حملے گئے اور ایسی کارزار کی کہ کبھی دیکھی نہ سنی گئی۔ اور نہ کسی جنگ نامہ یا تاریخ میں ایسی لڑائی پائی جاتی ہے۔ لڑتے لڑتے معاویہ کے پردہ سرا

تک پہنچ گئے۔ معاویہ یہ حال دیکھ کر نکل بھاگا اور شامی لشکر میں جا پہنچا۔ خالد پردہ سرا کے اندر گھس گیا اور جس قدر سامان و اسلحہ پایا لوٹ لیا اب معاویہ نے ایک چال چلی۔ ایک قاصد نے خالد کے پاس پہنچ کر پیغام دیا کہ تو جنگ اور لوٹ میں اس قدر سختی کیوں کرتا ہے۔ اس حرکت سے باز آ۔ اگر میں فتح یاب ہو گیا تو خراسان کی امارت تیرے حوالے کر دوں گا۔ خالد کو خراسان کی امارت کا لالچ آ گیا۔ معاویہ کی شرط قبول کی۔ سعی جنگ سے ہاتھ روک لیا اور اپنی قیام گاہ پر لوٹ آیا۔

بیان کرتے ہیں کہ جب امیر المومنین کو نماز میں شہید کر دیا اور معاویہ کا کام بن گیا تو خالد بن معمر معاویہ کے پاس پہنچا۔ اعور شنی اس کے ہمراہ تھا۔ معاویہ نے ان دونوں کو دیکھ کر بہت سخت اور سست کہا اور گالیاں دیں۔ اور سامنے سے دھتکار کر نکال دیا۔ اور ان کے اس روز کے حملے کرنے کو یاد دلایا وہ چپکے کھڑے رہ گئے۔ جب معاویہ اپنے کام سے فارغ ہو گیا تو خالد نے یہ قطعہ پڑھا:

معاویہ لا تجھل علینا فاننا ۔۔۔ نزال فی الحرب العصیب معاویا

متی تدع فینا دعوۃ ربیعتہ ۔۔۔ یجبک و خال یحصنون العوالیا

فان تطنا یا بن حرب بمثلہا ۔۔۔ تکن خیر من تدعو اذ کنت داعیا

و کنت امرا اھوا ایصاق و اھلہا ۔۔۔ و کنت حجارتا و لم ان شامیا

فلا تجفنا و اجمع الیک قلوبنا ۔۔۔ فانک ذو حلم و ما کنت جانیا

ذو و عنک شیا قد مضی بسبیلہ ۔۔۔ علی ای حالتہ مصیبا و خاطیا

معاویہ نے یہ اشعار سن کر درگزر کیا۔ اور کہا میں نے تجھے معاف کیا۔ پھر خزانچی کو حکم دیا کہ پچاس ہزار دینار میرے خزانہ سے لے کر خالد کے گھر پہنچا دے۔ بیس ہزار خالد کو دیئے اور تیس ہزار اس کے چچا زاد بھائیوں میں تقسیم کر دیئے۔

الغرض ہم پھر اصل مطلب پر آتے ہیں۔ دوسرے دن ابو ہریرہ اور ابو دردا لشکر جناب امیرؑ سے نکل کر معاویہ کے پاس گئے اور کہا تو مسلمانوں سے کیوں جنگ کرتا ہے اور کس لیے ہزار ہا مسلمانوں کی خون ریزی چاہتا ہے۔ حق یہی ہے کہ علی ابن ابی طالبؑ خلافت کے باب میں اولی تر ہیں کیونکہ دین کے اختیار کرنے میں سب پر سبقت رکھتے ہیں اور جو فضیلتیں آپ کو اسلام میں حاصل ہیں اور جہاد جناب رسول خداؐ کے سامنے کئے ہیں نیز ہجرت میں بھی اول درجہ رکھتے ہیں اور تو بھی ان لوگوں کی نسبت ان کے فضائل حمیدہ' اوصاف پسندیدہ اور علم و فضل اور خصائل جمیلہ سے بخوبی آگاہ ہے۔ اس کی کچھ ضرورت نہیں کہ آپ کے اخلاق حسنہ اور محامد نسبی تجھ سے بیان کریں۔ علاوہ ازیں تو خلافت کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ پھر کس لیے دنیاوی طمع کے سبب جس پر خدا کی لعنت ہے' تو ایسے شخص سے جھگڑا اور فساد رکھتا ہے اور اپنے دین میں خلل ڈالتا ہے۔ اے پسر ابو سفیان خدا سے ڈر اور خدا و رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا دشمن نہ بنا۔ ہم یہ باتیں محض تیری بھلائی کے لیے کہتے ہیں۔ آئندہ تجھے اختیار ہے۔

درد ہر بکام دل سرا فراشتہ گیر ۔۔۔ ملک عرب و عجم بخود داشتہ گیر

تا ور نگری انچہ مراد دل تست ۔۔۔ برداشتہ گیر بار بگذاشتہ گیر

یعنی: فرض کر کہ دنیا میں اپنا مقصد حاصل کر لیا ہے عرب و عجم کا ملک فتح کر لیا ہے اگر غور کر کے دیکھے گا تو تمام دلی مرادیں حاصل کرنے کے بعد کچھ بھی نہ پائے گا۔

معاویہ نے کہا میں اپنے آپ کو علیؑ پر فضیلت و ترجیح نہیں دیتا اور یہ نہیں کہتا کہ میں امر خلافت میں اس سے زیادہ مستحق

اور لائق ہوں یا اس کے علم و فضل سے انکار کرتا ہوں۔ علیؑ ان پسندیدہ خصلتوں کریمانہ صفتوں اور ذاتی شرافتوں میں ایسا ہی ہے جیسا تم بیان کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ میں تو اس سے قاتلان عثمان کو طلب کرتا ہوں۔ اور وہ انہیں اپنے پاس فراہم کیے ہوئے ہے اور ہر روز ان کی عزت و حرمت اور مرتبے میں افزونی کی جاتی ہے انہیں میرے حوالہ نہیں کرتا۔ مجھ میں اور اس میں دشمنی اور عداوت کا یہی سبب ہے۔ اگر قاتلان عثمان کو میرے حوالہ کر دے تو پھر مجھے اس سے کوئی عداوت اور دشمنی باقی نہ رہے۔ پھر میں اس کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا اور جس طرح اور مسلمان متفق ہو گئے ہیں میں بھی اتفاق کر لوں گا بلکہ اور ہزار ہا خدمتیں بھی بجا لاؤں گا۔ انہوں نے کہا اس امر کے علاوہ جو تو نے بیان کیا کہ عثمان کے قاتلوں کو طلب کرتا ہے کوئی اور بات بھی ہے؟ معاویہ نے کہا اس کے علاوہ اور کوئی خواہش نہیں۔ انہوں نے کہا یہ آسان کام ہے ہم جاتے ہیں اور ابھی اس کام کو کرلاتے ہیں اور اس دشمنی اور لڑائی کو مٹا کر آتش فساد پر پانی ڈالتے ہیں۔

وہاں سے اٹھ کر جناب امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ شرط آداب بجا لائے اور بیٹھ کر عرض کی اے امیر المومنینؑ آپ کی فضیلت اور شرافت سب لوگوں پر آشکارا ہے اور آپ کی رفعت و بلندی آفتاب سے زیادہ روشن ہے' معاویہ ایک بے دین اور دنیا طلب آدمی ہے۔ اس کے پاس بیوقوفوں' جاہلوں اور لالچی لوگوں کا جتھا جمع ہو گیا ہے۔ آپ نے اپنے آپ کو اس مہم کے تردد میں مبتلا کر رکھا ہے اور دور دراز کا سفر طے کر کے یہاں معرکہ آراء ہوئے ہیں۔ ہر روز طرفین سے بے شمار خلقت ماری جاتی ہے اور مسلمان سخت رنج و تکلیف میں مبتلا ہیں۔ آپ بھی تمام دن دل پر صدمہ اٹھاتے رہتے ہیں اور رات دن اسی فکر و سوچ میں کٹتے ہیں۔ معاویہ آپ سے صرف قاتلان عثمان کو طلب کرتا ہے کچھ اور نہیں چاہتا۔ آپ انہیں اس کے حوالے کر دیں۔ پھر یہ پرخاش اور لڑائی جھگڑا مٹ جائے گا۔ ہم معاویہ کے پاس گئے تھے اور اس معاملہ کا فیصلہ اس طریق پر کر لائے ہیں اگر آپ رضا مند ہوں اور قاتلان عثمان کو اس کے حوالے کر دیں تو وہ خدمت مبارک میں حاضر ہو کر آپ کی بیعت کر لے گا۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا اے اصحاب رسول معاویہ بڑا مکار اور فریبی اور فتنہ پرداز ہے تم نہیں جانتے کہ اس بیان سے اس کی کیا مراد ہے تم کو اور تمام مسلمانوں کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ جس دن عثمان کو قتل کیا ہے میں وہاں نہ تھا۔ اور بہ تحقیق مجھے معلوم نہیں کہ عثمان کا قاتل کون ہے؟ اگر تم جانتے ہو بیان کر دو۔ ان لوگوں نے کہا ہم نے سنا ہے کہ محمد بن ابوبکر ان لوگوں میں سے ہے جنہوں نے اسے ہلاک کرنے کا قصد کیا ہے اور گھر میں داخل ہوئے اور عمار یاسر' اشتر نخعی' عدی بن حاتم طائی' عمر بن حمق خزاعی وغیرہ تھے۔ آپ نے فرمایا جاؤ ان لوگوں کو بلا لاؤ چنانچہ ابو دردا اور ابو ہریرہ نے جا کر لوگوں کو پکڑا اور کہا تم نے عثمان کو مارا ہے۔ جناب امیر المومنینؑ نے حکم دیا ہے کہ تمہیں پکڑ کر قصاص میں قتل کریں۔ یہ کہنا تھا کہ تمام لشکر ایک دم جوش میں آ کر بولا اے ابو ہریرہ اور ابو دردا قتل عثمان کے دن تمام مہاجر و انصار اور صحابہ مدینہ میں موجود تھے۔ کسی نے بھی اس کی مدد نہ کی سب علیحدہ رہے کیونکہ وہ شرع پر نہ چلتا تھا۔ ہر روز اس سے اور اس کے ظالم عاملوں سے کوئی نہ کوئی غلط امر سرزد ہوتا رہتا تھا۔ جس کی برداشت کسی کو نہ ہوتی تھی لوگ دشمن بن گئے تھے ہر ایک گروہ کے بہت سے لوگ بھڑک اٹھے۔ ام المومنین عائشہ اور طلحہ و زبیر نے متفق ہو کر فساد کی آگ بھڑکائی۔ اور سب سے پہلے جو شخص عثمان کے مکان پر چڑھا طلحہ تھا اس کے علاوہ عثمان نے معاویہ کے پاس قاصد بھیج کر مدد طلب کی تھی لیکن معاویہ نے مدد دینی منظور نہ کی۔ اگر وہ مدد کرتا تو بلاشک عثمان قتل نہ ہوتا بعد کی سب باتیں تمہیں معلوم ہیں۔ معاویہ نے تمہیں بیوقوف بنا کر ان غلط باتوں سے دھوکا دیا ہے۔ تم اس بات سے باز آؤ۔ اگر زیادہ

درپے ہو گے تو تمہیں بھی معاویہ کے پاس پہنچا دیں گے۔ قتل عثمان میں دس ہزار شمشیرزن شریک تھے۔ تم دو آدمی ہمیں کس طرح ہلاک کر سکتے ہو؟

ابو دردا اور ابو ہریرہ یہ باتیں سن کر حیران رہ گئے۔ کچھ نہ کہہ سکے اور جناب امیر المومنینؑ کے لشکر سے نکل کر معاویہ کی فوج کی طرف چلے اور باہم کہتے جاتے تھے کہ بڑی مشکل آن پڑی ہے یہ فساد کسی طرح مٹتا نظر نہیں آتا۔ معاویہ کے پاس پہنچ کر جو گزری مفصل کہہ سنایا۔ پھر وہاں سے نکل کر شہر حمص میں عبدالرحمن بن غنم کے پاس گئے جو معاذ بن جبل کا دوست تھا۔ اور شامیوں کو علم فقہ' طریق اسلام اور احکام دین کی تعلیم کرتا تھا۔ پھر دونوں نے اس سے وہ تمام حالات جو معاویہ اور جناب امیر المومنینؑ کے مابین ظہور میں آئے اور کہے سنے تھے بیان کئے اور جناب امیر المومنینؑ کے لشکر میں دس ہزار اشخاص کا جمع ہونا تلوار کھینچ کر یہ کہنا کہ ہم سب قاتلان عثمان ہیں کہہ سنایا۔ عبدالرحمن نے کہا مجھے تم پر تعجب ہے تم دونوں سمجھدار اور جناب رسول خداؐ کے صحبت یافتہ اور تمام حالات سے آگاہ ہو اور جانتے ہو کہ جس دن عثمان کو مدینہ میں قتل کیا ہے تمام مہاجر و انصار موجود تھے کسی نے بھی مدد نہ کی اور نہ کسی دشمنی کرنے والے کو روکا۔ اور یہ امر آفتاب سے زیادہ روشن ہے اور تمہیں معلوم ہے نہ اس کے بیان کرنے کی کچھ حاجت ہے کہ جو شخص حضرت علی ابن ابی طالبؑ سے بیعت کرے گا وہ اس شخص سے اچھا ہے جو معاویہ کی بیعت اختیار کرے گا۔ چونکہ معاویہ طلقاء میں سے ہے اور اسے خلافت کرنا جائز نہیں تم یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی معاویہ کے پاس پیغام لے جاتے اور امت محمدیہ کے معاملے میں اس سے فیصلہ چاہتے ہو۔ یہ تو نہایت ہی عجیب سی بات ہے جو میں تم سے سنتا ہوں قصہ کوتاہ ابو ہریرہ و ابو دردا کی سفارت و پیغام بری سے کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ نہ ان کی وساطت اور فہمائش کارگر ہوئی بلکہ آتش فساد زیادہ مشتعل ہو گئی۔ اور اس کے شعلے دور دور تک پہنچنے لگے۔ دوسرے دن دونوں لشکر صف بستہ ہو کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔

عمر عاص نے آگے بڑھ کر قبیلہ عک کو بلایا۔ اس نے اس کا ساتھ دیا۔ اب وہ رجز پڑھتا ہوا میدان جنگ میں ادھر ادھر مرکب کو کاوے دینے لگا۔ مگر ڈر ڈر کر قدم بڑھاتا تھا۔ ادھر سے اشتر نخعی نے دیکھا کہ قبیلہ عک زیادہ بڑھ آیا ہے اور عمر عاص کے زیر کمان ہے قبیلہ مزحج کے تین سو سوار ہمراہ لے کر نکلا اور قبیلہ عک کا رخ کیا۔ دونوں میں جنگ ہونے لگی۔ اشتر کو عمر عاص کی سخت تلاش تھی کہ وہ ملے تو اس پر وار کرے۔ اسی اثناء میں دیکھا کہ وہ گھوڑے کو دوڑاتا رجز پڑھتا ہوا اپنی تعریفوں کے پل باندھ رہا ہے۔ اشتر نے اس پر حملہ کیا وہ بھاگ کر قبیلہ عک کے سواروں میں جا چھپا۔ اب اشتر نے اپنے سواروں کو حکم دیا کہ یکبارگی حملہ کرو اور قبیلہ عک کے سواروں کو پیچھے ہٹا لے جاؤ۔ شاید اس حملہ میں ہم عمر عاص کو دیکھ پائیں۔ اور گرفتار کر کے یا وار لگا کر اس کے شر کو مٹا دیں۔ اس کے ہمراہیوں نے کہا ہم ایسا ہی کریں گے۔ اور اس جوش و خروش سے حملہ کیا کہ قبیلہ عک کو ہٹاتے ہوئے معاویہ کے پردہ سرا تک جا پہنچے اور اسی سے زیادہ سوار مار ڈالے اور عمرو کو بھی اشتر کے ایک ساتھی نے اس گرد و غبار میں دیکھ لیا۔ جس سے عمر عاص سخت زخمی ہو کر بھاگا اور خیموں میں جا چھپا۔ قبیلہ عک کے اکثر آدمی زخمی اور خستہ ہو گئے۔

آج معاویہ بہت حیران و پریشان ہوا سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کرے۔ بے حد گرد و غبار بلند تھا اور برچھیوں پر برچھیاں اور تلواروں پر تلواریں پڑنے اور بہادروں کے نعروں کا غل اور شور آسمان تک جا رہا تھا۔ اسی ہنگامہ میں ام سنان مذحجہ بھی ایک ٹیلے پر کھڑی ہوئی شامیوں کو اول فول بک رہی تھی۔ اور اپنی قوم والوں کے دل بڑھاتی جاتی تھی۔ معاویہ اسے دیکھ رہا تھا اور اس کی آوازیں سنتا جاتا تھا۔ آج بھی لڑائی نے صبح سے شام تک طول کھینچا۔ جب رات ہو گئی دونوں لشکر علیحدہ ہو کر قیام گاہوں کو پلٹ آئے۔ معاویہ رات بھر سخت غمناک رہا۔ اور اپنے دوستوں اور خواصوں سے کہتا تھا کہ مجھے اپنے

اس قدر سرداروں اور بہادروں کے قتل ہونے کا صدمہ نہیں لیکن ام سنان کی دلخراش باتیں اور شامیوں کو گالیاں دینا دل میں کھٹک رہا ہے اگر زمانہ نے ساتھ دیا اور میں نے فتح پائی تو میں نہیں جانتا کہ اسے کیسی سزا دوں گا۔ جس وقت معاویہ کے اقتدار نے عروج حاصل کیا تو ام سنان مدینہ سے داخل شام ہو کر معاویہ کے دروازہ پر آئی اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔

معاویہ نے کہا اسے میرے روبرو لاؤ جب سامنے آئی سلام کر کے بیٹھ گئی۔ معاویہ نے کہا اے ام سنان اور مذحج کی بہن تو کس کام کے لیے مدینہ سے شام میں داخل ہوئی مجھے تیری وہ دلخراش باتیں اور مکروہ گالیاں یاد ہیں جو تو نے شام والوں کو دی ہیں اور جس طرح سے ہمیں برا کہا اور اپنی قوم کو ہم سے لڑنے کے لیے اکسایا اور دل بڑھایا ہے۔ ام سنان نے کہا میری بات سن اے معاویہ تیرے بڑے عبد مناف والے بڑے خلیق اور روشن حسب والے ہو گزرے ہیں۔ ان کی عادت تھی کہ جب کسی کی خطا معاف کر دیتے تھے تو پھر اس کے سر نہ ہوتے تھے۔ اور حلم کے بعد جہالت کو اور معافی کے بعد سزا کو کام میں نہ لاتے تھے۔ اور جو کوئی شخص تجھ سے زیادہ اس بات کا سزاوار نہیں کہ اپنے بزرگوں کا اتباع کرے اور ان کی پسندیدہ عادتوں اور نیک خصلتوں پر چلے۔

عفو و حلم تفاخر بود کو در قرآں
بہ عفو و حلم و تمدح ہمی کند موئے

یعنی معافی اور بردباری پر فخر حاصل کرنا چاہیے کیونکہ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ بھی معافی اور بردباری کی تعریف فرماتا ہے۔ اپنے باپ دادا کی سنت کو قائم رکھ اور مجھ ضعیفہ کی خطا معاف کر: معاویہ نے کہا کیا تو نے جنگ صفین کے دن یہ اشعار نہ کہے تھے۔

عرب الرقاد فمالتی لا ترقد — و اللیل یصدر بالھموم و یوردوا
یا ال مذحج لا مقام فشمروا — ان العدو لا ال احمد مقصدوا
ھذا علی کالھلال تحقتہ — وسط السماء من الکواکب اسعدوا
خیر الخلائق و ابن عم محمدؐ — و کفاہ فخر فی الانام محمدؐ
ما ذال مذ عرف الحروب مظفرا — و النصر فوق لوائتہ قد یقعد

ام سنان نے کہا ہاں یہ اشعار میں نے ہی کہے تھے۔ اگر حضرت علیؑ زندہ ہوتے تو ہم کبھی تیرے پاس نہ آتے کیونکہ میں ان کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتی تھی۔ اور سچ یہ ہے کہ وہ اسی قسم کی تعریف و توصیف کے مستحق تھے۔ میں کیا چیز ہوں جو حضرت علی علیہ السلام کی صفات حمیدہ میں سے فی ہزار ایک مقدار کثیرہ میں عشر عشیر بھی بیان کر سکوں۔ ان کی خصلت پسندیدہ ایک یہ بھی تھی کہ امت محمدؐ کے حق میں نہایت شفیق و مہربان اور خیر خواہ تھے۔ سب لوگ ان کو اپنے باپ جیسا مربی اور پرورش کنندہ سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ کوئی حاجت لے کر میں آپ کے پاس گئی۔ حسب اتفاق اس وقت پہنچی جب آپ جاء نماز پر کھڑے تھے اور نماز کی نیت باندھنے کو تھے۔ مجھے دیکھ کر نماز شروع نہ کی اور بڑی مہربانی اور شفقت سے مخاطب ہو کر فرمایا اے ام سنان تجھے کوئی کام درپیش ہے۔ میں نے کہا ہاں یا ابو الحسن اور ضرورت بیان کر دی کہ عامل صدقات نے مجھ پر زیادتی کی ہے۔

جناب امیر المومنینؑ نے اسی وقت جاء نماز پر بیٹھے بیٹھے دوات قلم اور کاغذ طلب کر کے اس کے نام تاکیدی فرمان لکھا کہ خدائے پاک اور اس کے رسولؐ کی قسم میں نے تجھے ظلم کرنے کی اجازت نہیں دی نہ میں ظلم سے رضا مند ہوں۔ از

حرکتوں سے باز آ خلقت کو مت ستا اور خدائے پاک اور اس کے رسول کو جور و جفا کرنے سے اپنا دشمن نہ بنا ظلم و ستم ترک کر اور مسند حکومت سے دست بردار ہو میں کسی اور کو جو مہربانی اور پرورش خلق اور انصاف کرنے میں تجھ سے بہتر ہو گا تیری جگہ مقرر کروں گا۔ والسلام!

پھر اس فرمان کو اسی طرح بغیر بند کئے میرے حوالے کر دیا اور عذر کیا۔ پھر جانب آسمان منہ کر کے کہا کہ اے خدا تو تمام بھیدوں سے آگاہ ہے اور پوشیدہ امور مجھ پر عیاں ہیں تو ہی میرا گواہ ہے کہ میں نے اس عامل کو ظلم کی اجازت نہیں دی نہ اس کے ظلم سے رضامند ہوں۔

اس کے بعد سواری اور راستہ کا خرچ دے کر مجھے واپس بھیج دیا۔ میں اس عامل کے پاس آئی خط حوالہ کیا پڑھ کر اسی وقت اپنے ظلم سے باز آیا اور مجھے خوش کر دیا۔

اے معاویہ اب حضرت علیؑ دنیا سے رحلت فرما گئے اور تو نے ان کی جگہ لے لی مجبور ہو کر تیرے پاس آئی ہوں اب عفو کا برتاؤ کر اور جس کام کے لیے آئی ہوں اسے بہ لطف و کرم پورا کر۔ ایک ہمنشیں نے کہا اے مذحج کی بہن کیا یہ اشعار حضرت علیؑ کے غم میں تو نے نہیں کہے۔

اما هلکت ابا الحسن فلم تزل | بالحق تعرف هاديا مهديا

فاذهب عليک صلواة و بک مادعت | فوق الغصون حمامه

قد کنت بعد محمد خلفا لنا | اوصى اليک بنا و کنت و فيا

فاليوم لا خلق نومل بعده | هيهات يمدح بعد النسيا

ام سنان نے کہا تو سچ کہتا ہے یہ اشعار میرے ہی کہے ہوئے ہیں میں اس وقت شعر گوئی پر قادر تھی۔ اور اے معاویہ آج تو میری آرزو کو پورا کر دے تو تیرے حق میں اس سے بھی زیادہ لکھوں اور تیری بہت کچھ تعریف کروں مگر تیرے ایسے ایسے خدمت گار موجود ہیں جو ہر وقت آگے پیچھے اس قسم کی باتیں کہتے اور سناتے رہتے ہیں۔ اور تیرے دل کو ہماری طرف سے برگشتہ کرتے رہتے ہیں۔ اے معاویہ اگر کوئی گروہ تیرا دشمن ہے تو اسی سبب سے اور اسی قسم کے لوگوں کی وجہ سے ہے۔ ایسے خدمت گاروں کو دور کر، ان کی بیہودہ بکواس جھوٹی گپوں اور بے بنیاد باتوں کو نہ سن۔ پھر دیکھنا زمانہ میں تجھے کس قدر ہوا خواہ ناصح دوست اور شفیق ہمنشین اور عقل مند مصاحب میسر ہو جاتے ہیں۔ معاویہ نے کہا تو نے ہی علیؑ کی تعریف میں ایسے ایسے اشعار لکھے اور اس قدر مناقب و فضائل سے اس کی مدح کی ہے۔

ام سنان نے کہا سبحان اللہ حضرت علیؑ کی تعریف صرف ان اشعار سے نہیں ہو سکتی اور نہ اتنے سے محامد و مناقب سے ان کی ارفع شان ظاہر ہو سکتی ہے۔ کوئی مجھ جیسا کیونکر جھوٹ بول سکتا ہے اور کس طرح غلطی کا عذر کر سکتا ہے۔ تجھے میرے اعتقاد کی خود ہی خبر ہے جب تک حضرت علیؑ زندہ تھے ہم ان کو تجھ سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ کی رحمت کے شامل حال ہو گئے تو اب اوروں سے زیادہ تجھے دوست رکھتے ہیں۔

معاویہ نے کہا مجھے کس گروہ سے زیادہ دوست رکھتی ہے ام سنان نے کہا مروان بن حکم سعید بن عاص اور اسی قسم کے دوسرے لوگوں سے۔ معاویہ نے کہا ان لوگوں سے زیادہ مجھے کیوں عزیز رکھتی ہے؟ اس نے کہا تیرے حلم کی خوبی اور معافی کرم کے سبب جو خدا تعالیٰ نے تجھ میں ان لوگوں سے زیادہ عطا کیا ہے۔ اور بہت سے اور شخصوں سے مخصوص و ممتاز اور مستثنیٰ کیا ہے۔

معاویہ نے کہا اے ام سنان تو بڑی حاضر جواب ہے۔ اور مدح و ذم کو خوب آمیز کرتی ہے۔ میں نے تیرا کہنا سنا اور تیری

سب خطائیں معاف کر دیں جو کچھ گزر گیا ہے میں اسے بھول گیا اب کہہ کیا حاجت ہے۔ ام سنان نے کہا میری یہ حاجت ہے کہ تو نے مروان بن حکم کو جو امارت مدینہ عطا کر رکھی ہے وہ مخلوق سے اچھا برتاؤ نہیں کرتا۔ نہ رعایا کے ساتھ عدل و انصاف سے پیش آتا ہے۔ مستورات کی پردہ دری اور عشرات مومنات کا تتبع کرتا ہے میرے ایک عزیز کو قید کر دیا ہے۔ میں نے اس کے پاس جا کر سفارش کی تو مجھے بھی ایذا دی اور بہت ظلم کیا۔ میں بھی ضبط نہ کر سکی اور پتھروں سے زیادہ سخت اور کچلے سے زیادہ تلخ باتیں سنائیں۔ پھر میں نے اپنے آپ کو ملامت کی اور تیرے پاس داد خواہی کے لیے آئی۔ تو میری امداد کر اور اپنے فضل و کرم اور حلم کے سبب اس میرے رشتہ دار کو اس ظالم کی قید سے چھڑا دے۔

معاویہ اس کی باتوں سے خوش ہو کر ہنس پڑا۔ اور اس کے بیان کی لطافت و فصاحت پر تعجب کرتے ہوئے کہا تیری مراد حاصل ہے میں تیرے عزیز کی خطا کو دریافت نہیں کرتا نہ تجھ سے اس کی بریت کے دلیل و حجت چاہتا ہوں مروان بن حکم کو اس کے قید کرنے پر ملامت کروں گا اور اسے چھڑاؤں گا گو یہ امر مروان کو پسند خاطر نہ ہو گا۔

ام سنان نے کہا میں تیرے بے حد حلم و کرم اور بے عدیل لطف سے یہ امر ذرا بھی بعید و مشکل نہیں سمجھتی اور جب میں مدینے سے چلی تھی مجھے پورا یقین تھا کہ تو معاف کر دے گا اور میرے باب میں اسی قسم کا حکم دے گا جیسا دیا ہے۔ معاویہ نے کہا اس کے واسطے مروان کے نام فرمان جاری کرو کہ اس کے عزیز کو رہا کر دے اور کسی قلیل و کثیر شے کا طلب گار نہ ہو۔ پھر ام سنان اور اس کے رشتہ داروں سے کوئی تعرض نہ کرے۔ بلکہ ہر طرح سے ان کی رعایت کرتا رہے۔ یہ حکم لکھ کر ام سنان کے حوالہ کرو اور اسے خوش کر کے رخصت کرو۔ ام سنان نے کہا میں واپس کس طرح جا سکتی ہوں۔ میری سواری کا جانور دبلا ہونے کی وجہ سے چلنے کے قابل نہیں رہا۔ اور زاد راہ بھی ختم ہو گیا ہے۔

معاویہ نے کہا اسے ایک سواری اور ایک ہزار درہم دے دو۔ ام سنان نے کہا تو مجھے ایک ہزار درہم دینے سے بھی زیادہ کریم ہے۔ معاویہ ہنس پڑا اور کہنے لگا دس ہزار درہم اور دو عمدہ سواری اور جس قسم کا کپڑا اسے درکار ہو مہیا کر دو۔ کہ وہ خوش ہو کر جائے۔ ام سنان نے حسب منشاء فرمان لکھوا کر اور دس ہزار درہم اور سواری لے کر شاداں و فرحاں جانب مدینہ روانہ کو مراجعت کی۔

القصہ اشعث بن قیس کی کوئی بات لوگوں نے جناب امیرؑ سے کہہ دی۔ آپ سن کر رنجیدہ ہوئے۔ اور اشعث کو اس کی قوم کی سرداری سے برطرف کر دیا۔ اور اس سے علم لے کر حسان بن مخروج ذہلی کے حوالے کر دیا۔ اس پر اشعث کے قبیلے کے رئیس جناب امیرالمومنینؑ سے ناراض ہو گئے۔ اور حسان بن مخروج کے عزیزوں اور ان میں بہت جھگڑا ہوا۔ اور قریب تھا کہ خونریزی واقع ہو حسان کے عزیز جو ربیعہ قوم کے رئیس تھے سادات کندہ کے پاس آئے اور کہا کہ یہ ناراضی کی بات نہیں ہے تمہارا امیر اشعث بن قیس زمانہ جاہلیت میں ملکیت اور اسلام میں سرداری اور سروری رکھتا ہے اور ہمارا امیر حسان بھی مرد بزرگ اور مشہور ہے کوئی گمنام شخص نہیں ہے۔ اور جناب امیرؑ نے جو امارت اسے دی ہے وہ اس کی قابلیت رکھتا ہے۔ حسان نے اپنی قوم سے کہا ٹھہرو میری بات سنو میں کچھ کہنا چاہتا ہوں پھر اشعث بن قیس سے مخاطب ہو کر کہا اے بھائی تو ملول نہ ہو اگر جناب امیرؑ نے یہ علم مجھے دے دیا ہے تو کیا ہوا علم موجود ہے۔ علم اٹھا لے میں نے اپنا علم تجھ کو دیا۔ اور اپنی قوم سے کہہ دوں گا کہ وہ سب تیری فرمانبرداری کریں گے تو میرا علم لے اور اپنا مجھے دے۔ اشعث نے کہا معاذ اللہ میں ایسا نہ کروں گا کہ تیرا علم اپنے علم کے عوض لے لوں۔ معاویہ نے بھی یہ خبر سن پائی کہ امیرالمومنینؑ نے اشعث کو معزول کر دیا ہے بہت خوش ہوا۔ اپنے شاعر کعب بن جمیل کو بلا کر کہا کہ کوئی حیلہ نکال اور کچھ اشعار کہہ کر کسی نامعلوم شخص کے ہاتھ اشعث کے پاس بھیج دے کہ وہ علیؑ کا ساتھ چھوڑ کر ہمارے پاس چلا آئے کعب بن جمیل نے

چند شعر لکھے جن میں ملک شام کی دولت و نعمت اور خوبی آب و ہوا کا تذکرہ کیا اور لکھا کہ بہت بڑی شرم کی بات ہے کہ علیؑ معزول کر دے اور تجھے گوارا ہو جائے۔ معاویہ کے پاس بھی بہت بڑی دولت اور عزت و حرمت موجود ہے۔ یہاں آ جانا چاہیے۔

غرض اس مضمون کے کچھ اشعار لکھ کر اشعث کے پاس بھیج دیئے۔ جب یہ اشعار اشعث کے پاس پہنچے تو سادات یمن کو خبر ہو گئی۔ شریح بن ہانی مذحجی نے اشعث سے کہا خبردار کوئی اور ارادہ نہ کرنا اور نہ کسی اور خیال میں پڑنا۔ معاویہ کی یہ غرض ہے کہ ہم میں فساد اور پھوٹ پڑے اور عداوت و مخالفت واقع ہو جائے۔ اس کے سوا اس کی اور کوئی غرض نہیں ہے اس کے یہ خواہش نہیں کہ تیری حرمت و نعمت میں ترقی ہو' اس کی باتوں پر نہ جانا اپنے ارادہ پر ثابت قدم رہنا۔ معاویہ کے مکر و فریب میں نہ آنا وہ خدا اور رسول کا دشمن ہے۔ اشعث نے معاویہ کے اشعار کے جواب میں ایک قطعہ لکھ کر جس میں تلخ و شیریں باتیں تھیں معاویہ کے پاس بھجوا دیا۔ معاویہ سمجھ گیا کہ میرا جادو اشعث پر کارگر نہ ہو گا۔ اس طرف کا خیال چھوڑ دیا۔

اس کے بعد معاویہ نے لشکر کو لڑائی کے لیے مرتب کیا۔ اور صف بندی کر کے جناب امیر المومنینؑ کی طرف بڑھا' علموں کو شمار کرتا جاتا تھا' دیکھا قبیلہ قضاعہ کا علم موجود نہیں۔ ایک غلام کو جو اس کے پاس موجود تھا کہا نعمان جبلہ قضاعی سے جا کر کہہ کہ تو کیوں معرکہ آرائی کے لیے نہیں نکلا یہ سستی اور پست ہمتی کس لیے اختیار کی ہے۔ مجھے مجبور نہ کر کہ قضاعہ کی امیری سے تجھے معزول کر کے کسی اور شخص کو جو تجھ سے زیادہ مشفق اور خیر خواہ ہو اور حرب و ضرب میں زیادہ سخت گیر ہو تیری جگہ مقرر کروں۔ وہ غلام نعمان کے پاس گیا اور معاویہ کا پیغام سنایا۔ اسی وقت قضاعہ کا لشکر گروہ در گروہ نکلنا شروع ہوا اور اپنی جگہ آ جما۔ معاویہ یہ دیکھ ہی رہا تھا کہ نعمان بن جبلہ پر نظر پڑی کہ غصہ میں بھرا ہوا آ رہا ہے۔ معاویہ نے دور ہی سے اس کے چہرہ کا تغیر اور آثار غضب دیکھ پائے اللھم انی اعوذ بک شر لسان المقبل یعنی اے خدا میں اس آنے والے شخص کی زبان کے شر کے لیے تجھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ نعمان معاویہ کے قریب آ کر گھوڑے پر سے اتر پڑا اور بیٹھ کر شمشیر کا قبضہ اپنے زانو پر رکھ لیا۔ کسی قدر سر جھکائے بیٹھا رہا۔ معاویہ نے کہا اے ابا منذر تجھے معلوم ہے کہ میں اس لشکر میں کسی اور پر اس قدر بھروسہ نہیں رکھتا جس قدر قبیلہ قضاعہ پر۔ وہی میرے لشکر کے رکن اور میری فوج کے بہادر جنگجو اور خیل و حشم ہیں۔

آج تمام علم میدان میں نکل آئے اور مستعد جنگ ہو کر اپنی اپنی جگہ قائم ہو گئے تھے۔ مگر تم دیر میں نکلے۔ مجھے تمہاری سستی کا سبب کچھ نہ معلوم ہوا۔ میں نہیں جانتا کہ تم نے اتنی دیر اور کاہلی کس لیے کی۔ نعمان نے کہا اگر تو نے ہمارے واسطے ہر روز ایک خوان لگا رکھا اور بہت سی نعمتیں اس پر چن رکھی ہوں اور بزم شراب آراستہ اور نفیس اور خوشبودار شرابیں مہیا کر رکھی ہوں اور طرح طرح کے میوے اور پھل جمع کر کے بلاتا ہو تب بھی ایک وقت آنے میں توقف ہو جانا ممکن ہے۔ مزید کہا کہ آیا کیا تو ہمیں ہر روز حجازی دلاوروں' عراقی پہلوانوں' کوفہ کے تیر اندازوں اور بصرہ کے شمشیر زنوں کے مقابلے پر طلب کرتا اور اپنے لشکر سے لڑنے کی ترغیب دلاتا رہتا ہے جس کا سردار علی ابن ابی طالبؑ ہے۔ یہ مہم جیسا تو نے سمجھ رکھا ہے انجام نہیں پا سکتی۔ کیونکہ سینوں کو نیزوں اور نیزہ بازوں کے سامنے رکھ دینا اور سروں کو شمشیر براں کے واروں تلے جھکانا کوئی آسان کام نہیں۔ اور میری فوج کو ایسے لشکر کے مقابلے پر نکل کر ضرور کوئی نمایاں کام کرنا چاہیے۔ اس لیے پورے ساز و سامان اور تیاری سے نکلنا لازم ہے نہ کہ اس طرح جیسا کہ تو خیال کرتا ہے کہ سب ہتھیار لگائے کمر باندھے آنکھیں کھولے کان لگائے موجود رہیں ادھر طبل جنگ کی آواز کان میں پہنچی ادھر بھاگتے دوڑتے میدان

جنگ میں نکل آئیں اور ہلاکت کے دریا میں کود پڑیں۔ ہاں تو نے مجھے پیغام دیا ہے کہ قضاعہ کی سرداری سے معزول کروں گا اور کسی شخص کو جو زیادہ لائق مشفق و ناصح ہو گا تیری جگہ مقرر کروں گا تو نے یہ بڑی عمدہ تدبیر سوچی ہے۔ اور میرا حق بہت اچھی طرح ادا کرنا چاہا۔ اگر میں اپنے دین کو تیری دنیا کے لیے فروخت نہ کرتا اور تیری اطاعت کو علیؑ کی بیعت کے خلاف اختیار نہ کرتا کبھی ایسے لفظ نہ سنتا' خطا مجھ سے ہوئی کہ راہ راست کو جانتے بوجھتے ہوئے چھوڑ دیا۔ اور جس محل سے مجھے سعادت حاصل ہوتی ہے اس سے برگشتہ ہو گیا۔

راہ رہا کردہ ام از انم گم   غرندانستہ ام از آنم خوار

یعنی میں نے رستہ چھوڑ دیا اس لیے بھٹک رہا ہوں میں نے عزت کی قدر نہ کی اسی وجہ سے ذلیل ہو رہا ہوں۔ تجھے خوب معلوم ہے کہ علیؑ سے مقابلہ کے لیے مجھ سے زیادہ اور کسی نے تیری بات کو منظور نہ کیا۔ میں ہر وقت تیری خدمت گزاری میں مشغول اور ہوا خواہ رہا ہوں۔ پھر میں نہیں جانتا کہ میں نے ایسا کیا قصور کیا ہے جس کے عوض ایسی باتیں سننے کا مستحق اور ایسے عتاب کا سزاوار ٹھہرا ہوں۔ معاویہ نے کہا اے ابو المنذر جو کچھ تو کہتا ہے سب سچ ہے آج تک تو نے کسی خدمت میں کمی نہیں کی۔ ہمیشہ خیر خواہ دوست رہا ہے اور ہماری طرف سے تمام قصور عائد ہوتے رہے ہیں اگر اس زمانہ نے اور اس دنیا نے وفا نہ کی تو ہم عذر خواہ ہوں گے اور تیری نیک اور پسندیدہ خدمتوں کا بدلہ جس قدر ممکن ہو گا بڑھ بڑھ کر دیں گے۔ اس وقت جو پیغام دیا تھا اس سے صرف یہی غرض تھی کہ تو جلدی کرے۔ جگہ خالی کرے تو کچھ اور سمجھ بیٹھا۔ مگر یہ کہنا کہ راہ راست کو چھوڑ کر میری خدمت اختیار کی ہے ٹھیک نہیں۔ کونسا حق اس سے زیادہ ہو گا کہ تو اس مظلوم خلیفہ کی خون خواہی کر رہا ہے۔ جسے بے جرم و خطا مار ڈالا ہے اور ظالم و فاسق ناحق شناس اور بے رحم جماعت سے بدلا لے رہا ہے۔

نعمان نے کہا سبحان اللہ عجیب گفتگو ہے۔ تو اس بات کو مجھ سے کیونکر پوشیدہ رکھ سکتا ہے میں تو بال کی کھال تک سے واقف ہوں۔ کیا میں اس وقت کو بھول گیا ہوں جب کہ عثمان نے تجھ سے امداد طلب کی اور تو نے مدد نہ کی حالانکہ تو اسے دشمنوں سے بچا سکتا تھا آج تو اس کے خون کا بدلہ لینے اٹھا ہے۔ باوجودیکہ خلیفہ وقت علیؑ کی موجودگی میں تجھے خون عثمان کے مطالبہ کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس جنگ سے تیرا مقصد ملکی اور دنیوی طمع کے سوا کچھ نہیں ہے۔ میں نے اپنے معاملہ میں خطا کی۔ عقبیٰ کی بہبودی اور درستی سے غافل ہوا۔ وطن چھوڑا تیرے پاس آیا اور تیری خوشی کے لیے جناب رسول خداؐ کے وصی اور چچا زاد بھائی سے لڑا۔ جو شخص سب سے پہلے محمد مصطفےٰؐ پر ایمان لایا اور جس نے سب سے پہلے ہجرت اختیار کی وہ علیؑ ہے۔ اگر میں جس طرح تیرے پاس چلا آیا علیؑ کی خدمت میں پہنچ جاتا تو آج میرے دینی اور دنیاوی دونوں کام ہزار درجہ بڑھ کر رونق پاتے اور حضرت علیؑ بھی تیری نسبت مجھ پر بہت زیادہ لطف و کرم فرماتے اور یہاں کی نسبت وہاں بہت زیادہ عزت و حرمت' حشمت و دولت اور جاہ و مرتبہ حاصل ہوتی:

نیک برنج اندرم از خویشتن   گم شدہ تدبیر و خطا کردہ ظن

یعنی میں اپنی حالت سے بہت غم ناک ہوں' تدبیر میں بڑی غلطی کی ہے اور برا خیال سوچا ہے۔ معاویہ نے یہ سن کر گردن جھکا لی اور کچھ نہ بولا۔ عمر بن مرہ جہنی اور حارث بن تمر حری نے جو معاویہ کے مشہور خادم اور نعمان کے رشتہ دار تھے اٹھ کر نعمان کو قسمیں دیں کہ اب خاموش رہ زیادہ نہ بول کہ معاویہ کی طبیعت اور زیادہ غمگین اور پریشان ہو گی۔ نعمان نے ان کا کہنا مان لیا اور کچھ نہ بولا اور خاموشی کے ساتھ وہاں سے اٹھ کر اپنی قوم میں آملا اور اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا۔

اب حضرت علیؑ کے لشکر میں سے دو بہادر اور زبردست دستے علیحدہ ہوئے۔ سروں پر خود بدن پر زرہ پہنے اس طرح جگمگاتے

گویا آسمان پر ستارے جگمگا رہے ہیں آگے بڑھے اور ان کے گھوڑوں کے سموں کا غبار تا آسمان بلند ہوا۔ ان میں سے ایک طاقت مذحج کے قبیلوں سے متعلق تھی اور اشتر نخعی ان کا سپہ سالار تھا۔ دوسری قوت قبائل ہمدان سے علاقہ رکھتی تھی۔ اور سعید بن قیس کے زیر کمان تھی۔ ان دونوں فوجوں کے سوار نہایت جرار تھے۔ آتے ہی معاویہ کے لشکر پر جا پڑے۔ اور صفوں کو ہٹاتے چلے گئے۔ نہایت سخت جنگ کی۔ شامی لشکر کے بہت سے آدمی کام آئے۔ اور قریب تھا کہ وہ شکست کھا کر بھاگ نکلیں معاویہ نے قاصد بھیج کر نعمان قضاعی سے درخواست کی کہ میری امداد کر' دیکھ تو سہی کہ ان فوجوں نے مجھ پر کیا آفت ڈھا رکھی ہے۔ جان لبوں پر اور ہڈی چھری تک پہنچ گئی ہے۔ ایک تو ہی کوشش اور دلیری سے باقی بچ رہا ہے۔ اگر تو مدد کرے تو ابھی تک جان باقی ہے۔ نعمان نے قاصد کو جواب دیا کہ اس شخص کو ان فوجوں کے مقابلے پر بلا جو مجھ سے زیادہ بے عیب اور تیرا ہوا خواہ ہو۔ معاویہ نے عمر بن مرہ جہنی اور حارث بن ثمر حزمی سے جو نعمان کے عزیز تھے کہا دیکھتے ہو کہ نعمان نے ہمیں کس وقت میں جواب دیا ہے۔ اس کے پاس جاؤ اور ملامت کرو اور میری طرف سے عمدہ عمدہ وعدے کر کے سمجھاؤ تاکہ میدان میں نکل کر ان دونوں لشکروں کو پسپا کرے۔ کیونکہ اس کے بغیر انہیں کوئی اور دفع نہیں کر سکتا۔ عمر بن مرہ نے کہا اے معاویہ جب تجھے کوئی کام نہیں ہوتا تو ہمیں فراموش کر دیتا ہے اور ویسے کبھی یاد نہیں کرتا اور نہ ہمارا حق یاد رکھتا ہے اور جب کوئی سخت مہم آ پڑتی ہے تو ہم ہی یاد آتے ہیں۔ اور ہمیں مامور کرتا ہے۔ معاویہ نے کہا یہ وقت ان باتوں کا نہیں۔ پہلے اس کام کو انجام دو اور کوئی تدبیر سوچو کہ اس مہم سے فارغ ہو جائیں۔ دونوں نعمان کے پاس آئے اور بہت کچھ سمجھایا دلاسا دیا کہ جو کچھ کہنا تھا کہہ ڈالا۔ اور اپنے دل کا بخار نکال ڈالا۔ اب حد سے زیادہ تجاوز نہ کرنا اور اس کی مرضی کو خاطر میں نہ لانا۔ مناسب نہیں ہے آخر ہمیں اس کے بغیر چارہ نہیں۔ جب ہم نے ایک کام کو اختیار کر لیا تو انجام دیئے بغر چھوڑنا داخل عیب ہے۔ نعمان نے کہا میں ایسا ہی کروں گا۔ پھر اپنی قوم بنی قضاعہ کو ہمراہ لے کر دونوں فوجوں پر حملہ کیا۔ اشتر اور سعید نے بھی یہ دیکھ کر بنی قضاعہ نے بہ ماتحتی نعمان حملہ کیا ہے اور زیادہ سخت کوشی اختیار کی۔ چنانچہ باہم خوب جنگ ہوئی۔ اور طرفین نے جان لڑا دی۔ شام تک ہنگامہ کار زار گرم رہا۔

انجام کار نعمان اور اس کی جمعیت کا اکثر حصہ قتل ہو گیا۔ آج طرفین میں سے ایک شخص نے بھی نماز نہ پڑھی۔ رات ہونے پر دونوں فوجیں علیحدہ ہوئیں۔ اور اپنی اپنی قیام گاہ کو پلٹ گئیں اور قضا نمازیں پڑھیں۔ معاویہ "مصلحتاً" نعمان کے مارے جانے پر بہت افسوس اور ملال ظاہر کرتا رہا مگر دل میں شاد تھا کہ اچھا ہوا' وہ امیرالمومنین علیؑ سے محبت کرتا تھا۔

ابو نوح اور ذوالکلاح حمیری کی گفتگو

اسی جنگ و جدال کے اثناء میں ذوالکلاح حمیری نے ابو نوح کو آواز دے کر بلایا اور جب وہ آیا تو پوچھا کیا تو عمار یاسر سے جا کر کہہ سکتا ہے کہ وہ عمرو کے ساتھ بیٹھ کر کچھ گفتگو کرے اور باہم جانبین کی صلح و صفائی کے معاملے میں مشورہ کریں۔ اور ہم اس گفتگو کو سنیں۔ ابو نوح نے کہا کیوں نہیں اور اسی وقت واپس جا کر عمار یاسر سے ملا۔ اور ماجرا بیان کیا عمار نے کہا میں آتا ہوں اور احسان مند ہوں۔ عمار یاسر نے تیاری کی اور تیس مشہور و معروف صحابہ لیے یہ سب کے سب مالک بن حارث نخعی اور عمر بن حمق خزاعی کے سوا جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ جب معاویہ کے پاس پہنچے تو معاویہ کے ایک مقرب صباح نام نے معاویہ سے کہا ذوالکلاح کو ابو نوح کے ساتھ مکالمہ کی اجازت دینا میرے نزدیک مصلحت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ بڑا لسان اور فصیح و بلیغ شخص ہے۔ مبادا اپنی شیریں بیانی اور فصاحت سے ذوالکلاح کو دھوکہ دے کر شک

۲۹۶

میں ڈال دے۔
معاویہ نے کہا میں بھی مصلحت نہیں سمجھتا میں نے اسے روکا تھا مگر اس نے میرے کہنے کو نہ مانا۔ خیر ذوالکلاع بزرگ شخص ہے۔ وہ اپنی بہتری کو خوب سمجھ سکتا ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ ابو نوح اسے فریب دے سکے۔
بو الکلاع نے ابو نوح سے کہا آ عمرو عاص کے پاس چلیں اور عمار یاسر کے آنے سے مطلع کریں اور اس معاملہ میں کچھ کہیں۔ اس نے کہا ایسا نہ ہونا چاہیے مبادا کوئی مجھے کچھ کہے یا معترض ہو پھر اس کا جواب دینا ضروری اور دفیعہ لازمی ہو گا۔
ذو الکلاع نے کہا تو مطمئن اور بے فکر رہ۔ جب میرے ہمراہ ہو گا تو کسی کی کیا مجال جو تجھ سے برا یا رنجش آمیز کلمہ کہے یا معترض ہو سکے۔ ابو نوح اس کے ہمراہ ہو گیا۔ دونوں عمر عاص کے پاس پہنچے وہ اس وقت ایک ٹیلے پر کھڑا تھا اور لشکر کو ترغیب جنگ دلا رہا تھا۔ ذوالکلاع نے کہا اے ابا عبداللہ میں ایک مشفق اور ناصح راست گو شخص کو لایا ہوں کہ تو اس کی بات سنے اور اس کے ہمراہ عمار یاسر کے پاس چلے اور جو گفتگو ضروری ہو وہ کہیں اور سنیں۔ عمر عاص نے دریافت کیا وہ ناصح اور عقل مند کون ہے جسے تو لایا ہے۔ اس نے کہا یہ ہے جو اس جگہ موجود ہے اور یہ میرے چچا زاد بھائیوں میں سے ہوتا ہے۔ عراق کا باشندہ ہے۔ میں نے اس سے عہد کیا ہے کہ کوئی شخص ہاتھ یا زبان سے تجھے ایذا نہ دے گا۔ تاوقتیکہ تجھے جو کچھ کہنا ہے نہ کہہ لے۔ اور وہ اپنی قیام گاہ کو واپس نہ ہو لے۔
عمر عاص نے کہا میں تیرے چچا کے اس بیٹے کی پیشانی پر بو ترابی جھلک پاتا ہوں۔ ابو نوح نے کہا جس امر کو تو نے مجھ میں دیکھا وہ ابو ترابی پیشانی سے متعلق نہیں بلکہ سنت محمد مصطفےؐ کی پیروی کا نشان ہے اور میں تیرے منہ پر نمایاں طور سے ابو جہل کی پیشانی ملاحظہ کر رہا ہوں بلکہ فرعون کی پیشانی۔ ابوالاعور سلمی نے تلوار سونت لی اور کہا اس جھوٹے کمبخت کو جس کی پیشانی سے ابو ترابی نشان عیاں ہے تو اس لیے لایا ہے کہ اپنی حد سے باہر قدم رکھے اور ہمیں منہ در منہ گالیاں سنائے۔ میں ابھی تلوار سے اس کا سر اڑائے دیتا ہوں۔
ذوالکلاع نے کہ دھیما رہ۔ ابو نوح میرا پسر عم اور ہمسایہ ہے۔ اس کے علاوہ میں نے اس کے ساتھ حفاظت کا عہد کر لیا ہے اور اس لیے لایا ہوں کہ اس معاملہ میں جو شبہ واقع ہوا ہے رفع کر دے اور تمہیں راہ راست دکھائے۔ اگر تو کچھ اعتراض کرے گا تو میں تجھے تلوار کے گھاٹ اتار دوں گا۔ ابو الاعور ذوالکلاع کی یہ بات سن کر اور اسے بضد پا کر خاموش ہو رہا۔ تلوار میان میں کر لی۔ عمر عاص نے کہا کیا تو ہی ابو نوح ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ عمر نے کہا میں تجھے خدائے واحد کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں سچ سچ کہنا مکر و فریب سے بات نہ کرنا۔ عمار یاسر کہاں ہے۔ اس نے کہا جب تک تو مجھے یہ نہ بتائے گا کہ یہ بات کس لیے دریافت کرتا ہے میں ہرگز اس کا حال نہ بتاؤں گا۔ ہمارے ساتھ بڑے بڑے صحابہ اور نیک و برگزیدہ اشخاص موجود ہیں۔ اور سب کے سب تم سے جنگ کرنے کے لیے عمار یاسر سے بھی زیادہ مستعد و مشتاق ہیں۔ عمر عاص نے کہا میں عمار یاسر کو اس لیے دریافت کرتا ہوں کہ میں نے سنا ہے کہ جناب رسول خداؐ نے اسے خبر دی ہے کہ تو باغیوں کے ہاتھ سے مارا جائے گا۔ یہ بات عمار کی ذات سے بہت بعید اور تعجب انگیز ہے وہ ہم سے علیحدہ ہے۔ ابو نوح نے کہا اللہ اکبر عمار ہمارے ساتھ ہے اور تم سے جنگ کرنے میں بہت کوشش کرتا ہے۔ عمر نے کہا کیا تو جیسا بیان کرتا ہے یہی بات ہے کہ وہ ہم سے سخت جنگ کرتا ہے۔ اس نے کہ خدا کی قسم یہی بات ہے عمار تم سے جنگ کرنے کا بے حد مشتاق ہے۔ جب ہم جنگ جمل میں مشغول تھے مجھ سے ایک دن کہا تھا کہ یاد رکھنا چاہیے ہم فتح یاب ہوں گے اور کل مجھ سے یہ کہا ہے کہ معاویہ کی فوجیں ہمیں شکست دے کر مدینہ کی کھجوروں تک بھگا لے جائیں گی۔ اور میں اس امر میں کہ علیؑ

حق پر ہے اور معاویہ باطل پر ذرا بھی شک و شبہ نہیں رکھتا۔ اور مجھے یقین کامل ہے کہ ہمارے مقتول بہشتی اور ان کے مقتول دوزخی ہیں۔ عمر عاص نے کہا اے ابو نوح میں چاہتا ہوں کہ تھوڑی دیر کے لیے عمار سے ملوں۔ کوئی ایسی تدبیر کر سکتا ہے کہ میں اس سے مل سکوں۔ اس نے کہا آسان بات ہے۔ میں نے اور ذو الکلاع نے ابھی یہ بات سوچی ہے اور عمار یاسر سے بھی کہا ہے وہ جناب رسول خدا کے بہت سے مشہور اصحاب کے ہمراہ تمہارے لشکر کے قریب موجود ہے۔

عمر عاص نے یہ سنتے ہی گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور عمار یاسر کے سامنے آکھڑا ہوا۔ معاویہ کے چند خواص اس کے ہمراہ تھے۔

عمار یاسر نے عمر عاص کو دیکھ کر قبیلہ عبدالقیس میں سے ایک شخص عوف بن بشر کو اس کے پاس بھیجا۔ اس نے عمر کے پاس پہنچ کر کہا عمار وہاں موجود ہے اگر تجھے کچھ کہنا ہو تو قریب آکر بیان کر۔ عمر عاص نے اس سے کہا میں تیرے مکرو بے وفائی سے ڈرتا ہوں۔ اس لیے قریب نہیں آسکتا۔ تو ہی میرے پاس چلا آکہ جو بات کرنی ہے بیان کی جائے۔ پھر کہا اے شخص تو کس قدر دلیر اور بے باک ہے کہ میرے پاس چلا آیا۔ تجھے کس نے ایسا نڈر کر دیا ہے۔

عوف نے کہا ہمیں اللہ تعالی نے جرات دی ہے اور تجھ پر اور تیرے بدکاروں پر غلبہ دے کر قوت و طاقت کرامت فرمائی ہے اگر چاہوں تو تجھ سے مناظرہ کر سکتا ہوں کیونکہ الحمد للہ تقریر کرنے والی زبان رکھتا ہوں اور جنگ و جدل کا زور بازو۔

عمر عاص نے کہا اے بھتیجے تو کس قبیلے سے ہے اور کیا نام رکھتا ہے جواب دیا کہ میرا نام عوف بن بشر ہے اور قبیلہ عبدالقیس میں سے ہوں۔ عمرو عاص نے کہا اگر تو چاہے تو میں تجھ سے جنگ کرنے کے لئے سوار کو بھیجوں۔ عوف نے کہا جسے چاہے بھیج۔ اگر تو خود مقابلے پر نکلے تو سب سے بہتر ہو عمر نے کہا اب جنگ کا وقت نہیں رہا۔ ہمیں بہت سے سوال درپیش ہیں۔ کسی کو تیرے پاس بھیجتا ہوں کہ باہم مناظرہ کرو عوف نے کہا یہی سہی۔

اب عمر اپنے ہمراہیوں کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ تم میں سے کون عوف کے ساتھ بحث کر سکتا ہے۔ ابو الاعور سلمی نے کہا میں اس سے بحث کرتا ہوں۔ عمر عاص نے کہا اچھا جا گفتگو کر۔ وہ عوف کے سامنے آکھڑا ہوا۔ عوف نے کہا میں اس شخص کو دیکھ رہا ہوں جس کی پیشانی سے جہنمی ہونا ظاہر ہو رہا ہے۔ ابو الاعور نے کہا تو بڑا بولنے والا شخص ہے مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تیری یہ زبان تجھے جہنم کی آگ میں ڈالے۔ عوف نے کہا خدا کی قسم میری صورت اور زبان مجھے جانب بہشت راہنما ہوگی۔ کیونکہ حق بات کے سوا میں اور کچھ نہیں کہتا۔ اور راست گوئی کے سوا میری زبان اور باتوں سے آشنا نہیں ہے۔ میرا طریق یہ ہے کہ گمراہوں کو راستہ بتاتا ہوں اس سبب سے مجھے اللہ تعالی کی مہربانی پر پورا بھروسہ ہے۔ اور اس لیے میں گمراہوں سے جنگ کرنا جہاد سمجھتا ہوں۔ خدا مجھے بہشت عنایت کرے گا۔ اور جب میں تیری طرف دیکھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ تو نے خدا تعالی کے عذاب کو اس کی بخشش کے عوض اختیار کر رکھا ہے اور گمراہی و بے دینی کو راہ راست سے بدل لیا ہے۔ کسی ایسے شخص کو جو دیدۂ بینا رکھتا ہو کہنا چاہیے کہ ہمارے اور تمہارے حال پر نظر کر کے پیشانیوں کو ملاحظہ کرے اور ہمارا عدل و انصاف معائنہ کرے۔ اور حقیقت حال معلوم کر کے تم سے بیان کرے پھر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں سے کمتر درجہ کا شخص بھی تمہارے بہتر سے بہتر آدمی سے برتر اور جناب محمد مصطفےٰ سے نزدیک تر ہو گا۔

ابو الاعور نے کہا بات لمبی ہو گئی اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ مناظرہ مجھ سے اور تجھ سے انجام نہ پائے گا۔ اور وقت گزر جائے گا۔ اپنے دوستوں کے پاس جا کر انہیں لا اور میں بھی اپنے دوستوں کو بلاؤں کہ وہ بھی آجائیں اور دن کے ختم ہونے سے پہلے جو کہنا ہے کہہ لو۔ اب عوف نے واپس جا کر عمار یاسر کو خبر دی اور وہ صحابہ کے گروہ سمیت عمر عاص کے پاس آیا۔ اور عمر عاص بھی اپنے رفیقوں کو لے کر اس کی طرف بڑھا جب دونوں مل گئے اور ایک دوسرے کے اس قدر متصل جا

ٹھہرے کہ ان کے گھوڑوں کی گردنیں ایک دوسرے سے آگے نکل گئیں۔ اس کے بعد اتر کر زمین پر بیٹھ گئے۔ عمر عاص نے گفتگو شروع کی۔ چاہا کہ خطبہ پڑھے **لا الہ الا اللہ** ہی کہا تھا کہ عمار یاسر نے یہ کلمہ اس کی زبان سے چھین لیا۔ اور بولا یہ مبارک کلمہ تیری زبان سے کبھی نہیں نکلا اب تجھے اس سے کیا واسطہ زمانہ جاہلیت کے طریق پر خطبہ بیان کر۔ کیونکہ اسلام اور مسلمانی سے تجھے کچھ واسطہ نہیں۔ یہ مبارک کلمے ہر کس و ناکس کی زبان سے نکلنے کے لائق نہیں ہیں۔ یہ کلمہ شہادت میرے حسب حال ہے۔ اسے میرے لیے رہنے دے۔ تجھ سے نالائق و ناپاک کی زبان پر اسے نہ آنا چاہیے۔ اگر تجھے کچھ بیان کرنا ہے تو اسی طریق سے بیان کر جو تیرے باطل مذہب کی طرح ذلیل و حقیر ہو اور کفر و ضلالت میں تیرے سر کا تاج۔ تو اس گروہ میں سے ہے جس نے جناب محمد مصطفیٰؐ سے جنگ کی ہے اور حضرتؐ کے سامنے تلوار کھینچی اور ہجو کی اور ان کی وفات کے بعد ان کی امت میں فساد برپا کیا ہے اسی وجہ سے تجھے ابتر ابن الابتر کہتے ہیں۔ جب تک زندہ رہا خدا اور رسول کا دشمن رہا اور خاندان نبوت سے عداوت رکھی۔ عمر عاص کو عمار یاسر کی باتوں پر غصہ آگیا اور کہا تو بھی کوئی بڑا پارسا، بے عیب اور پاک دامن نہیں جو مسلمانوں پر طعنہ زن ہو سکتا ہے۔ مجھے تیرا سب حال معلوم ہے تیرے ظاہر و باطن سے خوب آگاہ ہوں اگر چاہوں تو تیرے عیب اور برائیاں گنوا سکتا ہوں اور ایسا کرنے کی قوت و قدرت بھی رکھتا ہوں۔ مجھے بڑا تعجب ہوتا ہے کہ جب تو اس امر سے خوب واقف ہو کر بھی کہ یہ میرے حال سے اچھی طرح آگاہ ہے میرے روبرو ایسی باتیں بناتا ہے اور مجھ میں عیب نکالتا ہے۔ شاید تو نے یہ شعر نہیں سنا۔

آنکہ از حال تو خبر دارد جہد کن تا ز تو نظر دارد

یعنی جو تیرے حال سے خبردار ہو کوشش کر کہ تجھ پر نظر محبت رکھے۔ عمار نے کہا تو مجھے کیا کہے گا اور کس بات کا عیب لگا سکے گا اگر یہ کہے گا کہ گمراہ تھا خدا نے مجھے راہ راست دکھا دی۔ اگر یہ کہے گا کمینہ تھا خدا نے مجھے شریف بنا دیا۔ اگر یہ کہے گا کہ حقیر تھا، اللہ تعالیٰ نے عزیز کر دیا۔ جو کچھ کہے گا سچ کہے گا مگر یہ نہ کہہ سکے گا کہ کبھی خدا اور رسولؐ کی خیانت کی ہے یا کسی وقت میں بھی اس کی عبادت میں سستی اور اس کے رسول جناب محمد مصطفیٰؐ کی دوستی میں خلل ڈالا ہے تو ان باتوں کو کیوں لے بیٹھا جس مدعا کے لیے ہم یہاں آئے ہیں اس کا ذکر کرنا چاہیے۔ اگر تو دشمنی سے پیش آیا تو ہم بھی دشمنی کریں گے۔ جس سے ہمارا حق پر ہونا ظاہر ہو جائے اور تیرے دعوے کا جھوٹ کھل جائے۔ اور اگر تو یہ چاہتا ہے کہ میں گفتگو کروں تو یہ امر تجھے سزاوار نہیں۔ کیونکہ ہم گفتگو کرنے میں تجھ سے برتر ہیں۔ اور اگر تو چاہے تو ایک ایسی بات کہہ دوں جو ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کر دے۔ اور اس جگہ سے اٹھنے سے پہلے ہی تجھ پر کفر ثابت ہو جائے۔ اور تو خود بھی میری بات کو تسلیم کر لے اور یقین لے آئے۔ اور اس کلمے کے سبب تو خود اپنے کفر کی آپ شہادت دے اور مجھے اس بات میں جھوٹا نہ کہہ سکے گا۔ یقیناً تجھے عثمان اور اس کے مارے جانے کا حال معلوم ہو گا۔ اور تو نے خود اس واقعے کی مفصل کیفیت دیکھی یا سنی ہو گی۔ اور تجھے اس میں کچھ شبہہ باقی نہ رہے گا اور یہ بھی دیکھا ہو گا کہ بعض آدمیوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اور بعض اس کے قتل کی ترغیب دیتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ تمام ادنیٰ و اعلیٰ اور نام و گمنام اور شریف اور امیر میں سے جو محاصرہ کے دنوں میں مدینہ کے اندر موجود تھے کسی ایک نے بھی اس کی امداد میں ہاتھ یا زبان نہ ہلائی۔ اور ذرا ساتھ نہ دیا۔ محاصرہ کے چالیس دن تک اتنی مجال نہ ہوئی کہ نماز جمعہ یا جماعت کے لیے نکلتا۔ تو نے وہ مختلف باتیں بھی جو زید و بکر ان دنوں عثمان کے حق میں کہتے تھے سنی ہی ہوں گی۔ طلحہ و زبیر کی عہد شکنی سے تو آگاہ ہی ہے اور ام المومنین عائشہ صدیقہ نے جو کچھ عثمان کے حق میں اس وقت کہا تھا جب اس نے عائشہ کا وظیفہ بند کر دیا تھا وہ بھی سن رکھا ہو گا۔ نیز قتل عثمان کے لیے جو ترغیب و تحریص دلاتی اور پیر گفتار اور نعثل کہتی تھی ان سے تیرے کان

آشنا ہوں گے۔
پھر اس کے بعد عائشہ نے قتل عثمان کا فتویٰ دیا۔ قاتلوں کو بھڑکایا اور اکسایا اور پھر خود ہی طلب خون عثمان کے لیے ناجائز طور پر نکل کھڑی ہوئیں۔ نہ خدا نے ہی ایسا کرنے کا حکم دیا تھا۔ اب معاویہ اٹھا ہے اور جناب امیر المومنینؑ سے اس کا خون اور اس کے قاتلوں کو طلب کرتا ہے۔ تجھے یہ بھی معلوم ہے کہ جناب امیر المومنینؑ نے واقعہ قتل عثمان میں کوئی قصد نہیں کیا نہ کوئی حکم دیا اور نہ آپ اس فعل پر رضا مند تھے۔ تو خود ہی اس معاملہ پر غور کر اور خود ہی اس کا فیصلہ کر۔ اور بہ غور و تامل سوچ کہ اس معاملہ میں معاویہ کی طلبی اور گفتگو کو کیا تعلق ہے۔ اور اسے یہ حق کیونکر حاصل ہو سکتا ہے کہ خون عثمان کو طلب کرے۔ نہ وہ عثمان کا وارث ہے نہ مسلمانوں کا والی بلکہ خون عثمان خود اس کی گردن پر عائد ہے۔
عمر عاص نے کہا اے ابو الیقظان جو کچھ تو نے کہا سچ کہا اور طلحہ و زبیر کی عہد شکنی کی تحریص قتل عثمان کا بیان اس طرح ہے جیسا تو نے بیان کیا۔ اور ان میں سے اکثر امور کو میں نے بچشم خود دیکھا ہے کیونکہ میں وہاں موجود تھا اور کچھ باتیں معتبر لوگوں سے سنی ہوئی ہیں۔ مگر معاویہ کا طلب خون عثمان کرنا امر حق ہے کیونکہ عثمان بنی امیہ میں سے تھا اور معاویہ بھی بنی امیہ میں سے ہے وہ تعلق جو اسے عثمان سے ہے اور وہ شفقتیں جو عثمان اس کے حال پر کرتے تھے اس کو طلب خون عثمان پر مجبور کر رہی ہیں۔ یہ بات ایسی ظاہر و آشکارا ہے کہ بیان کرنے کی بھی احتیاج نہیں اور ہم بھی عثمان و معاویہ کے حسب و نسب کی کیفیت بیان کرنے کے لیے اکٹھا نہیں ہوئے۔ ہماری غرض تو یہ ہے کہ ان معرکہ آرائیوں کی کیفیت جو روزانہ ظہور میں آ رہی ہے باہم نظر ڈالیں اور کوئی بہتری اور بھلائی کی بات نکالیں اس سبب سے کہ تو علی ابن ابی طالب کے لشکر میں سب سے برتر و ممتاز اور صاحب جاہ و منزلت ہے ممکن ہے کہ تیری سعی اور کوشش سے یہ بات ختم ہو جائے اور تیری خوبی تدبیر سے یہ آتش فساد بجھ جائے اور یہ تاریک غبار چھٹ جائے۔ اور خونریزیاں بند ہو جائیں۔
اے ابو الیقظان سوچ تو سہی کہ ہم تم دونوں ایک ہی خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ ایک قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں۔ وہی پانچ وقت کی نماز جو تم پڑھتے ہو ہم بھی پڑھتے ہیں اور قرآن شریف کے پڑھنے اور احکام و تعمیل کرنے میں باہم مطابقت رکھتے ہیں۔ پھر ہم میں یہ مخالفت کیسے آئی اور ہم مسلمان تو ایمان والوں کو باہم لڑنا جھگڑنا کیوں چاہیے ایک صف میں پہلو بہ پہلو نماز پڑھ کر کیوں صف جنگ و جدل میں ایک دوسرے کے مقابل آئیں اور کیوں ایک دوسرے کو قتل کریں تو ان باتوں کو نہیں کہتا اور کچھ نہیں سمجھاتا۔ عمار یاسر نے جواب دیا اے عمر عاص کب تک بیان کئے جائے گا اور کب تک نفاق پھیلا کر عجیب عجیب باتیں کرے گا۔

چہ نرگس نیستی شوخ و چوں لالہ تیرہ دل　　　پس دور و دو زباں ہمچوں گل و سوسن مباش

نہ سہی لالہ کی طرح شوخ اور سیاہ دل ضرور ہے۔ گل سوسن کی طرح دو رخ اور دو زبانیں نہ رکھ۔ تو نے جو یہ کہا کہ ہم تم ایک خدا کی عبادت کرتے اور ایک ہی قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں۔ شکر خدا کہ تیری زبان پر تو یہ بات آئی، تجھے اور تیرے دوستوں کو قبلہ سے کیا کام اور خدا کی عبادت، قرآن شریف کی تلاوت اور دین و ایمان تجھے کیا فائدہ دیں گے اور تجھے ان کی کیا خبر قرآن دین و ایمان ہمیں ہی فائدہ دے گا کیونکہ ہم خالص نیت رکھتے ہیں اور نفاق و ریا سے خالی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تیری گمراہی ظاہر کر دی ہے اور جاہ و مال کی طلب میں کس قدر لالچی اور مغرور بن گیا ہے کہ نہ ہدایت و ضلالت میں تمیز کرتا ہے اور نہ سعادت و بدبختی کو پہچانتا ہے۔

اے ترا زیر این کبود حصا　　　دستہ گل نمود پشتہ خار

یعنی نیلے آسمان کے نیچے پھولوں کا دستہ پشتہ خار نظر آتا ہے۔ حضرت محمد مصطفےٰؐ نے مجھے حکم دیا ہے کہ عہد شکن لوگوں

سے جنگ کروں اور ان ہی کے ارشاد کے موافق میں نے جنگ کی اور آپ کا حکم بجا لایا۔ نیز مجھ سے فرمایا ہے کہ ظالموں اور ستمگروں پر تلوار نکالوں اور فاسق اور بدکرداروں کو قتل کروں۔ تم وہی لوگ ہو اور یہ اوصاف تم سب میں موجود ہیں۔ اور مارقین کے قتل کا حکم بھی دیا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دین الٰہی سے اس طرح گریز کرتے ہیں جیسا تیر کمان سے۔ میں نہیں جانتا کہ مجھے ان لوگوں سے بھی مقابلہ کرنا ہو گا یا نہیں اے نالائق ابتر تو نے نہیں سنا کہ حضرت رسول خداؐ نے علیؑ کی نسبت فرمایا کہ میں خدا کا دوست اور رسول ہوں اور علیؑ میرا دوست ہے اور تو اس دنیا میں شیطان کے سوا کسی اور کا دوست نہیں۔

عمر عاص نے کہا اے عمار میں تجھ سے نرمی سے کلام کرتا ہوں تو مجھے کس لیے گالیاں دیتا ہے۔ عمارؓ نے جواب دیا اس لیے کہ تیری عبادت و خصلت میں مکر و ریا نفاق اور دغا و فریب شامل ہو گئے ہیں۔ یہی عیب اس کا باعث ہوا ہے۔ خدا کی قسم میں شریعت کے طریق پر ثابت قدم ہوں۔

عمر عاص نے کہا اے عمار تو قتل عثمان کی نسبت کیا کہتا ہے' سچ سچ بیان کر تو بھی اسی جماعت میں سے ہے جس نے اسے قتل کیا ہے۔ عمار نے کہا ہاں میں اس گروہ میں تھا اور آج بھی اسی جماعت کے ہمراہ ہوں جس نے اسے مارا ہے۔ اور تم سے جنگ کر رہا ہے۔ عمر نے کہا اے اہل شام گواہ رہنا کہ عمار نے قتل عثمان کا اقرار کر لیا ہے۔ عمار نے کہا یہ گواہ بنانا محض ایسا ہے جیسا فرعون نے اپنی قوم سے اس وقت جبکہ موسیٰؑ نے خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت کا حال بیان فرما رہے تھے کہا تھا کہ دیکھو اور سنو یہ کیا کہہ رہا ہے۔ اے پسر نابغہ میں نے یہ کب کہا ہے عثمان کو میں نے قتل کیا ہے۔ جس پر تو انہیں گواہ قرار دیتا ہے۔ عمر نے تم سب تلواریں لے کر گئے اور عثمان کو قتل کر دیا۔ اب زیادہ بات نہ بڑھاؤ عثمان کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دو پھر یہ سب فساد مٹ جائے گا۔ اور خونریزی بند ہو جائے گی۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تمام مطلب حل ہو جائے گا۔ ورنہ یہ معاملہ اتنا طول پکڑے کہ ہمارے سر اس میں کھپ جائیں گے اور اس آتش فتنہ کے دھوئیں سے بہت سے تر دماغ خشک اور سوکھے چشمے ابل پڑیں گے۔ عمار یاسر نے ہنس کر کہا اے پسر نابغہ جبکہ علی ابن ابی طالبؑ نے رکاب میں قدم رکھا ہے تو لڑائی کا کیا ذکر کرتا ہے۔ اور شمشیر و نیزہ کا کیا خوف ہے۔ اژدھے کے دانتوں کو توڑنا اور شیر کی پلکیں اکھاڑنا ہے۔ یہاں تک بات پہنچی تھی کہ شام والے اٹھ کھڑے ہوئے اور سوار ہو کر عمار کی باتیں یاد کرتے ہوئے معاویہ کے پاس جا پہنچے۔ اس نے پوچھا کیا قرار پایا۔ تم نے کیا کہا اور ان سے کیا سنا۔ انہوں نے کہا ہم کیا بیان کریں۔ ہم نے عمار یاسر کی بات سنی ہے۔ شمشیر براں سے زیادہ تیز اور سانپ کے زہر سے زیادہ مہلک تھیں۔ اور عمر عاص اس کے آگے محض ایک نوزائیدہ بے زبان بچہ تھا یا پتھر کا ایک بت!

معاویہ نے کہا خدا کی قسم اگر اس حبشی غلام یعنی عمار یاسر کی رائے پر چلیں گے تو سارا عرب تباہ ہو جائے گا۔

معاویہ کے لشکر میں سے حصین بن مالک اور حارث بن عوف کا بجانب مصر و حمص فرار

معاویہ کی فوج میں قبیلہ حمیر میں سے ایک شخص حصین بن مالک نام تھا اگرچہ وہ اس کے لشکر میں تھا مگر اس کا دل امیر المومنین علی علیہ السلام کی طرف رجوع تھا کبھی کبھی آپ کی خیریت اور حالات دریافت کرتا رہتا تھا۔ ایک دن حارث بن عوف سکسکی جو حصین سے بہت ہی محبت و دوستی رکھتا تھا خبر لایا کہ تو نے بھی سنا ہو گا کہ عمار یاسر اور عمر عاص میں ایک

جلسہ قرار پایا ہے کہ باہم علیؑ اور معاویہ کے بارے میں مناظرہ کریں۔ اگر مرضی ہو تو تو بھی اس جلسے میں چل تاکہ ان کی باتیں سنیں۔

حصین نے کہا اے بھائی مجھے اندیشہ ہے کہ پسر نابغہ کے فریب سے مبادا میرے اعتقاد میں کچھ خلل آئے دیر تک سر جھکائے کچھ سوچا کیا۔ پھر کہا اے حارث آہم بھی چل کر ان کی باتیں سنیں گے عرصہ دراز سے میں شریعت کے طور طریقوں پر چل رہا ہوں۔ اور اپنے اعتقاد کو خوب مضبوط کر لیا ہے۔ پسر نابغہ کا فریب اور جادو مجھے متغیر نہ کرے گا۔ یہ کہہ کر ان کے مباحثہ کی جگہ آیا۔ عمار یاسر کی باتیں جو حق و باطل کے تصفیہ میں فصل الخطاب تھیں سن کر اور عمر عاص کو اس کے جواب میں چکی کے بیل کی طرف بے بس پا کر حارث نے حصین سے کہا تو نے جو کچھ دیکھا ہے کہ پسر عاص گفتگو کے وقت کیسا لاچار اور حیران تھا اب خیال کرو کہ ہم اس فتنہ کے دلدل سے کس طرح رہائی پا سکتے ہیں۔ سن لے کہ میں آتش دوزخ اور نعمہائے بہشت سے متعلق ہر وقت فکر کرتا رہتا ہوں۔ اگر جناب امیر المومنینؑ کی خدمت میں جاتا ہوں تو یہ لوگ مجھے بدنام اور مطعون کریں گے اگر معاویہ کے پاس رہتا ہوں تو دوزخ کی دائمی آگ میں پڑتا ہوں اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس معرکہ آرائی سے علیحدہ ہو کر اور دونوں فوجوں سے بے تعلق رہ کر زندگی بسر کروں۔

حصین نے کہا تیری رائے بہت درست ہے اور عقل کی بات سوچی ہے۔ میں بھی تیرے طرح اسی فکر میں مبتلا ہوں پس دونوں ہم خیال ہو کر معاویہ کی فوج میں سے نکل آئے ایک نے شہر حمص کی راہ لی اور دوسرے نے مصر کی۔

اب پھر عمر عاص کا تذکرہ سنیے۔ جب عمار یاسر کے ساتھ مناظرہ ختم کر کے عمر عاص معاویہ کے پاس گیا تو فوج والوں کا ایک گروہ اس کے پاس آیا اور کہا اے عمر تو نے ہم سے بیان کیا تھا کہ جناب رسول خداؐ نے عمار کے حق میں فرمایا ہے **یدور الحق مع عمار حیثما دار** یعنی حق عمار یاسر کے ساتھ ہے جہاں وہ ہے اسی جگہ حق ہے۔ اس نے جواب دیا ہاں میں نے کہا تھا اور یہ بات جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی تھی لیکن تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ عمار کو ہم سے علیحدہ سمجھتے ہو۔ کیا نہیں دیکھتے کہ وہ ہمارے پاس آیا تھا۔ پس اسے ہم میں سے سمجھو!

ذوالکلاع حمیری نے کہا اے عمر خدا سے ڈر اور ایسی بے معنی اور دھوکہ بازی کی باتیں نہ کر۔ یہ کیسا آتا ہے۔ ہم بھی موجود تھے ہم نے دیکھا کہ عمار آیا اور تھوڑی دیر سامنے بیٹھا اور تجھے زبان کی تیغ سے وہ چرکے لگائے کہ نیزوں کی انیوں سے اس طرح زخمی نہیں کیا جاتا۔ اور تو نوزائیدہ بے زبان بلکہ احمق گدھے کی طرح اس کے جواب میں عاجز اور چپ تھا۔ اس فضیحت کا نام عمار کا آنا رکھا ہے۔ کاش ایسا آنا وہ نہ آتا اور یہ ذلت نہ دیتا۔

اس وقت عبداللہ بن سوید قبیلہ خرش کے سردار نے ذوالکلاع سے مخاطب ہو کر کہا تجھے کیا ہو گیا تھا کہ عمار یاسر کو عمر عاص سے بحث و مناظرہ کرنے کے لیے طلب کیا تھا۔ اس نے کہا اس حدیث کے لیے جو عمر نے رسول خدا صلعم سے سنی اور بیان کی تھی کہ آنحضرتؐ نے عمر سے فرمایا ہے کہ حق عمار یاسر کے ساتھ رہتا ہے۔ جدھر عمار ہے ادھر حق ہے۔

عبداللہ بن سوید نے یہ سن کر عمر عاص کے حق میں اشعار تصنیف کیے:

ھذلت یا عمرو قبل الیوم مبتئسا — تبغی الخصوم جھادا غیر اسرارا

حتی لقیت ابا الیقضان منتصبا — ھخ العظام فتبرز غیر مستکشاد

حتی رمی بک فی بحرلہ حلب — نھری بک الموج ھا فاذھب الی النار

عبداللہ ابن عمر جو تمام شام میں عبادت اور زہد میں مشہور اور شجاعت اور جرات میں کامل شخص تھا عمرو عیار کی نیتوں کو تاڑ گیا اور اس گفتگو کو سن کر سمجھ گیا کہ معاویہ کفر اور گناہ گاری اختیار کر کے جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کر رہا

ہے۔ اور حکومت کی خواہش میں پڑ کر خلقت کو گمراہ کر رہا ہے۔ وہ بہ وقت شب معاویہ کی فوج سے نکل کر حضرت علیؑ کی فوج میں چلا آیا۔ اور یہ اشعار ذوالکلاع کو لکھ بھیجے:

و الر اقصات یر کب عاسدین لہ	ان الذی جاء من عمر و لنا ثور
قد کنت اسمع و الابناء شائعتہ	هذا الحدیث نقلت الکذب الزور
حتی تلقیتہ عن اهل غیبتہ	فالیوم ارجع و المغرور و مغرور
و الیوم برء من عمر و شیعتہ	و من معاویتہ المحدویتہ العبر
لا لا اقاتل عمار اعلی طمع	بعد الروایتہ حتی ینفخ الصور
ترکت عمر او اشیا عالہ نکدا	انی یترک هم باصاء سعذور
یا ذو الکلاء قدع لی معشر اکفروا	او لا فدیتک عین فیہ تعزیروا
مافی مقال رسول اللہ فی رجل	شک و لا فی مقال الرسل تخیر

صبح کے وقت معاویہ نے یہ سن کر سخت رنج کا اظہار کیا اور عمر عاص سے کہا تو کیسا نا سمجھ آدمی ہے تیری نسبت جو مجھے عمدہ گمان تھا اس پر افسوس کرتا ہوں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ تو بڑا عقل مند اور صاحب خرد ہے لیکن تو اس کے بالکل برعکس ہے۔ قریب ہے کہ میری تمام سپاہ خراب ہو جائے اے شخص ہوش میں آ جو کچھ تو نے جناب محمد مصطفےٰؐ سے سنا ہے اس کا ذکر بھی نہ آنا چاہیے۔ میں نے بھی بہت باتیں جناب رسول خداؐ سے سن رکھی ہیں لیکن مصلحت وقت سمجھ کر ان کو چھوڑ رکھا ہے۔ حضرت محمد مصطفےٰؐ نے بھی کبھی مصلحت وقت سمجھ کر کچھ فرما دیا ہے تو نے بہت بے وقت روایت بیان کی اور میرے لشکر میں سے ایک بڑے نامی بہادر سردار کو کھو دیا اور آگے دیکھئے تو کیا کر کے رہتا ہے۔ اور میں تجھ سے کچھ نہ دیکھوں گا۔

عمر عاص نے کہا میں نے عمار یاسر کے متعلق جو حدیث جناب محمد مصطفےٰؐ سے سنی تھی بیان کر دی اور جس وقت بیان کی نہ تو تھا نہ تیری فوج نہ علیؑ کا لشکر اور نہ تو علیؑ کا دشمن تھا نہ علیؑ تھے مجھے کیا خبر تھی کہ اس کے بعد صفین کے مقام پر ایک لاکھ آدمی جمع ہوں گے۔ ایک لشکر کا سردار تو ہو گا اور دوسرے گروہ کا امیر علیؑ اور عمار یاسر علیؑ کو اختیار کرے گا۔ اور میں تیرا طرفدار ہوں گا۔ اس وقت یہ روایت جو میں عمار کے حق میں بیان کرتا ہوں مجھے نقصان پہنچائے گی اور اس کے سبب سے ایک کم ہمت بزدل منافق تیرے لشکر سے بھاگ کر جناب علیؑ سے جا ملے گا اور تو اس کے سبب سے مجھے رنج دے گا۔
اگر میں اتنے واقعات کے ظہور میں آنے سے پہلے ہی ان حادثوں سے آگاہ ہو جاتا تو پھر غیب داں نہ ہوتا!

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے کہہ دیا ہے کہ خلقت سے کہہ دے و لو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر و ما مسنی السوء یعنی میں اگر غیب کی باتیں جانتا تو اکثر اچھے ہی کام کرتا اور مجھے کوئی رنج اور برائی لاحق نہ ہوتی۔ غیب کا جاننے والا صرف اللہ جل شانہ ہے۔ تو نے بھی عمار کے حق میں کئی حدیثیں بیان کی ہیں۔ اگر میں نے بھی ایک روایت بیان کر دی ہے تو کیا ہوا ایک بہادر نہ رہا نہ سہی۔ تو نے علیؑ کے ساتھ جو تنازعہ اٹھایا ہے اگر اس میں ایک سپاہی کے جانے سے خلل پڑتا تو اس سے دل شکستہ ہوتا ہو تو اس فعل کو ترک کر اور جناب امیر المومنینؑ سے صلح کر لے۔

از ہرچہ نہ بر مراد تو خواہد بود　　　گر رنجہ شوی دراز رنجے داری

یعنی جو کام تیری مراد کے موافق انجام نہ پائے اگر تو اس سے رنجیدہ ہو گا تو بڑے بڑے رنج اٹھائے گا۔ معاویہ یہ سن کر خاموش رہا، کچھ نہ بولا اور حلم اختیار کیا جس سے طرفین میں صفائی ہو گئی۔

دوسرے دن صبح کے وقت صف بستہ ہو کر ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں۔ معاویہ کی طرف سے ایک شخص ہمام ابن قیصہ میری نام جو جناب امیر علیہ السلام کے بدگویوں اور دشمنوں میں سے تھا نکلا اور مقابل طلب کیا۔ عدی بن حاتم طائی لشکر امیرؑ سے نکلا۔ ہمام نے جناب امیر علیہ السلام کو برا کہا۔ عدی نے کہا برا کہنا اور کوسنا بوڑھی عورتوں اور عاجزوں کا کام ہے۔ بہادر سیف و سنان سے جواب دیتے ہیں۔ یہ کہہ کر حملہ کیا۔ دونوں نے نیزے سنبھالے کچھ عرصے تک خوب زور آزمائی ہوتی رہی۔

انجام کار عدی بن حاتم نے اس کے سینے پر ایسا نیزہ مارا کہ پشت سے نکل گیا اور وہ فوراً مردہ ہو کر زمین پر گر پڑا۔ عدی تھوڑی دیر تک گھوڑے کو میدان میں کاوہ دیتا رہا اور اشعار پڑھتا رہا۔ پھر اپنی صف میں آ ملا۔

معاویہ کو ہمام کے مارے جانے سے سخت صدمہ ہوا۔ اور کہا اگر فتح یاب ہو گیا اور کسی دن عدی بن حاتم قابو چڑھ گیا تو خوب سزا دوں گا۔

بیان کرتے ہیں کہ جناب امیر المومنینؑ کی شہادت پانے کے بعد جب معاویہ کا کام بن گیا تو ایک دن عدی بن حاتم طائی کسی ضرورت کے لیے اس کے پاس آیا۔ اس وقت عمر عاص اور بنی وحید کا ایک نامور آدمی بھی موجود تھا۔ عدی نے سلام کیا۔ حاضران مجلس نے جواب سلام دیا۔ معاویہ نے کہا اے ابا ظریف زمانہ نے علیؑ کی دوستی میں سے تیرے پاس کچھ نہ چھوڑا۔ عدی نے جواب دیا زمانہ نے علیؑ کی محبت اور دوستی کے سوا میرے پاس اور کچھ باقی نہیں چھوڑا۔ میں زمانہ کی طرف سے صرف یہی محبت اور دوستی رکھتا ہوں۔ معاویہ نے کہا اس کی محبت نے تیرے دل میں کس قدر جگہ لے رکھی ہے۔ جواب دیا میرے تمام دل میں اور جب ان کا نام سنتا ہوں ان کی دوستی میرے دل میں جوش مارتی ہے اور ترقی پاتی ہے۔

چندانکہ مرا حدیث آں جان جہاں   بیشم گوئی ہنوز بیشم باید

یعنی اس جان عالم کا ذکر جس قدر زیادہ کرے گا مجھے اور سننے کی زیادہ تمنا ہو گی۔ معاویہ نے کہا میرا خیال تھا کہ وہ زمانہ گزر گیا اور کام کا رخ بدل گیا۔ علی علیہ السلام کی دوستی تیرے دل سے جاتی رہی ہو گی۔ عدی نے کہا معاذ اللہ ان کی دوستی میرے دل میں ہر وقت بڑھتی جاتی ہے اور ہر لحہ زیادہ:

چوں گشت کشادہ بر دل اسرار ہواش   ندہم بگل جہاں خار ہواش!

ما پشت سوئے شادی کردیم   اکنوں رخ زرد ما دیوار ہواش

جبکہ ان کی آرزو کا دروازہ کھل گیا میں دنیا کے پھول کی عوض ان کی آرزو کا خار بھی نہ دوں گا۔ ہم نے خوشیوں کی آرزو کی طرف پشت کر لی ہے۔ اب بار زرد رخ کی دیوار کی طرف منہ کر لیا ہے۔ حضرت علیؑ کی دوستی میرے دل میں اسی طرح موجود ہے اور اے معاویہ تیری دشمنی بھی بدستور باقی ہے جو تجھے معلوم ہی ہے۔ معاویہ نے ہنس کر کہا اے عدی قبیلہ طے کی عجیب عادت تھی کہ ہمیشہ حاجیوں کا زاد رہ چراتے تھے۔ اور خانہ کعبہ کی ذرا حرمت نہ کرتے تھے۔

اس نے جواب دیا زمانہ جاہلیت میں ایسے ہی تھے جیسا تو بیان کرتا ہے مگر جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں دولت اسلام کرامت کی اس وقت سے میرے قبیلے سے زیادہ نہ کسی نے حاجیوں کی رعایت کی نہ خانہ کعبہ کی اس قدر حرمت۔ معاویہ نے کہا تم بہت خراب حال لوگ تھے اور تیرے قبیلے کی سب سے افضل خوراک ٹڈی تھی۔ عدی نے کہا میں نے تجھے اور تیری قوم کو خوب دیکھ رکھا ہے۔ تمہاری سب سے عمدہ غذا مردار تھی۔ اس وقت بنی وحید کے اس شخص نے جو معاویہ کے پاس موجود تھا کہا اے امیر المومنینؑ عدی کو نہ ستا۔ وہ خود ہی غمزدہ ہے۔ عدی نے کہا تم سچ کہتے ہو اٹھ کر اور ناراض ہو کر معاویہ کے پاس سے چلا آیا اور یہ اشعار کہے۔

یخاد عنی معاویۃ بن حرب ‏ و لیس ابی الذی یرجو سبیل
یذکرنی ابا حسن علیا ‏ و حظی فی ابا حسن جلیل
یعاتبنی و یعلم ان ظرفی ‏ علی تلک التی اخفی دلیل
و یزعم اننا قوم خفاۃ ‏ جراذ یون لیس لنا عقول
و کان جوابہ عندی عتیدا ‏ و یکفی مثل منی القلیل
و قال ابن الوحید و قال عمر ‏ وفا رقنی الذی بھم اصول
و لکنی علی ما کان منی ‏ بلبل صاحبتی بما اقول
و ان اتحاکم فی کل یوم ‏ من الا یام محملہ تقبل

معاویہ نے یہ اشعار سن کر آدمی بھیجا اور عدی کو بلا کر اس کی حاجت پوری کر دی اور قیمتی اور گرانبہا خلعت عطا کیا۔
ذکر ہے کہ معاویہ کی صفوں میں سے ایک شخص جل بن آثال نام نکلا۔ دونوں صفوں کے بیچ میں کھڑے ہو کر مرد مقابل طلب کیا۔ اس کا ایک بیٹا اثال نام جناب امیر المومنین کی فوج میں تھا یہ دیکھ کر کہ معاویہ کی فوج میں سے ایک بہادر میدان میں نکل کر آیا ہے اور اپنے مقابلے کے لیے کسی کو طلب کرتا ہے اس سے لڑنے کے لیے نکلا۔ نہ بیٹا باپ کو پہچانتا تھا نہ باپ بیٹے کو۔ بیٹے نے باپ پر نیزہ چھوڑا۔ اور وہ زخم کھا کر گھوڑے پر سے گر پڑا۔ خود سر سے الگ جا پڑا۔ اب جو بیٹے کی نظر پڑی باپ کو پہچان لیا اور خود بھی گھوڑے پر سے گر پڑا۔ اور اپنا منہ باپ کے منہ کے قریب رکھ کر زار و قطار رونے لگا اور معافی مانگنے لگا۔ اور تم جانتے ہو کہ میں نے نہ پہچانا تھا تم بھی نہ پہچانتے تھے۔ اب بتاؤ کہ زخم کچھ زیادہ تکلیف دہ تو نہیں۔ باپ نے کہا زخم کافی تکلیف دہ ہے مگر مقام خوف نہیں جان بچ جائے گی۔ اے پسر میں چاہتا ہوں کہ معاویہ کی خدمت میں جو جو راحتیں اور آرام اور قسم قسم کے فوائد اور عیش حاصل ہیں ان اور تمام نعمتوں کا ذکر کروں۔ اگرچہ میں اٹھ نہیں سکتا لیکن آ تجھے معاویہ کی خدمت میں پہنچا دوں اور اس رنج و غم و سختی و شقاوت سے بچ جائے گا۔ بیٹے نے کہا اے باپ دنیا فنا ہونے والی شے ہے خواہ رنج ہو یا راحت سب جاتا رہتا ہے۔ آخرت کا سامان کر اور عقبیٰ کی نعمتوں اور بہشتی راحتوں کے واسطے کوئی وسیلہ جناب امیر المومنینؑ کی خدمت و متابعت سے بڑھ کر نہیں فنا ہونے والی نعمتوں کو چھوڑ دے اور قیامت کے لیے کمر ہمت باندھ، میں خدمت میں جناب امیر المومنینؑ میں پہنچا دوں گا کہ سعادت ابدی حاصل ہو اور دینی راحت و عقبیٰ کی نجات نصیب ہو!
باپ نے کہا میں علیؑ کی خدمت میں نہ جاؤں گا نہ اس کی متابعت اختیار کروں گا۔ بیٹے نے کہا میں بھی معاویہ کا منہ دیکھنا نہیں چاہتا۔ اس کے پاس نہ جاؤں گا۔
باپ نے کہا! اچھا تو اٹھ اور علیؑ کے پاس واپس چلا جا اور میں معاویہ کے پاس جاؤں۔ دونوں نے یہی کیا اور دونوں فوجیں جو انہیں دیکھ رہی تھیں اور ان کی باتیں سن رہی تھیں اس واقعہ پر تعجب کرتی تھیں۔ اب رات ہو گئی اور طرفین نے قیام گاہ کی راہ لی۔
دوسرے دن صبح کے وقت جب آفتاب تاب نے مشرق سے طلوع کیا، دونوں لشکر مقابلے کے لیے نکلے معاویہ کی فوج نے چار صفیں قائم کیں سر پر عمامے باندھ کر مرنے کی ٹھان لی ابو الاعور سلمی ان کا پیشرو تھا۔ وہ جنگ کی ترغیب دلا رہا تھا اور کہتا اے شامیو بھاگنے سے بچو بھاگنا بڑے شرم اور عار کی بات ہے اہل عراق پر حملہ کرو وہ نفاق اور خرابی میں پھیلانے والا گروہ ہے۔ صفوں سے آواز آئی کہ ہم آج عراق والوں کے سامنے نہ بھاگیں گے۔ اور معاویہ کو مسرور اور خوش کریں

گے۔
جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام کے لشکر کے سرداروں نے یہ حال دیکھا اور شامی دلیروں کا یہ کہنا سنا تو سعید بن قیس ہمدانی نے اپنی قوم کو طلب کیا اور عدی بن حاتم طائی نے اپنے عزیزوں کو جمع کیا اور اشتر نخعی نے بنی مذحج کو اور اشعث بن قیس نے اپنی جمعیت کو فراہم کیا۔ اور جنگ کے لیے تیار کیا۔ لشکر کے اور بھی بہت سے جوان مرد آ موجود ہوئے۔ سب نے مل کر ان چار صفوں پر حملہ کیا اور انہوں نے بھی ان پر حملہ کیا بڑی سخت خونریز لڑائی ہوئی انجام کار جناب امیر المومنینؑ کے اصحاب نے فتح پائی ان چار صفوں سے پہلے ہی حملہ میں تین ہزار سے زیادہ آدمی مارے گئے۔
اس کے بعد معاویہ کی فوج پر حملہ کیا اور انہیں پیچھے ہٹا لے گئے۔ سعید بن قیس نے اپنی فوج کو لے کر اس بلندی پر حملہ کیا جہاں معاویہ کے سپاہی موجود تھے۔ اور وہاں سے اسے جانب نشیب بھگا دیا اور بہت سے شامی قتل کیے۔ معاویہ نے یہ حال دیکھ کر ان کی امداد کے لیے مزید سوار بھیجے۔ وہ ان کا دل بڑھاتا تھا۔ ادھر سے بھی عمار یاسر نعرہ زن ہو کر کہتا تھا۔ اے خدا کے بندو صبر کرو اور قدم جمائے رکھو۔ یقین جانو کہ بہشت نیزہ و شمشیر کے سایہ میں موجود ہے۔ عرب کے قبیلے اس طرح ایک دوسرے پر ٹوٹ کر گرے کہ بنی کندی کندی کے مقابل اور طے طے کے سامنے اور مذحج مذحج کے روبرو اور تمیم تمیم سے جنگ کر رہے تھے۔ آج دوپہر سے یہ جنگ شروع ہو کر غروب آفتاب تک جاری رہی اور تمام عربی قبیلے ایک دوسرے کے مقابل جم کر تیغ زنی کرتے اور داد شجاعت دیتے رہے۔ طرفین میں سے کسی شخص نے ظہر اور عصر کی نماز ادا نہ کی صرف تکبیر اور اشاروں سے نمازوں ادا کی۔ ہاشم بن مرقال نے بڑی سخت جنگ کی اور بے نظیر شجاعت دکھائی کشت و خون کرتا ہوا کہتا جاتا کہ میں آج معاویہ کی فوج کے اس قدر آدمی ہلاک کروں گا کہ علی علیہ السلام مجھ سے رضا مند ہوں گے۔

عدی بن سیرت الہمدانی کی لڑکی، زرقہ دونوں صفوں کے درمیان کھڑی ہوئی اپنے قبیلہ ہمدان کی ہمت بڑھا رہی تھی اور برابر ترغیب دلاتی رہی اور کہتی رہی ہاں اے دلیران کارزار بہادران عرصہ پیکار اور اے شیران بیشہ جنگ و جدل اس معرکہ عظیم میں جانیں لڑاؤ اور پہاڑ کی طرح ثابت قدم بن کر اس تاریکی اور گومگو مہم کا پردہ پھاڑ کر تم لڑائی نہیں لڑ رہے ہو بلکہ ایک بلا میں مبتلا ہو۔ ہاں اے سوارو آفتاب کے سامنے چراغ کی کچھ حقیقت نہیں اور چاند کے سامنے ستارے ماند پڑ جاتے ہیں اور خچر گھوڑوں پر سبقت نہیں لے جا سکتے۔ لوہے کو لوہے سے کاٹنا چاہیے ہاں اے مہاجر و انصار صبر کرو مرنے سے نہ ڈرو جانوں کا اندیشہ دور کرو یہ دنیائے فانی ہمیشہ نہیں رہے گی نہ کوئی سدا قائم رہا ہے پس ان اعدائے دین پر ٹوٹ پڑو اور کچھ آخرت کا توشہ سمیٹ لو۔
غرض زرقہ اسی قسم کی باتیں کہہ کہہ کر بہادروں کو مستعد جنگ کر رہی تھی۔ اور اس کی ایک ایک بات معاویہ کے دل میں اس وقت تک رہی جبکہ وہ خلیفہ ہوا۔ ایک دن عمر عاص، مروان بن حکم، ولید بن عقبہ اور عتبہ بن ابی سفیان اور دیگر سرداران لشکر و اراکین دولت معاویہ کے پاس موجود تھے۔ ادھر ادھر کی باتیں ہو رہی تھیں۔ اتفاقاً جنگ صفین کا ذکر آ گیا اور زرقہ کی باتیں یاد آ گئیں۔ معاویہ نے کہا تمہیں کچھ یاد ہے کہ اس کے کلمات کس قدر دلخراش تھے۔ اب تک میرے دل سے دور نہیں ہوئے تمہارے کیا رائے ہے اگر مناسب سمجھو تو اسے بلا کر سزا دوں۔ مروان نے کہا ضرور بلا کر خبر لے۔
معاویہ نے کہا تو نے یہ اچھی رائے نہیں دی۔ بہتر یہ ہے کہ اسے بلاؤں اور سنوں کہ اب کیا کہتی ہے۔ اس نے امیر کوفہ کے نام فرمان جاری کیا کہ زرقہ کو طلب کر اور سامان سفر مہیا کر کے اسے جانب دربار روانہ کر اس نے زرقہ کو معاویہ کے

حکم سے مطلع کر دیا۔ زرقہ نے کہا اگر اس نے کوفہ میں رہنے یا قصد شام کرنے کی نسبت مجھے اختیار دیا ہو تو سفر کرنے کی نسبت یہاں رہنے کو زیادہ پسند کرتی ہوں۔ امیر کوفہ نے کہا تجھے فرمان کے مطابق سفر اختیار کرنا لازم ہے۔ پھر اس کے واسطے نہایت عمدہ ہودج بنوایا اور بردیمانی کا بالاپوش تیار کیا اور جو جو اشیاء سفر میں درکار ہوتی ہیں سب بخوبی مہیا کر دیں۔ پھر اس کو اس کے کئی عزیزوں قریبوں کے ہمراہ جانب شام روانہ کر دیا۔

زرقہ نے شام میں داخل ہو کر سلام کیا۔ معاویہ نے بملا ئمت جواب سلام دیا اور بہت اچھی طرح احوال پوچھا اور تکالیف سفر اور افراط سامان و زاد راہ کی کیفیت دریافت کی۔ اس نے کہا امیر کوفہ نے کسی امر کی کمی نہیں کی۔ تمام سامان بخوبی مہیا کر دیا تھا اور مجھے بہت اچھی طرح روانہ کیا۔ معاویہ نے کہا میں نے ایسا ہی حکم دیا تھا۔ اے خالہ تو جانتی ہے کہ میں نے تجھے کیوں بلایا ہے۔ اس نے کہا تجھے معلوم نہیں کہ کیا تو وہی عورت نہیں جس نے صفین کی جنگ میں اس لال پاؤں والے اونٹ پر سوار ہو کر اپنی قوم کو میرے خلاف بھڑکایا اور آگے بڑھایا تھا۔ اور میرے مقابلے پر انہیں جوش دلاتی تھی۔ اور یہ جملے کہے تھے۔ پھر تمام باتیں لفظ بہ لفظ بیان کر دیں۔

زرقہ نے کہا ہاں میں وہی عورت ہوں اور یہ میرے ہی کہے ہوئے جملے ہیں مگر اے معاویہ مناسب یہ ہے کہ گذشتہ باتیں بھلا دے اور جو امور دل سے محو ہو گئے ہیں ان کو یاد نہ کر۔ مجھے وہ شخص یاد ہے جو ان حمیدہ صفات و آثار کا مالک تھا وہ دنیا سے چلا گیا اور وہ نشان اپنے ہمراہ لے گیا۔ شاید تجھے خیال نہیں کہ یہ دنیا گزر گاہ ہے۔ اس خاک و خون آشام نے بہت سے پہلوانوں کو نگل لیا ہے اور بہت سے بادشاہان عظیم الشان صاحب تاج و تخت کو اس دنیائے دنی نے پست اور تباہ کر دیا ہے کسی عقل مند کو اس کے مکر و بے وفائی سے غافل نہ رہنا چاہیے نہ کسی خردمند کو یہ کہنا سزاوار ہے کہ وہ اس جادوگر زمانہ کی دغا سے محفوظ رہے گا۔

معاویہ نے کہا اے خالہ تو نے مجھے نہایت ہی عمدہ اور شایان حال نصیحت کی ہے۔ اب یہ بتا کہ صفین میں جو باتیں کہی تھیں ان میں سے بھی کچھ یاد ہیں۔ زرقہ نے کہا وہ زمانہ جاتا رہا۔ وہ باتیں دل سے محو ہو گئیں۔ معاویہ نے کہا مجھے وہ سب باتیں یاد ہیں۔ خدا کی قسم علی ابن ابی طالبؑ نے صفین میں جس قدر خونریزی کی ہے اس میں تو پوری طرح شریک ہے اور آخرت میں سزا کی شریک حال ہو گی۔

زرقہ نے کہا اے معاویہ تو نے مجھے بہت ہی بڑی سعادت کی خوشخبری دی ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کونسی دولت ہو گی کہ جناب علی مرتضیٰؑ کے فعل میں شریک سمجھی جاؤں اور آخرت میں اس خونریزی کے ثواب سے بہرہ مند ہوں جو حضرت علیؑ کی ذات سے ظہور میں آئی ہے۔

معاویہ نے کہا تو اس شرکت سے بہت خوش ہے۔ جواب دیا کہ خدا کی قسم میں نہایت ہی دل شاد ہوئی۔ معاویہ نے کہا مجھے بہت تعجب آتا ہے کہ علیؑ کی وفات کے بعد بھی اس کی نسبت تمہاری محبت اور وفا شعاری کو زیادہ ہی دیکھتا ہوں۔

زرقہ نے کہا خدا کی قسم تو نے ابھی تک ہماری دوستی کا جو علیؑ سے ہے اندازہ نہیں کیا۔

اس نے کہا میں جانتا ہوں تم علیؑ کی دوستی کو ترک نہ کرو گی۔ مگر اس وجہ سے کہ چونکہ تم نے میرے حکم سے دور دراز کا سفر طے کیا ہے اور بہت تکلیفیں گوارا کی ہیں تیری جو حاجت ہو اسے بیان کر کہ میں پوری کروں۔

زرقہ نے کہا مجھے زیبا نہیں کہ جس شخص کا دل مجھ سے آرزدہ ہو اس سے اظہار حاجت کروں اور تیرے لائق یہ امر ہے کہ بغیر طلب کئے عطا و بخشش کو کام میں لائے اور حاجت روائی کرے معاویہ نے کہا میں اسی کام کا آدمی ہوں حکم دیا کہ اس کو رقم کثیر اور بیش بہا تھان دو اور اس کے رشتہ داروں میں سے ہر ایک کو اس کے علاوہ عطیہ دے کر شاد و خرم بہ

سمت کوفہ روانہ کیا۔
اب پھر ہم قصہ صفین کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ دوسرے دن معاویہ نے لشکر کو مرتب کیا اور حکم دے کر یہ نفس نفیس علم بنوائے اور قریش کے نامور اشخاص عمر عاص، عبداللہ ابن عمر خطاب، عبداللہ بن خالد، ولید بن عتبہ ابی سفیان، مروان بن حکم، بشر بن ارطاۃ اور ضحاک بن قیس فہری جیسوں کے حوالے کئے۔ اہل یمن کو یہ امر ناگوار گزرا اور معاویہ سے رنجیدہ ہو کر رنجدہ مضمون کے اشعار پڑھے اور شکایت کی۔ معاویہ نے ان کے حالت پر رعایت فرمائی اور تسلی و تشفی دے کر کہا تم خاص جماعت میری ہو میں نہیں چاہتا کہ تمہیں ہر کسی کے برابر کردوں کیونکہ میرے کاموں کا انتظام محض تمہاری ہی ذات سے ظہور میں آیا ہے جب میں خود جنگ میں نکلوں گا اس وقت تم کو طلب کروں گا۔
اہل یمن اس افسوں سے خوش ہو گئے۔ جناب امیر المومنینؑ کے لشکر کو بھی اس طرح لشکر مرتب کرنے معارف قریش کو علم دینے اور اہل یمن کے ناراض ہونے اور گفتگوئے مختلفہ درمیان میں آنے کی خبر ہو گئی۔ منذر جارود العبدی نے اٹھ کر اور حضرت علیؑ کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کی یا علیؑ! آپ کے حضور ایسی باتیں کہیں جیسی معاویہ کا لشکر معاویہ سے کہتا ہے اگر ہمیں آپ سے کچھ عرض کرنا بھی ہو گا تو اس طریق سے کہیں گے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ ہمارے اور اہل اسلام کے سروں پر سلامت رکھے اور آپ کی دولت و حشمت اور مسرت و کرامت میں ترقی فرمائے۔ جو کچھ آپ فرمائیں گے اس میں ہماری سعادت اور بھلائی شامل ہو گی۔ اگر کسی جماعت کو معاویہ سے مقدم کرو گے یا کسی گروہ کو پیچھے ہٹاؤ گے تو تقدیم و تاخیر اور ایمان و مایوسی اور کمی و بیشی اسی طرح ہو گی جیسا تم چاہو گے۔ آپ کا کام حکم دینا اور ہمارا کام اس کو بجا لانا ہے۔ آپ ہمارے ماں باپ جیسے مہربان ہیں ہم آپ کے اولاد جیسے مطیع و فرمانبردار۔ اگر خدانخواستہ آپ کو کسی طرح کا رنج پہنچے یا ناگہاں کوئی واقعہ پیش آ جائے اور خدا کرے کوئی ایسا دن نہ ہو جیو اور ہمیں نہ دکھائیو اور حسنینؑ کی عمر دراز ہو جب تک ہمارے تن میں رمق جان باقی ہے ہم ادائے خدمت کے لیے کمربستہ اور آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کو اپنے اوپر واجب سمجھتے ہیں۔ تمام لشکر کے خورد و کلاں اور ادنیٰ و اعلیٰ نے دل شاد ہو کر اس پر تحسین و آفرین کی۔
اب معاویہ اپنے لشکر کو مرتب کر چکا تھا وہ جنگ کے لیے آگے بڑھا۔ بشر بن ارطاۃ معاویہ کا دیا ہوا سیاہ علم لے ہوئے میدان جنگ میں نکلا۔ تھوڑی دیر تک گھوڑے کو دوڑاتا رہا پھر کسی لڑنے والے کو چاہا۔ جناب امیرؑ کی طرف سے سعید بن قیس نکلا۔ دونوں نے نیزہ بازی کی سعید نے بشر کو نیزہ مارا جس سے وہ سخت زخمی ہو کر بھاگ نکلا۔ اب ایک اور بہادر معاویہ کے لشکر سے نکلا اور میدان میں آ کر لڑنے کا خواستگار ہوا۔ حجر بن عدی کندی جناب امیرؑ کی صف سے نکلا اور ایک ہی ضرب شمشیر سے اس کا سر اڑا دیا اور گھوڑے کو جولاں کرتے ہوئے مبارز طلب کیا۔ الحکم ابن ازہر معاویہ کے لشکر سے نکل کر آیا۔ اسی اثناء میں حجر بن عدی کا ایک چچا زاد بھائی مالک بن سہر نام تھا۔ اپنی صف سے نکل کر حجر کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ اور اشعار پڑھ کر اپنی دلیری اور فن جنگ کی تعریف کی۔ پھر تلوار کھینچ کر حجر پر جھپٹا حجر نے بھی اس پر حملہ کیا۔ اور ضرب شمشیر سے بے سر کر دیا۔ پھر نعرہ مار کر اظہار فخر کیا۔ اور اشعار پڑھ کر کسی مرد مقابل کو طلب کیا۔
معاویہ کے لشکر میں سے ایک بڑا نامی گرامی عامر بن عامری نکلا جو سر سے پاؤں تک آہن میں غرق تھا۔ اور آنکھ کے سوا کوئی اور شے برہنہ نظر نہ آتی تھی۔ دونوں صفوں کے بیچ میں کھڑے ہو کر شعر کہے اور اپنی دلیری اور مردانگی کی بہت کچھ تعریف کی۔
حجر بن عدی نے چاہا کہ اس کا مقابلہ کرے مگر اشتر نے سبقت کی اور ایک نیزہ اس کی ٹھڈی پر مارا کہ زرہ کو پھاڑتا ہوا پہلو میں در آیا۔ عامر اسی وقت گر کر مر گیا۔ اسی وقت ایک اور بہادر معاویہ کی فوج سے نکل کر اشتر پر حملہ آوار ہوا۔ اشتر نے

اسے بھی ڈھیر کر دیا۔ پھر ایک اور آیا اسی طرح اشتر نے چار شخص ہلاک کئے۔ معاویہ یہ حال دیکھ کر بیٹھ گیا۔ اور مروان بن حکم سے مخاطب ہو کر کہا یہ کب تک ہوتا رہے گا۔ دیکھ اشتر کیا کام کر رہا ہے کیا تو ان کا علاج کر سکتا ہے کہ اس کے شر سے محفوظ کرے۔ اگر تو کچھ کر سکتا ہے تو سواروں کے اس دستہ کو لے کر جو تیرے سامنے کھڑا ہے اس پر حملہ کر شاید تو کچھ کام کر سکے اور اس کو مار کر میرا دل ٹھنڈا کرے۔ مروان نے کہا کیوں یہ خدمت عمر عاص سے نہیں لیتا۔ جو تیرا بڑا رکن اور معتمد اور مقرب ہے معاویہ نے کہا تو تو بھی میری جان، روح اور بینائی ہے۔ مروان نے کہا اگر تیرے نزدیک یہ مرتبہ ہوتا میں بھی وہی درجہ رکھتا ہوتا جیسا کہ عمر عاص انعام مصر وغیرہ کا درجہ پائے ہوئے ہے اور جس قدر مجھے کام کی کوفت اور سختی رہتی ہے وہ اسے اٹھانی پڑتی ہے۔ معاویہ نے کہا خدا مجھے تجھ سے بے پرواہ رکھے۔ مروان نے کہا آج جو ذرا میری مدد نہیں کی ہے اب معاویہ نے عمر عاص کی طرف متوجہ ہو کر کہا ابا عبداللہ کسی طرح میرا دل خوش کر اور تو اپنے حیلوں پر حملہ کر شاید تو اسے گرفتار کرلائے یا کسی مصیبت میں ڈال دے کیونکہ اس سے میرا دل زخمی ہو گیا ہے۔ اس کی بے نظیر شجاعت اور معرکہ آرائی سے مجھ میں ضبط تاب نہ رہی۔

عمر عاص نے کہا میں فرمانبردار ہوں اور تجھ سے ایسی باتیں نہیں کہتا جیسی مروان کرتا ہے۔ معاویہ نے کہا مروان حق پر ہے۔ میں نے اس کے حق میں بے شک کمی کی ہے اور تجھے اس پر بیشی عطا کی ہے۔ مصر جیسی ولایت تجھے دے ڈالی ہے اور اسے محروم کر رکھا ہے۔ عمر نے کہا اگر تو نے مجھے مقدم اور اسے پیچھے رکھا ہے یا مجھے عطیات سے یاد کیا اور اسے محروم رکھا ہے تو اس میں کوئی نقصان کی بات واقع نہیں ہوئی بے شک مجھ جیسے شخص کو اچھی طرح رکھنا اور رعایت دیتے رہنا چاہیے۔

ہزار گونہ ہنر ہست ہر مرا پنہاں　　　برون ز آنکہ ہنرہا آشکار من است

یعنی مجھ میں ہزار طرح کے ہنر ان ہنروں کے علاوہ پوشیدہ ہیں جو مجھ سے عیاں ہیں یہ کہہ کر معاویہ کے لشکر اور شامی بہادروں میں سے چار سو نامی گرامی جری مرد جو اس کی حمایت اور اہتمام میں رہتے تھے ہمراہ لے کر اشتر پر حملہ کیا۔ اشتر کا قبیلہ عمر عاص کو اپنی جماعت کے ساتھ اشتر پر حملہ آور دیکھ کر سوار ہوا اور اشتر سے جا ملا۔ یہ دو سو جوان نخع اور مذحج کے قبیلوں سے تھے۔ عمر عاص نے آگے بڑھ کر رجز پڑھی اور دیدۂ بصیرت بند کر کے اپنی مردانگی اور شجاعت پر فخر کرنے لگا۔ اشتر نے اس کا قصد کیا اور اس نے بھی حملہ کیا، دونوں جنگ کرنے لگے۔ جب قریب پہنچے تو عمر عاص نے بہت کچھ حیلہ بازی کی مگر کوئی دھوکا نہ دے سکا۔ آخر کار اشتر نے قریب ہو کر ایک نیزہ لگایا۔ اس نے بھاگنا چاہا۔ نیزہ عمر کے زین کے ڈھوں تک لگ کر ٹوٹ گیا۔ اور گھوڑے کا تنگ ٹوٹ جانے کے سبب عمر زمین پر آ پڑا۔ اس صدمہ سے اس کی ناک اور چار دانت ٹوٹ گئے۔ عمر نے بڑی کوشش کی کہ اٹھ کر اشتر کے سامنے سے بھاگ جائے۔ اور اس کے سواروں نے آگے بڑھ کر اشتر کا سامنا روک لیا اس طرح عمر عاص اپنے خیمہ تک پہنچ گیا اور خون اس کی ناک اور منہ سے جاری تھا۔ مروان بن حکم نے اس کے پاس آ کر یہ حالت دیکھی اور کہا ہاں اے عمر کیا حال ہے اس نے کہا یہی ہے جو کچھ تو دیکھتا ہے۔ مروان نے کہا کچھ مشکل نہیں۔ ولایت مصر کی امارت کی امید اس کے مقابلے پر ارزاں ہے۔ صبر کرنا چاہیے۔

نے پائے ہمیشہ در رکابت باشد　　　بد نیز چو نیک در حسابت باشد

یعنی تیرا پاؤں ہمیشہ رکاب میں نہ رہے گا جب تک تو نیک و بد کو یکساں تصور کرے گا۔

حمیر قبیلہ کا ایک جوان عمر عاص کا بڑا دوست تھا اس کا یہ حال دیکھ کر بھڑک اٹھا اور اشتر پر حملہ کیا۔ اشتر نے دیکھا کہ ابھی نوجوان بے ریشہ ہے اس کے ساتھ نبرد آزمائی کرنے سے عار آئی۔ اور اپنے بیٹے ابراہیم سے کہا تیری جوڑی میدان میں

نکل آئی ہے تو اس کا کام تمام کر۔ ابراہیم گھوڑا دوڑا کر آیا۔ دونوں نیزے سے لڑنے لگے۔ ابراہیم نے اس کے ایسا نیزہ مارا کہ دل کو توڑتا ہوا پشت کے پاس نکل آیا۔ وہ اسی وقت مر گیا۔ آج بھی یہ جنگ شام تک جاری رہی اور شامیوں میں سے بہت آدمی مارے گئے لیکن بھاگ جانے سے عار کرتے اور بدستور لڑتے رہے۔ جب رات ہوئی تو معاویہ کا لشکر بہت ہی بری حالت میں پلٹ کر اپنی قیام گاہ تک پہنچا۔ معاویہ تمام شب سخت رنج و الم میں مبتلا رہا۔ جب

پیدا شد از سپہر علامات صبح دم　　　　بالا گرفت دولت خورشید محترم

یعنی آسمان پر پو پھٹنے کی علامات ظاہر ہوئیں۔ آفتاب کے اقبال نے عروج حاصل کیا معاویہ نے اٹھ کر حکم دیا لشکر مرتب ہو اور صف بندی کی جائے۔ بنی عبس کے ایک آدمی عقیل بن مالک کو بلا کر جو بزرگان شام میں سے بڑا نامی گرامی بہادر اور معرکہ آرا تھا اور ہمیشہ عبادت الٰہی اور روزہ وغیرہ میں مصروف رہتا تھا کہا تو علیؑ اور اس کے اصحاب سے کس لیے جنگ نہیں کرتا حالانکہ تو شام میں سب سے زیادہ دلیر اور بہادر آدمی ہے۔

عقیل نے کہا میں بھی اس جنگ میں بہ دل و جان تیرا ساتھ دینا چاہتا تھا لیکن جس دن سے عمر عاص، عمار یاسرؓ ذوالکلاع اور ابو نوح نے باہم مناظرہ کیا مجھے شک و شبہ لاحق ہو گیا اس لیے میں علیؑ اور اس کے ہمراہیوں سے جنگ نہیں کر سکتا اور جہاں تک میں نے سوچا علیؑ کو حق پر اور تجھے باطل پر دیکھتا ہوں۔ اس دنیا میں نیک و بد سب ہی گزر جائیں گے مجھے آخرت کا اندیشہ ہے اور جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضی اور خدائے عزوجل کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ یہ دو روزہ زندگی ہے۔ خوشی و رنج کیا چیز ہے۔ معاویہ کو اس کی باتیں بری معلوم ہوئیں مگر اپنی ناراضی کو ظاہر نہ ہونے دیا دل میں کینہ رکھا اور دل میں کہا یونسؑ کی طرح مچھلی کے پیٹ میں چلا جائے گا فرعون کی طرح جیتا نہ بچے گا یعنی نیند کی حالت میں قتل کیا جائے گا۔ کہتے ہیں کہ معاویہ کے حکم سے اسے خفیہ قتل کرا دیا اور اس کا خون اپنی گردن پر لے لیا۔

الغرض اس روز طرفین سے خوب جنگ ہوئی۔ سب سے پہلے جو شخص جناب امیر المومنینؑ کی طرف سے میدان جنگ کے لیے نکلا نیکو کار صحابہ میں سے ایک شخص اصبغ بن بنانت نام تھا اس نے میدان میں آکر رجز پڑھی اور قابل تعریف جنگ کر کے اس قدر آدمی قتل کیے کہ نیزہ خون سے تر ہو گیا۔ اور آخری حملہ میں معاویہ کو اس کی جگہ سے بہت دور تک پسپا کیا اور اس کے بعد پلٹ کر اپنی صف میں آملا۔

اب معاویہ کا ایک ہوا خواہ مخراط میدان میں آیا اور مد مقابل کو آواز دی۔ جناب امیرؑ کی فوج میں سے کعب بن جریر اسدی نکلا اور عوف پر حملہ کر کے اسے قتل کیا پھر ادھر ادھر نظر ڈالی معاویہ کو دیکھا کھڑا ہے اور کچھ بہادر اس کے گرد موجود ہیں۔ گھوڑے کو ایڑ لگائی اور معاویہ کی طرف چلا بولا یہ شخص بھاگ کر ہماری خدمت میں آیا چاہتا ہے۔ کعب نے قریب پہنچ کر اس پر اس کے ہمراہیوں پر جو ٹیلے پر کھڑے تھے حملہ کیا اور کسی اور کی طرف رخ نہ کر کے معاویہ پر جھپٹا اور چاہا کہ اس پر وار کرے مگر معاویہ کے سامنے جو سوار تھے تلواریں کھینچ کر بیچ میں حائل ہو گئے معاویہ تک جانے نہ دیا۔ کعب نے پوچھا اے معاویہ تو ضرور مجھے پہچانتا ہو گا۔ میں وہی اسدی غلام ہوں، انجام کار تجھے سزا دوں گا۔ پھر پلٹ کر جناب امیرؑ کی خدمت میں پہنچ گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا تیرے دل میں کیا سمائی تھی اور اس قدر جم غفیر سے کیونکر جنگ کر سکتا تھا۔ اس نے جواب دیا میں نے ارادہ کیا تھا کہ معاویہ کو نیزہ مار کر مسلمانوں کو اس کے شر سے بچا لوں۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے تعریف و توصیف کی اور تبسم فرمایا۔

پھر معاویہ کی فوج میں سے خالد بن ولید کا بیٹا عبدالرحمن نکلا، رجز پڑھی اور مد مقابل طلب کیا۔ حارث بن قدامہ جناب امیرؑ

کے لشکر میں سے نکلا اور دونوں نیزوں سے جنگ کرنے لگے۔ حارث نے عبدالرحمن کے سینے پر نیزہ مارا جس سے وہ سخت زخمی ہو کر واپس چلا گیا۔

پھر ابو الاعور سلمی معاویہ کی طرف سے آیا اور ادھر سے زیاد بن کعب بن حرب نے اس پر حملہ کیا اور نیزہ رسید کیا وہ بھی زخم شدید کھا کر واپس چلا گیا!

اب معاویہ نے بلند آواز سے کہا اے شامیو! قبیلہ ہمدان ہمارے دشمن ہیں ان کی طرف بڑھو اور ان سے جنگ کرو۔ سعید بن قیس ہمدانی نے معاویہ کی آواز سن کر اپنے چچا زاد بھائیوں، عزیزوں اور رشتہ داروں وغیرہ کو جمع کیا۔ اور کہا یکلخت لشکر شام پر حملہ کرو۔ سب نے کہا بہ سرد چشم۔ اور معاویہ کی سپاہ پر ٹوٹ پڑے۔ اور شامی لشکر کے بہت سے آدمی ہلاک کیے۔ نماز مغرب تک جنگ ہوتی رہی۔ جب رات ہو گئی اپنی اپنی جگہ پر چلے آئے۔

جناب امیرؑ کے لشکر میں ایک شخص بنی اسد میں تھا جس کی کنیت ابو سماک تھی اس نے پانی کا لوٹا اور چھرا لے کر زخمیوں میں گشت کرنا شروع کیا۔ جس زخمی کو جانبر ہونے کے لائق پاتا اس سے پوچھتا کیا تو جناب امیرالمومنینؑ کا دوست ہے اگر وہ دوست ہوتا تو اسے اٹھا کر بٹھلاتا اور اس کا منہ دھلا کر پانی پلاتا۔ اور اگر وہ خاموش رہتا یا اور کچھ کہتا تو اسی چھرے سے اس کا کام تمام کر دیتا۔

جناب امیرؑ قبیلہ ربیعہ پر نہایت مہربانی فرماتے تھے۔ کیونکہ وہ بھی آپ کو نہایت دوست رکھتے تھے۔ قبیلہ نصر کو یہ بات ناگوار گزری۔ ربیعہ کو برا کہا اور اس کی ہجو کی اور اس کے عیوب اور برائیاں ظاہر کریں اور بات اس درجہ تک بڑھی کہ جنگ ہونے کی نوبت آ گئی۔ بڑے بڑے امیر اور سرداروں نے درمیان میں پڑ کر معاملہ رفع دفع کیا۔ اور قبیلہ نصر کے ایک نامی بزرگ نے جس کی کنیت ابو الطفیل کنانی تھی جناب امیرؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی ہم ان لوگوں پر جنہیں اللہ تعالیٰ نے عمدہ عمدہ نعمتوں اور طرح طرح کے اقبال و دولت اور عزت سے مخصوص کیا ہے حسد نہیں کرتے بشرطیکہ وہ اس دولت کی قدر و منزلت سمجھیں اور شکر الٰہی بجا لائیں۔

ربیعہ والے خیال کرتے ہیں کہ وہ ہم سے اچھے ہیں اور آپ کے زیادہ مقرب اور ہمیں آپ کے حضور میں اس قدر نزدیکی حرمت حاصل نہیں ہے جس قدر ان کو ہے اگر مصلحت معلوم ہو تو چند روز کے لیے انہیں جنگ سے معاف رکھیں اور ہماری قوم کو اذن جنگ عطا فرمائیں۔ کیونکہ ہمارا اوروں کے شریک جنگ ہو کر جنگ کرنا ہماری خدمتوں کو مشتبہ رکھتا ہے اور آپ کو خبر نہیں ہو سکتی کہ ہم میں سے کس نے بڑھ کر مقابلہ کیا ہے۔

جناب امیرؑ نے فرمایا تمہاری درخواست بہت اچھی ہے۔ میں اسے منظور فرماتا ہوں اس کے بعد ربیعہ کو حکم دیا کہ چند روز جنگ میں توقف کریں اور اپنے آپ کو آرام پہنچائیں۔

ربیعہ نے حسب الحکم جنگ روک دی اور بنی کنانہ کے سردار عامر بن واثلہ نے اپنی قوم کو لے کر میدان جنگ میں قدم نکالا۔ اور معاویہ کے لشکر پر حملہ آور ہوا۔ کچھ عرصہ نیزہ سے اور کچھ دیر شمشیر مردانہ جنگ کی۔ اس کے بعد ابو الطفیل کنانی نے اپنی قوم کو لے کر حملہ کیا۔ اور عمدہ کارگزاریاں دکھائیں۔ آج صبح سے شام تک انہی کی جنگ ہوتی رہی۔ جب طرفین اپنے اپنے قیام گاہوں کو چلے گئے۔ ابو الطفیل جناب امیرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا میں نے آپ کی زبان مبارک سے سن رکھا ہے کہ انسان کا انجام موت ہے اور ہر حال میں اسے شربت مرگ پینا پڑتا ہے۔ شہادت کی موت بستر کی موت سے بہتر ہے اور راہ خدا میں جان دینا سب سے افضل ہے اور میں نے یہ بھی حضور کی زبان فیض ترجمان سے سنا ہے کہ سب سے عمدہ کام صبر ہے۔ ہم نے مارے جانے پر صبر کیا اور ہمارے بعض ہمراہی قتل اور شہید بھی ہو گئے۔ آج

ہمارا مقتول شہید ہے اور ہمارا زندہ شخص کمین خواہ ہے۔ ہم نیکی کی راہ بغیر ایک قدم نہ رکھیں گے اور کسی ذاتی خواہش کے پاس نہ جائیں گے۔ جب تک جسموں میں جان باقی ہے ہمارا ہاتھ اور آپ کا دامن ہے۔

جناب امیر المومنینؑ نے اس کی زبان سے یہ باتیں سن کر اظہار خوشنودی فرمایا اور تعریف کے بعد دعائے خیر دی۔ دوسرے دن بنی تمیم کا سردار عمیر بن عطارد اپنیقوم کو لے کر میدان میں آیا اس نے بڑی عمدہ جنگ کی اور اس کی قوم نے بھی خوب خوب معرکہ آرائی کر کے حد درجہ کارگزاری دکھائی اور نماز مغرب تک میدان میں ڈٹے رہے۔ نماز مغرب کے بعد عمیر حاضر خدمت ہو کر عرض رساں ہوا کہ یا امیر المومنینؑ مجھے اپنی قوم پر معرکہ آرائی کی نسبت اچھا گمان تھا وہ آج ظہور میں آگیا اور اس نے میرے خیال سے بڑھ کر جنگ کی۔

جناب امیرؑ نے فرمایا ہاں یہی بات ہے میں تجھ سے اور تیرے قوم سے ہمیشہ خوش رہا ہوں اور آج بہت ہی خوش ہوں اللہ تعالیٰ تم کو عزیز رکھے۔ اگلے دن بنی ربیعہ میں سے ایک امیر قیصہ ابن جابر نے اپنی قوم سے کہا اے میرے چچا زاد بھائیو میں چاہتا ہوں کہ آج تمہیں ہمراہ لے کر ان گمراہ لوگوں سے جو شیطانی گروہ ہے مقاتلہ کروں کہ حضرت امیر المومنینؑ شاد و خرم ہوں۔ سب نے متفق ہو کر کہا ہم حکم بجا لائیں گے۔ اب قیصہ سوار ہوا۔ اور میدان میں آکر نیزہ سیدھا کر کے لشکر معاویہ پر حملہ آور ہوا۔ اور اس قدر کشت و خون کیا کہ نیزہ خون میں تر ہو گیا اور اس کی قوم نے بھی آج نہایت سخت جنگ کی۔ نماز کے وقت تک ہتھیار چلتے رہے اور معاویہ کے فوج کے کئی نامی سردار قتل کر ڈالے۔ نماز مغرب کے بعد قیصہ حاضر ہوا اور کہا جس قدر ممکن تھا آج جنگ میں کمی نہیں کی۔ اور میری قوم نے بھی کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ ہر حال میں آپ کی خوشنودی درکار ہے میں جانتا ہوں کہ اصل زندگانی آخرت میں ہوتی ہے اور یہ دنیوی زندگی مجازی ہے۔ عقل مند اسی کو عزت سمجھتا ہے کہ جنگ کی شدت اختیار کرے اور طعن و ضرب سے پہلو نہ بچائے۔

جناب امیرؑ نے اس کے کلام کی بہت تعریف کی اور اس کی قوم کی جنگ کو بہت پسند فرمایا۔

دوسرا دن ہوا تو امیر ہوازن عبداللہ بن عامر طفیل اپنی قوم کو لے کر میدان جنگ کی طرف چلا۔ اور ایسی جنگ کی کہ معاویہ کا لشکر اس کی ضربوں سے چیخ اٹھا۔ صبح سے شام تک جنگ ہوتی رہی۔ جب رات ہو گئی تو عبداللہ پلٹا اور حاضر خدمت جناب امیرؑ ہوا۔ آداب بجا لایا اور کہا آج دشمن کے مقابلے میں امیر المومنینؑ نے ہمیں کیسا پایا اور ہماری جنگ و سعی قبول ہوئی۔ حضرت امیر المومنینؑ نے اسے دعائے خیر دی اور تعریف کے ساتھ اس کا اور اس کی قوم کا دل بڑھایا اور خوش ہو کر جانے کی اجازت دی۔ اب قبیلہ نصر کے امیر اور سردار وغیرہ جناب امیرؑ کے کلمات سے جو ان کی نسبت ارشاد کئے تھے بہت ہی شاداں اور بشاش ہو گئے۔ اور آپ کی شفقتوں اور مرحمتوں کا شکریہ ادا کرتے تھے اور اشعار تصنیف کرتے تھے۔ اور وہ عداوت بھی جو قبیلہ ربیعہ سے آپڑی تھی ان کے دلوں سے نکل گئی اور موافقت و محبت میں تبدیل ہو گئی۔ اب دن نکلا تو معاویہ نے بہت ہی سویرے سے اٹھ کر فوج کو تیاری کا حکم دیا اور کہا مرتب ہو کر نکلیں اور صفیں قائم کریں بار بار اس حکم کو دہرایا اور تاکید کی مگر لشکر پر جیسا اثر پڑنا چاہیے تھا نہ پڑتا تھا۔ اور زخموں کی کثرت اور خستگی کے سبب بہت دیر میں نکلتے تھے۔ معاویہ نے کہا مجھے تمہارے توقف اور دیر کا سبب معلوم نہیں ہوتا۔ مقاتلہ کی یہ نوبت آپہنچی کہ طرفین سے بہت سی خلقت ہو گئی۔ اگر آپ سستی ظاہر کرو گے تو دشمن زیادہ دلیر ہو جائے گا۔ اور جو سختیاں آج تک اٹھائی ہیں وہ سب رائیگاں جائیں گی۔ اور تمہارے ناموں پر عیب و عار کے دھبے لگ جائیں گے۔ جو کسی طرح بھی نہ دھل سکیں گے۔ جس قدر زمانہ گزرتا جائے گا تمہارے حالات تازہ رہیں گے۔ میں تمہیں ایسا نہ سمجھتا تھا۔ میرا خیال تھا کہ تم ہر روز ہر ساعت طلب خون عثمان میں زیادہ ہی کوشش کرتے رہو گے۔ اور اس کے دشمنوں اور قاتلوں کی گرفتاری اور قتل میں

ہر وقت سعی بلیغ عمل میں لاؤ گے۔ مگر میں اس وقت دیکھتا ہوں کہ لڑنے سے جی چراتے ہو جس کا مجھے گمان بھی نہ تھا۔ سخت تعجب کا مقام ہے۔

سرداران قوم نے معاویہ کی یہ باتیں سن کر باہم کہا سچ کہتا ہے۔ اس کے بعد تیاریاں کر کے لڑائی کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور جناب امیرالمومنینؑ نے بھی لشکر کو مرتب کیا اور اپنی صف سے نکل کر ایک ٹیلہ پر جو لشکر گاہ سے متصل تھا قیام فرمایا اور بہ آواز بلند رجز پڑھی۔

انا علی فسئلونی تجروا　　ثم ابرزونی فی الوغاد ادبروا

سیفی حسام و سنانی یزھر　　منا النبی الطاھر المطھر ور

و حمز الخیر و منا جعفر　　لہ جناح فی الجنان الحفر وا

و فاطمہ عرسی و فیھا مفخر　　ھذا الھدا و ابن ھند مجحر

معاویہ نے جناب امیرؑ کی آواز سنی کہ رجز پڑھ رہے ہیں جو لوگ اس کے پہلو میں کھڑے تھے ان سے کہا علیؑ اپنے مقابلے کے لیے مجھے بلاتا ہے اور کئی دفعہ بلا چکا ہے۔ مگر میں مقابلے کے لیے نہیں نکلا۔ مجھے اس بات سے بہت شرم آتی ہے کہ مقابلے پر نکلوں خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ اور بے موت کوئی مرتا نہیں۔ اس کے بھائی عتبہ بن ابی سفیان نے کہا ہرگز ایسا خیال بھی نہ کرنا کہ اپنے آپ کو شیر کے چنگل میں جا ڈالے اور اس کلام الٰہی و لا تلقوا بایدیکم الی التھلکہ یعنی اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو، کو فراموش کر بیٹھے۔ اور یاد رکھ کہ تو علیؑ کا مد مقابل نہیں ہو سکتا۔ تیرا غلام حرث کیسا نامدار اور بہادر اور بے نظیر شہسوار تھا اسے نہیں دیکھا کہ کس طرح مار ڈالا۔ عمر عاص جو جرات اور صولت اور جنگ و جدل میں بہت بڑی مشق اور مہارت رکھتا اور نامی گرامی جنگجو ہے اور میدان جنگ میں ہی پرورش پائی ہے اور ہر طرح سے شجاعت و لیاقت اور قابلیت اور فضیلت میں انگشت نمائے عالم ہے دیکھا میدان میں بمقابلہ علیؑ کیا افتادہ پڑی اور وہ کس ذلت و خواری سے جاں بر ہو سکا۔ جب تک دنیا قائم ہے اس کی اس ذلت و خواری کا چرچا ہوتا رہے گا۔ اور لوگ سن کر قہقہے لگاتے رہیں گے۔ وہ اس کے سامنے سے بھاگا اور بھاگ کر جان بچائی۔ زرد رو اور برہنہ کون کر کے بھاگا۔ جب شیر خدا کے چنگل سے وہ بمشکل زندہ بچا۔ اگر تجھے زندگی درکار نہیں اور اپنے اور ہمارے حال پر رحم نہیں فرماتا اور جینے سے تنگ آ گیا ہے تو بسم اللہ میدان میں جا اور دیکھ جو کچھ تیرے دشمنوں کے لیے بھی ہم نے نہیں چاہا۔ اگر تجھے اپنے آپ کو سلامت رکھنا ہے اور تو دنیا سے نا امید نہیں ہوا اور تجھے کم و بیش اپنی اولاد بھائیوں، عزیزوں، قریبوں اور ملازموں کا کچھ خیال ہے تو اس آواز کو جو تو سن رہا ہے ان سنی کر دے کیونکہ موت ناپسندیدہ اور قبر نامرغوب ہے۔ اور حیات کے مزے کی کوئی انتہا نہیں اور ایک ساعت طولانی کی زندگی جس قدر راحت پہنچا سکتی ہے۔ اس کی تعریف کرنا اور اس کا حال بیان کرنا بہت طولانی ہے۔ کوئی صفت اور کوئی تشبیہ اس کا اندازہ نہیں کر سکتی۔ اور علیؑ کی قوت و شجاعت کا کمال و جرات اور ہیبت کا جلال ہر وقت آفتاب سے زیادہ روشن اور منور ہے۔

ان قرنوں میں آج تک کوئی ایسا بہادر صف شکن اور نامور سوار پیدا نہیں ہوا جس نے علیؑ کے مقابلے پر آ کر اپنی ہستی کو برباد نہ کیا ہو۔ اس کی نگاہوں کی ہیبت ہی سے شیر گردوں تک سپر ڈال دیتا ہے اور اس کے خوف و دہشت سے آفتاب بھی اپنی تیزی بھلا دیتا ہے۔

اور سچ تو یہ ہے کہ ایک ولایت بھی اس کی دست برد کو نہیں اٹھا سکتی اور تمام لشکر بھی اس کے حملے کی تاب نہیں لا سکتا۔ عتبہ نے جب اس طریق سے کہا اور معاویہ کو جناب امیرالمومنین کے مقابلے سے روکا تو لشکر شام کے دوسرے سرداروں

اور امیروں نے بھی مصلحت نہ سمجھی اور معاویہ بھی اس سے مخالف نہ تھا۔ اپنے اپنے خیال کے مطابق باتیں کرتا تھا۔
معاویہ کو یہ مشورہ بہت پسند آیا اور جناب امیرالمومنینؑ سے جنگ کرنے کے ارادہ کو جو پیشتر ہی سے نہ تھا ترک کر دیا۔
ابرہہ بن صباح نے اٹھ کر کہا اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشاء یہی ہے کہ تم سب اس صحرا میں ہلاک ہو جاؤ۔ اور اسی سبب سے تم اس مہم کو انجام نہیں پہنچا سکتے۔ معاویہ نے جو ارادہ کیا ہے اسے ظاہر ہونے دو جبکہ علیؑ اسے بلاتا ہے جانے دو کہ دونوں جنگ کریں۔ اور دیکھیں کہ کسے فتح نصیب ہوتی ہے۔ بہرحال ایک ضرور فتح پائے گا۔ اور دوسرا مقہور ہو گا اور ہمیں اس جنگ کے جھنجھٹ سے نجات مل جائے گی۔ اور دنیا والوں کو آسودگی ملے گی۔ نسیم سعادت گلشن اقبال میں چلنے لگے گی اور اس فتنہ جانسوز کی آگ بجھ جائے گی جو فتحیاب ہو اس کی اطاعت پر کمربستہ ہو جانا۔
جناب امیرالمومنینؑ نے ابرہہ کی باتیں سن کر اظہار خوشنودی فرمایا۔ اور ارشاد کیا کہ جب سے میں یہاں آیا ہوں ابرہہ کی اس بات سے زیادہ اچھی اور منصفانہ گفتگو میں نے نہیں سنی۔ معاویہ نے کہا ابرہہ میں ذرا بھی عقل نہیں پھر وہ ہمیشہ عقل مندی کا دعویٰ کرتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ وہ کچھ بھی نہیں جانتا اسے قریب کی صفوں سے بہت دور پچھلی صفوں میں ہٹا دو۔ اور کہہ دو کہ آخری قطار میں رہے کیونکہ جب وہ بیوقوف اور بے عقل ہے تو کوئی بات کہہ کر ہمیں نقصان نہ پہنچائے۔ شامیوں نے کہا ابرہہ بڑا ہی صاحب عقل و فہم ہے اور جرات و دیانت میں اپنے ہمعصروں سے ممتاز ہے مگر تو خود علیؑ سے ڈرتا ہے اور یہ حوصلہ نہیں کہ علیؑ سے جنگ کر سکے تاکہ سب آدمی اس عذاب و سختی سے نجات پائیں۔ اور یہ تاریکی جہاں روشنی سے مبدل ہو جائے اور مسلمان خوں ریزی سے بچ جائیں۔
معاویہ نے ابرہہ کو للکار کر کہا کس لیے اپنی حد میں نہیں رہتا اور کیوں یہ بیہودہ باتیں بنائے جاتا ہے۔ عمر عاص نے بھی ملامت کر کے کہا جب تو جانتا ہے کہ معاویہ کو تیری باتیں پسند نہیں آتی کیوں بار بار کہے جاتا ہے۔ کیا اپنے آپ کو عذاب میں مبتلا کرے گا آج معاویہ شام کا بادشاہ ہے۔ ایک لاکھ بیس ہزار سے زیادہ سوار اور ہر قسم کے ساز و سامان اور اسلحہ جنگ مہیا ہیں کہ علیؑ سے جنگ کرے۔ جا تو اپنا کام کر اور اپنی بھلائی کی بات سوچ ورنہ اپنے کیے کی سزا بھگتے گا اور سخت نقصان اٹھائے گا۔ ابرہہ اس بات سے بہت رنجیدہ ہو کر معاویہ کے پاس سے چلا گیا اور کچھ نہ بولا۔ لیکن معاویہ نے بعد میں بلا کر بہت کچھ اظہار مہربانی فرمایا۔ اور اس کو رضا مند کر لیا اور اس کے دل سے وہ رنج اور وحشت دھو ڈالی۔
الغرض بشر بن ارطاۃ کا ایک غلام لاحق نام بڑا عقل مند تجربہ کار اور جہاندیدہ تھا۔ اس نے بڑے بڑے اتفاقات اور حوادثات دیکھ رکھے تھے۔ بشر نے مشورہ کے طور پر اس سے کہا میں نے ایک بات سوچی ہے۔ اگر وہ بات بن گئی تو میں عزت و فخر و شہرت اور ناموری میں مشہور ہو جاؤں گا۔ اب میں تجھ سے صلاح لینا چاہتا ہوں کہ تیری کیا رائے ہے مجھ سے بیان کر۔ بشر نے کہا علی ابن ابی طالبؑ نے معاویہ کو اپنے مقابلے پر طلب کیا تھا وہ ڈر گیا اور میدان میں جانے کی جرات نہ کر سکا۔ اب میرا ارادہ یہ ہے کہ میدان میں جا کر اس سے ہم نبرد ہوں۔ ممکن ہے کہ میں فتح یاب ہو جاؤں اور اسے ہلاک کر ڈالوں پھر تو میں شجاعت و دلاوری اور معرکہ آرائی میں انگشت نمائے عالم ہو جاؤں گا اور جب تک دنیا قائم ہے میرا ذکر جاری رہے گا۔
بس میں نے یہی سوچا اور تیری رائے میں کیا آتا ہے۔ لاحق نے کہا یہ بہت ہی خطرناک ارادہ ہے اور نہایت خوف کا مقام ہے۔ عقلمند شخص وہ ہے جو کاموں کی انجام بینی سے نظر نہیں ہٹاتا۔ اور اس کی دانائی کاموں کے نتائج کو ملحوظ رکھتی ہے۔ اس میں شک نہیں ہے کہ علی ابن ابی طالبؑ کا مقابلہ جسے شیر خدا کہتے ہیں نہایت ہی خوفناک کام ہے اگر تو اپنی قوت و شجاعت پر پورا بھروسہ رکھتا ہے اور تیرا دل گواہی دیتا ہے کہ ضرور ہی فتحیاب ہو گا اور نتیجہ میں ذلت نہ اٹھائے گا تو مستعد

ہو جاو ورنہ دل میں کچھ تردد نہ کر اور اس قسم کی جنگ سے کبھی پالا نہ پڑا ہو اور اپنے زور بازو پر پورا اعتماد نہ ہو تو ہرگز ہرگز اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالنا اور کلام الہٰی ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ یعنی تم اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو' پر کاربند رہنا۔

بشر نے کہا اے لاحق کب تک ڈرنا چاہیے آخر موت سے زیادہ کیا ہے۔ مجھے بھی مرنا ہی ہے۔ میدان جنگ میں نیزہ و شمشیر کی ضرب کھا کر مردوں کی طرح جان دینا اس سے بہتر ہے کہ بوڑھی عورتوں کی طرح لباس شب خوابی میں مر جاؤں۔

لاحق نے کہا اگرچہ میں اس ارادہ کے مخالف ہوں لیکن خدا تعالیٰ تجھے کامیاب کرے۔ اب بشر میدان میں آیا اور کچھ دیر تک گھوڑے کو دوڑاتا رہا مگر زبان سے ایک لفظ نہ نکالا کیونکہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کا خوف دل پر غالب تھا چاہتا تھا کہ آپ اسے نہ پہچانیں کہ یہ کون شخص ہے۔ آپ نے بھی دیکھا کہ ایک سوار میدان میں نکل کر گھوڑے کو دوڑا رہا ہے بہ آہستگی خود بھی ارادہ جنگ اس پر حملہ کیا اور بشر کے سینے پر نیزہ مارا جس کے صدمہ سے وہ گھوڑے سے علیحدہ ہو کر پشت کے بل زمین پر آ رہا۔ جناب امیر نے چاہا کہ تلوار سے دو ٹکڑے کر دیں' اب بشر کو اپنی موت نظر آ گئی۔ ٹانگوں میں ازار نہ تھا' عمر عاص کی سیرت اختیار کی دونوں پاؤں بند کئے۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام کی نظر کا اس کی شرمگاہ پر پڑنا تھا کہ آپ نے منہ پھیر لیا۔ بشر نے اٹھ کر بھاگ جانا چاہا حسب اتفاق سر سے خود اتر گیا اور جناب امیر کی فوج نے اسے پہچان لیا آواز دی کہ اے امیر المومنینؑ وہ بشر بن ارطاۃ ہے آپ نے فرمایا لعنت ہو اس پر جانے دو۔

معاویہ یہ حال دیکھ کر خوب ہنسا اور جب بشر اس کے پاس پہنچا کہا خوب ہوا پسر من اکثر بہادر ایسے ہیں کہ کون دکھا کر علیؑ کے ہاتھ سے جان بچاتے ہیں جو آج تیرے ساتھ پیش آیا ہے وہی کل عمر عاص کو بھی پیش آ چکا ہے۔ ڈر نہیں اتنا شرمندہ نہ ہو جان سلامت رہنی چاہیے۔ خواہ شرم گاہ ننگی ہو جائے اس کا غم نہیں۔

ایک کوئی نے آواز دی کہ اے شامیو یہ کیسا بے حیائی کا طریقہ اختیار کر رکھا ہے بہادر میدان جنگ میں دشمن کی تلوار کو ڈھال پر روکتے ہیں اور تم سرین پر۔ بہادر حملہ کے وقت سر ننگا کر لیتے ہیں اور تم کون برہنہ کرتے ہو بڑی بے عزتی اور رسوائی کی بات ہے جسے عمر عاص نے شامی لشکر کی نسبت اختیار کر رکھی ہے اس نے جیسی یہ بری رسم جاری کی ہے اسی طرح کے اور تمام حیلے قابل شرم ہیں۔ جس دن سے عمر عاص کو یہ واقعہ پیش آیا تھا کہ اس کی شرمگاہ کے برہنہ ہونے سے حضرت علیؑ نے منہ پھیر لیا۔ اور عمر بھاگ گیا۔ بشر ارطاۃ اس پر ہنستا اور خوش مزاج کیا کرتا تھا۔ جب بشر بھی اس واقعہ سے دوچار ہوا تو عمر نے جواب دینا شروع کیا۔ خوب ہنستا اور خفیف کرتا۔

لاحق نے بشر سے کہا میں تجھے سمجھاتا ہوں کہ تو علیؑ کا مرد مقابل نہیں اور اس سے جنگ کی طاقت نہیں رکھتا تو نے میری نصیحت نہیں سنی اور اس کا مزا چکھا۔ بشر اپنی حرکت اور واقعہ سے ہر وقت شرمندہ رہتا اور جس گروہ یا سواروں میں حضرت علیؑ موجود ہوتے ان کے سامنے سے کترا جاتا کیونکہ وہ آپ کے روبرو آنے سے شرماتا تھا۔ اب بشر کے غلام لاحق کے دل میں غرور ہو گیا اپنے آپے سے باہر ہو کر چاہا کہ اس امر کا علاج کرے اس لیے میدان میں آ کر رجز خوان ہوا۔

قل لعلی قولہ و فاخرہ　　　　ارسیت شیخا غاب عنہ ناصرہ

اودیت بشر و الغلام ثائرہ

اشتر نے اسے میدان میں دیکھ کر حملہ کیا اور عین گرما گرمی میں ایک نیزہ اس کے سینہ میں مارا کہ گھوڑے سے گر کر تھوڑی دیر خاک و خون میں لوٹ کر مر گیا۔

اس کے بعد جناب امیر المومنینؑ کے لشکر کے امیروں اور سرداروں اشتر نخعی۔ اشعث بن قیس' عدی بن حاتم طائی' سعید

بن قیس ہمدانی، عمر بن حمق خزاعی، سلیمان بن صرد اور حارث بن قدار سعدی جیسے ایک ہزار بہادروں اور عراقی دلیروں نے شامی لشکر کا رخ کیا اور حملہ کرکے انہی بہت دور تک پیچھے ہٹاتے گئے۔ اور بڑی خونخوار جنگ کی اور ان کو مار مار کر کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ آج شامی لشکر کے بے شمار آدمی مارے گئے اور نماز شام کے وقت تک جنگ جاری رہی۔ جب رات ہو گئی دونوں فوجیں علیحدہ علیحدہ ہو کر پلٹ گئیں۔

معاویہ اس واقعہ سے اور کئی نامی گرامی سرداروں کے قتل ہو جانے سے بہت غمزدہ اور خستہ حال ہو گیا تھا۔ ہرچند اپنے آپ کو سمجھاتا اور تسلی دینا چاہتا تھا آرام و قرار نہ پاتا تھا۔ سونا اور کھانا پینا حرام ہو گیا تھا۔ آدمی بھیج کر قریش کے سرداروں کو طلب کیا۔ جب سب حاضر ہو گئے تو انہیں ملامت کرنے لگا۔ میں نے اتنے دنوں تک تمہاری کارگزاریوں کو دیکھا حیرت سے دیکھتا رہا کہ تم میں سے کون میرے اس معاملہ میں شفقت آمیز گفتگو کرے گا اور کون دلسوزی سے کوئی خدمت بجا لائے گا۔ مگر اس کا اتفاق نہ ہوا۔ تم میں سے کسی نے بھی کوئی ایسی بات نہ کی اور نہ کوئی ایسا کام کرکے دکھایا جس سے دوستی اور محبت کی بو آتی اور دل خوش ہوتا یا اس کے بعد کسی دن کہہ سکتے کہ میں نے صفین کی جنگ میں یہ کارنامہ کیا یا ایسی رائے دی تھی۔

ولید بن عقبہ نے کہا میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں جن سے تو یہ باتیں کہہ رہا ہے اور شکایتیں کر رہا ہے۔ معاویہ نے کہا تو بھی اسی جماعت میں سے ہے اور تو نے ہی کون سا ایسا کام کیا یا مشورہ دیا جس سے میرا دل شاد ہوا ہو اور میری یہ ناراضی اور رنج کچھ تجھ ہی سے علاقہ نہیں رکھتا بلکہ اور سب لوگ جو اس وقت موجود ہیں اس میں شریک ہیں اور میں سارے لشکر سے شکایت کرتا ہوں، خاص کر تم سرداروں امیروں اور اراکین سے کہ تم پر لعنت ہو اور ساتھ ہی مجھ پر کہ علی بن ابی طالبؑ جیسے مرد کی جنگ کے مقابلہ پر تم جیسے لوگوں پر بھروسہ کر لیا۔ مجھے تمہارے خون پر دست قدرت نہیں کہ تو اب تک میرے ہاتھ لعنت تیغ و طناب کی طرح تمہاری گردنوں اور پیراہن سے وابستہ رہیں۔ کس دن تم میں سے کسی نام آور بہادر نے لشکر علیؑ کے ادنی سے آدمی کا مقابلہ کیا اور کیا بھی تو مغلوب اور ذلیل و خوار ہو کر الٹا نہ پھر آیا۔ میں تم میں سے کس کس کا حال بیان کروں۔

عمر عاص جو شجاعت و مردانگی اور عقل و فرزانگی کا دعوی رکھتا ہے اگر کوئی بات منہ سے نکالتا ہے کہ تمام ملک کو مجھ سے برانگیختہ کر دے۔ اور مقابلہ کے لیے نکلتا ہے تو اس ذلت و خواری سے واپس چلا آتا ہے۔

بشر ابن ارطاۃ جو اپنی رعنائی اور نخوت سے کسی وقت خالی نہیں رہتا اور علیؑ کے سوا اور کسی کو مرد نہیں سمجھتا اور علیؑ کے ساتھ جنگ کرکے ناموری اور شہرت کی آرزو رکھتا ہے واہ واہ کیا کہتے ہیں اس نے تو خوب ہی نام پایا اور اس جنگ میں بڑھ کر شہرت حاصل کی ہے۔ واہ واہ کیسے عمدہ دل چلے بہادر اور قوی بازو نامی پہلوان اور مرد میدان ہیں۔ مروان نے کہا اے معاویہ جو کچھ تو نے چاہا کہہ لیا اب جواب سن۔ معاویہ نے کہا کہہ کیا کہتا ہے۔ اس نے کہا اگر ہم علی ابن ابی طالبؑ اس کی جماعت پر فخر کریں تو دو حال سے خالی نہیں یا تو سنت اسلام کی وجہ سے فخر کریں یا زمانہ جاہلیت کے زمانہ سے۔ اور اہل اسلام کا ایک دوسرے پر فخر کرنا اور شرف پانا پرہیز گاری سے تعلق رکھتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: **ان اکرمکم عند اللہ اتقکم**

اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا ارشاد ہے **الاکرم للتقوی** یعنی جو شخص زیادہ متقی ہے وہی زیادہ فضیلت والا ہے۔ اور جو جاہلیت کے زمانہ میں اہل یمن فخر و مباہات کے طالب ہیں اور نسب کے لحاظ سے اہل قریش افضل ہیں جن کی فضیلت اور برتری کو تمام اہل عرب تسلیم کیے ہوئے ہیں۔ اور سرداری و سربلندی میں عبدالمطلب کے بیٹے مشہور

ہیں اور ان سے بھی علیؑ سب سے ممتاز ہے۔ جہاں تک اس پر فخر کرنے کے پہلو سوچتے ہیں کوئی صورت پیدا نہیں ہوتی۔ اور کسی طرح بھی ہم اس کی برابری نہیں کر سکتے۔
معاویہ نے کہا یہ کیا بات ہے میں نے اس قدر ہزار سوار اور پیدل جمع کئے اور اتنا کچھ ساز و سامان کر کے صفین کے میدان آیا ہوں کہ علی ابن ابی طالبؑ اور اس کے متعلقین اور متوسلین پر فخر کر سکوں اور حسب و نسب کو پر کاہ بنا دوں اور دکھا دوں کہ زمانہ جاہلیت میں کون شخص سردار تھا۔ اور اب اسلام میں کون افضل اور برتر ہے۔ اے مروان تو کم ہمت اور کوتاہ اندیش انسان معلوم ہوتا ہے۔ میں تجھ سے فخر کا طالب نہیں بلکہ جنگ چاہتا ہوں کہ تم اس میں سعی کرو۔ ان باتوں سے مروان شرمندہ ہو کر چپ ہو رہا۔
عتبہ بن ابی سفیان نے کہا میرا ارادہ ہے کہ جعدہ بن ہبیرہ سے ملوں اور اس سے باتیں کروں۔ مروان نے کہا تو نے بہت اچھا سوچا جعدہ بنی مخزوم میں سے ہے اور اس کے باپ کا نام ہبیرہ ہے۔ وہ ابو وہب کا بیٹا ہے۔ اور اس کی ماں ام ہانی ابو طالب کی لڑکی اور امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کی ہمشیرہ ہے لیکن پہلے مجھ سے بیان کر کہ تو اس سے کیا کہنا چاہتا ہے عتبہ نے کہا شکر خدا میں بڑا فصیح اور گویا شخص ہوں اور بازو بھی رکھتا ہوں اور شمشیر براں بھی میرے قبضے میں ہے۔ مروان چپ ہو رہا۔
دوسرے دن عتبہ نے کسی شخص کو جعدہ بن ہبیرہ کے پاس بھیج کر اسے طلب کیا۔ جعدہ آیا اور سامنے کھڑا ہو گیا۔ طرفین بھی تماشا دیکھنے لگے کہ عتبہ اور جعدہ کی باتیں سنیں۔ عتبہ نے کہا اے جعدہ تو اپنے ماموں علی ابن ابی طالبؑ کی دوستی کے سبب ہمارے مقابلے پر نکل کر جنگ کرتا ہے۔ ہم نہیں کہتے کہ معاویہ خلافت کے لیے علیؑ سے زیادہ مستحق ہے لیکن عثمان کے معاملے میں خلل واقع ہوتا ہے۔ اگر علیؑ عثمان کے خون سے بری ہوئے تو خلافت و امامت کے لئے کسی شخص کو بھی ان پر افزونی نہ ہوتی اور معاویہ شام کی امارت کا پورا حقدار ہے کیونکہ اہل شام اس سے خوش ہیں اور اسے بہت دوست رکھتے ہیں۔ اور ہر ایک شامی معاویہ سے زیادہ علیؑ سے جنگ کرنے کا مشتاق ہے۔ اہل عراق و حجاز علیؑ کے ہوا خواہ ہیں اور شام والے معاویہ کے اور کوئی شخص بھی علیؑ کی اس جنگ سے خوش نہیں۔ کیونکہ سلطنت ملتے ہیں لوگوں کو جنگ میں مبتلا کر دیا ہے۔ جس سے تمام عرب ہلاکت کے قریب پہنچ گیا ہے۔
جعدہ نے کہا تیری بات سن لی تو خود ہی اپنے قول کی نسبت کہ اپنے عزیزوں کو میں بہت دوست رکھتا ہوں انصاف سے دیکھ اور اچھی طرح سوچ کہ جناب امیر المومنینؑ جیسے ماموں کو کیوں دوست نہ رکھوں۔ خدا کی قسم دوستی کے علاوہ میں اس کے فرمان کا بجا لانا اپنی گردن پر فخر سمجھتا ہوں۔ اللہ کی قسم اگر علیؑ جیسا تیرا ماموں ہوتا تو ماں باپ اور اولاد کو بھول جاتا۔ اور علی کا معاویہ سے افضل و برتر ہونا ایسی بات ہے جس سے تمام مسلمان آگاہ ہیں کسی فرد بشر کو اس میں ذرا شک و شبہ نہیں اور شامیوں کا ہوا خواہ معاویہ ہونا اور اس کی موافقت کے سبب علیؑ کے مقابلے پر سعی و کوشش کرنا ظاہر ہے۔ اہل شام معاویہ کے خیر خواہ سہی مگر ان کا جنگ و جدال میں کوشش بلیغ کرنا کوئی حیرت انگیز نہیں۔ اہل حق کی کمی بھی آج شامیوں کی سرتوڑ کوششوں سے بڑھی ہوئی ہے کیونکہ شامی باطل پر ہیں۔ اور ہم نے علیؑ کی متابعت اور فرمانبرداری میں کوئی کمی کی ہے اور نہ کریں گے۔ اور اگر وہ خاموشی اختیار کریں گے تو ہم دریافت کر کے درد سر پیدا نہ کریں گے۔ اور اگر وہ کچھ فرماتے ہیں تو ہم ان کے ارشاد کو رد نہیں کرتے اور تمہارے لشکر میں ایسے بہت سے آدمی ہیں جو خود معاویہ سے زیادہ عقلمند اور بڑھ کر ہیں اور ہماری فوج میں ایک بھی ایسا نہیں جو علم و فضل و سخاوت و شجاعت اور تقوی میں علیؑ کی برابر کر سکے۔ رہا جنگ و جدال کی بابت کہ سلطنت ملتے ہی علیؑ نے عرب کو ایسی جنگ میں الجھا دیا کہ سب کے سب نیست و نابو

ہو جائیں گے۔
یہ معاملہ خود تم سے علاقہ رکھتا ہے اور اس کا جوال خود تمہاری گردنوں پر ہے کیونکہ تم نے امام زمانہ علیہ السلام پر خروج کیا اور خلیفہ جناب رسول خداؐ وصی مصطفےؐ سے دشمنی اختیار کی ہے اس لیے جناب امیرالمومنینؑ کو بھی واجب ہو گیا کہ باغی اور طاغی کے شر کو دفع کریں' جو شخص حق کا راستہ اختیار کرے گا داخل بہشت ہو گا اور جو باطل پر مارا جائے گا اور جہنم کی آگ میں جلتا رہے گا۔
عتبہ اس بات سے بھڑک اٹھا اور منہ بنا کر جعدہ کو گالی دی۔ اور بہ آواز بلند کہا اے شامیو حملہ کرو۔ جعدہ نے بھی آواز دی کہ اے عراق والو ان کی خبر لو۔ دونوں فوجیں حملہ آورا ہوئیں اور مردانہ وار جنگ کی' طرفین نے آج خوب ہی جان توڑ کر زور مارا اور جعدہ نے عتبہ کے مقابلہ پر خوب ہی داد شجاعت دی یہاں تک کہ عتبہ بھاگ نکلا اور لشکر نے اس کا تعاقب کیا۔ عتبہ بھاگ کر معاویہ کے پاس پہنچا تو اس نے سخت ملامت کی کہ جنگ سے فرار ہونے پر ہم پر دھبہ لگا دیا۔ جو کسی تدبیر سے نہ مٹے گا۔ میں نہیں سمجھتا کہ تیرا مناظرہ زیادہ مفید نکلا یا زیادہ مضر۔ تو نے جا کر جعدہ سے گفتگو کی اور بند ہو گیا۔ پھر اس سے جنگ کی اور اس طرح بھاگ آیا۔ تیرے مناظرہ اور محاربہ دونوں پر لعنت۔ کاش تو یہ کام نہ کرتا اور اس قسم کی شیخیاں نہ بگھارتا۔
عتبہ نے کہا تو سچ کہتا ہے خدا کی مرضی یہی تھی پھر کبھی ایسے کام نہ کروں گا۔ اور تیری صلاح لیے بغیر کوئی کام نہ کروں گا۔ مروان بن حکم نے بھی عتبہ کو بہت کچھ ملامت کی اور اس کے اور عزیزوں نے بھی جس جس کے پاس گیا اسے جنگ سے بھاگ آنے پر ملامت کی۔ اور اس طرف جناب امیر علیہ السلام کی فوج نے جعدہ کی گفتگو اور جنگ دونوں دور امور کی بے حد تعریف کی اور مرحبا کہا۔
دوسرے دن حضرت علی علیہ السلام نے علی الصبح لشکر کو ترتیب دے کر صفیں قائم کیں اور انصار میں سے ایک گروہ کو علم دے کر آگے بڑھایا۔ معاویہ نے ان کو دیکھ کر دریافت کیا کیا کوئی جانتا ہے کہ یہ صفوں سے آگے علم ہوئے کون گروہ ہے۔ انہوں نے کہا ہم سب ان لوگوں کو جانتے ہیں۔ یہ انصار کا گروہ ہے۔ معاویہ نے بھی اسی وقت نعمان بشر اور سلمہ بن مخلد کو جو انصاریوں میں سے تھے بلایا اور کہا تمہارے عزیزوں سے میری طاقت جاتی رہی میں ہر روز اوس اور خزرج ہی کو میدان جنگ میں کھڑا اور کندھوں پر تلواریں رکھے ہوئے اور جنگ آزماؤں کو مقابلے پر طلب کرتے ہوئے دیکھتا ہوں اور جب اپنے لشکر کے کسی شخص کو واپس طلب کرات ہوں تو یہی سنتا ہوں کہ اسے انصار نے مار ڈالا۔ میں کب تک تمہاری قوم کے یہ صدمے سہتا رہوں اور رنج اٹھاؤں۔ کاش تم جنگ سے دستبردار ہو جاتے اور کھجوروں کے کھانے اور طفیشل کے ذائقہ چکھنے میں مصروف رہتے اور میں اس محنت و رنج و غم سے آزاد رہتا۔
نعمان بن بشر غضبناک ہو کر بولا۔ اے معاویہ انصار کو ان کی شجاعت و دلیری کے لیے ملامت نہ کرنا' زمانہ جاہلیت اور اسلام میں ان کی یہی عادت رہی ہے اور ہمیشہ جس جنگ سے سابقہ بڑا ہے مردانہ اور دلیرانہ خدمات کی ہیں اور خود تو نے بھی ان کی شجاعتوں اور بہادریوں کے وہ کارنامے دیکھے ہیں جو حضرت محمد مصطفےؐ کی خدمت میں صدر ہوئے ہیں ہاں کھجوروں اور طفیشل کے کھانے کی عادت اہل عرب کا حصہ ہے۔ طفیشل یہودیوں کی غذا ہے۔ جب ہم نے کھائی اور مزیدار پایا تو اس کے کھانے میں یہودیوں پر چڑھ گئے اور جب تو نے کھجوروں کی لذت چکھی تو ہمارے لیے باقی نہ چھوڑی اور خود ہم سے بھی کہیں آگے بڑھ گئے۔
معاویہ کا یہ کہنا اور انصار کو ملامت کرنا قیس بن سعد بن عبادہ کے بھی گوش زد ہو گیا انصار کو طلب کیا اور کہا جگر خورندہ کا

لڑکا ایسا کچھ کہتا ہے اور تمہیں اس طرح کی ملامتیں کی ہیں اور نعمان بن بشر نے اس کا جواب دیا اور واجبی امیر کو بیان کیا ہے آج وہ کینہ ظاہر ہو گیا جو زمانہ جاہلیت میں ہمارے اور معاویہ کے باپ دادا کے درمیان تھا۔ اور وہی قدیمی عداوت آج از سر نو تازہ ہو گئی۔ الحمد للہ کہ ہم اس لشکر میں سے ہیں جو اس جھنڈے تلے لڑتا ہے جس کے دست راست پر جبرائیل اور دست چپ پر میکائیل فرشتے رہتے ہیں۔

اور معاویہ اور اس کی قوم اس جھنڈے تلے رہ چکی ہیں جن کا سر لشکر اور امیر ابوجہل ہو گزرا ہے۔ انصار نے کہا تو سچ کہتا ہے ہم سب کا تو ہی پیشوا اور سردار اور رہ نما ہے اور ہم سب تیرے فرمان پر کمر بستہ اور ادائے خدمت کے لیے مستعد اور منتظر کہ جو حکم ہو بجا لائیں ہم تیرے احکام کی تعمیل کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

تو مرا دل وہ دلیری ہیں ۔۔۔ روبہ خویش خوان و شیری ہیں

یعنی تو ہماری تسلی کر اور دلیری دیکھ اپنی لومڑی سمجھ کر بلا اور شجاعت دیکھ قیس بن سعد نے اسی مضمون کا شعر لکھا اور معاویہ کے کچھ عیوب بیان کر کے اس کے پاس بھیج دیئے معاویہ نے قیس کا خط پڑھ کر رنج کیا۔ اور کسی شخص کو انصار کے ان نامور اراکین و سرداروں کے پاس بھیج کر جو جناب امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں تھے قیس بن سعد کی شکایت کی۔ انہوں نے چند معتمد اور مشہور اشخاص کو قیس کے پاس بھیج کر پیغام دیا کہ معاویہ گو ہمارا دشمن ہے مگر اس نے علانیہ ہم سے کوئی برائی نہیں کی اور نہ ہماری بدگوئی کی۔ اب اس نے ہمارے پاس قاصد بھیج کر تیری شکایت کی ہے کہ تو اس نے اس ہجو کی اور اس کی کج اخلاقی ظاہر کی۔ اور اس کو برا کہا۔ ایسی باتیں اچھی نہیں۔ اس کا معاملہ اس حد سے گزر گیا ہے کہ مسلمان اور دینداروں کو اس کے اخلاف کی برائیوں کے اظہار کی احتیاج ہو۔ اگر مناسب جانے زبان کو اس بدگوئی سے روک لے۔ اور اس پر لعنت بھیجنے کو مقرب فرشتوں کے حوالہ کر دے۔

اس نے جواب دیا جب تک میں زندہ ہوں اس کا دشمن رہوں گا اور دنیا سے گزر جانے کے بعد اس پر لعنت بھیجنے اور نفرین کرنے میں فرشتوں کا ساتھ دوں گا۔

نہ شوم خاضع عدو ہرگز ۔۔۔ درجہ بر آسماں کند مسکن

یعنی میں کبھی دشمن کا مطیع نہ ہوں اگرچہ وہ آسمان پر کیوں نہ جا رہے۔ کیا باز بھی چڑیا کی فرمانبرداری کر سکتا ہے۔ اور شیر لومڑی کے آگے گردن جھکا دیتا ہے۔ ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ معاویہ کے لشکر نے حرکت کی اور اس کے سواروں کا دستہ جناب امیر المومنین علیہ السلام کی طرف بڑھا۔ قیس سمجھا کہ معاویہ ان ہی میں ہے حملہ کیا اور سواروں کے بیچ میں گھس کر ایک سوار پر جسے وہ سمجھا آور ہوا۔ اور تلوار کے ایک ہی وار میں اس کا سر اڑا دیا پھر معلوم ہوا کہ وہ معاویہ نہ تھا۔ ایک اور سوار کو تاکا جو عمدہ قسم کے اسلحہ لگائے ہوئے شان و شکوہ والا تھا سمجھا کہ یہی معاویہ ہے اس پر بھی حملہ کر کے مار گرایا۔ اور بھی کئی نامور سرداروں کو قتل کیا۔ انجام کار سوار معاویہ کے عاجز آ گئے۔ معاویہ نے لشکر گاہ سے آواز دی کہ اے اہل شام اس سوار کو ضرغام کہتے ہیں۔ جس وقت وہ میدان جنگ میں نکلے تو پہچان رکھو کہ وہ کون ہے؟

اب قیس مطلع ہو کر کہ معاویہ ان سواروں میں نہیں ہے پلٹ کر اپنی صف میں آ کھڑا ہوا اب معاویہ کی فوج میں سے ایک شخص مخارق بن عبدالرحمن نام جو بڑا جرار اور نامور سوار تھا نکل کر دونوں صفوں کے بیچ میں آ کھڑا ہوا۔ اور مرد مقابل طلب کیا۔ مومن بن عبیدہ مرادی جناب امیر المومنین علیہ السلام کی فوج میں سے مقابلے پر نکلا۔ دونوں نیزہ سے جنگ کرتے رہے۔ آخر کار شامی فتح یاب ہوا اور مومن کام آیا۔ اس نے گھوڑے سے اتر کر مومن کا سر کاٹ کر منہ زمین پر رکھ دیا۔ اور اس کی شرم گاہ برہنہ کر دی اس کے بعد پھر گھوڑے کو کاوے دینے لگا اور کسی مقابل کو طلب کیا۔

مسلم بن عبدیہ ازدی نکلا اور شامی نے اسے بھی مار ڈالا۔ اور جس طرح سومن سے پیش آیا تھا وہی اس کا حال کیا۔ پھر اور جنگجو طلب کیا۔ غرض امیر المومنینؑ کے لشکر کے چار آدمی ہلاک کئے اور چاروں کے ساتھ ایک ہی سا برتاؤ کیا۔ اب جناب امیر المومنین کے لشکر کے آدمی اس کے مقابلے پر نکلنے سے بخوف عریانی شرم گاہ ہچکچانے لگے۔ وہ اسی طرح گھوڑے کو کاوے دیتا اور مرد مقابل طلب کرتا تھا۔

حضرت علی نے یہ دیکھ کر کہ اس کے مقابلے کے لیے کوئی نہیں نکلات لباس تبدیل فرمایا۔ مقابلے کے لیے نکلے۔ شامی نے آپ کو نہ پہچانا اور حملہ کر دیا۔ امیر المومنینؑ نے ایک ہی ضرب لگائی کہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر آپڑا۔ آپ نے گھوڑے سے اتر کر اس کا سر کاٹا اور اس کا منہ آسمان کی طرف کر کے زمین پر ٹکا دیا۔ پھر سوار ہو کر میدان میں آئے اور کسی جنگجو کو طلب کیا۔ معاویہ کی صف سے ایک اور سوار نکلا حضرت نے اسے بھی نیزہ مار کر ہلاک کیا اور اس کا سر بھی کاٹ کر اسی طرح زمین پر رکھ دیا۔ اور سوار ہو کر کسی اور لڑنے والے کو طلب کیا اسی طرح معاویہ کی فوج کے ساتھ آٹھ بہادر مار ڈالے۔

اب معاویہ کی فوج یہ حال دیکھ کر کانپ اٹھی اور کسی کی جرات نہ ہوئی کہ مقابلے پر جائے۔ معاویہ کا ایک غلام حارث بہت ہی بہادر اور نامی سوار تھا اسے حکم دیا کہ میدان میں نکل کر سوار کا کام تمام کر کیونکہ اس کی دست درازی حد سے گزر گئی ہے تو نے دیکھا کہ میرے لشکر کے کتنے نامدار سوار اس نے ہلاک کر دیے۔ حارث کہا اے امیر اس سوار کو ایسا دیکھتا ہوں کہ اگر تیرا سارا لشکر بھی اس پر حملہ کرے گا تو وہ بلا تامل سب کو ہلاک کر ڈالے گا۔ میں اس کے سامنے جاؤں گا تو مارا جاؤں گا۔ اگر تو مجھ سے دل برداشتہ ہے تو مضائقہ نہیں میں فرمانبردار ہوں۔ مگر یہ یقین رہے کہ میں زندہ نہ رہوں گا۔ اگر تو مجھے اس شیر غضب ناک کے مقابلے پر نہ بھیجے تو میں کسی دن تیرے بڑے کام آؤں گا آئندہ جو حکم صادر ہو۔

معاویہ نے کہا معاذ اللہ میں تجھ سے بیزار ہوں بلکہ میں تجھے عزیز رکھتا ہوں۔ اگر یہی بات ہے تو اس سوار کے مقابلے پر نہ جا ٹھہر جا کوئی اور چلا جائے گا۔ حارث ٹھہر گیا۔ حضرت علیؑ اسی طرح گھوڑے کو کاوے دیتے رہے اور مرد مقابل کو طلب کرتے رہے مگر معاویہ کی فوج میں سے کوئی نہ نکلتا تھا۔ اب حضرت علی نے یہ دیکھ کر کہ لڑنے کے لیے کوئی نہیں آتا اپنے سر پر سے خود اٹھا لیا اور بہ آواز بلند فرمایا۔ میں ہی ابو الحسن ہوں۔

حارث نے کہا اے امیر میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں تو نے میری فہم کو ملاحظہ کیا کس قدر ٹھیک ہے۔ اور میرا یہ کہنا کہ یہ تیرا سارا لشکر بھی اس سے جنگ کرنا چاہے تو سب کا سب ہلاک ہو جائے گا۔ اب تجھے ظاہر ہو گیا کہ کتنا صحیح تھا۔ اگر میں غریب اس سے لڑنے نکلتا تو فوراً" اوروں کی طرح خاک میں مل جاتا' تو نے مجھ پر کمال مہربانی اور شفقت کی کہ اس کے مقابلے پر نہ بھیجا گویا مجھے از سر نو زندگی بخشی۔ اب شامیوں میں سے ایک اور بہادر کریب بن صباح بن فری بزن حمیری نکل کر دونوں صفوں کے بیچ میں آکھڑا ہوا اور لڑنے کو طلب کیا مترفع بن وضح خولانی مقابلے پر آیا۔ شامی نے اسے قتل کر دیا۔ پھر کسی اور کو پکارا۔ حارث بن لماح حکمی آیا۔ شامی نے اسے بھی ہلاک کر دیا۔ اور کسی اور کو بلایا۔ عباد بن مسروق ہمدانی سامنے ہوا۔ اسے بھی قتل کر دیا۔ پھر گھوڑے پر سے اتر کر ان کشتوں کو ایک دوسرے پر رکھ دیا اور سوار ہو کر پھر لڑنے والے کا خواستگار ہوا۔ جناب امیر المومنینؑ نے اس کی طرف دیکھا اور دل میں سوچا یہ سوار بڑا بہادر' مرد میدان اور چست و چالاک ہے۔

اس کے مقابل تشریف لائے' اس کا نام دریافت کیا اس نے کہا مجھے کریب بن صباح حمیری کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے کریب خدا سے ڈرو اور بطلان پر اصرار نہ کرو میں خدا اور سنت کی طرف بلاتا ہوں میری نصیحت قبول کر تیرے لیے دونوں

جہان میں بہتر ہو گا۔ اور جہالت کی تاریکی اور بغاوت کی گمراہی سے بچ جائے گا۔ انواع و اقسام کی سعادت حاصل کرے گا۔ کریب نے کہا تو کون ہے جو مجھے نصیحت کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا میں علی ابن ابی طالبؑ ہوں۔ تو خدا سے ڈر اپنے حال پر رحم کر۔ میں تجھے بہادر سمجھ کر نہیں چاہتا کہ بے فائدہ مارا جائے اور شقاوت اور ظلمت کے گرداب میں جا پڑے۔ کریب نے کہا میں نے ایسی بہت سی باتیں سن رکھی ہیں۔ جن میں کچھ فائدہ نظر نہیں آتا۔ ان باتوں کو جانے دو۔ سامنے آؤ کہ ضرب کی حقیقت معلوم ہو۔ آپ نے فرمایا کہ دیکھ میں دوبارہ تجھے سمجھاتا ہوں کہ معاویہ کی دوستی میں اپنے آپ کو آتش دوزخ کے حوالہ نہ کر۔ بلکہ میرے پاس چلا آ کہ سعادت ابدی پائے۔

کریب نے کہا ایسی کب تک کہے گا۔ آگے آ تجھے معلوم ہو جائے گا نیک بخت کون ہے اور بدنصیب کون ہے۔ پھر تلوار گھسیٹ کر امیر المومنینؑ پر جھپٹا۔ حضرت نے گھوڑے کو پھرا کر اس کا وار رد کر دیا۔ اور پھر اس کا سر اڑا دیا۔ اس کے بعد میدان میں کھڑے ہو کر لڑنے والے کو طلب کیا۔ مطاع بن عبدالمطلب عتبی آیا اور مارا گیا اسی طرح چار شامی قتل ہوئے۔ اب آپ نے گھوڑے سے اتر کر ان کشتوں کو ایک دوسرے پر رکھا اور یہ آیت قرآن مجید پڑھی:

الشهر الحرام بالشهر الحرام و الحرمات قصاص فمن اعتدى عليه بمثل ما عتدى عليكم و اتقو الله و اعلموا ان الله مع المتقين

اس کے بعد آواز دی کہ اے معاویہ باہر نکل کہ تھوڑی دیر باہم جنگ آزمائی کریں۔ معاویہ نے کہا مجھے اپنی جان عزیز ہے اور تم سے مقابلہ کی ضرورت نہیں۔ آپ نے آج میرے چار نامور بہادر جو سباع عرب میں سے تھے قتل کر دیے انہیں پر قناعت کرو۔ آخر کار عروہ بن داؤد دمشقی نے آواز دی کہ اے ابو طالب کے بیٹے اگر معاویہ تجھ سے جنگ کرنے میں ہچکچاتا ہے تو میں نہیں ہچکچاتا۔ ذرا توقف کر کہ میں آلوں اور تجھے دکھاؤں کہ بہادر کس طرح لڑتے ہیں۔

جناب امیر علیہ السلام پلٹے۔ اصحاب نے عرض کی اے امیر المومنینؑ اس میں کیا دم ہے کہ آپ بہ نفس نفیس اس پر حملہ آور ہوں آپ توقف فرمائیں ہم میں سے کوئی جا کر اس کا کام تمام کر دے گا۔ آپ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو وہ میرا ہم سر نہیں لیکن اس نے مجھے للکارا ہے اس لیے میں اپنا کام کسی اور کے حوالے نہیں کرنا چاہتا اپنے ہاتھ سے ہلاک کروں گا پھر اس پر حملہ کیا اور عروہ نے بھی گھوڑا تیز کیا۔ اور جناب امیر المومنین کے پاس پہنچ کر تلوار کا ہاتھ چھوڑا تو آپ نے اسے ذرا مہلت نہ لینے دی فوراً تلوار سے اس کا سر اڑا دیا کہ میدان جنگ میں گیند کی طرح دور جا پڑا۔ پھر ارشاد فرمایا اے عروہ تجھ پر افسوس ہے جا اپنی قوم کو اس حال سے جو تو نے دیکھا ہے خبر دے اس خدا کی قسم جس نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو برحق پیدا کیا ہے کہ اس وقت تو اپنے کیے کی سزا کو پہنچا اور دوزخ کی آگ میں جا پڑا۔ اور ایسے وقت پشیمان ہوا کہ پشیمانی کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ شامی نامور آپس میں کہتے تھے کہ اس زندگی پر لعنت ہو کہ جو عروہ کی جدائی میں بسر ہو۔ افسوس وہ تمام ملک شام میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا شامیوں میں سے ایک شخص اصبغ بن ضرار معاویہ کے لشکر گاہ کا طلایہ تھا اور رات کے وقت نگرانی رکھتا تھا۔ جناب امیر المومنینؑ کو اس کے حال کی خبر تھی۔ اشتر سے کہا سن اگر موقع ملے اسے گرفتار کر کے میرے روبرو پیش کر حسب اتفاق اسی شب کو موقع مل گیا۔ اصبغ کو پکڑا اور اپنے خیمہ میں لایا اور مضبوطی سے باندھ دیا کہ صبح کے وقت جناب امیر المومنینؑ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ اصبغ بڑا فصیح اور عمدہ شاعر تھا جس وقت اشتر نے اسے باندھ کر ڈال دیا بولا اور ایک قطعہ نہایت اچھا کہہ کر سنایا۔ قطعہ یہ تھا:

الا ليت هذا الليل يطبق سرمدا على الناس لا يا تهم نهار
يكون كذا حتى القيامة انني اخار د في الاصباح صرمته نار

اشتر اس کی فصاحت سے بہت خوش ہوا۔ اور اس کا یہ قطعہ نہایت پسند آیا دل میں کہا ایسے فصیح اور باہنر شخص کے مارے جانے پر افسوس ہو گا۔

غرض جب سورج نکلا اسے جناب امیر المومنینؑ کی خدمت میں پیش کیا اور کہا یہ وہ پاسبان ہے جس کی گرفتاری کے لیے حکم فرمایا تھا۔ شب کے وقت قابو پا کر اسے گرفتار کیا اور اپنے خیمہ میں لا رکھا بڑا فصیح اور عمدہ شاعر ہے۔ اس نے بہت خوب قطعہ تصنیف کیا ہے اس کی شیریں کلامی' فصاحت اور بلاغت کی خوبی مجھے اس قدر پسند آئی کہ حضور سے ملتمس ہوں کہ اسے قتل نہ فرمائیں۔ پھر اس کا قطعہ پڑھا آپ نے بھی اس کے اشعار پسند فرمائے اور ارشاد کیا اسے تجھے ہی کو بخش دیا۔ چاہے مار ڈال چاہے چھوڑ دے۔ اشتر اسے اپنے خیمہ میں لایا جو کچھ سامان اس سے چھینا تھا اسے دے کر دلداری کی اور نیک سلوک کر کے اسے چھوڑ دیا۔

اس کے بعد دونوں لشکر متقابل ہوئے۔ معاویہ نے مروان بن حکم ولید بن عقبہ' عبداللہ بن عامر کریز اور طلحہ طلحات کو بلا کر کہا۔ علیؑ کے ساتھ بے ڈھب معاملہ آن پڑا ہے تم میں سے کوئی علیؑ سے بدلا نہیں لے سکتا اور تم سب سے زیادہ میں ہوں کہ جس کے چچا اور خالو کو علیؑ نے قتل کیا ہے اور میرے دادا کے قتل میں شریک ہے۔ اور اے ولید تیرے تو باپ کو علیؑ نے جنگ بدر میں مارا ہے اور اسی طرح طلحہ نے اس کی ضرب کا مزہ چکھا ہے۔ جنگ احد میں اس کے بھائی کو اور جنگ جمل میں اس کے باپ کو علیؑ ہی نے قتل کیا ہے اور اس کے بھائیوں کو یتیم کر دیا۔ عبداللہ ابن عامر کو بھی اس مصیبت سے حصہ ملا ہے۔ علی نے اس کے باپ کو قید کیا اور اس کے خاندان کو برباد۔ اور آج سب سے بڑھ کر علیؑ کے ہاتھ سے مروان کو رنج پہنچا ہے کہ حال ہی میں اس کے چچا زاد بھائی عثمان کو مارا ہے اور ایسا آشکارا ظلم اور بدنما ستم اس دیندار امانت گزار صاحب خلافت و امامت پر جائز رکھا ہے اور اس قسم کی اور بھی بہت سی بری باتیں اس سے سرزد ہوئی ہیں۔ اس نے اس قدر عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کر دیا ہے جن کا کچھ حد و حساب ہی نہیں۔ بہت سے تر دماغ اس کی آتش شمشیر سے کباب ہو گئے ہیں۔ اور بے شمار آنکھیں اس کے فتنہ و فساد کی آتش کے دھوئیں سے گریاں ہو رہی ہیں۔ علیؑ دوست کو قتل کرتا ہے اور دشمن کو بھی' اس کی چکی میں خشک اور تر سب پس جاتا ہے آج میں نے جو کام اختیار کیا اور طرح طرح کی سعی سے اس جنگل میں اس قدر فوج جمع کی سامان جنگ مہیا ہے اور بے انتہا اسلحہ اور شان و شوکت حاصل کی ہے اور علی ابن ابی طالب نے آ کر مقابلہ کیا اور سد راہ ہو بیٹھا ہے۔ اس کے متعلق تم میں سے ایک شخص بھی اپنا پہلا کینہ اور بغض نہیں ابھارتا سب کے سب غفلت کے گریبان میں سر ڈالے اور سستی کی چادر میں پاؤں پھیلائے ہوئے پڑے ہو۔ عجب بے حمیت عاجز لوگ ہو اور عجیب ناشکرے بے مروت آدمی ہو۔ جب معاویہ نے یہ باتیں کہیں اور انہیں سستی کے لیے ملامت کی۔ مروان نے کہا جو کچھ امیر نے فرمایا یہی بات ہے۔ علیؑ کے غلبہ اور ان تکلیفوں کا حال جو اس کی زبان اور ہاتھ سے ہمیں پہنچی ہیں ظاہر ہے اور وہ کینہ بھی جو اس کی جانب سے ہمارے دلوں میں موجود ہے محتاج بیان نہیں اب ہمیں کیا حکم ہے اور اس کے دفیعہ کی کیا تدبیر سوچی ہے!

معاویہ نے کہا اس امر میں دریافت کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس معاملہ میں موجودہ حالت سے زیادہ سعی و کوشش کی جائے اور زیادہ مستقل ارادہ سے اس کام کو انجام دیا جائے۔ اور سب نیزے لے کر حملے کریں شاید ہم اس کے ظلم و جور اور سختی و ایذا رسانی سے خلقت کو بچا لیں۔

مروان نے کہا ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ تو ہم سے رنجیدہ ہے اور ہم تجھے گراں گزر رہے ہیں اب تو ہمیں زندہ نہیں دیکھنا چاہتا اسی واسطے شیر نر اور اژدہائے دماں کے منہ میں جھونکنا چاہتا ہے۔ میں اور ولید و طلحہ و عبداللہ تو اس جنگ میں متفق

ہو کر ہر طرح کی سعی و کوشش تا امکان بجا لائیں گے لیکن تو علیؑ کی جنگ سے بھاگتا ہے اور اس کے مقابلے کی تاب نہیں رکھتا جس طرح ایک دو مرتبہ پہلے اپنے آپ کو اس کے سامنے سے آزما چکا ہے اور اس کے دیکھتے ہی سامنے سے نکل بھاگا اور ایسا بھاگا جیسے لومڑی شیر سے اور تیری فوج کے بہادر اور سردار اور امیر علیؑ کی وحشت سے میدان میں قدم نہیں رکھ سکتے ترا وزیر اور مشیر عمرو عاص جو اپنے آپ کو بہت ہی بہادر اور ہوشیار دنیا میں بے نظیر جانتا ہے علیؑ کے مقابلے پر نکلا بھی تو اس کی تلوار کی چمک دیکھتے ہی کون برہنہ کر دی تاکہ علیؑ اس کی طرف سے منہ پھیر لے اور وہ فرصت پا کر بھاگ آئے۔

اس نے اپنے آپ کو دنیا بھر میں بدنام کر دیا جبکہ یہ صورت ہو اور عمرو عاص اس کے مقابلے کی تاب نہ رکھتا ہو تو صرف تین چار شخصوں سے کیا ہو سکے گا۔ میں نے فرض کر لیا کہ ہم چاروں نے میدان میں نکل کر تلواریں کھینچ کر اور جان سے ہاتھ دھو کر اس پر حملہ بھی کیا تو جبکہ ہم میں اس قدر قوت نہیں کہ اس پر قابو پائیں تو کیا ہو گا۔ ذوالفقار کے ایک ہی وار میں چاروں زمین پر آ رہیں گے۔ اس سے تجھے کیا فائدہ پہنچے گا اور ہمارا بے فائدہ مارا جانا ہم سب کو ایک ہی جگہ بٹھا دے گا اور عقلمندوں میں سے کون شخص ہمیں اس جنگ سے معذور نہیں رکھتا۔

عمرو عاص اس بات سے غضب ناک ہو کر مروان سے بولا مجھے ذرا بھی اس بات کا خیال نہ تھا کہ ہلاکت میں مبتلا ہو کر علیؑ کے سامنے سے میرے بھاگ آنے اور اس کی ضرب شمشیر سے جانبر ہونے پر کوئی شخص ملامت کرے گا اسے داخل عیب سمجھے گا **الفرار مما لا یطاق من سنن المرسلین** یعنی اس شے کے سامنے سے بھاگ جس کے مقابلے کی طاقت نہ ہو رسولوں کی سنت ہے جس میں ذرا سی بھی عقل ہو اور دنیا اور دنیا والوں کی نیکی و بدی کو سمجھتا اور کم و بیش تجربہ رکھتا ہے اور جہاں تک ممکن ہے وہ اپنے آپ کو بچائے گا، مصیبت سے بھاگے گا اور خطرہ میں نہ پڑے گا۔ پھر ولید کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے ولید اگر تو کچھ بہادری اور مردانگی کا دعوی رکھتا ہے اور شجاعت کا سچا دعوی کرتا ہے تو میدان میں نکل اور علی ابن ابی طالب کے سامنے اتنی دیر قرار پکڑ کہ اس کی آنکھ تجھ پر جا پڑے۔ پھر اگر تو زندہ رہ جائے اور دنیا تیری نظر میں روشن دکھائی دے تو مجھے ملامت کر سکتا ہے اور اسی مضمون کا ایک قطعہ پڑھا۔ معاویہ گفتگو کر ہی رہا تھا کہ دونوں لشکروں نے حرکت کی اور صفیں ایک دوسرے کے قریب پہنچ گئیں۔ جناب امیر المومنینؑ نے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کو بلا کر علم حوالہ کیا اور کہا آگے بڑھ۔ یہ ہاشم یک چشم تھا اور عمر ابن خطاب کے عہد میں یرموک کی لڑائی کے دن اس کی بائیں آنکھ پر تیر آ لگا تھا جس سے آنکھ بیکار ہو گئی تھی۔

ہاشم حسب الحکم آگے بڑھا اور وہ آج بڑی زرہ بدن میں پہنے سر پر دیبا کی دستار رکھے ہوئے میدان میں آیا اور مرد مقابل کو طلب کیا۔ معاویہ کے لشکر میں سے فلاں بن جبل نام ایک شخص نکل کر آیا۔ گھوڑے کو پھیرتا اور حضرت علیؑ کو برا کہتا جاتا تھا۔ ہاشم نے کہا اے فلاں خدا سے ڈر جناب امیر المومنین کو برا نہ کہہ کیونکہ آخر خدا کے پاس جانا ہے اور بالضرور اس امر اور اس گفتگو کا جواب تجھ سے طلب کیا جائے گا۔ شامی نے کہا میں تمہیں برا کیوں نہ کہوں اور کیوں لعنت نہ کروں۔ مجھ سے لوگوں نے کہا ہے کہ تم نماز نہیں پڑھتے۔ ہاشم نے کہا نعوذ باللہ یہ کیا بات ہے ہم نماز کیوں ترک کرتے۔ ہم میں سے ایک شخص بھی ادائے نماز میں کوتاہی نہیں کرتا۔ لحہ بھر کی تاخیر بھی فرائض کے ادا کرنے میں روا نہیں رکھتا۔ پھر کس طرح کہہ سکتے یا خیال بھی کر سکتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام نماز میں کمی کرتے ہوں گے تمام اہل اسلام واقف ہیں اور دوست و دشمن سب مقر ہیں جس شخص نے سب سے پہلے رسول خداؐ کے ساتھ نماز ادا کی ہے وہ علی ہیں اور دین کے فرائض اور سید المرسلینؐ کے سنتی امور کے متعلق نہ علیؑ سے زیادہ کوئی فقیہہ ہے نہ جناب رسول خداؐ سے زیادہ قریبی

رشتہ دار ہے نہ فوج خدا میں غالب ہے نہ ایسا حافظ قرآن۔ ہرگز اس بدبخت جماعت کی باتوں پر نہ جانا مبادا ان کی دوستی میں تو اپنے آپ کو گمراہی میں ڈال دے۔ شامی نے ہاشم کا جواب سن کر بہت تعجب کیا اور کہا خدا کی قسم تو سچ کہتا ہے اور مجھے دین کے باب میں سمجھاتا ہے۔ اگر میں توبہ کرلوں اور اس لشکر سے نکل کر جناب امیر کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں تو میری توبہ قبول ہے و هو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ یعنی اور وہ خدا اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ شامی نے یہ بات کہہ کر گھوڑے کو تازیانہ کیا اور جناب امیر المومنین علیہ السلام کے لشکر میں پہنچ کر حضرتؑ کی خدمت میں جا پہنچا۔ ہاشم نے گھوڑے کو میدان میں نکالا اور لڑنے والے کو طلب کیا۔ مگر ان میں سے لڑنے کے لیے کوئی نہ نکلا۔ ہاشم نے گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور لشکر شام پر جا پڑا۔ کئی آدمی ہلاک کئے اور بہت سے زخمی کیئے پھر میدان میں آگیا کہ ذرا دم لے لوں۔ معاویہ کے گروہ میں سے ایک شخص حمزہ بن مالک ہمدانی نے اس پر حملہ کیا اور ہاشم بھی اس پر جھپٹا اور ایک ہی نیزہ مار کر اسے گھوڑے سے نیچے پھینک دیا۔ اور مار ڈالا۔ اسی طرح اور کتنے ہی شخصوں کو ہلاک کیا۔ اب بہت سے آدمیوں نے اسے آگھیرا۔ ہاشم سب سے جنگ کرتا رہا انجام کار درجہ شہادت پایا۔

اس کے بعد شفیق بن ثور عبدی جناب امیر المومنینؑ کی طرف سے نکلا۔ اور حملہ آور ہوا تاکہ شامی ہاشم کے اسلحہ اور جھنڈا نہ لے سکیں۔ سخت جنگ کی اور ہاشم کا جھنڈا ان سے چھین لیا اور پھر جنگ کی۔ یہاں تک کہ شہید ہوگیا۔ اس پر اللہ کی رحمت ہو۔ پھر ہاشم کے بیٹے عقبہ نے باپ کا علم لیا اور حملہ کرکے جنگ کرتے کرتے شہید ہو گیا۔ پھر ابو الطفیل واثلہ کنانی نکلا اور رجز پڑھ کر اہل شام پر حملہ کیا۔ کئی بہادروں کو خستہ اور کتنے ہی لوگوں کو ہلاک کرکے اس طرح واپس آیا کہ دشمن کی طرف منہ رکھا اور لڑتا بھڑتا اپنی صف میں آ ملا۔ پھر عبداللہ بن بدیل' ورقاء خزاعی شیر غضبناک کی طرح میدان میں آیا۔ کبھی معاویہ کے لشکر کے میمنہ اور کبھی میسرہ پر جھپٹتا تھا اور جو سامنے آتا ہلاک کر دیتا اور اس کروفر کی جنگ میں برابر رجز خوانی کرتا تھا معاویہ نے اپنی فوج کو آواز دی کہ اے اہل شام یہ خزاعہ کے شیروں میں سے ایک شیر ہے کسی تدبیر سے اسے گھیر لو شاید تم اسے مار سکو یا گرفتار کر لو اب شامیوں کے ایک دستہ نے اسے آگھیرا اور تیر برسانے لگے۔ آخر اسے شہید کر دیا۔

معاویہ اس کے مارے جانے سے بہت خوش ہوا اور کہا بنی خزاعہ ہمارے دشمن ہیں اگر ہو سکتا تو ان کے عورتیں بھی ہم سے جنگ میں کمی نہ کرتیں پھر مردوں کا تو ذکر ہی کیا؟

اس کے بعد عمر بن الحمق خزاعی نے میدان میں نکل کر اور اشعار پڑھتے ہوئے لشکر معاویہ پر حملہ کیا اور کئی شخصوں کو مار کر سلامتی سے پلٹ آیا اور اپنی صف میں جا ملا۔ اب آتش گیر جنگ تیز ہو گئی۔ اور شامیوں نے جان سے ہاتھ دھو کر لڑنے کا قصد کیا۔ دو نامور سردار تبع اور جوشب بن ذوالظلم نے میدان میں نکل کر گھوڑے کو کاوے دینے شروع کیے۔ اور رجز پڑھتے تھے۔

سلیمان بن صرد خزاعی حضرت علیؑ کی طرف سے نکلا اور حملہ کرکے اس کے سینے پر نیزہ رسید کیا۔ جو پشت کی طرف سے نکل گیا۔ جوشب گر پڑا اور جان مالک دوزخ کے حوالہ کر دی معاویہ کو اس حادثہ سے بہت ہی رنج ہوا اور لشکر کو للکار کر کہا مردانہ وار جنگ کرو شاید سلیمان کو تم گرفتار کر سکو۔ اور میں جوشب کے قصاص میں قتل کرکے اپنے دل غمگین کو تسلی دوں مقابل میں حضرت علی علیہ السلام نے بھی اپنے دوستوں کو شامیوں سے جنگ کرنے کی ترغیب دلائی اور انصار کی دل داری فرمائی۔ انصار نے سخت کوشی سے کام لیا اور معاویہ کی فوج کو پسپا کرتے ہوئے اس کے حرم سرا تک لے گئے اور بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا۔ اور کئی مشہور اور نامور سردار ذوالکلاح حمیری جیسے ہلاک ہو گئے۔ معاویہ حیران و پریشان

تھا۔ جناب امیرؑ کی فوج نے اس کے قلب لشکر پر حملہ کر دیا۔ معاویہ بزرگان قریش کے ہمراہ قلب لشکر میں موجود تھا ان سب کو ان کی جگہ سے پسپا کر دیا۔ بھاگتے وقت معاویہ کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔ اور وہ زمین پر آ رہا۔ حضرت علی علیہ السلام کے دوست اس پر جھپٹے کہ گرفتار کر لیں مگر شامی فوج درمیان میں آ گئی۔ اور معاویہ کو بچا لیا۔ اور کئی شخصوں نے امداد کر کے اسے گھوڑے پر سوار کرایا مگر کثرت خوف و ہراس سے معاویہ کے عقل و ہوش و حواس غائب ہو گئے تھے۔ غرض فوجیں ایک دوسرے سے الگ ہو گئیں اور حضرت علیؑ کی فوج نے آج بڑھ کر کام کیا اور جنگ میں کارنامے دکھائے۔

معاویہ کے لشکر کے بہت سے مشہور و معروف سردار مارے گئے جب معاویہ اپنے لشکر گاہ میں واپس آیا تو ایک ایک کا نام لے کر پوچھتا تھا اور جواب میں یہی سنتا تھا کہ مارا گیا یہاں تک کہ حارث بن مولی کو جو شام کے اراکین اور سادات میں سے تھا دریافت کیا لوگوں نے کہا وہ بھی مارا گیا۔ معاویہ نے پوچھا اسے کس نے قتل کیا۔ لوگوں نے کہا عبداللہ بن ہاشم نے۔ معاویہ نے کہا عبداللہ بن ہاشم نے ایک زخم بھی نہیں کھایا۔ لوگوں نے کہا ہاں ایک زخم کھائے ہوئے تھا اور سات یا آٹھ زخم اس نے اور کھائے تھے حارث بن مولی اس کے مقابلے پر آیا اس نے نیزہ رسید کیا جس سے حارث خاک پر گر کر مر گیا۔ معاویہ نے قسم کھائی کہ اگر میں فتح یاب ہوا اور عبداللہ بن ہاشم کو دیکھ پایا تو اسے خوب ہی سزا دوں گا۔

القصہ جب معاویہ کا کام درست ہو گیا اور وہ مسند امارت پر متمکن ہوا عبداللہ بن ہاشم کا حال پوچھا اس کے مقربین نے کہا ہم نے سنا ہے کہ وہ بصرہ میں قبیلہ بنی ناجیہ کی ایک بڑھیا کے زیر علاج ہے۔ اور وہ عورت اس کے زخموں کا معالجہ کر رہی ہے۔

معاویہ نے امیر بصرہ کے نام فرمان لکھوایا کہ عبداللہ بن ہاشم کو بہ کوشش تمام طلب کر کے بہت جلد میرے پاس بھیج دے۔ امیر بصرہ نے فرمان معاویہ سے مطلع ہو کر عبداللہ کو بلایا اور کہا تجھے معاویہ نے طلب کیا ہے۔ عبداللہ نے کہا میں فرمانبردار ہوں۔ اگرچہ بہت کمزور ہوں مگر اسی وقت روانہ ہوتا ہوں۔ خدمت معاویہ میں پہنچ کر سلام کیا۔ معاویہ نے جواب سلام کے بعد اس کی طرف دیکھا بالکل لاغر اور نحیف پایا۔ چہرہ زرد تھا۔ اور بشرہ سے آثار نقاہت عیاں تھے۔ حکم دیا کہ بیٹھ جا' وہ بیٹھ گیا۔ عمرو عاص نے اس پر نظر ڈال کر کہا اے امیر یہ وہی حیلہ جو رعنا جوان ہے معاویہ نے کہا ہاں وہی ہے اب اس قدر دبلا اور نحیف و لاغر ہو رہا ہے اس کا کیا حال کرنا چاہیے اور کس طریق سے ہم اس کو تکلیف دیں۔ اور اس کے اعمال بد اور افعال ناسزا کی کیا سزا ہونی چاہیے۔

عمرو عاص نے کہا لاغر ہو یا فربہ لاٹھی ابتدا میں خلال کا تنکا ہوتی ہے کچھ عرصہ گزر جانے پر لاٹھی بن جاتی ہے۔ سانپ سے کیا پیدا ہوتا ہے وہی سانپ کا بچہ اور بد کرداری کی سزا دینا بہت اچھی بات ہے۔ اگر تو اس کی لاغری اور کمزوری کو دیکھ کر سزا نہ دے گا اور چھوڑ دے گا تو وہ صحت پا کر قوت پا جائے گا اور اس پر سختی کرنا دشوار ہو جائے گا۔

عمرو عاص نے تو یہ کہا اور عبداللہ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا کوئی بڑی بات نہیں ہے میں بھی وہ شخص نہیں جس کو قوم نے چھوڑ دیا ہو یا جس کی اجل قریب آئی ہو۔ رنج بھی بہادروں ہی کا حصہ ہے۔ عمرو عاص نے کہا اے امیر اسے میرے حوالے کر دے میں اس فعل کی سزا دوں گا۔ جو جنگ صفین میں اسے اور اس کے باپ نے اور بھائیوں نے ہمارے ساتھ کیا ہے وہ غصہ میرے دل سے کبھی دور نہ ہو گا۔ اب موقع مل گیا ہے کہ اپنے سینہ کی آگ کو اس کی اولاد کے آنسوؤں سے بجھاؤں اور شمشیر آبدار سے اس بے کس کا بھیجہ نکال ڈالوں اور وہ بھی جان جائے کہ مجھ جیسے شخص کے سامنے میدان جنگ میں آ کر مردانگی کی لاف زنی کرنی ایسی ہوتی ہے۔

عبداللہ نے کہا اے پسر عاص ابھی تک تیرے غفلت شعار سر میں سے غرور کی ہوا دور نہیں ہوتی۔ اور وہی جہالت و گمراہی کا پیالہ ہنوز ہاتھ میں تھامے ہوئے ہے تجھے خوب یاد ہوگا کہ جنگ صفین میں جبکہ بہادروں کے سر پسینے میں شرابور تھے اور جانیں مضطرب اور بے چین تھیں میں میدان جنگ میں حملے کر رہا تھا اور تجھے بہ آواز بلند مقابلے کے لیے طلب کرتا تھا اور تو لومڑی کی طرح بھاگتا اور بچوں کی طرح چھپتا پھرتا تھا۔

اور تجھے اس بات کا یقین تھا کہ قدم بڑھاتے ہی غرقاب ہلاکت ہو جائے گا اور بھاگنے کی مہلت بھی نہ پائے گا۔ خدا کی قسم اگر تو معاویہ جیسی پناہ گاہ نہ رکھے ہوئے ہوتا تو میں تجھ بداصل کو اصیل شمشیر سے دو حصے کر دیتا۔ عبداللہ نے عمرو عاص کو یہ جواب دیا تو معاویہ اس کی فصاحت اور شیریں کلامی پر سخت متعجب ہوا۔ عبداللہ کو عمرو عاص کے حوالہ نہ کیا بلکہ قید خانہ میں بھیج دیا۔ عمرو عاص اس بات سے ناراض ہوا کہ عبداللہ کو میرے حوالے کیوں نہ کر دیا اور کچھ اشعار لکھ کر معاویہ کے پاس بھیجے جن میں دو ایک اس جگہ درج کیے جاتے ہیں۔

امر تک ارا حازبا فعصیتنی　　　و کان من التوفیق قتل ابن ہاشم

الیس ابوہ یا بن ہند ہنو الذی　　　زمان علی یوم خز الغلاصم

عبداللہ کے ایک دوست نے عمرو عاص کے یہ اشعار یاد کر کے اور قید خانہ میں جا کر ہاشم کو سنائے۔ عبداللہ بن ہاشم نے بھی اس وزن و قافیہ پر ایک قطعہ تصنیف کر کے معاویہ کے پاس بھیج دیا۔

ان المرء عمرا ابت لہ　　　صنعتہ صلو خیر غیر سالم

یری لک قبلی یا بن و انما　　　برای ما یری عمر و سملوک الا حاجم

علی انہم لا یقتلون اسیر ہم　　　اذا کان فیہ منعتہ المسالم

مضی من قضاء اللہ فیہا الذی مضی　　　وما ما معنی الا کاضغان خالم

فان تعف عنی تعف عن ذی قرابتہ　　　و ان ترقتلی مستعل محارم

معاویہ کو یہ دیکھ کر عبداللہ کے قتل کرنے سے شرم آئی۔ اور اس کے جواب میں ایک قطعہ تصنیف کر کے اس کے پاس بھیج دیا۔ اور اسے رہا کر دیا۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

ارای العفو عن علیا قریش وسیلتہ　　　الی اللہ فی الیوم العبوس القماطر

ولست اری قبلی العداة ابن ہاشم　　　بادراک دخلی فی تمیم و عامر

بل العفو عنہ بعد مان بان رشیہ　　　و ذلت بہ احدی الحد و د العواثر

و کان ابوہ یوم صفین جمرة　　　علینا فاودتہ سیرف التحاتر

عبداللہ یہ اشعار پڑھ کر نہایت ہی شاد ہوا۔ اور جان میں جان آ گئی۔ پھر معاویہ نے اسے اپنے سامنے بلا کر اچھی گفتگو کی اور خلعت گرانبہا اور دس ہزار روپے حوالے کیے عبداللہ خوش خوش بصرہ کی طرف چلا گیا۔

بکشاں و چوں دولب پئے اوصاف اودہن　　　بر بست چوں قلم بہ ثنا ہائے دو زباں

یعنی اس کی تعریف میں دہن نے دولب کھول دیئے اور اس کی ثنا کے لیے قلم کی طرح دو زبان ہو گیا۔

الغرض دوسرے دن جس وقت سورج نے نکل کر دو جہان کو روشن کیا جناب امیرؑ نے لشکر مرتب کیا اور دوسری جانب سے معاویہ نے بھی صفیں قائم کیں حضرت علیؑ کی میمنہ میں مذحج کا قبیلہ تھا اور ربیعہ قبیلہ میں سے بنو بکر بن وائل اور مصر کا قبیلہ قلب لشکر میں قائم تھا معاویہ کے ہوا خواہ آگے بڑھے۔ عربی گھوڑوں پر سوار، فراخ زرہیں زیب تن کیے طلائی جوشن

باندھے اور آہنی خود سروں پر رکھے ہوئے تھے۔ معاویہ کا ایک غلام حرب نام تھا اس کی طرف خطاب کر کے کہا اے حرب میں نے تجھے ہمیشہ نہایت ہی بہادر اور جری شہہ زور پایا ہے اور خطرناک موقعوں اور سخت مہموں میں تجھ پر بھروسہ کیا ہے اور عین معرکہ اور ہلاکت کے کاموں اور پیہم حربوں اور واروں کے مقابلے تو نے کار گزاریاں دکھائی ہیں اگر تو آج لشکر علیؑ پر حملہ کر کے عمدہ کار گزاری دکھائے جس سے میرا دل خوش ہو جائے۔ اور تقویت حاصل ہو تو تجھے آزاد کر دوں گا اور امیر بنا دوں گا۔ حرب نے کہا میں فرمانبردار ہوں۔ تیری تعمیل حکم جان سے زیادہ سمجھتا ہوں۔ ابھی میدان میں جا کر تیری خدمت گزاری میں کوشش بلیغ کرتا ہوں۔

کمرے ما میان جاں بندم جاں کمر دار بر میاں بندم

یعنی جی جان سے کمر کس کر نکلوں گا۔ اور خدمت گزاری کے لیے کمر کی طرح جان کو مستعد کروں گا۔ اس کے بعد اس نے ہتھیار سجائے اور میدان جنگ میں نکل کر رجز خوانی کرتے ہوئے جناب امیرالمومنینؑ کے لشکر پر حملہ کیا۔ اسی اثناء میں جناب امیرالمومنینؑ کے رکابدار قنبر نے آ کر اس کا سامنا روکا اور کہا ٹھہر جا تجھے تیرے کیے کی سزا دوں۔ حرب قنبر کی طرف پلٹا اور قنبر نے ذرا مہلت نہ دے کر شمشیر آبدار کا ایسا وار کیا کہ وہ دور ہو کر زمین پر آ رہا۔ اور فوراً مر گیا۔ معاویہ اس کے مارے جانے سے بہت ہی غمگین ہوا اور بڑی واویلا کی۔ بشر بن ارطاۃ نے کہا اے معاویہ اگرچہ حرب بڑا نیک اور بے نظیر بہادر غلام تھا، مگر جب مارا گیا اور مرضی الٰہی یہی تھی تو یہ رونا پیٹنا بے فائدہ ہے۔ راضی برضا رہنا چاہیے۔ موت پر اس قدر گریہ و زاری کرنی عقلمندوں کے نزدیک فضول ہے تو ایسا بزرگ شخص اس امر کا محتاج نہیں کہ تجھے اس حادثہ پر سمجھائیں۔ اور تسلی و تشفی کے لیے صبر دلائیں، تو جناب محمد مصطفےٰؐ کا منشی اور ولایت شام میں امیرالمومنین عمر کا نائب رہ چکا ہے۔ اور اب امیرالمومنینؑ عثمان کا جسے ظلم و ستم سے شہید کر دیا ولی ہے۔

اور ایک لاکھ بیس ہزار بہادروں کا سپہ سالار و پیشوا امیر و سردار اور سلطنت شام کا والی ہے۔ تیرا حکم تمام مملکت میں جاری اور سب تیرے مطیع ہیں۔ اثناء جنگ میں ایک غلام کے مارے جانے پر اس قدر فریاد و آہ و بکا کرنا عبث ہے۔ صبر کر اور عقل بھی صبر کی ہدایت کرتی ہے۔ جب سے دنیا قائم ہے اس میں ایسے واقعات ہوتے ہی رہتے ہیں۔

معاویہ نے کہا اے بشر تو سچ کہتا ہے اور یہ معاملہ بھی اسی قسم کا ہے جیسا تو نے بیان کیا لیکن علیؑ مجھ پر زیادتی کرتا ہے اور جناب رسول خداؐ کی قریبی رشتہ داری کی وجہ سے بے حد سعی کرتا ہے۔ بشر بن ارطاۃ نے کہا وہ حق پہ ہے اور اس کی نیک خصلتوں کا کیا ذکر بے شک علی کے فضائلؑ جمیلہ اور مناقب شریفہ بے شمار ہیں۔ اگر کوئی شخص اس کی نعمتوں اور خوبیوں کو شمار میں لانا چاہے اور محاسن جلیلہ اور عالی قربتوں کو منضبط کرنے کی سعی کرے تو انجام کار عاجز آ جائے گا۔ اور ان کا احاطہ نہ کر سکے گا۔ اس کا باپ سید اور بنی ہاشم کا سردار بلکہ تمام عرب کی آنکھوں کا تارا ہے۔ عرب و عجم کا سرگروہ ہے کیونکہ علم فقہ، سخاوت، شجاعت اور زہد و پرہیزگاری میں تمام دنیا کے اندر کوئی نظیر اس کا موجود نہیں اگر اس کی طبعی فضیلتیں پہاڑ کے سامنے بیان کی جائیں تو پہاڑ ہلکا پڑ جائے گا۔ اور جناب علی کی ان فضیلتوں بخششوں اور خصلتوں کے باوجود جو اس مقدار سے بہت زیادہ ہیں۔ ہم بہ ایں سبب کہ وہ تیری رضامندی اختیار نہیں کرتا اور تیری طرف راغب نہیں ہوتا۔ محض تیری خوشنودی کے لیے اور تیرے حقوق کی حفاظت کے لیے اس سے جنگ کرتے ہیں اور جب تک ہم میں سے ایک شخص بھی زندہ رہے گا جنگ سے ہاتھ نہ روکے گا۔ یہاں تک کہ اسے مکمل طور سے ہٹا دیں۔ یا دشمن کی جان لے لیں۔ یا اپنی جان گنوا دیں۔

معاویہ نے بشر بن ارطاۃ کی یہ باتیں سن کر ڈھارس پکڑی اور ہمت باندھ کر پھر لشکر کو ترغیب دلائی۔ معاویہ اور بشر بن

ارطاۃ کی یہ تمام گفتگو جناب امیر المومنینؑ کے گوش مبارک تک پہنچ گئی آپ نے اپنے لشکر کے سرداروں اور مشہور و معروف امیروں کو بھی سنوائیں۔ قیس بن سعید بن عبادہ نے اٹھ کر کہا اے امیر المومنین آپ ذرا بھی جگر کھانے والی کے بیٹے اور ان شقی لوگوں کی باتوں کا خیال نہ فرمائیں۔ اسی خدا کی قسم جسے ہم اکمل اور قادر سمجھتے ہین کہ ہم حق کے خدمت گزار ہیں اور اگر ہم سب کو آپ اپنی خدمت میں طلب فرمائیں اور ایک شخص بھی ہم میں سے زندہ نہ رہے تو ہمیں اس کی ذرا پرواہ نہیں۔ اور نہ کسی حال میں ہم آپ سے روگردانی کریں۔

حضرت علی علیہ السلام کو یہ بات پسند آئی اور اس کی اور اس کی قوم انصار کی بڑی تعریف کی اور دعا دے کر کہا اے دوستو میرا ارادہ ہے کہ ان لوگوں پر حملہ کروں تم سب کو لازم ہے کہ میرے ساتھ ہو کر جنگ کرو۔ سب نے کہا ہم فرمانبرداری کے لیے حاضر ہیں۔ اب قیس نے ہتھیار لگائے اور اپنی قوم کو لے کر شامیوں پر حملہ کیا اور کئی نامور شخصوں کو قتل کرکے اپنی جگہ پلٹ آیا۔

اس کے بعد معاویہ نے عبیداللہ بن عمر خطاب کی طرف متوجہ ہو کر کہا آج تیری باری ہے میں چاہتا ہوں کہ تیری بھی کچھ کارگزاری ہو تاکہ شام والے تجھ سے خوش ہو جائیں۔

عبیداللہ ابن عمر نے نکل کر دو زرہیں پہنیں اور سر پر بہت عمدہ خود رکھا اور اس پر سرخ رنگ دوپٹہ باندھ کر اپنے باپ کی تلوار حمائل کی۔ پھر میدان جنگ میں نکل کر مبارز طلب کیا۔ محمد بن حنیفہ نے نکلنا چاہا۔ حضرت علیؑ نے روکا اے بیٹے واپس ہو۔ محمد نے پوچھا کیوں واپس آؤں۔ خدا کی قسم اگر اس کا باپ بھی میدان میں آجائے اور کسی کو مقابلے پر طلب کرے تو میں اس سے بھی جنگ کروں۔

جناب امیر المومنینؑ نے کہا خاموش رہو۔ محمد اپنے باپ کے ارشاد سے رک گیا اور پلٹ کر چلے آئے۔

اب عبیداللہ نے دیکھا کہ کوئی اس سے لڑنا نہیں چاہتا۔ جناب امیر المومنین کی فوج کے میسرہ پر حملہ کیا۔ ربیعہ بن عبدالقیس میسرہ کا سرلشکر تھا جو شخص اس کے سامنے پڑتا عبیداللہ اسی پر نیزہ مارتا اور کہتا انا عبیدالله تمنی عمر خیر قریش من مضی او من غبر آخر کار عبداللہ بن سوار عبدی اس کے سامنے آیا اور رجز خوان ہوا عبیداللہ بن عمر نے اس پر حملہ کیا آخر دونوں نیزہ سے لڑنے لگے۔ انجام کار عبداللہ بن سوار فتح یاب ہوا اور عبیداللہ کے پہلو میں نیزہ مار کر گھوڑے سے گرا دیا وہ فوراً مر گیا۔ وصی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت نے اسے زندہ نہ چھوڑا اور دنیا و دین دونوں جگہ نقصان میں رہا۔

بعضوں کا بیان ہے کہ حریث بن خلدہ نے اسے مارا ہے۔ اور ہمدانی قبیلہ کا بیان ہے کہ ہانی بن خطاب نے اسے مارا ہے اور حضرموت والے کہتے ہیں کہ ہانی بن عمر سبعی نے ہلاک کیا ہے۔ اور بنو بکر بن وائل کا قول ہے کہ محرز بن صبیح نے قتل کیا ہے۔ اور تلوار لی مگر صحیح یہی ہے کہ عبداللہ بن سوار عبدی نے مار کر تلوار لے لی تھی۔ جو بعد میں معاویہ کے حوالے کر دی گئی۔ معاویہ کے طرفداروں نے اس کی موت پر بہت مرثیے کہے۔ غرض عبیداللہ کے مارے جانے سے لشکر معاویہ میں بڑی بے چینی رہی اور لوگوں کو بہت رنج ہوا۔ معاویہ نے بھی بہت افسوس کیا اور آہ و زاری کی۔ اس کے لشکر کے تمام سردار و امیر اور رئیس حاضر ہوئے اور عبیداللہ کے خون کا انتقام لینے کے لیے بہت زور لگائے۔ اسی وقت معاویہ کے سامنے اسی علم لائے گئے۔ ہر ایک علم کو ایک سرگروہ قوم مع ایک ہزار سوار و پیدل کو لئے ہوئے تھا اور تمام جمعیت کا سر لشکر حمیر کا ایک بزرگ شخص اصبح بن ذی الجوشن نام تھا۔ دوسری طرف سے حضرت علیؑ نے اپنی فوج کو طلب کرکے تیاری کا حکم دیا۔ عمار یاسر جماعت سادات اور سپاہ کے سردار اور امیروں کے ہمراہ میدان جنگ میں آئے اور جوانوں کو طلب

کیا۔ سواروں اور پیدلوں کے گروہ در گروہ لشکر سے نکلنے شروع ہوئے اور اس کے گرد جمع ہو گئے۔
اس کے بعد سب نے مکمل تیاری کر کے نعرہ تکبیر بلند کیا اور ایک بارگی شامی فوج پر حملہ کر دیا۔ جنگ شروع ہو گئی اور اس قدر قتل و قمع کیا کہ شمشیریں ٹوٹ گئیں۔ پھر نیزے سنبھالے یہاں تک کہ وہ بھی خالی چھڑیں رہ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں۔ اب گھوڑوں سے کود کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔ خاک پتھر پھینکتے اور باہم لپٹ لپٹ کر لڑتے تھے۔ چھریوں پر نوبت آ پہنچی اور دانتوں سے ایک دوسرے کو کاٹتے اور بال پکڑ پکڑ کر کھینچتے رہے۔ آج طرفین کے ایک ہزار سے زیادہ سوار اور پیدل کام آئے۔ اور بہت سے لوگ زخمی اور خستہ ہو گئے دونوں لشکر اس قدر مصروف جنگ تھے کہ اپنے لشکر گاہوں کو بھی نہ پہچانتے تھے۔ عراقی شامی سے پوچھتا اور ایک دوسرے کو پتہ بتاتا۔
غرض صبح سے رات تک جنگ جاری رہی۔ اندھیرا ہو جانے پر علیحدہ علیحدہ ہو کر اپنے اپنے ٹھکانوں پر آئے ایک شامی بزرگ نے معاویہ سے کہا ہمیں عجیب مشکل آئی ہے اور لا علاج مرض لاحق ہوا ہے۔ آج شام کے نامور شخصوں میں سے سات سو آدمی ہلاک ہوئے اور علی کے لشکر کے صرف چند گمنام نوجوان کام آئے۔ اور ہم پر یہ تمام رنج و تکلیف و سخت و مصیبت صرف تیری وجہ سے ہے کیونکہ دولتمندوں اور امیروں عمرو عاص بشر بن ارطاۃ بن خالد اور عتبہ بن ابی سفیان جیسوں کو ہم پر سردار بنا رکھا ہے کہ معرکہ میں حکم دیں ہم اس طرح اس مہم کو انجام نہ دے سکیں گے نہیں تو ہمیں تیری ضرورت نہیں تو ہم سے دستبردار ہو جا کہ ہم اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں والسلام! یہ کہہ کر غصہ میں بھرا ہوا واپس چلا گیا۔
معاویہ نے آدمی بھیج کر بلایا' مہربانی کی اور کہا مجھے تمہاری خوشنودی مطلوب ہے۔ خاص کر تیری مرضی درکار ہے جس طرح تو چاہے گا ویسا کروں گا اور ہر طرح تجھے رضا مند کروں گا۔ اگرچہ میں اس وقت بہت پریشان خاطر ہوں مگر تیری خوشی کو مقدم سمجھتا ہوں جو کچھ تیری مرضی اور رائے ہو اس پر عمل کر کیونکہ تیری خوشنودی سے میں بہت خوش ہوں۔ جیسا تو بیان کرتا ہے اور چاہتا ہے اور جن شخصوں کا تو نے ذکر کیا ہے میں انہیں معزول کر کے جن لوگوں کو تم پسند کرو گے تمہارا سردار مقرر کر دوں گا اور ہر طرح سے تمہاری رضامندی کو عمل میں لاتا رہوں گا۔
اسی طرح کی اور بہت سی خوشامد اور چاپلوسی کر کے رضامند کر لیا۔ دوسرے دن لشکر کے سرداروں اور امیروں کو بلا کر کہا جس قدر توجہ اور دشمنوں کے دفیعہ کی سعی اور کوشش کرنے اور طلب خون عثمان میں زور لگاتے ہو مجھے یقین ہے کہ تم ہر ہر قدم پر مجھے احسان مند کرتے ہو اس میں شک نہیں کہ ہمیں کل سخت صدمہ پہنچا اور ہم میں سے کئی شخص ضائع اور بہت سے مجروح ہو گئے۔ خدا ہی خوب واقف ہے کہ میرے دل پر ان کی طرف سے کس قدر صدمہ پہنچا ہے لیکن خدا اور مرضی الٰہی بغیر پتہ نہیں ہل سکتا۔ گذشتہ کا ذکر اور گئی ہوئی چیز پر افسوس کرنا بے فائدہ ہے اور گئی ہوئی چیز کو واپس نہیں لا سکتے۔ الماضی لا یسترک یعنی گزشتہ پھر نہیں آتا۔ مہم کی سابقہ تدابیر گزر گئیں اور آج کا دن موجود ہے میں چاہتا ہوں کہ جنگ میں سب سے بڑھ کر سعی اور دل سے جہاد کیا جائے اور اگر کسی کو کچھ عرض کرنا یا کوئی تیاری عمل میں لائی ہو اسے بیان کر دے تاکہ میں سرانجام دوں۔
میں تمہاری خوشی اور رضا مندی کو سب کاموں پر مقدم' فرض عین اور ضروری سمجھتا ہوں' میں تمہاری امیدوں کو پورا کروں گا اگرچہ وہ شیر غضبناک کے منہ کے اندر ہی کیوں نہ ہوں۔ اشعریوں اور قبیلہ عک کے لوگوں نے کہا اے معاویہ تیرے ساتھ ہم کو سخت مشکل آ پڑی ہے اور ہمیں یقین ہے کہ تو باطل طریقے پر ہے اور علیؑ حق پر ہے ہم نے تیری رضا مندی کے لئے باطل کو اختیار کر رکھا ہے اور حق کی طرف سے رو گردانی کر لی ہے۔ رات دن علیؑ سے لڑتے ہیں آخر

ہمیں اس کا نتیجہ ضرور ملنا چاہیے دین اور دنیا میں جب ہم تیرے ساتھ ہیں اور علیؑ سے جنگ کر رہے ہیں تو یہ بات بالکل صاف ظاہر ہے کہ دین سے ذرا بہرہ مند نہ ہوں گے پس کم و بیش دنیا سے حصہ ملنا چاہیے تاکہ کافروں کی طرح دین و دنیا دونوں سے محروم نہ ہو جائیں اگر تو ہمارے ساتھ احسان سے پیش آئے گا اور بطور انعام جاگیر یا تنخواہ کچھ بھی عطا کرے گا تو ہم تیری خدمت گزاری میں خوب کوشش کریں گے۔ ورنہ تیری طرف سے ہٹ کر حضرت علیؑ سے جا ملیں گے۔ اگر دنیا سے کچھ نصیب نہ ہو گا تو دین ہی سے بہرہ یاب ہوں گے۔ لوگ یہ تو نہ کہیں گے کہ گدھے پر سوار ہوا اور پیادہ کا پیادہ ہی رہا۔

معاویہ نے کہا ہر ہر قبیلہ کی جو آرزو ہے بیان کرے اور اپنی خواہش کو صاف صاف متعین کریں کہ پوری کی جائے۔ قبیلہ عک نے کہا ہم تنخواہ اور انعام چاہتے ہیں۔ اشعری والوں نے کہا ہم کو موضع اور تنبیہہ گزارے کے لیے مل جائے اور ہم جب تک زندہ رہیں وہ ہمارے قبضے میں رہیں اور ہمارے بعد ہماری اولاد کو ورثہ میں ملیں۔

معاویہ نے ان کی درخواستیں منظور کر لیں۔ جو گروہ کہ تنخواہ اور انعام کا خواست گار تھا اور زیادہ کی طمع رکھتا تھا اس کے لیے حکم جاری کر دیا اور جو قبیلہ ان موضعوں کا خواستگار تھا وہ ان کے حوالے کر دیئے۔ اور ان کے نام فرمان لکھ دیئے۔

اب یہ خبر مشہور ہو گئی کہ معاویہ نے ایک جماعت کو انعام و اکرام عطا کیا اور دوسرے کو گزارہ اور جاگیر عطا کی ہے۔ حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں یہ حال عرض کیا گیا اور لشکر میں بھی یہ خبر پھیل گئی۔ کسی قدر کم عقل اور بد اعتقاد آدمی جن کا نہ دین کامل تھا نہ پختہ رائے جاہ و مال کی چاہت میں آکر معاویہ کی طرف راغب ہو گئے۔ اب یہ بات ظاہر ہو گئی اور لوگ اس کا چرچا کرنے لگے۔ منذر بن حفصہ ہمدانی نے حضرت علیؑ سے عرض کی یقیناً آپ نے سنا ہو گا کہ قبیلہ عک اور اشعری نے اپنا دین دنیا کے عوض فروخت کر دیا اور ہدایت کے عوض گمراہی کو اختیار کر لیا ہے۔ معاویہ سے خواستگار ہو کر طالب انعام و صلہ ہوئے ہیں اشعریوں نے موضع حوران اور تنبیہہ گزارہ میں مانگا ہے اور معاویہ نے ان کی درخواست قبول کر لی ہے آپ کو ان باتوں سے کچھ تردد نہ ہونا چاہیے۔ الحمد للہ کہ ہم آپ کی خدمت اور متابعت ہی سے بہت شاداں ہیں۔ اور آپ کی خدمت گزاری سے ہمیں بڑی خوشی حاصل ہوئی ہے۔

اے کاش ہم شائستگی رکھتے اور خدا نہ کرے کہ ہم دنیا کو دین پر ترجیح دیں اور فانی شے کو باقی کے عوض اختیار کریں۔ اور حق کو چھوڑ کر باطل پر چلیں اور شام کو عراق پر ترجیح دیں۔ اور آپ کے بجائے معاویہ کو اختیار کریں۔ ہم کو یقین کامل ہے کہ ہماری آخرت ان لوگوں کی دنیا سے اچھی ہو گی اور ہمارا امام ان کے پیشوا کی نسبت بہت زیادہ فاضل اور ہادی ہے اور ہمارا عراق ان کی شام سے زیادہ عزیز اور زیادہ نعمت والا ہے۔ ہم سب نے آپ کی خدمت کے لیے کمریں کس لی ہیں اور خدمت گزاری کے لیے کھڑے ہیں اور انتظار صدور حکم میں چشم وا کیے ہوئے ہیں کہ آپ کسی مہم کے لیے ارشاد فرمائیں اسے ہم بجا لائیں اور حتی المقدور سعی بلیغ کریں اور آپ کی رضا حاصل کریں۔ پھر اس مضمون کے اشعار کہہ کر جناب امیر المومنینؑ کی خدمت میں بھیجے۔ آپ نے اس نظم کو پسند فرمایا۔ اور قریب بلا کر دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا خوش رہ۔ میں امید کرتا ہوں کہ تو قیامت کے دن جناب سید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک بہشت میں ہو گا۔

اب لشکر ایک دوسرے کی طرف بڑھے اور جنگ شدید واقع ہوئی اور بے انتہا گرد و غبار بلند ہوا۔ عمر عاص نے پوچھا یہ اس قدر گرد و غبار کس سبب سے بلند ہوا ہے۔ کون قوم اس زور و شور سے لڑ رہی ہے۔ لوگوں نے کہا تیرے دونوں بیٹے اور عبداللہ میدان جنگ میں نکلے ہوئے ہیں اور مصروف کارزار ہیں یہ گرد و غبار انہی کے متواتر حملوں کے سبب ہوا ہے۔

عمرو عاص نے اپنے غلام وروان کو زور سے پکارا اور کہا بہت جلد علم میرے پاس لے آ۔ معاویہ نے کہا تیرے بیٹے سلامت ہیں صف جنگ کو ابتر نہ کر اور بیٹوں کے لیے اتنا نہ گھبرا۔ اس نے جواب دیا وہ میرے بیٹے ہیں تیرے نہیں اس لیے مجھے جس قدر ان کا خیال ہے تجھے نہیں ہو سکتا۔ پھر وروان سے علم لے کر میدان جنگ میں آ پہنچا اور بہ آواز بلند رجز پڑھی۔
جناب امیر المومنینؑ نے اس کی آواز سنی، جانب رزم گاہ بڑھے اور اس کی رجز کا جواب دے کر اشتر سے کہا کہ کوفہ کے بہادروں کو لے کر حملہ کرو۔ سرداروں نے کوفہ اور بصرہ کے دلیروں کی جمعیت سے حملہ کیا اور حضرت علیؑ نے حجازی جوانوں کو لے کر دھاوا بول دیا۔ شامیوں کی ایک صف بھی کھڑی نہ رہی۔ وہ اضطراب اور پریشانی کے سبب بات نہ کر سکتے تھے۔ حضرت علیؑ کے طرفدار بھی متفرق ہو کر لشکر میں پھیل گئے اور جناب امیر بھی اس جنگ شدید کے اثناء میں ربیعہ کے جھنڈے کے قریب جا پہنچے اور وہاں قیام فرما کر لشکر کے امیروں اور سرداروں کو طلب فرمایا۔ مگر کسی کو موجود نہ پایا۔ آج اشتر نے بھی کئی سخت زخم کھائے تھے۔ اور پیاس کی شدت کے سبب زبان منہ سے نکلی پڑتی تھی۔ اور وہ خود بھی بہت ہی ست ہو گیا تھا۔ اس حال میں جس وقت اس نے جناب امیرؑ کو دیکھا کہ ربیعہ کے جھنڈے کے قریب تشریف فرما ہیں بہت ہی شاد ہو کر تکبیر کہی۔ پھر عرض کی کہ اے امیر المومنینؑ آپ کو خوشخبری ہو کہ ہم غالب اور آپ فتحمند ہیں۔ بخیر و خوبی اپنے مقام پر تشریف لے جائیے کیونکہ اراکین و مددگار آپ کو تلاش کر رہے ہیں۔ اور آپ کو نہ پانے کے سبب ملول ہو رہے ہیں۔ اب اشتر نے دیکھا کہ حسنین علیہم السلام، محمد بن حنیفہ اور محمد بن ابی بکر اور عبداللہ بن جعفر وغیرہ اہل بیت محمد مصطفےٰؐ آ رہے ہیں اور ان کی تلواریں خون سے رنگین ہیں ان کی تعریف میں ایک شعر کہا اور مدح خواں ہوا۔ عدی بن حاتم طائی نے جناب امیرؑ سے کہا اس جنگ میں جن لوگوں نے آپ کی خدمت کی اور آپ کے ہمراہ ہو کر اپنی جانیں ہاتھ پر رکھ لیں اور جہاں تک ہو سکتا تھا معرکہ آرائی میں اور کوشش بلیغ کی ہے انہوں نے بڑا کام کیا ہے۔
آپ نے فرمایا بے شک وہ میرے نزدیک بمنزلہ زرہ شمشیر اور نیزہ کے ہیں۔ آج انہوں نے میری متابعت و موافقت میں جس قدر خدمت گزاری کی ہے اس کا حق ادا کرنا نہایت ضروری بلکہ فرض اور واجب ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان کا حق ادا کیا جائے گا اور ان کی رعایت ملحوظ خاطر رہے گی۔ اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔
جب رات ہو گئی تو دونوں فوجیں اپنے اپنے مقام کو چلی گئیں۔ زید بن عدی بن حاتم طائی میدان کے اندر کشتوں میں پھرتا رہا انہیں دیکھتا جاتا تھا کہ کس کس قبیلے کے آدمی مارے گئے ہیں۔ اتفاقاً اس کی نظر حابس بن سعید طائی پر جو اس کا خالو تھا جا پڑی اور مردہ پا کر بہت غمگین ہوا اور رونے پیٹنے لگا۔ اس کے سرہانے روتے ہوئے ٹھہر گیا اور کہتا جاتا تھا کہ میں بجائے آنسوؤں کے خون بہاؤں گا اور اپنی جان تیرے غم میں گنوا دوں گا۔ جب تک تو زندہ رہا میری غم خواری کرتا رہا اور اب میں جب تک جیوں گا تیرا غم کرتا رہوں گا اے کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ تجھے کس نے مارا ہے اور تیرے جسم کو خاک و خون میں ملایا ہے۔ تو میں تیرا بدلا اور شمشیر کے ایک ہی وار میں اس کا بھیجا نکال دیتا۔
بنی حنظلہ میں سے ایک شخص نے جو جناب امیر علیہ السلام کے دوستوں میں سے تھا کہا اسے میں نے ہلاک کیا ہے اور اس کے قتل کرنے سے تقرب الٰہی کا امیدوار ہوں کیونکہ یہ معاویہ کے دوستوں میں سے تھا۔ اور منافق تھا۔ اس کی زیادتی حد سے تجاوز کر گئی تھی۔ زید نے کہا اگرچہ وہ معاویہ کا خیر خواہ تھا لیکن میرا خالو ہی تو تھا۔ تو نے یہ نہ سمجھا کہ اس کے خون کو رائیگاں نہ جانے دیں گے اور اس کے قاتل سے بدلا لیں گے۔ یہ کہہ کر تلوار کا ہاتھ رسید کیا اور اسے ہلاک کر کے بھاگ گیا اور معاویہ کے پاس چلا گیا۔ معاویہ نے اس پر بڑی مہربانی فرمائی اور اچھے اچھے وعدے کئے اور اس کی آمد سے بہت خوش ہوا۔ ادھر حضرت امیر المومنین علیہ السلام حنظلی جوان کے قتل اور زید بن عدی کے بھاگ جانے اور معاویہ سے جا

ملنے کی خبر سن کر ناخوش ہوئے۔
زید بھی اپنی اس حرکت پر پچھتایا اور چاہا کہ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہو جائے کیونکہ اسے آپ کے خصائل حمیدہ اور کمال بخشش پر پورا اعتماد تھا کہ قصور معاف فرمائیں گے لیکن اپنے باپ سے ڈرتا تھا۔ اس لیے اسی جگہ ٹھہر گیا اور اس کے باپ عدی بن حاتم نے حاضر خدمت جناب امیر علیہ السلام ہو کر معذرت کی کہ میرے بیٹے سے جو نہایت نامعقول اور نالائق حرکت سرزد ہوئی ہے مجھے اس کا بہت بڑا غم اور افسوس ہے۔ میں سخت شرمندہ ہوں کہ اس سے ایسا فعل وقوع میں آیا۔ اس دنیا میں بدنام اور آخرت میں عذاب کا سزاوار لیکن میں اس معاملے کی طرف غور کر کے آپ کے اس مرتبے کی طرف جو جناب الٰہی میں حاصل ہے دیکھتا ہوں اور اس قربی رشتہ داری کو جو حضرت محمد مصطفیٰؐ سے ہے خیال کرتا ہوں اور پھر اس کمال شفقت و عنایت پر نظر ڈالتا ہوں جو آپؑ کی طرف سے مجھ پر مبذول ہے تو مجھے امید بندھ جاتی ہے اور یقین کامل ہو جاتا ہے کہ آپ بروز قیامت اس لاعلاج کی شفاعت فرمائیں گے کہ اللہ تعالیٰ اس کی خطا معاف فرمائے۔ اور دوزخ کی آگ میں نہ ڈالے اور خدائے رحمٰن و رحیم کی قسم اگر اس وقت میرا قابو چل جائے تو میں اس حنظلی جوان کے عوض قتل کر ڈالوں۔ اور اگر کوئی اس کے مرنے کی خبر لائے تو ذرا بھی غمگین نہ ہوں۔ کیونکہ زید اسی وقت تک میرا بیٹا تھا جب تک وہ آپ کی رضامندی اور خدمت گزاری کا جویا تھا۔ اور وہی شخص میرا دوست ہے جو آپ کا دوست ہے۔ اور جو آپ کی مخالفت کرتا ہے میرے نزدیک اس سے کتا بہتر ہے۔ اگر میں آپ کے بدخواہ کی ذرا بھی قدر کروں تو میں لئیم آدمی ہوں۔
عدی نے جناب امیر المومنینؑ کے سامنے جب یہ باتیں کہیں تو آپ بہت خوش ہوئے اور عدی کی دلداری فرما کر لطف و کرم سے پیش آئے۔ عدی شاد ہو کر واپس چلا گیا۔ اس وقت زید کا ایک دوست موجود تھا۔ یہ سب باتیں اسے جا سنائیں۔ زید باپ کی طرف سے زیادہ ڈر گیا اس کے بعد معاویہ کے پاس سے بھی بھاگ کر پہاڑوں میں قبیلہ طے کے پاس پناہ لی۔ پھر وہاں سے اپنے عزیزوں میں تاآنکہ وہیں مر گیا۔
الغرض اس جنگ و جدل کے اثناء میں کعب الاحبار حمص سے معاویہ کے پاس آیا۔ معاویہ اس کے آنے سے بہت خوش ہوا اور اس کے حال پر بڑی مہربانی فرمائی خلعت گرانبہا عطا کیا۔ کعب ہر روز اس کے پاس جاتا اور جناب امیر المومنینؑ کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے خوب بھڑکاتا۔ جناب امیر نے اپنی فوج کو مستعد پیکار کر کے صف بندی کا حکم دیا۔ ادھر معاویہ نے بھی میمنہ و میسرہ قائم کئے۔
عمرو عاص نے معاویہ کے پاس آ کر کہا آج علیؑ نے میسرہ فوج میں ربیعہ قوم کو جگہ دی اور وہ میرے بھائی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اگر ان کے پاس جا کر نصیحت کروں تو شاید کچھ آدمی علیؑ سے پھر کر تیرے لشکر میں چلے آئیں۔ اور تیرا ساتھ دینے لگیں۔ معاویہ نے کہا اے ابا عبداللہ یہ معاملہ اس حد سے تجاوز کر گیا کہ مکر و فریب سے کام چلے سکے یا دغا یا شعبدہ بازی سے چارہ جوئی کی جائے۔ اور ہماری دونوں کی اس معاملے میں وہی مثل ہے کہ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ تو جو کچھ کرنا اور ان سے کہنا چاہتا ہے مجھے اس سے بہتری کی امید نہیں۔ اگر تو مصلحت سمجھتا اور اچھے نتیجہ کی امید رکھتا ہے تو چلا جا لیکن یاد رکھ کوئی مطلب بر آری نہیں ہو گی۔ عمرو عاص روانہ ہوا اور حضرت علی علیہ السلام کے میسرہ کے قریب جا کر بلند آواز سے کہا اے میری ماں کے عزیزو میں عمرو عاص تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اگر تم اپنے میں سے کسی کو جو عقل اور سمجھ رکھتا ہو میرے پاس بھیجو اس سے کچھ کہوں۔ قبیلہ عبدالقیس میں سے ایک شخص عقیل بن نویرہ اس کے پاس گیا۔
عمرو عاص نے پوچھا تو کون ہے اس نے جواب دیا قبیلہ عبدالقیس میں سے ایک مرد ہوں۔ اور جنگ جمل میں جناب امیر

المومنینؑ کی فوج میں رہ کر شریک جنگ رہا ہوں اور بڑی بہادری دکھائی ہے۔ اور آج بھی ویسا ہی ہوں جیسا کہ کل تھا۔ میری طبیعت میں کسی قسم کا تغیر واقع نہیں ہوا۔ اور اس لشکر میں کوئی مجھ سے زیادہ دشمن ہوتا تو میں تیرے مقابلے پر نہ آتا۔ تو ایک بڑا شخص، بزرگ اور قیس کا سردار ہو کر شرم نہیں کرتا اور نہ خدا سے ڈرتا ہے۔ علی ابن ابی طالب کی بجائے معاویہ اور دین کے بدلے مصر کی حکومت کا خواہاں ہوا ہے۔ آخر معاویہ سے کیا معاملہ ٹھہرایا ہے۔ اور اس کی خدمت اور فرمانبرداری سے کس درجہ تک پہنچنے کی امید رکھتا ہے۔ فرض کیا تجھے مصر کی حکومت مل گئی اور تمام انتظام ملکی اور تقرر و تعین و موقوفی و برطرفی اہلکاران سلطنت کے اختیار بھی حاصل ہو گئے اور مملکت بھی زیر تصرف آ گئی تو کیا ہو گا۔ فرعون سے زیادہ نہ ہو گا۔ اور گو برسوں سلطنت کرے گا مگر انجام؟

زمین مصر نے فرعون کو کس طرح نگل لیا اور اس کے دعوے انا ربکم الاعلیٰ یعنی میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں۔ قدرت نے کس طرح اسے غرق دریائے فنا کر دیا۔ زمانہ نے کسے عروج بخشا۔ جس کی عظمت کی صبح کو طرح عمر قلیل عطا نہیں کی' آسمان نے جس کے لیے پیراہن قطع کیا اسی کے لئے اس کا کفن قرار دیا گیا ہے۔ اگر ہم نے سن بھی لیا کہ زمانہ نے کس کے ساتھ وفا کی ہے تو بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے عہد میں وفا نہیں کی۔ سعادت مند وہی ہے جو آخرت کی طرف متوجہ ہو اور دنیا کی ظاہری نمود و آرائش پر لات مارے۔ غرور کرنے والے سامانوں پر جنہیں بجلی کی چمک کی طرح ذرا بھی قیام نہیں فریفتہ نہ ہو۔ ان باتوں کو تو بھی بہت اچھی طرح سمجھتا اور دوسرے لوگوں سے زیادہ جانتا ہے پھر نہیں معلوم کہ تو کس لیے باطل کو اختیار کر کے حق سے دور جا پڑا ہے اور وصی جناب رسول خدا صلعم کی اطاعت سے کس لیے قدم باہر نکالا ہے۔ حالانکہ وہ ہادی دین ہے اور باغی اور طاغی معاویہ کے دامن کو جو گمراہ اور ضلالت زدہ ہے پکڑ رکھا ہے اور اگر تو آج نشے میں سرشار ہے تو کل اس کا خمار دیکھے گا۔

عقیل بن نویرہ اس قسم کی نصیحتیں کر رہا تھا اور عمر عاص ہنس رہا تھا آخر کہا اے عقیل اس نصیحت سے باز آ اور بخیریت واپس چلا جا اور کسی اور شخص کو بھیج جو مجھ پر اس قدر مہربان نہ ہو اور نہ اتنی عقل رکھتا ہو۔ عقیل نے کہا اس فوج میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ نکلے گا جو میری طرح تیرا دشمن نہ ہو گا یا معاویہ کی اطاعت و فرمانبرداری پر تجھے ملامت نہ کرے گا۔ اور علی مرتضٰی کی متابعت کی طرف نہ بلائے گا۔

اس کے بعد پلٹ کر اپنی فوج میں چلا آیا۔ اب بنی تمیم میں سے ایک شخص ملحل بن اسود نکلا۔ عمر عاص نے کہا اے بھتیجے تو کون ہے۔ اس نے جواب میں کہا وہ شخص ہوں جو تیرا قصور کبھی معاف نہ کروں گا۔ نہ تیرا عذر سنوں گا نہ تجھ پر اور تیرے بچوں پر رحم کروں گا۔ اور اگر تیرے قتل کا موقع پاؤں گا تو اتنی مہلت بھی نہ دوں گا کہ تو حلق سے پانی کا گھونٹ بھی اتار سکے۔ اے عمر عاص تو راہ راست سے دور ہو گیا اور تو نے دنیا فانی کو آخرت کے عوض اختیار کر لیا ہے اور حضرت علیؑ پر معاویہ کو ترجیح دے کر اس گمراہ کا دامن پکڑ لیا ہے اور اس یکتائے ابرار و اخیار کی فرماں برداری کے احاطہ سے قدم باہر نکال لیا ہے۔

عمر عاص نے کہا میں نے تجھے اس لیے طلب نہیں کیا کہ تو نصیحت اور ملامت کرے۔ جا بخیریت واپس چلا جا اور کسی اور شخص کو بھیج جو مجھ پر اس قدر مہربان نہ ہو اور تم میں قبیلہ عترہ کا کوئی شخص ہو تو بھیج دے۔ محل بن اسود واپس چلا گیا اور بنی عترہ کے ایک شخص کو بھیج دیا۔ جب وہ عمرو کے سامنے آیا تو عمر نے سلام کر کے مرحبا کہا۔ عتری نے کہا مرحبا کا جواب مرحبا کہتا ہوں مگر تیرا سلام میرے نزدیک اس قدر وقعت نہیں رکھتا خواہ تو سلام کرے یا نہ کرے۔ دونوں حالتوں میں کچھ فرق نہیں۔ تو یہ خیال نہ کرنا کہ میں دونوں شخصوں کی نسبت جو تیرے پاس آئے ہیں تیری دشمنی اور عداوت میں

کچھ کم ہوں بلکہ ان سے بھی زیادہ تیرا دشمن ہوں اور خدا کی قسم میں اسی مطلب کے لیے تیرے پاس آیا ہوں کہ جو کچھ کہے گا اس کا سخت جواب دوں گا۔ اور شدید ملامت کروں گا۔

عمرو عاص نے کہا تو ان دونوں سے بھی زیادہ برا اور سخت دشمن نکلا۔ تجھ سے کہنا بے فائدہ ہے۔ واپس جا اور بنی ھضم میں سے کسی کو میرے پاس بھیج۔ عنتری واپس چلا گیا اور بنی ھضم میں سے ایک آدمی نکل کر اس کے سامنے آیا۔ اتفاقاً یہ شخص اس کے بھائیوں میں سے تھا۔ عمرو نے کہا تیرا آنا مجھے فال نیک معلوم ہوتا ہے۔ میں تیرے آنے سے بہت خوش ہوا۔ اب مجھے حصول مراد کی پوری امید ہو گئی۔ کیونکہ تو میرے بھائیوں میں سے ہے اور مجھ سب سے زیادہ عزیز ہے۔ ھضمی نے کہا جو کہنا ہو بیان کر میں سنوں۔

عمرو عاص نے کہا تم میری اس مہربانی کو جو تمہارے حال پر رہی جانتے ہو گے۔ اس کے بیان کی حاجت نہیں۔ ہمارے بعد صدہا سال تک ان معرکوں اور لڑائیوں کا ذکر ہوتا رہے گا۔ اور یہ جنگ صفین کہ ہم علیؑ سے لڑ رہے ہیں زبان زد خلائق رہے گی۔ اور دفتروں میں درج ہو کر قصہ کہانیوں کی طرح پڑھی جایا کرے گی۔ اگرچہ عام انسان کا تذکرہ کم ہو جاتا ہے مگر شریفوں اور خاص شخصوں کا ذکر جاری رہتا ہے اور ان کے کارنامے بھلے ہوں یا برے یادگار رہ جاتے ہیں۔ کسی وجہ سے منسوخ اور مخفی نہیں ہوتے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ علی کا ساتھ چھوڑ دو اور یقین سمجھو کہ اس کام کا بے رونق اور بے تازگی والا ہے کبھی سرسبز نہ ہو گا۔ تم میرے پاس چلے آؤ اور ہماری متابعت کرو اور اطاعت کو وسیلہ نجات بناؤ اور موجب درجات دینی و دنیوی تصور کرو۔ میں تم سے محض خیر خواہی کی باتیں کہتا ہوں اور دوستی کے وجہ سے نصیحت کرتا ہوں اور سمجھاتا ہوں اور ان باتوں سے تمہاری بہبودی کے سوا میری اور کوئی غرض نہیں ہے۔ اگر تم میری نصیحت کو مان لو گے تو اس کا ثمرہ بہت جلد تمہیں حاصل ہو جائے گا۔ تمہارے تمام کام اور حالات سرسبز اور بارونق ہو جائیں گے۔ ورنہ تم اسی گمراہی میں پڑے رہو گے اور باطل میں مبتلا۔ آئندہ تمہیں مشفق سمجھاتے ہیں اور نیک بخت نصیحت پر عمل کرتے ہیں۔

عمرو عاص جب تمام باتیں کہہ چکا اور جس قدر ترکش میں فریب کے تیر بھر رکھے تھے خالی کر چکا اور تمام حیلے بہانے کہہ چکا تو ھضمی جوان نے مخاطب ہو کر کہا اے اپنے نفس کے دشمن خدا تجھے سیدھا راستہ دکھائے اور عقل و توفیق کی نیک ہدایت فرمائے کہ تو جہل کو علم اور نصیحت کو فضیحت نہ جانے اور برائی کو بھی بھلائی تصور نہ کرے میں سمجھتا ہوں کہ تو تجربہ کار نصائح سنے ہوئے اور عقل مند انسان ہے لیکن یہ تو مجھ پر آج ہی کھلا ہے کہ دنیا میں تجھ جیسا اور کوئی شخص نہیں۔ تیرا یہ کہنا کہ اس جنگ کا تذکرہ زمانہ میں یادگار رہے گا اور لوگ قصوں اور کہانیوں کی طرح پڑھیں گے تو کیا ہم اس امر کے بعد حضرت علی کے حق کو پہچان چکے ہیں اور عرصہ دراز تک ان کے ساتھ رہ کر آخرت اور دنیا کی درستی کر چکے ہیں اور طرح طرح کی کرامتیں جن میں سے ہر ایک بمنزلہ معجزہ عیاں اور دلیل قاطع ہے معائنہ کی ہے۔ اب بلا سبب ان کا ساتھ چھوڑ کر اور ان کی متابعت اور فرمانبرداری سے منحرف ہو کر ایک فاسق اور مردود خدا و رسول کی خدمت گزاری اختیار کر لیں۔ جو لوگ اب موجود ہیں اور عقل سے بہرہ ور ہیں اور وہ لوگ جو آئندہ ہوں گے ہمارے اس فعل سے آگاہ ہو کر ہمیں کیا کہیں گے۔ اور اگر خدانخواستہ ہم تیرے مکر و فریب اور دغا بازیوں کی چالوں میں آ کر یہ رد و بدل اور نفاق و اتحاد کر بیٹھے تو اسے کس درجہ میں شمار کریں گے۔ خود یہ دنیا ہی مٹنے والی ہے اور اس کی تمام نیکی اور بدی اور رنج و راحت مٹ جانے والی ہے۔

پھر عالم آخرت میں کیا جواب دیں گے۔ اور حق یعنی علی ابن ابی طالب سے روگردانی کرنے اور باطل یعنی معاویہ سے جا

ملنے کی نسبت کیا عذر کریں گے۔
عمرو نے کہا جو کچھ تو نے کہا یہی بات ہے لیکن شرجیل بن ذوالکلاع حمیری تمہاری نسبت کہتا ہے کہ وہ جنگ کرنے میں ہمارے ہم سر نہیں اور لوگ بھی ایسا ہی سمجھتے اور کہتے ہیں تمہیں کسی درجہ میں شمار نہیں کرتے۔ مجھے ان باتوں سے شرم آتی ہے اس لیے کہتا ہوں کہ تم حضرت علیؑ کا ساتھ چھوڑ دو اور معاویہ کے پاس چلے آؤ۔ کہ ان بدنامیوں سے بچ جاؤ گے اور نیک نام اور آسودہ حال رہو گے۔
عمرو عاص بہت ہی حقیر و ذلیل اور مایوس ہو کر اٹھا پھرا اور آس چھوڑ کر سمجھ گیا کہ میرا مطلب فریب اور دغا سے نہ بر آئے گا۔ مگر عمرو عاص نے خود ذوالکلاع کا فقرہ جڑ دیا تھا اس کے سبب ربیعہ کے دل میں عمرو عاص کی الفت پیدا ہوئی۔ اور آپس میں کہنے لگے کہ ہمارے بھانجے کو ذوالکلاع حمیری کے سخت و ست کہنے سے غصہ آگیا اور رنج پہنچا۔ اگرچہ وہ معاویہ کے ساتھ ہے مگر ہم سے پہلا ہی سا تعلق رکھتا ہے۔ پرانی مثل ہے خون سرو نہیں پڑتا اور اپنا کسی وقت بھی بیگانہ نہیں بن سکتا۔ نعمان بن ہبیرہ شیبان نے کہا عمرو کی باتوں پر ذرا اعتماد نہ کرنا اس کے دغا و فریب میں نہ آؤ اسے ہم سے کچھ محبت نہیں اور نہ وہ کسی کام سے کچھ تعلق رکھتا ہے۔ وہ سینے میں شکر بھرے رہتا ہے اور مٹھی میں ہیرے کی کنی لیے رہتا ہے۔ اگر حوا اور آدم زندہ ہوتے تو وہ مکر و حیلے سے حوا کا دل آدمؑ سے بے زار کر کے شیطان پر عاشق کر دیتا۔
الغرض وہ اسی گفتگو میں مصروف تھے کہ لشکر ایک دوسرے سے قریب آپہنچے۔ جناب امیر المومنین نے اپنے لشکر سے کہا اے میرے خیر خواہ اور دوستو آج ہی کا دن ہے کہ تمہارے شجاعت اور دلیری چار دانگ عالم میں پھیل جائے۔ اسی قسم کی ترغیب جنگ دے کر فرمایا کہ خدا کے نام پر آگے بڑھ جاؤ اور مقابلے پر جم کر صبر و تحمل اور وقار کو اپنا شعار اور لباس بناؤ۔ اور زہد و صلاحیت اور نیک لوگوں کی علامتوں کو ظاہر کرو اور آگاہ ہو کہ تم ابتر ابن ابتر حق اور آکلہ الاکباد (یعنی جگر خوری کے بیٹے) اور عقبہ بن ولید سے جنگ کرتے ہو۔ میں انہیں حق اور راہ راست کی طرف بلاتا ہوں اور وہ مجھے حرام چیزوں کے کھانے اور بتوں کے پوجنے کی طرف ترغیب دیتے ہیں۔ فاسق اور فاجروں کا گروہ ہے جنہوں نے خدا کے بندوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ اور فساد و تفرقہ ڈالا ہے۔ اسلام اور دین کے شرائط اور قواعد کو برباد کر کے اب ہم سے لڑنے کو آئے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ دین کی شریعت کے نور کو بجھا دیں۔ اور امت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تفرقہ ڈالیں۔ خدا کی قسم میں ہی خدا کا نور ہوں اگرچہ کافر ناخوش ہوں۔
پھر ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی۔ **اللھم افلک احدھم و کلمتھم فانہ لا یزل من و الیت و لا یغیر من عادیت**
اب ایک شامی بہادر غرار بنی ادہم نام نکل کر میدان جنگ میں آیا اور دونوں صفوں کے بیچ میں کھڑے ہو کر اپنی جنگ اور شجاعت کی شیخیاں بگھارنے لگا۔ رجز پڑھتا اور کسی لڑنے والے کو طلب کرتا تھا۔ شامی لشکر میں اس سے بہادر اور چست و چالاک کوئی دوسرا سوار نہ تھا۔ حضرت علیؑ کا لشکر اس کی شجاعت اور شدت جرات اور جلالت سے واقف تھا کوئی مقابلے پر نہ آنا چاہتا تھا۔ اسی اثناء میں کہ وہ لشکر کے اس سرے سے اس سرے تک جاتا اور کسی مرد مقابل کو طلب کر رہا تھا اس نے ایک شخص کو جسے عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب بن ہاشم کہتے تھے دیکھا اور پوچھا یہ سوار کون ہے۔ لوگوں نے کہا عباس بن ربیعہ ہاشمی ہے۔
غرار نے اسے آواز دے کر کہا اے عباس۔ عباس نے جواب دیا کیا کہتا ہے۔ اس نے کہا تو مجھ سے جنگ کرنے کی رغبت رکھتا ہے۔ عباس نے کہا کیوں نہیں میں تو خود تیری تلاش ہی میں تھا۔ اگر دل چاہے تو گھوڑے سے اتر کر آپیدل ہو کر جنگ کریں گے۔ کیونکہ پیدل کو سلامتی کی بہت کم امید ہوتی ہے۔ غرار نے کہا میں ایسا ہی کروں گا۔ عباس مشکی گھوڑے

پر سوار تھا جو کوے کے پر جیسا سیاہ تھا۔ اور فراخ زرہ زیب جسم تھی۔ اور ایک نہایت آبدار تلوار قبضے میں۔ سر پر سنہری خود دھرا تھا۔ اس کی دونوں آنکھیں خود کے نیچے سے افعی کی آنکھوں کی طرح چمک رہی تھیں۔ غرار کے قریب آ کر گھوڑے سے پر سے کود پڑا اور اس کے ایک حبشی غلام نے دوڑ کر گھوڑے کو پکڑ لیا غرار بھی گھوڑے سے اتر آیا اور عباس کی طرف متوجہ کو یہ شعر پڑھا۔

ان تر کبو افو کوب الخیل عادتنا او تنزلون فانٔ معشر یزل

پھر نہ رہوں کہ دامن لپیٹ کر حملہ آور ہوئے دونوں فوجیں لڑائی بند کر کے ان کا تماشہ دیکھنے لگیں۔ انہوں نے تلوار کے وار شروع کیے۔ دونوں کی زرہیں سخت اور مضبوط تھیں تلوار کام نہ کرتی تھی۔ جناب امیر المومنینؑ بھی ملاحظہ فرما رہے تھے مگر اپنی طرف والے شخص کو نہ پہچانتے تھے۔ اسی حرب و ضرب میں نے عباس نے دیکھ پایا کہ زرارہ کی زرہ ایک جگہ سے کسی قدر کٹ کر کڑیاں ڈھیلی پڑ گئی ہیں۔ اس جگہ کو نظر میں رکھا۔ آخر موقع پا کر ایک ایسا ہاتھ مارا کہ غرار دو ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام کے لشکر سے آواز تکبیر بلند ہوئی۔

معاویہ کی فوج والے عرق عرق ہو گئے۔ اور غرار کے مارے جانے سے بہت غمگین ہوئے۔ عباس نے گھوڑا طلب کیا اور سوار ہو کر اپنی صف میں آ ملا۔ ابو عز تمیمی کا بیان ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ یہ بہادر سوار کس قبیلے میں سے تھا آج اس نے مجھے بہت خوش کیا۔ میں نے کہا ہمارے سردار کا بیٹا عباس بن ربیعہ ہے۔ جناب امیرؑ نے آواز دے کر بلایا۔ جب حاضر ہوا تو حضرت نے مرحبا کہہ کر فرمایا اے عباس کیا میں نے تجھے اور عبداللہ ابن عباس کو حکم نہیں دے رکھا کہ کسی وقت اپنی جگہ کو خالی نہ چھوڑنا اور بجائے خود قائم رہنا۔ عباس نے کہا یا حضرت دشمن نے مجھے لڑنے کے لیے بلایا تھا مجھے شرم آئی کہ اس کے مقابلے پر کیوں نہ جاؤں۔ آپ نے ارشاد فرمایا امام کے حکم کی فرمانبرداری دشمن کا چیلنج قبول کرنے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے سے بہتر ہوتی ہے۔ پھر آپ نے جانب آسمان دیکھ کر فرمایا اے خدا عباس کے آج کے فعل کو ضائع نہ کرنا۔ اور اس کا عمدہ بدلا دینا۔ اس نے تیری راہ میں جہاد کیا ہے۔

ادھر اپنے خواصوں سے معاویہ نے کہا یہ کون بہادر تھا جس نے غرار کو قتل کیا ہے۔ لوگوں نے کہا عباس بن ربیعہ۔ معاویہ نے کہا غرار جیسے شخص کے خون کا بدلہ لیے بغیر نہ چھوڑنا چاہیے۔ جو شخص میدان میں جا کر عباس کو قتل کرے گا اسے میں اس قدر مال و دولت دوں گا کہ باقی عمر کسی کا محتاج نہ ہو گا۔ بنی لخم کے دو جوان سامنے نکل کر آئے اور کہنے لگے کہ اس خدمت کو ہم انجام دیں گے۔

معاویہ نے کہا تم میں سے جو شخص اس کے قتل کی پہلی کوشش کرے گا اسے بیس ہزار درہم دوں گا اور دوسرے کو بھی اسی قدر۔ وہ دونوں شخص میدان میں آئے اور عباس کو آواز دی اور جنگ کے لیے طلب کیا۔ عباس نے کہا میرا امام موجود ہے اس کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتا انہوں نے کہا اجازت لے لے۔ عباس جناب امیر المومنینؑ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا' اور کیفیت عرض کی۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم معاویہ چاہتا ہے کہ بنی ہاشم میں سے کوئی گھر میں آباد رہنے اور چراغ روشن کرنے والا نہ رہے۔ اے عباس میرے پاس آ' جب قریب آیا تو فرمایا کہ گھوڑے سے اتر اور بدن پر سے اسلحہ اتار ڈال۔ اس کے بعد آپ نے اپنے ہتھیار عباس کو دیئے کہ ان کو لگا لے اور اس کے ہتھیار آپ لگائے پھر عباس کے گھوڑے پر خود سوار ہو گئے۔ اور عباس سے کہا تو میرے مرکب پر سوار ہو کر اسی جگہ ٹھہرا رہ کہ جب تک میں واپس آؤں۔ انشاء اللہ تعالیٰ لا حول ولا قوۃ الا باللہ

آپ میدان میں تشریف لے گئے۔ لخمیوں کو یہ معلوم بھی نہ ہوا کہ یہ کون شخص ہے یہی سمجھے کہ عباس ہے۔ کہا اپنے آقا

سے اجازت لے آیا۔ جناب امیر المومنینؑ نے جھوٹ بولنا نہ چاہا فرمایا۔ **ان اللہ یقاتلون بانھم ظلموا و ان اللہ علی نصرھم لقدیر**

اب ان میں سے ایک شخص نے آپ پر حملہ کیا اور آپ نے اس کی کمر پر تلوار کا ایک ہاتھ مارا۔ کہ تلوار اپنی برش کی تیزی کے سبب درمیان سے گزر گئی اور وہ شخص ویسا ہی گھوڑے پر سوار رہا دیکھنے والوں کو گمان ہوا کہ وار خالی گیا۔ مگر جس وقت گھوڑ چلا۔ اوپر کا آدھا دھڑ زمین پر آ رہا۔ دونوں فوجوں کو ضرب کی اس صفائی سے بہت تعجب ہوا۔ اور قاتل کے دست و بازو پر صد آفریں کرتے تھے۔ اب دوسرے اجل رسیدہ نے حملہ کیا۔ اور اول کی طرح دو نیم ہو کر گرا۔ اور مر گیا۔ اس کے بعد جناب امیر المومنین علیہ السلام نے گھوڑے کو کاوے دیئے اور یہ آیت تلاوت فرمائی **الشھر الحرام بالشھر الحرام و الحرمات قصاص فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم و اتقو اللہ و اعلموا ان اللہ مع المتقین**

پھر پلٹ کر اپنی جگہ پر آ کھڑے ہوئے اور کہا اے عباس معاویہ نے ان لوگوں کو طمع زر دے کر بھیجا تھا کہ شاید تجھ پر غالب آ جائیں اور غرار کے قتل کے عوض تجھے ہلاک کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو فرصت نہ دی اور سزا کو پہنچا دیا۔ فرمایا اے عباس مجھے اسلحہ دے اور اپنا لے۔ اور اگر پھر کوئی میدان میں نکل کر تجھے طلب کرے تو مجھے اطلاع دینا۔

معاویہ نے سمجھ لیا کہ لحمیوں کے قاتل امیر المومنینؑ ہیں کہا لجاج پر کہ میری سواری کا گھوڑا ہے لعنت ہو کہ جب کبھی میں اس پر سوار ہوتا ہوں ذلیل و خوار ہوتا ہوں۔ عمرو عاص نے کہا ذلیل و خوار تو لخمی ہیں نہ کہ تو۔ معاویہ نے کہا چپ رہ ایسی باتوں کا وقت نہیں ہے۔ عمرو نے کہا اگر میرے بولنے کا وقت نہیں تو اللہ تعالیٰ لخمیوں کو بخش دے۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ ہرگز نہ بخشے گا۔

معاویہ نے کہا اے عمرو تجھ پر سخت افسوس ہے۔ عمر نے کہا بے شک اگر ملک مصر مجھے نہ روکتا تو میں نجات اور جنت کا راستہ اختیار کر لیتا۔ معاویہ نے کہا ہاں تجھے مصر نے اندھا کر دیا ہے اور گمراہی کے بھنور میں ڈال رکھا ہے۔ ورنہ میں سب کچھ سمجھتا ہوں اور اپنی صلاحیت اور راستی کا راستہ جانتا تھا۔ مگر تو بڑا ہی مکار و دغاباز اور لالچی اور عجیب بہروپیا شخص ہے بلند آسمان کے نیچے تجھ جیسا پست نہیں دیکھا۔ اور مکر فریب کی شراب کا بے خود بھی تجھ جیسا نہ ہو گا۔ اب دونوں لشکر مل گئے اور فردا" فردا" طریقہ جنگ ترک کر کے یکلخت حملہ کر دیا۔ قتل و قمع شروع ہوا۔ آج بجیلہ قوم کا علم قیس بن مکسوح مرادی کے ہاتھ میں تھا۔ آواز دی کہ اے قوم بجیلہ مجھ سے اپنا جھنڈا لے لو اور کسی اور شخص کے سپرد کر دو کیونکہ میری نسبت دوسرا شخص تمہارے لیے بہتر ہو گا۔ انہوں نے پوچھا یہ کیوں اس نے جواب دیا میں نے عزم بالجزم کر لیا ہے کہ میں اس شخص پر حملہ آور ہوں گا جس کے سر پر سنہری ڈھال رہتی ہے۔ معاویہ تک جا پہنچنے کا قصد رکھتا ہوں اور جب تک اپنا ارادہ پورا نہ کر لوں گا واپس نہ ہوں گا۔ انہوں نے کہا تو ایسا ہی کر اور اس مہم کو جلدی انجام کو پہنچا۔ ہم سب تیرے ساتھ اور مددگار ہیں اور اس امر میں تیری مخالفت نہ کریں گے۔

اب قیس نے رجز خواں ہو کر حملہ کیا اور کاٹتا چھانٹتا اس جھنڈے تک جا پہنچا جو معاویہ کے سامنے موجود تھا۔ معاویہ چیخا کہ یہ کون شخص میری طرف بڑھا چلا آتا ہے۔ اور بڑی جدوجہد سے کام لے رہا ہے اس کو روکو اور مجھ تک نہ آنے دو۔ معاویہ کا ایک غلام تھا اس نے قیس پر حملہ کر کے تلوار سے ایک ہاتھ قطع کر دیا اور قیس نے اس گرما گرمی میں تلوار سے غلام کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ وہ گرتے ہی واصل جہنم ہوا۔ اب عبدالرحمن بن قلع نے علم لیا۔ اور جنگ کرتے کرتے شہید ہو گیا۔ رحمتہ اللہ علیہ!

پھر عباس بن شریک نے علم لیا حسب اتفاق ایسا زخم کھایا کہ جھنڈے کو نہ روک سکا۔ مسروق بن سلم نے اس سے لے لیا مگر زخمی ہوا۔ عمر بن سر نے اٹھایا وہ بھی زخمی ہو کر الٹا پھرا۔ اور علم ابو شیخ بن عقیل کے حوالہ کر دیا وہ شہید ہو گیا۔ پھر اس کے آقا محارق نے علم لیا اور شہادت پائی۔ اس پر اللہ کر رحمت ہو۔ غرض اس حملہ میں جناب امیرؑ کے لشکر کے کئی بہادر سردار شہید ہو گئے۔ اب عتبہ بن جونا نے آگے بڑھ کر کہا اے لوگو تم دیکھ رہے ہو اور جانتے ہو کہ اس مقام پر سید الابرار کے اصحاب میں سے کئی نامور شہید ہو چکے ہیں۔ ایک جان اور ایک دل ہو کر حملہ کرو اور یاد رکھو کہ دنیا چھوڑنے کی جگہ سے ہے اور اس کی بہار کوندنے والی بجلی کی طرح بے قیام ہے۔ یہاں پر رنج اٹھائے بغیر خوشی حاصل نہیں ہو گی۔ کیونکہ بہت ہی برا مقام اور سخت ناپاک جگہ ہے۔ دو رنگی دنیا سے وفا کی امید نہ رکھو اس کے خزانہ میں پوتھیں اور موتی ایک جگہ رہتے ہیں۔ آگاہ ہو کہ میں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ آج مرتبہ شہادت پر فائز ہوں۔ جب سے یہ جنگ شروع ہوئی ہے میں ہمیشہ شہادت کا مشتاق رہا۔ مگر آج تک نصیب نہ ہوئی۔ کبھی زخمی ہو کر اور کبھی صحیح سالم واپس لوٹا۔ آج دوسرا معاملہ ہے مجھے یقین ہے کہ آج اپنی مراد کو پہنچ جاؤں۔ اور نخل امید سے ثمر پاؤں۔ سب مل کر کوشش کرو کہ تمہارے ہاتھوں یہ مہم سر ہو جائے۔ اور اس دنیائے ناہنجار سے رستگاری پاؤ۔ اور انبیاء و اولیاء اور شہیدوں کے ہمنشیں بنو۔

عتبہ نے یہ کہہ کر گھوڑے کو تازیانہ لگایا اور میدان میں نکلا۔ اس کے دونوں بھائی عروہ اور عبیداللہ ہمراہ ہوئے اور کہتے تھے اے خدا ہم نے اپنے آپ کو تیری رضا مند حاصل کرنے کے لیے وقف کر دیا ہے۔ امید ہے کہ ہم مجاہدین اور غازیوں کے ثواب سے محروم نہ رہیں۔ اب تینوں بھائیوں نے مل کر معاویہ کی فوج پر حملہ کیا اور اعلیٰ درجہ کی دلیری اور شجاعت کے آثار دکھا کر لشکر شام کے اسی قدر نامور اور بہادر ہلاک کئے۔ جس قدر اس روز حضرت علیؑ کی فوج کے شہید ہوئے تھے۔ انجام کار خود بھی شہید ہو گئے۔ ان پر اللہ کر رحمت ہو۔ اس کے بعد جناب امیر المومنینؑ کے لشکر نے شامی سپاہ پر حملہ کر دیا۔ انتہا درجہ کی خونریز جنگ ہوئی اور بے انتہا گرد و غبار بلند ہوا۔

الغرض لطف خدا سے فتح و ظفر کی ہوا چلی اور معاویہ کے سواروں اور بہادروں کی آبرو خاک میں مل گئی اور ان کا ہاتھ جنگ سے رک گیا۔ حجر بن عدی اور معقل بن قیس ریاحی نے اس گرد و غبار میں وہ کام کیا کہ شامی سپاہ حیران رہ گئی۔ پھر تو شامی بھاگ نکلے اور پیٹھ دکھائی رات آ پہنچی تھی اس لیے حضرت علیؑ کی سپاہ واپس چلی آئی۔ اور اس کے سردار اور امیر ابو واقف لیسی اور جوشیرہ بن شمی اور عبدالرحمن بن ذریب اسلمی جیسے بروقت واپسی پر رجز خوانی کرتے' اشعار پڑھتے اور اپنی معرکہ آرائی پر فخر و مباہات کرتے ہوئے آتے تھے یہاں تک کہ اپنی صفوں میں آ ملے۔ اور جناب امیرؑ کی خدمت میں اپنی جنگ کی تمام کیفیت بیان کی۔ اور جو جو شہید اور زخمی ہوئے تھے ان کا حال بھی عرض کر دیا۔ آپ نے کشتوں کے حال پر بہت تاسف فرمایا۔ اور زخمیوں کی تیمارداری کا حکم دیا۔ آج رات بھر زخمی بڑے بے چین رہے۔ یہاں تک کہ ان کی آہ و زاری کی آوازیں معاویہ کے لشکر تک جاتی تھیں اور اس کے لشکر کے زخمیوں کے آہ و نالے جناب امیرؑ کے لشکر کے کانوں تک پہنچتے تھے۔

معاویہ نے مجروحوں کی دردناک آوازیں سن کر عمرو عاص سے کہا اس جنگ سے ہمارے تمام خورد و بزرگ کو صدمہ پہنچا ہے اور جہاں تک میں سوچتا ہوں اندیشہ ہے کہ شام کا ملک برباد نہ ہو جائے اور عراق بھی ہمارے ہاتھ نہ آئے۔ عبداللہ ابن عباس جو سادات کا سردار اور پیشوا اور مشہور شخص ہے علی ابن ابی طالبؑ کے ہمراہ ہے۔ اور جو کچھ وہ مصلحت اور مناسب سمجھتا ہے اور کہتا ہے حضرت علیؑ اس کے خلاف نہیں کرتے۔ اگر تو کسی حیلے اور فریب سے اسے توڑے اور وہ

علیؑ کو اس امر پر رضا مند کر دے کہ چند روز کے لیے جنگ بند کر دی جائے کہ فوجیں ذرا دم لے لیں تو اچھی بات ہو۔ عمرو عاص نے کہا تو عبداللہ ابن عباس کو جانتا ہے کہ وہ اس قماش کا آدمی نہیں کہ فریب میں آ جائے۔ اور اگر بالفرض وہ دھوکا کھا بھی گیا تو علیؑ کو دھوکا دینا ناممکن ہے۔ کیونکہ یہ سب عقل و دانائی، فہم و بینائی و ہوشیاری میں یکساں ہیں۔
معاویہ نے کہا اس سے کوئی نقصان و خرابی متصور نہیں۔ تو ایک چکنا چپڑا خط لکھ اور کچھ حالات درج کرکے روانہ کر دیکھیں وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ پھر جس قسم کا جواب آئے ویسا ہم لکھ بھیجیں گے۔ اس بات سے مقصد ہمارا صرف اس قدر ہے کہ کچھ دنوں تک جنگ بند رہے اور ہماری فوج والے آرام پالیں۔ زخمیوں کا علاج ہو جائے اور جانوروں کا تکان جاتا رہے۔ عمرو عاص نے کہا میں خوب جانتا ہوں کہ اس سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہو گا مگر تیرے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔

جناب امیر المومنین علی علیہ السلام اور معاویہ اور عبداللہ ابن عباس اور عمرو عاص کی خط و کتابت

عمرو عاص نے عبداللہ ابن عباس کے نام یہ خط لکھا کہ تیری بزرگی اور سرداری اور شرافت کا حال تمام خاص و عام اور ادنی اور اعلی کو معلوم ہے اور سب اس بات کے مقر ہیں کہ تمام عرب میں تیرے چچا زاد بھائی علی ابن ابی طالبؑ کے بعد کوئی شخص تجھ سے زیادہ فاضل اور کریم اور مہربان نہیں۔ اور ان لوگوں میں سے جنہوں نے عقبی کو چھوڑ کر مصیبت سمیٹی ہو ہم ہی پہلے لوگ نہیں ہیں۔ اور یہ امر واضح ہے کہ اس جنگ و جدال اور معرکہ آرائیوں میں ہماری تمہاری کیا نوبت پہنچ گئی ہے۔ طرفین کے لشکروں کے اکثر سردار قتل ہو گئے ہیں اور ہماری یہ خواہش نہیں کہ اس جنگ کو جاری رکھیں بلکہ ہم افسوس کرتے ہیں کہ ہم میں اور تم میں یہ امر پیش نہ آیا ہوتا۔ اب بات انتہا درجہ کو پہنچ گئی ہے اور چھری ہڈی تک اتر آئی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑائی اگر ایک ہفتہ اور جاری رہی تو طرفین میں سے ایک آدمی بھی زندہ نہ رہے گا۔ میں نے اس مضمون کے چند اشعار بھی تحریر کیے ہیں براہ مہربانی تم ان کو پڑھو اور ان کے مدعا پر کامل غور کرو۔ اشعار یہ ہیں:۔

طال البلاء فما یرجی لہ اسے — بعد الا اللہ سوی رفق ابن عباس
قولا لہ قول مسرور بخطوتہ — لا تنس خطک ان التارک الناس
یا بن الذی زمزم سقی الحجیج لہ — اعظم بذالک من فخر علی الناس
بشر و اصحابہ بشر و الذین ہم — دار العراق رجال اہل وسواس
قوم عراق من الخیرات کلہم — فما یساوی بہم خلق من الناس
قالو ایری الناس فی ترک العراق لہم — وا اللہ یعلم ما بالشام من الناس
فیہ الغلاء و امر لیس ینکرہ — الا الجہول و ما النوکی باکیاس
انت الشجاء شجاعا فی حلوقہم — مثل اللجام شجاۃ موضح الفلس
فاصدع بامر کم امر القوم انہم — احساس طوران طیرہا حساس

عمرو یہ خط لکھ کر معاویہ کے پاس لایا اس نے پڑھ کر بہت پسند کیا اور کہا تیری نثر کی شیرینی اور نظم کی خوبی کو اور کوئی نہیں پہنچ سکتا، روانہ کرنا چاہیے۔
عبداللہ ابن عباس کے پاس یہ خط پہنچا تو پڑھنے کے بعد مضمون سے واقف ہو کر جناب امیر المومنینؑ کی خدمت میں پیش

کیا۔ اور پڑھ کر سنایا۔ آپ نے تبسم فرمایا اور فرمایا اللہ ابن نا بغہ کو غارت کرے بڑا ہی مکار آدمی ہے جس کا نام عمرو عاص ہے کس فریب سے چلا ہے اور کس بات کی خواہش کی ہے کہ تجھے دھوکا دے اس کا جواب جس طریق پر مناسب ہو اور موزوں معلوم ہو اور جو امور لائق مصلحت سمجھے جائیں لکھ کر بھیج دے۔

عبداللہ ابن عباس نے جواب میں لکھا میں جہاں تک خیال کرتا ہوں تمام عرب میں تجھ جیسا بے حیا اور کوئی شخص نہیں اور نہ تجھ سا مکار و دغا باز۔ تو نے معاویہ کے پاس جا کر اپنا دین تھوڑی دنیاوی قیمت پر بیچ ڈالا۔ اور ملک کی طمع کو خلق خدا کی تاریکی اور ظلمت اور فساد میں مبتلا کر دیا ہے۔ پھر بھی مطلب بر آری نہ دیکھی تو تو نے حیلہ جوئی اور مکر و فریب کو اختیار کیا۔ مجرم اور گناہ گار اور ان لوگوں کی طرح جو دنیا کے نیک و بد سے واقف نہیں ہوتے دنیا کو بہت بڑی چیز سمجھ لیا۔ بعد ازاں تو زہد و پرہیز گاری کا اظہار کرتا ہے اور لوگوں کو سناتا ہے کہ مجھے دنیا درکار نہیں میں نے اس سے قطع تعلق کر لیا ہے اور مدعا یہ ہے کہ لوگ تیری ان باتوں میں آ کر تیری طرف متوجہ ہو جائیں۔ اور تیرے فریب میں مبتلا ہو کر مغرور بن جائیں۔ اے عمر ان حیلوں اور دھوکہ بازیوں کو ترک کر اگر تجھے خدا کی رضامندی درکار ہے اور کچھ اسلام کی قدر جانتا ہے تو ملک مصر کی امارت کا خیال اور معاویہ کا ساتھ چھوڑ کر جناب رسول خداؐ کے اہل بیت کی اطاعت و متابعت کی طرف رجوع ہو تو نیشامیوں کی جو کیفیت درج کی ہے معلوم ہوا کہ عراق والوں نے جناب امیر المومنین علیہ السلام سے بیعت کی جو ان سے افضل ہیں جو ان سے افضل ہیں اور شام والوں نے معاویہ کی بیعت اختیار کی۔ حالانکہ وہ معاویہ سے افضل تھے اور اس جنگ میں بھی تو اور میں برابر نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اس جنگ سے میری غرض یہی ہے کہ رضائے الٰہی حاصل کروں اور تیرا مدعا یہ ہے کہ معاویہ کو خوش کرے اور ولایت مصر لے۔

الغرض جس امر نے تجھ کو مجھ سے بہت دور پہنچا دیا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ جس امر سے تو معاویہ کا مقرب بننا چاہتا ہے اس کے متعلق تیری دو سی اور موافقت کو بھی معاویہ ایسی اچھی طرح نہیں جانتا یعنی تو مجھے فریب نہیں دے سکتا اگر دے سکتا ہے تو معاویہ کا مقرب بن سکتا ہے۔

اس کے بعد اپنے بھائی فضل ابن عباس سے کہا کہ عمرو عاص کے ان اشعار کا جواب تصنیف کر اس نے اپنے بھائی عبداللہ کی زبانی بجواب عمرو عاص یہ اشعار لکھے۔

یا عمو رجسک من حذع وسواس ۔۔۔ فاذهب سمالک فی ترک الهدی اس
الا بواد ربیض فی نحور کم ۔۔۔ شیخی الصدور بها فی النفع افلاس
هذا الدواء الذی یشفی جما حکم ۔۔۔ حتی تطیعو اعلیا و ابن عباس
اما علتی بان الله فضله ۔۔۔ فضلا شرفا فاعمال علی الناس
ان تعقلوا الخیل نعقلها محبتہ ۔۔۔ و تبعثو ها فانہا غیر انکاس
قد کان منا و منکم فی عجاجها ۔۔۔ من لا یفر و البس اللیث کانعاس
قتل العراق الشام بمعضلته ۔۔۔ هنا بهنا و ما بالحق من باس
لا بارک الله فی مصر لقد جلبت ۔۔۔ شرا و خطک منها خشرة الغاس
یا عمر و انک عار مکار مها ۔۔۔ و الہ اقصات لا بواب الجنا کاس
ان عادة العرب عندنا فالتمس هربا ۔۔۔ فی الارض او سما فی الافق یا قاس

جب فضل ابن عباس نے اپنے بھائی کے کہنے سے یہ قطعہ تیار کر لیا تو حضرت علی علیہ السلام کے پاس لائے۔ آپ نے

بہت پسند کیا اور فرمایا بہت ہی اچھا لکھا ہے میں خیال کرتا ہوں کہ وہ کچھ سمجھ دار ہو گا تو کچھ جواب نہ لکھ سکے گا۔
عبداللہ ابن عباس نے یہ قطعہ جواب کے ہمراہ عمر عاص کے پاس بھیج دیا۔ وہ تمام مطالب نثر و نظم سے مطلع ہو کر معاویہ کے پاس گیا اور پڑھ کر سنایا۔ اور کہا میں ایسی باتوں کو سننا نہیں چاہتا تھا۔ ہم بار بار اپنے آپ کو عبدالمطلب کے بیٹوں کے مقابلے پر آزماتے ہیں۔ میں نے ہرچند اصرار کیا کہ عبداللہ ابن عباس کے پاس خط بھیجنا بے کار ہے۔ وہ دھوکے میں نہیں آ سکتا تو نے نہ مانا اور مجھے مجبور کیا۔ میں نے تیرے حکم کی تعمیل کی نتیجہ یہ ہوا کہ ایسی سخت باتیں سننا پڑیں۔ معاویہ نے کہا تو سچ کہتا ہے میں نے اس امر میں اصرار کیا تھا کہ عبداللہ کے پاس خط بھیجا جائے اور خط و کتابت کی سعی کی جائے۔ اس سے میرا مطلب صرف یہی تھا کہ آج لشکر کے بے شمار آدمی ہلاک ہو گئے ہیں اور میری طبعیت سخت پریشان ہے شاید اس خط و کتابت سے کچھ دنوں کے لیے جنگ ملتوی ہو جائے ورنہ تیرے خط لکھنے اور عبداللہ کے جواب پانے سے کوئی غرض نہ تھی۔ اس میں شک نہیں کہ علیؑ کل ضرور جنگ کے لیے نکلے گا اگر ایسا ہوا تو ہمارا کام تمام ہے۔
میں چاہتا ہوں کہ خود عبداللہ ابن عباس کو کچھ لکھوں اور اگر ممکن ہو تو اسے خط و کتابت میں مشغول کر لوں شاید وہ کل لڑائی کے لیے نہ نکلیں۔ اگر اس میں کامیابی ہوئی تو بہتر ہے ورنہ علیؑ کے نام خط لکھوں گا اور اسی کو خط و کتابت میں الجھاؤں گا۔ ممکن ہے مطلب برآری ہو جائے اور اگر اس نے خط نہ پڑھا اور جواب نہ لکھا تو پھر جنگ ہی سے سروکار رکھوں گا۔ اور کبھی خط و کتابت نہ کروں گا۔ دن رات جنگ پر مستعد رہوں گا خواہ فتح ہو یا شکست پرواہ نہ کروں گا یہاں تک کہ یہ معرکہ طے ہو جائے۔ اور یہ فتنہ مٹ کر یکسو ہو جائے۔ میری تو یہ رائے ہے اور اگر تیرے خیال میں اس سے بہتر کوئی اور بات ہو تو بیان کر۔
عمرو عاص نے کہا تو اور عبداللہ ابن عباس کسی طرح بھی برابر نہیں ہو سکتے۔ نہ تو سربر آ سکتا ہے کیونکہ وہ اور خیال میں ہے اور تو اور فکر میں وہ محض فنا ہونے اور درجہ شہادت پانے کے لیے لڑتا ہے اور تو زندہ رہنے اور حکومت پر جلوہ گر ہونے کی امید سے جنگ کر رہا ہے۔ دوسرا امر یہ ہے کہ اگر حضرت علیؑ نے فتح پائی اور شام پر تصرف ہو گیا تو اہل شام کو امن و فراغت حاصل ہو جائے گی۔ اور وہ خود بھی سمجھتے ہیں کہ حضرت علیؑ ان پر ظلم نہ کریں گے بلکہ فتح یاب ہو کر عدل و مساوات کے آئین جاری کریں گے۔ منصفانہ برتاؤ سے پیش آئیں گے اور عراق والے تیری طرف سے مطمئن نہیں ان کا خیال ہے کہ اگر تو فتح یاب ہوا تو پرانے بدلے لے گا۔ اور ان کے قول و فعل کے جواب طلب کرے گا۔ اور بڑھ بڑھ کے بدلے لے گا۔ مجھے نظر آتا ہے کہ تو علیؑ کو فریب دینا چاہتا ہے اس میں ذرا کامیاب نہ ہو گا کیونکہ علی علیہ السلام کی روشن ضمیری اور تیزی عقل و فہم اور کثرت علم و شجاعت کا حال عیاں ہے تو جس معاملے کو آج سوچے گا علیؑ اس کو بہت عرصہ پیشتر ہی سمجھا ہوا ہو گا۔ تیرا وہم اور خیال بھی اس کی سمجھ کی گرد تک نہ پہنچے گا۔ اگر تیری ہمت دو اسپہ تاخت کرے گی تو علیؑ کے خیال کے غبار تک نہ جائے گی۔

معاویہ نے کہا یہ کیا بات ہے کیا میں اور وہ دونوں عبد مناف میں سے نہیں۔ عمرو عاص نے قہقہہ لگا کر کہا ہاں تم دونوں کا نسب یہی ہے لیکن پھر بھی بڑا فرق ہے علی علیہ السلام کو اس اعلیٰ نسب کے علاوہ خاندان نبوت کی قرابت کا شرف حاصل ہے اور اس کمال کے سوا جناب محمد مصطفیٰ صلعم کی قرابت کا جلال میسر ہے۔ اور جناب رسول خداؐ کی خدمت میں جو مدارج اور مقامات عالی پائے ہیں وہ شمار سے باہر ہیں۔ اس کے سوا جناب علیؑ اور بھی بے حد و بے شمار خصائل حمیدہ اور اوصاف حمیدہ سے مملو اور مزین ہے جس سے تو بالکل بے بہرہ اور خالی ہے تو صرف اس کہنے سے کہ ہم دونوں بنی عبد مناف سے ہیں حضرت علیؑ کی ہمسری کر سکتا ہوں اور تو خود بھی اس امر کو سمجھتا ہے اور تمام لوگوں سے زیادہ جانتا ہے

پھر کیوں دیدہ و دانستہ انجان بنتا ہے اور مجھ سے اینچ پینچ کی لیتا ہے۔
ہاں اگر تیرا یہی خیال ہے اور چاہتا ہے کہ عبداللہ ابن عباس کو کچھ لکھے تو تجھے اختیار ہے لکھ۔ میں صاف صاف کہتا ہوں کہ میری سمجھ اور دلیری کے پلے کا کوئی دوسرا شخص پیدا نہیں ہوا۔ صرف میں نے تیرے کہنے سے یہ کچھ لکھا اور اس کی برابری کی تو پھر تو نے دیکھ بھی لیا کہ کیسا جواب پایا اب تو بھی لکھ دیکھ حقیقت حال معلوم ہو جائے گی اور رہا سہا شک مٹ جائے گا۔
اس کے بعد معاویہ نے عبداللہ ابن عباس کے نام اس مضمون کا خط لکھا میں جہاں تک خیال کرتا ہوں اے بنی ہاشم امیر المومنین عثمان اور اس کے عزیزوں قریبوں رشتہ داروں اور متعلقین کے مددگاروں کے حق میں تم سے زیادہ عرصے تک اور کسی قوم نے غفلت نہیں کی اور امیر المومنین عثمان اور اس کے عزیزوں کے اعمال کی توہین میں بھی تم ہی نے تمام عرب سے جلد بازی کی ہے اور ان کے معاملات کی ابتری اور خرابی کی غرض سے فتنہ و فساد برپا کرنے میں تمہاری سعی و کوشش سب پر سبقت لے گئی۔ ان کے حقوق کی یہ نظر اندازی جو تمہاری طرف سے ظہور میں آئیں اور آ رہی ہیں۔ اگر بنی امیہ کے غلبے کے خیال سے ہے تو پیشتر بھی اس کو غلبہ حاصل تھا اور تو دیکھتا ہے کہ اس وقت تک معاملہ کس درجہ تک پہنچ گیا ہے۔ اس جنگ میں طرفین سے ہزار ہا نامور آدمی مارے جا چکے ہیں۔ اور ابھی تک فیصلے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ جس امر کی تم طمع کئے ہوئے ہو اسی کے ہم امیدوار بیٹھے ہیں اور جس قدر تم شجاعت کا اندازہ کرتے ہو اس قدر شجاعت ہمارے دلوں میں بھی موجود ہے اور اس معاملہ میں خوف و امید کا طریقہ اور مرنے زندہ رہنے کی آس دونوں کے لئے یکساں ہے۔ اور نامور شخصوں اور بہادر لوگوں کے مارے جانے کے واقعات عام ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جنگ کو طول نہ دیا جائے کیونکہ اگر ہم جنگ کو جاری رکھیں گے تو کوئی بات ظاہر نہ ہو گی۔ وہی دوستوں کی علیحدگی عزیزوں کی دوری نصیب ہو گی۔ اس ناخوش امر کو ہم کب تک گوارا کئے جائیں گے اور کب تک ہمارے رشتہ دار مرکر نیستی کی خاک میں ملتے رہیں گے خدا سے اور اس جنگ و جدل کو بند کرو۔ اپنے عزیزوں دوستوں اور قریشیوں کی خونریزی سے باز آؤ کیونکہ اکثر قریشی نوجوان ہلاک ہو چکے ہیں۔ جہاں تک میں نظر ڈالتا ہوں قریش کے مشہور لوگوں میں سے چھ آدمیوں سے زیادہ باقی نہیں رہے۔ شام میں، میں اور عمرو عاص عراق میں تو اور علی ابن ابی طالبؑ اور حجاز میں سعد وقاص اور عبداللہ ابن عمر ہیں۔ ان چار شخصوں میں سے دو تمہارے مخالف اور دو موافق یعنی سعد وقاص اور عبداللہ ابن عمر موافق ہیں اور عمرو عاص مخالف ہے۔ اگر تم میرے التماس کو قبول کرو اور میری رائے کو ملحوظ خاطر رکھو تو یہ دشمنی مٹ جائے گی اور محبت و الفت بڑھ جائے گی۔
ان چھ شخصوں میں علیؑ کے بعد سب سے افضل و برتر اور سردار قوم تو ہے اگر عثمان کے حادثہ کے بعد لوگ تجھ سے بیعت کرتے تو مجھ کو علیؑ کی بیعت کی نسبت گوارا ہوتی میرے خیال میں یہی چند باتیں تھیں جو لکھی گئیں اور ان سے تجھے اطلاع دی گئی۔ جو کچھ تیری صلاح اور رائے ہو گی بہتر ہو گی۔ والسلام!
عبداللہ ابن عباس کے پاس معاویہ کا یہ خط پہنچا تو پڑھ کر ہنسا اور کہا معاویہ کب تک مجھے بے وقوف بناتا رہے گا اور میں کب تک خاموش رہ کر امر حق کو ظاہر نہ کروں گا۔ کہا دوات قلم لاؤ کہ جواب دینا واجب ہے لکھ بھیجوں۔ اور جو امور میرے دل میں پوشیدہ ہیں صاف صاف بیان کر دوں کہ وہ بھی جان جائے کہ ہم خوب واقف ہیں۔
اس کے بعد معاویہ کے خط کا جواب اس مضمون کا تھا۔ تیرا خط پہنچا احوال مندرجہ معلوم ہوا۔ تیرا یہ کہنا کہ ہم نے عثمان کے رشتہ داروں اور دوستوں کے ساتھ بدی کی اور ان کے حقوق کی نظر اندازی اور فساد میں دوسرے شخصوں سے سبقت

لے گئے ایسا ہے گویا تو اپنے حالات بھول گیا ہے۔ اور اس بات کو یاد نہیں رکھتا کہ ایسے مصیبت کے وقت جب تجھ سے عثمان نے مدد طلب کی تھی تو نے اسے مدد نہ دی' حالانکہ تو اس کی امداد کر سکتا تھا اور مارے جانے سے بچ سکتا تھا۔ تو نے محض اپنی غرض اور مطلب کے لیے اس کی مدد نہ کی اور آج تو نے ان باتوں کو فراموش کر کے ہم پر اس بات کی اور ایذا رسانی کی تہمت لگائی ہے۔ رہا تیم اور عدی کا تذکرہ جس سے ہم پر معترض ہوتا ہے یہ بات اچھی طرح ظاہر ہے کہ ابوبکرو عمر بہتر تھے۔ جس طرح عثمان تجھ سے بہتر تھا۔
اور تیرا یہ کہنا کہ قریشی نامور اشخاص میں سے صرف چھ باقی رہ گئے ہیں غلط ہے۔ قریش کے بہت سے نامور موجود ہیں اور تو خود دیکھتا ہے کہ قریش کے مشہور و معروف اشخاص میں سے کتنے ہی سوار جرار تجھ سے اور تیرے لشکر سے ہر روز جنگ کر رہے ہیں۔ اکثر لوگ نہ ہمارے ساتھ ہیں نہ تمہارے ہمراہ بلکہ اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور طرفین میں سے کسی سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے۔ وہ احاطہ شمار سے باہر ہیں۔ ہاں تو نے جو یہ گریہ و زاری اور عاجزی سے درخواست کی تھی کہ جنگ موقوف کر دی جائے اور خونریزی سے ہاتھ اٹھائیں تو اس آتشیں دھوئیں کی طرف دیکھتا رہ کہ عنقریب اس کا شعلہ دیکھ لے گا اور یہ لڑائیاں اور مقابلے جو تو نے اب تک دیکھے ہیں مابعد ہونے والے معرکوں کے سامنے ہیچ نظر آئیں گے۔ اور گزشتہ واقعات آنے والے کے نزدیک بالکل بے حقیقت ہوں گے۔ بلکہ آئندہ کے ہنگاموں اور کارگزاریوں کو گزشتہ پر کامل ترجیح ہوگی۔
تیرا یہ لکھنا کہ عثمان کے بعد یہ لوگ تیری بیعت کرتے تو میں بہت جلدی بیعت اختیار کر لیتا اور فرمانبرداری سے پیش آتا جبکہ تمام مہاجر و انصار اور عوام الناس نے یک دل و یک زبان ہو کر حضرت علی کی بیعت اختیار کر لی ہے۔ اور یہی جناب رسول خدا صلعم کا وصی چچیرا بھائی وارث علم نبی اور مجھ سے بہتر اور خلافت کے لائق تر ہے تو نے کس لیے ان کی بیعت نہ کی اور کیوں مخالفت اور جنگ اختیار کی اور خود دعویٰ خلافت کیا۔ حالانکہ تجھے خود یقین ہے کہ تو خلافت کا سزاوار نہیں وہی شخص خلافت کی قابلیت رکھتا ہے جو رائے زنی میں نامور اور موصوف ہو۔
تجھے اور تیرے جیسے لوگوں کو خلافت سے کوئی سروکار اور نسبت نہیں کیونکہ تو طلیق اور طلیقا کا بڑا بیٹا اور بدمعاشوں کا سرگروہ ہے۔ لوگ تجھے جگر کھانے والی کا بیٹا کہتے ہیں پس جو شخص اتنے عیبوں والا ہو وہ کب خلافت کا مستحق ہو سکتا ہے۔
والسلام!
جس وقت عبداللہ ابن عباس کا یہ خط معاویہ کے پاس پہنچا پڑھ کر اپنے اوپر لعنت ملامت کی کہ یہ بلا میں نے اپنے اوپر خود نازل کی ہے۔ خدا کی قسم پھر کبھی عبداللہ ابن عباس سے خط و کتابت نہ کروں گا۔ اس کے بعد جناب امیر المومنینؑ کے نام اس مضمون کا خط لکھا: واضح ہو کہ جنگ بہت طول پکڑ گئی ہے اور بے شمار آدمی قتل ہو گئے ہیں۔ طرفین کے لشکروں کے نامور بہادر اور نیکوکار اشخاص کام آ چکے ہیں۔ میں نے پہلے ہی عرض کیا تھا اور اس قرارداد پر شام کا علاقہ طلب کیا تھا کہ مجھ سے بیعت نہ لی جائے اور اپنی بیعت کی رضامندی اور قبولیت سے مجھے باز رکھیں۔ آج بھی میں یہی کہتا ہوں کہ اگر مہربانی فرما کر شام کا علاقہ میرے قبضے میں چھوڑ دیا جائے تو یہ جنگ و جدال ابھی موقوف ہو جائے گا۔ اور یہ معرکہ آرائیاں نیست و نابود ہو جائیں اور عزیزوں کی خونریزیاں پھر ظہور میں نہ آئیں۔
آپ کی نہایت ہی شفقت ہوگی کیونکہ شدت و سختی انتہا کو پہنچ چکی ہے نیک لوگ قتل ہو چکے ہیں۔ اور شریر باقی رہ گئے ہیں۔ اور اگر یہ فساد اسی طرح جاری رہا سب ہلاک ہو جائیں گے۔ اور جو لوگ بچ رہے ہیں وہ بھی زندہ نہ رہیں گے۔ مناسب ہے کہ طرفین میں اب اس قدر مخالفت اور دشمنی باقی نہ رہے اور میری التماس کی قبولیت میں آپ کچھ مضائقہ نہ

کریں گے۔ ہم سب ایک ہی شجر میں سے ہیں، سب کے سب عبد مناف کی اولا ہیں۔ ہم میں سے کسی کو ایک دوسرے پر ترجیح نہیں۔ والسلام!

جناب امیر المومنین علیؑ نے جواب میں لکھا واضح ہو کہ تیرا خط آیا حال معلوم ہوا تو نے لکھا ہے کہ لڑائی کو بہت طول ہو گیا۔ نیک آدمی مارے گئے اور شریر باقی رہے گئے اور دونوں لشکروں کے بہادر کام آ چکے ہیں۔ اگر فی الحقیقت یہی بات ہے جو تجھے نظر آتی ہے تو یہ لڑائی اور بھی طول پکڑ لے گی۔ اور یہاں تک پہنچے گی کہ اس سے پیشتر کبھی نہ پہنچی تھی۔ تمام کوششیں اور سختیاں فراموش ہو جائیں گی۔ اب تک جو کچھ تو نے دیکھا ہے دریا میں سے ایک قطرہ اور دوزخ کا ایک شعلہ ملاحظہ کیا ہے۔ تیر التماس اور درخواست کہ مجھ سے میری بیعت اور اطاعت بغیر جو علاقہ شام مانگتا ہے بالکل ناممکن ہے تو نے پہلے بھی یہی درخواست کی تھی جو منظور نہ ہوئی اب تو نے کونسا حق ثابت کیا ہے جس کے لیے دوبارہ اس کا خواستگار بنا ہے ہاں تیرا یہ لکھنا کہ ہم دونوں عبد مناف کی اولاد ہیں سچ ہے۔ مگر امیہ ہرگز ہاشم کا ہمسر نہیں ہو سکتا۔ اور حرب عبدالمطلب سے برابری نہیں کر سکتا اور ابو سفیان ابو طالب کی غبار راہ تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ ساتھ چھوڑنے والا مہاجر جیسا ہو سکتا ہے اور نہ باطل حق کا ہم پلہ!

اگرچہ تو عبد مناف کی اولاد ہے مگر ہم کو نبوت کا شرف حاصل ہے جس کے وسیلے سے ذلیل آدمی بھی معزز بن جاتا ہے۔ اگر میں اپنے فضائل اور مناقب میں سے کچھ تحریر کروں اور اپنے محاسن و ماثر میں سے کسی قدر بیان کروں تو سب دوست اور دشمن گواہی دیں گے۔

میں اسی قدر لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ والسلام!

معاویہ جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کا یہ خط پڑھ کر نہایت ہی شرمندہ ہوا کہتا تھا کاش میں حضرت علیؑ کو خط نہ لکھتا۔ افسوس کہ میں نے اپنے آپ کو ملامت کے حوالہ کر دیا۔ عمرو عاص نے امیر المومنین علیؑ کے خط کے مضمون سے واقف ہو کر بہت ملامت کی کہ میں نے تجھے بارہا روکا کہ علیؑ سے خط و کتابت نہ کر اور ہر وقت اس کی ملامت نہ سن تو نے میرے کہنے کو نہ مانا اور دوبارہ خط و کتابت شروع کی انجام کار جو جواب پایا وہ پایا۔

معاویہ نے عمرو عاص کی باتوں سے غضب ناک ہو کر کہا تو ہمیشہ علیؑ کی تعریفیں کرتا رہتا اور اس کی اس قدر تعظیم و تکریم کرتا ہے اور اسے مجھ پر فضیلت دیتا ہے کیا وہ وہی شخص نہیں جس نے کل تجھے نیزہ مار کر گھوڑے سے نیچے گرا دیا اور تو نے اس لومڑی کی طرح جو خونخوار شیر کے پنجے سے بچنے کے لیے بھاگتی ہے ننگ و عار سے منہ موڑ کر اپنی کون برہنہ کر دی تھی اور بے ستر ہونے کے ذریعہ سے رہائی پائی۔ عمرو عاص نے ہنس کر کہا جس شخص میں اس قدر قوت و قدرت ہو کہ علی ابن ابی طالبؑ کے مقابلے میں میدان جنگ میں نکلے اور پھر اپنے آپ کو اس کے طعن و ضرب سے بچائے رکھے۔ خواہ کسی طرح ہو داخل فضیحت نہیں اور جس میں ذرا سی بھی عقل ہے وہ اسے عیب و رسوائی نہ سمجھے گا۔ بلکہ علیؑ سے جنگ کرنا اور اس شیر سیاہ کے چنگل سے بچ نکلنا بہت بڑا فخر اور شرف ہے۔ اگر تو شجاعت اور قوت میں کچھ بڑھا ہوا ہو تو ابھی اپنے آپ کو بھی آزما دیکھ میدان میں قدم باہر نکال ہم بھی دیکھیں تو اس کے پنجے سے کس طرح رہائی پاتا ہے۔

غرض جب خط و کتابت سے کوئی فائدہ نہ نکلا اور نہ کوئی مطلب برآری ہوئی تو دوسرے دن معرکہ آرائی کے لیے لشکر مستعد ہو گئے۔ جناب امیر علیہ السلام نے طلوع صبح کے بعد اندھیرے منہ نماز ادا کی اس کے بعد ترتیب لشکر کی طرف متوجہ ہوئے۔ فوج کے امیر اور سردار اپنے اپنے علم سنبھالے ہوئے سامنے آئے۔ شامی فوج نے بھی اسی طرح پرا جمایا۔ اب ایک اعرابی جوان اپنی صف سے نکل کر دونوں صفوں کے بیچ میں آ کھڑا ہوا اور دراز دم کمیت گھوڑے پر سوار تھا سر

سے پاؤں تک اسلحہ میں غرق آنکھ کے سوا اور کوئی عضو نظر نہ آتا تھا۔ نیزہ لیے ہوئے جناب امیرؑ کے لشکر کی صفوں کے سامنے سے گزرتا اور نیزہ کی انی سواروں کے خودوں پر رکھ کر کہتا تھا سب ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہو' ذرا اپنی صفوں کو سیدھا کرو' کوئی شخص اسے نہ پہچانتا تھا۔ جب صفیں سیدھی ہو گئیں تو ان کی طرف مخاطب ہو کر اور شامی فوج کی طرف پشت کرکے کہا اے خدا کے بندو شکر کرو کہ اس نے تمہارا سر لشکر اور امیر اپنے پیغمبر کے چچا زاد بھائی کو بنایا ہے۔
وہ ایسا شخص ہے جو تمام کاموں میں کامل ہے۔ پیغمبر خدا کا وصی اور خدا کے نزدیک تمام مخلوق سے بہتر ہے۔ وہ سب سے پہلے ایمان لایا ہے اور ہجرت میں بھی اول مرتبہ حاصل کیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی شمشیروں میں سے ایک شمشیر ہے جسے اپنے دشمنوں کے سر پر بلند کیا ہے۔ لازم ہے کہ جس وقت جنگ کی بھٹی بھڑک اٹھے اور غبار بلند ہو نیزے ٹوٹ جائیں اور تلواریں کند پڑ جائیں تو بہادر اور شیر مرد یکبارگی حملہ کر دیں' اس وقت زبان سے کچھ نہ بولیں بلکہ قضائے مبرم اور حکم الٰہی کو دل میں جگہ دے کر یہ یقین رکھیں کہ بغیر موت کے کوئی نہیں مر سکتا۔ یہ کہہ کر پشت موڑی اور اپنا نیزہ سیدھا کرکے شامی لشکر پر جا پڑا۔ ادھر سے ادھر حملہ کرتا اور بہادروں کو مار گراتا تھا یہاں تک کہ اس کا نیزہ ٹوٹ گیا۔ اب پلٹا اور اپنی صف کے پاس پہنچ کر سر پر سے خود اتار لیا۔ معلوم ہوا کہ اشتر نخعی ہے۔
اس کے بعد ایک شامی جوان اپنی صفوں سے نکل کر ہر دو لشکروں کے درمیان آ کھڑا ہوا۔ اور بہ آواز بلند کہا کہ اے ابوالحسن مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے مہربانی فرما کر ذرا آگے آئیں۔ جناب امیر المومنینؑ اپنی صف سے نکل کر اس شخص کے پاس گئے اور اس قدر قریب جا پہنچے کہ گھوڑوں کی گردنیں ایک دوسرے سے آگے نکل گئیں۔ اس شامی نے کہا اسلام میں جو سبقت اور فضیلت اور جناب رسول خداؐ کے ساتھ جو بھائی چارہ اور قرابت حاصل ہے وہ ظاہر ہے اور تمام عالم کو معلوم ہے کہ کوئی شخص آپ سے ہرگز ہمسری نہیں کر سکتا۔ اور نہ کوئی شخص آپ کے بزرگی اور علم و فضل اور شجاعت و مروت اور مہربانی کے کمالات کی برابری کر سکتا ہے۔ میں آپ کے ہوا خواہ دوستوں اور خیر خواہوں میں سے ہوں اس معاملہ میں جو کچھ سوچا ہے اگر اجازت ہو تو عرض کروں۔ اور اس کے سوا میری کوئی غرض نہیں کہ یہ جنگ موقوف ہو جائے اور مسلمانوں کی خونریزی نہ ہو۔
آپ نے فرمایا جو کچھ کہنا ہے کہہ۔ شامی نے کہا میرا خیال ہے کہ بخیر و خوبی جناب عراق کی طرف مراجعت فرما جائیں اور ہم شام کی طرف پلٹ جائیں اور لڑائی اس وقت کے لیے بند ہو جائے کہ آپ اپنی رائے مبارک کسی امر کی نسبت پختہ کرکے فرمائیں پھر اس پر غور کروں گا اور اب تو ہمیں یہ جنگ اسی طور پر بند کر دینی چاہیے تاکہ چند روز آرام فرما لیں۔
جناب امیر المومنین علیؑ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تو یہ باتیں از راہ خیر خواہی و محبت کہتا ہے اور تجھے طرفین کی بھلائی مدنظر ہے مگر میں نے بہت سی راتوں اور دنوں تک اس معاملہ میں غور و فکر کیا ہے اور اس امر اہم کا نیک و بد اور پس و پیش سوچا ہے اور جنگ کی فتح اور خاتمہ پر نظر ڈالی ہے مگر جنگ کرنا ہی بہتر معلوم ہوا اور اسی امر پر رائے مستحکم ہو گئی کیونکہ اگر اس جماعت کو اپنی اطاعت میں نہ لاؤں اور انہیں راہ راست پر نہ چلاؤں اور اسی طرح خود سر اور بیکار چھوڑ دوں اور ان کے ظلم و گمراہی اور بد راہروی پر راضی ہو جاؤں تو حق تعالیٰ کی جناب میں گناہ گار ہوؤں گا یہ تو ایسا ہی ہوا کہ خدا اور رسول کے احکام کو میں نے سمجھ لیا اور پس پشت ڈال دیا ہو۔
اے شامی جوان آگاہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کے اس کام کو پسند نہیں فرمایا کہ وہ گناہ گاروں کو چھوڑ دیں اور دنیا میں آرام سے رہنے دیں۔ آج اس جماعت سے جنگ کرنا اور انہیں راہ راست کی طرف بلانا اس سے بہتر ہے کہ روز قیامت آتش دوزخ میں مبتلا ہوں۔ والسلام!

شامی نے جناب امیرؑ کی یہ باتیں سن کر کہا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ عجیب بے نتیجہ کام اور بڑا ناخوش زمانہ ہمارے عائد حال ہوا ہے۔ جب تک ہم میں سے ایک آدمی بھی زندہ ہے یہ جنگ ختم نہیں ہو سکتی۔
الغرض دونوں لشکر ایک دوسرے کی طرف بڑھے اور جنگ شروع ہو گئی۔ نیزہ اور شمشیر کا ستارہ چمکا اور آہنی گرز بلند ہوئے۔ اب لوہے پر لوہا ٹکرانے کے سوا اور کوئی آواز سنائی نہ پڑتی۔ اسی ہنگاہ گیرو دار میں عمار یاسر نے جانب آسمان سر اٹھا کر کہا **اللھم انک لو کنت اعلم ان رضاک فی الفرات نفسی فی ھذا اقذف فاغرقھا لفعلت** یعنی اے خدا اگر میں جانتا کہ تیری خوشنودی اس امر میں ہے کہ میں اپنے آپ کو دریائے فرات میں غرق کر دوں تو ایسا ہی کرتا۔ پھر کہا **اللھم انک تعلم انی لو کنت اعلم ان رضاک فی ان اضع سیفی فی بطنی و اتکیے علیہ حتی تخرج من ظھری لفعلت** اگر میں جانتا کہ اے خدا تیرے خوشی اس امر پر منحصر ہے کہ میں تلوار کی دھار پیٹ پر رکھ کر اس قدر دباؤں کہ تلوار کمر سے نکل جائے تو میں ایسا ہی کرتا۔
پھر تیسری مرتبہ کہا **اللھم انی لا اعلم عملا ھو ارضی لک من جھاد ھئولای القوم** یعنی اے خدا میں تیری رضا مندی حاصل کرنے کے لیے کسی کام کو ایسا اچھا نہیں سمجھتا جیسا اس گروہ سے جنگ کرنے کو جانتا ہوں۔ پھر دعا اور مناجات سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف مخاطب ہوا اور کہا۔ اے لوگو آگاہ ہو کہ ہم نے جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہ کر اس جھنڈے کے نیچے جو معاویہ کے پاس دیکھتے ہو تین مرتبہ جنگ کی ہے اور یہ جنگ جو اس جھنڈے کے مقابلے پر ہم اب کر رہے ہیں چوتھی جنگ ہے۔ یاد رکھو کہ آج میں مارا جاؤں گا اور جس وقت میں مارا جاؤں تو میرے دوستو میرے بدن پر سے ہتھیار اتار لینا اور مجھے کفن میں لپیٹ کر دفن کر دینا۔ اور مجھے میرے خدا کے حوالے کر دینا۔ کیونکہ حضرت علی جو ہمارے پیشوا اور امام ہیں قیامت کے دن خطاب کیے جائیں گے اور آپ نیک لوگوں کا بدلہ چاہیں گے۔ آپ کا ہر سردار ہر شیعہ بخشا جائے گا۔
اس کے بعد کہا اے دوستو! تم میں سے جس کسی کو بہشت کے پانے کی آرزو ہو میرا ساتھ دے اور ہم نیزوں کے سایہ میں بہشت حاصل کریں گے۔ آج وہ دن ہے کہ ہمیں حضرت محمد مصطفےٰؐ اور دوستوں کا دیدار مبارک نصیب ہو گا۔ یہ کہہ کر مرکب کو تازیانہ کیا اور میدان میں نکل کر رجز پڑھتے ہوئے شامی سپاہ پر حملہ کیا۔ پے در پے حملے کرتا تھا اور کہتا تھا اے شامیو! اگر تم ہمیں پسپا کرتے ہوئے ہجر کے باغ تک بھی لے جاؤ گے تب بھی ہم تمہیں باطل پر اور اپنے آپ کو حق پر سمجھیں گے۔
القصہ عمار یاسر چونکہ زندگی سے دل برداشتہ ہو کر پے در پے حملے کر رہا تھا اور دشمنوں نے اسے ہر طرف سے گھیرے میں لے لیا تھا۔ حویر اسکونی کے بیٹے نے ہڈی پر نیزہ مارا اور عمار اس زخم سے سخت تکلیف زدہ ہو کر اپنی صف میں پلٹ آیا۔ پانی طلب کیا۔ اس کا ایک غلام راشد نام موجود تھا پانی کے عوض دودھ کا کٹورا بھر لایا۔ اور کہا اے خواجہ دودھ کا کٹورا پانی کے عوض پی لو۔ غالبا" یہ بہتر ہو گا۔ عمار نے دودھ کا پیالہ دیکھ کر تکبیر کہی اور کہا اے رسول خداؐ آپ نے سچ فرمایا تھا۔ لوگوں نے پوچھا یہ کیا بات ہے اور آپؐ نے کیا فرمایا تھا؟ کہا ایک دن میں جناب رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپؐ نے فرمایا اے عمار دنیا کی آخری چیزوں میں جو شے تیرے مقدر میں ہے وہ دودھ کا پیالہ ہو گا۔ اس کے بعد دودھ لے کر پیا جو فورا زخموں سے نکل آیا اور عمار نے کلمہ شہادت پڑھ کر جان خدا کے سپرد کر دی۔ رحمتہ اللہ و برکاتہ علی روحہ
جناب امیر المومنین علیہ السلام عمار کی خبر شہادت سن کر تشریف لائے اور اسے بے جان پا کر گھوڑے سے اترے۔ اور اپنے زانو پر سر رکھ کر یہ درد ناک اشعار پڑھے۔

الا ایها الموت الذی لیس تارک ارحنی فقد افنیت کل خلیل
اراک بصیر ابا الذین احبھم کانک تنحو نحوھم بدلیل

پھر فرمایا جو شخص عمار یاسر کی موت سے غمگین نہ ہو گا وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے اللہ تعالیٰ عمار یاسر پر رحمت نازل فرمائے جبکہ وہ قبر سے اٹھایا جائے۔ اور خدائے کریم اس کو بخشے جبکہ اس سے افعال نیک و بد کا حساب لیا جائے۔ جب کبھی میں نے جناب رسول خداؐ کی خدمت میں تین شخص حاضر پائے ہوں گے تو ان میں چوتھا شخص عمار یاسر ہوتا تھا اور اگر چار شخصوں کو موجود پایا تو ان میں وہ پانچواں ہوتا تھا۔ عمار کے واسطے ایک ہی مرتبہ نہیں بلکہ دو تین مرتبہ بہشت واجب ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے بہشت عدن میں جگہ عطا فرمائے۔ افسوس ظالموں نے اسے ہلاک کر دیا جب کہ وہ حق پر تھا۔ جناب رسول خدا نے فرمایا الحق مع عمار ما دار حق عمار کی طرف ہے جدھر وہ ہو اور امیر المومنین نے فرمایا کہ عمار کا قاتل اور اس کا اسلحہ لے جانے والا دوزخی ہے۔ اس ارشاد کے بعد آپ نے نماز جنازہ پڑھی اور اسی لباس سمیت جو وہ پہنے ہوئے تھے دفن کر دیا۔ کہتے ہیں کہ عمرو عاص نے معاویہ سے کہا عمار یاسر کو ہماری فوج نے قتل کر دیا اس نے کہا پھر کیا نقصان ہوا پڑا مارا جائے عمرو نے کہا کیا تو نے جناب رسول خداؐ کی یہ حدیث نہیں سنی تقتلک الفئۃ الباغیۃ یعنی تجھے باغی لوگ قتل کریں گے۔

معاویہ نے کہا انما قتلہ من اخرجہ یعنی اسے تو اس شخص نے قتل کیا ہے جو اسے لڑنے کے واسطے لے کر آیا ہے۔ مطلب یہ تھا کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام جو اسے جنگ کرنے کے لیے لے کر آئے تھے اس کے قاتل ہیں۔ اور اس نے یہ بات اس لیے کہی کہ شامی فوج امیر المومنین علیؑ سے جنگ کرنے میں کچھ پس و پیش نہ کرے۔

عبداللہ بن عمرو عاص اس وقت موجود تھا بولا اس بات سے تو لازم آتا ہے کہ جناب حمزہ سید الشہداء کو جناب رسول خداؐ نے ہلاک کیا ہے کیونکہ آپ انہیں لڑنے کے واسطے لے کر آئے تھے۔ اور وحشی قاتل گناہ سے پاک ہے۔ معاویہ نے عمرو عاص سے کہا اس بے وقوف لڑکے کو بے سوچے سمجھے بیہودہ بکواس کرتا ہے میرے سامنے سے دور کرو۔ یہاں تو یہ باتیں ہو رہی تھیں اور ادھر لڑائی بڑی شدت سے جاری تھی۔ اشتر نخعی، قیس بن عبادہ اور قوم انصار کے اکثر آدمی عمار کے قتل ہونے سے بہت ہی غمگین اور غضبناک ہو رہے تھے۔ پیہم حملے کرتے تھے اور شامیوں کے غول کے غول ہلاک کر ڈالے۔ مغیرہ بن حارث بن عبدالمطلب نے گھوڑا آگے بڑھا کر فوج کا دل بڑھایا اور جنگ کی بڑی ترغیب و تحریص دلائی۔ غرض اسی طرح جنگ ہوتی رہی اور رات کی تاریکی دنیا پر چھا گئی اب لڑنے والوں نے اپنی اپنی قیام گاہ کو پلٹ جانے کا قصد کیا۔ آج اس قدر آدمی مرے گئے کہ کوئی خیمہ نظر نہ آتا تھا۔ جس کی طنابوں سے کشتوں کے دست و پا اس غرض سے بندھے ہوئے نظر نہ آتے ہوں کہ ان کی شناخت کی جائے۔ ابو سماک اسدی نے ایک چھرا اور پانی کا مشکیزہ اٹھایا زخمیوں اور مقتولوں میں گشت کرنا شروع کیا جس کسی زخمی کو زندہ پایا بٹھا کر دریافت کرتا، امیر المومنین کون ہے اگر یہ سنتا کہ علیؑ ہے تو اس کے بدن پر سے خاک و خون کو دھو دیتا اور پانی پلاتا اور اگر جواب میں معاویہ کا سنتا تو چھرے سے اس کا کام تمام کر دیتا۔ اور اسی وجہ سے اس نے مخضخض لقب پایا کیونکہ وہ زخمیوں کو حرکت دے کر بٹھاتا تھا۔ غرض شامیوں کی طرف سے بے شمار آدمی مارے گئے اور شامی رات بھر اپنے مردوں کو چیخیں مار مار روتے پیٹتے رہے۔ ان کی آوازیں امیر المومنینؑ کے لشکر میں سنائی دیتی تھیں۔ ایک مشہور و معروف شامی معاویہ بن حدی کندی نے کہا اے اہل شام اس زندگی پر لعنت ہے جو حوشب اور ذوالکلاع کے قتل کے بعد بسر کی جائے۔ خدا کی قسم اگر ہم ان کے جانے کے بعد عراقی لشکر پر فتح یاب ہو بھی جائیں تو وہ فتح مندی نہیں بلکہ شکست سے بدتر ہے۔

یزید بن انس نے کہا خدا کی قسم تو سچ کہتا ہے اور جس کام کا انجام ابتداء کی مانند نہ ہو اس میں کوئی خوبی نہیں رہتی۔ بہتر ہے کہ ہم زخمیوں کی تیمار داری چھوڑ کر جنگ پر ٹوٹ پڑیں تاکہ یہ فساد مٹ جائے اور یہ تاریکی چھٹ جائے۔ اگر ہم نے فتح پائی تو پھر زخمیوں کی مرہم پٹی بھی کر لیں گے۔ اور اپنے مردوں کو بھی رو پیٹ لیں گے۔ اور اگر ہمارے دشمن نے ہم پر فتح پائی تو اس ماتم داری سے بچ جائیں گے۔ اور اس فعل عبث گریہ و زاری میں مبتلا رہنے سے رہائی پائیں گے۔

معاویہ نے یہ کلمات سن پائے آدمی بھیج کر سرداران لشکر کو طلب کیا اور کہا جنگ و جدال میں یہی کچھ ہوتا ہے۔ کبھی فتح ہے کبھی شکست اور جنگ کا خطرہ اور دشمن کی خرابی ظاہر ہے اور اس کا سرانجام جان و دل سے تعلق رکھتا ہے' اگر آج ہمارے لشکر کے کچھ آدمی مارے گئے ہیں تو کیا ہوا ان سے زیادہ فوج مخالف کے آدمی ہلاک ہوئے ہیں جس طرح ہم اپنے کشتوں کے ماتم میں مبتلا ہیں اور ہمیں ہرگز شایاں نہیں کہ عراق والوں سے زیادہ گریہ و زاری کریں۔ یہ امر ظاہر ہے کہ افسردہ دلی آدمی کو کمزور کر دیتی ہے۔ اور غم گینی مردہ کو زندہ نہیں کر سکتی۔ بلکہ گریہ و زاری پر دشمن طعنہ زنی کرتے ہیں۔ اور خوش ہوتے ہیں۔ اگر ذوالکلاع ہماری طرف سے مارا گیا تو عمار یاسر ان کی طرف سے بھی کام آ گیا ہے۔ اگر جوشب قتل ہو گیا ہے تو ہاشم بن عتبہ بھی اس طرف سے بے جان ہو گیا ہے۔ اسی طرح عبداللہ ابن عمر کے عوض عبداللہ بن بدیل بن ورقا مارا گیا ہے۔ خدا کی قسم ذوالکلاع عمار یاسر سے بہتر نہ تھا اور جوشب ہاشم سے برتر نہ تھا۔ نہ عبیداللہ ابن عمر عبداللہ بن بدیل سے زیادہ شریف تھا۔ ہاں بارگاہ الٰہی سے گناہوں کی معافی اور بخشش کی امیدواری چاہیے۔

ہم کو تنگدل نہیں رہنا چاہیے بلکہ کئی وجہ سے دلشاد رہنا چاہیے۔ شکر الٰہی بجا لانا ضروری ہے کہ اس نے ہمیں تین بے بدل بہادر شیر مردوں سے محفوظ کر دیا۔ جو عرب بھر میں اپنی مثل نہ رکھتے تھے اور جن سے علیؑ کو قوت تھی اور ہر ایک کام انہی کی صلاح مشورے اور تقویت سے انجام پاتا تھا۔ وہ تینوں ہماری فوج کے ہاتھوں فنا کر دیئے گئے اور ہمارے سواروں کے ضرب و طعن ہلاک ہو گئے۔

ان میں سے پہلا شخص عمار ہے دوسرا ہاشم بن عتبہ اور تیسرا بدیل بن ورقا جسے افاعل الافاعیل کہتے تھے اور جس کی تدبیر اور رائے اور دانائی اور بہادری اور عقل و فہم کے سبب تمام اہل عرب کی انگلیاں اس کی طرف اٹھتی تھیں۔ اب تین اشخاص اور باقی ہیں۔ اشتر نخعی' اشعث بن قیس اور عدی بن حاتم ان میں سے بھی ہر شخص دلیری و شجاعت اور مروت و حذاقت اور دانائی میں قطب کے درجے کو پہنچا ہوا ہے۔ اور مشار الیہ اور رکن اعظم بنے ہوئے ہیں۔ ذات باری تعالی کے فضل و کرم سے امید رکھتا ہوں کہ کل کو ان کا بھی کام تمام ہو جائے گا۔ اور وہ ہلاک و برباد ہو جائیں گے۔

جب معاویہ تقریر ختم کر چکا تو معاویہ ابن خدیج نے جو بڑا امیر کبیر شامی شخص تھا کہا اگر تیرے نزدیک تمام آدمی یکساں ہیں تو ہمارے خیال میں برابر نہیں ہو سکتے اللہ تعالی جل شانہ کا ارشاد ہے کہ و رفعنا بعضھم بعض یعنی ہم نے بعض آدمیوں کو بعض آدمیوں پر فوقیت عطا کی ہے۔ ہاتھ میں سب انگلیاں بھی برابر نہیں ہوتیں۔ پھر لوگوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

ذوالکلاع جوشب اور عبیداللہ ابن عمر خاندانی بزرگ اور شرافت سرداری اور قدامت اور دلیری و مردانگی' عقل و فہم اور گواہی میں ہرگز ان تین مکار اور بدکردار شخصوں کے مساوی نہ تھے۔ بلکہ ان میں سے ہر ایک شخص پر جس کو تو نے مقابلے پر ڈالا ہے بڑی فضیلت' ترجیح اور فوقیت رکھتا ہے۔ پھر اسی مطلب کا ایک شعر کہا اور غضب ناک ہو کر چلا گیا۔

معاویہ نے آدمی بھیج کر اسے واپس بلایا۔ اور کہا اشعث بن قیس قبیلہ کندہ میں سے ہے اور وہ تیرا رشتہ دار ہے۔ حضرت علی اس کی ہر ایک مصلحت اور تدبیر کو جو وہ اس معرکہ آرائی کی نسبت پیش کرتا ہے نظرانداز نہیں کرتے بلکہ اسی پر عمل کرتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ تیری رشتہ داری کے سبب سے اشعث تیرا کہنا مان لے گا اور تیری درخواست کو رد نہ کرے

گا۔ تجھے معلوم بھی ہے ہماری حالت کہاں تک پہنچ گئی ہے۔ شام کے بہت سے نامور ہلاک ہو چکے ہیں اور اب کوئی ایسا بہادر باقی نہیں رہا جس پر اس مہم کا بھروسہ کیا جا سکے۔ اگر کچھ باقی بھی ہیں تو شدید زخموں کے کھانے کے بعد اس قابل نہیں رہے کہ پھر میدان میں جا سکیں۔ اب تجھے غمخواری کرنی چاہیے۔ ایک خط اشعث کے نام روانہ کر اور حالات جنگ تحریر کرنے کے بعد یہ لکھ کہ عثمان کے قاتلوں کو ہمارے حوالہ کر دو ہم انہیں قتل کریں پھر مہم طے ہو جائے گی اور فساد صلح سے بدل جائے گا۔ ہم سب اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جائیں گے۔ کیونکہ صفین میں قیام کو بہت عرصہ گزر چکا ہے۔ اور ہم ہمیشہ کی معرکہ آرائیوں سے بچ جائیں گے۔ معاویہ بن خدیج نے کہا ایسا ہی عمل میں آئے گا۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ اس سے کوئی مطلب بر آری نہ ہو گی اور نہ میری تحریر سے یہ آتش جنگ بجھ سکے گی لیکن تیرے حکم کی تعمیل میں خط لکھے دیتا ہوں مگر کہہ نہیں سکتا کہ کچھ کام بن سکے۔ اس کے بعد اشعث بن قیس نے اس مضمون کا خط لکھا:

اشعث بن قیس کے نام معاویہ بن خدیج کا خط

میں ایسا امر پیش کرنا چاہتا ہوں جس میں طرفین کی بھلائی متصور ہے۔ اور وہ بات عرض کرتا ہوں کہ اگر انجام پا گئی تو ہزار ہا خلقت جو اس صحرا میں مبتلائے مصیبت ہے اور رنج و بلا میں گرفتار ہے بچ جائے گی اور اس معرکہ آرائی کے سخت ترین نتائج سے مخلصی پائے گی میری التماس تیرے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں۔ اگر تو علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے کہے گا کہ یہی رائے اچھی ہے تو تیرے مشورہ سے درگزر نہ ہو گا کیونکہ حضرت علیؑ کے نزدیک جو مرتبہ و عزت و اقتدار و عظمت تجھے حاصل ہے وہ سب پر عیاں ہے۔ تیرا رتبہ اعلیٰ اور منصب برتر محتاج بیان نہیں اور شاہان زمانہ جاہلیت میں سے کسی نے بھی تیرے اور ذوالکلاع حمیری کے سوا شرف اسلام حاصل نہیں کیا تو عراق میں قیام پذیر رہا اور ذوالکلاع شام میں آ بسا اب تو علی علیہ السلام کی خدمت میں پناہ لے گیا ہے اور ذوالکلاع معاویہ کے پاس جا پہنچا اور تم دونوں کی حرمت و عزت اور رفعت و شوکت نے ان دونوں ممالک میں جاہ و جلال اور عروج حاصل کیا۔ ذوالکلاع کو معاویہ کی خدمت سے انواع و اقسام کی نعمتیں حاصل ہوئیں جن سے تا زندگی متمتع رہا اور وقت اجل پہنچنے کے سبب اس جنگ میں مارا گیا۔ الحمد للہ کہ آج بھی ان کاموں کا انحصار باقی ہے۔ اور دونوں فوجیں اللہ تعالیٰ کے فضل کے بعد اپنے حسن انتظام و درستی اعمال کے لیے تیری شفقت و عنایت کی طالب ہیں۔ اور منتظر ہیں کہ تو درمیان میں پڑ کر اس فتنہ و فساد کو دفع کرے۔ ہماری درخواست صرف اس قدر ہے کہ امیر المومنین عثمان کے قاتل جو علی مرتضیٰ کی خدمت گزاری میں ہیں پکڑ کر ہمارے حوالے کر دیئے جائیں ہم انہیں قتل کر دیں ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتے ہمارا تمام مدعا یہی ہے اور جس وقت یہ مطلب پورا ہو گیا ہم فوراً واپس چلے جائیں گے اور ہمیں یہ امید واثق ہے کہ تو اس امر کو قبول کر لے گا تو کام بن جائے گا کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ عثمان سے کبھی رنجیدہ نہیں ہوا۔ اور نہ اس نے کسی وقت تجھے ایسے کام کا حکم دیا یا کوئی کلمہ زبان سے کیا ہو موجب غبار خاطر ہوتا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ تو علی علیہ السلام سے اس قدر خوش نہیں کہ یہ بات علیؑ سے نہ کہہ سکے اور تجھے یہ مرتبہ حاصل ہے اور ہمارا مدعا پورا کر سکتا ہے ہم یہ نہیں کہتے کہ تو علی کو چھوڑ کر معاویہ کے پاس چلا آ یا عراق سے نکل کر شام میں سکونت اختیار کر بلکہ اتنا چاہتے ہیں کہ تو علی علیہ السلام کو آمادہ کر دے کہ وہ عثمان کے قاتلوں کو گرفتار کر کے ہمارے پاس بھیج دے اگر یہ کام پورا ہو گیا تو خیر ورنہ ہم فی الفور معرکہ آرائی پر تل جائیں گے اور اپنی باقی ماندہ عمریں اس جنگ میں صرف کر دینے سے کچھ پس و پیش نہ کریں گے اور جب تک ہم میں سے ایک شخص بھی زندہ رہے گا طلب خون عثمان سے باز نہ آئے گا۔ یہاں تک کہ قاتلوں کو گرفتار کر کے قتل نہ کر ڈالیں گے۔ والسلام!

جس وقت معاویہ بن خدیج کا یہ خط اشعث بن قیس کو ملا اور وہ مضمون مندرجہ سے آگاہ ہوا تو یہ جواب لکھا۔

اشعث بن قیس کا جواب معاویہ کو

تیرا خط آیا احوال معلوم ہوا تو نے بڑی مہربانی کی کہ اللہ تعالیٰ کی ان بے شمار نعمتوں کا ذکر کیا جو میرے شامل حال ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس کے الطاف و کرم مجھ پر مبذول ہیں اور ان کا شکریہ مجھ پر واجب۔ اور لازم ہے کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے وہ فضل و کرم تجھ کو یاد دلاتا ہوں جو تیرے حال پر مبذول ہیں کہ تو ان کا شکریہ ادا کرے اور جو کچھ مجھ سے درخواست کی ہے میں اس سے بھی زیادہ بات بتاتا ہوں۔ تو نے لکھا ہے کہ میرے سکونت شام میں ہے اور تیری عراق میں۔ اب تو ان مہاجر و انصار کے پاس جا جو نہ علیؑ کے ساتھ ہیں نہ معاویہ کے ہمراہ پھر ان سے دریافت کر کہ علی علیہ السلام خلافت کے زیادہ حقدار ہیں یا معاویہ۔ اگر وہ جواب دیں کہ علیؑ اس امر میں معاویہ سے زیادہ صاحب استحقاق ہیں تو ہم دونوں کو علیؑ کی مدد کرنی چاہیے اور اسی کی اطاعت اختیار کریں۔ اور اگر وہ یہ کہیں کہ معاویہ علیؑ کی نسبت خلافت و امامت کا زیادہ حقدار ہے تو ہم علیؑ کا ساتھ چھوڑ کر معاویہ کے ہمراہ ہو جائیں گے۔ اور اسی کی فرمانبرداری اختیار کریں گے۔ تیرا یہ تحریر کرنا کہ تو عثمان سے رنجیدہ نہ ہو گا اور جیسا چاہیے اس قدر علیؑ سے خوش نہ ہو گا۔ میں جناب علیؑ سے بجان و دل راضی ہوں اور عثمان سے بے پرواہ۔ کیونکہ تمام مہاجر و انصار نے آپ کی خلافت اور امامت پر اتفاق کر لیا ہے۔ اور بیعت کر لی ہے۔ اور ہم سے تمہارا جنگ کرنا صرف ایسے شخص کے کہنے سے ظہور میں آ رہا ہے جس کو شامیوں نے اپنا پیشوا قرار دے لیا ہے ورنہ جسے مشورہ سے کچھ کام ہے نہ خلافت سے بہرہ! والسلام!

اشعث بن قیس کا یہ خط معاویہ بن خدیج کے پاس پہنچا تو پڑھ کر نہایت ناراض ہوا اور معاویہ سے کہا مجھے تجھ پر غصہ آتا ہے کہ یہ سب رنج تیری بدولت پہنچا اور تو نے ہی یہ ملامتیں مجھے سنوائیں تو نے اشعث کو خط لکھوایا جس کے جواب میں ایسا کچھ جواب پایا۔

اس وقت عتبہ بن ابی سفیان موجود تھا بولا اشعث کو تحریر کے ذریعہ سے فریب نہیں دے سکتے۔ اور معاویہ بن خدیج نے جو چند باتیں پریشان یا بے ہودہ عبارت کاغذ کے پرزے پر لکھ کر بھیجی تھیں۔ اشعث ان سے دھوکا نہیں کھا سکتا تھا۔ یہ کام خط و کتابت کی نسبت بالمشافہ گفتگو سے بخوبی حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر حکم ہو تو میں اس سے جا کر ملوں اور اس معاملہ میں زبانی بات چیت کروں۔ عتبہ بڑا فصیح و بلیغ شخص تھا۔ سخن پردازی اور مطلب بر آری میں طاق تھا۔

معاویہ نے کہا بہت اچھا اب عتبہ سوار ہو کر جناب امیر المومنینؑ کے لشکر کی طرف چلا۔ قریب پہنچ کر ٹھہرا اور آواز دی کہ اشعث بن قیس کہاں ہے لوگوں نے اسے متنبہ کیا کہ عتبہ بن ابی سفیان آتا ہے۔ اور تجھے بلاتا ہے۔ اشعث نے کہا عتبہ عقلمند آدمی ہے اس سے ضرور ملنا چاہیے۔ دیکھیں وہ کیا کہتا ہے۔ اس کے بعد سوار ہو کر آیا اور برابر میں آ کھڑا ہوا۔ اور کہا اے عتبہ کس لیے آیا ہے اور مجھ سے کیا کام ہے۔ عتبہ نے کہا اگر میرا بھائی معاویہ علی ابن ابی طالب کے سرداروں میں سب سے برتر اور افضل ہے اور قبائل کندہ کا سردار اور پیشوا ہے نیز عثمان نے سابق ازیں تجھ پر بڑے بڑے الطاف و کرم اور انعامات مبذول کئے ہیں ماسوا علیؑ کے لشکر میں کوئی نامی سردار ایسا نہیں کہ جسے قتل عثمان سے لگاؤ نہ ہو۔ ہاں ایک تو ہے کہ اس حادثہ اور عظیم واقعہ سے بالکل بے لوث ہے تو نے قول و فعل کسی بھی طریق سے کوئی قصد یا ارادہ نہیں کیا۔

بلکہ تو ہر طرح سے جناب علی کے لشکر کے سرداروں اور امیروں سے جداگانہ اور ہزاروں درجہ بڑھ کر برتر و افضل ہے۔

اشتر نخعی عثمان کا خاص قاتل ہے اور عدی بن حاتم طائی اس گروہ میں سے ہے جس نے قتل عثمان کی ترغیب دلائی ہے۔ سعید بن قیس کے ہاتھ سے کوئی ایسا کام بن نہیں پڑا کہ کچھ کام آتا۔ شریح بن ہانی اور زجر بن قیس اپنی آرزوؤں اور خواہشوں کی پیروی میں مشغول ہیں۔ اور کسی کے کام سے کچھ واسطہ نہیں رکھتے۔ ہاں تیرا حال ان سب سے علیحدہ ہے تیرے حسن اخلاق اور محامد آفتاب سے زیادہ روشن ہیں۔ ہم نے اس معاملہ میں سب کچھ سوچا اور تمام نشیب و فراز پر غور کیا یہی خیال کیا کہ تیری سعی بغیر یہ عقدہ حل نہ ہو گا۔ اور خطرناک مہم محض تیری توجہ سے انجام پائے گی۔ اکثر انسان محض ناموری اور شہرت کے لیے بڑے بڑے کام کرتے ہیں۔ کہ عرصہ دراز تک خلق خدا میں ان کی نیک نامی کا چرچا باقی رہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ تو قوم کا شریک حال نہ بنے اور شہرت اور ناموری کی غرض سے شامیوں کے ساتھ یہ جنگ پیش نہ آئے۔ اور نہ عراق والوں کا ساتھ دے۔ اور زمانہ جاہلیت کی جمعیت کے ساتھ مسلمانوں سے معرکہ آرائی نہ ہو۔ ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ تو حضرت علیؑ کا ساتھ چھوڑ دے۔ اور یہ کہ معاویہ کی معاونت اختیار کر بلکہ یہ آرزو ہے کہ مسلمانوں کی بھلائی کو مدنظر رکھ کر ایسا طریقہ اختیار کر کہ جس سے یہ لڑائی بند ہو جائے۔ اور مسلمانوں کی خونریزی وقوع میں نہ آئے۔

عتبہ یہ باتیں کہہ چکا تو اشعث نے جواب دیا اے عتبہ جو کچھ تو نے کہا میں نے سنا خوب ہی بنا بنا کر باتیں کیں۔ تیرا یہ کہنا کہ اس لشکر میں سے کسی سے معاویہ ملاقات کرتا تو وہ تو ہوتا۔ بالکل لغو ہے۔ اگر معاویہ میرے پاس آتا تو میں اس کی ذرا تعظیم نہ کرتا اور اس کی ملاقات سے مجھے کوئی فخر حاصل نہ ہوتا اور یہ بات کہ میں اہل عراق کا سردار اور امیر ہوں اور قبیلہ کندہ کا امام جناب امیرالمومنینؑ کی موجودگی میں کسی شخص کو رتبہ سرداری و سروری اور مقام سیادت و مہتری کا سزاوار نہیں۔ یہ تمام اوصاف حضرت علیؑ کے لیے لائق و سزاوار ہیں۔

عثمان کے انعام و احسان کی بات کا جواب یہ ہے کہ میں نے تھوڑے دنوں اس کی خدمت کی اور اس نے مجھے ایک علاقہ کا امیر مقرر کر دیا تھا۔ جس سے مجھے کوئی شرف اور بزرگی حاصل نہیں ہوئی اور ہمارے لشکر کے نامور لوگوں کا جو تو نے ذکر کیا اور ہر ایک کو عیب لگایا اس کی وجہ سے تو میری نگاہوں میں حقیر ہو گیا۔ سرداروں کو عیبوں سے منسوب کرنا اور ان کی اخلاقی برائیوں کو مشہور کرنا بڑی نالائق حرکت ہے۔ اور اہل عراق کا حمایت کرنا اس لیے ہے کہ ہر شخص پر واجب اور لازم ہے کہ جس ملک یا موضع میں رہتا ہو وہاں کے باشندوں کی رعایت ملحوظ خاطر رکھے۔ ہاں کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا کہ جنگ موقوف ہو جائے اور خونریزی ظہور میں نہ آئے۔ اس کے لیے تم ہم سے زیادہ سزاوار ہو۔ تاہم میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ غور و فکر کروں گا۔

عتبہ کو اشعث نے لاجواب کر دیا۔ اور وہ مایوس اور خفیف ہو کر الٹا پھر گیا۔ اور معاویہ کے پاس پہنچ کر تمام کیفیت کہہ سنائی۔ معاویہ نے نعمان بن بشر کو بلا کر کہا۔ شاید معاملہ تیرے حسن تدبیر اور سعی سے طے ہو جائے اور پھر جنگ سے واسطہ نہ پڑے۔ سچ یہ ہے کہ جنگ کو بہت طول ہو گیا ہے اور انتہا درجہ کی خونریزی ہو چکی ہے۔

نعمان بن بشر نے کہا جیسا تو حکم دیتا ہے ویسا ہی میں عمل میں لاؤں گا اور سعی بلیغ کے ساتھ ان لوگوں سے جیسا مناسب ہو گا کہوں گا۔ یہ کہہ کر سوار ہوا اور علیؑ کے لشکر گاہ کی طرف چلا۔ قریب پہنچ کر ٹھہرا اور پوچھا قیس بن سعد بن عبادہ کہاں ہے۔ اس سے کہہ دو کہ نعمان بن بشر آیا اور تجھ سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔ قیس کو خبر ہوئی تو سوار ہو کر اس کے پاس آیا پوچھا اے نعمان کیا کہتا ہے۔ نعمان نے کہا جو شخص ایسے گروہ کو جو تیروں سے جنگ کرتا ہو بیچ میں پڑ کر جنگ سے روک دے اور اس گروہ کو جو گمراہی میں مبتلا ہو راہ راست کی ہدایت کرے گویا اس نے تمام جہان کا انصاف کیا ہو گا۔ اے انصاریو تم نے بڑی غلطی کی ہے کہ عثمان کو خستہ حالت میں چھوڑ دیا اور اس کے دوستوں اور مددگاروں کو جنگ جمل میں

قتل کر دیا۔ اور عثمان کو خستہ حالت میں چھوڑ دینے کے بعد تم علیؑ سے بیعت نہ کرتے اور اسے بھی بے یار و مددگار چھوڑ دیتے تو آسان امر تھا۔
مگر تم نے حق کو ذلیل کرکے چھوڑ دیا ہے اور باطل کی امداد کی ہے۔ اور اسی پر اکتفا نہ کرکے شامیوں پر بڑے بڑے ظلم کئے ہیں ان سے مقابلہ آرا ہو تم نے نامی دلیروں اور تجربہ کار بہادروں کو مار ڈالا ہے۔ باوجود اس کے اگر تم سے کوئی شخص مارا گیا جس سے علی کو رنج ہوا ہے تو تم اس کے پاس جا کر تسلی دیتے اور فتح و ظفر کا وعدہ کرتے ہو۔ اس وقت میں نے یہ دیکھ کر کہ ہم تم میں سے بے شمار آدمی کام آ چکے ہیں اور معاملہ حد سے تجاوز کر گیا ہے۔ واجب جانا کہ تجھ سے اس امر کو بیان کروں شاید تو کوئی تدبیر سوچے اور تمام قوم کی تباہی و بربادی سے پہلے اس خرابی کے دفیعہ میں کوشش کرے۔ والسلام!
قیس بن سعد بن عبادہ نے نعمان کی باتیں سن کر قہقہہ لگایا۔ اور کہا مجھے ذرا بھی اس بات کا گمان نہ تھا کہ تو ایسے کلمات زبان سے نکالے گا۔ عثمان کے بے یار و مددگار چھوڑ دینے کی یہ بات ہے کہ لوگوں نے ایسے شخص کو خستہ حالت میں چھوڑا ہے۔ جو تجھ سے اور تیرے باپ سے بہتر تھا۔ اور جنگ جمل کا واقعہ ایسا ہے کہ ہم ان سے اس وجہ سے لڑے کہ انہوں نے جناب امیر المومنینؑ سے بیعت کرکے بدعہدی کی اور بیعت توڑ کر مخالفت اختیار کی اس واسطے ان سے جنگ کرنا واجب ہو گیا تھا۔
رہا معاویہ! خدا کی قسم اگر تمام عرب بھی اس کی خلافت کے لیے بیعت کر لیتا تو انصار اس وقت تک بھی اس کی اطاعت اختیار نہ کرتے بلکہ اس سے بمقابلہ و بمقاتلہ پیش آتے اور موجودہ معرکہ آرائیوں کا یہ حال ہے کہ ہم جناب امیر المومنینؑ کی طرفداری میں جنگ کر رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ حضرت رسول خداؐ کے ہمرکاب ہو کر مشغول جہاد ہیں ہم چاہتے ہیں کہ اس جنگ کو برقرار رکھ کر اپنے چہرے تلواروں پر نثار کریں اور سینوں کو نیزوں کے مقابلے پر رکھیں۔ یہاں تک کہ حق اپنے مرکز پر آ ٹھہرے۔ ظهر من الله و هم كارهون
اے نعمان دیکھ کہ معاویہ کے ساتھ طلیق اور اعراب کے سوا کوئی نہیں ہے۔ مہاجر و انصار کہاں ہیں۔ وہ سب علی کی خدمت میں رہ کر جنگ کر رہے ہیں کیا معاویہ کے ساتھ ہیں وہ اور تم دونوں اور مسلمہ بن مخلدہ کو بھی اسلام میں سبقت حاصل نہیں۔ نہ باپ کی طرف سے نہ اولاد کی طرف سے۔ اور آج تو ہم پر حجت لاتا ہے۔ کیا تو نے اپنے باپ کی سنت اختیار کی ہے تیرے باپ نے بھی سقیفہ بنی ساعدہ میں اسی قسم کی باتیں کی تھیں اور اسی طرح کے بے ہودہ کلمات زبان سے نکالے تھے۔ جا میرے سامنے سے دور ہو جا تیری ایسی باتوں اور تجھ جیسے چچا زاد بھائی پر بھی لعنت ہے۔
نعمان قیس بن سعد سے یہ سخت سست کلمات سن کر نادم و شرمندہ الٹا پھرا اور بہ وقت واپسی کہتا جاتا تھا۔ میں ایسی ملامتوں اور اس طرح کی سخت سست باتوں کا سننے والا نہ تھا۔ میں نے بڑی غلطی کی کہ پسر سعد سے سوال و جواب کیا۔
قیس بھی واپس چلا آیا اور راہ میں کہتا تھا:

والراقصات بكل اشعث اغبر   حرض العيون يحثها الواكبات

ما ابن مخلد مغليا اسيا فنا   عمن يحاربه و الا لنعمان

خدمت امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ میں معاویہ کی ایک جماعت

دوسرے دن فوج نے جنگ کرنے کا ارادہ کیا مگر معاویہ نے اجازت نہ دی اور نہ لشکر کو مرتب کیا۔ بلکہ قریش میں سے عمرو بن عاص، عتبہ بن ابی سفیان، عبدالرحمن بن خالد بن ولید، ضحاک بن قیس، حبیب بن سلمہ وغیرہ کو چند سرداران شام

سمیت جناب امیر المومنینؑ کی خدمت میں بھیجا لشکر گاہ کے قریب پہنچ کر قاصد بھیجا اور اجازت چاہی۔ حضرت علیؑ نے انہیں طلب فرمایا انہوں نے حاضر ہو کر سلام کیا آپ نے جواب سلام دیا۔ اس وقت آپ کی مجلس میں اکثر مہاجر و انصار موجود تھے۔ آپ نے فرمایا اے اہل شام تم کس غرض سے آئے ہو اور کیا مطلب رکھتے ہو؟

عمرو عاص نے کہا اے ابو الحسنؑ بہتر یہ ہے کہ پہلے آپ ہی کچھ ارشاد فرمائیں کیونکہ آپ کو ہر امر میں سبقت حاصل ہے سب سے پہلے جو شخص خدا پر ایمان لایا اور جس نے واحدانیت کی پہلی گواہی دی اور محمدؐ کی نبوت کو سچا جانا وہ آپ ہی ہیں اور جس نے سب سے پہلے قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی وہ بھی آپ ہی ہیں ان سابقہ اور گزشتہ فضیلتوں اور اوصاف حمیدہ کے سبب اور کسی کو رتبہ میسر نہیں ہو سکتا کہ آپ سے پیشتر گفتگو کرے پس انسب و افضل یہی ہے کہ آنجناب ہی زبان اقدس سے کلام برکت التیام شروع فرمائیں۔

جناب امیر المومنین علیؑ نے فرمایا میں نے اپنی زندگی میں سب سے پہلے حمد و ثناء الٰہی میں زبان کھولی اور بولنا شروع کیا اور یہی ذکر جاری رہے گا اور امید کرتا ہوں کہ وقت وفات بھی ایسا ہی عمل میں آئے گا۔ اس لیے میں ابتداء میں حمد الٰہی جل شانہ بیان کرتا ہوں جس نے مجھے انواع اور اقسام کے انعامات و نعمتہائے حسنہ کرامت فرمائی ہیں اور میرے ہی لیے مخصوص کی ہیں۔ میں نے اپنی زبان کو ظاہر و باطن اور راحت و مصیبت میں ہمیشہ حمد و ثناء خالق کونین سے آشنا رکھا ہے۔ اور ہمیشہ رکھوں گا۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک اور ہر شے پر قادر ہے اس کا کوئی شریک یا مشیر مددگار نہیں۔ اس نے حضرت محمدؐ کو جو تمام نبیوں کے سردار ہیں برحق طور پر خلقت کے لیے بھیجا اور اہل عالم کے واسطے باعث رحمت و برکت فرمایا اور خاتم پیغمبران کیا۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی پیغمبری کے فرض کو باحسن ادا فرمایا اور جو کچھ امر الٰہی تھا سب خلقت کو سنا دیا۔ جملہ شرائط نبوت و رسالت بجا لائے۔ لوگوں کو راہ راست دکھلائی امت نے آپ کی ہدایت کے ذریعہ سے سعادت ابدی حاصل کی اور کفر و شرک کی تاریکیوں سے نکلے:

از خاک لالہ رست ز عکس جمال او — مہ سجدہ برد پیش رکاب کمال او
از شرق تا بہ غرب دم امتثال او — ہر دیدہ کہ دید خطے از مثال او

صلواۃ اللہ و سلامہ علیہ اس کے بعد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک کا ذکر کیا پھر دیگر خلفائے گزشتہ کے زمانہ کی آسائش و فتنہ و فساد کی طرف سے امن و امان ہونے کا اعلان فرمایا اور کہا جس وقت لوگوں نے عثمان کی مخالفت اختیار کی تھی میں نے ہر چند چاہا کہ آتش فساد بجھ جائے اور سعی کی کہ عثمان کو ان لوگوں کی ایذا سے محفوظ رکھیں۔ مگر عثمان نے غرض مند لوگوں کے بہکانے کے سبب اپنے نامناسب افعال سے روگردانی نہ کی اور وہ باتیں اختیار کیں جو قانون شریعت میں نہ تھیں بدکار لوگوں کے کہنے سننے پر چلتا تھا اور خیر خواہ دوستوں کی نصیحت پر ذرا توجہ نہ کرتا تھا۔ میں نے یہ دیکھ کر کہ یہ نصیحت کی بات نہیں سنتا خانہ نشینی اختیار کر لی۔

پھر لوگوں نے عثمان کو مار ڈالا۔ اس واقعہ کے متعلق نہ میں نے کوئی حکم دیا اور نہ کچھ ارادہ کیا تھا۔ جب لوگوں نے اسے مار ڈالا تو سب مل کر میرے پاس آئے کہ اب کچھ چارہ جوئی اختیار کرنی چاہیے۔ میں نہ چاہتا تھا کہ حضرت رسول خداؐ کے بعد ملت کے کسی کام میں شریک ہوں۔ مگر مہاجر و انصار نے متفق ہو کر مجبور کیا ناچار ان کی رضامندی مدنظر رکھنی پڑی اور وہ سب بہ خوشی خاطر میری اطاعت میں اس شرط پر داخل ہو گئے کہ میں کتاب الٰہی اور سنت جناب مصطفےٰؐ پر عمل در آمد کروں گا۔ آج یہی قرار ہے جو کل تھا۔ اور وہی بات کر رہا ہوں جو پیشتر کہی تھی جس شخص نے مجھے قبول کر کے میرے حکم کو مان لیا اور دائرہ اطاعت و بیعت کے اندر آ گیا اس نے سعادت حاصل کر لی اور ہر طرح کی نعمتوں سے بہرہ ور ہو گیا

اور جس نے انکار کیا اور خطا کاری و سرکشی پر مصر ہو بیٹھا وہ راہ راست سے دور جا پڑا اور جہالت و ضلالت سے ملحق ہو گیا۔
جناب امیرالمومنینؑ کے اس ارشاد کے بعد عمرو عاص نے تقریر شروع کی۔ حمد خدا کے بعد جناب رسول خداؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجا اور کہا اللہ تعالی عثمان کو بہشت کرامت فرمائے۔ اور جو کچھ اس پر ظلم ہوئے وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔ جناب رسول خداؐ کا بہترین صحابی تھا۔ حسب و نسب اور خاندان کے لحاظ سے بلند مرتبہ تھا۔ اور دامادی رسول خداؐ کا دوہرا شرف حاصل تھا۔ جس شخص نے قتل عثمان کی جرات کی اور ایسا بڑا گناہ جائز سمجھا اللہ تعالی اس سے جواب طلب کر کے اس کی سزا دے گا اور جو کچھ اس کے اعمال کے لائق ہو گا فرمائے گا۔ خدا کی قسم ہم علیؑ کے ان سابقہ اوصاف اور وسائل عالیہ سے خوب آگاہ ہیں جو آپ کو خدمت رسول خداؐ میں حاصل ہو چکے ہیں۔ ان سب کو اول سے آخر تک اور اہل عالم کی نسبت واضح اور بہتر طور پر جانتے ہیں۔
نیز آپ کے دوستوں مہاجروں اور انصار کے عالی مراتب اور اوصاف حمیدہ سے بھی ہم منکر نہیں ہیں اور کم و بیش ان سے واقف ہیں۔ اور ان کی بزرگیوں اور خوبیوں کو جانتے پہچانتے ہیں۔ پھر حضرت علیؑ کے فضائل اور مناقب اور حسن اخلاق و سیرت سے کب انکار ہو سکتا ہے:۔

فضائلے و مناقب کہ خاندانش داشت براں سپہر دلیل است آفتاب گواہ

علی ابن ابی طالبؑ کے مکارم حسنہ محتاج شرح و بیان نہیں۔ ہماری غرض اس جلسہ سے صرف اسی قدر ہے کہ کسی طرح یہ فساد مٹ جائے۔ اور مسلمانوں کی خونریزی نہ ہو' اس امر میں ہم نے غور و فکر کے بعد ایک تجویز سوچی ہے۔ ہم امیدوار ہیں وہ پسند فرمائی جائے اور توفیق الہی رفیق ہو کر ایسے طریق پر کہ طرفین راضی رہیں یہ کام انجام کو پہنچ جائے اور صلح و صفائی ہو جائے اس وقت شامی سردار اور عراق کے بزرگ خدمت حضرت علیؑ میں موجود ہیں اور سب خواہش مند ہیں کہ آج معاملہ طے ہو جائے۔ اور شرف سعادت سے صبح راحت کا ظہور ہو جائے۔ اگر اجازت ہو تو جو کچھ سوچ رکھا ہے اس سے کسی قدر خدمت بابرکت میں عرض کریں۔ اگر رائے عالی کے موافق ہو تو عین مراد بر آئے۔ ورنہ کسی اور طریق جو ازراہ مصلحت بہتر معلوم ہو اس آتش فساد کو بجھانا چاہیے۔
عمرو عاص کی اس گفتگو کے ختم کرنے پر جناب امیرالمومنین نے فرمایا چرب زبانی اور طول سخن کو چھوڑ کر وہ رائے پیش کر جو سوچ رکھی ہے۔ تاکہ اس کی برائی بھلائی پرکھی جائے۔ شرجیل بن سمط کندی بولا اے معارف عراق گواہ ہو کہ اللہ تعالی نے ہم میں انساب و ارحام و تعلقات کے ذریعے سے بہت سے حقوق قائم کر دیئے ہیں۔ جن کی رعایت واجب و لازم ہے۔ اے ابوالحسن ہمیں معلوم ہے کہ جناب رسول خداؐ کے ساتھ آپ کا سب سے اول اور اعلی درجہ کا تعلق ہے اور اللہ تعالی نے آپ کو بے اندازہ علم و حلم' شجاعت اور تجربہ کاری' بزرگی و عزت اور حسن سخاوت وغیرہ اوصاف عطا کیے ہیں۔ خدا خوب آگاہ ہے اور تم بھی جانتے ہو کہ ہم جہالت کی وجہ سے جنگ کر رہے ہیں اور ہزارہا خلقت بے فائدہ قتل ہو رہی ہے اور اگر ایک ہفتہ اور اسی طریق پر جاری رہی تو ہم میں سے کوئی گھر میں رہنے اور چراغ جلانے تک کو زندہ نہ رہے گا۔ اس لیے ہم نے سوچا ہے کہ ازراہ کرم نوازی عراق و حجاز کی طرف مراجعت فرمائیں اور ہم شام واپس چلے جائیں۔ اور اس جنگ سے دستبردار ہو جائیں کہ زیادہ مسلمانوں کا خون نہ بہے۔ اور عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہونے سے محفوظ رہیں۔ اور یہ فتنہ و فساد دور ہو کر راحت و امن قائم ہو۔ اللہ واقف ہے اور اسی کا علم کفایت کرتا ہے کہ میں نے یہ امر محض خدا کے واسطے اور طرفین کی درستی احوال اور بھلائی کی غرض سے کہا ہے اور حق ہمسائیگی کے خیال کے سوا

کوئی اور خواہش نہیں اور توفیق خدائے جل شانہ کی طرف سے ہے۔
جب شرجیل یہ کلمے کہہ چکا تو جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا۔ خدا کی قسم میں نے اس معاملے میں بہت کچھ غور و فکر کیا ہے' تمام پہلوؤں پر نظر ڈالی ہے' ہر ایک پس و پیش کو سوچا اور بڑی فکر سے اس معاملے کی ابتدا اور انجام کا اندازہ کیا ہے لیکن انجام کار یہی واضح ہوا کہ یا تو تم سے جنگ کی جائے یا پھر جو کچھ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر نازل ہوا ہے اس سے کافر ہونا پڑتا ہے۔ خدا کی قسم اگر اس واقعے کے متعلق میری جان بھی مسلمانوں پر قربان ہو جاتی اور ان کی خونریزی ظہور میں نہ آتی تو میں بخوشی گوارا کرتا اب مصلحت یہی ہے کہ تم معاویہ سے کہو دشمنی ترک کر کے جس امر پر مہاجر و انصار رضا مند ہیں وہ بھی رضا مند ہو جائے۔ اور میں خدا سے درخواست کرتا ہوں کہ حق کو باطل پر کرامت فرمائے خدا کی قسم مجھے صاف نظر آ رہا ہے کہ جو شخص معاویہ کا طرفدار ہو کر مجھ سے جنگ کر رہا ہے قیامت کے دن وہ آتش دوزخ میں جلے گا۔
شرجیل حضرت علی علیہ السلام کا یہ کلام سن کر کھڑا ہوا اور ساتھیوں سے کہا کیوں بیٹھے ہو کھڑے ہو جاؤ کہ ہم یہاں سے چلیں۔ یہ شخص کسی بات کو نہ مانے گا۔ اور ہمارے پاس اس کے واسطے بجز آب شمشیر کوئی اور شے نہیں۔ وہ لوگ اٹھ کر چلے گئے اور باہم کہتے تھے کہ جناب محمد مصطفےٰ کے خدا کی قسم تمام عرب ہلاک ہو گیا اور سب کے سب اسی فساد پر مر مٹیں گے اب اس غضبناک جنگ اور بے اندازہ مصیبت کا کوئی علاج نہیں۔
جب معاویہ کے پاس پہنچے تو جو کچھ جناب امیر المومنین علیہ السلام سے سنا تھا سب کہہ سنایا۔ معاویہ بہت گھبرایا اور بے قراری کے مارے رات بھر نہ سویا۔ اب دونوں لشکروں نے جنگ کی تیاری کی اور رات بھر کوئی آدمی نہ سویا۔ جناب امیر المومنینؑ نے بعد نماز عشاء یہ خطبہ پڑھا۔ اس خدائے جل جلالہ کے لیے حمد و ثناء زیبا ہے جس نے اپنے احکام اور تقدیری امور اور موت و حیات کو ایسا منضبط اور مضبوط قائم کیا ہے کہ کوئی فرد بشر اور کوئی مخلوق اس کے قاعدوں اور ظہورات میں کسی طرح بھی ذرہ بھر فرق یا نقصان نہیں کر سکتا' اگر وہ چاہتا تو عالم میں دو شخصوں کو بھی ایک دوسرے سے مخالفت نہ ہوتی۔ اور امت میں عداوت یا فساد نہ پڑتا نہ باطل امر حق سے انکار کرتا نہ بے ہودہ لوگ فاضلوں پر سبقت لے جانا چاہتے۔ **و لو شاء اللہ ما قتلوا و لکن اللہ یفعل ما یرید** یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو قتل وقوع میں نہ آتا اور لیکن اللہ تعالیٰ جو کچھ ارادہ کرتا ہے اسے ظہور میں لاتا اور ہمیں اسی خدا کا حکم محکم اور ارادۂ واثق یہاں پر لایا ہے اور اس بھنور میں پھنسایا ہے۔ ہم جس قدر سانس لے رہے ہیں اور قدم اٹھا اٹھا کر رکھ رہے ہیں اور کم و بیش کام کر رہے ہیں خواہ وہ خطرناک ہوں یا مامون وہ خدا ان سے آگاہ ہے بلکہ اس کا علم ہمارے ہر ایک وہم و گمان اور دلی خیالات اور ارادوں پر بھی محیط ہے۔ اگر اسے منظور نہ ہوتا تو بدافعال لوگوں کو سزا اور نیکوں کو نیک بدلا اسی جہان میں بھی دے دیتا۔ لیکن اس نے دنیا کو محض جائے افعال بنایا ہے اور آخرت کو جائے قرار۔ **لیجزی اسار بما عملوا او یجزی الذی احسنوا بالحسنی** یعنی بے شک برا بدلا دیتا ہے اس شخص کو جو برے کام کرتا ہے اور نیکو کاروں کو جزائے نیک عطا فرماتا ہے۔
آگاہ ہو کہ تمہیں کل اپنے دشمنوں سے جنگ کرنی ہو گی آج رات کو خدا کا ذکر کرتے رہو نمازیں پڑھو' قرآن کی تلاوت کرو اور خدا تعالیٰ سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگو۔ اور کل جس وقت جنگ کی طرف توجہ کرو کامل صبر و استقلال سے سعی کرو اور اسے موجب نجات و حسنات سمجھو۔ دیکھتے ہو کہ تمہارا اور تمہارے دشمن کا معاملہ کس حد تک پہنچ چکا ہے اور کہاں تک پہنچے گا۔ مہم کا اعتبار آخری نتیجہ پر منحصر ہوتا ہے اور جبکہ خاتمہ فتح کے ساتھ نہ ہو تو اچھی بات نہیں۔ تم نے شروع میں بڑی بڑی کوششیں اور ہمتیں کی ہیں لازم ہے کہ انجام کار کے وقت بھی کسی قسم کی سستی اور کاہلی کو پاس نہ آنے

دینا۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی اور حکم پر نظر رکھنا مقابل راہ باطل پر ہیں لیکن دیکھو پھر بھی وہ کس طرح سعی کر رہے ہیں۔ الحمد للہ کے تم حق پر ہو اور تمہاری سعی اور کوشش ان سے بہت زیادہ ہونی چاہیے۔ یاد رکھو کہ ہم کل علی الصباح جنگ کریں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور وہی سب سے بڑھ کر ہے جو حکم صادر فرمانے والا ہے۔

جب جناب امیر المومنینؑ نے یہ خطبہ پڑھا فوج والوں نے بخوشی تمام تیاریاں شروع کر دیں۔ اور انتظار کرتے تھے کہ کس وقت صبح نمودار ہو اور دن روشن ہو کہ معرکہ آرائی کریں سب کو یقین تھا کہ صبح کو سخت ترین جنگ ہو گی۔ جناب امیر المومنینؑ کے ہمراہیوں کی یہ کیفیت تھی کہ ایک متنفس نے بھی آنکھ نہ جھپکائی۔ دوسری طرف معاویہ اپنے لشکر سے کہہ رہا تھا اے شامیو تم کو سخت مہم سے سامنا پڑا ہے کیونکہ تمہیں اپنے بھائیوں ہی سے جنگ کرنی ہے۔ اس صورت میں جبکہ تم نے یہ جنگ چھیڑ دی ہے تو بالضرور اسے انجام تک پہنچانا لازم ہے۔ تمہیں تین کاموں میں سے ایک کام ضرور کرنا چاہیے یا یہ تصور کرو کہ تم یہ جنگ محض رضامندی خدا کے لیے کر رہے ہو۔ اور اس گروہ سے لڑتے ہو جس نے تم پر ظلم و ستم کئے ہیں یا سمجھو کہ ایک غیر ملک کی طاقت نے تمہارے دروازوں پر جماؤ کر لیا ہے اور چاہتے ہیں کہ تمہیں تمہارے وطن سے نکال دیں اور تمہارے گھر چھین لیں یا یہ خیال کر لو کہ ایک گروہ تمہارے زن و فرزند کی گرفتاری کے لیے آیا ہوا ہے بہرحال اپنے ننگ و ناموس کی حفاظت کے لیے اپنی اپنی جان لڑا دینی چاہیے۔

معاویہ کے ایک ساتھی نے یہ کلمے سنے: اور اس جنگ اور اس کے خطرہ کے متعلق یہ قطعہ کہا جس کے یہ چند شعر جو نہایت ہی فصیح اور اچھے ہیں درج ذیل ہیں:

الا لیت هذا اللیل اطبق سرمدا　　علینا و انالا نری بعده غدا

فان یک ایلے حسانا بصباحه　　و حنت الی برج الکواکب مصعدا

و اما نراری فی البلاد فلیس لی　　قرادو لوجاروت خابلق مبعدا

جدا و علی انه غیر مخلف به　　الدهر ما التی السلبون موعدا

فقد لابن هند ما الذی انت ضائع　　ان ثبت ام یدعون فی الحرب فعدوا

معاویہ اس قطعہ سے بہت برافروختہ ہوا اور چاہا کہ اس شاعر کو مروا ڈالے اور کہا اللہ اسے ہلاک کرے جہاں بھاگ کر جائے گا میں اسے قتل کروں گا۔ شاعر نے اس کا یہ ارادہ سن کر بوقت شب فرار کیا اور خدمت امیر المومنینؑ میں آ حاضر ہوا۔ اور ملتجی حفاظت ہو کر تمام کیفیت عرض کی پھر آپ کے زیر سایہ امن میں ہو بیٹھا۔ معاویہ آج رات بھر بہت ہی مضطرب اور غمگین رہا اور اس معرکہ سے بد دل ہو گیا ہمت ہار بیٹھا لیکن پھر اپنے دل کو تسلی دی اور اللہ تعالیٰ کی مرضی و منشاء پر مکتفی ہو کر جنگ کی تیاری شروع کی۔ جب سورج نکلا اہل لشکر میں زیادہ بے تابی پھیلی کیونکہ ہر ایک کو یہی خیال تھا کہ آج کی جنگ بڑی ہیبت ناک ہو گی اور بہادر لوگ جان توڑ کر جنگ کریں گے۔

اب تمام جوانان لشکر بعجلت تمام جنگ کی تیاری میں مصروف ہوئے اور منتظر صدور فرمان روز روشن ہوتے ہی طرفین کی صفیں درست ہو گئیں۔ اور ہر شخص نے جنگ کی پوری تیاری کر لی۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زرہ طلب کر کے زیب بدن فرمائی اور آنحضرتؐ کی شمشیر حمائل کر کے جناب رسول خداؐ کی دستار سر پر باندھی اور انہیؐ کی سواری کے مرکب پر سوار ہو کر دونوں لشکروں کے درمیان تشریف لا کر کھڑے ہوئے اور بہ آواز بلند فرمایا اے لوگو اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو خدا کے ہاتھ فروخت کرنا چاہتا ہے تو وہ آج ہی کا دن ہے

کیونکہ یہ دن مدتوں یادگار رہے گا مجھے اسی خدا کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر یہ لوگ دین کی حدود کو ضائع نہ کرتے اور حقوق کے باطل کرنے میں ساعی نہ ہوتے اور ظالم گروہ سرکشی کے ساتھ ظہور نہ کرتے اور شیطان وسوسہ اور فساد برپا نہ کرتا اور یہ لوگ ازراہ کفر و گناہ اور اخفائے حقوق و نعم رب العزت سے سرکشی نہ کرتے تو میں ہرگز ہرگز اس میدان میں قدم نہ رکھتا اور اپنے آرام و راحت پر اس جنگ و جدل کو ترجیح نہ دیتا لیکن کیا کروں یہ امر نہایت ضروری تھا کہ اس گمراہ جماعت کو راہ راست پر لاؤں اور انہیں سچے راستے پر چلنے اور دینی طریقوں کے برتنے کی ہدایت کروں جبکہ معاملہ اس درجہ تک پہنچ چکا ہے تو سوائے جنگ کے کوئی چارہ نہیں۔

الغرض یہ کہ عورتوں کے ہاتھوں کا رنگ مہندی ہے اور مردوں کا خضاب خون ہے۔ اور تمام امور میں سب سے افضل صبر ہے۔ خاص کر میدان جنگ میں نکل کر سستی اور کاہلی سے کسی شخص نے ناموری حاصل نہیں کی۔ اور انہی دو خصلتوں سے بد نصیبی اور مایوسی حاصل ہوتی ہے۔ اقبال اور نصیب محنت و مشقت کے ساتھ ہے۔ اور صبر و نفرت باہم ملحق ہیں اور ثابت قدمی اور استقلال سے مشکل کام آسان ہو جاتے ہیں۔ اگر آج گرد و غبار زبان کے ذائقہ کو تلخ کر دے گا تو کل فتح مندی منہ میٹھا کر دے گی۔ یاد رکھو کہ ان لوگوں کے دلوں میں ابھی تک جنگ احد اور بدر کا کینہ باقی ہے اور معاویہ کے دل میں جو زمانہ جاہلیت کا عناد بیٹھا ہوا ہے وہ آج اسے کار آمد کرنا چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ اپنے دل کے قدیمی اور دیرینہ زخموں اور رنجوں کا آج مداوا کرے۔ اور اپنی دلی مراد بر لائے۔ **فقاتلوا ائمۃ الکفر انھم لا ایمان لھم لعلھم ینتھون**
عراق اور حجاز کے نامور مہاجر و انصار نے کہا یا امیر المومنین علیہ السلام ہم آج تک یقین کامل اور عقل سلیم کی بدولت آپ کی رضامندی کے لیے ان لوگوں سے جنگ کر رہے تھے۔ اور جبکہ عمار یاسر آپ کی طرف سے معاویہ کے لشکر کے ہاتھوں سے شہید ہو گیا تو اگر کوئی قدرے قلیل شبہ تھا تو وہ جاتا رہا۔ اور ہم پر صاف ظاہر ہو گیا ہے کہ یہ لوگ باغی ہیں اور ہمارا خیال و یقین آپ کی جانب کامل اور خدمت متابعت کے لیے زیادہ مستحکم ہو گیا ہے اور ہم سب آپ کے سامنے موجود ہیں اور زبانوں سے آپ کے ساتھ عہد کر لیا ہے اور خدمت گزاری اور فرمانبرداری کے لیے کمریں کس رکھی ہیں۔ آپ اطمینان سے پیشوا بنیں اور ہم آپ کی پیروی کریں گے۔ اور مشکل سے مشکل کام کے لیے آپ ارشاد فرمائیں کہ اسے ہم فرمانبرداری سے انجام دیں۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے یہ کلمات سن کر ان کی تعریف و تحسین کی اور مرکب بڑھایا۔ اور عراق و حجاز کے دس ہزار مسلح سواروں نے شمشیر آبدار کھینچ کر آپ کی متابعت میں باگیں اٹھائیں۔ حضرت علی رجز خوانی فرماتے جاتے تھے اور عدی بن حاتم طائی عقب پر تھا۔ جب معاویہ کے لشکر کے متصل پہنچا جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا میں حملہ کروں گا اور تم دس ہزار سوار مرے ساتھ ہی اس طرح حملہ کرنا کہ ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہونے پاؤ۔ اور تمہارا حملہ محض ایک شخص کے حملے جیسا ہونا چاہیے۔ یہ فرما کر آپ نے حملہ کیا اور ان دس ہزار سواروں نے بھی آپ کا ساتھ دیا۔ اور ایک بارگی لشکر معاویہ پر ٹوٹ پڑے اور اس کے لشکر کی صفوں میں سے ایک صف کو بھی درہم برہم کئے بغیر نہ چھوڑا۔ اور اس قدر آدمی قتل کئے کہ گھوڑوں کے اگلے پچھلے پاؤں خون سے رنگین ہو گئے۔ اب معاویہ کا لشکر ٹھنڈا پڑ گیا۔ ذرا بھی طاقت جنبش و حرکت نہ تھی۔ معاویہ نے عمرو عاص سے مخاطب ہو کر کہا اے ابا عبداللہ صبر کا وقت ہے تاکہ کل کے دن فخر کر سکیں۔

عمرو نے کہا تو سچ کہتا ہے ۔ لیکن آج موت حق اور زندگی باطل ہے۔ اگر علیؑ نے اسی طرح ایک اور حملہ کر دیا تو ہم سب اور سارا لشکر فنا ہو جائے گا۔

اشتر نخعی اپنے چچا زاد بھائیوں اور رشتہ داروں سے مخاطب ہو کر کہہ رہا تھا۔ اے آل مذحج اگرچہ تم نے دانتوں سے پتھر پکڑ لیا ہے مگر خدا تعالیٰ کی خوشنودی ابھی تک حاصل نہیں کی۔ کیونکہ دشمنوں میں ابھی تک آثار ہراس و کاہلی نمایاں نہیں ہوئے تم مرد میدان ہو پستان شجاعت سے تم نے دودھ پی رکھا ہے اور جنگ و جدل میں پرورش پائی ہے۔ اے بہادر اور جری سوارو! اور دلاورو! تم کہاں ہو آج ہی کا دن شجاعت کا ہے کوشش کرو کہ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرو یہ کہہ کر حملہ کیا اور اس کے عزیزان قبائل مذحج نے بھی اس کے ہمراہ حملہ کر دیا۔

شامی ان کے حملہ کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ آج اشتر ایک بڑے قدر آور سیاہ گھوڑے پر سوار تھا۔ ایسا تیز رفتار کہ سموں کی آہٹ تک نہ ہوتی تھی۔ اور یمانی شمشیر ہاتھ میں تھی۔ اس کی حرکت کے ساتھ ہی لوگوں کو یہ گمان ہوتا تھا کہ یہ جلتا ہوا انگارا ہے اور ہاتھ کے بلند ہونے کے وقت اس کی چمک سے آنکھیں چندھیا جاتی تھیں۔ وہ گھوڑا پیہم حملے کر رہا تھا اور وہ تلوار تھی کہ برابر قطع و برید کر رہی تھی۔ نہ خود اس کو تکان معلوم ہوتا تھا نہ مرکب ہی تھکتا تھا۔ نہ اس تلوار میں بل آتا تھا۔ اتنی شمشیر بازی کے بعد اس نے تلوار کو نیام میں رکھ کر نیزہ سنبھالا اور زیادہ شدید حملے کر کے شامیوں کو قتل کرنے لگا۔ آخر کار اس کا نیزہ ٹوٹ گیا۔ اور وہ رک کر رجز پڑھنے لگا۔ جناب امیرالمومنین علیہ السلام کے طرفداروں میں سے ایک شخص نے دیکھ کر کہا اللہ تعالیٰ اس شخص کا مددگار ہو جیو۔ اگر یہ شخص خالص نیت اور اعتقاد واثق سے جنگ کر رہا ہو۔ لیکن مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ محض دکھانے اور نمونہ کے لیے ایسا کر رہا ہے اور رضا مندی خدا کی بجائے خلقت کی زبان سے تعریفوں اور بھلائیوں کا آرزو مند ہے۔ اشتر یہ بات سن کر غضبناک ہوا اور کہا:

ایها الجاهل المسی الظن　　　مثل بحرر فیه الظنون

بست ممن باع الهدی سهواه　　　ان من باع دینه مغبون

وہ شخص اشتر کا یہ شعر سن کر شرمندہ ہوا اور کہا:

صابت ظنونی فی رجال کثیرة　　　و اخطاظنی فی الاشتر المالک

و ما کان فیما قلت اثم و انما　　　توصیته ان لا اعود لذالک

غرض یہ جنگ اسی طرح جاری رہی یہاں تک کہ آفتاب نصف النہار سے گزر گیا اور نماز ظہر کا وقت جاتا رہا نمازیں بھی قضا ہو گئیں۔ جناب امیرالمومنینؑ نے عین کارزار کے وقت انصار کو آواز دے کر کہا آج کے دن جنگ سے منہ موڑنا دین سے پھر جانا ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی۔

قل عز من قائل و لنبلونکم حتی نعلم المجاهدین منکم و الصابرین و نبلوا اخبارکم اگر بہشت کی طلب اور خدا کی رضا مندی درکار ہو تو سستی و درنگ نہ کرو بلکہ سعی و کوشش عمل میں لاؤ۔

سب سے پہلے جس نے یہ سن کر حملہ کیا ابو الہیثم بن التیہان تھا رجز خواں ہو کر پیہم حملے کرتا اور لڑتا تھا آخر قتل ہو گیا۔ رحمتہ اللہ علیہ۔ ایک انصاری عورت نے اس کا بہت اچھا مرثیہ کہا:

منع الیوم ان اذوق الرقاد　　　مالک قد مضی و کان عناد

یا باالهیثم بن تیها الی ضرت　　　اللهم سعید نا و سنا

اصبحوا غرضته لکله عقاب　　　رحم الله تلکم الا جادا

اس کے بعد خزیمہ بن ثابت ذو شہادتین نے رجز پڑھی اور حملہ کر کے معاویہ کے لشکر کے کئی آدمی قتل کئے۔ پھر شہید ہوا

اس کا مرثیہ اس کی بیٹی ہنیعہ نے کہا:۔

عینُ جودی علی حنیمہ بالدمع　قتیل الاحزاب یوم الفرات

قتلوا ذا الشہادتین عیانا　ادرک اللہ سنہم بالبراب

لعن اللہ معشر اقتلوہ　و رما ھم بالخزی و الاناث

پھر ابو خالد انصاری کے دونوں بیٹے خالد اور خلدہ نے میدان جنگ کی راہ لی۔ خالد حملہ کرتا ہوا یہ کہتا تھا:

ھذا علی و الھدی یقودہ　من خیر عبدان قریش عردہ

اور بر وقت حملہ خلدہ کی زبان پر جاری تھا:

ھذا علی و الھدی اسامہ　ھذا الذی ثبتنا نداہ

دونوں نے بڑھ چڑھ کر حملے کئے اور لشکر معاویہ کے چالیس بہادر قتل کر ڈالے آخر کار جام شہادت نوش کیا۔ یہ دیکھ کر اشتر رو دیا۔

جناب امیر المومنینؑ نے دیکھ کر فرمایا اللہ تجھے نہ رلائے کیوں روتا ہے؟ اشتر نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ بہت سے آدمی آپ کی خدمت گزاری میں قتل ہو ہو کر درجہ شہادت حاصل کر رہے ہیں اور میں زندہ اور سعادت شہادت سے ابھی تک محروم ہوں۔ اسی سبب سے رو رہا ہوں۔ حضرت علیؑ نے نوازش فرما کر تعریف کی اور خوش خبری دے کر یہ اشعار فرمائے۔

ای یومیک من الموت لفر　یوم لم تقلر ام یوم قلر

یوم لا بعد و لا نحش الردی　و عن المقدور و لا یغنی الحذر

اب جو لوگ آپ کی خدمت میں حاضر تھے انہوں نے دیکھا کہ معاویہ کا کچھ لشکر ایک بلندی پر موجود ہے۔ بڑی چستی سے حملہ کیا اور انہیں وہاں سے ہٹا کر اکثروں کو قتل کر دیا۔

سعد بن قابل عجلی نے اس حال کو یوں نظم کیا ہے:

لست انسی مقام عنان باللیل　و لو غشی ما اظل الغمام

القصہ لڑائی اسی شدت کے ساتھ جاری رہی۔ سواروں نے پیدل ہو کر اور گھٹنے ٹیک ٹیک کر ایک دوسرے کے منہ پر شمشیر زنی کی اور جھنڈے زمین پر پڑے تھے اور اس قدر گرد و غبار اٹھا ہوا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ نمازیں بھی قضا ہو گئیں۔ کسی کو اتنی مہلت نہ تھی کہ نماز پڑھتا صرف اشاروں اور تکبیروں سے ارکان نماز ادا کر رہے تھے۔ ہر شخص حرب و ضرب میں سعی بلیغ کر رہا تھا اور معاویہ کا لشکر بھی ثابت قدمی کے ساتھ جان لڑا رہا تھا یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ اور لڑائی بدستور جاری رہی بہادر قتل و قمع کر رہے تھے یہاں تک نوبت آ پہنچی کہ ہاتھوں سے پکڑتے اور دانتوں سے کاٹتے تھے۔ جناب امیر المومنینؑ کبھی جنگ کرتے اور کبھی جانب آسمان سر اٹھا کر دیکھتے اور یہ دعا پڑھتے۔

یا اللہ یا رحمن یا احد یا صمد یا اللہ یا مرسل محمد اللھم الیک نقلت الا قدام و افضلت القلوب و رفعت الا یدی و امتدت الا عناق و شخصت الابصار و طلبت الحوائج انا تشکر الیک غیبتہ نبینا صلی اللہ علیہ والہ و کثیرۃ عبدنا و تشتت اھوائنا ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین

یعنی اے اللہ اور یکتا اور پاک اللہ جہاں کے پیدا کرنے والے اور جناب محمد مصطفیٰؐ کے بھیجنے والے خدا سے پناہ چاہنے والے تجھ سے پناہ چاہتے ہیں اور تیری ہی طرف دل جھکتے اور ہاتھ بلند ہوتے ہیں گردنیں تیری طرف اٹھتی ہیں اور آنکھیں تیری طرف امید کی نگاہوں سے تکتی ہیں۔ تجھی سے آرزو طلب کی جاتی ہیں۔ بے شک ہم تیری ہی جناب میں

شکایت کرتے ہیں کہ ہم سے ہمارا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیحدہ ہو گیا اور ہمارے دشمن بے شمار ہو گئے ہیں اور ہمارے پریشان کرنے والوں کی تعداد بڑھ گئی ہے۔ اے خدا تعالیٰ ہمارے کاموں کو حل فرما اور ہم میں اور اس قوم میں حق کو ظاہر کر تو سب سے بہتر کار ساز ہے۔ اس کے بعد لشکر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

سیرو اعلی بوکت اللہ یعنی خدا کے فضل و بھروسہ پر حملہ کرو۔ پھر فرمایا لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر کلمتہ التقوی۔

اب جناب امیر المومنین علیہ السلام نے شیر غضبناک کی طرح اسی تاریکی شب میں لشکر معاویہ پر حملہ کیا۔ آپ کے ساتھی پس پشت حملہ آور تھے جس وقت حضرت علیؑ کسی شامی کو اپنے ہاتھ سے قتل کرتے تھے تو زبان مبارک سے تکبیر فرماتے تھے۔

ابو محمد احمد بن اعثم کوفی کا بیان ہے کہ اس شب جناب امیرؑ کی پانچ سو تیئس تکبیریں شمار میں آئیں۔ ہر تکبیر پر آپؑ نے ایک شامی قتل کیا تھا۔

شام کے بزرگ لوگ آج شب کو عین ہنگامہ کارزاری میں زاری کناں تھے اور فریاد کرتے تھے کہ خدا سے ڈرو اور ان تھوڑے سے باقی ماندہ آدمیوں کو جو ہزار ہا میں سے باقی رہے گئے ہیں چھوڑ دو۔ ان کی بیوی بچوں پر رحم کرو اب تو جنگ سے باز آؤ مگر کوئی نتیجہ نہ نکلتا تھا تمام رات اسی طرح جنگ رہی۔ سورج نکل آیا تب بھی وہ خونریز جنگ جاری تھی۔

اب سورج نکل آیا مگر وہ آتش جنگ ذرا کم نہ ہوئی۔ بہادر جوان پیہم حملے کرتے اور خون بہاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ بعض معتبر اشخاص نے اس رات اور دن کے کشتوں کا شمار کیا تو طرفین کے چھتیس ہزار آدمی کام آئے۔ ابھی جنگ جاری تھی۔

معاویہ نے یہ دیکھ کر عمرو عاص سے کہا تو نے جو تدبیریں سوچ رکھی تھیں وہ کہاں ہیں اب ان کا وقت ہے کہ کسی تدبیر سے علیؑ کی جماعت اور کام میں خلل ڈالے ورنہ ہم سب مارے گئے اور لشکر شام میں سے ایک شخص بھی زندہ نہ بچے گا۔ جو اسلحہ ہی اٹھا لے جائے۔

عمرو نے حکم دیا کہ خیموں میں جس قدر قرآن شریف ہیں انہیں نیزوں پر باندھ کر لشکر علیؑ کے سامنے بلند کریں اور بلند آواز سے کہیں اے مسلمانو! اگر تم مسلمان ہو تو ان قرآنوں کو دیکھ کر جو ہم نے نیزوں کی نوکوں پر لٹکا رکھے ہیں تامل کرو۔ یہ کلام الٰہی اور وحی منزل ہے۔ ہم اس پر ایمان لائے ہوئے ہیں اور اسی کے مطابق تم سے پیش آتے ہیں اگر تم بھی مسلمان ہو اور خدا کو پہچانتے ہو اور قرآن شریف پر عمل پیرا ہو تو اسی قرآن کے مطابق تم بھی ہم سے سلوک کرو۔ اے معاویہ یہ وہ حیلہ ہے جو ایسے ہی موقع کے لیے رکھ چھوڑا تھا میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے منشا اور مرضی کے مطابق کام بن جائے گا۔

ماسوا اس کے ہم نے اشعث بن قیس اور کچھ ایسے ہی بہادران لشکر علیؑ کو فریب دے کر ڈگمگا دیا ہے اور وہ ایسے ہی حیلے کے منتظر ہیں۔ یقیناً جس وقت قرآن نیزہ کی نوکوں پر بلند ہوں گے لشکر علی علیہ السلام کا ایک آدمی بھی جنگ کے لیے آگے نہ بڑھے گا۔ اور جنگ رک جائے گی۔

شامیوں نے اس بات کو بہت پسند کیا۔ فی الفور قرآن شریف اٹھا لائے اور نیزوں کے سروں پر لٹکائے بعض نے کلام الٰہی کے بجائے صرف اینٹیں ہی باندھ لیں اور بعض نے جلد بازی میں ایسا کیا کہ قرآن شریف کو نیزوں کی انیوں میں پرو کر بلند کیا۔

غرض سب کچھ کر کے غوغا کرتے تھے اور کہتے تھے اے علیؑ ہمارے ساتھ قرآن شریف کے مطابق عمل کر اور ان چند باقی ماندہ مسلمانوں کو چھوڑ دے۔ اس کے بعد عثمان کا لکھا ہوا قرآن شریف لائے اور اس کو چار نیزوں کی نوکوں پر باندھ کر

جناب امیرؑ کے سامنے لائے اور با آواز بلند کہا اے عراق والو یہ جل شانہ کا کلام ہے۔ جو احکام اوامر و نواہی اس کتاب میں درج ہیں ہم ان پر رضا مند ہیں۔ اور انہی کے مطابق تم سے پیش آتے ہیں۔ ہم اس کے فرضوں سنتوں اور لوازم شرائط کو عمل میں لاتے ہیں۔ اگر تم بھی صاحب ایمان ہو تو اس کلام الٰہی کا اقرار کرنا اور اس کے مطابق ہم سے سلوک کرنا لازم ہے ہماری عورتوں' بچوں اور باقی ماندہ جوانوں پر رحم کرو۔ جس وقت عمرو عاص کا یہ حیلہ ظاہر ہوا اور اشعث نے جو اس منصوبہ سے آگاہ اور منتظر وقت تھا قرآن شریفوں کو بر سر نیزہ دیکھا تو جناب امیر کی خدمت میں دوڑا آیا اور کہا اب کوئی عذر باقی نہیں رہا آپ ہر روز کہتے تھے کہ میں ان کے ساتھ کتاب خدا اور سنت جناب رسول خداؐ کے مطابق کام کرتا ہوں اب وہ بھی کہتے ہیں اور قرآن شریف لا کر جیسا آپ سن رہے ہیں آواز دے رہے ہیں آپ بھی ان کو قبول فرمائیں۔ اور ان باتوں کو عمل میں لائیں ورنہ ہم آپ کا ساتھ نہ دیں گے اور آپ کے حکم سے ایک خالی تیر تک دشمنوں کی طرف نہ پھینکیں گے۔ جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا تم مجھ سے کہتے ہو کہ کتاب خدا کے مطابق ہم سے برتاؤ کیا کرو' کیا میں ہمیشہ سے اسی بات کو نہیں کہہ رہا ہوں اب جو ان لوگوں نے دیکھ لیا ہے کہ ہمیں فتح حاصل ہو رہی ہے اور وہ اپنی شکست سے مطلع ہو گئے ہیں اس لیے حیلہ کھڑا کیا ہے اور چاہتے ہیں کہ اس بہانہ سے ہمیں پسپا کر دیں۔ اور اپنی جانیں بچالیں۔ اے اشعث ہرگز اس فریب میں نہ آنا اور معاملہ کو مکر اور دغا سمجھنا حسب معمول مصروف جنگ رہو کہ فتح قریب ہے۔

لطف پروردگار جل شانہ سے ابھی نسیم ظفر چلا چاہتی ہے۔ دم بھر اور خاموش رہ کر اس بات سے باز آ تجھ جیسے سرداران قوم کی زبان سے ایسے کلمات کا نکلنا اوروں کو بھی وسوسہ میں مبتلا کر دے گا اور وہ بھی کہنے لگیں گے۔

اشعث نے کہا پناہ بخدا میں تو کبھی اس فعل سے راضی نہ ہوں گا ایک گروہ تو ہمیں کتاب خدا اور سنت رسول خداؐ کی طرف بلائے اور ہم نہ مانیں بلکہ ان پر تلواریں کھینچ کر جنگ کریں اور اگر اس امر میں آپ کو کسی قسم کا تردد واقع ہو تو مجھے اجازت دیجئے کہ معاویہ سے مل کر اصل کیفیت دریافت کروں۔

جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا جو صحیح صحیح حال ہے اور ان لوگوں کا مکر و فریب مجھے معلوم ہے میں نے اس سے تجھے آگاہ کر دیا ہے آئندہ تجھے اختیار ہے۔

اشعث معاویہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور قریب پہنچ کر پوچھا اے معاویہ قرآن شریف نیزوں پر کس لیے لٹکائے ہیں اس نے کہا اس لیے کہ ہم اور تم قرآن شریف کے احکام مندرجہ کے مطابق باہم صلح اور اتفاق پیدا کریں اور ان تمام مضامین الٰہی کے مطابق عمل در آمد کریں۔

اشعث نے کہا درست ہے اس کے بعد پلٹ کر خدمت جناب امیر المومنینؑ میں حاضر ہوا۔ معاویہ کی گفتگو عرض کی پھر ایک شامی ابلق گھوڑے پر سوار اور کھلا ہوا قرآن شریف ہاتھوں پر لیے دونوں صفوں کے بیچ آ کھڑا ہوا۔

اور بہ آواز بلند کہا اے لوگو سنو! پھر یہ آیات پڑھیں:

الم تر الی الذین او تو ا نصیبا من الکتاب اللہ لیحکم بینھم ثم یتولی فریق منھم و ھم معرضون و ان یکن لھم الحق یاتو الیہ مذعنین افی قلوبھم مرض ام الی تابوا ام یخافون ان یحیف اللہ علیھم و رسولہ اولئک ھم الظالمون و اطعنا و اولئک ھم المفلحون

جن کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ ایک گروہ ہے جسے کتاب الٰہی کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ اس کے مندرجہ احکام کے مطابق ان کے ساتھ برتاؤ کیا جائے۔ مگر وہ انکار کرتے ہیں اور احکام الٰہی کو قبول نہیں کرتے اور شامی کا مدعا یہ تھا کہ اس

مضمون کو لشکر جناب امیر المومنین علیہ السلام کی طرف عائد کرے۔

غرض جس وقت شامیوں نے نیزوں پر قرآن لٹکائے اشعث ان کے فریب اور دھوکہ میں آکر راہ راست سے پھر گیا۔ لشکر امیر المومنینؑ میں ان باتوں کا چرچا ہونے لگا۔ ہر شخص اپنی سی کہتا تھا، اسی طرح رایوں میں اختلاف واقع ہو گیا۔ کوئی کہتا تھا ہمیں خدا کی طرف بلاتے ہیں قبول کر لینا چاہیے۔ اور کوئی یہ کہتا تھا کہ ان لڑائیوں سے تنگ آ گئے ہیں اور ہمارے بہت سے بہادر ہلاک ہو چکے ہیں آج مخلصی کی نوبت آ پہنچی ہے ہمیں اس پر عمل کرنا چاہیے تاکہ باقی آدمی ہلاک نہ ہو جائیں۔

الغرض ہر شخص اپنی اپنی کہتا تھا۔ اسی اثناء میں سفیان بن ثوری الکری نے کھڑے ہو کر کہا اے اہل عراق ہم شامیوں سے اس لیے لڑ رہے تھے کہ انہیں کتاب الہیٰ کی طرف متوجہ کریں اور وہ انکار کرتے تھے آج وہ ہمیں اسی کتاب خدا کی طرف بلاتے ہیں پھر ہم کب انکار کر سکتے ہیں۔ اگر ہم انکار کریں گے تو ان سے ہم کو جنگ کرنا برحق ہو جائے گا۔ جیسا کہ کل تک ہمیں ان کے ساتھ لڑنا حلال تھا اور علی ابن ابی طالبؑ اس بات کو نہیں چاہتے اور جس امر کو شامی چاہتے ہیں اس کی ذرا پرواہ نہیں کرتے محض اپنے کام کی دھن میں مصروف ہیں۔ لڑنے کے لیے حکم دیتے ہیں اب ہم جنگ نہ کریں۔ ہمارے تمام بہادر ہلاک ہو چکے ہیں۔ مصلحت یہی ہے کہ اب صلح اور صفائی ہو جائے۔

پھر کردوس بن ہانی اسکری کھڑا ہو گیا اور بولا کہ ہم نے معاویہ سے بیزاری اختیار کی ہے اور یقین کامل ہے کہ ہمارے کشتے شہید ہیں اور ہمارے زندہ مرد آتش دوزخ سے بری ہیں اور علیؑ راہ حق اور طریق نیک پر ہیں۔ ان معاملات میں انصاف ہی کی بات کہوں گا اور جو شخص راہ حق پر ہو گا وہ ضرور منصف ہو گا۔ ان تمام امور میں زیادہ قیل و قال کی ضرورت نہیں۔ علیؑ راہ حق ہے جس شخص نے علیؑ کا ساتھ دیا اس نے مخلصی پائی اور جو مخالف ہوا وہ ہلاک ہوا۔ میرا تو یہی اعتقاد ہے۔

اس کے بعد خالد بن معمر دوسی نے اٹھ کر کہا اے امیر المومنین ہم اس لیے خاموش ہیں کہ ہم سے بڑھ کر اور لوگوں میں طاقت گویائی ہے بلکہ ہماری طبیعتوں میں بھی جوش و خروش موجود ہے۔ ہم بہت کم گفتگو کرتے ہیں کہ قدر سخن نہ جائے اب تک ہم اس خیال میں تھے کہ جب مدعا حاصل ہے اور ہم حق پر ہیں اور آپ کی خدمت اور متابعت کے سبب ہمیں تمام سعادتیں حاصل ہیں تو بے فائدہ بولنے کی کیا ضرورت ہے۔

مگر اب بعض آدمی اپنی فصاحت کا استعمال کرنے لگے ہیں۔ اور ہم سے بڑھ کر چلنا چاہتے ہیں تو لازم ہوا کہ ہم بھی کچھ زبان کھولیں خلاصہ یہ کہ صائب رائے وہی ہے جو آپ کی رائے ہے۔ اگر آپ مصلحت سمجھیں تو ان لوگوں کی بات جنہوں نے نیزوں پر قرآن شریف باندھ رکھے ہیں اور ہمیں احکام خدا کی طرف ہدایت کرتے ہیں منظور فرمالیں اور اگر آپ یہ جانتے ہیں کہ یہ ان کا مکر و فریب ہے، اور وہ اس دغا بازی سے آپ کے پنجہ سے رہا ہونا چاہتے ہیں تو آپ کچھ فکر نہ فرمائیں بدستور اپنے کام میں مصروف رہیں ہمیں آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں کچھ پس و پیش نہیں ہے۔

پھر حصین بن منذر نے جو عمر میں اس سے بہت کم تھا کہا اے لوگو آگاہ رہو کہ اس دین کی بنیاد تسلیم و رضا پر ہے اور امور شرع میں خیالات اور قیاس کو دخل نہ دو آئین دین کو شک و شبہ سے خراب نہ کرو۔ اور یقین جانو کہ جناب امیر المومنینؑ جو کچھ فرماتے ہیں اور عمل میں لاتے ہیں سب صحیح برحق اور موجب امن ہے۔

اگر مخالف کے کلام کے جواب میں آپ انکار فرمائیں تو ہمیں بھی انکار کر دینا چاہیے۔ اور اگر آپ کی زبان مبارک سے ہاں نکلے تو ہمیں بھی آپ کی متابعت اور اطاعت لازم ہے۔ تمام امور میں ہم نے فرمانبرداری اختیار کر رکھی ہے اور اب

بھی مطیع ہیں اور آئندہ بھی رہیں گے۔
اب رفاعہ بن شداد بجلی اٹھا اور یہ رفاعہ اصحاب امیر المومنینؑ میں سب سے زیادہ فاضل شخص تھا۔ بولا صاحبو کوئی مشکل امر لاحق نہیں ہوا۔ نہ یہ کوئی بڑی بات ہے۔ یہ قوم آج ہمیں اس امر کی طرف توجہ دلاتی ہے جس کی طرف ہم انہیں بلاتے ہیں۔ اب دیکھ لینا چاہیے اگر وہ راستی پر ہیں اور فریب سے کام لینا نہیں چاہتے تو ہمیں ان کی بات مان لینی چاہیے۔ ورنہ کچھ اور غرض ہو اور جناب امیرؑ سے اتفاق نہ کریں اور آپ کی خلافت اور امامت پر رضامند نہ ہوں تو ہمیں اپنا کام جاری رکھنا چاہیے۔ برہنہ تلواریں ہمارے ہاتھوں میں ہیں انہیں بدستور قتل کریں تاوقتیکہ راہ راست پر نہ آئیں۔ اور جناب امیر المومنینؑ کی بیعت اور فرمانبرداری اختیار نہ کریں۔
لشکر کے مشہور و معروف سرداروں اور امیروں میں سے ہر شخص نے اس قسم کی رائے دی۔ پھر جناب امیر المومنین علیہ السلام کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا جو کچھ آپ کی رائے مبارک ہو وہی ہماری رائے ہے۔ آپ حکم دیں کہ ہم اسے بجا لائیں اور بیس ہزار شمشیر زن آدمی جو از سرتاپا اسلحہ میں غرق تھے تلواریں سونت کر آپ کے سامنے آئے یہ وہی لوگ تھے جن کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشان تھے اور ان میں کچھ قاری قرآن بھی تھے بعد ازیں ان کے دلوں پر شقاوت چھا گئی اور وہ داخل خوارج ہو گئے۔ جس وقت یہ بیس ہزار مرد باہیں صورت و ہیئت خدمت امیر المومنین میں حاضر ہوئے تو سب نے اظہار اطاعت کیا۔ مگر ان میں سے ایک قاری قرآن نے جو بعد میں خارجی ہو گیا بڑھ کر کہا تم جانتے ہو کہ ہم نے عثمان کو اسی واسطے مار ڈالا تھا کہ ہم اس سے کہتے تھے کہ ہمارے ساتھ قرآن شریف کے احکام کے ساتھ عمل در آمد کرو وہ انکار کرتا تھا۔ اب یہ لوگ تجھے خدا کی طرف بلاتے ہیں تو ان کا کہنا مان ورنہ ہم تجھے گرفتار کر کے ان کے حوالہ کر دیں گے یا جس طرح عثمان کو مار ڈالا ہے اسی طرح تجھے بھی ہلاک کر دیں گے۔ اب انہوں نے تیرا انصاف کر دیا تو ان کا انصاف کر۔
جناب امیر المومنینؑ یہ کلمات اور باتیں سنتے تھے اور تعجب و تامل کرتے ہوئے خاموش تھے۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا اے قوم کیا میں وہی شخص نہیں ہوں جس نے سب سے پہلے قرآن شریف کا اقرار کیا اور اسے مانا ہے اور شروع واقعہ سے اب تک یہی بات میں ان سے سن رہا تھا اور اب بھی کہہ رہا ہوں اور انہیں کتاب الہی کی طرف بلاتا ہوں۔ پھر مجھ سے یہ کہنا کہ تو کتاب الہی کے احکام کے خلاف عمل کرتا ہے۔ روز اول سے ہی ان لوگوں کے ساتھ میرا یہی کلام ہے اور رہے گا۔ لیکن اتنی بات ہے کہ میں کل تک تمہارا حکم تھا اور آج محکوم ہوں اور کل تک تم کو روکنے والا تھا اور آج روکا ہوا۔ اب میں کچھ نہیں کر سکتا کیونکہ تمہاری حالت برگشتہ دیکھتا ہوں اور اس واقعہ کے سبب میری زبان بند اور طبیعت منغض ہو گئی ہے مجھ سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں جبکہ میں کہہ چکا ہوں کہ یہ سراسر مکر و فریب ہے۔ جس کے ذریعہ وہ ہمارے ہاتھ سے رہائی پانا چاہتے ہیں۔ تم میرا حکم نہیں مانتے بلکہ مجھ پر تہمت لگاتے ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ تم مسلسل جنگ سے اکتا گئے ہو اور زندگی کو بہتر سمجھتے ہو۔ جو کچھ مجھے کہنا تھا کہہ چکا آئندہ تمہیں اختیار ہے۔ اگر میرے حکم پر چلتے سعادت اور ہدایت حاصل کرتے اور جبکہ تم اپنی خواہشوں کو عمل میں لاتے ہو میں تم کو روک نہیں سکتا۔ والسلام!
ان لوگوں نے کہا تو آدمی بھیج کر اشتر کو بلا لو جو برابر جنگ میں مصروف ہے۔ اشتر اس وقت فتح مبین کے بالکل نزدیک تھا۔ قریب تھا کہ وہ معاویہ کو شکست دے۔ اور اس کے لشکر کو ابتر اور پریشان کر کے بھگا دے۔ جناب امیر المومنینؑ نے اشتر کے پاس قاصد بھیجا کہ جنگ سے ہاتھ روک کر واپس آ۔ اشتر نے قاصد سے کہا جا امیر المومنینؑ سے کہہ دے کہ اب واپس آنے کا وقت نہیں ابھی فتح حاصل ہوا چاہتی ہے ذرا توقف کرو اور مجھے واپس نہ بلاؤ۔ قاصد نے واپس آ کر اشتر کا

جواب سنایا اور جس جگہ اشتر جنگ کر رہا تھا وہاں سے زیادہ تر شور وغل اور گرد و غبار اٹھا ان لوگوں نے جناب امیر المومنینؑ سے کہا ہم نے تو آپ سے یہ درخواست کی تھی کہ اشتر کو واپس بلا لو کہ وہ جنگ نہ کرے اور تم نے اسے یہ کہلا بھیجا کہ جنگ میں زیادہ سعی اور کوشش کرے۔ جب سے آپ کا قاصد وہاں سے پھرا ہے اشتر زیادہ تندی اور سختی سے جنگ کرنے لگا ہے۔

جناب امیر المومنینؑ نے کہا سبحان اللہ میں نے تمہارے سامنے ہی قاصد سے بلند آواز سے کہا تھا کہ اشتر سے کہہ کہ جنگ سے ہاتھ روک لے اور واپس آ۔ میں نے اس کے سوا قاصد سے کچھ اور نہ کہا تھا۔ نہ اس سے تنہا یا کان میں کوئی سرگوشی کی تھی۔ پھر فرمایا جا اور اشتر کو واپس بلا لا اور کہہ کہ میں تجھے جنگ کرنے کا حکم نہیں دیتا۔ فوراً واپس آ کیونکہ یہاں تو ایک فتنہ برپا ہو گیا اور ایک عجیب واقعہ رونما ہو گیا۔ قاصد روانہ ہو گیا اور سب باتیں من و عن جا سنائیں۔ اشتر نے کہا شاید نیزوں پر قرآن شریفوں کے باندھنے کے سبب مجھے واپس بلاتے ہیں۔ قاصد سے کہا خدا کی قسم میں سمجھ گیا کہ اسی وجہ سے یہ امر واقع ہوا ہے۔ کیا یہ لوگ اتنا نہیں سمجھتے یہ تو عمرو عاص کا محض ایک فریب ہے۔ جس کے ذریعہ وہ مفر چاہتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ ہماری فتح قریب ہے اور میں اب دم بھر میں فتح یاب ہوتا ہوں پھر کس طرح واپس ہو جاؤں۔ قاصد نے کہا اگر فتح ہوئی اور واپس پہنچنے پر حضرت امیر المومنینؑ کو زندہ نہ پایا تو کیا ہو گا۔ اشتر نے کہا ایسی جنگ پر لعنت ہے۔ خدا کی قسم میں تمام جہان کی بادشاہت کو بھی گوارا نہ کروں گا اگر حضرت امیر المومنینؑ کو نہ دیکھ پاؤں۔ قاصد نے کہا یہی بات ہے اور صاف صاف تمام کیفیت جو ان لوگوں نے جناب امیر المومنینؑ کے سامنے بیان کی تھی کہ اگر اشتر کو جنگ سے واپس نہ بلایا تو ہم عثمان کی طرح آپ کو بھی قتل کر دیں گے' کہہ سنائی۔ اشتر سن کے سخت غضبناک ہوا۔ تلوار پھینک کر الٹا پھرا۔ اور کہتا تھا اے اہل عراق اور اے ذلیل و منافق لوگو اور اے منافق و دشمن گروہ یہ کیا بے ہودہ حرکت ہے جو تم نے اختیار کی ہے۔ اب جبکہ مراد بر آنے کے قریب ہے اور فتح ظاہر ہوا چاہتی ہے فضل الٰہی اور مدد خدا سے حصول مقاصد کا جلوہ رونما ہوا چاہتا ہے تم نے فتنہ برپا کر دیا۔ اور پسر نابغہ کے مکر و فریب میں آ کر گمراہ ہو گئے اور اس ظالم کی دغا بازی میں آ کر ایسے بے ہودہ کلمے کہنے لگے کہ مجھے میدان جنگ سے واپس بلا لیا۔ کیا تم نہیں سمجھتے کہ یہ عمرو عاص کا مکر و فریب ہے۔

غرض وفور غم سے دلگیر ہو کر اسی قسم کے کلمے کہے اور خاموش ہو کر کھڑا ہو گیا۔ اشعث بن قیس نے کہا ہم کل تک خدا کی راہ میں ان سے جنگ کر رہے تھے اور آج بھی خدا کے لیے ان سے جنگ موقوف کرتے ہیں۔ اشتر نے کہا خدا کے واسطے ایسی باتیں نہ کہو اور اپنے آپ کو غلط فہمی میں نہ ڈالو۔ مجھے ایک لحہ کی مہلت دو کہ فتح کے آثار ظاہر ہو چکے ہیں۔ مجھے اجازت دو کہ واپس جا کر ابھی نہایت خوش اسلوبی سے اس مہم کا خاتمہ کئے دیتا ہوں۔

اشعث نے کہا میں اجازت نہ دوں گا کہ مصلحت وقت نہیں۔ اشتر نے کہا صرف ایک ہی حملہ اور کر لینے دے اس سے زیادہ جنگ نہ کروں گا کہ فتح پا لوں گا۔ پورا یقین ہے کہ اگر تھوڑی دیر کے لیے وہ پھر حملہ کرتا دیکھیں گے تو بھاگ نکلیں گے۔ اور فتح و نصرت ہمیں نصیب ہو گی۔

اشعث اور دوسرے لوگوں نے جواب دیا تو اس جنگ کا مواخذہ دار بنے گا اگر ہم نے اجازت دی تو اس گناہ میں ہم بھی شامل ہو جائیں گے۔ اشتر نے کہا لشکر کے شرفاء مارے گئے اور کمینے لوگ زندہ رہ گئے۔ اور تم آج تک راہ حق پر تھے اب راہ باطل پر چلنے لگے تم بہت جلد اس کے وبال میں گرفتار ہو گے۔

قاریوں اور لوگوں نے آواز دی کہ ایسے کلمات سے باز آ جبکہ نیزوں پر قرآن شریف لٹکے ہوئے دیکھ رہے ہیں اور آوازیں

سن رہے ہیں کہ وہ ہمیں قرآن کے احکام کی طرف بلا رہے ہیں۔ تو ہم تیری اور امیر المومنینؑ کی فرمانبرداری ہرگز نہ کریں گے۔
اشتر نے کہا افسوس تمہیں فریب دیا گیا ہے اور تم دھوکے میں آگئے ہو اور اس جنگ میں تمہیں امر حق سے دور جا ڈالا ہے۔ تم نے یہ حالت پسند کر لی اور جنگ سے منہ موڑ ڈالا۔ پھر ان لوگوں کی طرف منہ کر کے کہا ہم سمجھتے تھے کہ تمہاری پیشانیوں پر سجدوں کے نشان دنیا میں پرہیز گاری اور شرفیابی کی علامت ہے اور آخرت میں اللہ جل شانہ' کی رضا کا موجب ہو گا۔ مگر آج سورج سے روشن تر ہو گیا کہ تم طالب دنیا اور خواہشوں کے ہاتھوں میں کھیل رہے ہو۔ تم پر لعنت ہو کہ تم ہم سے دور جا پڑے' کاش قوم ثمود کی طرح تم بھی برباد ہو گئے ہوتے۔ اور ہم تمہاری ہم نشینی اور بد اعتقادی کی آلائش سے بچے رہتے پھر ان کو گالیاں دینے لگا۔ اور وہ بھی گالیوں سے پیش آئے۔ اور ایک کوڑا ان کے منہ پر مارا۔ اشتر نے بھی ان کے منہ پر کوڑا لگایا۔ آخر کار ایک نے دوسرے کے قتل کا ارادہ کیا۔ اشتر کے چچا کی اولاد اشتر کی طرفداری کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔
قریب تھا کہ دوسرا فساد برپا ہو جائے جناب امیرؑ نے انہیں تسلی دی اور حضرت کے ایک ہوا خواہ نے کہا اے اشتر حضرت علیؑ نے ان لوگوں کی بات قبول کر لی ہے تو کس لیے رضا مند نہیں ہوتا۔ اشتر نے کہا جس امر سے امیر المومنینؑ رضا مند ہوں میں بھی رضا مند ہوں۔ الغرض معاویہ کا کام بن گیا۔ حالانکہ وہ بالکل ناامید ہو چکا تھا۔ بلکہ اسے اپنے زندہ رہنے کی بھی آس نہ رہی تھی۔ اب اس حیلے سے فتح پائی۔
اس نے اس واقعہ کے بعد خود بھی ذکر کیا ہے کہ جس وقت اشتر جنگ کر رہا تھا میں اس سے درخواست کرنے کو تھا کہ میرے واسطے حضرت علیؑ سے امان طلب کر کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔ اور ارادہ یہ تھا کہ اس اثناء میں بھاگ جاؤں۔ لیکن مجھے عمر بن اطنانہ کے اشعار یاد آگئے۔ پھر میں نے دل مضبوط کر کے قدم جمائے اور جنگ کرتا رہا یہاں تک کہ حضرت علیؑ نے اشتر کو واپس بلا لیا اور وہ چلا گیا اس طرح مراد بر آئی۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

ابیٰ لی عفتی و ابی بلائی — واخذ الحمد بالثمن الربیح
و اعطائی علی المکروہ مالی — و ضربی ھامتہ البطل المشیح
و قولی کلما جشات جاشت — مکانک تحمدی او تستریحی
لا دفع عن ماثر صالحات — و احمی بعد عن عرض صحیح
بذی شطب کلون الملح صاف — و نفس ما تقر علی القبیح

الحاصل جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا جبکہ یہ لوگ ہمیں قرآن شریف کی طرف بلاتے ہیں۔ اگر سچائی اور صفائی کے ساتھ یہ ارادہ رکھتے ہیں تو اس سے بہتر اور کیا ہے۔ میں ان سب باتوں سے بہت خوش ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ ان کاموں کا رواج دوں جن کو کلام الہٰی رواج دینا چاہتا ہے۔ اور ان طریقوں کو مٹا دوں جن کو قرآن شریف مٹانا چاہتا ہے۔ اور تم کو بخوبی معلوم ہے کہ ہم جناب رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر رہ کر جنگ حدیبیہ میں مصروف تھے اور صلح نہ کرنا چاہتے تھے۔ اور سب یہی ارادہ رکھتے تھے کہ جنگ کریں۔ آنحضرتؐ نے ہمیں جنگ کرنے سے روکا اب یہ لوگ بھی بوجہ اضطراب ہمیں کلام الہٰی کی طرف بلانے لگے۔ اس لیے ہم ان کی بات کو قبول کرتے ہیں۔ تم سب خاموش رہو اور سنو کہ وہ کیا خواہش رکھتے ہیں۔
حریث بن صابر بکری نے کھڑے ہو کر کہا اے لوگو جناب امیر المومنینؑ کی بات تو سنی لیکن میری بات بھی سنو۔ اگر امیر

المومنینؑ اس مہم سے بے تعلق ہوتے اور اس کے شروع کرنے میں کم و بیش شریک نہ ہوتے تو ہمیں لازم تھا کہ تمام امور خیر و شر کے متعلق آپ سے مشورہ لیتے اور اگر حاضر ہو جاتے تو آپ سے طالب پناہ ہوتے۔ کہاں یہ کہ آپ خود ہمارے سردار حاکم پیشوا اور رہنما ہیں اور عرصے سے کار خلافت کے لوازمات کو باحسن وجوہ انجام دے رہے ہیں۔ خدا کی قسم امیرالمومنین آج بھی ان کی کسی اور بات کو قبول نہیں کرتے۔ مگر اسی بات کی آرزو کل کی گئی تھی اور اگر کوئی خیال بدلیں گے۔ اور اگر کسی امر غیر پر رضا مند ہو جائیں گے تو ہم ناراض ہوں گے اور ہمارے پاس ان لوگوں کے واسطے جو جناب امیرالمومنینؑ پر طعن کریں گے شمشیر کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اس کے بعد بنی بکر بن وائل کی ایک جماعت اٹھ کھڑی ہوئی حریث بن خالد اور خالد بن معمر۔ شفیق بن ثور۔ کردوس بن عبداللہ وغیرہ حضرت امیرالمومنینؑ کے پاس آئے اور کہا اصل حکم آپ کا حکم ہے۔ اگر آپ ان لوگوں کی بات کو قبول فرماتے ہیں تو ہم بھی قبول کئے لیتے ہیں۔ اگر آپ انکار کر دیں گے تو ہم بھی انکار کر دیں گے۔ ہم سب آپ کے فرمانبردار ہیں۔ آپ کے حضور میں حاضر اور گوش بر آواز ہیں' جو کچھ ارشاد ہو اس کی تعمیل میں بجان و دل سعی کریں گے اور آپ کی اطاعت و فرمانبرداری میں کوشش بلیغ کریں گے۔ جناب امیرالمومنینؑ نے فرمایا۔ میرے لیے مناسب ہے کہ جو لوگ قرآن شریف کے احکام پیش کرتے ہیں ان کی حرمت کروں اور جو کچھ وہ درخواست کریں اس میں مدد دوں۔ لیکن معاویہ' عمرو عاص پسر ابو معیط' حبیب بن مسلمہ و ضحاک بن قیس اور پسر ابی ہست دیندار اور مطیع قرآن نہیں ہیں۔ میں انہیں اچھی طرح جانتا ہوں اور ان کے عادات و اطوار سے اچھی طرح مطلع ہوں کیونکہ پنگوڑے میں پڑے رہنے سے آج تک ان کے ساتھ رہا ہوں اور ظاہر و باطن میں ان کے تمام احوال و افعال دیکھتا رہا ہوں۔ لڑکپن اور جوانی کی جو کیفیت تھی وہ تھی رجولیت اور پیری کا وقت آیا تو میں نے اس وقت بھی ان کا کوئی نیک کام نہ دیکھا۔

میں یقینی طور پر جانتا ہوں کہ قرآن کا نیزوں پر باندھنا محض مکر و فریب ہے۔ ان کا مجھے قرآن شریف کی طرف بلانا اس لیے ہے کہ میں ان پر اسی بات کی حجت رکھتا تھا اور اسی لیے ان سے جنگ ہو رہی تھی۔ وہ قرآنی احکام پر رضا مند نہ تھے۔ اور خدا تعالیٰ کے اوامر و نواہی کو عمل میں نہ لاتے تھے۔ کتاب الٰہی کو پس پشت ڈال رکھا تھا اب جبکہ اس مہم کا خاتمہ ہونے کو تھا تم نے میرا ساتھ نہ دیا اور ان کے فریب میں آکر راہ راست سے پھر گئے۔ پس جب تم نے اس مہم کی مخالفت اختیار کی تو میں کیا کرتا' ناچار تمہارا کہنا مان لیا اور تم سے مخالفت اختیار نہ کی۔ عنقریب تم اپنے فعل کا نتیجہ دیکھ لو گے۔ والسلام!

اس وقت جو لوگ آپ کی خدمت میں موجود تھے کچھ تو آپ کے کلام کی تصدیق کرنے لگے کچھ دعا اور ثناء کرنے لگے۔ اور کچھ سر جھکائے خاموش بیٹھے تھے۔

اسی اثناء میں ابوالاعور سلمی دکھائی دیا کہ معاویہ کی طرف سے قرآن شریف سر پر لئے گھوڑے پر سوار چلا آ رہا ہے۔ جناب امیرالمومنینؑ کے قریب پہنچ کر گویا ہوا کہ ہم میں سے ایک فریق دوسرے کی فرمانبرداری نہیں کرتا طرفین سے بے شمار آدمی ہلاک ہو چکے ہیں۔ ہر ایک گروہ یہی سمجھتا ہے کہ میں حق پر ہوں اور مخالف باطل پر ہیں۔ اور اس مہم کا بقیہ حصہ گذشتہ سے دشوار اور خونخوار نظر آ رہا ہے۔ قیامت کے دن ہم سب سے اس جنگ کے متعلق حساب لیا جائے گا اور جس مقام پر ہم موجود ہیں اس کے متعلق جواب دہ ہوں گے۔

میں نے اس معاملہ میں ایک بات سوچی ہے جس میں طرفین کی بہتری متصور ہے۔ اگر میری رائے کے مطابق عمل در آمد ہو تو ہم تم میں الفت و محبت قائم ہو جائے گی۔ اور خونریزی بند ہو کر یہ آتش فساد بجھ جائے گی۔ اور وہ رائے یہ ہے کہ دو

حکم مقرر کرلئے جائیں کہ کتاب الٰہی کے مطابق ہمارا تمہارا فیصلہ کردیں۔ ان دو شخصوں میں سے ایک تمہاری طرف سے لیا جائے اور ایک ہماری طرف سے۔ اے علیؑ خدا سے ڈرو اور جو کچھ میں کہتا ہوں اسے منظور کرلو۔ والسلام!
جناب امیرالمومنینؑ کے ہر گوشہ سے آواز آئی ہم قرآنی حکم پر رضا مند ہیں ابوالاعور نے کہا الحمد للہ ہمیں اس کی توفیق نصیب ہو اور یہ فساد اس طریق سے مٹ جائے۔ پس واپس جا کر معاویہ کے لشکر سے کہا میں نے یہ کہا تھا اور اہل عراق نے یہ جواب دیا۔ سب خوش ہوگئے اور تلواریں نیام میں رکھ کر ہتھیار کھول دیئے اور حکم مقرر کرنے کا قصد کیا۔
عمرو عاص نے معاویہ سے کہا تو نے میری تدبیر کیسی دیکھی تو عراقی دریا میں ڈوب چکا تھا میں نے ہی تجھے بچایا ہے۔ معاویہ نے کہا تو سچ کہتا ہے اور مجھے تیری ذات سے جن امور کی امیدیں تھیں وہ سب ظہور میں آئیں اور جس مہم کو میں نے تیری صلاح و مشورہ سے اختیار کیا تھا اس کا شروع بھی اچھا اور انجام بھی ٹھیک ہوا۔ ہر ایک امر اور مشورہ میں جبکہ تو میرا مددگار ہو میں قوی دست ہوں۔

نامہ امیرالمومنینؑ بمعاویہ

الغرض جناب امیرالمومنینؑ نے معاویہ کو خط لکھا۔ مضمون یہ تھا:
بہتر ہے کہ مسلمان آدمی ایسے افعال میں مشغول ہو کہ جو شخص سنے اسے اچھا کہے اور ظلم اور جھوٹ سے لوگوں کو ہلاکت میں نہ ڈالے اے معاویہ دنیا سے پرہیز کرو اور اس دنیا سے دل نہ لگا۔ آگاہ ہو کہ دنیا کی نعمتوں کو قیام نہیں اور یہاں کی راحتیں کوندنے والی بجلی کی طرح یا تیز رفتار ہوا کی مانند گزر جاتی ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس شخص کے لیے کوئی شے مقدر نہ ہو وہ اسے نصیب نہیں ہو سکتی نہ وہ کسی ایسے درجے پر پہنچ سکتا ہے بہت سے لوگ ہیں جنہوں نے غیر حق کی طلب گاری کی۔ اور اسے حاصل نہ کر سکے۔ اور اگر حاصل کر بھی لیا تو چند روز سے زیادہ قابو نہ پایا اور کچھ فائدہ نہ پایا۔ اور نہ کچھ فائدہ اٹھایا۔ انجام کار عذاب عاقبت میں اسی طرح مبتلا ہوئے' تو اس روز کا اندیشہ کہ جس دن اپنے اعمال کا نتیجہ دیکھے گا اور جن اعمال کا مرتکب تو شیطانی ترغیب سے ہو رہا ہے ان پر پشیمان ہو گا۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ تو مجھے حکم قرآن اور کلام کی طرف بلاتا ہے حالانکہ تو خوب جانتا ہے کہ خود نہ اہل قرآن سے ہے نہ اس کے حکم سے علاقہ رکھتا ہے۔ تو مجھے نہیں کہہ سکتا کہ احکام قرآن اختیار کرو کیونکہ میری حالت ایسی اچھی طرح سے آشکارا ہے کہ ایسے کلمے کہنے کی ذرا بھی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارا یہ کہنا محض مکر و فریب سے علاقہ رکھتا ہے اور سب کو اس کا علم ہو گیا ہے مگر بہ ایں سبب کہ ہم کلام الٰہی پر عمل کرتے ہیں میں نے منظور کر لیا کہ میرے اور تیرے درمیان از روئے احکام قرآن تصفیہ ہو جائے۔ اور جو شخص حکم قرآن سے رضا مند نہ ہو گا وہ سخت گمراہی میں مبتلا ہو گا۔ والسلام علی عبادہ الصالحین

جواب معاویہ

معاویہ نے جواب میں لکھا: اللہ تعالیٰ مجھے اور تجھے عافیت نصیب کرے میں اس جنگ میں محض طلب خون عثمان کے لیے سعی کر رہا تھا اور نہ چاہتا تھا کہ مجھے لوگ اس معاملہ میں سستی سے منسوب کریں یا میں حق عثمان کو ترک کر دوں۔ میں سوچتا تھا کہ اس جنگ میں عثمان کا بدلہ لے لوں گا اور اگر ممکن نہ ہوا اور میں اس معرکہ میں کام آگیا تو بھی اچھا ہو گا۔

کیونکہ نیک نامی کا مرنا ذلت کی زندگی سے بہتر ہوتا ہے۔ جبکہ جنگ کو بہت طول ہو گیا اور طرفین سے بے شمار جانیں ضائع ہو گئیں تو میں نے اس معرکہ کو ختم کر دینے کا خیال کیا۔ بہت سوچا تو یہی مصلحت دیکھی کہ میرے اور تیرے درمیان احکام قرآن کے مطابق فیصلہ ہو جائے۔ اس لیے تمہیں حکم قرآن کی طرف بلایا اور میرا اصل مطلب و مدعا یہ ہے کہ ظالم و مظلوم میں امتیاز ہو جائے۔ اور ہم امر معروف اور نہی منکر کے لوازم پر عمل کریں اور قرار داد یہ ہے کہ جس امر کو قرآن رواج دیتا ہے تم بھی اسے رواج دو اور جسے روکتا ہے اس سے باز رہو۔ پھر انشاء اللہ اس مہم کا فیصلہ ہو جائے گا۔

نامہ امیر المومنینؑ بہ عمرو عاص

اس کے بعد جناب امیر المومنینؑ نے عمرو عاص کو خط لکھا کہ دنیا بے بنیاد چیزوں سے آراستہ ہے اور کوئی شخص جو تھوڑی سی دنیاوی چیز حاصل کرتا ہے تو اس کی حرص بڑھ جاتی ہے۔ اور وہ ذخیروں کے جمع کرنے کے لالچ میں مبتلا ہو جاتا ہے اور جس قدر زیادہ جمع کرتا ہے اسی قدر زیادہ حریص بنتا جاتا ہے اور انجام کار طمع کیے ہوئے سامانوں کو چھوڑ جاتا ہے۔ اور دنیا سے اٹھ جاتا ہے۔ اقبال اور ادبار پر ناز کرنا کیسا؟ جب مر گیا تو یہ ہے نہ وہ عقل مند وہی شخص ہے جو دنیاوی حرص و ہوس میں نہ پھنسے اور اس کی فنا ہونے والی چیزوں پر نہ پھولے۔ بلکہ اپنی ہمت کو نیکیوں پر منحصر نہ رکھے۔ اوروں کی نصیحت مانے۔ اے عمرو تو جس لالچ میں مبتلا ہے اور جس دولت اور ولایت کے لیے جھگڑا اٹھا کر بھروسہ کیا ہے کہ مراد حاصل ہو گی اس کی نسبت تو نے بڑی بھاری غلط فہمی کی ہے۔ یقین جان کہ اگر تجھے وہ ملک مل بھی جائے تو ہمیشہ تیرے قبضے میں نہ رہے گا۔ اور اس میں بہت جلد بڑے انقلابات اور زوال واقع ہوں گے۔ کیونکہ دنیا مکار ہے۔ اور اس نے کسی کے ساتھ وفا نہیں کی ہے تجھ سے بھی وفا نہ کرے گی۔ تو ان باتوں کو سچ سمجھ دنیا کے مال و جاہ کے واسطے معاویہ کے اختیار کردہ افعال باطل میں اس کی مدد نہ کر۔ والسلام!

جواب عمرو عاص

عمرو عاص نے جواب میں لکھا آپ کا خطاب مقدس پہنچا' احوال مندرجہ معلوم ہوا جو جو وعظ اور نصیحتیں آپ نے فرمائی ہیں میں نے بسرو چشم قبول کی ہیں۔ اب ہمارے اور آپ کے درمیان حق طور پر محبت اور الفت قائم ہو جائے گی۔ جو شخص حادثات کے زمانہ میں اپنے دشمن سے احکام قرآن کے مطابق پیش آتا ہے گویا وہ اپنے دشمن کا انصاف چکا دیتا ہے اور ہم اس معرکہ میں حکم قرآن پر رضا مند ہیں۔ اور معاویہ بھی اس حکم پر جو قرآن سے ظاہر ہو گا راضی ہے۔ اے ابو الحسن تم بھی سوچو کہ یہ فتنہ مٹ جائے اور مسلمان ان مصیبتوں سے اور تکلیفوں سے بچ جائیں۔ اور یقین جانو کہ ہم تم کو کوئی چیز کم یا زیادہ نہ دیں گے اور نہ گوارا کریں گے۔ مگر اسی قدر کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے فرما دیا ہو گا۔ اور آپ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہو گا۔ والسلام!

اب اشعث بن قیس جناب امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور کہا۔ اے امیر المومنینؑ میں دیکھتا ہوں کہ تمام لشکر حکم قرآن پر راضی ہو گیا ہے اور معاویہ کی رائے سے متفق اور خوش ہیں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں اور حکم دیں تو میں معاویہ کے پاس جا کر اس کا مدعا اور مطلب دریافت کروں کہ وہ کیا چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تیرا دل چاہتا ہے اور

معاویہ سے ملنے اور گفتگو کرنے کی خواہش ہے تو تجھے اختیار ہے۔
اشعث معاویہ کے پاس پہنچا اور کہا میں نے تمہارا کہنا قبول کر لیا۔ اور جنگ ملتوی کر دی اب تم کیا چاہتے ہو؟
معاویہ نے کہا یہ رائے ہے کہ دو حکم مقرر کئے جائیں ایک تمہارا منتخب کردہ اور دوسرا ہمارا مقرر کردہ اور یہ امر قرار دیا جائے کہ وہ مطابق احکام فریقین کے فیصلہ کریں اور ہم ان کے پیش کردہ فیصلوں کو قبول کر لیں۔
اشعث نے کہا بہت خوب رائے ہے اور اس سے زیادہ بہتر کوئی اور تدبیر نہیں ہو سکتی۔ واپس آ کر جناب امیرالمومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام کیفیت سنائی۔

حکمین کا قصہ

اب شامی قرآن خواں دونوں لشکروں میں جمع ہو کر قرآن شریف لائے پڑھتے اور معانی اور مطالب پر غور و تامل کرتے تھے۔ انجام کار سب نے متفق ہو کر کہا کہ جس طریق کو احکام قرآن رواج دیتے ہیں انہیں رواج دینا چاہیے اور جنہیں مٹاتے ہیں انہیں مٹنا چاہیے۔ جب اس تجویز کو جناب امیرالمومنینؑ اور معاویہ اور دونوں لشکروں کے امیروں اور سرداروں سے کہا تو سب نے رضامندی ظاہر کی اور یہ بات قرار پائی کہ دو حکم مقرر کر کے انہیں ایک برس کی مہلت دی جائے کہ اس عرصے میں اس معاملہ کی تمام برائیوں بھلائیوں' نیکی بدی اور نفع و نقصان پر خوب اچھی طرح غور و فکر کر کے تجویز پیش کریں۔ انجام کار یہ بات متفق علیہ منظور کر لی گئی۔ امیرالمومنین علیہ السلام اور معاویہ بھی رضامند ہو گئے۔ کہ اب اس سے زیادہ کچھ نہ کریں اور جو کچھ حکمین کی رائے ہو اس پر عمل کریں۔ شامیوں نے کہا ہم نے عمرو عاص کو مقرر کیا۔ اور اشعث اور اس کا گروہ جو بعد میں خارجی ہو گیا کہا ہم نے ابو موسیٰ اشعری کو منتخب کیا کیونکہ وہ جناب رسول خداؐ کے اصحاب میں سے ہے اور امیرالمومنین ابوبکر کا قائم مقام اور عمر کا عامل رہ چکا ہے۔ جناب امیرالمومنینؑ نے کہا میں اس معاملہ میں ابو موسیٰ اشعری سے رضامند نہیں ہوں اور نہ اس کو اس امر میں ولی قرار دینا چاہتا ہوں۔ اشعث بن قیس' زید بن حصین اور عبداللہ بن کوا اور آپ کے ہمراہیوں سے اور بھی بعض لوگوں نے کہا ابو موسیٰ اس کام کے لیے خوب ہے۔ اور اس کے سوا ہمیں کوئی دوسرا حکم منظور نہیں ہے کیونکہ وہ ہمیں اس مہم کے خطرات اور نقصانات سے جن میں آج مبتلا ہیں پہلے سے ڈراتا تھا۔
جناب امیرالمومنینؑ نے فرمایا میں اس سے رضامند نہیں اور اس معاملہ میں اسے حکم مقرر کرنا نہیں چاہتا کیونکہ وہ یہاں سے فرار کر چکا ہے اور عرصہ دراز تک خفیہ طور پر میرے کاموں میں خلل انداز رہا ہے اور ہمیشہ میرے ساتھ دشمنی سے پیش آیا ہے۔ لوگوں کو میری بیعت اور فرمانبرداری سے روکتا اور نفرت دلاتا ہے۔ چنانچہ تم سب کو یہ امور اچھی طرح معلوم ہیں کہ وہ مجھ سے ہمیشہ خوفزدہ رہتا تھا میں نے اسے مطمئن کیا اور اس کو اپنے بلا لیا مگر پھر بھی کبھی کبھی اسے موقع ملتا رہا لوگوں سے میری برائیاں بیان کرتا اور انہیں مجھ سے نفرت دلاتا رہا کہ وہ میرے دشمن بن جائیں۔ اب تم خود انصاف کرو کہ میں ایسے شخص کو اپنا امین کیسے بنا لوں اور کس بھروسے پر اسے ایسے ضروری اور اہم کام پر مقرر کروں میں تو اس کے تقرر پر کسی طرح بھی رضامند نہیں ہوں۔ اور نہ میں یہ کام اس کے سپرد کر سکتا ہوں۔
اشعث' عبداللہ اور حصین نے بہ ایں وجہ کہ معاویہ سے وعدے وعید کر لئے تھے ابو موسیٰ کے حکم مقرر کرنے پر اصرار کیا۔
جناب امیرالمومنینؑ نے فرمایا اگر حکم ہی مقرر کرنا ہے تو عبداللہ ابن عباس موجود ہے۔ اسے حکم مقرر کر لو۔ اس گروہ نے

کہا اس معاملہ میں تم اور عبداللہ ابن عباس ایک ہی ہو۔ عبداللہ تمہارا ہے اور تم عبداللہ کے۔ ہم اسے منظور نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا اگر عبداللہ ابن عباس کو پسند نہیں کرتے تو اشتر کو حکم قرار دے لو۔ انہوں نے کہا یہ آتش فتنہ تو اسی کی بھڑکائی ہوئی ہے۔ پھر اسے کس طرح حکم مقرر کریں۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا اشتر کا حکم مقرر کرنا کچھ برا نہیں وہ کیا کرے گا۔ کیا قرآن شریف کے احکام سے الگ ہو جائے گا۔ اشعث نے کہا اشتر کی یہ کیفیت ہے کہ اسے چھوڑ دو تو وہ شمشیر بازی سے باز آئے گا' تاوقتیکہ اس مہم کو حسب مراد انجام نہ دے گا۔ اشتر نے کہا اے اشعث تو یہ بات اس سبب سے کہتا ہے کہ جناب امیرالمومنینؑ نے تجھے ریاست سے معزول کر دیا ہے اور اس کام کے لائق نہ جانا۔ اشعث نے کہا خدا کی قسم جب مجھے مرتبہ دیا تھا میں خوش نہ ہوا تھا اور جس وقت معزول کیا مجھے کچھ رنج نہیں ہوا۔ جناب امیرؑ نے فرمایا معاویہ نے اس معاملہ میں عمرو عاص کو حکم مقرر کیا ہے۔ کیونکہ اسے اس پر ہر طرح کا اعتماد اور بھروسہ ہے اور وہ جانتا ہے کہ تمام امور میں عمرو عاص میری رضا مندی مدنظر رکھتا ہے۔ عمرو قرشی ہے اور اس کے مقابلے پر قریشی ہونا لازم ہے اس لیے عبداللہ ابن عباس سے بہتر اور کوئی دوسرا شخص نہیں ہو سکتا۔ وہی عمرو کے ہر عقدہ کو کھول سکتا ہے اور اس کی ہر ایک بندش کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے۔ اشعث اور اس کے ہمراہیوں نے کہا ہم ہرگز اس بات پر رضا مند نہیں ہو سکتے۔ کہ دونوں حکم قبیلہ مضر کے ہمارا تصفیہ کریں۔ ایک نضری ہو تو دوسرا یمنی کہ اس کام کو اچھی طرح طے کریں۔

جناب امیرالمومنینؑ نے فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ اس یمنی شخص کو عمرو عاص فریب دے گا اور کیونکہ وہ بڑا مکار ہے اور دو سبب سے ابو موسیٰ کو حکم مقرر نہ کرنا چاہیے۔ اول یہ کہ وہ مجھ سے عداوت رکھتا ہے دوسرے یہ کہ وہ بے عقل ہے۔ اس کام میں عمرو عاص جیسے چالاک شخص کے مقابلے میں وہ برسر نہیں آ سکتا۔ اشعث نے کہا اگر یمانی اور نضری کو ایسی تجویز پیش کریں گے کہ ہمیں اس کا کوئی پہلو پسند خاطر نہ ہو گا تب بھی ہم اس فیصلے کو اس سے زیادہ سمجھیں گے کہ دونوں نضری عین ہماری مراد کے موافق تصفیہ کر دیں۔ جناب امیرؑ نے پوچھا تم ابو موسیٰ کے سوا اور کسی کو حکم مقرر کرنا نہیں چاہتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں ہم اسی کو اس قابل سمجھتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ جناب امیرؑ نے فرمایا مجھے کچھ اختیار ہی نہیں اور تم خود مختیار ہو تم جانو جو دل میں سمایا ہے کرتے رہو۔ اے خدا تو گواہ رہیو کہ میں اس کے قوم کے افعال سے بے زار ہوں۔ اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اس پر رضا مند نہیں ہوں۔

احنف بن قیس تمیمی نے آکر کہا اے لوگو جناب امیرؑ کا فرمانا سنو۔ ابو موسیٰ اشعری اہل یمن سے ہے اور اس کے اکثر عزیز و اقربا اور چچا کی اولاد معاویہ کی خدمت میں موجود ہیں اور عمرو عاص جس کے مقابلے پر اسے منتخب کیا ہے بڑا مکار اور دغا باز ہے مناسب نہیں کہ ابو موسیٰ کو اس کام کے لیے مقرر کیا جائے۔ تم مجھے منتخب کر لو میں امید کرتا ہوں کہ عمرو عاص کی ہر بند و کشاد کا جواب بہ احسن عمل میں لاؤں گا۔ اگر تم مجھے پسند نہیں کرتے تو کسی اور شخص کو مقرر کر لو مگر ابو موسیٰ کا تقرر کسی صورت بھی مناسب نہیں اس سے باز آؤ۔

جناب امیرؑ نے فرمایا اے احنف یہ لوگ عمرو کے فریب میں آکر راہ راست سے منحرف ہو گئے ہیں۔ یہ نصائح انہیں کارگر نہ ہوں گے۔ وہ ابو موسیٰ کے سوا کسی اور کو منظور نہ کریں گے اور نہ کسی کی کچھ سنیں گے۔ میں نے اس معاملہ میں گفتگو ہی ترک کر دی ہے اور خود ہی جو کچھ چاہتے ہیں کرتے ہیں۔ و اللہ بالغ امرہ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے حکم کو ظہور میں لانے والا ہے۔

الغرض اس گروہ نے ایک آدمی بھیج کر ابو موسیٰ کو بلایا وہ ان دنوں گوشہ نشین تھا اور اس جنگ سے کچھ دلچسپی نہ رکھتا تھا۔ ایک قاصد نے اس سے کہا کہ باہم صلح ہو گئی ہے اس نے جواب دیا کہ شکر خدائے عزوجل ہے۔ پھر کہا تجھے صلح کے لیے

حکم مقرر کیا ہے۔ اس نے کہا انا للہ و انا الیہ راجعون پھر جناب امیر المومنین علیہ السلام کے لشکر میں آیا۔ اشترؓ نے حضرتؑ سے عرض کی کہ خدا کی قسم جس وقت میں عمرو عاص کو دیکھ پاؤں گا قتل کر دوں گا۔

اسی اثناء میں عبداللہ بن حریث طائی حاضر خدمت بابرکت ہوا اس وقت ابو جند خموئکے نہایت ہی کمزور تھا آپ نے عبداللہ کو دیکھ کر مرحبا کہا اور ازراہ نوازش پوچھا کیا حال ہے جواب دیا جیسا آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں نہایت ہی کمزور اور بے طاقت ہوگیا ہوں میری عمر کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے اور زیادہ تر گزر چکا ہے اور میں اس حالت میں صرف ایک بات عرض کرنے آیا ہوں۔

آپ نے ارشاد کیا، کیا کہنا چاہتا ہے بیان کر۔ عبداللہ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر سے قربان کیا قرآن کے حکم اور کلام الٰہی کے فرمان کے سوا بھی کوئی اور حکم اور فرمان ہے۔ یہ لوگ ہمارے ساتھ خونریزی سے پیش آرہے ہیں کیا ہمارے اور ان کے درمیان خدا کا حکم کافی نہیں ہے جو کسی اور حکم کی تلاش ہے۔ اور کس نے آپ کو اس امر پر مجبور کیا کہ ان سے صلح کرلی جائے اور آپ نے طرفین سے حکم مقرر کرنے پر رضامندی ظاہر کی آپ کو اپنا کام جاری رکھنا اور جنگ سے کام لینا چاہیے۔ تاوقتیکہ حق تعالیٰ طرفین میں فیصلہ فرما دے۔ قاریوں کے گروہ نے عبداللہ کی یہ بات سن کر بہت برا بھلا کہا اور اس کے منہ پر مٹی برسانی شروع کی اور کچھ آدمی اس کے قتل پر مستعد ہو گئے۔

جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا۔ اس سے باز آجاؤ جو کچھ اس پر فرض تھا اس نے ادا کر دیا۔ عبداللہ انتہائے ضعف و نقاہت سے اٹھ کر چلا گیا۔ اور دو یا تین دن بعد وفات پائی۔

جب دونوں لشکر حکم مقرر کرنے پر رضامند ہو گئے تو اسلحہ کھول ڈالے اور طرفین کے اراکین اور سردار باہم مل کر بیٹھے اور ایک منشی کو طلب کیا۔ عبداللہ بن ابی رافع حضرت امیر المومنینؑ کا منشی آیا۔ فرمایا لکھ کہ امیر المومنین علی اور معاویہ بن ابی سفیان نے یہ قرار دیا ہے۔ معاویہ بولا اگر میں تم کو امیر المومنین جانتا تو جنگ کیوں کرتا۔ آپ نے فرمایا اللہ اکبر! یا رسول خداؐ آپ نے درست فرمایا تھا جبکہ آپ نے مجھے طلب کرکے فرمایا تھا کہ لکھ بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ صلح محمد رسول اللہؐ کی طرف سے اہل مکہ کے ساتھ ہے معاویہ کے باپ ابی سفیان بن حرب نے اس وقت کہا تھا اے محمدؐ اگر میں تیری رسالت کا اقراری ہوتا تو تجھ سے جنگ کیوں کرتا۔ حکم دے کہ تیرا اور تیرے باپ کا نام اور میرا اور میرے باپ کا نام لکھیں۔

حضرت رسول خداؐ نے مجھ سے فرمایا جیسے وہ کہتا ہے اسی طرح لکھوں۔ میں نے جناب رسول خداؐ کے کہنے سے ابو سفیان کے کہنے کے مطابق لکھ دیا۔ جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا اے علی تجھے بھی ایک دن ایسا ہی معاملہ پیش آئے گا میں باپ کو لکھتا ہوں تو بیٹے کو لکھنا۔

چونکہ رسول خداؐ نے مجھے اس امر سے مطلع فرمایا ہے اب جیسا معاویہ کہتا ہے لکھ دے۔ عمرو عاص نے کہا سبحان اللہ تم ہمیں کافروں کی مانند سمجھتے ہو ہم اور تم دونوں مومن ہیں۔ جناب امیر المومنینؑ نے درشت آواز سے ڈانٹا اور کہا چپ او نابغہ کے بیٹے تو مشرکوں کا دوست اور مومنوں کا دشمن رہ چکا ہے۔ گمراہی میں سب کا سردار اور اسلام میں سب سے پھسڈی اور کمینہ ہے کیا تو اس گروہ سے نہیں جس نے جناب محمد مصطفےٰؐ سے جنگ کی ہے اور آنحضرتؐ کی بدگوئیاں کرتے رہے ہیں۔ اور کیا ان کے بعد تم نے امت کو فتنہ و فساد میں نہ ڈالا۔ کیا تو بدترین پسر نہیں ہے اور کیا تو خدا اور اس کے رسول کا دشمن نہیں۔ کیا تو اہل بیت رسول خداؐ کا بدخواہ نہیں ہے۔ یہاں سے کھڑا ہو جا اور دور ہو کہ تو اس جگہ بیٹھنے اور بولنے کے قابل نہیں۔

عمرو عاص چپکے سے اٹھا اور ایک گوشہ میں جا بیٹھا۔ عبداللہ بن جناب نے جو بڑا بہادر اور نامور شہسوار تھا اور فضیلت سابقہ بھی رکھتا تھا کہا کہ اے امیرالمومنینؑ تم نے ہمیں جنگ جمل میں جن امور کا حکم دیا تھا ہم نے ان کی تعمیل کی اور آپ کے ارشاد کو بہ سرو چشم بجا لائے۔ آج بھی ہم وہی دوست ہیں جو کل تھے۔ ہمارے اعتقاد اور حالات میں کوئی سستی یا کمزوری واقع نہیں ہوئی میں دیکھتا ہوں کہ آپ اس جھگڑے اور تقرر حکمین میں جس کی گفتگو درپیش ہے کراہت کرتے ہیں اور اس جنگ میں اس قوم کی جانیں تلف ہو چکی ہیں۔ جب ان میں تاب مقابلہ نہ رہی تو کلام الٰہی میں پناہ لی اور ہماری تلواروں کی نیزوں کی ہیبت و دہشت نے ان میں کلام خدا یاد دلایا ہے۔ آپ نے ان کی بات مان لی اگر آپ ان تمام امور کو نامنظور فرماتے ہیں تو آپ کی رائے سب سے بہتر ہے۔ کیونکہ آپ نے ہی سب سے پہلے اسلام اختیار کیا اور آپ ہی نے سب سے بعد تک جناب رسول خداؐ کا دیدار ملاحظہ کیا ہے اور اگر آپ آج اس ڈھنگ کو ان کے منظور نہیں کرتے تو ہم آپ کے حضور میں ہیں ہماری تلواریں ہمارے کاندھوں پر دھری ہوئی ہیں اور نیزے ہاتھوں میں ہیں ہم نے آپ سے بیعت کی ہے اور اپنے اقرار پر ثابت قدم ہیں۔ روگردانی نہیں کرتے آپ کی جو مصلحت ہو ہم اس کی تعمیل کے لیے مطیع و فرماں بردار ہیں۔ والسلام!

اس کے صعصعہ بن صوحان عبدی نے کھڑے ہو کر کہا اے امیرالمومنینؑ ہمارے دل آپ کی اطاعت میں محو اور آنکھیں دشمنوں سے جنگ کرنے کے لیے نگراں ہیں۔ آپ ہمارے والی اور امیر ہیں اور ہم آپ کی رعیت اور فرمانبردار ہیں اور آپ احکام الٰہی کی بجا آوری اور لوازم دین شریعت ایمانی کے رواج میں ہم سے بہتر اور افضل ہیں اور جناب رسول خداؐ کے بعد آپ ہی ہمارے پیشوا اور امام ہیں۔ کوئی اور شخص آپ سے ذرا سی مناسبت بھی نہیں رکھتا اس معاملہ میں محض اپنی رائے انور کے مطابق عمل در آمد فرمایئے۔ اگر آپ کو یہ امر ناگوار خاطر ہے تو اس کا خیال نہ فرمائیں کیونکہ نہ آپ پر جبر ہی ہو سکتا ہے نہ کوئی آپ کے معاملے میں خطا دار ہو سکتا ہے اور اگر تمام آدمی بھی آپ کی فرمانبرداری سے باہر ہو جائیں گے تو ہم مطیع فرمان ہیں اگر آپ اس امر کو جس کے لیے یہ لوگ خواہش رکھتے ہیں اور ہمیں اس کی طرف رجوع کرتے ہیں قبول فرمائیں گے تو ہم آپ کے ساتھ ہیں اور اگر انکار کر دیں گے تو ہم آپ کا حکم بجا لائیں گے آپ استخارہ دیکھیں اور جب ارادہ کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھیں۔ والسلام!

صعصعہ اپنا خیال عرض کر چکا تو جناب امیرالمومنینؑ کو اس کا کلام پسند آیا۔ اور توصیف کی۔ اس کے بعد منذر بن جارود بن عبدی نے کہا ہم نے معاویہ اور عمرو عاص کی بات سنی اور ان کے کلام کا ظاہر و باطن سمجھ لیا بات یہ ہے کہ جب کوئی ایسا معاملہ آ پڑے کہ اسے انجام نہ دے سکتے ہوں تو واجب ہے کہ اسے مان لیا جائے۔ ہمارا دل یہ چاہتا ہے کہ اس قوم کے ساتھ آپ وہ برتاؤ کرتے جس سے ان کو نقصان پہنچا اور اس کے ضمن میں ہم فائدہ اٹھاتے۔ اور جو لوگ یہ امر پیش کر رہے ہیں اس میں دو امر مدنظر ہیں۔ ایک یہ کہ مراد جلدی بر آئے مگر اے امیرالمومنینؑ آپ کو کچھ اور خیال ہے۔ پس اگر اس قوم سے جنگ کرنا چاہتے ہیں تو ابھی تک ہمارے پاس اس قدر لشکر موجود ہے کہ ان کو ابتر اور پریشان کر کے شکست دے سکتے ہیں اور ہم کسی امر میں بھی آپ سے انکار نہیں کر سکتے سب کے سب آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں۔ والسلام!

پھر حارث بن مرہ نے کھڑے ہو کر کہا اے امیرالمومنینؑ ہم میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو زبان سے کہتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے اور کچھ وہ لوگ ہیں جو کچھ کر کے دکھانا چاہتے ہیں مگر نہیں کر سکتے اور آپ کو صرف انہیں لوگوں سے فائدہ حاصل ہو سکتا ہے جو کچھ کر سکتے ہیں اور کر کے دکھاتے ہیں مگر ایسے لوگ زندہ نہیں رہے اور اب کوئی ایسا باقی نہیں رہا

جس کے قول و فعل پر بھروسہ کیا جائے ہم خوب جانتے ہیں کہ معاویہ دنیا کے لیے آپ سے برسر مقابلہ ہے اگر آپ اس معاملہ سے جس کی نسبت گفتگو ہو رہی ہے نفرت رکھتے ہیں تو اس کے قول کو قبول نہ کیجئے جو کچھ گزرا گزر گیا از سر نو جنگ شروع کر دینی چاہیے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے اور ہمارے درمیان حکم صادر فرمائے۔ والسلام!

پس اسی طرح ہر شخص نے جو کچھ اس کے دل میں آیا کہا یہاں تک کہ شریک اعور ہمدانی' احنف بن قیس اور حارث بن قدامہ سعدی کھڑے ہو گئے اور کہا یا امیر المومنین حکم مقرر کرنے کی تجویز کو آپ منظور نہ فرمائیں اور جنگ ہی کو اختیار کریں۔

اب معاویہ ڈر گیا کہ ایسا نہ ہو کہ میرا مکر و فریب ضائع ہو جائے۔ اور سوچا ہوا منصوبہ ختم ہو جائے گھبرا گھبرا کر ان لوگوں کے منہ تکتا تھا اور ایک ایک کو پہچان کر دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتا تھا۔ اب عبداللہ بن سوار اٹھا' یہ وہی شخص تھا جس نے عبداللہ بن عمرو عاص کو قتل کیا تھا۔ اس نے لوگوں کو تسلی دے کر کہا تم خاموش رہو میں حضرت علیؑ سے ایک بات کہہ لوں۔

۳۶۲

پھر کہا اے امیر المومنینؑ خدا کی قسم ہمیں بخوبی معلوم ہے اور یقینی طور پر جانتے ہیں کہ تمام معاملات میں آپ حق پر ہیں۔ اور آپ کوئی ایسا کام یا تجویز پیش نہیں کرتے جس کے ساتھ دلیل کامل اور برہان قاطع لاحق نہیں ہوتی۔ اور ہم لوگ وہ ہیں جنہیں حکم دیا جائے اور تعمیل کریں اور ہم وہ آدمی نہیں کہ فرمانروا پر حکمرانی کریں۔ اگر آپ نے حکم مقرر کرنے کے معاملہ میں اپنے ارادے کو مصمم کر لیا ہے اور اس کام کے ظہور میں لانے کا ارادہ ہے تو آپ مالک و مختار ہیں اور ہم مطیع و فرمانبردار ہیں اور اگر آپ اسے بہ نظر کراہت دیکھتے ہیں تب بھی آپ مجاز و مختار ہیں مگر اس وقت ہمارے حالت اور ہو گئی ہے زندگی مکدر ہے۔ عقلمند لوگ ہلاک ہو چکے ہیں اور جو اشخاص صبر و ثبات کی جان تھے باقی نہیں رہے صرف شکی اور ضعیف الاعتقاد لوگ رہ گئے ہیں۔ انصاف پسند اور نیکو کار جن کی پیشانیوں سے ان کے اوصاف حمیدہ ظاہر رہتے ہیں۔ بہت کم ہیں تاہم حکم آپ کا ہے۔ جو کچھ آپ حکم دیں گے اور مناسب تصور فرمائیں گے اس سے بڑھ کر دوسری بات نہیں ہو سکتی۔ ہم آپ ہی کے حکم میں بھلائی اور بہبودی اور سلامتی جانتے ہیں ہر طرح سے آپ کے احکام کی تعمیل کو اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ والسلام!

جب یہ بات اشتر نخعی کو معلوم ہوئی بہت غصہ آیا اٹھ کھڑا ہوا اور بولا۔ اے پسر سوار یہ کیا بکواس تو نے بکی اور بڑی بے جا بات منہ سے نکالی تو بالکل ناسمجھ ہے اپنی جگہ پر خاموش ہو کر بیٹھ کہ جو امر از روئے مصلحت و مشورہ مفید و انسب ہے جناب امیر المومنینؑ کی خدمت میں عرض کروں۔ عبداللہ نے کہا لو میں خاموش ہو رہا ہوں جو کہنا ہو کہو۔ اشتر نے کہا اے امیر المومنینؑ آپ کے اور معاویہ کے درمیان بہت بڑا فرق ہے وہ کسی طرح آپ کی برابری نہیں کر سکتا۔ اگر اس کے اہل لشکر آپ کے لشکر والوں کے ہم پلہ ہوں بھی تو کیا۔ اس کا صبر و ثبات اور علم و شجاعت آپ کے برابر نہیں ہے وہ دوری اور قیام میں آپ سے کمتر ہے۔ اب یہ معاملہ خاتمہ پر آ گیا ہے۔ آپ کی موجودگی میں ہمیں یہ درجہ حاصل نہیں کہ کوئی رائے پیش کریں یا مصلحت سوچیں جس طرح فیصلے کو یہ پیش کرتے ہیں۔ آپ کے پسند خاطر ہے تو آپ ہمارے پیشوائے کامل اور امام عالی مقام ہیں۔ اور اگر آپ کو ناپسند خاطر ہو تو ہم شمشیر زنی کے لیے حاضر ہیں۔ جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا اے اشتر بیٹھ جا جو کچھ تجھ پر فرض تھا تو نے کیا اور کہا۔ اس وقت معاویہ' عمرو عاص اور شام کے جس قدر اراکین و سردار موجود تھے سب کے سب ان باتوں کو سن رہے تھے' خاموش تھے اور ذرا دم نہ مارتے تھے۔

جب ہر شخص اپنی سی عرض کر چکا جناب امیر المومنین علیہ السلام نے منشی سے کہا لکھ اقرار نامہ علی ابن ابی طالب اور

معاویہ بن ابی سفیان کی طرف سے ابو الاعور سلمی نے کہا شروع میں معاویہ کا نام لکھنا چاہیے۔ اشتر نے کہا او نالائق خاموش رہ تجھے اس معاملہ میں حرف زدن کا یارا نہیں۔ شروع میں علی ابن ابی طالب کا نام لکھا جائے گا۔ کیونکہ آپ معاویہ اور غیر معاویہ سب سے مقدم ہیں۔

معاویہ نے کہا اے اشتر جانے دے جسے چاہے تو شروع میں لکھوا دے۔ غرض منشی نے لکھا کہ علی ابن ابی طالب اور معاویہ ابن ابی سفیان اور اہل شام اور اہل حجاز و اہل شام اور گروہ علیؑ اور پیروان معاویہ اقرار کرتے ہیں کہ ہم شروع کار سے انجام کار تک حکم الٰہی پر رضا مند رہے ہیں۔ اور اقرار کرتے ہیں کہ جس امر کو قرآن شریف رواج دیتا ہے۔ ہم رواج دیں گے۔ اور جس فعل کو قرآن مجید منع کرتا ہے اس سے باز رہیں گے۔ اور عبداللہ بن قیس اور عمرو عاص کو حکم مقرر کیا ہے کہ جو فیصلہ وہ کریں گے ہم اس کو منظور کریں گے۔ علی ابن ابی طالب اور معاویہ بن ابی سفیان نے عبداللہ بن قیس اور عمرو عاص کو اللہ تعالیٰ کی شدید قسمیں دلوائیں اور عہد و پیمان لئے گئے کہ محض اس طریق پر فیصلہ کریں۔ جو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو۔ اور اگر کتاب الٰہی سے ایسا حکم ظاہر نہ ہو تو سنت مصطفیٰؐ کے مطابق جس پر سب کا اتفاق ہو فیصلہ قرار دیں اور عبداللہ بن قیس اور عمرو بن عاص دونوں طرفین کے لشکروں کی طرف سے جان و مال سے محفوظ رہیں۔ امت رسول خداؐ ان دونوں کے قرار داد کو مانے گی اور دونوں لشکر اس کے فیصلے پر معترض نہ ہوں گے۔ اور دونوں فوجیں ان تمام امور پر جو اس اقرار نامہ میں درج ہیں رضا مند ہیں۔

اور یہ امر بھی قرار شدہ ہے کہ اہل عراق، عراق کی طرف چلے جائیں اور اہل شام شام کی طرف پلٹ جائیں اور حکم اشخاص کا اجلاس مقام دومتہ الجندل میں ہو اور اس تصفیہ کے لئے علی اور معاویہ کو ایک سال کی مہلت ہے۔

جناب امیر المومنینؑ کے منشی عبداللہ بن ابی رافع نے اس اقرار نامہ کی نقل شامیوں کو لکھ دی اور معاویہ کے منشی عمر بن عباد کلبی نے ایک نقل عراقیوں کو تحریر کر دیا۔ عراقیوں نے شامیوں کی فرد پر انہوں نے عراق والوں کی دستاویز پر شہادتیں اور گواہیاں درج کر دیں۔ جس وقت یہ فردیں لکھی جا چکیں اور دستخطوں اور شہادتوں سے مرتب ہو گئیں تو علیؑ کے لشکر میں سے ایک شخص نے جو ربیعہ قبیلہ سے تھا نکل کر اور گھوڑے پر سوار ہو کر پانی طلب کیا۔ جب پانی پی چکا تو معاویہ کے لشکر پر حملہ کیا اور کئی شخصوں کو مجروح کرنے کے بعد دم لیا۔ اور مزید پانی مانگا۔ اب پانی پی کر رجز پڑھی۔ پھر حضرت علیؑ کے لشکر پر حملہ کیا۔ غرض اس طرح کچھ عرصے تک حضرت علیؑ کی سپاہ پر حملے کرتا رہا اور بڑی دلیری سے لڑتا ہوا یہ آواز بلند کہتا تھا۔ اے لوگو آگاہ ہو کہ میں علی اور معاویہ اور ان کے حکموں سے بیزار ہوں۔ خدائے جل لالہ کے سوا کوئی حاکم نہیں۔ اگرچہ مشرک نفرت کریں۔ غرضیکہ جب وہ حضرت علیؑ کے لشکر پر حملہ آور ہو کر تلوار اور نیزہ سے جنگ کر رہا تھا مارا گیا جو شخص سب سے پہلے خارجی ہوا یہی شخص تھا۔

الغرض جب اقرار نامہ مکمل ہو گیا اور مہریں اور گواہیاں ثبت ہو چکیں تو اشتر نخعی، عدی بن حاتم طائی، عمر بن حمق خزاعی، شریح بن ہانی مزحجی، زجر بن قیس جعفی اور احنف بن قیس تمیمی اور انہی جیسے اور شخصوں نے جو لشکر جناب امیرؑ کے رکن اور سردار تھے اٹھے اور معاویہ کے پاس جا کر کہا۔ ہماری نسبت حق روی کے سوا اور گمان نہ کرنا ہم آج بھی اسی ارادے پر قائم ہیں۔ جس پر کل تھے مگر اتنی بات ہے کہ تم نے عاجز آ کر قرآن کا حیلہ اختیار کیا اور ہمیں اس کی طرف بلایا ہے۔ ہم نے تمہاری بات منظور کر لی اگر حکمین کا تصفیہ راہ راست پر ہوا اچھی بات ہے ورنہ یقین رکھ کہ ہم جنگ کئے بغیر نہ رہیں گے۔ اور جب تک ہم میں سے ایک آدمی بھی زندہ رہے گا۔ مقابلے سے باز نہ آئیں گے۔ معاویہ نے کہا ایسا ہی کرنا اور جو کچھ تمہیں اور ہمیں لازم آئے اس پر عمل کرنا۔ اس کے بعد جناب امیر المومنین علیہ السلام نے حکم دیا کہ

منادی کرا دی جائے کہ اہل عراق نے اپنے وطنوں کی طرف مراجعت کی۔
معاویہ نے بھی منادی کرا دی کہ شامی گروہ جانب شام لوٹ جائیں۔ ابو موسیٰ اشعری نے جناب امیر کی خدمت میں عرض کی عمرو عاص بڑا مکار، حیلہ باز شخص ہے۔ دور کی سوچتا ہے۔ میں اس کے فریب سے اندیشہ ناک ہوں۔ مبادا مجھے غلطی میں شرمندگی لازم آئے آپ اپنے صحابیوں سے کچھ آدمی میرے ہمراہ کر دیں کہ دومتہ الجندل میں ٹھیر کر میرے احوال کے جویاں و نگراں رہیں۔ اگر دیکھیں کہ عمرو عاص کوئی فریب گانٹھتا اور مجھے فریب دینا چاہتا ہے تو مجھے متنبہ کرتے رہیں۔ اور نیک مشورہ دیں۔ حضرت علی نے شریح بن ہانی کو پانچ سو سواروں کے ہمراہ اس کے ساتھ بھیج دیا۔ اور اس کے نام ایک حکم لکھ دیا کہ ابو موسیٰ کے حال سے باخبر رہے۔ شریح نے بہ اقرار فرمانبرداری سفر کیا۔ ... راہ میں شریح نے ابو موسیٰ سے کہا خوب سمجھ لے کہ یہ کام نہایت ہی نازک تو نے اختیار کیا ہے اور اپنے آپ کو ایک نہایت ہی خطرناک کام میں مبتلا کیا ہے۔ اگر تیرے قول و فعل میں کوئی مشکل واقعہ پیش آگیا تو اس کی اصلاح کسی تدبیر سے نہ ہو سکے گی۔ اور اس سے بڑھ کر کوئی اور خرابی عقل میں نہ آئے گی۔ خوب یاد رکھ کہ تجھے عمرو عاص سے سابقہ پڑا ہے جو خدا سے نہیں ڈرتا اس نے اپنے آپ کو دین کے عوض فروخت کر دیا ہے۔ وہ تجھ سے کچھ بھی اندیشہ نہ کرے گا۔ اس سے بہت ہی خبردار رہنا، کان کھول کر سن رکھ کہ وہ مکار دغا باز دم بریدہ بدمعاش تیرے مقابلے پر رنگ آرائی نہ کرنے پائے۔ اور تجھے غلط فہمی میں نہ ڈالے۔ مبادا تیری زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکل جائے تو زمانہ ہائے دراز تک معرض اعتراض میں رہے اور ہر وقت لوگوں کی زبان پر جاری و ساری رہے۔

ابو موسیٰ نے کہا میں کسی امر میں کوتاہی نہ کروں گا۔ جہاں تک طاقت بشری میں ممکن ہے میں اس معاملہ میں سعی و کوشش بجا لاؤں گا اور کوئی نکتہ یا پہلو فروگزاشت نہ ہونے دوں گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ اس معاملے کو ایسے طریق پر انجام دوں گا کہ جس سے دونوں گروہ رضامند ہوں گے۔ غرض ابو موسیٰ اور شریح اپنے ہمراہیوں اور تابعین سمیت جانب دومتہ الجندل روانہ ہوئے۔ معاویہ نے بھی شرجیل بن سمط کندی کو سواروں کے ایک انبوہ کثیر کے ساتھ عمرو کی ہمراہی میں روانہ کیا۔ ابو موسیٰ کے اعزا و اقارب اور دوست مشایعت کے لئے اس کے ساتھ چلے جا رہے تھے۔ ابو موسیٰ نے ان سے کہا اب تم سلامتی سے واپس چلے جاؤ اور یقین رکھو کہ میں اس معاملہ میں ذرا کمی نہ کروں گا۔ اور امت کی بہبودی کا کوئی طریقہ فروگزاشت نہ ہو گا۔ میرا ارادہ ہے کہ ایسے عمدہ طریق سے فیصلہ کروں گا کہ جس سے طرفین رضامند ہو جائیں گے لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

اس کے بعد وہ لوگ اسے رخصت کرکے واپس چلے آئے۔ احنف بن قیس بھی ان کے ہمراہ تھا۔ ابو موسیٰ نے کہا یہ یقین رکھ کہ بہت نازک معاملہ ہے۔ کوئی چھوٹا کام نہیں اور جو کچھ تو فیصلہ کرے گا عرصہ دراز تک اس کا تذکرہ جاری رہے گا۔ اور اگر تجھے کوئی غفلت یا فروگزاشت ہو گئی یا عراق کو ضائع کر دیا تو پھر کبھی اس کا مداوا نہ ہو گا۔ یہ ایسا ہی کام ہے جس میں تجھے پھنسا دیا ہے۔ اگر تو خدا سے ڈر کر خوب غور و فکر سے کام لے گا اور اس کے آغاز و انجام کو اچھی طرح سوچ لے گا تو اس کا نیک ثمرہ بہت جلدی اور دائمی حاصل کرے گا۔ اس جہان میں نیک نام ہو گا اور آخرت میں نیکوں اور صدیقوں کے گروہ میں شمار ہو گا۔ اور اگر عمر عاص کے فریب میں آگیا تو دنیا و آخرت دونوں تیرے ہاتھ سے جاتے رہیں گے۔ اور خسر الدنیا و الاخرہ کا مصداق بنے گا۔

دیکھ عمرو عاص جب ملے ہرگز اس کی تعظیم و تکریم نہ کرنا۔ مبالغہ نہ کرنا۔ سلام میں پہل نہ کرنا اور تامل کرنا کہ وہ پہلے تجھے سلام کرے۔ اور اگر وہ تجھے بلائے اور اپنی مسند پر بٹھائے تو مت بیٹھنا، اس کا کہنا نہ کرنا اور اس کے ساتھ ایک مسند پر نہ

بیٹھنا کیونکہ وہ اپنے ہر قول و فعل میں ایک نہ ایک مکر و دغا اور چال پوشیدہ رکھتا ہے۔
یاد رکھ اس کے ساتھ کسی ایسے مکان میں نشست و گفتگو نہ کرنا جس میں کوٹھڑیاں ہوں کیونکہ وہ ازراہ مکاری ضرور بالضرور چند آدمیوں کو چھپا رکھے گا کہ جو کچھ تو کہے اسے سن لیں اور تیرے مقابل گواہ بن جائیں۔ ابو موسیٰ نے جواب دیا کہ جو کچھ تو نے کہا اور جتایا عین ثواب ہے۔ میں نے تیری نصیحتیں سنیں اور انہیں پلے باندھ لیا۔ بخیریت واپس جاؤ اور مطمئن رہو۔ یقین رکھو کہ کسی امر میں خطا سرزد نہ ہوگی۔ انشاء اللہ جس طریق سے مطلب بر آئے گا اسی ڈھنگ سے فیصلہ قرار دیا جائے گا۔
احنف نے امیر المومنینؑ کی خدمت میں واپس آکر کہا میں ابو موسیٰ کو رخصت کر آیا ہوں اور ہر طرح سے جو مناسب سمجھا اسے فہمائش کر دی مگر وہ تو بڑا ہی سادہ لوح آدمی ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ معاملہ کو کس طرح طے کرے گا۔
جناب امیرؑ نے فرمایا تو درست کہتا ہے۔ جو مرضی الہی اور حکم ربانی ہے وہ ٹل نہیں سکتا۔ تو خوب جانتا ہے کہ میں اس معاملہ میں ابو موسیٰ کے بھیجنے پر رضامند نہ تھا۔ نہ اب راضی ہوں۔ و اللہ بالغ امرہ ------ اللہ اپنا حکم ظاہر کرنے والا ہے۔
الغرض لوگ موضع دومتہ الجندل میں جمع ہوئے اور عمرو عاص ابو موسیٰ سے پہلے پہنچ گیا۔ جب ابو موسیٰ قریب پہنچا تو عمرو عاص استقبال کے لئے نکل آیا۔ اور پہلے خود سلام کیا۔ ابو موسیٰ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر رکھا اور کہا اے بھائی ہم تم عرصہ دراز سے جدا تھے اور تجھ سے ملنے کے لئے میں بہت مشتاق تھا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھلائی اور بہبودی عطا کرے۔
اس کے بعد عمرو عاص نے ابو موسیٰ کو اپنی مسند پر بٹھایا اور اس سے مخاطب ہو کر کچھ دیر تک ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا۔ پھر کھانا طلب کیا۔ جب خوان آیا ابو موسیٰ نے اس کے ساتھ کھانا کھایا۔ اس کے بعد ابو موسیٰ اپنی قیام گاہ پر چلا آیا۔ اب ہر روز دونوں ایک دوسرے کے پاس آنے جانے لگے۔ کچھ کھاتے پیتے اور پھر اپنی اپنی قیام گاہ کی طرف چلے آتے۔ اسی میل ملاپ میں کئی دن گزر گئے۔
عدی بن حاتم طائی نے کہا اے عمرو تو پیٹھ پیچھے غیر معتمد ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ تیرا عتاب عیب سے خالی نہیں اور اے ابو موسیٰ تو ذرا سی قدرت نہیں رکھتا تیرا انجام بہت ہی ضعیف ہوگا۔ عمرو نے کہا اے عدی تجھے اور تجھ جیسے اور شخصوں کو اس معاملہ میں دخل در معقولات کی اجازت نہیں۔ تو ہماری باتوں میں دخیل نہ ہو اور ہمیں اپنے حال پر رہنے دے۔ پھر ابو موسیٰ کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ لازم ہے کہ ہر شخص کو یہ اجازت نہ ہونی چاہئے کہ وہ اس مشاورت میں آئے۔ اور ہماری باتوں پر غور و فکر کر کے معترض ہو۔ الغرض حکمین کی یہ باتیں مشہور ہو گئیں۔ جابجا لوگ چرچا کرنے لگے کہ ابو موسیٰ دھوکا کھا کر جناب امیرؑ کو خلافت سے علیحدہ کر دے گا۔ اور ان کا کام بگاڑ دے گا۔
کچھ لوگوں نے معاویہ سے جا کر کہا کہ عمرو عاص امر خلافت کو اپنی ذات کے واسطے قرار دینے کی فکر میں ہے۔ نہ وہ جناب امیر کی طرف مائل ہے نہ معاویہ کی طرف۔ معاویہ یہ بات سن کر بہت گھبرایا۔ حیران تھا اور جانتا تھا کہ اب کیا کرے۔ مغیرہ ابن شعبہ کو جو طائف سے اس کے سلام کو حاضر ہوا تھا بلایا اور کہا مجھ سے آج کسی نے کہا ہے کہ عمرو عاص نہ تجھے دوست رکھتا ہے اور نہ جناب امیر کو چاہتا ہے بلکہ وہ اس فکر میں ہیں کہ کسی حیلہ سے امر خلافت کو اپنے واسطے قرار دے تو اس خبر کی بابت کیا کہتا ہے۔ مغیرہ نے کہا اگر مجھ سے ہو سکتا تو تیرے حق میں رائے دیتا یا مصلحت دیکھتا تو حضرت امیر المومنینؑ کی معرکہ آرائی میں تیرا طرفدار ہوتا۔ لیکن اب تو اسی قدر ممکن ہے کہ دومتہ الجندل میں جا کر عمرو عاص اور ابو موسیٰ کا حال دریافت کر کے واپس آؤں اور جو حقیقت حال ہو تجھ سے کہہ دوں۔

معاویہ نے کہا تیری رائے بہت ٹھیک ہے۔ جلدی جا اور تمام کیفیت معلوم کرکے بہ عجلت واپس آ۔ کیونکہ اس فکر کے سبب مجھ پر سونا اور آرام کرنا حرام ہو گیا ہے۔

مغیرہ روانہ ہو گیا اور دومتہ الجندل پہنچ کر ابو موسیٰ کے پاس گیا۔ اسے سلام کیا اور کچھ عرصے تک اس سے ہر قسم کی باتیں کرتا رہا۔ پھر پوچھا تو اس شخص کی نسبت کیا کہتا ہے۔ جو اس جنگ کے ہوتے ہی گوشہ نشین ہو نہ جناب امیرؑ کا ساتھ دیا نہ معاویہ کی طرف داری کی۔ ابو موسیٰ نے کہا وہ بڑا عقلمند اور دانا شخص ہے۔ مغیرہ نے پھر کوئی بات نہ کی اور وہاں سے اٹھ کر عمرو عاص کے پاس آیا' سلام کیا کچھ دیر بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا۔ پھر مغیرہ نے پوچھا اے ابو عبداللہ اس شخص کے حق میں کیا کہتا ہے جس نے ان معرکہ آرائیوں میں خونریزی کرنے سے پہلو بچایا اور ان جھگڑوں اور کشت و خون سے علیحدہ رہنا پسند کر لیا۔

عمرو عاص نے کہا وہ شخص تمام انسانوں میں بدترین اور بدبخت ہے۔ کیونکہ نہ حق کو پہچانتا ہے اور اس کی حرمت رکھتا ہے نہ باطل سے واقف ہے۔ کہ اس سے پرہیز رکھے۔ اب مغیرہ وہاں سے پلٹ کر معاویہ کے پاس آیا اور کہا میں نے وہاں جا کر دونوں سے ملاقات کی۔ ان کی باتیں سنیں اس میں شک نہیں کہ ابو موسیٰ علی کو خلافت سے علیحدہ کر دے گا۔

مگر عمرو عاص کا یہ حال دیکھا اور اس کی زبانی یہ کچھ سنا شاید اس کا خیال کچھ اور ہے۔ اس بات سے معاویہ کا فکر و تردد بہت زیادہ ہو گیا۔ اس معاملہ کے متعلق ایک خط لکھ کر عمرو عاص کے پاس بھیجا کہ ایسی ایسی باتیں سنتا ہوں مگر مجھے اعتبار نہیں آتا بلکہ یقین رکھتا ہوں کہ تو میری رضامندی کا خیال رکھے گا اور ان باتوں سے الگ رہے گا۔

عمرو نے جواب میں سخت قسمیں کھائیں کہ نہ کوئی ایسی بات میری زبان سے نکلی ہے نہ دل میں گزری ہے۔ نہ خلاف اعتقاد کوئی ایسا خیال پیدا ہوا ہے۔ جب بہت عرصہ گزر گیا اور انہوں نے کوئی فیصلہ نہ سنایا آدمی رنجیدہ ہوئے۔ عمرو عاص اور ابو موسیٰ سے کہا اس معاملہ کو بہت عرصہ گزر گیا ہے اور تم نے ابھی تک کوئی تجویز نہیں سنائی۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ مدت مقررہ گزر جائے گی اور معاملہ غیر فیصل ہی رہے گا۔ اور ہمیں پھر مصروف جنگ رہنا پڑے گا۔ لوگوں نے جب یہ بات کہی تو عمرو عاص ابو موسیٰ کے پاس آیا اور کہا مجھے یقین ہے کہ عراق والے طلب خون عثمان میں شامیوں سے کچھ سعی و کوشش نہ کریں گے۔ اور تو معاویہ کے حال اور اس کے شرف سے واقف ہی ہے مجھ سے سچ بتا کہ تو نے اس معاملہ میں کیا سوچا اور کس بات پر رائے قرار پائی ہے۔

ابو موسیٰ نے کہا جن دنوں عثمان اپنے گھر میں محصور تھا اس نے معاویہ سے مدد طلب کی تھی۔ مگر اس نے مدد نہ کی حالانکہ وہ مدد کر سکتا تھا اگر میں مدینہ میں ہوتا تو ضرور اس کی مدد کرتا اور تو خوب جانتا ہے کہ علیؑ قبیلہ بنی ہاشم میں اس سے زیادہ ممتاز ہے جس قدر معاویہ بنی امیہ میں۔

عمر نے کہا تو سچ کہتا ہے۔ لیکن لوگ کہتے ہیں کہ تو اہل عراق کا اس قدر ہوا خواہ نہیں جس قدر کہ شامیوں کا ہے اور تو حضرت علی علیہ السلام کو اتنا عزیز نہیں رکھتا جس قدر میں معاویہ کو دوست رکھتا ہوں۔ مگر کوئی یہ کہے کہ معاویہ طلقاء میں سے ہے اور اس کا باپ احزاب تو یہ اس کا قول سچ ہو گا اور اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے عثمان کے قاتلوں کو اپنے پاس رکھ چھوڑا ہے۔ اور ان پر مہربانیاں کرتے ہیں اور علی نے عثمان کے دوستوں کو قتل کر دیا ہے تو اس کا کہنا بھی درست ہو گا۔ کیا تیری رائے میں یہ بات ٹھیک ہو گی' میں معاویہ کو خلافت سے الگ کر دوں اور تو جناب علیؑ کو اور ہم دونوں متفق ہو کر خلافت عبداللہ بن عمر بن خطاب کو دے دیں۔ وہ بڑا عابد زاہد اور نہایت ہی نیک بخت ہے۔ اس جنگ میں اس نے کچھ مداخلت نہیں کی۔ اپنی زبان تک کو خونریزی سے آلودہ نہیں ہونے دیا۔

ابو موسیٰ نے کہا تجھ پر ہزار رحمتیں نازل ہوں۔ خوب ہی تجویز پیش کی ہے اور نہایت ہی عمدہ رائے دی ہے۔ عمرو نے کہا یہ بات کس روز بیان کرنی چاہئے۔ ابو موسیٰ نے کہا تجھے اختیار ہے زیادہ دیر لگانی خلاف مصلحت ہے۔ اگر پسند کرے کل پیر کا دن ہے۔ اور پیر کا دن مبارک ہوتا ہے۔

عمرو نے کہا ایسا ہی ہوگا میں کل یہ بات ظاہر کر دوں گا اس کے بعد پلٹ کر اپنی قیام گاہ پر آگیا اور اپنے معتمدین سے یہ راز بیان کر دیا۔ اور انہیں گواہی کے واسطے مستعد کر لیا اور دوسرے دن ابو موسیٰ کے پاس دوبارہ گیا۔ اور جن گواہوں کو آمادہ کر لیا تھا اپنے ہمراہ لیتا گیا جب ابو موسیٰ کے پاس پہنچا اور آدمی جمع ہو گئے کہ ان کی تجاویز اور گفتگو کو سنیں۔ عمر نے کہا اے ابو موسیٰ تجھے اس خدا کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں کہ جس کے سوا دوسرا خدا نہیں کہ خلافت کے لئے وہ شخص زیادہ سزاوار ہے جو قول کا پورا ہوا یا وہ شخص زیادہ مستحق ہے جو بے وفا ہو۔ ابو موسیٰ نے کہا یہ سوال تو کچھ مشکل نہیں۔ ہر کام میں وفا شعار غدار سے اچھا ہوتا ہے۔ عمر نے کہا اے ابو موسیٰ تو عثمان کی نسبت کیا کہتا ہے۔ وہ ظالم ہو کر مارا گیا ہے یا مظلوم؟ ابو موسیٰ نے جواب مظلوم ۔۔۔۔!

عمرو نے پھر پوچھا تو اس کے قاتل کی نسبت کیا کہتا ہے؟ اس کو عثمان کے قصاص میں قتل کرنا چاہئے یا نہیں۔ اس نے جواب دیا بہرحال عثمان کے قاتل کو قتل کرنا چاہئے۔ عمرو نے کہا کس شخص کو قصاص عثمان کا حق حاصل ہے۔ اس نے کہا عثمان کے وارثوں کو یہ حق پہنچتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے **و من قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا** یعنی جس نے کسی کو بیجا قتل کر دیا ہم نے اس کے والی کو اس پر غلبہ عطا کیا ہے۔ عمرو نے کہا اے لوگو عمرو کی ان باتوں کے گواہ رہنا۔ معاویہ عثمان کے اولیاء میں سے ہے۔ ابو موسیٰ نے کہا اے ابو عمر اٹھ اور معاویہ کو خلافت سے علیحدہ کر دے۔ اور میں علی کو معزول کر دوں گا۔ کیونکہ میں اسی کل والی تجویز پر قائم ہوں جو ہم دونوں نے قرار دی ہے۔

عمرو نے کہا سبحان اللہ! مجھے یہ مرتبہ حاصل نہیں کہ تجھ سے پیشتر کلام یا کوئی کام کروں۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے ایمان و ہجرت میں مجھ سے مقدم کیا ہے۔ پھر میں تجھ سے آگے بڑھ کر کیونکر چل سکتا ہوں تو خود از راہ سعادت اٹھ کر اپنا عندیہ اور تجویز بیان کر۔ جب تو اپنی دلی بات بیان کر چکے گا تو میں بھی جو کچھ کہنا ہے کہہ دوں گا۔

ابو موسیٰ اٹھا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ آج خلقت کا ہجوم بھی بہت تھا۔ حمد خدا کے بعد کہا اے لوگو آگاہ ہو کہ سب سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو قابو میں رکھے اور وہی سب سے اچھا ہے جو اپنی آرزوؤں کا غم کھاتا ہے تم جانتے ہو کہ اس جنگ میں ہزارہا آدمی مارے گئے ہیں۔ اب میں نے اس معاملہ میں سوچ سمجھ کر ایسی تجویز قائم کی ہے۔ جس میں مسلمانوں کی بھلائی شامل ہے اور یہ آتش فساد مٹ جائے گی اور باقی ماندہ ہلاکت سے بچ جائیں گے۔ میری یہ رائے ہے کہ ہم علی علیہ السلام اور معاویہ دونوں کو خلافت سے برطرف کر دیں اور ان اختیارات عالی شان کی سپردگی کا اختیار مشورہ پر رکھیں پس اے لوگو اب آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے علیؑ کو خلافت سے علیحدہ کر دیا جس طرح میں نے اپنی انگلی سے یہ انگوٹھی علیحدہ کر لی ہے پھر اپنی انگلی سے انگوٹھی نکال کر خاموش کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد عمرو عاص نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر کہا اے لوگو! ابو اشعری جو جناب رسول خداؐ کا یمن کا قاصد اور ابوبکر کا قائم مقام ہے اور عمر خطاب کا عامل ہے اور اہل عراق کا حکم ہے اس وقت حضرت علیؑ کو خلافت سے علیحدہ کر دیا ہے۔ چنانچہ تم سب نے بخوبی سن لیا ہے۔ کہ اس نے علی کو خلافت سے علیحدہ کر دیا ہے اور میں نے معاویہ کو اس طرح قائم کر دیا جس طرح اپنی انگلی میں یہ انگوٹھی پہن لی ہے۔ تم سب گواہ رہنا یہ کہہ کر بیٹھ گیا۔

ابو موسیٰ نے کہا خدا کی قسم ہم نے یہ بات قرار نہیں دی تھی اے مکار۔ بدکار۔ ظالم بے حیا حیلہ ساز بہانہ جو تجھ پر خدا

کی لعنت ہو تیری وہی مثل ہے جیسا اللہ تعالی قرآن شریف میں مثلہ کمثل الکلب ان یحمل علیہ یلہث او یترکہ یلہث عمرو نے کہا ہاں ایسا ہی کہا کرتے ہیں اس وقت تو جو چاہے کہہ لے تیری وہی مثل ہے جو کلام الہی میں درج ہے۔ کمثل الحمار یحمل اسفارا الغرض جب یہ بدنما فعل ظاہر ہوا تو ابو موسیٰ عمرو کو سخت و سست گالیاں دینے لگا اور عمرو ابو موسیٰ کے ساتھ دشنام طرازی سے پیش آیا۔ اب باہم وحشیانہ گفتگو شروع ہونے لگی۔ لوگوں کو غصہ آیا بعض کہنے لگے آخر کار عمر نے دھوکا دیا۔ ابو موسیٰ کو حکم ہی نہ کرنا چاہئے تھا۔ جناب امیر المومنین اس کی عداوت اور حماقت سے واقف تھے اسی لئے ذرا بھی رضامند نہ تھے کہ اسے حکم قرار دیں۔ آپ ہرگز قبول نہ کرتے تھے اور اس کے روانہ کرنے کی نسبت سخت مصر تھے۔ جس کا آخر یہ نتیجہ نکلا۔ اب ضرور ہے کہ ہم دشمنوں کی ملامت سنیں۔ لوگ یہ باتیں کرہی رہے تھے۔ کہ عمرو وہاں سے اٹھ کر چلا گیا۔ اپنی قیام گاہ پر آیا اور یہ اشعار معاویہ کو لکھ بھیجے:

انتک الخلافتہ فی حلرھا هنیا مریا تقتہ الیونا

ترق الیک زقان العروس یا مروان من سعتک اللدار مینا

مما لا شعری لو ادی الراما ولا حامل الذکر فی الاشعرینا

فقال و کنت و قلت امرا امری الرفق بالغخصم حتی ملینا

نخذ ھا ابن ھند علی باسہ فقد دافع اللہ ما تخذ زینا

و قد دافع اللہ من شامکم عدوا شنیا و خد باز بونا

اب اہل شام خوش ہو گئے اور اہل عراق کو ملامت کرنے لگے۔ سعید بن قیس ہمدانی نے کھڑے ہو کر کہا اگر ہمیں راہ راست پر ثابت قدم رہتے اور ان لوگوں سے برابر جنگ کئے جاتے تو ہمیں شامیوں کی ملامتیں نہ سننی پڑتیں۔ خیر اب بھی کچھ نہیں گیا۔ ہم پر واجب نہیں کہ عمر کی فریب دہی اور ابو موسیٰ کی حماقت کے سبب راہ راست کو ترک کر دیں ہم آج بھی اسی قول پر کمر بستہ ہیں جس پر کل تھے۔ جناب امیرؑ کے لشکر کے تمام سردار اسی طرح اٹھ کر رائے زنی کرتے تھے کہ ہم حکمین کے اس قسم کے فیصلے کو منظور نہیں کرتے اور جنگ اختیار کریں گے۔ اب تمام سرداران عرب اس بات پر متفق ہو گئے لیکن ابن اشعث بن قیس خاموش تھا۔ اشتر نے اس سے کہا اے اشعث کیا یہ کام تیرا ہی کیا ہوا نہیں ہے' کیا تو نے مسلمانوں کے لئے یہ عیب اور عار گوارا نہیں کی؟ اول حکم مقرر کرنے پر رضا ظاہر کی پھر ابو موسیٰ کے حکم مقرر کرنے پر مصر ہوا۔ آخر کار یہ نتیجہ نکلا۔ اشعث اس بات سے ناخوش ہو کر غصے میں آیا اور ایک شامی نے جو معاویہ کا طرفدار تھا کہا خدا سے ڈرو پھر جنگ نہ چھیڑو کیونکہ اگر خدانخواستہ پھر جنگ چھڑ گئی تو ہم اور تم میں سے ایک متنفس بھی زندہ نہ بچے گا۔

جب حکمین کے فیصلے کی خبر جناب امیر المومنین کو ہوئی فرمایا یہی بات میں اس دن کہتا تھا جبکہ یہ امر قرار دیا جا رہا تھا۔ اور میں سخت انکار کرتا تھا کہ ابو موسیٰ اس کام کی لیاقت نہیں رکھتا۔ تم نے خم ٹھونک کر کہا کہ نہیں خدا کی قسم ابو موسیٰ اس کام کے لئے سب سے لائق و فائق ہے۔ تم نے حکم نہ مانا میں نے مجبور ہو کر تمہارا کہنا منظور کر لیا۔ اب پھر جنگ کرنا خلاف مصلحت ہے۔ مناسب ہے کہ سب اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ۔ جب مقررہ معیاد گزر جائے اور لشکر کی تکان بھی رفع ہو جائے اس وقت پھر مقابل ہوں۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا اور لشکریوں نے اپنے وطن کی طرف مراجعت کی۔ ابو موسیٰ اشعری جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر نہ ہوا بلکہ سمت مکہ روانہ ہو گیا۔ آپ نے اس کے حق میں یہ نظم کہی

یارب ان کان ابو موسی ظلم　　و خاننی فی حکم حکمین ناقدلہ
لیمہ من و حسن اعمی اصم　　لا یطار السھل و لا یرعی الاکم

بیان کرتے ہیں کہ ایک کوفی نے امیر المومنین سے پوچھا کہ یہ معرکہ آرائی جو ہم نے شامیوں کے ساتھ کی مرضی الٰہی سے متعلق تھی؟

جناب امیر نے فرمایا اے شیخ خدا نے دانہ کو چیرا اور اس سے درخت اگایا اور انسان کو خلق فرمایا کہ اس کا کوئی بندہ اس کے ارادہ اور منشا کے خلاف نہ ایک قدم اٹھا سکتا ہے اور نہ ایک سانس ہی لے سکتا ہے۔

بے حکم او نیفتد برگے زہیچ شاخ　　از جرم خاک تا بہ محلے کہ مشتری است

اس کوفی نے جناب امیر کا یہ کلام سن کر آپ کی مدح میں یہ اشعار لکھے:

ان الامام الذی ترجوا بطاعتہ　　یوم النشور من الرحمن غفرانا
اوضحت من دیننا ما کان ملتبسا　　جزاک ربک عنا فیہ احسانا
نفسی فداء الخیر الناس کلھم　　بعد النبی علی الخیر مولانا
اخی النبی و مولی المومنین معا　　و اول الناس تصدیقا و ایمانا
و بعد بنت نبی اللہ فاطمتہ　　کربھا شر فاسرا و اعلانا

الحمد للہ رب العلمین و الصلواۃ و السلام علی سید النبیین و خاتم المرسلین و علی الہ الطیبین الطاہرین المعصومین کہ جنگ صفین کے واقعات اختتام پذیر ہوئے۔

جنگ صفین کے بعد

واپسی پر اسلامی ممالک کی معاویہ کے ہاتھوں غارت گری

ابو محمد احمد بن اعثم کوفی کا بیان ہے کہ مشہور راویوں نے روایت کی ہے کہ جب امیر المومنین علی اور معاویہ میں ان تمام واقعات کے بعد جن کا اوپر مشرح تذکرہ ہو چکا ہے صفین کی لڑائیاں واقع ہو چکیں اور عمرو عاص اور ابو موسیٰ اشعری نے مذکورہ بالا طریق پر فیصلہ ظاہر کیا اور شامی لشکر شام کی طرف اور اہل عراق' عراق کی طرف مراجعت کر گئے اور امیر المومنین نے کوفہ میں اور معاویہ نے شام میں قیام کیا۔ اس کے بعد معاویہ نے ضحاک بن قیس فہری کو جو اس کی طرف سے ملک شام کا کوتوال اور سرداران لشکر سے مشہور شخص تھا طلب کر کے سواروں کا ایک دستہ حوالہ کیا کہ بنی کلب کے نواح کے راستے سماۃ کو جہاں سے کوفہ اور اس کے گرد و نواح کو جاتے ہیں اپنے قبضے میں کر کے راستے میں آنے والی ہر چیز کو برباد کر ڈالے وہ سواروں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوا پہلی منزل ثعلبیہ میں کی پھر تقطقانہ میں اترا۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام کو بھی اس امر کی اطلاع ہوئی۔ آپ نے ایک صحابی حجر بن عدی کندی کو بلا کر دو ہزار سوار حوالے کئے اور فرمایا بعجلت جا کر ضحاک کی دستبرد سے اس علاقہ کو بچا۔ اس وقت ضحاک بنی کلب میں پہنچ کر قتل و غارت گری میں مصروف تھا۔ اور اس نے ثعلبیہ کے رئیس عمر بن سعید طلائی کو جو جناب امیر المومنین کا ایک بڑا نیکوکار صحابی تھا قتل کر دیا جب وہ حجر بن عدی اور اس کے دو ہزار سواروں کی آمد سے مطلع ہوا۔ اپنی فوج سے کہا ہم کوفہ کے متصل آ

پہنچے ہیں اور علی کے صحابی کو مار ڈالا ہے۔ مگر حجر سے جنگ کرنے کی طاقت مجھ میں نہیں تمہاری کیا صلاح ہے۔ سب نے کہا ہمیں یہاں سے کوچ کر دینا چاہئے۔ اگر حجر نے پیچھا کیا تو پھر اس سے جنگ کریں گے۔ ورنہ سلامتی سے خدمت معاویہ میں پہنچ جائیں گے۔ اور اسے تمام کیفیت سے اطلاع دیں گے۔
ضحاک نے کہا تمہارا کہنا درست ہے۔ اور اسی وقت بجانب شام کوچ کر دیا۔ حجر نے ان کے بھاگنے کی خبر سن کر تعاقب کیا اور بنی کلب کے نواح میں جا لیا۔
ضحاک نے ٹھہر کر مقابلہ کیا اور اس کے سات آدمی مارے گئے۔ اور حجر کی فوج میں سے چار آدمی کام آئے۔ انجام کار حجر فتح مند ہوا اور ضحاک شکست کھا کر شام کی طرف بھاگ گیا۔ حجر نے اب اس کا پیچھا نہ کیا۔ اور واپس آ کر جناب امیر کی خدمت میں تمام حال عرض کیا۔
جب ضحاک مغلوب ہو کر معاویہ کے پاس پہنچا تو معاویہ نے سرداران شام میں سے ایک شخص یزید بن شجرہ زہادی کو بلا کر کہا میں چاہتا ہوں کہ تو مکہ میں جا کر میری نیابت میں حاجیوں کو شرائط حج پر قائم کرے اور علیؑ کے نائب کو وہاں سے نکال دے۔ اور حاجیوں کو جو تمام اطراف و جوانب سے آتے ہیں میری بیعت میں لائے۔ اور کوئی ایسی تدبیر کرے کہ وہ علیؑ کی بیعت سے بیزار ہو جائیں اور مجھے خلیفہ مان لیں۔
یزید نے کہا جیسا امیر المومنین کا حکم ہے ویسا ہی کروں گا۔ معاویہ نے کہا مجھے تیری خصلت کی خوبی اور طریقہ کی پختگی معلوم ہو گئی۔ میں تیری رائے اور چلن سے خوب واقف ہوں۔ تجھے حرم خدا تعالیٰ میں جنگ کرنے کے لئے نہیں بھیجتا ہوں کہ جو لوگ ادھر ادھر سے اس پاک جگہ پر آتے ہیں۔ ان کے دلوں کو مائل کرے اور اچھے کلمات کے اگر ممکن ہو کہ حرم میں تلوار کھینچے اور خون بہائے بغیر علیؑ کا نائب مکہ سے چلا جائے تو اسے نکال دینا اور اگر دیکھے کہ جنگ و جدل بغیر اس کا نکالنا ناممکن ہے تو اس سے کچھ معترض نہ ہونا۔
یزید نے کہا میں تیرا مطلب سمجھ گیا۔ ایسا ہی عمل میں لاؤں گا۔ میں ایسا شخص نہیں کہ حرم الٰہی میں جس کی حرمت اس آیت سے ثابت ہے کہ من دخلہ کان امنا کسی متنفس کو خوفزدہ کروں۔ معاویہ نے کہا میں نے تیری بات سن لی اور مجھے پسند آئی۔
شام کے اراکین اور لشکر کے بہادروں اور چیدہ چیدہ عربی جنگجوؤں میں سے تین ہزار سوار دیکر مکرر سمجھایا نصیحت کی اور کہا اے یزید بن شجر آگاہ ہو کہ میں تجھے مکہ میں بھیجتا ہوں اور مکہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے اور وہ میری جائے پیدائش و پرورش ہے۔ اور اہل مکہ میری قوم اور گروہ کے لوگ ہیں خدا سے ڈرنا اور انہیں خوفزدہ نہ کرنا۔ میں ہر جگہ پر ان کی زندگی اور درستی احوال کا آرزو مند ہوں اور ذرا گوارا نہیں کرتا کہ انہیں کسی طرح سے تکلیف پہنچے میری اس نصیحت کو جو ان کے حق میں کی ہے یاد رکھنا اور اس سے رو گرداں نہ ہونا خدا پر بھروسہ کر کے روانہ ہو جا۔ یزید نے سن کر کہا **اللھم انی لست اعظم مجاھدۃ من سعی علی خلیفتک عثمان و ھتک حرمتک و لا منابذۃ من بغی علیہ مجاھدۃ و خذلھا اللھم فان کنت قضیت بین ھذہ الجیش و بین اھل حرمک حربا فاکفنی ذالک** یعنی اے خدا میں اس شخص کی حرمت نہیں کروں گا جس نے تیرے خلیفہ عثمان کے قتل میں سعی کی اس کا پردہ حرمت چاک کیا اور اس پر ظلم و ستم جائز رکھ کر تنہا چھوڑ دیا۔ اے خدا اگر کسی نے حکم دیا کہ اس لشکر اور باشندگان حرم میں جنگ ہو تو مجھے اس معرکہ سے محفوظ رکھنا۔ یہ دعا مانگ کر مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت قثم بن عبد المطلب امیر المومنین علیؑ کی طرف سے مکہ میں موجود تھا۔ یزید قریب مکہ پہنچا تو قثم نے لوگوں کو جمع کر کے حمد و ثنائے الٰہی اور درود و رسالت پناہی کے بعد کہا اے لوگو شام کا لشکر جو ظلم و فساد کا

دلدادہ ہے اور عدل و مروت سے ذرا علاقہ نہیں رکھتا آیا چاہتا ہے۔ اس کی آمد کا منشاء یہ ہے کہ دینی شریعت میں تغیر پیدا کریں۔ اور راہ حقہ میں تبدیلیاں واقع کریں۔ تم کہو کیا ارادہ رکھتے ہو ان سے بجنگ پیش آؤ گے یا صلح کرو گے۔ یہ سن کر تمام آدمی خاموش ہو گئے۔ کسی نے قثم کی بات کا کچھ جواب نہ دیا۔

قثم نے کہا اگرچہ بظاہر تم نے کوئی جواب نہ دیا مگر مجھے معلوم ہو گیا کہ تمہارا دلی منشاء کیا ہے۔ اب میں شہر سے نکل جاؤں گا اور متصل پہاڑوں میں قیام کروں گا اور دیکھوں گا کہ اللہ تعالیٰ کیا کرتا ہے۔ شیبہ ابن نعمان عبدی نے کہا اے قثم تو ہمارا امیر اور ہم تیری رعیت ہیں۔ اور سب تیرے حکم کے فرمانبردار ہیں۔ اگر اس آنے والے لشکر سے تو جنگ کرے گا تو ہم سب تیرا ساتھ دیں گے اور اگر صلح کرے گا تو ہمیں اس سے بھی انکار نہ ہو گا۔ ہم ہر حال میں تیرے مطیع فرمان ہیں۔ جو کچھ مصلحت دیکھے اس پر عمل کر۔ والسلام

قثم نے کہا افسوس اے مکہ والو میں تمہاری باتوں کے دھوکہ میں نہ آؤں گا۔ میں جانتا ہوں کہ جو کچھ کہتے ہو اسے پورا نہیں کرتے۔ اور بایں سبب کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم میں کوئی ایسا شخص نہیں جو کچھ کر دکھائے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر کی خدمت میں عریضہ لکھ کر تمام کیفیت سے مطلع کر دوں اور خود شہر سے نکل کر متصل کے پہاڑوں میں قیام کر کے منتظر رہوں اگر میرے واسطے مدد بھیج دی کہ اس سے قوی پشت ہو کہ اس شامی لشکر کو منتشر کر دوں تو اپنی جگہ سے نکل کر انہیں پسپا کر دوں گا۔ اور اگر مدد نہ پہنچی یا کسی اور تجویز کے متعلق کوئی حکم بھیجا گیا تو حسب ہدایت عمل کروں گا۔ والسلام۔

ابو سعید خدری نے کہا اے امیر حرم خدا کی بہت بڑی حرمت ہے جس وقت یہ شامی فوج آئے تو ان سے مقابلہ کرنے میں جلدی نہ کرنا۔ خاموش رہنا شہر سے باہر نہ جانا جب یہ لوگ آ جائیں اور تو دیکھے کہ میں ان سے زیادہ قوی دست ہوں تو باہر نکل کر ان کو شکست دینا ورنہ شہر چھوڑ کر جیسا ارادہ ظاہر کیا ہے پہاڑوں میں جا ٹھہرنا اور سب طرح کی احتیاط رکھنا پھر جس وقت تو چاہے گا وہاں سے باہر آ سکتا ہے اور اب توقف کرنا ہی مناسب ہے۔

قثم نے کہا تو نے ٹھیک رائے دی ہے۔ پھر اس کے کہنے کے مطابق مکہ میں ٹھہرا رہا اور جناب امیر المومنینؑ کو یزید بن شجرہ کے مع لشکر آنے سے مطلع کیا۔ آپ نے خبر پا کر اور منبر پر تشریف لے جا کر خطبہ پڑھا۔ حمد و ثناء باری تعالیٰ کے بعد اس کے ہر قسم کے عطیات اور نعمتوں کا ذکر کر کے جناب رسول خدا پر درود بھیجا۔ پھر کہا اے لوگو! مجھے خبر ملی ہے کہ معاویہ کے ایک شامی لشکر جو بڑے ظالم ہیں نہ کانوں سے کلمہ حق سنتے ہیں نہ آنکھوں سے راہ راست دیکھتے ہیں مکہ پر چڑھا کر بھیجا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ لوگوں سے معاویہ کی بیعت لیں اور اطاعت میں لائیں۔ اور اس کی نیابت میں حج کی رسمیں اور میرے نائب کو حج کے طریقوں کی ادائیگی سے روک کر شہر سے نکال دیں۔ یہ شامی لشکر ظالموں اور مفسدوں کا مجمع ہے۔ حق کو باطل سے پوشیدہ کرتے اور خلقت کو نافرمانی خدا میں مبتلا کرتے ہیں۔ یہ شیطان کے مددگار، گمراہ، اور بدعتی فرقہ کے تابعین ہیں۔ دینداروں اور ایمان والوں کی دشمن ہیں۔ بہرحال ان کا دفعیہ ضروری ہے۔ تم تیار ہو جاؤ اور بعجلت تمام ان کی خبر لو اور اس کے مقابلے میں باقی رہنے والا ذکر اور ثواب دارین حاصل کرو۔

اور معقل بن قیس کو جو بڑا متقی اور امین شخص ہے اور کثرت احتیاط اور پرہیز گاری کے علاوہ شجاعت و شہامت بے اندازہ رکھتا ہے اور عقل و فہم میں یکتا ہے اس مہم پر مامور کرتا ہوں۔ اور جو سردار اس امر میں اس کا ساتھ دیں گے ان کو ہمراہ کرتا ہوں۔ لازم ہے کہ جلدی کرو اور ان کے ہمراہ روانہ ہو جاؤ۔ اور یقین رکھو کہ اس مہم میں تم کو قسم قسم کی سعادتیں حاصل ہوں گی۔ اور اس جہاد سے نجات اور بخشش کے دروازے تم پر کشادہ ہو جائیں گے اور وہ گروہ جو تابع شیطان ہے

مقہور اور منتشر ہو گا۔ و ان یصلح اللہ عمل المفسدین
جناب امیر المومنینؑ کے اس ارشاد پر اہل کوفہ جوش میں آئے اور ہر گوشہ مسجد سے آواز بلند ہوئی کہ ہم نے سنا اور قبول کیا۔ ایک ہزار سات سو بہادر عربی سوار جمع ہو گئے۔ رمان بن زمرہ بن ہودہ خرمی، ابو طفیل، عامر بن واثلہ کنانی اور ایسے ہی مشہور و معروف بہادروں نے اس جنگ پر رضا ظاہر کی۔ پھر یہ نامور ایک ہزار سات سو سوار لے کر کوفہ سے جانب مکہ روانہ ہوئے۔
ذی الحجہ کی پہلی تاریخ تھی۔ اور جب وہاں پہنچے حج کا وقت گزر گیا تھا۔ یزید بن شجرہ ترویہ سے دو روز پیشتر عرفات میں پہنچ گیا تھا۔ اس نے منادی کی کہ کسی شخص کو تم سے کچھ غرض نہیں ہے۔ تم سب امن و امان میں ہو مگر صرف وہی شخص جو ہم سے جنگ کرے گا۔ اور مخالفانہ رویہ اختیار کرے گا پھر کہا کسی ایک نامور صحابی کو میرے پاس لاؤ۔
لوگوں نے کہا ابو سعید خدری یہاں موجود ہے اس کو لاؤ وہ آیا سلام کر کے بیٹھ گیا۔ یزید نے جواب سلام کے بعد کہا اے ابو سعید اللہ تعالیٰ تجھے بخشے آگاہ ہو کہ میں یہاں لوگوں کی دلداری اور دینی قاعدوں کی تاکید اور شرع مبین کی بنیاد کے استحکام کے لئے آیا ہوں۔ نہ دلوں میں تفرقہ ڈالنے اور فساد برپا کرنے کے لئے۔ اگر میں چاہوں تو تمہارے امیر کو گرفتار اور قید کر کے معاویہ کے پاس بھیجدوں۔ کسی کو یہ مجال نہیں ہو سکتی کہ مجھے اس ارادے سے باز رکھے۔ لیکن مصلحت یہ ہے کہ تمہارا امیر امارت سے دستبردار ہو جائے اور میں بھی امامت نہ کروں۔ تم سب اپنے اجماع اور اتفاق سے کسی اور شخص کو مقرر کر لو۔ جو امامت کرائے تاکہ ہم میں کوئی تنازعہ پیدا نہ ہو سکے۔ اللہ رحمٰن اور رحیم ہے۔ اس معاملہ میں میری اور کوئی غرض نہیں مگر یہ کہ طرفین کے لئے عافیت چاہوں اور اصلاح حالت میں سعی کروں۔
ابو سعید خدری نے کہا اللہ تعالیٰ تجھے نیک بدلا دے۔ میں تمام شامیوں میں کسی کو تجھ سے زیادہ نیک اعتقاد اور مسلمانوں کی رعایت اور ہوا خواہی میں کامل اور فاضل نہیں سمجھتا اس کے بعد ابو سعید قثم کے پاس آیا اور یہ باتیں سنائیں۔ اور نماز عید میں امامت کے متعلق یزید کی خواہش بیان کر کے پوچھا تیری کیا مصلحت ہے؟
قثم نے کہا یزید جس امر کو مناسب سمجھتا ہے میں بھی اس سے رضامند ہوں۔ اس کے بعد تمام بزرگ مکہ اور مکہ کے سرداروں نے مل کر یہ امر قرار دیا کہ شیبۃ العثمان عبدی امامت کرے اور مناسک حج بجا لائے۔ آخر یہی بات قرار پا گئی اور شیبہ کو اجازت دی جب شیبہ نے نماز پڑھا دی اور مناسک حج میں قیام کیا تو یزید نے اپنے ہمراہیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے اہل شام آگاہ ہو کہ اللہ نے تم کو نیکی کرامت کی اور شر سے تمہیں باز رکھا۔ نیکی یہ کہ تم نے امام وقت اور خلیفہ زمانہ کی اطاعت میں حج کیا اور مناسک کے طریقے پر قیام کیا اور شر یہ کہ تمہارے ہاتھ کو علی ابن ابی طالب کے لوگوں کے تعرض سے اور ان کے ہاتھ کو تمہاری مخالفت سے روکا۔ اب تم نیک بختی اور اجر و شکریہ کے ساتھ واپس چلو۔
اہل شام یزید کی بات سے بہت خوش ہوئے اور جانب شام مراجعت کی۔ معقل بن قیس جس وقت لشکر لئے کوفہ کی طرف آیا تو کچھ عرب ملے اور انہوں نے مطلع کیا کہ یزید اور اس کا لشکر شام کی طرف واپس چلا گیا۔ معقل بن قیس مکہ کا راستہ چھوڑ کر جانب شام روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں خبر لگی کہ انہوں نے وادی القریٰ میں قیام کیا تھا۔ اس لئے بہ عجلت تمام وادی القریٰ کی طرف چلا اور قریب پہنچ کر دیکھا کہ وہ وادی القریٰ کے دریا کے کنارے اترے تھے۔ قیس نے اپنے لشکر سے کہا میری بات سنو انہوں نے کہا بیان کر۔ قیس نے کہا یہ بڑا خطرناک کام ہے جو مجھے انجام دینا پڑے گا۔ تم مردوں کی طرح رہنا اور سعی تمام جنگ کرنا اگر میں مارا جاؤں تو میری طرف سے تمہارا امیر ابو الطفیل عامر بن واثلہ ہو گا اور اگر وہ بھی کام آئے تو رمان بن حمزہ امیر ہو گا۔ اور اگر وہ بھی کام آئے ظلیان امارہ کو امیر سمجھنا۔ اور وہ بھی زندہ نہ رہے تو ابو

زراع شاکری' امارت پر متمکن ہو۔ یہ وصیت کر کے آگے بڑھا۔ جب وادی القریٰ میں پہنچا تو دیکھا کہ شامی لشکر کوچ کر چکا تھا۔ صرف ان کے دس آدمی رہ گئے تھے جو اپنے اونٹوں پر اسباب لاد رہے تھے۔ معقل نے انہیں گرفتار کر لیا۔ اور جو کچھ ساز و سامان اور اسلحہ ان کے پاس تھا چھین لیا۔ اب شامی لشکر نے بھی سنا کہ معقل آ پہنچا۔ اور اپنے امیر سے کہا مناسب ہے کہ واپس جا کر اپنے قیدی چھڑا لئے جائیں۔ یزید نے کہا واپس جانا خلاف مصلحت ہے جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ ان کی قوت کس قدر ہے آیا ہم فتح پا سکتے ہیں یا نہیں' اور اگر عراق والے اس قدر قوی نہ ہوتے تو وہ ہمارا تعاقب نہ کرتے۔

یہ کہہ کر شام کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور معقل نے یہ جان کر کہ تعاقب کا کوئی نتیجہ نہیں کوفہ کو مراجعت کی اور ان دس اشخاص کو جناب امیر علیہ السلام کے روبرو پیش کیا اور تمام کیفیت عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ انہیں قید خانہ میں رکھو۔ کیونکہ معاویہ نے بھی ہمارے چند آدمی قید کر رکھے ہیں۔ جب وہ انہیں بھیج دے گا تو ہم انہیں چھوڑ دیں گے۔ الغرض جب یزید نے معاویہ کے پاس جا کر مشرح کیفیت سنائی اور کہا ہمارے دس آدمیوں کو قید کر لیا ہے تو معاویہ نے کہا جلدی نہ کرو مجھے ان کے چھڑانے کا تم سے زیادہ خیال ہے۔ اس کے بعد حرث بن تنوخی کو بلا کر اور ایک ہزار جنگجو سوار حوالہ کر کے حکم دیا کہ بلاد جزیرہ رود کو اور ہر اس موضع کو جو علیؑ کی اطاعت کا دم بھرتا ہو قتل اور تاراج کر ڈال۔ حرث بن شمر ہزار سواروں کی جمعیت سے روانہ ہو کر نصیبین اور دارا کے علاقہ تک آیا۔ اور بنی تغلب کے ایک گروہ کو جو حضرت علیؑ کا طرفدار تھا غارت کر کے آٹھ آدمی گرفتار کر لئے۔ پھر شام کی طرف مراجعت کی۔ اب جزیرہ والوں میں سے ایک شخص مسمی عتبہ بن دخل حرثؓ کے فعل کے انتقام کے لئے اٹھا اور بنی تغلب کے کچھ لوگ جمع کر کے قصر منبج کی طرف روانہ ہوا۔ اور دریائے فرات کو عبور کر کے نواح شام کو جا لوٹا اور بے شمار مال و دولت اور اسباب اور مویشی کثیر لے کر صحیح و سالم واپس چلا آیا۔ اور ایک قطعہ لکھا جس کا مطلع یہ ہے:

الا بلغ معاویۃ بن صخر   ماتی قد اغرت کما نفذ

اب امیر المومنین علی علیہ السلام نے معاویہ کو اس مضمون کا خط لکھا:

نامہ امیر المومنین بمعاویہ

یہ خط جناب امیر المومنین علیؑ کی طرف سے معاویہ کے نام ہے۔ واضح ہو کہ اللہ جل شانہ منصف و عادل ہے۔ وہ سم نہیں کرتا اور وہ جبار ہے کہ اس پر کوئی غلبہ نہیں کر سکتا۔ نیکی کا بدلہ نیک عطا کرتا ہے اور اس کے بندے جو کچھ ظلم و ستم اور خطا کرتے ہیں اس پر صبر کرتا ہے۔ اور جب وقت آ پہنچتا ہے تو ہر فعل کی سزا اور ہر ایک بری بات کا بدلہ دیتا ہے۔ اے معاویہ تجھے دنیا کے واسطے پیدا نہیں کیا تو ہمیشہ اس میں زندہ نہ رہے گا۔ خواہ تیری عمر کتنی ہی دراز کیوں نہ ہو۔ انجام کار موت کا مزا چکھے گا۔ دنیا گزر جانے والی ہے اور دنیا کی محبت بھی گزرنے والی چیز ہے۔ خدا سے ڈر اور انصاف کو ہاتھ سے نہ دے اور شیطانی وسوسوں میں پڑ کر باطل طریقے اختیار نہ کر۔

میں اس خدا کی جس کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے قسم کھا کر کہتا ہوں اور سچی قسم کھاتا ہوں کہ جب عاقبت میں مجھے اور تجھے ایک جگہ جمع کریں گے تو میرے اور تیرے درمیان میں انشاء اللہ حق فیصلہ ہو گا۔ آگاہ ہو کہ میں یہ خط اپنے قاصد سعد کے ہاتھ روانہ کرتا ہوں اور مدعا یہ ہے کہ جو قیدی ایک دوسرے کے یعنی ہمارے تمہارے پاس ہیں رہا کر دیئے جائیں

گے۔ والسلام!

جب سعد نے معاویہ کے پاس پہنچ کر خط پہنچا دیا تو معاویہ نے اپنے پاس تمام قیدی جو حضرت علی علیہ السلام کے طرفدار تھے چھوڑ دیئے۔ اور جب یہ خبر امیر المومنینؑ نے سنی تو حکم دیا کہ معاویہ کے تمام قیدی رہا کر دیئے جائیں۔ اس کے بعد لوگوں کو یہ خیال ہو گیا کہ اب معاویہ دست درازی نہ کرے گا۔ لیکن ایک ماہ بھی نہ گزرا تھا کہ معاویہ نے اپنے ایک سفیر سفیان بن عوف کو بڑی بھاری جمعیت کے ساتھ عراق کی طرف بھیجا کہ اس علاقہ کو تاخت و تاراج کر ڈالے۔ اور شیعیان علی علیہ السلام کو جہاں کہیں پائے قتل کر ڈالے۔ سفیان حسب ایماء معاویہ عراق کی طرف بڑھا اور شہر ہیت میں داخل ہوا۔

کمیل بن زیاد نے جو جناب امیر المومنین کی طرف سے وہاں کا حاکم تھا یہ خبر سن کر کہ شامی لشکر بقصد ہیت آ رہا ہے اپنے دوستوں میں سے ایک شخص کو پچاس پیدل دے کر وہاں چھوڑا اور خود باہر نکلا کہ اس لشکر کا مقابلہ کرے۔

کمیل کے جانے کے بعد سفیان نے اس شہر اور تمام نواح کو تاراج کر ڈالا اور کوئی اس کا مقابلہ کرنے والا نہ تھا۔ پھر ہیت سے انبار کی طرف چلا۔ یہاں ایک شخص الابرش بن حسان بکری نام جناب امیر علیہ السلامؑ کا صحابی موجود تھا۔ جب تک سفیان کے آنے کی خبر ہوئی اس نے اسے گرفتار کر کے قتل کرا دیا اور بھی چند ہوا خان امیر المومنین کو قتل کیا۔ پھر تمام شہر کو غارت و برباد کر کے جو کچھ پایا لوٹ لیا اور شام کی طرف مراجعت کی۔ جس وقت جناب امیرؑ کو اس حال کی خبر ہوئی پہلے قصد کیا کہ خود جا کر اس حادثہ کا تدارک کریں۔ مگر بعد کو مناسب نہ سمجھا اور سعید بن قیس کو بلا کر اور کوئی سواروں کا دستہ ساتھ کر کے حکم دیا کہ سفیان بن عوف کے نشان قدم پر جائے اور تعاقب میں سعی بلیغ کر کے اسے جا پکڑے۔ سعید حسب الحکم جناب امیرؑ بہ تعجیل تمام روانہ ہوا اور سفیان کو تلاش کرتا ہوا سرزمین عایات تک پہنچا۔ مگر اسے نہ پایا۔ اب اس لشکر کے گھوڑے اور آدمی تکان سے چور ہو گئے تھے۔ اس نے اپنی فوج کے ایک نامور بہادر ہانی بن خطاب کو دو اسپہ سواروں کا دستہ دے کر اس کی تلاش میں روانہ کیا۔ ہانی بڑی تیز رفتاری سے کوچ کرتا ہوا شام کے دیہات تک گیا۔ اور وہاں سے صفین کے مقام پر جا پہنچا پھر بھی سفیان کا کچھ پتہ نہ لگا اس لئے پلٹ کر سعید کے پاس آیا اور سب کیفیت کہہ سنائی۔ سعید نے کہا اس ملعون کی تلاش اب بے فائدہ ہے۔

غرض وہاں سے مراجعت کر کے جناب امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تمام ماجرا کہہ سنایا۔ اور یہ بھی عرض کیا کہ کمیل بن زیاد ہیت سے نکل گیا ہے۔ جناب امیرؑ نے کمیل بن زیاد کو خط لکھا اور شہر ہیت کو چھوڑ جانے پر ملامت کی۔

چند روز کے بعد معاویہ نے ایک نامور شامی عبدالرحمٰن بن اشیم کو لشکر جرار دے کر ولایت جزیرہ پر بھیجا اور حکم دیا کہ جہاں کہیں علیؑ کے طرفداروں کو پائے گرفتار کر کے مار ڈالے اور اس مقام کو تباہ و برباد کر دے۔

عبدالرحمٰن حسب الحکم معاویہ بجانب جزیرہ روانہ ہوا۔ اس وقت جزیرہ کے علاقہ میں جناب امیرؑ کا ایک صحابی شبیث بن عامر حاکم تھا۔ اور یہ شخص خدیج بن علی کرباخ کا دادا ہوتا ہے۔ اس نے خراسان میں نصر سیار سے معرکہ آرائیاں کی ہیں۔ نصیبین میں چھ سو جوانوں کے ساتھ موجود تھا۔ جس وقت سنا کہ عبدالرحمٰن اشیم جزیرہ پر حملہ کرنے کے لئے چلا آ رہا ہے۔ کمیل بن زیاد کو خط لکھ کر آگاہ کیا۔ عبدالرحمٰن اشیم جزیرہ پر حملہ کرنے کے لئے چلا آ رہا ہے اس کے ہمراہ بڑا جرار و مستعد لشکر ہے جو ہر طرح کے سامان جنگ سے آراستہ ہے۔ شام سے چلا آ رہا ہے اور اس نواح کی غارت گری کا قصد کر رکھا ہے۔

کمیل بن زیاد نے جواب میں لکھا کہ تیرا خط پایا مضمون معلوم ہوا۔ اس معاملہ میں جس قدر غور و فکر کیا میری رائے یہی قرار پائی ہے کہ تیرے پاس پہنچوں۔ اب یہ خط روانہ کرتا ہوں اور ساتھ ہی تیرے پاس پہنچتا ہوں۔ والسلام!

اس کے بعد کمیل نے عبداللہ بن وہب راسی کو ہیت میں اپنا نائب مقرر کر کے چار سو سواروں کے ساتھ چھوڑا۔ اور اسی قدر جمعیت لے کر خود بہ سمت نصیبین روانہ ہوا۔ جس وقت شبیث سے ملا اس کے پاس چھ سو سوار تھے۔ کمیل اس کے ہمراہ ہو کر نصیبین سے نکلا اور عبدالرحمٰن کے مقابلے کے لئے چلا۔ عبدالرحمٰن شہر کفرتونا میں شامی لشکر کو لئے پڑا تھا۔ ان کا حال سنا اور لشکر کو لے کر ان کی طرف بڑھا۔ جب دونوں لشکر روبرو ہوئے کمیل بن زیاد نے رجز پڑھ کر حملہ کیا۔ شبیث نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ طرفین سے سخت جنگ ظہور میں آئی۔ کمیل کے دو صحابی عبداللہ بن قیس اور مدرک بن بشیر عنتری قتل ہوئے۔ اور عبدالرحمٰن کے بہت سے ساتھی کام آئے۔ انجام کار کمیل اور شبیث فتح مند ہوئے اور شامی لشکر بہت بری حالت میں بھاگ نکلا۔ عبدالرحمٰن برے حالوں سے جانب شام روانہ ہوا۔

کمیل نے اپنی فوج سے کہا تمہاری مراد بر آئی۔ اب ان کا تعاقب نہ کرو۔ کیونکہ اللہ تعالٰی کا شکر ہے کہ ہمیں ظفریاب کیا۔ پیچھا کرنے سے کچھ زیادہ فائدہ حاصل نہ ہو گا۔ اس کے بعد وہاں سے مراجعت کر کے نصیبین میں وارد ہوئے۔ جناب امیرؑ نے یہ خبر سنکر کمیل کو خط لکھا مضمون یہ تھا کہ اس خدائے عزوجل کا شکر ہے جو اپنے بندوں پر مہربانیاں فرماتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے فتح سے عزت دیتا ہے۔ وہی سب سے اچھا مالک اور سب سے افضل مددگار ہے۔ تو نے مسلمانوں کو جیسی مدد دی اور اپنے امام اور پیشوا کی جس قدر فرمانبرداری کی سب معلوم ہوا۔ تیری نسبت ہمیشہ سے میرا یہی گمان رہا ہے اور ان مہمات کے انتظام میں تجھ پر ایسی ہی خدمات کا بھروسہ رہا ہے۔ اللہ تعالٰی تجھے نیک عوض کرامت فرمائے اور ان لوگوں کو بھی جو مدد کے لئے تیرے ہمراہ آئے اور جنہوں نے اپنی جانیں صرف کیں جزائے خیر عطا کرے۔ اس دفعہ تو یہ مہم جو میری اجازت و اطلاع بغیر اختیار کی تھی۔ حسب مراد انجام پائی لیکن لازم یہ ہے کہ اس کے بعد مہم پیش آئے۔ اس کے شروع کرنے سے پہلے مجھے اس کی کیفیت سے اطلاع دو' اور اجازت طلب کرو تاکہ میں جو کچھ مناسب سمجھوں اس کی اجازت دوں اور اس کے متعلق نیک بد حالات سے مطلع کروں۔ اللہ تعالٰی ظالموں کے ظلم کا بدلہ لے اور درحقیقت وہ عزیز و حکیم ہے۔ والسلام!

اہل یمن کا جھگڑا اور
گروہ عثمان بن عفان کی سرکشی

اسی اثناء میں کہ جناب امیرالمومنین علی علیہ السلام کے دوستوں اور معاویہ کے ہوا خواہوں میں جنگ جدل ہو رہی تھی خبر آئی کہ عثمان بن عفان کا گروہ یمن میں فساد پر آمادہ ہو گیا ہے۔ اور جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی مخالفت اختیار کر کے آپ سے منحرف ہو گیا ہے۔ اس وقت امیرالمومنین کی طرف سے یمن میں عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب عامل تھا اور صنعا میں مقیم تھا۔ اس نے آدمی بھیج کر اس مخالف گروہ کے کچھ آدمی بلائے اور کہا یہ کیا بات ہے کہ تم آتش فساد بھڑکانا چاہتے ہو۔ تم نے کس لئے مخالفت اور فتنہ پردازی اختیار کی ہے۔ طلب خون عثمان سے تمہارا کیا تعلق تم اس سے کیا علاقہ رکھتے ہو۔ محض رعایا میں شامل ہو۔ جس طریق سے زندگی بسر کرنا چاہئے۔ اسی ڈھنگ سے رہو میں دیکھتا ہوں کہ تم لوٹ مار کی تمنا رکھتے ہو اور اسی وقت تک اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے اور اطاعت کا دم بھرتے تھے جب تک یہ ہوس پیدا نہ ہوئی تھی۔ اب تم نے سر اٹھایا ہے اور جناب امیرؑ سے مخالفت کر کے طلب خون عثمان کا بہانہ بنایا ہے۔

اس کے بعد حکم دیا کہ اس گروہ کے چند آدمیوں کو قید میں ڈال دو۔ جب دوسرے لوگ اس واقعہ سے مطلع ہوئے تو انہوں نے عبداللہ ابن عباس کو خط لکھا کہ تو نے ہمارے عزیزوں اور قریبوں میں سے جن شخصوں کو قید کر رکھا ہے اگر ان کو چھوڑ دے گا تو بہتر ہو گا ورنہ ہم نہ تیرا حکم مانیں گے نہ امیرالمومنین کا۔ عبداللہ نے ان کے چھوڑنے سے انکار کیا اور کہا میں اس وقت تک رہا نہ کروں گا جب تک اس امر میں امیرالمومنین علیؑ کے پاس سے کوئی حاکم صادر نہ ہو گا اور جیسا حکم آئے گا ویسا عمل کیا جائے گا۔ اہل یمن نے یہ خیال کرکے کہ ہمارا مطلب نہ بر آئے گا جناب امیرالمومنینؑ کی مخالفت کا اظہار کرکے زکوٰۃ کا روپیہ روک لیا۔ عبداللہ ابن عباس نے جناب امیرؑ کو تمام حالات سے اطلاع دی اور یمن و صنعا والوں کی بغاوت و سرکشی کا مفصل حال لکھ بھیجا۔ جناب امیرالمومنینؑ نے یہ خط ملاحظہ فرما کر یزید بن انس ارحی کو بلا کر کہا کچھ خبر ہے کہ یمن اور صنعا میں تیری قوم نے کیسا فتنہ برپا کر رکھا ہے۔ میرے اور میرے عامل کے خلاف بغاوت اختیار کی ہے۔ یزید نے کہا میں اپنی قوم کی نسبت ایسی مخالفت کا گمان نہیں کر سکتا۔ اگر حکم ہو تو جا کر سب کیفیت معلوم کروں یا خط لکھ کر ان کے مافی الضمیر پر اطلاع پاؤں۔ اگر تحریر ہی کے ذریعے فرمانبرداری اور اطاعت کے راستے پر آ جائیں تو بہتر ورنہ خود جا کر ان کو خوب ہی ملامت کروں گا اور سب کو حضورؑ کے زیر فرمان لاؤں گا۔ آپ نے فرمایا میں پہلے خود ایک خط لکھ کر ان کا حال دریافت کرتا ہوں پھر یہ خط لکھا:

اے اہل یمن میں نے سنا ہے کہ تم طریق اطاعت سے منحرف ہو گئے ہو اور میرے عامل عبداللہ ابن عباس کو چھوڑ کر مخالفت پر کمربستہ ہو۔ تم نے اس سے پیشتر میری بیعت اور اطاعت اختیار کی ہے اب ایسا عیب اور طریق اختیار نہ کرو اور خدا سے ڈرو اور فرمانبرداری اور متابعت سے کام رکھو۔ تمہاری سب امیدیں پوری کی جائیں گی اور تمہارے حق میں عدل و مساوات کا طریق جاری رہے گا۔ میں تمہارے مجرم، خیانت دار اور گناہ گار اشخاص کو معاف کرتا ہوں۔ گزشتہ افعال سے باز پرس نہ کروں گا۔ جو شخص میری اس نصیحت کو مان لے گا اپنی جان پر احسان کرے گا اور جو انکار کرے گا اس کا وبال اس کی جان پر پڑے گا۔ **و ما ربک بظلام للعبید و السلام**

یہ خط ایک ہمدانی شخص حسین بن نوف عبید کے حوالہ کرکے حکم دیا کہ اہل یمن کے پاس لے جائے۔ وہ یہ خط لے کر یمن والوں کے پاس پہنچا۔ خط ان کے حوالہ کیا ان کو پڑھ کر سنایا۔ وہاں سے یمن کے ایک اور شہر جند میں پہنچا۔ جند والے معاویہ کو خط لکھ کر اظہار اطاعت کر چکے تھے اور اس سے ایک امیر کے مقرر کرنے کی درخواست کی تھی۔ کہ مشکل واقعات کے وقت اس کی صلاح و مشورہ پر عمل کیا جائے۔

اسی اثناء میں حسین بن عوف قاصد جناب امیرالمومنینؑ وہاں جا پہنچا اور حضرت کا خط پیش کیا۔ پھر کہا کہ تمہاری سرکشی اور بغاوت کی خبر سن کر جناب امیر نے پہلے یزید بن انس ارحی کو لشکر کثیر کے ساتھ تمہارے پاس روانہ کرنا چاہا تھا مگر خود ہی فرمایا کہ معرکہ آرائی میں تعجیل نہ کرنی چاہئے۔ اس لئے یہ خط دے کر مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ کہ تمہیں اس خیال فاسد پر ملامت کروں۔ اور ازراہ محبت و اخوت و طریق دین و دیانت جو کچھ مناسب ہو سمجھاؤں۔ خدا سے ڈرو اور فتنہ و فساد سے درگزرو۔ شرارت و خونریزی سے بچو اور امام وقت جو جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا چچا زاد بھائی اور جناب رسول خدا کا وصی ہے۔ خروج نہ کرو۔

جب حسین بن نوف ازراہ افہام و تفہیم یہ نصائح بیان کرکے حق پیغام ادا کر چکا تو تمام بزرگ اور مشہور و معروف امراء سردار آپس میں بحث کرنے لگے اور کچھ دیر بعد یہ نتیجہ نکالا کہ اس سے کہو تم یہاں سے چلے جاؤ اور پھر ہمیں اطاعت علی ابن ابی طالبؑ کے واسطے نصیحت نہ کرنا کیونکہ ہم علی ابن ابی طالبؑ کی اطاعت قبول نہیں کرتے۔ ہم اب تک عثمان ہی کی

اطاعت و بیعت پر ثابت قدم اور کہہ دینا کہ ہم تجھ سے جنگ کی تیاریاں کر چکے ہیں۔ تیرے پاس بھی فوج ہو تو ہمارے مقابلے پر بھیج دے۔ ہمارا تمہارا فیصلہ تلوار سے ہو گا۔ یہ کہہ کر قاصد کو ناراضگی کے ساتھ واپس بھیج دیا اور فوراً معاویہ کو اس مضمون کا خط روانہ کیا:

اہل جند کی طرف سے امیر المومنین معاویہ کو واضح ہو کہ علی ابن ابی طالبؑ نے ہمیں کچھ تحریر کیا تھا اور حسین بن نوف کو ایلچی بنا کر بھیجا تھا اور ہمیں اپنی بیعت اور اطاعت کی ترغیب دلا کر ڈرایا تھا کہ اگر میری اطاعت سے انکار کرو گے تو لشکر بھیج کر تمہارے اعمال کی سزا دوں گا۔ ہم نے قاصد کو جواب دے کر الٹا پھیر دیا ہے۔ اب اگر تو کوئی ایسا عامل ہمارے پاس بھیج دے گا جو ہماری جان و مال کی حفاظت کر سکے اور ہمیں لشکر عراق کی دست درازی سے محفوظ رکھ سکے۔ تو عین مراد حاصل ہو گی۔ ورنہ تو اگر ہماری حمایت سے پہلو تہی کرے گا تو چار و ناچار ہم ایلچی بھیج کر علی ابن ابی طالبؑ سے اپنی خطاؤں کا عذر کر کے معافی مانگ لیں گے۔ اس معاملہ میں جلدی کرنی چاہئے کیونکہ عنقریب ہی لشکر عراق ہم پر حملہ آور ہونے والا ہے۔ والسلام!

معاویہ نے اہل جند کے خط کا مضمون دیکھ کر بشر ابن ارطاۃ کو طلب کیا۔ یہ شخص شام کا فرعون تھا۔ معاویہ نے اس سے کہا آگاہ ہو کہ اہل یمن نے علیؑ سے مخالفت اختیار کی ہے اور ہماری اطاعت اور بیعت کی طرف بہ نیت صادق و ارادۂ واثق رغبت کی ہے۔ اور تمام ملک یمن نے اپنے افعال سے ہماری مطابعت کو ظاہر کر دیا ہے ابھی ان لوگوں کا قاصد آیا ہے اور تحریر لایا ہے جس میں اہل یمن نے اظہار اطاعت کر کے ایک بہادر اور باشوکت امیر کے بھیجنے کی درخواست کی ہے کہ اگر علیؑ ان پر فوج کشی کرے تو وہ سردار ان کو روک سکے۔ میں نے اس مہم کے سرانجام دینے کے لئے تجھ سے زیادہ لائق اور کسی شخص کو نہ سمجھا کیونکہ تو سلطنت اور ملک داری کے قاعدوں سے خوب واقف ہے۔ اور بہت ہی غور فکر کے بعد یہی رائے قرار پائی کہ تجھے لشکر شائستہ کے ساتھ وہاں بھیج دوں۔ اور تو مجھے اس مہم کی طرف سے ایسا مطمئن کر سکتا ہے کہ دوسرا نہیں کر سکتا۔ میں نے چار ہزار سوار تیرے حوالے کئے۔ سوار ہو کر یمن کی طرف روانہ ہو جا۔ جس موضع سے گزر ہو وہاں کے باشندوں کو میری اطاعت و فرمانبرداری میں لا اور ان سے میری بیعت لے اور مکہ اور مدینہ کے راستے سے جانا اور وہاں کے باشندوں کو بھی میری بیعت و اطاعت کے حلقہ میں لانا۔ علی سے بیزار کر دینا اور ہوا خواہان علی کو سخت سست کہنا اور خوب ملامت کرنا ان پر جہاں تک ہو سختی کرنا اور ان کے قتل و غارت میں کوتاہی نہ کرنا۔ ادنیٰ اور اعلیٰ جو کوئی اختیار کرے اس سے نیک سلوک کر کے اچھے اچھے وعدوں سے دل بڑھانا اور اسی قسم کے طریقے پر چلنا۔

بشر بن ارطاۃ چار ہزار سواروں کی جمعیت سے بہ جانب یمن روانہ ہوا۔ پہلے مدینہ میں پہنچا یہاں جناب امیر المومنین علیہ السلام کی طرف سے ابو ایوب انصاری عامل تھا۔ بشر کے آنے کی خبر سن کر بھاگ گیا۔ اور اہل مدینہ جان کے خوف سے بشر کے استقبال کے واسطے شہر سے نکلے بشر نے انہیں دیکھتے ہی للکارا اور کہا تمہارے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔ خدا نے قرآن شریف میں یہ آیہ تمہارے حسب حال ارشاد فرمایا ہے۔ حیث قال عز من ضرب اللہ مثلا قریتہ کانت امنت مطمئنتہ یاتیہا رزقہا رغدا من کل مکان بانعم اللہ فاذا قہا اللہ لباس الجوع و الخوف بما کانوا یصنعون

مدعا یہ ہے کہ ایک بستی امن و امان والی فتنہ فساد سے خالی تھی۔ ہر روز ہر سمت سے وہاں وسعت رزق نازل ہوتا تھا اور نعمتوں کی ہوائیں ان کے مال و دولت پر چلتی تھی۔ مگر ان لوگوں نے ان افعال الٰہی کی قدر نہ جانی اور ان بخششوں کا شکریہ ادا نہ کیا بلکہ خدائے جلیل کے ساتھ ناشکری سے پیش آئے۔ اور روگردانی اختیار کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے ان ناشکریوں اور خطاؤں کے سبب ان کی نعمتوں کو زائل کر دیا۔ اور خوف اور بھوک کا لباس پہنا دیا۔ ہو بہو یہی تمہاری کیفیت ہے۔

اور تمہارے جسموں پر یہ لباس موزوں ہوا ہے۔ اور فی الحقیقت تم ہی اس آیہ کے مصداق ہو کیونکہ یہ شہر جناب خاتم النبیین کی ہجرت اور قیام کے جگہ ہے اور ان کے بعد خلفاء راشدین کی جائے قیام تھی۔ تم نے ان نعمتوں کا شکریہ ادا نہ کیا اور اماموں اور پیشواؤں کے حقوق کا لحاظ نہ رکھا یہاں تک کہ خدائے جلیل کے خلیفہ کو لوگوں نے تمہارے درمیان میں قتل کر دیا۔ بلکہ تم نے اس کی خونریزی میں سعی کی اور اسے تنہا چھوڑ دیا۔ ذرا مدد نہ کی بلکہ طعن و تشنیع پر زبان کھولی اور بعض نے یہ امید قائم کی کہ اسے ہلاک کر کے خلافت قائم کریں اور محنت و ذلت کی پستی سے عزت و نعمت کی بلندی پر پہنچیں۔ خدا کی قسم میں تمہارے ساتھ وہ سلوک کروں گا کہ جب تک دنیا قائم ہے اس کا ذکر ہوتا رہے گا۔ اے شریر انصاریو اور اے یہودیو کے دوستو اے وہ لوگو جن میں بزرگی کی ذرا لیاقت نہیں ہے تمہیں نجار' بنو دینار' بنو سالم' بنو زریق' بنو دیلم' بنو عجلان اور بنو طریق کہنا روا ہے۔ اب میں اس لئے آیا ہوں کہ خدا کی قسم تمہیں ایسا بھنور میں ڈالوں گا کہ ایمان والوں کے سینے سے پرانا کینہ نکل جائے گا اس کے بعد وہ مدینہ میں داخل ہوا۔ کسی مکان میں نہ اترا سیدھا مسجد نبوی میں پہنچ کر منبر پر گیا۔ اور اسی قسم کے کلمات سخت و سست کہتا رہا اور مدینہ والوں کو اس قدر لعنت ملامت کی کہ یثرب کے باشندوں کو خوف پیدا ہو گیا کہ یہ سب کو قتل کر ڈالے گا۔ اسی سرزنش اور عتاب کے دوران جو حطب بن عبدالعزیز نے اٹھ کر کہا اے امیر تحمل کر اور اس غصے پر حلم کا پانی چھڑک کر اپنے عزیز دوستوں اور ہمنشینوں کے ساتھ اچھا سلوک کر۔ ہمیں موقع دے کہ ہم سب کے سب معافی او پناہ طلب کریں۔ سیاست اور نخوت کے اس جوش کو سر سے دور کر۔ ہوا تو جان کو پراگندہ کر دیتی ہے تو نے اپنے سر میں اسے جگہ کیوں دی۔ تو ان لوگوں کو جو مسجد نبوی میں موجود ہیں۔ غیظ و غضب کی نگاہ سے دیکھ رہا ہے۔ اور وہ جناب محمد مصطفیٰ کے صحابی ہیں۔ اور ہر ایک کو خاص خاص قسم کی بزرگیاں اور شرف بارگاہ نبوت سے حاصل ہیں۔ یہی لوگ آپؐ کے منظور نظر رہ چکے ہیں۔ ان میں اکثر انصار کچھ مہاجر اور بعض امور مخفیہ کے واقف کار اور راز دار ہیں۔ ان کی طرف تکبر سے نہ دیکھ' بیباکانہ برا نہ کہہ جس گمان سے تو نے انہیں کشندگان عثمان کہہ دیا ہے غلط ہے۔ خدا سے ڈر اور اے بشر ابن ارطاۃ اس سے زیادہ ہمیں رنج نہ دے۔ بشر حو حطب کی باتیں سن کر چپ ہو رہا اور تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد سر اٹھا کر کہا کہ انصاریوں کے گھروں کو آگ لگا دو اور اموال غارت کر دو پھر لوگوں کو معاویہ کی بیعت کے لئے طلب کیا۔ سب نے چار و ناچار بادل ناخواستہ معاویہ کی بیعت اختیار کر لی۔ اس کے بعد ایک آدمی بھیج کر جابر بن عبداللہ انصاری کو بلایا مگر وہ نہ آیا کیونکہ یہ شخص نہایت ہی ضعیف اور سن رسیدہ تھا۔

بشر نے چاہا کہ اسے قتل کرا دے مگر ام سلمیٰ زوجہ جناب رسول خداؐ نے اس حال سے مطلع ہو کر بشر کے پاس قاصد بھیجا اور اس کے لئے امان طلب کی۔ بشر نے کہا خدا کی قسم میں اسے نہ چھوڑوں گا۔ جب تک معاویہ کی بیعت اختیار نہ کرے گا۔ جابر نے بھی مجبور ہو کر اور مصلحت وقت سمجھ کر بیعت کر لی۔ بشر نے چند روز قیام کیا تاکہ سب سے بیعت لے لے پھر منادی کر کے لوگوں کو طلب کیا۔ جب سب حاضر ہو گئے تو کہا میں نے تمہیں معاف کیا اگرچہ تم قابل معافی نہ تھے کیونکہ جو لوگ خاموشی اختیار کر کے اپنے امام اور پیشوا کو اپنے سامنے قتل ہونے دیں وہ مستحق احسان و معافی نہیں ہو سکتے۔ اگر تمہیں اس دنیا میں بھی اس گناہ کی سزا دی جاتی تو وہ سزاوار تھے مگر اس وقت میں تمہاری سزا دہی اور عقوبت سے درگزر کرتا ہوں اور مکہ کا ارادہ رکھتا ہوں۔ ابو ہریرہ کو اپنا نائب مقرر کرتا ہوں۔ لازم ہے کہ تم سب اس کا حکم ماننا اور اس کے فرمانبردار رہنا اور مخالفت سے بچنا۔ خدا کی قسم اگر تم نے ذرا بھی نافرمانی کی تو واپس آ کر سب کو قتل کر ڈالوں گا کہ تمہاری نسل تک باقی نہ رہے گی۔ والسلام!

اس کے بعد مدینہ سے بہ جانب مکہ روانہ ہوا اس وقت جناب امیر المومنینؑ کی طرف سے قثم بن عباس بن عبدالمطلب

حاکم مکہ تھا۔ بشر کی چڑھائی کی خبر سن کر شہر سے نکل گیا۔ اور جس وقت بشر مکہ کے قریب پہنچا۔ تمام شرفاء اور اکابر و امیرو سرداران قوم نے اس کا استقبال کیا۔ بشر نے بھی ان کو دیکھتے ہی سخت و ست کہنا شروع کیا اور بہت سی گالیاں دے کر کہا خدائے واحد کی قسم اگر مجھے امیرالمومنین معاویہ کی باتیں اور نصیحتیں نہ روکتیں تو تم میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑتا۔

بزرگان مکہ نے یکزبان ہو کر کہا اے سردار ہمیں تجھ سے ایسے کلمات کی امید نہیں تھی۔ ہم سب تیرے عزیز اور رشتہ دار ہیں اس قسم کی باتیں کہنا اور اس طرح دھمکانا لازم نہیں خدا سے ڈر اور اس شہر و ولایت اور اپنے کنبہ والوں کی حرمت قائم رکھ اور ایسا نہ کر کہ اللہ تعالی کے حرم اور اس کے رسول محمد بن عبداللہ کی حرمت اور تعظیم کے نازک امور میں تیرے سبب سے کچھ خلل واقع ہو اور خانہ کعبہ کی توقیر و احترام کے قواعد میں خرابی آ جائے۔ بشر مکہ کے بزرگ اور نامور اشخاص کی یہ گفتگو سن کر چپ ہو رہا۔ پھر سر اٹھا کر دیکھا کہ لوگ اس کے سامنے سے بھاگے چلے جا رہے ہیں۔ انہی میں دو خوبصورت اور پاکیزہ لڑکوں کو دیکھا کہ بڑی کوشش سے بھاگ رہے ہیں۔ بشر نے کہا ان لڑکوں کو میرے پاس لاؤ۔ لوگ پکڑ کر لائے تو پوچھا کہ تم کون ہو؟ ایک نے کہا میں قثم ہوں اور دوسرا میرا بھائی عبدالرحمٰن ہے اور ہم عبداللہ ابن عباس بن عبدالمطلب کے فرزند ہیں۔ بشر نے کہا اللہ اکبر مطلب حاصل ہو گیا یہ وہ لڑکے ہیں جن کی خونریزی سے تقریب خدا کا درجہ حاصل کروں گا۔ پھر دونوں کو قتل کرا دیا۔ رحمہ اللہ علیہما

مکہ میں جب ان کی ماں نے اس حادثہ کی خبر پائی تو اس قدر روئی کہ اس جیسا رونے والا کوئی دوسرا شخص نہیں بتایا جا سکتا۔ نوحے کیے، مرثیئے لکھے، مگر ذرا تسلی نہ پائی۔ **لا مرو بقضاء اللہ و لا ملقب بحکمہ** خوشی اور رنج محض خدا کی طرف سے ہے جان اگر تو گریہ و زاری سے آسمان کے کان بھی بہرے کر دے تب بھی نہ تجھے کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے اور نہ کسی کو کچھ نقصان۔

الغرض بشر مکہ میں داخل ہوا۔ طواف کعبہ بجا لا کر دو رکعت نماز ادا کی پھر حمد و ثنائے باری تعالی کے بعد کہا کہ خدا نے ہمیں دشمنوں پر فتح دے کر صاحب عزت کیا ہے۔ ہمارے دشمن ذلیل و خوار اور قتل ہو گئے ہیں۔ اور وہ سب اطراف دنیا میں پراگندہ ہو کر نکل گئے ہیں۔ علی ابن ابی طالب عراق کی نواح میں موجود ہیں مگر وہ بھی قلت اور ذلت میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالی کی جو نعمتیں اور کرامتیں ان پر ہروقت مبذول رہتی تھیں وہ ان سے محروم ہو گئے ہیں۔ عنان حکومت معاویہ کو مل گئی ہے اور وہ خلیفہ بن گیا ہے۔ عدل و انصاف کے طریق پر چلتا ہے۔ خون عثمان کا طالب ہے۔ تم سب اس کی بیعت کرو اور اپنے خاندان جان و مال اور زن و فرزند کی حفاظت کا خیال کرو۔ لوگوں نے گھبراہٹ اور مجبوری کی وجہ سے بد دلی سے معاویہ کی بیعت اختیار کر لی مگر اثناء بیعت میں بشر سے سخت ناراض تھے کیونکہ وہ حضرت علیؑ کے حق میں زبان درازی کر رہا تھا۔

بشر نے مکہ میں چند روزہ قیام کیا پھر سیتہ بن عثمان عبدی کو مکہ میں اپنا نائب قرار دے کر اہل مکہ سے کہا خبردار رہو کہ میرا ارادہ تھا کہ تم سب کو بیخ و بن سے برباد کر دوں اور سخت سزا دوں۔ مگر خانہ کعبہ کی تعظیم و حرمت کے سبب تم کو معاف کر دیا ہے۔ اب میرا ارادہ طائف کی طرف جانے کا ہے۔ کہ وہاں کی سرزمین کا حال دیکھوں تم کو لازم ہے کہ معاویہ کی بیعت پر ثابت قدم رہنا مخالفت کے پاس نہ جانا کسی قسم کی نافرمانی اور کج روی اختیار نہ کرنا ورنہ میں واپس آ کر تم سب خورد و کلاں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا اور تمہارے خاندانوں اور مال و اسباب کو تاخت و تاراج کر دوں گا۔ تمہارے گھروں کو آگ لگا کر ایسے بے نشان کر دوں گا کہ چراغ جلانے والا تک نہ رہے گا۔ اسی قسم کی تادیب و تنبیہ اہل مکہ کو کر کے جانب طائف روانہ ہوا۔ جب شہر کے قریب پہنچا مغیرہ بن شعبہ استقبال کے لئے آئے اور اپنی قوم کے لئے سفارش کی اور

کہا اے امیر جس وقت تو شام سے چلا تھا میں تیرا منتظر تھا۔ اور یہ سن کر کہ تو طلب خون عثمان کے لئے آیا ہے۔ مجھے نہایت خوشی حاصل ہوئی ہے۔ میں نے تیری تعریفیں لکھی ہیں جبکہ تیرے نزدیک دوست دشمن سب ایک سے ہوں گے تو ضرور کام میں خلل واقع ہو گا۔ دوستوں کو قاعدہ صداقت کی تمہید کے سبب نفرت ہو گی۔ اور دشمنوں کو دشمنی کا حوصلہ ہو گا اور جرات بڑھے گی۔ بشر مغیرہ کے یہ کلمات سن کر خاموش ہو رہا کچھ نہ بولا نہ کسی اہل طائف کو کچھ ایذا دی اور نہ سخت و سست کہا۔ شہر میں داخل ہو کر اپنے ایک سردار فوج کو بلایا اور کہا اپنے ساتھ کچھ آدمی لے کر تبالہ کی طرف جا اور وہاں امیر المومنین علیؑ کے دوستوں کی ایک جماعت موجود ہے انہیں قتل کر۔ اس نے بشر کے حسب الحکم بہت سے بے گناہ محض علی کی دوستی کی بنا پر تہ تیغ کر دیئے وہاں سے پلٹ کر نجران میں آیا اور اصحاب جناب محمد مصطفیٰؐ میں سے ایک بزرگ شخص کو جسے اسلام سے پیشتر عبد المدان کہتے تھے اور حضرت رسول خدا کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کے وقت آپ نے اس کا نام عبداللہ رکھ دیا تھا بشر نے طلب کیا۔ جب عبداللہ اور اس کا بیٹا مالک بشر کے سامنے حاضر ہوئے تو اس ناخدا ترس نے دونوں کے سر قلم کرا دیئے اور کسی کی مجال نہ ہوئی کہ اسے روک سکتا!
اس کا ایک چچا زاد بھائی بھی تھا اس نے یہ شعر کہا:

ولو لا اخاف صیال بشر ‏ ‏ ‏ ‏ بکیت علی بنی عبد المدان

اس کے بعد اہل نجران کو قتل و تنبیہہ کر کے سخت ایذائیں دیں اور کہا اے لوگو تم یہودیوں کے ہمنشین ہو اور ترسا قوم کے دوست تمہیں شیطانی گروہ کہنا چاہیئے تم میں دین اور دیانت کا کوئی اثر باقی نہیں۔ اسی خدا کی قسم جس کے قبضہ میں بشر کی جان ہے اگر میں نے سنا کہ تم نے پھر علی کی بیعت کا دم بھرا اور اس کی فرمانبرداری اختیار کی تو سب کو آ کر تہ تیغ کر ڈالوں گا اب تمہیں اختیار ہے جو مجھے کہنا تھا کہہ چکا۔ والسلام
اب نجران سے ہمدان کی سمت باگ اٹھائی یہاں بھی ارحب کی ایک جماعت رہتی تھی اور یہ لوگ جناب امیر المومنین علیؑ کے محب تھے بشر نے انہیں طلب کیا اور جب حاضر ہوئے تو سب کو تہ تیغ کر دیا۔ پھر شہر خشان کا رخ کیا۔ وہاں بھی جتنے محبان علیؑ تھے سب کو قتل کرایا اس کے بعد صنعا کی طرف چلا یہاں عبید اللہ ابن عباس ابن عبد المطلب حضرت علیؑ کی طرف سے مامور تھا اس نے بشر بن ارطاۃ کی چڑھائی کی خبر سن کر اپنے سرداروں میں سے ایک شخص عمر لدا کو بلا کر اپنی جگہ مامور کیا اور خود ایک سمت کو نکل گیا۔ بشر نے داخل صنعا ہو کر عمر بن ارا کو پکڑوا لیا اور قتل کروا دیا۔ پھر حکم دیا کہ تمام صنعا میں جناب امیر المومنینؑ کے ہوا خواہوں کو تلاش کر کے جہاں کہیں پائیں پکڑیں۔ چنانچہ لوگ پکڑ پکڑ کر اس کے سامنے لاتے تھے اور وہ قتل کر دیتا تھا۔ یہاں تک کہ صنعا میں ایک شیعہ بھی باقی نہ رہا۔
اس کے بعد حضر موت کا رخ کیا۔ وہاں پہنچ کر ہر ایک کا حال دریافت کرتا تھا۔ جس کا ذرا سا تعلق بھی جناب امیر کے ساتھ پاتا یا سنتا کہ لوگ اسے امیر المومنین کا دوست دار کہتے ہیں اسی کو تہ تیغ کر دیتا۔ اسی طرح بیشمار خلقت ماری گئی۔ حضرموت کا ایک ملک زادہ عبداللہ بن ثوابہ خوفزدہ ہو کر ایک قلعہ میں محصور ہو بیٹھا۔ بشر نے قول و قسم اور عہد و پیمان کیے کہ تو قلعہ سے نکل آئے گا تو میں ایذا نہ دوں گا۔ اور یہ عہد کئی دفعہ ہوئے۔ آخر ملک زادہ اس کے قول و قسم کے دام میں آ کر قلعہ سے باہر نکل آیا۔ بشر نے فوراً اس کے قتل کا حکم دیا۔ ملک زادہ نے کہا میں بے گناہ ہوں تو کس لئے قتل کراتا ہے۔ بشر نے کہا ہاں ایک گناہ ہے ملک زادہ نے کہا کیا گناہ ہے بیان کر۔ اس نے جواب دیا۔ علی ابن ابی طالب کی دوستی اور ان کو معاویہ سے بہتر سمجھنا اور معاویہ کی بیعت اختیار نہ کرنا جب ملک زادہ نے سمجھ لیا کہ اس کے ہاتھ سے رہائی ناممکن ہے تو کہا اس قدر مہلت دے کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں اور اپنی عمر اس پر تمام کر دوں۔

بشر نے کہا پڑھ لے وہ ابھی نماز سے فارغ نہ ہوا تھا کہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔
جب یہ خبریں امیر المومنین علیہ السلام کے گوش مبارک تک پہنچیں نہایت غمگین ہوئے۔ اور منادی کر کے لوگوں کو جمع کیا۔ جب سب حاضر ہو گئے منبر پر تشریف لے جا کر خطبہ پڑھا اور خدا کی تعریف کے بعد جناب رسول خدا صلعم پر درود بھیج کر فرمایا اے لوگو آگاہ ہو کہ ہم سے جو کچھ نیک و بد دن میں یا رات کو، کم یا زیادہ سرزد ہوتا ہے وہ سب اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں رہتا اے خدا کے بندو خدا سے ڈرو اس کے حکم اور نہی میں کوتاہی نہ کرو۔ خبردار ہو کہ معاویہ نے بشر بن ارطاۃ کو لشکر کثیر دے کر بھیجا ہے کہ حجاز کے راستے سے حملہ کرے اور اس دشمن خدا نے معاویہ کے حکم کے مطابق مدینہ اور مکہ میں پہنچ کر بہت سے آدمی قتل کرائے اور مسلمانوں کے گھروں کو لوٹنے کے بعد جلا کر خاک کر دیا۔ اب اس کا دفعیہ لازمی ہے۔ تم میں سے کون شخص ہے جو جہاد کی آرزو رکھتا ہے۔ وہ تیارئی جنگ کر لے اور بشر کے دفعیہ کے لئے نکلے۔ اور اگر کوئی شخص قوت جہاد رکھتا ہو گا اور اس جہاد سے اپنے آپ کو باز رکھے گا تو اس کے دین اور دیانتداری میں خلل واقع ہو گا۔
جناب امیر المومنینؑ نے یہ کلمات کئی مرتبہ فرمائے مگر کسی نے اقرار نہ کیا اور اس جہاد کی خواہش ظاہر نہ کی۔ آپ نے پوچھا کہ تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ میری بات کا جواب نہیں دیتے۔ میں تمہیں دشمن سے جہاد کے لئے رغبت دلاتا ہوں اور تم قبول نہیں کرتے۔ تمہارے ساتھ یہ میرا معاملہ حضرت نوحؑ جیسا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **قال انی دعوت قومی لیلا و نهارا فلم یزدهم دعائی الافرارا** یعنی میں قوم کو رات کے وقت بھی اور دن میں بھی علانیہ بھی اور پوشیدہ بھی راہ راست کی طرف بلاتا ہوں مگر میرا سمجھانا نفرت بھی بڑھاتا ہے اور کوئی شخص بھی ایمان کے اختیار کرنے کی طرف راغب نہیں ہوتا۔
یہی کیفیت تمہارے ساتھ مجھے لاحق ہوئی ہے۔ تم عمریں اور نعمتیں راحت سے بسر کر رہے ہو خوشدلی اور فرحت سے اشعار پڑھتے ہو۔ حصول دولت کے کاموں اور تیز رفتار گھوڑوں کے ذوق میں مصروف ہو یہی سبب ہے کہ گروہ شیاطین کے مقابلے پر تم سے دین اور جنگ کی طاقت ظاہر نہیں ہوتی۔ تم نے اسلحہ ڈال دیئے ہیں اور عزت و ناموس کو فراموش کر دیا ہے۔ تمہارے دلوں میں اس کا خیال دور ہو گیا ہے۔ ہر چند جناب امیر نے فرمایا یہ حال سب سے زیادہ عجب ہے۔ معاویہ اس گروہ کو جس کام کا حکم دیتا ہے وہ فرمانبرداری سے بجا لاتے ہیں اور جس وقت انہیں طلب کرتا ہے سب بدل و جان پیش آتے ہیں۔ اور ہر مہم پر بلا تامل روانہ ہو جاتے ہیں۔ بلکہ ایک دوسرے پر سبقت اختیار کرتے ہیں۔ اور میں علیؑ ہوں جس وقت تمہیں طلب کرتا ہوں تم جواب تک نہیں دیتے کیا کیا جائے جو لوگ صاحبان عقل و فراست والے تھے وہ خاک کے پردے میں منہ لپیٹ کر سو رہے۔ اب کس سے گفتگو کروں اور وفادار مددگاروں اور صاف دل دوستوں میں سے کوئی باقی نہیں رہا کس کو طلب کروں آج کمینہ لوگوں کے حلقے میں مبتلا ہوں جنہیں نہ ملامت اثر کرتی ہے نہ نصیحت ہی فائدہ بخشتی ہے۔ ان کی نگاہیں شہرت کے کاموں سے دور ہو گئی ہیں۔ اور ان کی ہمتیں جاہ جلال کے حاصل کرنے میں کوتاہ ہیں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ تم میں سے چلا جاؤں اور تمہارا کام تمہیں پر چھوڑ دوں۔ اور پھر تم سے مدد و اعانت کی خواست گاری نہ کروں میں دیکھتا ہوں کہ میرے بعد ایسے ولی ہوں گے جو تمہیں طرح طرح کے عذابوں سے تکلیف دیں گے۔ اور تمہارے عطیات تم سے واپس لے لیں گے۔
آپ ہر چند اسی قسم کے کلمے فرماتے تھے مگر کوئی جواب نہ دیتا تھا۔ جناب امیرؑ خاموش ہو کر کھڑے ہو گئے اور منبر سے اتر کر گھر تشریف لے گئے۔ رات بھر مسلمانوں کی حالت کے خیال سے بہت غمگین رہے اور نیند نہ آئی۔ دوسرے دن پھر

مسجد میں تشریف لا کر منبر پر گئے اور حق سبحانہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اے لوگو مجھے اندیشہ ہے کہ دولت و سعادت دشمنوں کو نصیب ہو اور مایوسی اور محنت تمہارے حصے میں آئے کیونکہ وہ لوگ اپنے امیر کا حکم مانتے ہیں اس کے ارشاد پر کان لگائے رہتے ہیں اور تم میرے کہنے کو نہیں مانتے۔ اور نافرمانی کرتے ہو وہ معاویہ کے فرمان پر متفق ہیں اور تم میرے اقوال اور میری سوچی ہوئی مصلحت کو تفرقہ میں ڈالتے اور مخالفت اختیار کرتے ہو۔ میرا کہنا ذرا نہیں سنتے اور اس طرف معاویہ جن پر کاموں کا بھروسہ کرتا ہے وہ انہیں دیانت کے ساتھ بجا لاتے ہیں۔ جبکہ تم خیانت سے پیش آتے ہو۔ میں نے فلاں شخص کو کام سپرد کرکے فلاں ولایت پر مامور کیا کہ محاصل جمع کرکے میرے پاس لائے۔ وہ گیا اور مال فراہم کرکے معاویہ کے پاس چلا گیا اور مسلمانوں کا مال اس کے حوالہ کردیا۔

اسی طرح ایک اور شخص کو بھیجا کہ اس نواح کا محصول فراہم کرے۔ اس نے بھی جا کر زر محاصل جمع کیا اور معاویہ کے پاس چلا گیا۔ مجھے تم پر بھروسہ نہیں رہا۔ اور یہاں تک نوبت آ پہنچی ہے کہ ایک کاسئہ آب کے لئے بھی تم پر اعتماد کروں تو یقین ہے کہ تم وہ کاسئہ آب لے جاؤ گے۔ اور ذرا اندیشہ نہ کرو گے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ تمہارے ساتھ کس طریق سے زندگی بسر کروں۔ خاص کر اس وقت جبکہ ایک دشمن سر پر موجود ہے اور مسلمانوں کے مال کی لوٹ اور غارت گری پر ہاتھ دراز کر رکھا ہے۔ اور کمزوروں اور مظلوموں کے قتل میں کوتاہی نہیں کرتا۔ چنانچہ تم بھی یہ خبریں سن چکے ہو۔ میں ہرچند تم سے کہتا ہوں کہ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ اور دشمن کو دفع کرو لیکن تم ذرا نہیں سنتے اور کوئی شخص میری بات کو قبول نہیں کرتا۔ ایسے ہو گئے ہو گویا مٹی کے تودے ہو۔ قفل خاموشی لگے ہوئے ہیں۔ **ان الشرد واب عند الله صم بکم عمی فهم لا یعقلون**

ہرچند جناب امیرالمومنین نے اسی قسم کی بہت سے باتیں کہیں اور انہیں دشمن کے دفیعہ کی ترغیب و تحریص دلائی مگر کسی نے لب تک نہ ہلایا نہ کچھ جواب دیا۔ اس وقت آپ نے ازراہ دل تنگی و ملامت یہ دعا پڑھی۔ **اللهم انی قد کرهتهم و کرهتموا فی و سمیتم و سمیتونی و مللتهم و ملونی اللهم فارحتی منهم راجهم منی اللهم ابدلنی بهم خیرا منهم و ابدلهم بی شرا منی اللهم امت قلوبهم میت الملح فی الماء** یعنی اے خدا یہ لوگ مجھ سے کراہت کرتے ہیں ان سے تنگ آگیا ہوں۔ اے خدا مجھے ان کے عوض زیادہ اچھے صحابی اور مطیع اشخاص عطا کر اور انہیں میرے بدلے زیادہ اچھا پیشوا عطا کر اور ان کے دلوں کو اس طرح نرم فرما جس طرح نمک آٹے میں نرم ہو جاتا ہے۔

جناب امیرالمومنینؑ اس دعا سے فارغ ہو چکے تو حارثہ بن قدامہ سعدی نے کھڑے ہو کر عرض کی اے امیرالمومنینؑ آپ کا کیا حکم ہے میں خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ آپ کے ارشاد پر کمربستہ ہوں جو حکم صادر ہو اسے بجا لاؤں اور اس کی انجام دہی میں حتی المقدور اطاعت و عبودیت کی شرائط ادا کروں فرمایئے کیا خدمت ہے۔ اور کس طرف روانہ ہوں کہ انشاء اللہ اس مہم میں جان لڑا کر آپ کی رضامندی حاصل کروں۔

جناب امیرالمومنین علیہ السلام کو اس کی بات پسند آئی دعائے خیر دے کے فرمایا میں ہمیشہ تجھ سے خوش رہا ہوں، ہر مہم میں تجھ پر بھروسہ کیا ہے اور آئندہ بھی کرتا ہوں گا۔ کیونکہ میں تیری نیت کی صفائی اور عادت کی خوبی سے واقف ہوں۔ اور اس دشمن کا دفیعہ بھی تیرے سوا اور کسی سے نہ ہو سکے گا۔

اس کے بعد دو ہزار سوار دے کر فرمایا کہ اسی وقت چلا جا اور بشر بن ارطاۃ کو دفع کر جس وقت حارث تیاری کر چکا اور روانہ ہونے ہی کو تھا کہ جناب امیرؑ نے اسے اس طریق سے نصیحت کی کہ اے حارث اللہ سے ظاہر و باطن میں ڈرتے رہنا اور ہر حالت میں پرہیزگاری کو اپنا شعار اور لباس بنائے رکھنا۔ اور جب ولایت یمن میں داخل ہو تو کسی شخص کو ادنی ہو یا

اعلیٰ معاہدی ہو یا ذمی اپنی جانب سے خوفزدہ نہ کرنا اور کسی شخص سے تھوڑا بہت مال و اسباب یا مویشی نہ لینا' ہمیشہ خدا کی یاد رکھنا اور پانچوں وقت کی نماز وقت پر ادا کرنا۔ اور جس کام کے لئے جاتا ہے اس کے لئے ہمیشہ صرف اللہ کے لطف و کرم پر نظر رکھنا۔ تاکہ تیرا مدعا بخوبی بہ آسانی حاصل ہو اور انشاء اللہ تعالیٰ دشمن ذلیل و خوار اور منتشر ہوں گے۔

غرض حارث دو ہزار سوار لے کر مکہ کی طرف چلا کہ پہلے مکہ کی مہم سے فراغت حاصل کرے۔ پھر یمن میں داخل ہو کر بشر بن ارطاۃ کو دفع کرے۔ بشر نے بھی اس کے آنے کی خبر پائی یمن کے علاقہ سے نکل کر یمامہ کی طرف چلا اور یمامہ کے باشندوں سے معاویہ کی بیعت لے کر شام کی طرف متوجہ ہوا۔ اور یمامہ کے کچھ مشہور اشخاص اپنے ساتھ لئے۔

الغرض اس خونی ظالم نے ملک یمن و حجاز وغیرہ میں ازروئے شمار تیس ہزار بے گناہ مسلمانوں کو محض علی کی دوستی کی بنا پر قتل کیا۔ جب شام کی طرف جا رہا تھا عبیداللہ ابن عباس نے خبر پائی ایک ہزار سوار لے کر اس کا پیچھا کیا اور شام میں داخل ہونے سے پہلے اسے جا لیا اور جنگ شروع ہوئی۔ اللہ نے عبیداللہ کو فتح عطا کی اور بشر بن ارطاۃ کے لشکر میں سے بہت سی خلقت ماری گئی۔ اور وہ خود اسیر ہو کر قتل ہوا۔ اور اس خبیث کی لاش کو جلا دیا۔ باقی لشکر انتہائی خراب و خستہ ہو کر معاویہ کے پاس پہنچا اور کیفیت عرض کی۔

حارث بن قدامہ جو جناب امیرالمومنینؑ کی طرف سے بشر کی سرکوبی کے لئے مامور کیا گیا تھا نہایت سرعت سے جا رہا تھا کہ اس تک پہنچ جائے اثناء راہ میں خبر سن لی کہ عبیداللہ نے اسے قتل کر کے جلا دیا۔ اور اس کی جمعیت کو منتشر کر دیا۔ اس خبر کو سن کر شکر الٰہی بجا لایا اور حسن اتفاق پر مکرر شکریہ ادا کرتے ہوئے آیہ **کفی اللہ المومنین** پڑھا بجانب مکہ مراجعت کی اور داخل ہو کر باشندوں پر عتاب ظاہر کرتے ہوئے کہا اے مکہ والو میں ڈرتا ہوں کہ تم میں وہی صفتیں جن کا ذکر اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے اور منافقوں کے حال سے خبر دی ہے جہاں فرمایا ہے **حیث قال عزمن قائل و اذ لقو الذین امنوا قالوا انما و اذا دخلوا الی شیطینھم قالوا انا معکم انما نحن مستھزئون** یعنی جب منافقوں کی وہ جماعت مومنین کو دیکھتی ہے کہتی ہے ہم ایمان لے آئے ہیں اور تمہارے ساتھ ایک ہی لڑی سے پروئے گئے ہیں۔ اور جب اپنے پیشواؤں اور سرداروں کے سامنے جاتے ہیں تو کہتے ہیں معاذ اللہ کہیں ہم اپنا مذہب بدلتے اور اس گروہ کے ساتھ موافقت کرتے ہیں تو ہم اگر ان کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے یا گفتگو کرتے ہیں تو محض مصلحت وقت سمجھ کر انہیں ہنسی میں اڑا دیتے ہیں ہمارے دل تمہیں سے متعلق ہیں اور ہم اپنے مذہبی قاعدوں سے منحرف نہیں ہوتے۔ اے مکہ والو خدا سے ڈرو۔ اہل مکہ نے اسے نہایت ہی غضبناک پا کر عذر خواہی شروع کی اور جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی خلافت و امامت پر بیعت کر لی۔ حارث نے ان سے بیعت لے کر طائف کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر باشندوں کی دلجوئی کی اور اظہار مہربانی فرمایا۔ پھر ان سے بیعت لے کر جانب یمن روانہ ہوا اور ہر جگہ جناب امیر کی نصیحتیں مدنظر رکھتا تھا۔ اثناء راہ میں کسی کو اجازت نہ دی کہ کھیتوں کے پاس جائیں یا چارے کے واسطے کسی سے کچھ لیں۔ اب یمن میں داخل ہو کر لوگوں پر بہت سی مہربانیاں کیں اور کسی کو کچھ نہ کہا تاکہ وحشت اور بیزاری کا موجب نہ ہو۔ پھر جس موضع سے گزر ہوا جناب امیرالمومنینؑ کے حق میں بیعت لیتا گیا۔ کسی ایک ایک فرد بشر کو بھی زخمی تک نہ کیا لیکن یہودیوں کی اس جماعت کو تہ تیغ کر ڈالا جس نے دین اسلام اختیار کر کے پھر اپنے یہودی مذہب کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ اور مرتد ہو گئے تھے۔ بلاد یمن کی مہم سے فارغ ہو کر پھر مکہ کی طرف پلٹا اور تین دن وہاں ٹھہر کر از سر نو بیعت لی۔ سب اس کا فرمان بجا لائے۔ اب مکہ کے انتظام سے فارغ ہو کر مدینہ میں آیا۔ لوگ استقبال کے لئے باہر آئے۔ اور بڑی تعریفیں کیں۔ حارث نے کہا اے اہل یثرب میں جانتا ہوں کہ تم میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو تمہیں بشر بن ارطاۃ کی طرح ملامت کرتے ہیں اور وہ اسی حالت میں خوش ہیں۔ خدا کی طرف اگر

مجھے تحقیقی طور پر معلوم ہوتا کہ یہ کون لوگ ہیں تو سب سے پہلے انہیں سزا دیتا۔ مگر چونکہ صحیح طور پر معلوم نہیں اس لئے رائے زنی نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر اس واقعہ کے بعد اس کا حال معلوم ہوا تو انہیں پوری سزا دوں گا۔ اس کے بعد اہل مدینہ سے بیعت لے کر جانب کوفہ روانہ ہوا۔ اور خدمت جناب امیرؑ میں شرفیاب ہو کر علاقہ جات مکہ و مدینہ اور یمن وغیرہ میں جو جو کارگزاریاں کی تھیں سب عرض کر دیں۔ آپ نے اپنی پسند کا اظہار کیا اور تعریف کی۔

۳۹۶

اب حج کا زمانہ قریب آیا۔ امیر المومنین نے عبداللہ ابن عباس کو جو اس وقت حاکم بصرہ تھا۔ قاصد بھیج کر پیغام دیا کہ مکہ جا کر حاجیوں کا امام بنے اور حج کی شرطیں ادا کرے۔ عبداللہ نے اس حکم سے اطلاع پاتے ہیں ابو الاسود اور زیاد بن ابیہ کو بلا کر کہا میں حسب الحکم جناب امیر المومنینؑ مکہ کو جاتا ہوں کہ شرائط امامت اور مناسک حج بجا لاؤں تم دونوں کو انتظامی امور کی انجام دہی اور دیانتداری کے کاموں کی نگرانی کے واسطے اپنا نائب مقرر کرتا ہوں۔ ابو الاسود امام بننے کا فرض انجام دیتا رہے اور زیادہ ملکی اور مالی کاموں کی نگرانی رکھے۔ اور لازم ہے کہ تم دونوں آپس میں اتفاق رکھو اور رعیت کی خاطر داری میں پوری توجہ کرتے رہو اور ایسا برتاؤ رکھو کہ میری غیر حاضری میں کوئی دینی یا دنیوی کام میں خلل واقع نہ ہو۔ بلکہ تمہارے اہتمام و انصرام سے کاموں کو زیادہ رونق حاصل ہو اور تمہارے اتفاق کی برکت سے دینی اور دنیوی امور اچھی طرح درست اور ٹھیک ہوتے جائیں۔ ابو الاسود اور زیاد نے کہا انشاء اللہ ہم ایسا ہی کریں گے۔

عبداللہ ابن عباس ان سے رخصت ہو کر جانب مکہ روانہ ہو گیا۔ چند روز تو دونوں میں محبت اور دوستی قائم رہی اور باہی مشوروں سے امور سلطنت کو انجام دیتے رہے۔ مگر پھر ان میں رنجش پیدا ہوئی۔ ابو الاسود نے زیاد کی ہجو لکھی اور زیادہ نے سن کر غیظ و غضب کی حالت میں اسے گالیاں دیں۔ ابو الاسود نے اور زیادہ ہجو کہی اور اس کی مذمت میں دوسری ہجو کہی۔ زیاد اس بات سے سخت رنجیدہ ہوا اور دونوں میں سخت مخالفت پیدا ہو گئی۔ بصرہ کے نامور اشخاص نے چاہا کہ ان میں صلح و صفائی کرا دیں مگر نہ کرا سکے اب عبداللہ ابن عباس نے آدمی بھیج کر ابو الاسود کو بلوایا اور بہت ملامت کی۔ اور کہا خدا کی قسم اگر تو چوپایہ ہوتا تو اس سے بہتر ہوتا اور اگر شتربان ہوتا تو تجھ میں اس قدر تمیز بھی نہ ہوتی کہ اونٹوں کو چراگاہ اور پانی کے گھاٹ پر لے جاتا۔ تجھے بزرگوں اور آزاد لوگوں کی ہجو لکھنے سے کیا فائدہ۔ تو نے کس قوت اور قدرت کے سبب طعنہ اور مذہب سے بمقابلہ صاحبان عقل و علم کام لیا۔ زبان درازی اختیار کی اور ناسزا باتیں کہیں۔ میں سخت حیران ہوں کہ میں نے ایسے شخص کو عہدۂ امامت کس طرح دیا۔ ایک خلقت کی نماز خراب کی۔ اب میں کیا عذر کر سکتا ہوں تو نے اپنی حیثیت کو کس لئے مدنظر نہ رکھا اٹھ اور میرے سامنے سے دور ہو جا۔ اور جہاں کہیں چاہے چلا جا۔

ابو الاسود نہایت ہی رنجیدہ خاطر اور غمزدہ حالت میں عبداللہ کے پاس سے اٹھ کر باہر آیا اور تمام دن اس معاملہ سے پیچ و تاب کھاتا رہا۔ اور اپنی اصلاح حالت کے لئے طرح طرح کے حیلے اور مکر سوچتا رہا۔ انجام کار یہ بات قرار دی کہ جناب امیر المومنین کو خط لکھ کر اپنا کچھ حال عرض کرے۔ اس کے بعد اس مضمون کا خط لکھا:

اے امیر المومنینؑ اللہ نے آپ کے انواع و اقسام کے عطیات اور طرح طرح کے انعامات اس کثرت سے مبذول فرمائے ہیں کہ اگر ان کو احاطہ شمار میں لانا چاہیں تو ممکن نہیں اور ان تمام بے تعداد عطیات عظمیٰ اور انعامات جلیلہ میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کو اہل عالم کا پیشوا قرار دیا ہے اور جملہ انسانوں کے امور کا حل و عقد آپ کے علم و عقل پر منحصر فرمایا ہے۔ آپ کو زمانہ کا راعی و والی کیا ہے۔ عرصہ سے یہ خدمت گار آپکے حالات کو دیکھ رہا ہے اور بہ نظر امتحان آپ کے صحائف و اعمال کو زیر نظر رکھتا ہے اور ہر ورق کو بہ غور تامل مطالعہ کرتا ہے۔ آپ کے تمام اعمال و احوال عقل و رشد کے درجہ پر پائے جاتے ہیں۔ آپ امت محمد رسول اللہ کی رعایت بڑی خوبی سے کر رہے ہیں۔ اور ہر ایک چھوٹے بڑے

ادنی و اعلی غریب اور امیر کی حالت سے باخبر ہیں۔ اور ہر شخص پر اس کی حیثیت کے مطابق مہربانی فرماتے ہیں۔ اور ہر شخص کا حق اس کے مرتبہ کے موافق ادا فرماتے ہیں اور دنیوی واقعات اور مہمات میں جو مسلمانوں کو لاحق ہوتے ہیں۔ آپ عدل و انصاف کا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ آپ کو حق کے راستے میں کوئی شخص ذرا ملامت نہیں کر سکتا۔ اور آپ کی طبیعت دنیاوی زخارف کی طرف رغبت نہیں رکھی۔ و لله الحمد علی ذالک حمدا طیبا کثیرا مگر تمہارے چچا زاد بھائی ابن عباس کا حال اس کے برخلاف ہے۔ محض دنیاوی مال جمع کرنے پر ہمت کو کمربستہ کر رکھا ہے اور بیت المال پر فضول خرچی کا ہاتھ دراز کر کے ناجائز طور پر کھاتا ہے اور ان کاموں کو جو قانون شریعت سے بعید ہیں جائز کر رکھا ہے جس وقت مجھے یہ حالات معلوم ہوئے اپنے آپ کو ضبط نہ کر سکا کہ آپ سے چھپاؤں اس لئے کسی قدر حالات عرض کر دیئے گئے ہیں آئندہ جو امیر المومنین کی رائے ہو عین صلاح اور ثواب ہے۔ والسلام

جناب امیر المومنین نے یہ خط پڑھ کر جواب میں لکھا تیرا خط پہنچا احوال مندرجہ معلوم ہوا۔ تیری حسن سیرت اور صدق دیانت سے اطلاع ہوئی تجھ سے اور تجھ جیسے دوسرے شخصوں سے ایسی ہی امید ہو سکتی ہے۔ کہ امانت داری کا طریقہ اختیار کریں اور نصیحت کا کوئی نکتہ اٹھا نہ رکھیں اور مسلمانوں کی بہتری کی نسبت جو کچھ معلوم ہو اسے اپنے امام اور پیشوا سے نہ چھپائیں بلکہ ظاہر کر دیں۔ میں نے اپنے چچا زاد بھائی عبداللہ ابن عباس کو تیری تحریر کی نسبت کچھ نہیں لکھا۔ تیرا ذکر نہیں کیا۔ میں اب منتظر ہوں کہ وہ کیا جواب دیتا ہے۔ تو بھی دریافت میں مصروف رہ اور جو کچھ حالات معلوم ہوں ان سے مجھے مطلع کرنا۔ تجھے اس کا بدلہ بہت جلد ملے گا۔ والسلام!

نامہ جناب امیر المومنین علیؑ بہ عبداللہ ابن عباس

اس کے بعد عبداللہ کے نام اس مضمون کا خط لکھا: عبداللہ کو واضح ہو کہ اس کی نسبت بہت سی باتیں لوگوں نے ہمیں لکھ کر بھیجی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی ان کی حقیقت حال سے واقف ہے۔ اگر ان کا کہنا صحیح ہے تو تجھ پر بہت ہی تعجب ہے اور یہ ناپسندیدہ امر ہے اور اگر انہوں نے جھوٹ بولا ہے تو اس کا وبال ان کی گردن پر ہے۔ لازم ہے کہ مضمون کے خط سے آگاہ ہوتے ہی مجھے محاصل بصرہ کے حال سے اطلاع دے کہ کس جگہ اور کس قدر وصول ہوا ہے۔ اور کس کس مد میں صرف کیا گیا ہے۔ تفصیل سے لکھنا کہ واقفیت حاصل ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ والسلام!

عبداللہ نے جواب میں لکھا حضرت امیر المومنین کا حکم صادر ہوا۔ شرط تعظیم و تکریم بجا لایا۔ اس فرمان کی نسبت کہ لوگوں نے میرے متعلق کچھ باتیں حضور میں عرض کی ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ کس شخص نے میری نسبت یہ باتیں بیان کی ہیں۔ جو کچھ اس نے کہا ہے محض جھوٹ اور بہتان ہے۔ اور ازراہ عداوت و دشمنی ایسا کیا ہے امیدوار ہوں کہ حضور خود غرض لوگوں کی باتیں میرے متعلق سماعت نہ فرمائیں۔ اور چغل خور اور بدبیں لوگوں کی افتراء پردازیوں میں آکر مشفق بندوں پر نکتہ چینی نہ کریں۔ ہاں محاصل بصرہ کا معاملہ جس کی نسبت امیر المومنین نے ارشاد فرمایا ہے کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ خدا کی قسم اگر دنیا کا تمام سونا چاندی میرے قبضے میں ہو تو بھی اس میں خلاف شرع تصرف نہ کروں۔ قیامت کے دن اس کے حساب سے آزادی پانے کو خیانت کرنے سے زیادہ دوست رکھتا ہوں۔ اس وقت تک تو جس طرح ہو سکا آپ کے ارشاد کے مطابق عمل در آمد کرتا رہا اب اس خدمت کی شرائط بجا نہیں لا سکتا۔ امیر المومنینؑ مضمون عریضہ سے واقف ہوتے ہی کسی دوسرے شخص کو بصرہ میں بھیج دیں تاکہ وہ انتظام سنبھال لے اور اس کے لوازمات کو انجام دے۔ کیونکہ میں نے امارت کو ترک کر دیا ہے اور اپنے آپ کو علیحدہ کر دیا ہے۔ والسلام!

یہ خط امیر المومنینؑ کے نام روانہ کر کے لوگوں سے کہا میں اب سے امارت بصرہ میں دخل نہ دوں گا۔ تاوقتیکہ لوگوں کی زبانوں سے رہائی نہ پاؤں گا۔ پھر خانہ نشین ہو بیٹھا۔ اب عبداللہ کا خط جناب امیر المومنینؑ کی خدمت میں پہنچا۔ مضمون خط سے واقف ہو کر آپ نے غور فرمایا اور بایں وجہ کہ عبداللہ کو ناخوش کرنا گوارا نہ تھا اسی وقت دلجوئی کے ساتھ لکھا کہ میں نے جو کچھ لکھا تھا اس اعتماد کلی کے سبب لکھا تھا جو تیرے حسن اخوت اور کمال شفقت پر دال ہے۔ اتنی سی بات سے اس قدر ناراض نہ ہونا چاہیئے۔ اور امارت بصرہ کو ترک نہ کرنا چاہیئے۔ ہم پر بخوشی روشن ہو گیا ہے کہ جو باتیں لکھی اور بیان کی گئی تھیں وہ محض جھوٹ تھیں۔ اب تو مطمئن رہ اور حسب معمول انتظام اور بندوبست کے کاموں میں مصروف رہ کیونکہ ہمیں دنیا میں اس کی رضامندی مطلوب ہے۔ والسلام

جس وقت جناب امیر المومنینؑ کا فرمان اس کے پاس پہنچا اور پڑھا ان مہربانیوں سے جن کا ذکر تھا خوش ہو گیا اور اپنا کام سنبھال لیا۔

القصہ صفین کے واقعہ سے پیشتر جناب امیر نے حرث بن ارشد کو شہر اہواز کی امارت پر مامور فرما کر حکم دیا تھا کہ وہاں جا کر اس علاقہ کو استحکام دے۔ اور وہاں کے کاموں کو انجام پہنچائے۔ جس وقت آنحضرتؑ صفین سے کوفہ میں واپس آئے حریث نے اہواز میں حکمین کے فیصلے کی خبر پائی اس کو پسند خاطر نہ ہوا، فوج جمع کر کے امیر المومنینؑ کے خلاف گنہگار ہو

بیٹھا اور اہواز کا محاصل جمع کرکے فوج میں تقسیم کر دیا اور علاقہ سرکش ہو گیا۔ جناب امیر المومنینؑ نے ایک بڑے نام نہاد صحابی معقل بن قیس ریاحی کو چار ہزار سوار دے کر حکم دیا کہ حریث کو گرفتار کر لائے اور ولایت اہواز پر قبضہ کر لے۔
جب معقل اہواز کی طرف روانہ ہوا تو حریث نے اس کے آنے کی خبر سن کر اپنی فوج کا شمار کیا دس ہزار سوار اور پیدل گنتی میں آئے۔ اب تیاری کرکے معقل کے مقابلے پر آیا جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے سامنے آگئیں تو معقل نے آواز دی کہ حریث کہاں ہے مجھے اس سے کچھ کہنا ہے۔ حریث آواز سن کر اپنی فوج میں سے نکل کر سامنے آ کھڑا ہوا۔ اور کہا حریث میں ہوں۔ معقل نے کہا اے حریث تجھ پر افسوس ہے کہ کس لئے جناب امیرؑ سے باغی ہوا اور کس لئے لوگوں کو آپ سے علیحدہ ہو جانے اور بیزاری اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے۔ تو ان تمام مہربانیوں کو جو تیرے حال پر مبذول فرمائی ہیں اور ان سب انعامات کو جو وقتاً" فوقتاً" تجھے عطا کئے ہیں کس لئے بھول گیا ہے۔ امیر المومنینؑ ہر حالت میں تجھ پر اعتماد رکھتے تھے اور تجھے ایسے عالی شان مرتبہ پر پہنچایا تھا تو یہ سب باتیں فراموش کر بیٹھا اور تربیت و احسان کے تمام حقوق بھلا دیئے۔ مجھے تیری جبلت سے یہ بات عجیب اور بعید معلوم ہوتی ہے۔
اس نے جواب دیا تو نے جو کچھ بیان کیا ہے اور احسان کو یاد دلایا بے شک سب ٹھیک بلکہ اس سے بھی زیادہ ہے۔ لیکن حضرتؑ نے کس لئے حکم مقرر کیا جب کہ امر حق آپ کے قبضے میں تھا۔ معقل نے کہا اے حریث تجھ پر افسوس ہے تو جملہ مسلمانوں میں سے یا نہیں کہ اس معاملہ کا راز تجھ سے بیان کروں اس نے کہا ہاں میں مسلمان ہوں میری حالت میں کوئی تغیر اور میرے اعتقاد میں کچھ خلل واقع نہیں ہوا۔ اس معاملہ میں جو کچھ کہنا ہے بیان کر۔ اگر معقول بات ہوگی تو قبول کر لوں گا۔ معقل نے کہا تو مرد مسلمان ہے اور حج کو جاتا ہے اور تو نے حرم میں شکار کیا جس سے اللہ نے منع فرمایا ہے کیا تو اس وقت جناب امیر المومنینؑ کے پاس حاضر ہو کر یہ مسئلہ دریافت کرے گا یا نہیں اور آپ شریعت کے موافق جو کچھ جواب ہو تجھ سے فرمائیں گے۔ کیونکہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آپ کے حق میں فرمایا ہے **اقضا کم علی** یعنی کوئی شخص احکام شریعت کے صادر کرنے میں علیؑ سے زیادہ واقف نہیں۔
مقعل نے کہا جب تو اس بات کا مقر ہے کہ آپ کو اس درجہ علم ہے تو کس لئے آپ کے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے۔
اس نے کہا اس وجہ سے کوئی انسان ایسا نظر نہیں آتا کہ جو اپنے حق کی نسبت حکم مقرر کرے۔ مقعل نے کہا جس قدر تجھے علم ہے۔ اس سے زیادہ مزید امور سے تجھے آگاہی نہیں۔ اور نہ تو تمام امور کو سمجھ سکتا ہے اور نہ سب باتوں سے واقف ہی ہو سکتا ہے۔ امیر المومنین معھوں' مشکلات اور واقعات و حادثات کے متعلق جو حکم صادر فرماتے ہیں ہمیں اس پر رضامند رہنا چاہیئے تو اپنے آپ کو شبہ میں کیوں ڈالتا ہے اور کس لئے مخالفت اختیار کرتا ہے اس سرکشی کو چھوڑ دے۔ متابعت و موافقت اختیار کر اور جو کچھ امیر المومنینؑ فرماتے ہیں اسے قبول کرنا چاہیئے۔
حریث نے کہا خدا کی قسم میں ہرگز راضی نہ ہوں گا اور ایسی باتوں میں مبتلا ہونے کو جائز نہ سمجھوں گا کیونکہ عرب قبیلے مجھے ایسے بے اصل کاموں سے منسوب کریں گے۔ میرے پاس تمہارے اور علی کے واسطے شمشیر کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ کہہ کر بلند آواز سے اپنے لشکر کو طلب کیا اور مقعل پر حملہ کر دیا۔ یہ رنگ دیکھ کر مقعل نے بھی اپنے لشکر کو جنگ کرنے کا حکم دیا۔
حریث اور اس کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ اب دونوں لشکر گڈمڈ ہو گئے۔ مقعل نے عین ہنگام کارزار میں حریث کو جا لیا اور اس

پر حملہ کرکے دو ٹکڑے کر دیا۔ اہواز اور بنی ناجیہ والے جو اس کے ہمراہ تھے گھیر لئے گئے اور ان میں اکثر قتل ہو گئے۔ اور بہت سے قید کر لئے گئے۔ ان کا مال و اسباب لوٹ لیا اور اس کے بعد معقل جناب امیرالمومنینؑ کی خدمت میں واپس آیا۔

مصقلہ بن ہبیرہ شیبانی کا معاویہ کے پاس فرار

مصقلہ جناب امیرالمومنینؑ کی طرف سے اہواز کا عامل تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ معقل نے حریث کا کام تمام کر دیا اور بنی ناجیہ کو اسیر کرکے لئے جاتا ہے تو ڈر گیا' اور معقل سے کہا مہربانی کرکے ان قیدیوں کو میرے ہاتھ فروخت کر دے کیونکہ انہیں جب تو امیرالمومنینؑ کی خدمت میں لے جائے گا تو وہ شاید سب کو قتل کر دیں۔ معقل نے کہا خرید لے۔ معاوضہ لا اور قیدیوں کو لے لے۔ مصقلہ نے کہا معاوضہ کل حاضر کروں گا۔ معقل نے قیدی اس کے حوالے کر دیئے اور مصقلہ نے سب کو اسی وقت آزاد کر دیا۔ قیدی بلا توقف اپنے اپنے وطن کو روانہ ہو گئے اور مصقلہ بھی رات کے وقت فرار ہو کر بصرہ میں جا داخل ہوا۔

دوسرے دن معقل نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ بصرہ کی طرف گیا ہے۔ عبداللہ ابن عباس کو خط لکھ کر تمام کیفیت سے مطلع کیا اور لکھا کہ بہ سعی تمام مصقلہ کو گرفتار کرکے اس سے پانچ لاکھ درہم وصول کرے۔ عبداللہ نے اسے بلا کر روپیہ طلب کیا۔ مصقلہ نے کہا ضرور ادا کروں گا۔ بات یہ ہے کہ معقل چاہتا ہے کہ مجھ سے درہم وصول کرکے اپنی ضروریات پر صرف کرے۔ اس لئے میرے دل نے گوارا نہ کیا کہ مال اس کے حوالہ کر دوں' اب تو طلب کرتا ہے تو حاضر کر دوں گا اور احسان مانوں گا۔

عبداللہ ابن عباس نے کہا مال ادا کرنا چاہئے۔ مصقلہ نے کہا تمام روپیہ کل ادا کر دوں گا۔ جب رات آئی بھاگ کر کوفہ آیا۔ معقل نے حضرت امیرالمومنینؑ کی خدمت میں خط لکھ کر تمام حال عرض کر دیا۔ مصقلہ بھاگ کر بصرہ چلا گیا اور وہاں سے بھاگ کر کوفہ میں چلا آیا ہے۔ امیرالمومنینؑ نے صورت حال سے اطلاع پا کر آدمی بھیجا اور مصقلہ کو طلب کیا اور درہم مانگے۔ اس نے جواب دیا کہ معقل اور عبداللہ نے مجھ سے درہم طلب کئے تھے مجھے خیال ہوا کہ آپ سے یہ رقم پوشیدہ رکھی جائے گی اور چونکہ یہ مال امیرالمومنین کا حق ہے اس لئے میں نے اسے اپنے ساتھ رکھا اور حضور کی خدمت میں لایا جب ارشاد ہو گا اسی وقت حاضر کر دوں گا الغرض اس روز ایک لاکھ درہم اس نے ادا کر دیئے اور چار لاکھ درہم اس کے ذمے باقی رہے۔ جب رات آئی تو مصقلہ بھاگ کر معاویہ کے پاس چلا گیا۔

دوسرے دن جب امیرالمومنینؑ نے اسے طلب کیا تو معلوم ہوا کہ وہ معاویہ کے پاس بھاگ کر چلا گیا ہے۔ آپ نے حکم دیا کہ بنی ناجیہ کے قیدی آزاد ہیں اور رقم مصقلہ کے ذمے باقی ہے۔ مصقلہ کا بھائی نعیم بن ہبیرہ جناب امیرالمومنینؑ کی خدمت میں بہت بڑا رتبہ اور عزت رکھتا تھا اپنے بھائی کی حرکت سے نہایت شرمندہ ہوا اسے سخت ملامت کی اور یہ دو بیت لکھ کر اس کے پاس روانہ کیں۔

ترکت نساء الحی بکر بن وائل　　و اعتقت سبیا من لوی بن غالب

و خالفت خیر الناس بعد محمد　　لمال قلیل لا محالتہ ذاہب

اور اس کے رشتہ دار قوم ربیعہ والے اس حرکت سے سخت ناراض ہوئے۔

اور اس کے رشتہ دار قوم ربیعہ والے اس حرکت سے سخت ناراض ہوئے۔ اور سب نے اسے اس حرکت پر لعنت ملامت کی۔ مصقلہ بھی معاویہ کے پاس چلے آنے سے بہت نادم اور پشیمان ہوا اور اپنے بھائی نعیم کے نام خط لکھا جناب امیر المومنینؑ کی خدمت میں میری طرف سے عذر معذرت کرکے اجازت حاصل کرے کہ میں آنحضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔

جس وقت یہ خط نعیم نے پڑھا اپنے چچا کی اولاد بنی بکر بن وائل کو بلا کر کہا کہ میرے بھائی نے اس مضمون کا خط لکھا ہے اور چاہتا ہے کہ پھر امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہو جائے۔ مگر مجھے جناب امیر کی خدمت میں اس کا حال عرض کرتے ہوئے شرم آتی ہے تم مہربانی کرکے فرصت کے وقت یہ حال عرض کر دینا اور اجازت لے لینا کہ اسے کچھ لکھ کر واپس بلا لیا جائے۔ اس کے چچا کی اولاد نے کہا ہم ایسا ہی کریں گے اور سب حال عرض کردیں گے۔

اس کے بعد انہوں نے خدمت امیر المومنینؑ میں حاضر ہو کر نعیم کی ندامت اور مصقلہ کا ذکر کیا اور کہا کہ علیؑ کی طرف سے دلجوئی کی جائے اور واپس بلا لیا جائے۔ کیونکہ ہمیں سخت افسوس اس بات کا ہے کہ ایسا شخص معاویہ کے پاس رہے۔ آپ نے فرمایا جیسا منشاء ہے لکھ بھیجو مگر میرا خیال ہے کہ کچھ فائدہ نہ ہو گا اور مصقلہ واپس نہ آئے گا۔ حصین بن منذر سدوسی نے کہا امیر المومنینؑ نے تمہیں اجازت دے دی ہے کہ مصقلہ کے نام خط لکھو اور مجھے خط دکھانا کہ میں بھی اس میں کچھ تحریر کروں گا۔ جس سے اس پر زیادہ اثر پڑے گا۔ اس کے چچا زاد بھائیوں نے کہا حصین بن منذر ہی خط لکھے۔ حصین نے مصقلہ کو اس مضمون کے چند کلمے تحریر کئے۔ اے مصقلہ ہم تیرے عزیز بن بکر بن وائل سمجھتے ہیں کہ تیرا معاویہ کے پاس جانا اور اس سے ملتجی ہونا نہ دین کے واسطے تھا نہ دنیا کے لئے اور نہ وہاں جانے سے علی پر عیب عائد کرنا مد نظر تھا۔ تو نے یہ ارادہ محض اس لئے کیا کہ اس قدر مال ادا کرنا نہ پڑے۔ یہی خیال تجھے معاویہ کے پاس لے گیا۔ اس کے بعد جب تو نے غور کیا تو خیال کیا کہ اتنے حقیر سے مال کے لئے یہ حرکت کرنی زیبا نہ تھی۔ اور معاویہ کو علی سے اور شام کو عراق سے اور سکاسک کو ربیعہ سے بدلنا اچھا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا علیؑ سے نزدیک اور معاویہ سے دور ہے۔ اپنے کو مسافرت کی تکلیف میں مبتلا نہ کر اور متفکر نہ رہ اٹھ اپنے وطن اور ملک کی طرف واپس آ اور یقین جان کہ آج کا واپس آنا کل کی واپسی سے بہتر ہے۔ تجھے جناب امیر المومنینؑ سے شرم کی ضرورت نہیں اور مجھے ایسا کام کرنا چاہئے اس فعل پر لعنت ہو جس میں نہ اس دنیا کا آرام نہ آخرت کی سعادت۔ والسلام!

مصقلہ نے یہ خط پڑھ کر قاصد سے کہا یہ تحریر حصین بن منذر کی معلوم ہوتی ہے اس نے کہا ہاں جو لکھا ہے وہ درست ہے اور سچ لکھا ہے۔ یہ خط اسی کا لکھا ہوا ہے۔ اے مصقلہ تو مطلب کو سمجھ اور جس میں تیرے لئے دنیا اور عقبیٰ کی بھلائی ہو وہ کام اختیار کر۔ تو اپنے معاملہ کا خود فیصلہ کر اور سوچ کہ تو نے کس شخص سے علیحدگی اختیار کی ہے اور کس سے آملا ہے کسے ترک کیا ہے۔ اور کس کا دامن پکڑا ہے۔ عراق بہتر ہے یا شام؟ علی ابن ابی طالبؑ برگزیدہ شخص ہے یا معاویہ۔ مہاجر و انصار کی ہم نشینی پسندیدہ ہے یا طلقا و ابنائے طلقاء کی صحبت؟ تو عراق میں مخدوم تھا اور اب شام میں خادم ہو کر رہے گا۔ مصقلہ نے قاصد کی یہ باتیں سن کر سر جھکا لیا کچھ نہ بولا۔ پھر خط لے کر معاویہ کے پاس گیا۔ معاویہ نے اس خط کو پڑھ کر کہا اے مصقلہ تیرا معاملہ اس حد سے گزر گیا کہ مجھے تیری نسبت کچھ شک باقی رہا ہو مجھے تیری عقل اور دانائی پر پورا بھروسہ ہے اگر عراق سے تیرے پاس خط آئے تو تجھے اس بات کی ضرورت نہیں کہ میرے پاس لائے اور دکھائے۔

مصقلہ نے اپنے وثوق کے ساتھ واپس آ کر قاصد سے کہا جس وقت میں بخوف جان علی ابن ابی طالبؑ سے بھاگ کر شام میں داخل ہوا ہوں خدا کی قسم میں نے بھلائی کے سوا کوئی اور کلمہ ایسا نہیں کہا جس سے آپ پر کوئی برائی عائد ہوتی ہو۔ تو

میرے پاس خط لایا اب جواب لے کر واپس جانا۔ قاصد نے کہا بہت بہتر۔ مصقلہ نے اس مضمون کا جواب لکھا: تمہارا خط پہنچا مضمون مندرجہ سے اطلاع ہوئی۔ حقیقت حال یہ ہے کہ جس شخص کو تھوڑا کہنا فائدہ بخش نہیں ہوتا اس کو زیادہ سمجھانا زیادہ نقصان کرتا ہے۔ بات بڑھانے سے کچھ حاصل نہیں تم جانتے ہو کہ میں نے علیؑ کی خدمت کس لئے ترک کر دی ہے اور کیوں معاویہ کے پاس چلا آیا ہوں۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ اگر علی کی خدمت میں واپس آؤں گا تو وہ مجھ سے گزشتہ امور کا جواب طلب نہ فرمائیں گے۔ بلکہ معافی اور احسان کا برتاؤ اختیار کریں گے مگر اس وقت علیؑ کا خطا وار ہوں اور چند روز تک معاویہ کی خدمت میں رہ چکا ہوں۔ اب خواہ علی کے پاس آجاؤں یا معاویہ کے پاس رہوں عار سے خالی نہیں۔ میں اس وقت دو ملامتوں کے درمیان ہوں اول خیانت دوسرا عذر۔ اور میں کوئی سا عذر پیش کروں تمہارے نزدیک مقبول نہ ہو گا۔ پھر میں جس قدر غور و فکر کرتا ہوں فی الحال شام میں قیام زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔ اگر امیر معاویہ کو غلبہ حاصل ہو کر اس کا کام مستحکم ہو گیا تو اس وقت میرا مقام ملک روم میں زیادہ اچھا ہو گا اور ابھی مجھے وہ قدرت حاصل ہے کہ جناب علیؑ کے سامنے عذر کروں اور وہ قبول ہو جائے پس اس سے علیحدہ رہنا ہی بہتر ہے۔ بہ نسبت اس کے اس وقت علیحدگی اختیار کروں جبکہ مجھے اس کی مجال نہ ہو۔ الغرض میں جہاں رہوں گا دل میں تمہارا خیال رہے گا اور زبان تمہاری۔ دعاگو والسلام!

یہ خط بند کر کے قاصد کو دے دیا اور کہا اے برادر زادے اگر تیری مرضی ہو تو شام والوں سے دریافت کر لے کہ میں جب سے شام میں آیا ہوں علیؑ کے حق میں کیا کہتا رہتا ہوں۔

قاصد نے کہا یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچ گئی ہے اور بخوبی معلوم ہو گیا ہے کہ تو نیکی کے سوا کچھ نہیں کہتا مصقلہ نے کہا خدا کی قسم میں آخر تک اسی طریق پر رہوں گا اور علیؑ کی مدح و ثناء کے سوا اور کوئی کلمہ زبان پر نہ لاؤں گا اور آپ کی الفت و محبت کو ہمیشہ جگہ دیتا رہوں گا۔

اب قاصد نے وہ خط لا کر حصین بن منذر کو دیا اور وہ جناب امیر المومنین علی علیہ السلام کی خدمت میں لے گیا اور پڑھ کر سنایا۔ جناب امیرؑ نے فرمایا اس سے درگزور جہاں کہیں ہو گا مجھے یقین ہے کہ وہ دوبارہ ہمارے پاس نہ آئے گا۔ حصین نے کہا یہی بات ہے اور لوگوں کا یہی کہنا کہ اسے حیا واپس آنے سے مانع ہے بے اصل ہے وہ اس وقت علیحدگی اختیار کرتا ہے اور جیسا آپ فرماتے ہیں وہ ہرگز نہ آئے گا۔ ہم نے اسے ترک کر دیا اور کبھی اس کا ذکر تک نہ کریں گے۔ اور نہ پھر اسے لکھیں گے۔ والسلام!

نہروان کے خارجیوں کا ظہور

جس زمانہ میں حضرت علیؑ کوفہ میں مقیم تھے اور انتظار کر رہے تھے کہ وہ میعاد جو معاویہ کے ساتھ قرار پائی ہوئی ہے گزر جائے تو پھر شامیوں سے جنگ کی جائے آپ کے خواصوں میں سے جو بڑے عابد اور متقی تھے چار ہزار سوار لے کر کوفہ سے چل پڑے اور آنحضرتؐ کے خلاف ہو گئے اور کہنے لگے کہ اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں اور جو شخص خدا کا گنہگار ہو اس کی اطاعت نہ کرنی چاہئے۔ اب فوج در فوج آدمی ان کے ساتھ ہونے لگے اور ان کا شمار بارہ ہزار تک پہنچ گیا۔ پھر نواح کوفہ سے کوچ کر کے موضع حرور میں آپڑے اور عبداللہ ابن کواء کو اپنا امیر قرار دیا۔

جناب امیرؑ ان کا حال سنتے تھے اور متفکر تھے۔ آخر کار عبداللہ ابن عباس سے کہا تو ان کے پاس جا اور دریافت کر کہ یہ

جمعیت کیوں اکٹھا ہے۔ اور کیا چاہتے ہیں۔ عبداللہ ان کے پاس گیا۔ جونہی عبداللہ ان کے پاس پہنچا انہوں نے پکار کر کہا اے عبداللہ تو بھی خدا کا ویسا ہی گنہگار ہو گیا ہے جیسا علی ابن ابی طالبؑ۔ پھر ہر طرف سے یہی آوازیں آنے لگیں۔ عبداللہ ابن عباس نے کہا میں تم سے گفتگو نہیں کر سکتا۔ کسی ایک شخص کو بھیجو کہ جو کچھ تمہیں کہنا ہو کہے اور جواب سنے۔ انہوں نے ایک شخص عتاب بن اعور ثعلبی کو بھیجا وہ عبداللہ کے سامنے آکھڑا ہوا اور جو کچھ کہتا تھا سب قرآن شریف سے کہتا تھا وہ اس کے معنی سے واقف تھا۔

عبداللہ ابن عباس خاموش سنتا رہا یہاں تک کہ جو کچھ اسے کہنا تھا کہہ چکا اس وقت عبداللہ نے پوچھا تو کہہ چکا۔ اب اس کا جواب سن۔ اگرچہ تو معانی قرآن سے واقف ہے لیکن تو غلط فہمی میں مبتلا ہو کر راہ صواب سے دور جا پڑا ہے۔ اب اس کا جواب سن۔ ایک مثال بیان کروں۔ عتاب نے کہا بیان کر۔ عبداللہ نے کہا اے عتاب مجھے بتا کہ سرائے اسلام کس کی ملکیت ہے۔ اور اسے کس نے تعمیر کیا ہے۔ عتاب نے کہا سرائے اسلام اللہ کی ملک ہے اور اس کی تعمیر اپنے بزرگ نبیوں کے اہتمام سے کی ہے۔ اور نبیوں کی ایک جماعت کو وہاں بھیجا کہ اہل عالم کو ہدایت کریں کہ اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں۔ کچھ لوگوں نے نبیوں کا کہنا مان لیا اور ایمان لائے اور اس کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔ اور بعض نے نبیوں کا کہنا نہ مانا نہ ایمان لائے اور کافر ہو گئے۔ عبداللہ نے کہا سب سے آخری پیغمبر جو خدا نے سرائے اسلام میں بھیجا محمد صلعم تھے اور علی امیر المومنینؑ آپ کے خلیفہ اور وصی ہیں۔ علیؑ سے نہ پھرو اور حق راستے کو نہ چھوڑو اور اپنے کو شبہ میں نہ ڈالو۔

الغرض ہرچند سمجھایا اور نصیحتیں کیں مگر ایک نہ مانی اور گمراہی اور سرکشی پر اصرار کرنے لگے۔ بلکہ عبداللہ ابن عباس اور امیر المومنینؑ کو برا بھلا کہا اور سب و شتم کرنے لگے۔ عبداللہ مایوس ہو کر واپس چلا آیا۔ پھر حضرت بہ نفس نفیس ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اور ادھر سے عبداللہ ابن کواء مع اپنے دس مصاحبوں کے آنحضرتؑ کے سامنے آیا۔ اور جبکہ یہ سن کر معلوم کر لیا کہ جناب امیرؑ مدت مقررہ کے گزر جانے کے بعد اہل شام سے جنگ کریں گے تو ان دس آدمیوں سمیت مذہب خوارج سے نکل کر لشکر ہمایونی میں آملا۔

اس کے بعد خوارج نے عبداللہ بن راسبی کو اپنا امیر مقرر کر کے نہروان کا راستہ لیا اور ایک خط بصرہ کے خارجیوں کے نام لکھا اور عبداللہ بن سعید عیسیٰ کو اس کی طرف روانہ کیا۔ کہ لوگوں کو جانب نہروان چلتا کرے۔ جب عبداللہ بصرہ میں داخل ہوا تو اس علاقہ سے بہت بڑی جمعیت فراہم ہو گئی۔ اور عبداللہ بن وہب راسبی سے جا ملی۔ جس وقت امیر المومنین کو ان لوگوں کی جمعیت کی خبر ملی تو ایک خط اس مضمون کا لکھ کر ان کے پاس بھیجا:

بسم الله الرحمن الرحيم ○ من عبدالله على امير المومنين عن عبدالله بن وهب الراسبي و يزيد بن الحصين و تبعهما سلام عليكم فان الرجلين الذين ارتضبنا هما للحكومته خاء نا كتاب الله اتبعا هر هما بغير هدى من الله فلما لم يعمل بالسنته و لم يحكما بالقران ان تبرانا من حكمهما و نحن على امر نا الاول فابلوا ارحكم الله الينا فانا سائرون الى عد ونا و عدو كم لنعو لمحاربتهم حتى يحكم الله بيننا و هو خير الحاكمين جب یہ ہدایت اسلوب خط خارجیوں کے پاس پہنچا جواب میں لکھا کہ جس وقت تو نے حکمین کو اجازت دی تھی تو خدا کے نزدیک کافر ہو گیا تھا اگر تو نے توبہ کر لی ہے تو ہم تیری مرضی کے تابع ہیں اور اگر اپنے گناہ پر مصر ہے تو ہم تجھے راہ راست کی طرف بلاتے ہیں اور اس میں ذرا شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ خیانت والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

جس وقت یہ لایعنی خط شاہ ولایت کی نظر سے گزرا آپ اس گروہ کی اطاعت سے مایوس ہو گئے اور ان کی مہم کو سہل سمجھ

کر نخیلہ میں لشکرگاہ قائم کیا۔ اور اہل شام کے ساتھ جنگ کے ارادے سے علم ظفر پیکر بلند کیا۔ اور حکم دیا کہ فوجیں فراہم ہو جائیں۔ شمار کے وقت ساٹھ ہزار سے زیادہ جوان برآمد ہوئے۔ دمشق کی طرف متوجہ ہونے سے پہلے آوازیں آنی شروع ہوئیں کہ خارجیوں نے نواح عراق میں لوٹ مار شروع کر دی ہے اور ہر اس شخص کو جو ان کا شریک عقیدہ نہیں کافر کہتے ہیں۔ اور عبداللہ بن خباب ارت اور اس کی منکوحہ کو اس سبب سے کہ وہ حکمین کے تقرر کو خلاف شریعت سید المرسلین بتلاتے تھے قتل کر دیا ہے۔ اور ام سنان صیداویہ کو بھی اسی بہانہ سے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور اب خونریزی اور غارتگری میں مصروف ہیں۔ جناب امیرؑ نے صحابہ کے مشورہ سے خارجیوں کا دفیعہ لازمی سمجھ کر لشکر ظفر پیکر سمیت نہروان کی طرف کوچ کیا۔ اور معسکر مارقین کے نزدیک پہنچ کر فوج ظفر موج کو ترتیب دیا۔

میمنہ کو حجر بن کندی کے حوالہ کیا اور میسرہ پر شیث بن ربیعی کو مقرر کیا اور تمام سواروں کا سرلشکر ابوب انصاری کو کیا اور حکم دیا کہ تمام پیادے ابو قتادہ کے زیر فرمان رہیں ادھر خوارج نے بھی اپنی صفوں کو آراستہ کیا۔ میمنہ پر یزید بن حصین کا جھنڈا نصب کیا اور میسرہ میں شریح بن ابی اوفی عبسی کا وجود شوم قائم کیا۔ سواروں کی سرداری پر حرقوص بن زہیر قائم کیا اور ایک روایت کی رو سے عبداللہ بن کواء نے پیادوں کی سرداری لی۔ جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل صف آراء ہوئیں جناب امیرؑ نے حکم دیا کہ جھنڈا ایک خاص مقام پر قائم کریں اور دو ہزار آدمی اس کی حفاظت پر قائم کئے کہ مستعد رہیں۔

اس کے بعد منادی کرائی کہ جو شخص اس جھنڈے تلے آئے گا وہ امان میں ہے اور جو شخص کوفہ کی طرف چلا جائے گا وہ بھی امن میں ہے۔ اس وقت فردہ بن نوفل اشجعی خارجیوں کا سردار تھا اپنے تابعین سے کہا میں نہیں جانتا کہ بے سبب کس لئے علیؑ سے جو خدا کا ولی اور مصطفیٰؐ کا وصی ہے جنگ کروں۔ پھر پانچ سو آدمیوں سمیت مارقین سے علیحدہ ہو کر دسکرہ کی طرف چلا گیا۔ اور ایک اور جماعت بھی ان سے علیحدہ ہو کر کوفہ کی طرف روانہ ہو گئی۔ اور کسی قدر جمعیت نے علم مذکور کے سایہ کے نیچے پناہ لی۔ اب عبداللہ بن وہب راسبی کے ساتھ چار ہزار آدمی باقی رہ گئے۔ اور ان ملعونوں نے زبانوں پر لا حکم الا للہ و لو کرہ المشرکون جاری کر کے یکبارگی حملہ کر دیا۔ اور غبار جنگ بلند اور آتش حرب شعلہ زن ہوئی اسی اثناء میں عبداللہ بن وہب نے نہایت ہی سنگدلی اور گمراہی کے ساتھ اپنے مقابلے پر شاہ ولایت کو طلب کیا۔ آنحضرتؑ نے بہ یک ضرب ذوالفقار اسے دوزخ میں پہنچا دیا۔ اور فوج ظفر موج تمام خارجیوں پر چھا گئی۔ اور بحسن و خوبی اس مہم کو ختم کر دیا۔ چنانچہ ان لوگوں میں سے نو آدمی زندہ نہ بچے۔ اور جناب امیرؑ کے لشکر کے چند آدمی شہید ہوئے۔ ثقہ لوگوں کی روایت ہے کہ جناب امیرؑ نے خارجیوں کے خروج سے پیشتر فرمایا دیا تھا کہ ایک گروہ دین سے اس طرح نکل جائے گا جس طرح تیر کمان سے۔ اگرچہ وہ قرآن شریف پڑھتے ہوں گے مگر حلق سے نیچے نہ اترے گا۔ اور ان کے دل قرآن شریف کے احکام پر ثابت قدم نہ رہیں گے۔ اور اسی خدا کی قسم جو دانہ کو اگاتا ہے اور جس نے انسان کو اپنے خزانہ کرم سے لباس وجود عطا کیا ہے۔ رسول خداؐ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ تو ان سے جنگ کرے گا اور وہ گمراہی کے گڑھے سے نکل کر راہ ہدایت پر نہ آئیں گے۔ جیسے کمان سے نکلا ہوا تیر پھر کر نہیں آتا۔ اور اس گروہ کی پہچان یہ ہے کہ ان میں ایک ایسا شخص ہوگا کہ اس کے شانہ میں گوشت کا ایک ٹکڑا عورتوں کے پستان جیسا ہو گا اور اس پر بال بھی ہوں گے جیسے بلی کی مونچھیں۔ نیز آنحضرتؑ نے جنگ خوارج سے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ اس معرکہ میں ہمارے شہیدوں کی تعداد اکائی سے گزر کر دہائی کے ہندسہ تک نہ پہنچ پائے گی۔ اور مخالفین میں سے نو شخصوں سے زیادہ نہ بچیں گے۔

روایت ہے کہ جس وقت آپ نے حدیث ذوندیہ بیان فرمائی تو قتل خوارج کے بعد آپ نے حکم دیا کہ ذوندیہ یعنی چوچی والے

شخص کو کشتوں میں تلاش کریں۔ کچھ لوگ گئے۔ ڈھونڈا مگر نہ پا کر کہا اس خلقت کا کوئی شخص مقتولوں میں موجود نہیں آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم چوچو والا ان ہی میں ہے۔ پھر کچھ اور آدمی اس کی تلاش میں نکلے اور چالیس کشتوں کے نیچے سے ڈھونڈ نکالا وہ ہو بہو آپ کی نشان دہی کے مطابق تھا۔ اب جناب امیرؑ نے بارگاہ الٰہی میں سجدۂ شکر ادا کیا اور اصحاب سے کہا اگر تم معترض نہ ہوتے تو میں خبر دیتا کہ رسول خداؐ نے اس گروہ کے مقتولین کے حق میں کیا فرمایا ہے۔ الغرض جناب امیرؑ نے خارجیوں کی مہم سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ اور جناب رسول خداؐ پر درود بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر لطف و کرم کے دروازے کھول دیئے ہیں اور دشمنان دین کو مغلوب و مقہور کر دیا ہے۔ مناسب ہے کہ اب شام کے گمراہوں سے معرکہ آرائی ہونے کا قصد کرو اور قاسطین کی مہم کو بھی مارقین کی مہم کی طرح انجام کو پہنچا دو۔

اشعث بن قیس نے لشکر کے اور چند نامور اراکین کو ساتھ لے کر عرض کی کہ ہمارے تیر ختم ہو گئے ہیں۔ تلواریں کند پڑ گئیں' نیزے ٹوٹ گئے اب ہمیں کوفہ واپس لے چلیں کہ اسلحہ کی درستی اور بہم رسانی کے بعد مضبوط و مستحکم ہو کر شامی ظالموں کی بیخ کنی میں مصروف ہو جائیں گے۔ ان کی یہ عرضداشت قبول ہو گئی اور شاہ ولایت پناہ نے ازراہ کواست جانب کوفہ مراجعت کی۔ شہر کے قریب پہنچ کر نخیلہ میں چھاؤنی قائم کی اور ارشاد کیا کہ جس کو کوئی کام درپیش ہو شہر میں جائے اور ایک دن ٹھہر کر دوسرے دن لشکر گاہ میں چلا آئے۔ کہ شام کی مہم جلدی پوری کی جائے۔

اس کے بعد جناب امیرؑ کی خدمت میں صرف چند ہی غیرت مند رہ گئے۔ اور سب نے لشکر گاہ کو خالی کر کے مشقت پر راحت کو ترجیح دی۔ آپ یہ حال دیکھ کر رنجیدہ ہوئے اور کوفہ میں تشریف لائے۔ کوئی عذر معذرت کرنے لگے مگر ان کا عذر مقبول نہ ہوا۔ آپ ہر خطبہ میں کوفیوں کو ملامت کرتے۔ کئی دفعہ اظہار بخشش ہونے کے بعد وہاں کے کچھ اراکین نے حاضر خدمت ہو کر کہا جس طرف آپ کا قصد ہو گا ہم رکاب ہدایت انتساب سے علیحدہ نہ ہوں گے۔ جب امیر المومنینؑ نے ان کے کہنے کو قبول کر کے حارث ہمدانی کو حکم دیا کہ جو شخص صدق نیت اور نیک طینت سے بہرہ ور ہے اسے لازم ہے کہ کل فلاں جگہ پر جو فراہمی لشکر کے لئے عمدہ مقام ہے حاضر ہو جائے۔ دوسرے دن جناب امیر نے لشکر گاہ میں جا کر دیکھا کہ تین سو آدمیوں سے زیادہ جمعیت نہیں ہے۔ فرمایا اگر ان لوگوں کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ جاتی تو مجھے ان کی فکر کرنی پڑتی۔ پھر اس جگہ پر نہایت رنج و فکر میں دو روز ٹھہر کر کوفہ کو مراجعت فرمائی۔ اسی اثناء میں معاویہ نے فرصت پا کر دو ہزار سپاہیوں کو بھیجا کہ عراق کے حاجیوں کے راستے میں جس قدر حوض اور کنویں ہیں سب کو بند کر دیں اور مسلمانوں کو خانہ کعبہ کے طواف سے باز رکھنے میں سعی کریں۔

لوگوں نے معاویہ کو اس فعل پر ملامت کی تو کہا میں اس لئے مسلمانوں کو روکتا ہوں کہ مکہ میں ان کا کوئی امام نہیں ہے۔

الغرض رمضان شریف کا مہینہ آ گیا اور جناب امیر المومنینؑ مسجد کوفہ میں خطبہ کے ساتھ برابر کوفیوں کو ملامت کرتے رہے مگر ان پر مطلق اثر نہ ہوا۔ راویوں کا بیان ہے کہ بدھ کی رات کو جس وقت اپنے گھر میں امیر المومنینؑ نماز کے لئے کھڑے ہوئے آپ کی دختر ام کلثوم نے دو جو کی روٹیاں اور ایک دودھ کا پیالہ اور کسی قدر نمک خوان میں لگا کر حضور میں لا رکھا۔ آپ نے نماز سے فارغ ہو کر خوان کو دیکھا اور فرمایا اے میری بیٹی تم ایک خوان میں کھانے کی دو چیزیں پیش کرتی ہو۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ میں اپنے چچا زاد بھائی جناب رسول خداؐ کی پیروی کر رہا ہوں۔ تم جانتی ہو کہ دنیا کی حلال باتوں کا حساب لیا جائے گا اور حرام کاموں کے عذاب ہو گا۔ خدا کی قسم میں روزہ نہ کھولوں گا جب تک تم ان میں سے ایک چیز نہ اٹھا لو گی۔ ام کلثوم نے دودھ کا پیالہ اٹھا لیا۔ آپ نے نمک کے ساتھ نان جویں کے تین لقمے نوش فرما لئے۔ اور پھر نماز شروع کر دی۔ آپ اس رات کو بار بار صحن خانہ میں تشریف لاتے اور آسمان کی طرف نگاہ کرتے تھے اور پھر اندر

تشریف لے جا کر نماز میں مشغول ہو جاتے تھے۔ آپ نے اس رات کو سورۂ یٰسین بھی تلاوت فرمائی۔ تعقیب نماز کے بعد آپ کو نیند آئی مگر تھوڑی دیر بعد ہی خواب سے بیدار ہو کر کہا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اے خدا مجھے اپنے پاس بلانے میں برکت کرامت فرما۔

فقال تلک اللیلتہ انی رایت رسول اللہ تشرکت الیہ و قلت ما بقیت من امتک الا ورو اللہ و قال ادع اللہ علیھم فقلت اللھم ابدلنی بھم خیرا منھم و ابدلھم لی شرامنی پھر ارشاد کیا کہ میں نے ابھی ابھی جناب رسول خدا کو خواب میں دیکھا اور آپ سے امت کی نالائقی کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا ان کی حق میں بد دعا کر۔ پھر میں نے کہا اے خدا مجھے ان لوگوں سے بہتر آدمی عطا کر اور میری جگہ ان پر کسی شریر اور ظالم کو مقرر فرما اس کے بعد آپ گھڑی گھڑی صحن میں تشریف لاتے تھے اور فرماتے تھے و اللہ ما کذبت و انہا اللیلتہ التی وعدت یعنی خدا کی قسم میں جھوٹا نہیں اور یہ وہی رات ہے جس میں میرے شہید ہونے کی خبر جناب رسول خدا نے مجھے دی ہے اور فرماتے تھے احب ان القی اللہ تعالی و انا جھیض یعنی میں خدا سے ملنے کا مشتاق ہوں۔ اے بیٹی میں اس رات کی صبح کو شہید ہوں گا۔ جب وقت صبح نزدیک ہوا جناب امیرؑ نے لباس زیب تن کر کے کمر میں پٹکا باندھا اور مسجد میں جانے کا قصد کیا۔ صحن خانہ میں پہنچے تو ان بطخوں نے جو گھر میں پلی ہوئی تھیں خلاف عادت آپ کا راستہ روکا اور بازو پھیلا کر غل مچانے لگیں۔ کچھ خدمت گزاریں دوڑیں کہ ان کو آگے سے ہٹا دیں۔ آپ نے فرمایا ان سے کچھ نہ کہو۔ یہ اس لئے شور کر رہی ہیں کہ اس کے بعد انہیں میرا نوحہ کرنا پڑے گا۔

امام حسنؑ بولے آپ یہ کیا فال بد زبان سے نکالتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا میں فال بد نہیں نکالتا بلکہ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ میں آج شہادت پاؤں گا۔ جناب زینبؑ نے عرض کی اے والد ماجد آپ جعدہ کو حکم دیں کہ وہ مسجد میں جا کر نماز پڑھائے۔ آپ نے ایسا ہی کیا پھر ارشاد فرمایا کہ حکم الٰہی میرے ہی لئے ہے خود ہی تشریف لے جانے کا ارادہ کیا اور یہ اشعار انشا فرمائے۔

اشدد حیازیمک للموت　　فان لموت لاقیکا

ولا تجزع من الموت　　اذا حل بوادیکا

فان الزرع و البضتہ　　یوم الروع یکتیکا

کما اضحکلک الدھر　　کذاک الدھر یبکیکا

فقد اعرف اقواما　　و ان کانوا صعالیکا

مصاریع الی النجدۃ　　للغی مبارکا

الغرض جس وقت جناب امیر المومنینؑ گھر کے دروازے سے باہر ہونے لگے ایک کیل پٹکے میں الجھ گئی اور پٹکا کھل کر کمر مبارک سے علیحدہ ہو گیا۔ آپ نے دوبارہ کس کر کمر باندھی اور فرمایا الٰہی تو موت کو میرے لئے مبارک کیجیو اور اپنے دیدار کو متبرک۔ ام کلثوم یہ سن کر رونے لگیں اور امام حسنؑ آپ کے پیچھے پیچھے ہو لئے اور عرض کی میں آپ کے ہمراہ رہنا چاہتا ہوں۔ آپ نے ارشاد کیا تجھے میری قسم کہ اپنی خوابگاہ کی طرف پھر جانا۔ ناچار امام حسن علیہ السلام واپس ہو گئے۔ اور اس طرف ابن ملجم شیث اور وردان آپؑ کے مسجد میں تشریف لانے کا انتظار کرتے رہے۔ اشعث بن قیس بھی جو ان کے ساتھ ملا ہوا تھا موجود تھا اس نے ابن ملجم سے کہا اے پسر ملجم اپنے ارادہ کو پورا کرنے میں جلدی کرو مبادا صبح کی روشنی تجھے رسوا کر دے۔ اس وقت حجر بن عدی ان کے پاس سے گزر رہا تھا۔ اس نے یہ بات سنی اور اشعث سے

مخاطب ہو کر کہا گیا تو جناب امیر المومنینؑ کو قتل کرے گا۔ پھر مسجد کے دروازہ سے نکل کر امیر المومنینؑ کے گھر کا راستہ لیا کہ آپ کو اس سازش کی اطلاع دے مگر امام المومنین سے نہ مل سکا کیونکہ آپ دوسرے راستے سے مسجد میں تشریف لائے تھے اب حکم الٰہی ظہور میں آ گیا اور جس وقت حجر بن عدی واپس آ رہا تھا اس نے کہا کہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ امیر المومنینؑ قتل ہو گئے۔

جناب امیر المومنینؑ جس وقت دوسرے راستے مسجد میں تشریف لائے تھے تو مسجد کی قندیلیں گل تھیں آپ نے اسی تاریکی میں چند رکعت نماز ادا کی اور کچھ دیر تک تسبیح وغیرہ میں مشغول رہے پھر بام مسجد پر تشریف لا کر صبح کی سفیدی سے خطاب کیا تو ایک دن بھی ایسے وقت طلوع نہیں ہوئی کہ میں سویا ہوا ہوں اس کے بعد کانوں پر انگلیاں رکھ کر اذان دی پھر گلدستہ اذان سے اتر کر یہ چند مصرعے پڑھے

خلوا سبیل المومن المجاهد فی الله لا یعبد غیر الواحد

و لو قظ الناس الی المساجد

اور الصلواۃ الصلواۃ کہتے ہوئے لوگوں کو جگاتے تھے۔ ابن ملجم بھی سونے والوں میں اوندھا پڑا ہوا تھا اور تلوار دامن کے نیچے چھپا رکھی تھی۔ جب آپ اس کے قریب پہنچے کہا ارادۂ نماز کے لئے اٹھ اور یہ بھی زبان مبارک سے فرمایا تیرے دل میں ایک ایسا ارادہ ہے جس سے قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں اور زمین دھنس جائے اور اگر میں چاہوں تو یہ بھی بتا سکتا ہے کہ تیرے دامن کے نیچے کیا چیز ہے۔ پھر وہاں سے گزر کر محراب مسجد میں تشریف لائے اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے لوگ بھی جمع ہو گئے اور صفیں باندھ لیں۔ ابن ملجم اس سبب سے کہ جناب رسول خداؐ سے سن رکھا تھا کہ جناب امیر المومنینؑ کو ایسا شقی آدمی شہید کرے گا ہر وقت اپنے دل میں پس و پیش کیا کرتا تھا۔ انجام کار بدبختی کی طغیانی نے اسے مثل خار و خس برباد کر دیا۔ اور اس نے جناب امیر المومنینؑ کے قتل کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اس شب کو ابن ملجم ایک عورت قطامہ نام کے گھر میں تھا اور شراب پی رکھی تھی۔ قطامہ نے جناب امیر المومنینؑ کی اذان سن کر اسے جگایا اور کہا تو نے علیؑ کی اذان کی آواز سنی۔ میں نے تیری خواہش پوری کی تھی تو بھی اٹھ اور ہماری ضرورت پوری کر اور پھر خوش خوش واپس آ کر عیش و عشرت میں مشغول ہو۔ اس نے پھر وہ تلوار جو زہر میں بجھی ہوئی تھی اسے لا کر دی۔

اس ملعون نے کہا کہ اندھا اور روسیاہ ہو کر واپس آؤں کیونکہ میں نے جناب رسول خداؐ سے سنا ہوا ہے کہ گزشتہ لوگوں میں سب سے بدبخت شخص قدار بن سالف ناقہ صالح کا قاتل تھا۔ اور آئندہ لوگوں میں سب سے زیادہ شقی علی ابن ابی طالبؑ کا قاتل ہو گا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ بدبخت میں ہی ہوں۔ عورت نے جواب دیا کہ دل کو مضبوط اور کچھ فکر نہ کر۔ اس ملعون نے تلوار لی اور مسجد میں آیا۔ کچھ لوگ ابھی تک مسجد میں سو رہے تھے۔ کہ خود بھی ان کے بیچ میں پڑ رہا۔ جب امیر المومنینؑ نے سوتے ہوؤں کو جگایا اور الصلواۃ الصلواۃ کہتے ہوئے محراب مسجد میں تشریف لائے اور نماز کی نیت باندھ کر قرات شروع کی اور رکوع بجا لا کر سجدہ شروع کیا اور سجدہ سے اٹھ کر جونہی چاہا کہ دوسرا سجدہ کریں اس ملعون نے موقع پا کر سر مبارک پر تلوار ماری۔ حسب اتفاق یہ وار اس جگہ بیٹھا جہاں خندق کی جنگ کے دن عمر بن عبدود کی تلوار سے زخم آیا تھا۔ تلوار مارنے کے بعد وہ ملعون بھاگا اور مسجد سے نکل گیا۔

جناب امیرؑ اس غم سے نڈھال ہو کر گر پڑے۔ لوگوں نے داخل مسجد ہو کر آپ کو اس حال میں پایا۔ بہت غمگین ہوئے اب وقت نماز گزرا جاتا تھا اس لئے جناب امام حسنؑ نے آگے بڑھ کر دو رکعت نماز پڑھائی۔ بعدہ جناب امیرؑ کو اٹھا کر صحن مسجد میں لائے اور بہت خلقت جمع ہو گئی۔ سب پوچھتے تھے کہ آپ کو کس ملعون شقی نے زخمی کیا ہے۔ آپ نے فرمایا

جلدی نہ کرو جس نے یہ زخم لگایا ہے ابھی لوگ مسجد کے دروازہ سے اس کو لائیں گے اور دست مبارک سے اس دروازہ کی طرف اشارہ کیا۔ قبیلہ عبدالقیس کا ایک شخص دروازہ سے باہر جاتا تھا۔ عبدالرحمٰن ابن ملجم کو وہاں کھڑے دیکھا اس کی آنکھوں میں دنیا اندھیر ہو گئی تھی اور کچھ نظر نہ آتا تھا کہ کدھر جائے اس شخص نے اسے گرفتار کر لیا۔ اور کہا اے ملعون تو نے ہی جناب امیرالمومنینؑ کو زخمی کیا ہے۔ وہ انکار کیا چاہتا تھا مگر زبان سے بے ساختہ ہاں نکل گئی کہ ہاں میں نے ہی تلوار ماری ہے۔ وہ شخص اسے مسجد میں پکڑ لایا اور اس کے منہ پر طمانچے مارتا تھا۔ اور دوسرے لوگ بھی اسے مار پیٹ کرتے جاتے تھے۔ اسی طرح جناب امیرؑ کے سامنے لا کر بٹھا دیا۔ آپ نے پوچھا اے بھائی کیا میں تیرے حق میں برا امیر تھا۔ اس نے جواب دیا نہیں۔ پھر امیرالمومنینؑ نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے کہ کس امر کے سبب تو نے ایسا قصد کیا کہ مجھے زخمی اور میرے فرزندوں کو یتیم کیا وہ ملعون کچھ نہ بولا۔ پھر آپ نے فرمایا **و کان اللہ قلدوا" مقدورا** یعنی حکم الٰہی یہی ہے حکم دیا کہ اسے قید خانہ میں لے جاؤ۔ کسی طرح کی تکلیف نہ دینا جب میں وفات پاؤں تو جس طرح اس نے مجھ پر وار کیا اسی طرح اسے قتل کرنا۔

بعد ازاں آپ وقت وفات تک اس قیدی کا حال دریافت کرتے تھے کہ اسے کھانا کھلا دیا ہے اور اگر جواب میں یہ کہتا کہ ابھی نہیں کھلایا تو فرماتے اسے کھانا کھلا دو۔ طبیب اس زخم کا علاج کرتے تھے مگر کچھ آرام نہ ہوتا تھا۔ جب آپ نے سمجھ لیا کہ صحت نہ ہو گی تو حسنین علیہم السلام اور تمام اولاد اہل بیتؑ کو جو موجود تھے طلب کیا اور کہا اے میرے اہل بیتؑ میں تم کو وصیت کرنا چاہتا ہوں۔

اپنے فرزندوں اور اہل بیتؑ کو جناب امیرؑ کی وصیت

جب سب فرزند اور اہل بیت آپ کے پاس جمع ہو گئے تو ان سے مخاطب ہو کر فرمایا میری وصیت ہے کہ تم خدا سے ڈرنا اور اس کی عبادت میں مشغول رہنا اس دنیا پر کسی فوقیت کا خیال نہ رکھنا۔ اگرچہ لوگ تمیز فوقیت کے خواستگار ہوں۔ دنیا کی نعمتوں کے زوال کا غم نہ کرنا حق بات کے کہنے سے نہ رکنا اگرچہ اپنی ذات کے متعلق ہی کیوں نہ ہو۔ یتیموں پر رحم کرنا فقیروں کو کھانا دینا۔ جس قدر ممکن ہو لوگوں کے ساتھ احسان سے پیش آنا۔ ظالموں کے خلاف مظلوموں کا مددگار رہنا۔ لازم ہے کہ طریقہ حقہ کی پیروی میں لوگوں کی طرف کوئی ملامت تمہارے حال پر عائد نہ ہونے پائے۔ پھر محمد حنفیہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اے بیٹے تو نے میری وصیت جو تیرے بھائیوں کو کی ہے تو نے سنی انہی امور کی وصیت تجھے کرتا ہوں۔ اور سخت تاکید کرتا ہوں کہ تو ان کی حرمت کا خیال رکھنا۔ خلقت کی نگاہ اور خیالات میں ان کی عظمت و وقعت بڑھاتے رہنا کوئی کام ان کے مشورے کے بغیر نہ کرنا۔ اس کے بعد حسنینؑ سے کہا میں نے تمہارے بھائی محمد کو تمہارے لئے وصیت کی ہے۔ اور تمہیں اس کے واسطے وصیت کرتا ہوں وہ تمہارا بھائی اور تمہارے باپ کا بیٹا ہے۔ تم جانتے ہو کہ میں اسے بہت چاہتا ہوں۔ تم بھی میری محبت کے سبب اس سے الفت رکھنا۔ تم اللہ سے ڈرتے رہنا اور اس کے احکام پر ثابت قدم رہنا۔ باہمی اصلاح میں کوشش بلیغ کرنا کیونکہ میں نے جناب رسول خداؐ سے سنا ہے کہ باہم اصلاح میں سعی کرنا نماز اور روزہ سے بہتر ہے۔ رشتہ داروں سے الفت رکھنا اور صلہ رحم کرنا تاکہ اللہ بروز قیامت حساب کو تم پر سہل اور آسان کرے۔ یتیموں اور بیوہ عورتوں کی دلجوئی کرو ان کے حال پر رعایت رکھو جس قدر ممکن ہو ان کے ساتھ دنیا کے مال و متاع سے سلوک کرو۔ ہمیشہ قرآن پڑھتے رہنا اور اس کے مطابق کام کرنا۔ ایسا ہونا چاہئے کہ قرآن مجید کے احکام امرو

نہی کی بجا آوری میں کوئی دوسرا شخص سبقت نہ لے جا سکے۔ نماز کو قائم رکھنا کیونکہ وہ ستون دین ہے۔ مال کی زکوٰۃ نکالتے رہنا۔ اس کا نکالنا اللہ تعالیٰ کی آتش غضب کو بجھاتا ہے۔ ماہ رمضان کے روزے رکھنا کیونکہ یہ دوزخ کی آنچ کی سپر ہیں۔ اور مناسک کے آداب اور شرطیں ادا کرتے رہنا کیونکہ ہمارے لئے اس کا حکم ہے۔ پرہیز گاری کے لئے مدد کرنا اور ظلم و گناہ کے موقع پر ساتھ نہ دینا۔ اے میرے اہل بیتؑ خدا تم کو محفوظ رکھے اور محمد رسول اللہ کی برکتیں تم میں موجود ہیں۔ و استغفر اللہ العلی العظیم۔

جناب امیر المومنین اکیسویں رمضان تک زندہ رہے۔ جب وقت وفات قریب آیا آپ کے پاس ام کلثوم موجود تھیں نہ چاہا کہ اندر سے باہر آئیں آپ نے فرمایا دروازہ بند کر دو۔ ام کلثوم نے باپ کے ارشاد کے مطابق دروازہ بند کر دیا۔

جناب حسن ابن علیؑ کا بیان ہے کہ میں دروزاہ پر بیٹھا ہوا تھا سنا کہ ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے **افمن یلقی فی النار خیرا من یاتی امنا یوم القیامۃ** اور وہ جواب دیتا ہے **بل من یاتی امنا یوم القیامۃ** پھر ایک اور آواز سنی جیسے ایک دوسرے سے کہتا ہے۔ پیغمبر نے وفات پائی تھی۔ اب علی ابن ابی طالبؑ کو شہید کر دیا آج اسلام کا ستون گر پڑا۔

امام حسن علیہ السلام بیان فرماتے ہیں کہ یہ آواز سن کر مجھ سے صبر نہ ہو سکا دروازہ کھول کر اندر گیا جناب امیرؑ جاں بحق ہو چکے تھے۔ ان پر اللہ کی رحمت ہو۔ ہم نے آپ کا کفن مہیا کیا۔ جناب رسول خدا کے حنوط میں سے حنوط لیا۔ میں نے اور حسینؑ نے آپ کو غسل دیا۔ محمد بن حنفیہ ہاتھوں پر پانی ڈالتے تھے۔ پھر کفن پہنا کر حنوط کیا۔ تابوت میں رکھ کر اور بہ وقت شب اٹھا کر عربی نام جگہ پر نعش مبارک کو دفن کیا۔ بعض اشخاص کا بیان ہے کہ آپ کے گھر سے جامع مسجد کو جو رستہ جاتا ہے وہاں دفن کئے گئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دوسرے دن جناب امیر المومنین حسن بن علی بن ابی طالبؑ نے مسجد کوفہ میں تشریف لا کر لوگوں کو نماز پڑھائی اور بعد نماز منبر پر بیٹھ کر خدا کی حمد و ثناء بیان کی اس کے بعد جناب محمد مصطفیٰ پر درود بھیجا پھر فرمایا اے لوگو جو شخص مجھے جانتا ہے وہ مجھے جانتا ہے جو نہیں جانتا اس کے جاننے کے لئے بتاتا ہوں' اگرچہ مجھے یقین ہے کہ اس کے جتانے کی ضرورت نہیں۔ کل اس شخص کو خاک میں دفن کیا ہے جس کا مثل بلحاظ علوم نہ گزشتہ لوگوں میں ہوا نہ آنے والوں میں ہو گا۔ حضرت رسول خداؐ جس وقت دشمنوں سے لڑنے کے واسطے بھیجتے جبریل امین دائیں ہاتھ کی طرف اور میکائیل بائیں ہاتھ کی طرف ہوتے اور زیادہ وقت نہ گزرتا تھا کہ فتح حاصل ہو جاتی تھی۔ دشمن غارت اور پریشان ہو جاتے تھے۔ آگاہ ہو کہ دنیا کے مال و متاع میں سے اس کے پاس سات سو درہم کے سوا کچھ نہ تھا۔ ارادہ تھا کہ اس زر سے میری بہن کے واسطے ایک لونڈی خرید لیں لیکن یہ دیکھ کر کہ وقت وفات آ پہنچا مجھے حکم دیا کہ وہ سات سو درہم بیت المال میں داخل کر دوں اور لونڈی کے خریدنے کا خیال چھوڑ دوں۔ یہ کہہ کر منبر سے اتر آئے اور حکم دیا کہ ابن ملجم شقی کو قید خانہ سے حاضر کرو۔ جب وہ لایا گیا تو جناب امام حسنؑ نے اپنے ہاتھ سے ایک تلوار مار کر اس کا سر اڑا دیا اور ہوا خواہان امیر المومنین نے اس کے جسم کے پرزے پرزے کر کے جلا دیا۔

بصرہ سے عبداللہ ابن عباس کا نامہ

جناب امام حسن ابن علیؑ کے نام

جناب امیر المومنین علی کی وفات کے بعد لوگوں نے حسن بن علی کی خلافت پر بیعت کی۔ اور آپ کو خلیفہ مان کر آپ کے بعد جناب امام حسین کو خلیفہ قرار دیا۔ اب امیر المومنین حسنؑ نے لوگوں کو بلوایا جب سب حاضر ہو گئے منبر پر تشریف لے جا کر اللہ تعالیٰ کی حمد ثناء کے بعد حضرت محمد مصطفیٰؐ پر درود بھیجا۔ پھر فرمایا اے لوگو دنیا فتنہ فساد کی جگہ ہے اس کی جس قدر نعمتیں ہیں سب روبہ زوال اور منتقل ہونے والے ہیں۔ اللہ نے ہمیں دنیا کے حالات سے مطلع کیا ہے۔ جزا و سزا کا وعدہ فرمایا ہے کہ ہم عبرت حاصل کریں۔ ظلم فساد سے بچیں کہ قیامت کے دن ہم سے باز پرس نہ کی جائے تم اس ناپائیدار دنیا سے محبت نہ رکھو اپنے ارادوں کو صرف نیکیوں پر وقف کر دو کہ تم سے جناب امیر المومنین علیؑ کے حالات پوشیدہ نہیں تم نے ان کا حسن معاشرت اور علم دیکھا ہے۔ خوب جانتے ہو کہ اپنی زندگی میں لوگوں کے ساتھ کس طرح زندگی بسر کی ہے اور جس وقت موت کا وقت آ پہنچا تسلیم و رضا کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا اور اپنے اہل بیت کو تم میں چھوڑ گئے۔ میں حسن بن علی بن ابی طالبؑ ہوں۔ آج تم مجھ سے بیعت کر لو میں ظاہر و باطن اور ہر سختی و مصیبت میں تمہارا ساتھ دوں گا بشرطیکہ تم بھی میرے ساتھ اسی طرح کا برتاؤ کرو گے جس کے ساتھ میں جنگ کروں تم بھی اس سے جنگ کرو اور جس سے میں صلح کروں تم بھی اس سے صلح کرو۔ مسجد سے تمام اطراف سے "ہم نے سنا اور قبول کیا" کی صدائیں بلند ہوئیں۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا اے امیر المومنینؑ جو کچھ زبان مبارک سے ارشاد ہو ہم اس پر راضی ہیں۔ جملہ احکام و نواہی کی تعمیل کے لئے کمربستہ ہیں۔ جس خدمت کا حکم ہو گا اسے بجا لائیں گے۔ آپ کے ارادوں اور مقصدوں کے پورا کرنے سے اپنے آپ کو باز نہ رکھیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

جناب امیر المومنین حسنؑ یہ فرما کر منبر سے اتر آئے دو ماہ تک کوفہ میں رہے۔ معاویہ کے پاس نہ کوئی قاصد بھیجا نہ اسے کچھ لکھا نہ کبھی مہم شام کا کچھ ذکر کیا۔ اب عبداللہ ابن عباس کا ایک خط بصرہ سے آیا مضمون یہ تھا:

نامہ عبداللہ ابن عباس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط عبداللہ ابن عباس کی طرف سے امیر المومنین حسن بن علی بن ابی طالبؑ کے نام ہے۔ اے فرزند رسول آگاہ ہو کہ مسلمانوں نے آپؑ کی وفات کے بعد آپ سے بیعت کی ہے۔ اور آپ کو امام بنایا ہے۔ سب فرمانبرداری کے لئے مستعد ہیں۔ مگر جو آپ نے کہا ہے اور معاویہ سے اپنا حق طلب نہیں کرتے ہو اس بنا پر منحرف ہوا چاہتے ہیں۔ لازم ہے کہ معاویہ سے اپنا حق طلب کرنے کی سعی و کوشش کرو اور اس سے مجادلہ کے لئے تیاری کر لینی چاہئے اپنے تابعین اور دوستوں کی خاطرداری اور رعایت کرنی لازم ہے۔ ان کی دلجوئی اور تسلی و اطمینان میں سعی بلیغ کیجئے اراکین و معزز لوگوں اور عالموں کے ساتھ اچھے برتاؤ فرمایئے۔ ان کے حسب حال خدمتیں اور کام سپرد کیجئے ان اسباب سے وہ آپ کے زیادہ دلدادہ ہو جائیں۔ نیز ان لوگوں کی دلدہی کرنی چاہئے۔ آپ کو معلوم ہی ہے کہ جناب امیر المومنین علیؑ مال غنیمت میں مال کی تقسیم میں مساوی حصہ لگاتے تھے۔ اراکین سرداروں کی طمع کو فروغ نہ ہونے دیتے تھے۔ عطیات میں انہیں بھی دوسروں کے برابر رکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ حضرت سے برگشتہ ہو جاتے تھے۔ اور ان سے علیحدہ ہو کر معاویہ سے جا ملتے تھے۔ آپ اس طریقے کو اختیار نہ کریں۔ سب پر بخشش کو وسیع کریں، باہمی اصلاح کا زیادہ خیال رکھیں، خاص و عام کے دلوں کو سخاوت اور احسانوں سے گرویدہ بنائیں۔ اور اچھی طرح سمجھ لیں کہ دل چلے، عقل مند، صاحب کمال، دلاور، متدین، اور ہوا خواہ اشخاص بغیر یہ مہم سرانجام نہیں ہو سکتی۔ معاویہ جیسے دشمن سے اس روش

بغیر بر سر نہیں آسکتے۔ واضح ہو کہ ایسے گروہ سے جنگ کرنی پڑے گی جس نے ظہور اسلام کے شروع میں بہت سے معرکے کئے ہیں' اپنے ترکشوں میں جس قدر تیر رکھتے تھے وہ سید المرسلین اور ان کے دوستوں پر جو جنت کی کنجیاں تھیں چھوڑے ہیں۔ پھر جبکہ پرانی دشمنیوں سے اپنے سینے معمور کر چکے اور جان لیا کہ آپ کی نبوت و امامت برحق ہے مسلمان بن بیٹھے اور محض زبانی کلمہ شہادت پڑھ کر اور دل سے تصدیق نہ کرکے یقولون بافواھھم ما لیس فی قلوبھم امن کے گنبد میں ہو بیٹھے۔ اگر کلام مجید کی تلاوت کی تو تعظیم کلام ربانی نہ بجا لائے۔ بلکہ ہنسی اور مذاق کے طور پر پڑھا۔ نماز کے وقت پر بہت بے ادبی اور نفرت سے کھڑے ہو کر نماز پڑھ لی۔ ان طریقوں سے اپنے آپ کو نیکیوں اور برگزیدہ اشخاص کے زمروں میں داخل کر لیا۔ خلقت کی نگاہوں میں پاک و پاکیزہ بن گئے۔ و ھم عن ایات اللہ معرضون اے امیر المومنین تم کو ایسے گروہ کے مقابلے میں نکلنا ہے اور مستقل ارادوں اور کامل یقین اور قوی یقین کے ساتھ ان سے جنگ کرنی ہے۔ ان کے مکروں اور حیلوں پر نہ جانا۔ کیونکہ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے امیر المومنین علیؑ کو حکم مقرر کرنے پر مجبور کیا تھا اور کہا تھا کہ ہم ابو موسیٰ اشعری کے سوا کسی اور کو عمر عاص کے مقابلے پر رکھنا نہیں چاہتے۔ اور اس معاملہ میں اس قدر بے اعتنائی اختیار کی کہ آنحضرتؑ نے مجبور ہو کر کمال نفرت سے بہ ایں شرط اجازت دے دی کہ سرپنچوں کا فیصلہ ازراہ مکرو فریب واقع نہ ہو۔

جب عمر عاص نے ابو موسیٰ کو دھوکا دے کر غلط فیصلہ قرار دیا جس کا حال سب پر روشن ہے تو آنحضرت اس فیصلے پر رضامند نہ ہوئے بلکہ معرکہ آرائی کا قصد کیا اور عین اس وقت جبکہ شام کی مہم کی تیاریاں کر چکے تھے اور شامی گمراہوں کی گوش مالی کے لئے روانہ ہونے والے تھے شہادت کا بلند مرتبہ پایا۔ اور شامل رحمت الٰہی ہو گئے۔ اے امیر المومنینؑ اب معاملہ خلافت کی طرف متوجہ ہو جایئے۔ اور استحکام امامت کے لئے جو ازروئے ورثہ و قابلیت استحقاق آپ کا ہے سعی کیجئے۔ دینی دنیاوی انتظامی' قومی و ملکی اصلاحوں کو اپنے قبضے میں لایئے۔ امیر المومنین علیؑ کی وفات کے بعد جو جو خرابیاں ادھر ادھر امور خلافت و امامت کے متعلق واقع ہوئی ہیں ان کو دور کیجئے۔ مفسد لوگوں کو طمع امر خلافت سے جو آپ کا حق ہے اور خود اپنی ذات بابرکات کی طرف سے قطع کر دیجئے۔ والسلام!

جس وقت امیر المومنین حسن علیہ السلام کے پاس عبداللہ ابن عباس کا یہ خط پہنچا آپ نے سمجھ لیا کہ عبداللہ ہماری خلافت سے رضامند ہے۔ وہ ہمارے مہر و محبت اور رشتہ داری کے حقوق کا لحاظ رکھے گا۔ منشی کو طلب کیا اور ایک خط لکھا جس کا مضمون تھا:

معاویہ بن ابو سفیان کے نام امیر المومنین حسن کا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عبداللہ امیر المومنین حسن بن علیؑ کی طرف سے معاویہ بن صخر کو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے محمدؐ کو پیغمبر بنایا اہل دنیا پر رحمت نازل کرنے کے لئے ان کو برگزیدہ کیا اور ان کے ہاتھوں دین کو مضبوط کرکے کفر و شرک کی بنیادیں اکھیڑ دیں۔ خاص و عام کی پیشانیوں کو نور عزت سے منور کر دیا۔ اہل عرب سے جس گروہ کو چاہا دوسروں سے ممتاز فرمایا۔ قرآن جیسی کتاب عطا کرکے خصوصیت کرامت کیں۔ جب ان کا پیمانہ عمر لبریز ہو گیا تو دنیائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف منتقل ہو گئے تو خلافت و امامت پر بحث ہونے لگی۔ کچھ لوگوں نے جھگڑا کیا۔ انصار کی ایک جماعت اور مہاجرین کے کچھ لوگوں نے کہا

خلیفہ ہم میں سے ہونا چاہیئے۔ کہ خلقت کے کاموں کی اصلاح کرتا رہے۔ قریش کے قبیلے نے جواب دیا۔ اس بات کے تقرر کے لئے ہم تم سے افضل و برتر ہیں۔ کیونکہ ہم جناب رسول خدا کے قریبی رشتہ دار اور ولی و وارث ہیں مناسب ہے کہ تم اس معاملے میں دخل نہ دو۔ ہمارے حق کی خلافت میں مت جھگڑو مہاجرین انصار نے جواب دیا بے شک یہی بات ہے اس کے بعد قریش کی مخالفت نہ کی پھر قریش نے بھی دیدہ و دانستہ مخالفت اختیار کی اور طریقہ عدل و انصاف سے منحرف ہو کر ہم کو نظرانداز کر دیا۔ ہم نے اس خیال سے صبر اختیار کیا کہ مبادا جھگڑا اور مخالفت کرنے سے امور دین اسلام میں خلل آ جائے ناچار ہم نے ان کا ساتھ دیا اب تک تیرے سوا ہمیں دنیا میں اور کسی سے کچھ جھگڑا باقی نہ رہا۔ مجھے سخت تعجب ہے کہ باوجودیکہ نہ تو دین میں سبقت رکھتا ہے نہ اسلام میں کوئی نیک نشانی حاصل کی۔ پھر کیوں ہمارے حق کے خلاف ہم سے جھگڑتا ہے ہمارے اور تیرے درمیان حکم الٰہی کافی ہے۔ ہم نے جناب باری میں بہ عجز و الحاح دعا کی ہے کہ ہمیں دنیا کی ناچیز زر و دولت سے الگ رکھے تاکہ آخرت کی نعمتیں محو نہ ہو جائیں۔ چونکہ امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنی وفات کے بعد عہدۂ خلافت کو میرے حوالہ کر دیا تھا اس لئے امامت و خلافت بہ لحاظ لیاقت و قابلیت اور نیز بہ خیال وراثت بھی میرا حق ہے۔ اس بات کو بھی خوب جانتا ہے اے معاویہ خدا سے ڈر اور ناجائز افعال سے باز آ۔ سید المرسلین کی امت کا خیال کر اور ایسا کام کر جس میں مسلمانوں کا خون نہ بہے بلکہ ان کے کام رونق پائیں اور اصلاح و سلامتی عاید حال ہو لاحول ولا قوۃ الا باللہ والسلام!

جب یہ خط لکھا جا چکا آپ نے دو صحابی حبیب بن عبداللہ اور حارث بن سوید تیمی کو دے کر فرمایا کہ معاویہ کے پاس لے جاؤ اسے سمجھاؤ اور میری فرمانبرداری اور اطاعت کی رغبت دلاؤ۔ شاید فساد اور جھگڑے سے باز آ کر راہ راست پر آ جائے۔ انہوں نے کہا جیسا آپ فرماتے ہیں ویسا ہی ہم کریں گے۔

اس کے بعد ملک شام کی طرف روانہ ہوئے معاویہ کے پاس پہنچ کر سلام کیا وہ خط دیا۔ معاویہ نے مضمون سے واقف ہو کر جواب میں لکھا:

جواب نامہ امام حسنؑ از معاویہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خط پہنچا اس کا مضمون معلوم ہوا۔ جناب رسولؐ کے مدارج اور فضائل جس قدر بیان کئے اور آپ کے اوصاف لکھے ہیں۔ ہاں وہ ایسے ہی ہیں بلکہ ان سے زیادہ تھے۔ تمام دنیا کے لوگ آپ کے جلال اور مرتبہ عالی شان کو مانے ہوئے ہیں۔ آپ کی مدح اور توصیف میں اشعار تصنیف کئے ہیں۔ از روئے اخلاص یہ اشعار زبان زد خاص و عام ہیں۔

اے نام تو دستگیر آدم	وے خلق تو پائے مرد عالم
فراش درت کلیم عمراں	چاوش رہت مسیح مریم
از نام محمدت مسمی	حلقہ شدہ ایں بلند طارم
تو در عدم و گرفتہ قدرت	اقطاع وجود زیر خاتم
در خدمت انبیاء مشرف	در حرمت اولیاء مکرم
نابودہ بوقت خلوت تو	نہ عرش نہ جبرئیل محرم

نایافتہ عز التفائی   پیش تو زمین و آسماں ہم

آفتاب رسالت کے تمام اوصاف اور مدائح احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔ اور شرح کے محتاج نہیں۔ امت اور خلافت کے جھگڑوں کے متعلق جو کچھ آپ کا ارشادہ ہے اور کنایتہ" اراکین قریش کی شکایت کی گئی ہے گو بہ ظاہر وہ شکایت زبان قلم سے ادا نہیں کی گئی اور کسی خاص شخص کی جانب شکوہ نہیں پایا جاتا مگر طرز بیان سے ظاہر ہے کہ بڑے بڑے رکن رکین صحابہ' صدیق' فارق' ابو عبیدہ' طلحہ' زبیر اور دیگر نیک لوگوں اور مہاجروں پر جنہوں نے حضرت محمد مصطفیؐ کی وفات کے بعد خلافت تیرے باپ علی مرتضیٰ کو دلائی' تہمت لگائی ہے اور اے ابو محمد مجھے اس بات پر تیری طرف سے بڑا تعجب آتا ہے کیونکہ تجھے خوب معلوم ہے کہ حضرت محمد مصطفیؐ کی وفات کے بعد امت میں سے قریش کا قبیلہ امر خلافت کے لئے اوروں سے افضل و برتر تھا کیونکہ آنحضرتؐ بھی قریش تھے۔ غرض انصار اور جملہ علماء و فضلاء اور مشہور و معروف اشخاص نے یہی مصلحت دیکھی کہ خلافت کسی ایسے شخص کو دی جائے جو زیادہ عالم' زیادہ خدا ترس اور اسلام لانے میں سب سے مقدم ہو۔ لوگوں نے ابوبکر کو جس میں یہ اوصاف موجود تھے خلیفہ بنا لیا اور خلافت اس کے حوالے کر دی۔ اگر ابوبکر سے زیادہ عالم فاضل اور اسلام کی حرمت کو محفوظ رکھنے والا کوئی اور شخص نظر آتا تو خلافت اس کے حوالے کر دی جاتی۔ آج یہی صورت میرے اور تمہارے درمیان واقع ہوئی ہے۔ اگر میں یہ جانتا کہ اس کام کے لئے تو مجھ سے زیادہ لائق ہے اور اسے اچھی طرح انجام دے سکے گا تو میں ہرگز انکار نہ کرتا۔ اور خلافت تیرے حوالہ کر دیتا۔ لیکن میں یقین کرتا ہوں کہ یہ کام تجھ سے انجام نہ پائے گا۔ ان دشمنوں کو جو ادھر ادھر تاک میں لگے اور خلافت کے آرزومند ہیں۔ جس طرح میں تدارک کر سکتا ہوں اس طرح تو انہیں منتشر نہ کر سکے گا۔ اگر میں اس خدمت کو تیرے حوالہ کر دوں تو مسلمانوں کے فیصلے غیر فیصل اور معطل پڑے رہیں گے۔ طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہو جائیں گی۔ آج تیرا یہ دعویٰ کرنا کہ خلافت میرا حق ہے ظاہر ہے کہ تو نے ورثہ کے لحاظ سے یہ بات کی ہے اور اپنا حق طلب کیا ہے۔ لیکن تو خوب جانتا ہے کہ تیرے باپ نے بہت سی معرکہ آرائیوں اور لڑائیوں کے بعد جو مقام صفین میں مجھ میں اور اس میں ہوتی رہیں یہ امر قرار دیا تھا کہ میری اور اس کی طرف سے دو ثالث قرار دیئے جائیں اور جو کچھ وہ فیصلہ کر دیں طرفین سے اسے مان لیں۔ ثالثوں نے بہت کچھ غور و فکر کے بعد علیؑ کو خلافت سے علیحدہ کر دیا تھا۔ پھر جبکہ علیؑ ہی کا کوئی حق خلافت نہ رہا تھا تو وہ کس طرح تجھے حق خلافت دے سکتا تھا پس تو آج اس کی طرف سے اپنا حق کیونکر طلب کرتا ہے۔ اس امر میں جو کچھ تو کہتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے وہ ناحق ہے۔ کوئی بہتر بات سوچ کیونکہ یہ خدمت اگر تجھے مل گئی تو اسے انجام نہ دے سکے گا اس لئے بہتر یہی ہے کہ اس دعوے سے ہاتھ اٹھا۔ والسلام

پھر یہ خط امیر المومنین حسنؑ کے قاصدوں کو دے کر انہیں رخصت کر دیا۔ اس کے بعد ضحاک بن قیس فہری کو طلب کر کے اپنا نائب قرار دے کر شام میں چھوڑا اور خود ساٹھ ہزار کی جمعیت لے کر جانب عراق روانہ ہوا۔ امیر المومنین حسنؑ نے اس حال سے مطلع ہو کر اپنے عاملوں' نائبوں' اور جملہ اطراف و جوانب کے حاکموں کے نام فرمان جاری کئے اور معاویہ کی فوج کشی سے خبردار کر کے حکم دیا کہ مقابلہ کی تیاریاں کر لیں ہم شام کے گمراہ لوگوں سے جنگ کرنے روانہ ہوں گے جب فوجیں جمع ہو گئیں اور جائزہ لیا گیا تو چالیس ہزار سوار و پیدل شمار میں آئے۔

مغیرہ بن نوفل بن حارث کو کوفہ میں اپنا نائب مقرر کر کے کوفہ سے نکلے اور شام کی طرف چلے اور عبدالرحمٰن کے دیر کے قریب پہنچ کر قیام کیا۔ جب فوجوں نے ایک دن آرام پا لیا تو قیس بن سعید بن عبادہ کو طلب کر کے اور دو ہزار سوار دے کر حکم دیا کہ بہ طور ہراول آگے بڑھ کر معاویہ کو روکو۔ قیس نے کہا میں فرمانبردار ہوں۔ پھر وہ دریائے فرات کے کنارے سے

ملک شام کی طرف بڑھا اور امیر المومنین حسن علیہ السلام اس جگہ سے کوچ کر کے مدائن کے مورچوں پر آ پڑے۔ یہاں پر کئی دن ٹھیرے کہ لشکر سفر کے تکان کو دور کر کے آرام پا لے۔ جب یہاں سے آگے جانے کا قصد کیا تو فوج کے سرداروں اور امیروں کو بلایا' ان کے حاضر ہونے کے بعد اٹھ کر خطبہ پڑھا حمد الٰہی اور حضرت محمد مصطفیؐ پر درود بھیج کر فرمایا اے لوگو تم نے مجھ سے اس شرط پر بیعت کی ہے کہ جس شخص سے میں صلح کروں گا تم بھی اس سے صلح رکھو گے۔ اور جس سے لڑوں گا تم بھی اس کے ساتھ جنگ کرو گے۔ خدائے قادر مطلق کی قسم میں کسی شخص سے کینہ اور عداوت نہیں رکھتا اور مشرق سے لے کر مغرب تک بھی کسی سے ذرا نفرت نہیں کرتا۔ میں سب سے شفق اور محبت سے رہنے کو اور امن و سلامتی اور باہمی اصلاح کو بہت اچھا جانتا ہوں اور پریشانی عداوت اور تفرقہ اور دشمنی کو برا سمجھتا ہوں۔ والسلام!

لوگوں نے امیر المومنین حسن علیہ السلام کی زبان مبارک سے یہ باتیں سن کر خیال کیا کہ وہ خلافت ترک کر کے معاویہ سے صلح کریں گے۔ اس لئے بہت ہی برہم اور غضب آلود ہو کر آپ پر جھپٹے اور لباس مبارک نوچ ڈالا اور نیچے سے مصلی کھینچ لیا۔ آپ کا تمام سامان اور اسباب بھی لوٹ لیا اور تمام لشکر والوں نے اپنی اپنی راہ اختیار کی۔ امیر المومنین حسن علیہ السلام نے یہ حال معائنہ فرما کر لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم فرمایا اور نہایت رنج و ملال خاطر گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔

بنی اسد کا ایک شخص سنان بن جراح نام پہلے سے جا کر مداین کے مورچوں میں ایک تاریک جگہ پر چھپ کر بیٹھ گیا۔ جس وقت آپ وہاں سے گزرے وہ اس جگہ سے نکل کر بھاگا۔ اور جو ہتھیار ہاتھ میں لئے ہوئے تھا اس سے ران مبارک کو زخمی کر دیا۔ آپ بے ہوش ہو کر زمین پر آ پڑے۔ جب ہوش آیا تو خون بہت نکل چکا تھا اور نہایت کمزور ہو گئے تھے۔ لوگوں نے آپ کے زخموں کو باندھا اور مدائن میں لے کر آئے۔

اس وقت وہاں کا حاکم مختار بن ابو عبیدہ کا چچا سعد بن مسعود ثقفی تھا۔ جناب امیر المومنین کو اس نے سفید محل میں ٹھیرایا اور حاضر خدمت رہ کر طبیبوں کو علاج کے لئے بلایا۔ انہوں نے زخم دیکھ کر کہا کہ علاج پذیر ہے اور جلد ہی اچھا ہو جائے گا۔ امیر المومنینؑ کو مطمئن رہنا چاہئے کوئی خوف کا مقام نہیں۔ ابھی طبیب معالجہ میں مصروف تھے کہ معاویہ منج کے پل سے دریائے فرات پار کر کے قیس بن سعد بن عبادہ کے مقابلے پر آیا۔ دونوں میں خوب جنگ ہوئی قیس نے بڑے جوہر دکھائے اس روز کی سخت لڑائی میں دونوں طرف سے بہت سے آدمی قتل اور زخمی ہوئے۔ قیس کو امیر المومنین حسنؑ کے تشریف لانے کا انتظار تھا۔ وہ اس حادثہ اور لشکر کی ابتری سے بے خبر تھا۔ مگر اسی دن دونوں لشکروں میں یہ خبر منتشر ہو گئی کہ امام حسنؑ کے لشکر نے باغی ہو کر آپ کا تمام سامان لوٹ لیا۔ اور ایک سخت زخم پہنچایا جس کے سبب آپ بہت تکلیف میں ہیں۔ قیس اس خبر کو سن کر نہایت ہی مغموم اور رنجیدہ ہوا۔ مگر پھر بھی اس امر کا کچھ خیال نہ کر کے اور لشکر کو ترتیب دے کر جنگ کے لئے مستعد ہو گیا۔ آج کی لڑائی میں معاویہ اور قیس کے بہت سے نامور سردار مارے گئے۔ اور بہت سے زخمی ہوئے۔ معاویہ نے قیس کے پاس قاصد بھیج کر پیغام دیا کہ تو کس شخص کے لئے جنگ کر رہا ہے اور کیوں بے فائدہ اپنے اور میرے دوستوں کو ہلاک کر رہا ہے۔ کیا تو نے نہیں سنا کہ حسنؑ کے لشکر نے برگشتہ ہو کر ساتھ چھوڑ دیا اور ان کو ایک بڑا زخم پہنچایا ہے۔ جس سے وہ خطرہ میں ہیں اب تیرا لڑنا بے فائدہ ہے بلکہ یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لڑنا موقوف کر کے کسی کو اس طرف روانہ کریں جو ٹھیک ٹھیک خبر لائے۔

قیس کو یہ خبر پہلے ہی معلوم ہو چکی تھی۔ کہا ایسا ہی کرنا چاہئے۔ اس کے بعد اس نے خدمت امام حسنؑ میں خط لکھا اور جملہ حالات سے مطلع کیا۔ امیر المومنینؑ نے مضمون خط پڑھ کر اپنے لشکر کے سرداران اور معروف اشخاص کو طلب کیا اور

ان سے فرمایا اب میں تم سے کیا کہوں اور کیا کام کروں آیا تمہارے مکر و فریب اور جہالت اور گناہوں کا ذکر کروں یا تمہاری کمینہ خصلتوں اور نالائق افعال کا بیان کروں جو میں نے اس وقت سے بھی زیادہ ملاحظہ کئے ہیں جبکہ تم میرے باپ سے مخالفت اختیار کر کے گروہ در گروہ علیحدہ ہو کر معاویہ سے جا ملے تھے اور ان کے کاموں کو خراب کر دیا تھا۔ اگرچہ تمہاری ذات سے یہ باتیں کچھ بعید نہیں ہیں۔ کیونکہ تم وہی ہو جنہوں نے میرے باپ کو ثالث مقرر کرنے پر مجبور کیا اور جس وقت آپ نے اجازت دے کر فرمایا تھا کہ تمہارے مجبور کرنے پر میں نے بد دلی سے سرپنچوں کا تقرر منظور کر لیا ہے مگر میری طرف سے عبداللہ ابن عباس کو سرپنچ قرار دو تم نے اس بات کو بھی نہ مانا اور کہا تھا کہ ہم ابو موسیٰ اشعری کے سوا کسی دوسرے کا تقرر منظور نہیں کرتے۔ حالانکہ تم بخوبی واقف تھے کہ ابو موسیٰ میرے باپ کا دشمن ہے۔ جب اس امر کو بھی منظور کر لیا اور اجازت دے دی تو اس نے جو کیا سو کیا مگر میرے باپ نے اس فیصلے کو قبول نہ کر کے تم سے معاویہ سے جنگ کرنے کے لئے کہا تو تم جی چرا گئے۔ اور بزدلی اور کم ہمتی کے آثار ظاہر کر کے ان کا ساتھ نہ دیا۔ اسی اثناء میں ان کی اجل آ گئی اور وہ رحمت الٰہی کے شامل حال ہو گئے۔

اس کے بعد تم نے کسی مجبوری اور دباؤ کے بغیر محض اپنی دلی خوشی اور مرضی سے مجھے خلیفہ بنا کر بیعت کی میں نے بھی تمہاری بات مان لی اور تمہارے مکر و فریب اور دغا بازی کا کچھ خیال نہ کیا پھر تمہاری پشتی اور امداد کے بھروسہ پر اپنے گھر سے نکلا۔ اللہ تعالیٰ خوب آگاہ اور عالم و دانا ہے کہ اس امر میں میری نیت بالکل صاف تھی۔ میرا ارادہ بے لوث تھا۔ میری خاص غرض اور منشا یہی تھا کہ مسلمانوں کو راحت میسر ہو' ان کا معاملہ تفرقہ اور پریشانی کے بعد رونق پائے۔

الغرض میرے ساتھ بھی تم نے جو کیا سو کیا اب میں اپنے آپ کو تم سے علیحدہ اور معاویہ سے صلح کروں گا تاکہ تمہیں پھر رنج و غصہ لاحق نہ ہو اور پھر مجھے تمہاری شکلیں نہ دیکھنی پڑیں۔ حضرت حسینؑ نے کہا اے بھائی ایسی بات نہ کہ اور ایسا کام نہ کرنا کہ ہمیں دشمن کی مراد بنا دو۔ امیر المومنین حسنؑ نے جواب دیا اے میرے آنکھوں کی روشنی کی جو کچھ تو کہتا ہے بالکل درست ہے مگر کونسے مددگاروں اور وفاداروں کے بھروسہ پر دشمنوں سے جنگ کر سکتا ہوں اور کس یار و غمخوار کی امداد سے اپنا حق طلب کروں تو دیکھتا ہے کہ اس گروہ نے میرے باپ کے ساتھ کیا سلوک کیا اور آج میرے ساتھ کس طرح پیش آئے ہیں۔ اس گروہ کا کیا اعتبار اور ان سے کس امر کی امید ہو سکتی ہے۔

امام حسین علیہ السلام اپنے بڑے بھائی کی باتیں سن کر خاموش ہو گئے۔

معاویہ سے حضرت امام حسنؑ کی صلح

جناب امیر المومنین حسن علیہ السلام نے عبداللہ بن حارث بن نوفل بن عبدالمطلب کو جو معاویہ کا بھانجا تھا بلا کر کہا کہ تو معاویہ کے پاس جا اور اس سے کہہ دے کہ میں نے یہ امر تجویز کیا ہے کہ اگر تو اللہ کے بندوں کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرے اور ان کی جان مال اور اولاد کی حفاظت رکھے۔ خدا کے حکموں اور ممانعتوں اور جناب رسول خدا کی سنت پر کاربند رہے تو میں خلافت تجھے سونپ کر تیرے ساتھ صلح کروں گا۔ اگر تو اپنی آرزوؤں کے مطابق چلے گا اور خلق خدا پر بادشاہی کرنا چاہے گا اور اس نخوت و غرور کو ترک نہ کرے گا بلکہ اپنی طبیعت کے مذاق پر رہے گا۔ شریعت کے مطابق عمل نہ کرے گا تو میں جہاں تک ممکن ہو گا تیری مخالفت میں کوشش کروں گا۔ جس قدر ہو سکے گا تیرے دفعیہ کے لئے لڑوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ دونوں میں فیصلہ فرمائے گا اور وہی سب سے اچھا حاکم ہے۔

عبداللہ بن حارث جناب امیر المومنین حسن علیہ السلام کے حسب فرمان معاویہ کے پاس گیا اس نے اسے دیکھ کر پوچھا تو کس کام کے لئے آیا ہے۔ عبداللہ نے اس تجویز کا کچھ ذکر ہوا معاویہ نہایت ہی شاد ہوا۔ کہا حسن ابن علیؑ کو جو مراد ہو بیان کریں سب باتیں قبول اور منظور کروں گا۔ عبداللہ نے کہا امیر المومنین حسنؑ نے کئی باتیں کہی ہیں۔ معاویہ نے کہا بیان کر عبداللہ نے کہا خلافت اس قرار داد اوپر تجھے سونپی جاتی ہے۔ کہ اگر تو پہلے مرگیا تو خلافت حسین ابن علیؑ کو ملنی چاہیئے۔ اور جب تک تو خلیفہ رہے ہر سال پانچ لاکھ درہم بیت المال میں سے دیتا رہے اور دار الجبر اور فارس کا خراج جناب امام حسن علیہ السلام کا حق سمجھا جائے تاکہ ہر سال حسب قاعدہ وصول کر لیا جائے۔ معاویہ نے کہا مجھے یہ سب باتیں منظور ہیں۔ میں نے ان امور کو تسلیم کر لیا۔

پھر ایک سفید سادہ کاغذ لے کر اور اس پر اپنی انگوٹھی کی مہر ثبت کر کے عبداللہ کے حوالے کر دیا۔ معاویہ نے کہا اسے حسن بن علیؑ کے پاس لے جا کہ تمہارے تمام مطالب کی منظوری میں یہ کاغذ جس پر میری مہر ہے تمہارے حوالہ کرتا ہوں۔ تم یقین رکھو کہ تمام امور حسب مراد ہوں گے۔ جو کچھ آپ چاہیں اس کاغذ پر تحریر کر دیں۔ تاکہ میری اور تمہاری صلح اور اتفاق پر یہ کاغذ گواہ رہے اپنے دوستوں کی گواہی اس کاغذ پر لکھوا دی جائے۔

عبداللہ ابن حارث وہ دستاویز لے کر جناب امیر حسنؑ کی خدمت میں واپس آیا۔ معاویہ نے قریش کے مشہور اور نامور شخص عبداللہ بن عامر بن کریز۔ عبداللہ سمرہ اور اسی قسم کے اور اشخاص کو اس کے ہمراہ روانہ کیا۔ جب امیر المومنین حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے شرائط سلام بجا لائے۔ اور کہا معاویہ آپ کو سلام کہتا ہے اور قبول کرتا ہے کہ آپ کی تمام باتیں منظور کر لیں۔

جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا۔ معایہ سے جو بات کی گئی ہے کہ اس کے مرنے کے بعد میں خلیفہ ہوں گا درست نہیں ہے میں خلافت کا خواہش مند نہیں۔ اگر مجھے اس کی آرزو ہوتی تو آج ہی اس کے حوالہ نہ کرتا۔ پھر اپنے منشی کو طلب کر کے فرمایا لکھو:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ صلح نامہ حسن بن علی ابن ابی طالبؑ اور معایہ بن ابو سفیان کے درمیان اس قرار داد پر معاویہ سے صلح اور خلافت اس کے سپرد کی جاتی ہے کہ جب اس کی وفات کا وقت قریب آئے تو کسی کو اپنا ولی عہد مقرر نہ کرے۔ خلافت کے معاملہ کو مشورہ پر رہنے دے کہ مسلمان اپنی رائے سے جس شخص کو اچھا سمجھیں مقرر کر دیں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ تمام مسلمان اس کی طرف سے امن و امان میں رہیں یعنی ہاتھ یا زبان یا کسی طرح سے ان کو آزار نہ پہنچایا جائے۔ خدا کے بندوں سے اچھا سلوک کرے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ علی ابن ابی طالبؑ کے دوست، عزیز اور رشتہ دار جہاں ہوں اس کے ہاتھوں سے محفوظ رہیں۔ اور ان میں سے کسی ایک سے بھی کچھ تعرض نہ کرے۔ ان سب باتوں پر معاویہ نے عہد کر لیا ہے اور اقرار کر لیا ہے کہ ان تمام شرطوں کو پورا کروں گا۔ کسی قسم کا مکر و حیلہ عمل میں نہ لاؤں گا اور حسن بن علیؑ اور میرے بھائی حسینؑ اور ہمارے اہل و عیال اور عزیزوں اور قریبیوں اور دوستوں اور جناب رسول خداؐ کے کسی اہل بیت کے حق میں علانیہ یا پوشیدہ کوئی بدی نہ کروں گا۔ وہ دنیا کے کسی حصے میں اور خواہ کسی حالت پر ہوں اس کی طرف سے محفوظ رہیں گے۔ کسی قسم کا خوف نہ دلایا جائے گا۔

ان تمام امور پر عبداللہ بن حارث بن نوفل، عمر بن ابی سلمہ اور کئی اور اشخاص کی گواہی درج کرائی گئی اور صلح نامہ لکھ کر طرفین کی گواہیاں اور رضامندیاں درج ہو گئیں۔ قیس بن سعد بن عبادہ نے یہ خبر سن کر اپنے ہمراہیوں سے کہا اب

حضرت امام حسنؑ نے یہ معاملہ کرلیا ہے۔ تو تم بھی دونوں باتوں میں سے ایک اختیار کرو یا تو بغیر امام کے جنگ کرو یا گمراہی کی بیعت اختیار کرو۔ اس کے ساتھیوں نے کہا اگرچہ بیعت گمراہ کے ساتھ ہوگی مگر اس کے ذریعہ سے ہمارے خون نہ بہیں گے۔ اور ہمارے جان و مال محفوظ رہیں گے۔ اس لئے اس بات کو ہم اچھا سمجھتے ہیں۔

اب قیس نے عراق کی طرف مراجعت کی۔ ہمراہیوں کے ساتھ داخل کوفہ ہوا۔ معاویہ بھی اس اثناء میں لشکر سمیت کوفہ میں آیا اور دار الامارہ میں قیام کیا۔ جناب حسن کے پاس آدمی بھیج کر بلایا۔ کہ مجھ سے بیعت کریں آپ نے جواب دیا کہ میں نے اس شرط پر تجھ سے صلح کی ہے کہ تمام آدمیوں کو تیری طرف سے امن ملے۔ معاویہ نے کہا میری طرف سے سب آدمی بے خوف رہیں لیکن قیس بن سعد کو امان نہ دوں گا۔ جناب حسن نے کہلا بھیجا کہ اگر یہ بات ہے تو عہد نامہ لکھا گیا ہے مجھے منظور نہیں۔ اگر تو چاہتا ہے کہ یہ عہد نامہ قائم رہے تو قیس ہی کیا تمام لوگوں کو پناہ دے۔

معاویہ نے جناب امام حسنؑ سے یہ جواب سن کر سب کو پناہ دی اور آپ کے تمام امور کو مان لیا۔ اب امیر المومنین حسنؑ نے معاویہ کے پاس تشریف لاکر ملاقات کی۔ معاویہ نے کہا حسینؑ کو بھی بلاؤ۔ کہ قرار یافتہ امور پر وہ بھی عمل درآمد کرے۔ ایک آدمی آپ کے بلانے کے لئے گیا۔ مگر آپ نے انکار کردیا اور معاویہ کے پاس تشریف نہ لائے۔ جناب حسنؑ نے فرمایا اے معاویہ تو حسینؑ سے درگزر کر اور اس کو اس معاملہ میں مجبور نہ کر کیونکہ وہ کبھی تجھ سے بیعت نہ کرے گا۔ خواہ مقاتلہ تک نوبت کیوں نہ پہنچے۔ اور کوئی شخص اسے قتل نہیں کر سکتا تاوقتیکہ اس کے اہل بیت کام نہ آ جائیں۔ اور اس کے اہل بیت اس وقت تک قتل نہیں ہو سکتے جب تک اس کی تمام جماعت نہ ماری جائے۔ اور یہ تمام شامی فوجوں سے بھی نہیں ظہور پذیر ہو سکتا۔

معاویہ آپ سے یہ تمام باتیں سن کر چپ ہو رہا پھر امام حسینؑ کو طلب نہ کیا۔ اس کے بعد آدمی بھیج کر قیس بن سعد کو طلب کیا۔ اس نے حاضر ہونے سے انکار کردیا۔ اب امام حسنؑ نے اسے بلا کر سمجھایا کہ مصلحت یہی ہے کہ معاویہ کے ساتھ حجت نہ کرو قیس نے جواب دیا اے رسول خداؐ کے بیٹے میں تو آپ سے بیعت کئے ہوئے ہوں جس سے باہر نہیں ہو سکتا۔ تاوقتیکہ میرا سر تن سے جدا نہ ہو جائے۔ آپ نے فرمایا میں نے تجھے اپنی بیعت سے آزاد کردیا اور چاہتا ہوں کہ تو معاویہ سے بیعت کرلے۔ قیس جناب امیر المومنین حسنؑ سے اجازت پاکر معاویہ کے پاس گیا۔ اور بیعت کرلی۔ معاویہ نے کہا میں نہ چاہتا تھا کہ تو خلافت پاکر بھی زندہ رہے۔ قیس نے کہا میں بھی نہ چاہتا تھا کہ تجھے خلافت ملے۔ اور میں زندہ رہوں۔ جو لوگ وہاں موجود تھے انہوں نے دونوں کو سمجھایا اور دھیما کیا جس سے طرفین کا غصہ جاتا رہا۔ اب معاویہ کی خلافت مکمل ہو گئی اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو تشریف لے گئے۔

دوسرے دن جب امیر المومنین حسنؑ معاویہ کے پاس تشریف لائے کوفہ کے سرداران فوج اور مشہور و معروف امیر و اراکین موجود تھے۔ خلوت میں معاویہ نے حسنؑ سے مخاطب ہو کر کہا اے ابو محمد تو نے بڑی جوانمردی کی جب تک دنیا قائم ہے نہ کسی نے ایسا کیا نہ کوئی یہ کام کرے گا۔ اور اس قسم کی سخاوت اور بخشش خاندان نبوت سے بعید نہیں ہے۔ اب کہ آپ نے اتنا بڑا احسان فرمایا ہے اور آزادوں کی طرح امر خلافت میرے حوالہ کردیا ہے۔ لیکن ابھی تفصیل سے لوگوں کو یہ حال معلوم نہیں اور مجھے یہ خیال گزرتا ہے کہ شاید آپ کا دل ہنوز خلافت پر مائل ہو۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس باب میں کچھ کلمات زبان مبارک سے ارشاد فرمائیں۔ تاکہ سب واقف ہو جائیں۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا آسان بات ہے ایسا ہی کروں گا۔ پھر آپ نے منبر پر تشریف لے جاکر خطبہ پڑھا۔ اللہ کی حمد و ثناء کے بعد حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجا اور ارشاد کیا اے لوگو آگاہ ہو کہ پرہیزگاری سے زیادہ اور کوئی دانائی نہیں ہے اور فسق و فجور سے

بڑھ کر کوئی بیوقوفی نہیں اگر تم آج مشرق سے مغرب تک بھی تلاش کرو گے تو ایسا شخص جس کا نانا محمدؐ مصطفیٰ اور باپ علی مرتضیٰ اور ماں جناب رسول خداؐ کی بیٹی ہو میرے اور میرے بھائی حسین کے سوا کوئی نہ پاؤ گے۔ تم نے ہدایت حاصل کر لی ہے ظلم اور کفر کی تاریکی سے نکل گئے اور میرے نانا کی بدولت اس سعادت کو پہنچے۔ اللہ نے میرے نانا کے طفیل تم کو ذلت کی پستی سے نکال کر عزت کے بلند مرتبے پر پہنچایا ہے۔ پہلے گمنام تھے۔ اب تمام عالم میں مشہور گئے۔ تمہاری تعداد بہت کم تھی۔ اب زیادہ ہو گئی۔ یہ امر تمام لوگوں پر ظاہر ہے کہ میرے نانا کی خلافت میرے باپ کا حق تھا۔ اور اس کے بعد میرا حق تھا۔ اب میں نے فتنہ و فساد کے دفعیہ اور امت کی آسائش کے واسطے اس امر کو غیر شخص کے حوالے کر دیا ہے اور جنگ جدل بند کر کے مسلمانوں کی خونریزی کو روا نہیں رکھا۔ ہاں تم مجھے ملامت کرتے ہو کہ میں نے یہ امر ایک غیر مستحق کے حوالے کر دیا ہے۔ مگر میری نیت صرف امت کے امن سے متعلق ہے۔ آپ اس قدر فرما کر خاموش ہو رہے۔ ان کے بعد عمر عاص نے اٹھ کر کہا:

اے عراق والو! ہم میں اور تم میں بہت سی معرکہ آرائیاں ہو چکی ہیں۔ جن کے بیان کی ضرورت نہیں۔ انجام یہ ہوا کہ پنچ مقرر کئے گئے۔ اور سب نے ان کے فیصلے پر جو کتاب خدا اور سنت رسول کے مطابق ہوا رضامندی ظاہر کر دی۔ سر پنچوں کے فیصلے نے اس بات کا خاتمہ کر دیا کہ تم ہم پر عظمت چاہتے اور ظلم کرتے تھے اب ایک فیصلہ ہو گیا اور دنیا کے لوگوں کو جنگ و جدال سے امن مل گیا تم کو گزشتہ باتوں کا عذر کرنا اور ہماری اطاعت اور فرمانبرداری سے اپنے خطاؤں اور نافرمانیوں کا بدلا اتارنا چاہئے۔ تاکہ تمہارے دینی اور دنیوی امور رونق پائیں۔ اور پریشانیاں اور خرابیاں مٹ جائیں۔ والسلام!

اس کے بعد معاویہ نے کہنا شروع کیا۔ اے لوگو آگاہ ہو کہ ہم سے پہلے جب امت نے اپنے پیغمبر کی مخالفت کے بعد ازراہ مخالفت فتنہ و فساد کا شیوہ اختیار کیا ہے تو نیک اور اچھے لوگ دب گئے ہیں اور فسادی اور شرارت پسند ہمیشہ غالب آئے ہیں۔ مگر حضرت محمد مصطفیٰؐ کی امت کی قسمت اللہ تعالیٰ نے اسی قسم کی قرار دی ہے کہ ہر ایک امر میں نیک لوگ ہی غالب آئیں اور فاجر و فاسق ذلیل و خوار ہوں۔ اس وقت جس قدر معرکہ آرائیاں ہو چکیں اور خونریزیاں واقع ہوئیں اور مسلمانوں کو نقصان پہنچا ہے۔ وہ سب رفع دفع ہو گیا ہے۔ الحمد للہ کہ آج تمام امور کا انتظام ہو گیا ہے اور خرابیاں جاتی رہی ہیں۔ بہت سی ہلچل کے بعد ایک فیصلہ ہو چکا ہے میں نے اس معاملہ کی ابتدا میں جو شرطیں کی تھیں وہ محض باہمی میل ملاپ اور امت کے ایک زبان ہونے کے واسطے تھیں اب خرابیاں جاتی رہیں اور آتش فساد بجھ گئی ہے اور ہمارا کہنا منظور خلائق ہو گیا ہے۔ اس لئے تمام شرائط میں نے کی تھیں رد کر دی ہیں اور جو وعدے کئے ہیں اب مجھے ان کا اختیار ہے چاہوں ایفا کروں چاہے نہ کروں تم میں سے کسی کو یہ مجال نہیں کہ میری مخالفت کرے تم سب کو میری اطاعت اور فرمانبرداری لازم ہے۔ والسلام!

معاویہ کی یہ باتیں سن کر تمام آدمی برہم و غضبناک ہو گئے اور معاویہ کو برا بھلا کہنے لگے۔ اور قصد کیا کہ اسے مار ڈالیں۔ قریب تھا کہ بہت بڑا فساد اور خونریزی واقع ہو معاویہ ڈر گیا اور اپنی گفتگو سے سخت پشیمان ہوا۔ مسیب بن نجبہ فزاری نے جناب امام حسنؑ کے پاس آ کر عرض کی میں ہر چند غور کرتا ہوں مگر کسی طرح یہ مشکل حل نہیں ہوتی اور بڑا تعجب ہوتا ہے کہ آپ نے معاویہ سے کس لئے صلح کی جبکہ آپ کے پاس چالیس ہزار تلواریں موجود تھیں۔ اور ساتھ ہی اپنی ذات خاص اور اپنے فرزندوں اور اہل بیتؑ اور اپنے شیعوں کے باب میں اس سے کوئی خاص اقرار نہیں کرایا گیا۔ اور صلح نامہ بھی صرف آپ کے اور اس کے درمیان لکھا گیا ہے دوسرے آدمی اس سے بہت کم واقف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب

معاویہ نے برسرِ منبر بیان کیا کہ میں نے جو وعدے کئے ہیں ان کا مجھے اختیار ہے کہ انہیں پورا کروں۔ یا نہ کروں اور یہ باتیں اس نے آپ کے سامنے کہی ہیں۔ خدا کی قسم اس نے محض آپ ہی کے سنانے کے لئے ایسا کہا ہے۔ آپ سے بڑی چوک ہو گئی دیکھئے اس کا کیا انجام ہو۔

امام حسنؑ نے فرمایا اے مسیب تو سچ کہتا ہے مگر اب اس کا کیا علاج ہے۔ مسیب نے کہا اس کی یہ تدبیر ہے کہ اس بیعت اور صلح سے آپ انکار کریں اور اپنا کام سنبھال کر اسے سنا دیں کہ تو نے عہد توڑ دیا اور میرے سامنے یہ کہا ہے کہ مجھے اپنے اقراروں کا پورا اختیار ہے کہ پورے کروں یا نہ کروں۔ آپ نے مسیب کو جواب دیا میں نے اس امر کو خیال چھوڑ دیا ہے۔ اور مجھے اپنے قول سے پھرنا زیبا نہیں۔ اگر مجھے عزت و مرتبہ کی خواہش ہوتی تو معاویہ کو یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا کہ میرے برابر کھڑا ہو سکتا۔ کیونکہ میں ہر ایک موقع و محل اور کام میں زیادہ ثابت قدم اور بہت ہی صابر ہوں۔ کہ پھر معرکہ آرائی کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے اس صلح میں صرف مسلمانوں کا مفاد مد نظر رکھا ہے۔ تم بھی اللہ کی مرضی پر راضی رہو اور یہ سب کچھ اس پر چھوڑ دو۔ لڑائی اور جھگڑا اختیار نہ کرو تاکہ نیک اور اصلاح کرنے والے آدمی راحت پائیں۔ اور مفسدوں کے ہاتھوں سے بچے رہیں۔ ابھی جناب امیر المومنین حسنؑ مسیب سے یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ بصرہ کا ایک شخص عمر بن کندی نام آیا اس کے چہرے پر ایک کاری زخم تھا۔ آپ نے پوچھا یہ زخم کیسا ہے؟ اس نے کہا قیس بن سعد کے ساتھ معاویہ سے جو جنگ کی تھی یہ زخم جب کا ہے۔

حجر بن عدی کندی نے کہا کاش تو اس زخم سے اسی دن مر جاتا اور ہم سب بھی ہلاک ہو جاتے کہ یہ دن نہ دیکھتے۔ آج دشمن کی تمام مرادیں بر آئی ہیں اور ہم سخت ملول خاطر ہیں۔ ایسی زندگی سے مرنا ہی بہتر تھا۔

اس کی باتوں سے آپ ناراض ہوئے اور افسردہ خاطر ہو کر اپنے مکان کو تشریف لے آئے۔ پھر آدمی بھیج کر حجر بن عدی کو طلب کیا اور بہت کچھ مہربانی او شفقت فرما کر کہا میں تیری محبت اور اعتقاد سے خوب واقف ہوں۔ تو نے جو باتیں معاویہ کے دربار میں کہیں بے موقع تھیں۔ میں اسی جگہ تیری دلداری اور تسلی کی کوشش کرتا مگر غیر لوگ موجود تھے۔ تو رنجیدہ نہ ہو اور دل خوش رکھ میں نے تمہاری ہی راحت کے لئے یہ کام کیا ہے اور چاہا ہے کہ مسلمان قتل سے بچے رہیں۔ مجھے اس بے وفا دنیا کی عزت و مرتبہ اور دولت کثیر کی تمنا نہیں ہے ان وجوہات سے خلافت کے اہم عہدے کو اپنی گردن سے اتار کر اس کے سر پر رکھ دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف متوجہ ہو گیا ہوں۔ تم کو بھی میری خوشی میں خوش رہنا چاہیئے۔ آئندہ ایسی بات نہ کہنا۔

آپ ابھی حجر بن عدی کو سمجھا ہی رہے تھے کہ سفیان بن لیل تمیمی نے داخل ہو کر کہا السلام علیک اے مومنوں کے ذلیل کرنے والے تم نے یہ کیا کیا کہ ہمارے دل توڑ دیئے اور مسلمانوں کو ذلت و خواری میں مبتلا کر دیا تم کو لڑنا لازم تھا کہ ہم تم سب مر رہتے اور یہ ذلت نہ اٹھاتے۔

جناب امیر المومنین حسنؑ نے فرمایا اے خواجہ میری بات سن بنی امیہ کی ملک رانی کا حال جناب رسول خداؐ پر سفر آخرت سے پہلے واضح ہو گیا تھا اور آپ دیکھتے تھے کہ وہ آپؐ کے منبر پر چڑھتے اور گفتگو کرتے تھے۔ یہ امر آپ کو سخت ناگوار گزرا بہت ملول ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کی تسلی اور تشفی کی خاطر کے واسطے یہ آیت نازل فرمائی:

انا انزلنہ فی لیلۃ القدر و ما ادراک ما لیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر من الف شھر ○ مدعا یہ ہے کہ بنی امیہ کی بادشاہت کے کئی ہزار مہینوں سے ایک شب قدر بہتر ہے۔

پھر آپ نے یہ فرما کر صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ صبر کرو اور راہ رضا پر چلو۔ مسیب بن نجبہ نے کہا ہمارا معاملہ بہت آسان

ہے۔ معاویہ کو ہماری ضرورت ہے وہ اس ضرورت کے سبب ہماری خاطرداری کرے گا ہمیں آپ کی نسبت اندیشہ ہے کہ ایسا نہ ہو۔ معاویہ عہد شکنی کرے اور آپ کا خیال چھوڑ دے۔ اس فقرے پر یہ گفتگو ختم ہو گئی اور ہر شخص اپنے گھر چلا گیا۔ اب معاویہ بھی اپنے لشکر سمیت شام واپس ہو گیا اور امیر المومنین حسنؑ بھی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مدینہ چلے آئے۔

اہل بصرہ کا معاویہ سے برافروختہ ہونا

جس وقت اہل بصرہ کو معلوم ہو گیا کہ امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کرکے عہدۂ خلافت اسے سونپ دیا ہے سخت غمگین ہوئے اور ناراض ہوئے اور کہا ہم معاویہ کی خلافت منظور نہیں کرتے۔ حمران بن آبان جو بصرہ کا مشہور رکن تھا لوگوں کو دلاسا دیا اور شہر کو مضبوط کرکے امیر المومنین حسنؑ کی بیعت کے لئے لوگوں کو طلب کیا۔ کچھ لوگوں نے آنحضرتؑ کی ہوا خواہی اور فرمانبرداری کا دم بھرا۔ معاویہ نے یہ خبر سن کر عمر بن ارطاۃ کو طلب کیا اور لشکر کثیر دے کر حکم دیا کہ بصرہ میں داخل ہو کر وہاں کا فساد رفع کرے۔ عمر کے آتے ہی حمران بن آبان کی جماعت منتشر ہو گئی۔ عمر نے قصر امارۃ میں قیام کیا اس دن تو کچھ نہ بولا دوسرے دن مسجد میں آکر منبر پر گیا اور جناب امیر المومنین علیؑ آپ کے فرزندوںؑ اور اہل بیتؑ کو سخت سست کہا۔ اور برے الفاظ سے یاد کیا۔ پھر کہا اے بصرہ والو میں تمہیں قسم دلاتا ہوں کہ اگر تم یہ جانتے ہو کہ میں سچ کہتا ہوں تو میرے کلام کی تصدیق کرو۔ اور اگر یہ جانو کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں تو صاف کہہ دو کہ تو جھوٹا ہے۔ حاضرین میں سے ایک شخص بول اٹھا کہ اے دشمن خدا تو جھوٹا ہے علی اور رسول کی اہل بیتؑ تجھ سے بہتر ہیں۔ اور اس شخص پر جس نے تجھے بھیجا ہے کہ مسلمانوں کے منبر پر بیٹھ کر خاندان نبوت کو برا کہے خدا کی لعنت ہے۔ عمر کے غلاموں نے حکم دیا کہ اسے پکڑ لو عمر کے ملازموں اور مددگاروں نے اس کی گرفتاری کا ارادہ کیا مگر بنی جنبہ کا ایک آدمی بیچ میں آپڑا اور اسے عمر کے آدمیوں کے ہاتھ نہ آنے دیا۔

عمر چھ ماہ تک بصرہ میں حاکم رہا۔ پھر معاویہ نے اسے موقوف کرکے عبداللہ بن عمر کریز کو جو عثمان کے خالو کا بیٹا تھا مقرر کیا اور ایک ہی ماہ بعد اسے بھی علیحدہ کرکے زیاد بن ابیہ کو مقرر کیا۔ اس کا حال یہ ہے کہ معاویہ اسے اپنا بھائی کہتا تھا اور وہ شروع زمانہ میں جناب امیر المومنینؑ علی کی خدمت میں رہتا تھا۔ آنحضرتؑ نے اسے فارس کی حکومت عطا کی تھی۔ اور اس نے تمام فارس کو اپنے قبضے میں لا کر گردونواح پر بھی تسلط کر لیا تھا۔ معاویہ نے اس کے استقلال اور انتظام کا حال سنا تو سخت ناگوار گزرا اور چاہا کہ کسی مکر و حیلہ سے اسے حضرت علی کی نظروں سے گرا دے۔ اور اپنی طرف رجوع کرا لے۔ اس لئے اسے اس مضمون کا خط لکھا۔

اے شخص مجھ کو تیری بیوقوفی پر تعجب آتا ہے کہ تو فارس کے قلعوں پر قابض ہو کر اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتا ہے اور دور کھیچتا ہے۔ اور پرندوں کی طرح جو اپنے گھونسلوں میں پناہ گزین ہوتے ہیں تو ان قلعوں سے اپنی حفاظت سمجھتا ہے۔ تو میرے ہاتھ سے کب بچ سکتا ہے۔ خدا کی قسم اگر وہ خیال جو مجھے تیری نسبت ہے مانع نہ ہوتا تو سلیمان پیغمبر کا حال ہوتا جس نے بلقیس کے نام پیغام بھیجا تھا۔ **ارجع الیھم فلنا تینھم بجنود لا قبل لھم بھا و لنخرجوا منھا اولتہ و ھم صاغرون** پھر خط کے آخر میں یہ اشعار لکھے:

للہ دور ما و الیما رحیل　　لو کان یعلم ما یاتی و ما یذر

انی یکون لہ رای یتاش بہ　　و قد مضی خیر من بعلہ خیر

تنفی اتاک عبد انی سحانتہ　　او نخطب الناس و الو الی یا عمر

فالفخر ہو الداک الادنی ووالدہ　　ان ابن حرب لہ فی قوسہ خطر

وابعد ثقمنا فان اللہ باعدھا　　ولیس یجمعھا فی اصلہ اسغر

و العقل اسطرک والذی تجربتہ　　فیہ لصاحبہ الا یراد و الصدر

زیاد نے یہ خط پا کر بر سر منبر پڑھا اور بعد حمد و ثناء الٰہی جناب رسول خدا پر درود بھیج کر کہا اے لوگو جگر خورہ کے بیٹے نے مجھے یہ خط لکھا ہے اور دھمکانے کے لئے بہت کچھ درج کیا ہے۔ مجھے بہت تعجب ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ میرا آقا اور امام حضرت محمد مصطفیٰؐ کا چچا زاد بھائی ہے۔ جس کی خلافت و امامت پر تمام مہاجر و انصار رضا مند ہو کر اطاعت و فرمانبرداری کے لئے کمربستہ اور خدمت گزاری کے لئے شمشیر بکف اور اشارہ کے منتظر ہیں اور آپ کی خوشنودی کو خدا کی خوشنودی سمجھتے ہیں۔ اس خدا کی قسم جو قادر مطلق ہے اگر جناب امیر المومنینؑ کی طرف سے اجازت ہوتی تو اسے ایسا جواب دیتا کہ دنیا کے لئے عبرت آموز ہو جاتا۔ یہ کہہ کر منبر سے اتر آیا۔

جناب امیر المومنین نے بھی معاویہ کی تحریر سے جو زیاد کے نام تھی اطلاع پائی اور زیاد کو لکھا کہ ہم نے ملک فارس تیرے حوالہ کر دیا ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ تو اس علاقہ کی حکومت و انتظام کی لیاقت رکھتا ہے۔ چنانچہ تو نے عمدہ تدابیر اور ثابت قدمی سے اس ملک کو اپنے تصرف میں کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ رکھ اور اسی سے مدد کا خواستگار رہ۔ معاویہ کے مکرو فریب سے خبردار رہنا۔ والسلام!

یہ تحریریں حضرت علیؑ کی زندگی میں واقع ہوئی تھیں۔ اور آپ کی شہادت کے بعد جب حضرت امام حسن علیہ السلام خلیفہ مقرر ہوئے اور معاویہ سے صلح کر کے خلافت اسے دے دی جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے تو معاویہ نے خلیفہ ہو کر ہر طرح کا انتظام کر کے یہ خواہش ظاہر کی کہ زیاد اس کے پاس آ جائے تاکہ اس کی لیاقت اور قابلیت اور عزم و انتظام اور عقل و فرزانگی سے اپنی حکومت کو رونق اور تر و تازگی بخشے۔ ان معاملات میں زیاد اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔ وہ بہت بڑا دانا ممتاز مگر نطفہ بے تحقیق تھا۔ اور بنی ثقیف کا ایک آدمی عبیدہ نام اس کا باپ ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ چونکہ وہ غیر معروف شخص تھا اس لئے زیاد اس کی ولدیت کو عار سمجھتا تھا۔

اب معاویہ نے سوچا کہ اسے کسی طریق سے فریفتہ کر کے اپنے ملازموں میں داخل کرے۔ اور بہتر یہ ہے کہ اسے اپنے نسب میں شامل کر کے اپنے باپ کا نطفہ قرار دے اور اسے بنی امیہ میں سے ثابت کرے۔ جناب امیر المومنینؑ کی زندگی میں اسے ایک دفعہ لکھا بھی تھا اور اس باب میں ایک اشارہ درج کیا تھا اور کئی اشعار اسی مضمون کے موزوں کئے تھے جن کا بیان اوپر ہو چکا ہے۔ جناب امیر کی وفات کے بعد پیہم خط لکھنے شروع کئے اور کہا کہ تیرا اور میرا باپ ایک ہے۔ اور تو میرا حقیقی بھائی ہے۔

حارث بن حکم مروان کے بھائی نے اس حال سے مطلع ہو کر کہا معاویہ زیاد بن امیہ کو اس لئے اپنے سلسلہ میں شامل کرتا ہے کہ بہت سے مددگاروں کے سبب ابو العاص بن امیہ کے بیٹوں پر فخر کرے اور دوسرا سبب یہ ہے کہ خلافت کی طرف سے خوفزدہ ہے۔ کہ مبادا مروان غلبہ پا جائے اب وہ زیاد کی وجہ سے زیادہ مضبوط بننا چاہتا ہے اور اسی قسم کی اور باتیں بھی کیں۔

معاویہ نے یہ سن کر مروان بن حکم کو خط لکھا۔ وہ اس وقت مدینہ کا حکم تھا۔ مضمون خط یہ تھا: واضح ہو کہ تیرے بھائی

حارث بن حکم نے جو کچھ میری نسبت کہا ہے اور زیاد بن ابیہ کی وجہ سے مجھ پر جو الزام اور عیب لگایا ہے اور برے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ وہ میں نے سب سن پائے ہیں۔ اس کا یہ کہنا کہ میں امر خلافت میں تیری طرف سے ڈرتا ہوں۔ کاش تجھ میں خلافت کے کام انجام دینے کی لیاقت ہوتی تو میں یہ عہدہ تجھی کو حوالہ کر دیتا۔ خدا کی قسم اگر حارث ایسی باتوں کا کہنا ترک نہ کرے گا تو میں اس کے ساتھ بہت بری طرح پیش آؤں گا کہ وہ اس کی تاب نہ لا سکے گا۔ تجھے بھی یہ بات واضح رہے اور تو اسے بھی اچھی طرح تنبیہہ کر دے۔ والسلام!

مروان نے اس خط کو پا کر حارث کو بلایا اور وہ خط دے کر کہا کہ ہم ہلاک ہو جائیں گے۔ مناسب ہے کہ تو معاویہ کے پاس جا کر معافی طلب کر کہ میری خطا معاف کی جائے۔ حارث نے کہا میں ایسا ہی عمل میں لاؤں گا۔ پھر معاویہ کے پاس گیا اور سلام کیا۔ معاویہ نے جواب سلام دے کر کہا۔ بیٹھ جاؤ۔ حارث نے کہا اگر ہمیں پہلے سے معلوم ہوتا کہ زیاد بن ابیہ کی طرف آپ کا اتنا رجحان ہے اور اس کے حال پر شفقت بیکراں مبذول ہے اور یہ امور جیسے اب معلوم ہو گئے ہیں پیشتر سے معلوم ہو جاتے تو ہر ایک امر میں زیاد کی فرمانبرداری کی جاتی اور ہر طرح سے اس کی رضامندی کو اپنا فرض سمجھتے۔ اب زیاد معاویہ کا بھائی تو ہمارا بھی بھائی ہے۔ پھر کبھی اس کی نسبت کوئی ایسی بات نہ کہی جائے گی اور جہاں تک ہو سکے گا اس کے ساتھ مہربانی اور شفقت سے پیش آئیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

معاویہ نے یہ گفتگو سن کر ایک قہقہ لگایا اور حارث کو ایک خلعت سے نوازا اور واپس جانے کی اجازت دی۔

غرض ابن زیاد ابن ابیہ کی یہ کیفیت تھی اور اس بنا پر معاویہ نے اسے اپنا بھائی قرار دیا تھا۔ جب بصرہ کا انتظام ہو گیا معاویہ نے زیاد کو بلا کر وہاں کا حاکم بنا دیا اور حکم دیا کہ مخالفت ترک کر کے عدل و انصاف اور مساوات کا قاعدہ جاری کرے۔ اور نیک لوگوں کو آسودہ حال اور فسادی لوگوں کو گرفت میں رکھے۔ اس نے کہا میں ایسا ہی کروں گا۔ اور تیرے حکم میں سے کوئی بات باقی نہ چھوڑوں گا۔ پھر داخل بصرہ ہو کر لوگوں پر خوب رعب داب بٹھایا اور معاویہ کی اطاعت و فرمانبرداری اور بیعت کی طرف رغبت دلائی۔ اور تمام آبادی کو اچھی طرح قابو میں لے آیا۔ خفیف افعال کو بھی معاف نہ کرتا۔ غرضیکہ بصرہ کا ایسا بہتر بندوبست کیا اور ایسا عدل و انصاف پھیلایا کہ کسی شخص کو جائے شکایت نہ رہی۔ راتوں کو مکانوں کے دروازے کھلے رہتے۔ اگر کسی شخص کی کوئی شئے گلی کوچہ یا بازار میں گر پڑتی تو کسی کی کیا مجال تھی کہ اسے اٹھا لیتا۔ اس کا مالک ہی اسے آ کر اٹھاتا۔

غرض اس قسم کا انصاف کیا کہ نیک اور شریف آدمی اس سے محبت کرنے لگے اور شریر و بدمعاش خائف ہو گئے۔ بصرہ کا علاقہ اس کے عہد حکومت میں خوب آباد اور فارغ البال ہو گیا۔ باشندے مالدار ہو گئے اور سب کے دلوں میں اس کی محبت جاگزیں ہو گئی۔ شاعروں نے اس کی مدح و ثنا میں قصیدے تصنیف کئے۔

زیاد بن ابیہ کا خطبہ

اس عدل و انصاف کے دوران ایک دن منادی کرا کر لوگوں کو جامع مسجد میں طلب کیا جب سب آ گئے۔ زیاد نے منبر پر جا کر حق سبحانہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد حضرت محمد مصطفیٰؐ پر درود بھیجا اس کے بعد کہا اے لوگو تم نے مجھے ابھی تک اچھی طرح نہیں پہچانا کہ تم بڑے دھوکے اور غلطی میں مبتلا ہو کیونکہ جس طرح زمانہ جاہلیت میں جاہل گمراہی پر اور اندھے گناہ کبیرہ اور بڑے بڑے جرائم کے کرنے میں دلیر تھے وہی طریقہ آج تم نے اختیار کر رکھا ہے اور بدکاریوں اور بے حیائیوں

پر دلیر ہو گئے ہو۔ گویا تم نے پیغمبر کی ہدایتوں کو سنا اور کتاب خدا کی نصیحتوں اور تنبیہوں کو پڑھا ہی نہیں ہے۔ اور عبادت گزاروں کے ثواب عظیم اور گناہگاروں کے دردناک عذاب کی کچھ خبر ہی نہیں ہے۔ تم نے فانی دنیا کو باقی رہنے والی آخرت پر اختیار کیا ہے۔ نئے نئے فسق و فجور کا پیشہ کر لیا ہے۔ نہ تم میں عقل رہی کہ برے بھلے کے تمیز کرتے اور بیہودہ مشغلوں سے رکتے نہ دیانت ہی باقی رہی ہے کہ چوروں کو رات کے وقت نکلنے اور مسلمانوں کے مال چرانے سے باز رکھتے۔ خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہو اور عورتوں کی طرح جیتے ہو۔ نازیبا افعال کے انجام کی خرابیوں سے ذرا نہیں ڈرتے۔ اور روز قیامت کی کوئی پروا نہیں ہے۔ حالانکہ وہ دن ضرور آنے والا ہے اور ذرا ذرا سی باتوں کی پرسش ہونی والی ہے۔ تم بڑے نڈر لوگ ہو۔ اے اس مقام پر بیٹھنے والو یہ کیسی نادانی ہے۔ **فهيهات هيهات لما توعدون** زیاد پر کھانا پینا حرام ہو اگر اس شہر کو برباد کر کے زمین کے برابر نہ کر دیا ہو۔ کیونکہ اب اس کے سوا کوئی چارہ یہ نہیں رہا۔ اور سختی اور درشتی بغیر کام نہیں چل سکتا۔ اس خدا کی قسم جو سب سے بے پرواہ ہے۔ کہ اس شہر کے ولی کو ولی کے جرم میں اور مقیم کو مسافر کے بدلے اور اقراری کو انکاری کے عوض اور تندرست کو بیمار کے بجائے گرفتار کروں گا۔ تاکہ خرابیاں مٹ جائیں اور انتظام مستقل ہو جائے۔

واضح رہے کہ کسی والئی ملک کا جھوٹ چھپا نہیں رہتا اگر میں جھوٹ بولوں تو لازم ہے کہ تم مجھ پر سے سرکشی کرو۔ اے اہل بصرہ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ رات کے وقت اپنے گھروں کے دروازے بند نہ کرو اور جس کی کوئی شے گم ہو جائے وہ مجھ سے لے لے میں اس کا ضامن ہوں۔ جس وقت مسجد میں عشا کی نماز پڑھ چکو لازم ہے کہ اپنے گھر میں چلے جاؤ اور پھر باہر نہ نکلو نہ گلی کوچوں میں پھرو کیونکہ میں نے حکم دیا ہے کہ شب کے وقت جس کسی کو گلی یا بازار میں پھرتے یا پڑے پاؤ اسے فوراً قتل کر دو لازم ہے کہ زمانہ جاہلیت کی باتوں سے پرہیز کرو۔ جب کوئی کسی شخص کو پکارے تو آل فلاں یا آل بنی فلاں کہہ کر نہ پکاو اور اس رسم کو چھوڑ دو۔ اس امر کی تم سے باز پرس کروں گا اور جو کوئی جاہلیت کے زمانہ کے قاعدے سے پکارے گا اس کی زبان قطع کرا دوں گا۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم پرانی رسمیں جاری کرتے ہو اور اب سے پہلے جو قاعدے رائج نہ تھے انہیں اختیار کر رہے ہو۔ اس طریقے سے باز آؤ اور کوئی نرالی رسم نہ نکالو۔ یاد رہے کہ تم سے جو خطا سرزد ہو گی میں نے اس کی خاص سزا مقرر کر دی ہے اس سے ذرا تجاوز نہ کروں گا۔ اگر کوئی کسی کو پانی میں دھکا دے گا میں اسے پانی میں غرق کر دوں گا۔ اور اگر کوئی کسی کو جلائے گا تو وہ بھی پھونکا جائے گا جو کسی کے گھر میں نقب دے گا اس کا پیٹ چاک کیا جائے گا۔ مردہ کا کفن چرانے والا زندہ دفن ہو گا۔ تم اپنے ہاتھ اور زبان کو قابو میں رکھو تاکہ میرے ہاتھ اور زبان سے امن میں رہو کیونکہ جب کسی سے خواہ ادنیٰ ہو یا اعلیٰ کوئی خطا سرزد ہو گی وہ گردن مارا جائے گا۔ یہ بھی سمجھ لو کہ اس شہر کے بہت سے آدمیوں سے میری عداوت تھی اور میرے دل میں ایک عرصہ سے ان کی طرف سے کینہ موجود تھا۔ جس وقت مجھے اس جگہ کی حکومت ملی اور معاویہ کی طرف سے یہاں کا حکم مقرر ہو کر آیا تھا تو سب کو پکڑ کر اپنا پرانا بدلہ لے کر اپنا دل ٹھنڈا کر لیتا مگر میں نے عفو و درگزر کو اچھا سمجھا اور دشمنی کا کچھ خیال نہ کیا۔ گزشتہ باتوں کو فراموش کر دیا۔ جو شخص احسان کرے گا اس کے ساتھ احسان کیا جائے گا اور جو دشمنی اور عداوت کرے گا تو وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچے گا۔ ان سب باتوں کو بالکل درست اور سچ سمجھ لو۔ باہم احسانوں سے پیش آؤ۔ دشمنی اور برائی ترک کر دو اور اچھی طرح جان لو کہ میں تمہارا محافظ ہوں۔ اور اس غلبہ کے ذریعے سے جو خدا نے مجھے عطا کیا ہے تم کو مصیبتوں سے بچاتا ہوں اور ہر قسم کی سختیوں اور تکلیفوں کو تم پر سے ٹالتا ہوں تم کو میری فرمان برداری اور اطاعت لازمی ہے۔ اور مجھے تمہارے ساتھ عدل و انصاف سے پیش آنا ہے۔ تم جس قدر میری اطاعت میں زیادتی کرو گے میں اسی قدر تمہارا انصاف زیادہ کرتا رہوں

گا۔ ولیوں کی محبت کو اپنے دل میں جگہ دو اور ان کی اطاعت اور محبت میں ثابت قدم رہو کیونکہ حوادث کے زمانے میں ولی ہی تمہاری پشت و پناہ اور حفاظت گاہ میں ضرورت کے وقت تم کو وہی بچا سکتے ہیں اور امداد کرنے کے قابل ہیں۔ ہرگز ان کی دشمنی اختیار نہ کرنا کیونکہ ان کا غضب تم پر نازل ہو کر عرصہ دراز تک تمہارے رنجوں اور غموں کا باعث ہو گا۔ میری یہی نصیحت ہے اور تم کو اسی قدر سمجھانا تھا۔ **استغفر اللہ العظیم لی ولکم انہ ہقادر الرحیم و الغفور الکریم** یعنی میں اپنے اور تمہارے واسطے اللہ بزرگ و برتر سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور وہی قدرت رکھنے، رحم کرنے اور بخشنے اور کرم کرنے والا ہے۔

جس وقت زیاد نے یہ خطبہ پڑھا اہل بصرہ سے ایک شخص عبداللہ بن اتم نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ امیر کو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کی سی عقل و حکمت عطا کی ہے۔

اس کے بعد زیاد منبر سے اتر کر دار الامارہ چلا گیا۔ اور بصرہ کا انتظام درست ہو گیا۔ نمایاں ترقی اور تازگی ظاہر ہوئی۔ کہتے ہیں کہ اس وقت زیاد کے خزانہ میں اسی لاکھ درہم سالانہ خراج جمع ہوتا تھا۔ ۴۰ لاکھ لشکر پر خرچ کرتا تھا اور سولہ لاکھ اپنے بیٹوں کو دیتا تھا اور ایک ایک لاکھ درہم سال میں دو دفعہ عمارتوں پر لگاتا تھا اور سال میں دو ہی دفعہ ایک ایک لاکھ درہم بیت المال میں جمع خرچ کرتا تھا۔ باقی معاویہ کو بھیج دیتا تھا۔

معاویہ نے زیاد بن ابیہ کی انتظامی لیاقت اور دانائی کا مشاہدہ اور اس کی عدالت کے نتیجوں کو ملاحظہ کرکے اس کے اوصاف حمیدہ اور صفات پسندیدہ کی بڑی تعریف کی۔ اور شہر کوفہ مع مضافات اس کی حکومت میں شامل کر دیا۔

اب زیاد نے خوب ہی رونق و عظمت حاصل کی۔ نہایت ہی خوش ہوا اور عدل و انصاف میں زیادہ کوشش کرنے لگا چھ ماہ بصرہ میں رہتا اور چھ ماہ کوفہ میں قیام کرتا۔

عہد معاویہ میں

خراسان کی حالت

جناب امیر المومنینؑ کے دوستوں میں سے ایک شخص خالد بن معمر آپ کی خدمت میں حاضر رہتا تھا اور جنگ صفین میں اس نے بڑے بڑے معرکے سر کئے تھے۔ جب امیر المومنین علیؑ شہید ہو گئے اور حضرت امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے صلح کر لی اور خلافت اس کے حوالہ کر دی جیسا کہ گزشتہ صفحات میں تذکرہ ہوا اور خالد بن معمر اور اعور بن عبداللہ لیثی معاویہ کے پاس گئے اور اجازت لے کر جب معاویہ کے دربار میں پہنچے اسے سلام کیا۔ معاویہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا اور بڑی عزت و تکریم سے پیش آیا اور چاہا کہ خراسان کی حکومت خالد بن معمر کو دے۔ حسب اتفاق اس وقت عثمان کا بیٹا سعید آ پہنچا۔ معاویہ نے بڑی تعظیم و تکریم سے اسے اپنے پاس بٹھا لیا اور پھر مخاطب ہو کر اس سے کہا اے بیٹے تیری یہ کیا باتیں سنی جاتی ہیں۔

سعید نے کہا اے امیر بیان کرو وہ باتیں کیا ہیں؟ معاویہ نے کہا تو کہتا پھرتا ہے کہ معاویہ کے بعد میں اس کے بیٹے یزید کی نسبت خلافت کا زیادہ مستحق ہوں۔ سعید نے کہا اگر میں نے ایسا کہا بھی ہو تو کیا ہوا اچھی اور حق بات ہے۔ خدائے واحد کی قسم میرا باپ یزید کے باپ سے اور میری ماں یزید کی ماں سے افضل ہے اور میں خود اس سے بہتر ہوں۔ لیکن ان باتوں کے

باوجود ہم نے یہ عہدہ تیرے ہی واسطے مختص کیا ہے۔ جو کچھ تو کرتا ہے میں اس پر معترض نہیں۔
معاویہ یہ سن کر ہنسا اور کہا اے بھتیجے تو سچ کہتا ہے۔ عثمان مجھ سے اور تیری ماں یزید کی ماں سے بہتر ہے کیونکہ قریشی عورت تمیم سے بہتر ہوتی ہے۔ لیکن تیرا یہ کہنا کہ میں یزید سے بہتر ہوں تیری اس بات کو ہرگز نہ مانوں گا۔ مجھے اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر مجھے بیٹھنے کی جگہ سے عراق تک ایک رسی تان دیں اور تمام اس رسی کو تجھ جیسے آدمی تھام لیں تو میں ان سب اشخاص سے یزید ہی کو بہتر اور زیادہ اچھا سمجھوں گا۔ مگر تیرے حقوق بھی بہت ہیں اور ان سے چشم پوشی کرنے کو میں خلاف شرع اور بعد از مروت خیال کرتا ہوں۔ تو خوش رہ میں نے خراسان کا ملک تجھے دیا ہے۔ فرمان اور جھنڈا لے کر وہاں جا۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سلطنت کو تیرے ہاتھوں سے فتح کرے گا۔ پھر حکم دیا کہ اس کے نام پر فرمان لکھا جائے اور طبل و علم لے کر زیاد ابن ابیہ کو خط لکھ دیا کہ سعید کی تنخواہ مقرر کر دی گئی ہے اور اسے جس قدر ضرورت ہو روپیہ' آدمی اور ہتھیار بہم پہنچائے جائیں اور ایک نہایت ہوشیار تجربہ کار شخص کے ہمراہ کر دینا جو خراسان کی آمد و خرچ اور تحصیل وصول کی خبر رکھے اور تحریر میں لاتا رہے۔
جب سعید نے شام سے چلنے کا ارادہ کیا عبیداللہ بن ابی بکر اور اس کا بھائی عبدالرحمٰن جو عثمان کے سرداروں میں سے تھے اس کے پاس آئے اور کہا بصرہ میں ہمارا وکیل رہتا ہے یہ خط اس کے نام لکھ دیا ہے یہ اسے دینا اور وہ جس قدر روپیہ تجھے دے لے کر سفر کا سامان کرنا۔ سعید نے معاویہ کا فرمان اور عبیدہ کا خط لیا' اور بصرہ پہنچ کر ابن زیاد کے پاس ٹھہرا' معاویہ کا فرمان اسے دیا اس نے پڑھ کر کہا بجان و دل منظور ہے۔ پھر حکم دیا کہ لوگ جنگ کے لئے جمع ہو جائیں۔ قید خانہ سے مجرموں اور مفسد اشخاص کو نکال کر شمار کیا وہ سب چار ہزار آدمی تھے۔ سعید کے سپرد کئے ادھر ادھر سے بھی آدمی فراہم ہونے شروع ہو گئے۔ اب سعید کے پاس خاصی جمعیت ہو گئی۔ زیاد نے چالیس لاکھ درہم سعید کو دیئے اور اس نے لے کر اپنے ملازموں میں تقسیم کر دیئے اور فوج کو مرتب کیا۔ اس کے بعد عبیدہ بن ابوبکر کے وکیل کو بلا کر وہ تحریر دی اس نے پڑھ کر کہا' میں حسب تحریر روپیہ دوں گا۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تجھے بیس یا چالیس لاکھ درہم حوالے کروں۔ سعید نے کہا غالبا" اس قدر روپے کا حکم نہ دیا ہو گا تو نے پڑھنے میں کچھ غلطی کی ہے۔ وکیل نے کہا میں نے غلطی نہیں کی تو روپیہ لے اور اطمینان رکھ۔ سعید کو عبداللہ کی یہ بخشش اور مروت پر سخت تعجب ہوا۔ اب اس کے ایک ملازم نے کہا اے جناب مصلحت یہ ہے کہ عبیدہ کا عطیہ لے لیں اور خراسان نہ جائیں کیونکہ ہمیں اس قدر دولت کافی ہے۔ سعید نے کہا لشکر فراہم ہو چکا ہے اور امیر نے ایک خدمت میرے سپرد کر دی ہے۔ ایسا نہ کرنا چاہئے ہمیں خراسان جانا لازم ہے۔ پھر بصرہ سے نکلا عرب کے سرداروں اور علاقہ بصرہ کے مشہور و معروف آدمی اس کے ساتھ تھے۔ اس لشکر جرار سمیت فارس کی طرف بڑھا۔
جب وہاں پہنچا تو مالک بن وہب جو فارس میں رہتا تھا اس کے پاس آیا۔ یہ مالک بن وہب بہت بڑا فصیح بہادر اور خوبصورت شخص تھا۔ پہلے مدینہ میں رہتا تھا۔ اور رہزنی کرتا تھا۔ مروان بن حکم نے جو معاویہ کی طرف سے مدینہ کا حکم تھا۔ کچھ لوگ بھیج کر اسے گرفتار کرنا چاہا۔ وہ یہ خبر سن کر بھاگ گیا اور حارث بن حاطب جحی نے جو مروان کا نائب تھا ایک انصاری کو اس کے عقب میں دوڑایا اس نے جلدی سے پہنچ کر مالک اور اس کے غلام حرویہ کو گرفتار کر لیا اور واپس پھرا پھر دونوں قیدیوں کو اپنے ایک غلام کے حوالہ کر کے تاکید کر دی کہ انہیں بہت ہوشیاری اور حفاظت سے پیچھے پیچھے لے آ۔ غلام انہیں لا رہا تھا خود سوار تھا اور ایک تلوار کمر میں لٹکتی تھی۔ یکایک مالک نے جھپٹ کر تلوار کا قبضہ پکڑ لیا اور غلام نے میان سنبھالی۔ اور مالک نے فوراً زور سے تلوار سونت کر اس غلام کے سر پر ایسی ماری کہ وہ قتل ہو کر گر پڑا۔ اب مالک

نے اس غلام کے گھوڑے پر سوار ہو کر انصاری کا پیچھا کیا۔ اور اس تک پہنچ کر قتل کر دیا۔ پھر بھاگ کر جرین میں اور فارس سے چلا آیا۔ اور اپنا وہی رہزنی اور چوری کا پیشہ اختیار کر لیا۔

جب سعید وہاں پہنچا تو یہ شخص بھی اس کے پاس حاضر ہوا۔ سعید نے اس کا حال دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ وہ کس طرح زندگی بسر کرتا ہے۔ سعید کو تعجب ہوا کہ اس شکل و صورت اور قد و قامت کا وجیہ و شکیل جوان ہے۔ پسند کیا اور اس سے پوچھا کہ تو ایسا خوبصورت اور بہادر ہو کر کس لئے رہزنی اور چوری اور لوگوں کا مال ناحق کھانا گوارا کرتا ہے۔ اس نے کہا کہ زیادتی افلاس کے سبب اور دوسرے یہ کہ میں ہمیشہ بخشش کرنا اور دوستوں اور احباب کے ساتھ احسان کرنا چاہتا ہوں۔ مگر میرے پاس دولت نہیں اس لئے اس فعل کو اختیار کر رکھا ہے کہ کھاؤں اور کھلاؤں۔ سعید نے کہا اگر میں تجھے فارغ البال کر دوں تو اس زندگی سے باز آ جائے گا۔ اس نے کہا کیوں نہیں پھر تو میں تیری خدمت میں رہ کر نمایاں کام کر دکھاؤں گا۔ اور تیرا ہمیشہ شکریہ ادا کرتا رہوں گا۔

سعید نے کہا تو ہمیشہ میرے ساتھ رہ تاکہ جو کچھ خدا عطا کرے گا ہم تم مل بیٹھ کر کھائیں گے۔ اور کھلائیں گے۔ میں تجھے بہت اچھی طرح رکھوں گا۔ ہر مہینے پانچ سو درہم دیا کروں گا اور تو جسے چاہے دینا۔ مالک نے کہا مجھے منظور ہے۔

غرض مالک اس کے ساتھ فارس سے نیشا پور آیا۔ عبداللہ بن عمر کریز کے کچھ آدمی یہاں موجود تھے۔ وہ بھی سعید سے ملے۔ سعید نے ان کی اچھی طرح خاطرمدارت کی۔ اور ایک مہینہ ٹھہرا کر اور اہل ذمہ سے جزیہ لے کر مرو کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں سے بھی محاصل وصول کرکے اور لشکر میں تقسیم کرکے سمرقند کا رستہ لیا۔ بلخ کے قریب پہنچ کر حکم دیا کہ کشتیاں اور ڈونگے فراہم کرو اور ان کے ذریعہ دریا پار کر جاؤ۔ دو شخصوں کی آواز سنی جو اپنے غلاموں کو پکار رہے تھے۔ ایک نے کہا اے حلوان دوسرے نے کہا اے ظفر۔ سعید نے حلوان اور ظفر کو سن کر شگون کیا اور کہا انشاء اللہ ہم دشمن پر غالب آئیں گے اور فتح یاب ہوں گے۔

پھر وہاں سے چل کر بخارا کے دروازہ پر پہنچے اس وقت بخارا کی بادشاہ ایک عورت ختک نام خاتون تھی۔ اس کا خاوند اس ملک کا بادشاہ تھا۔ جب وہ مر گیا تو یہ عورت اس کی جگہ حکومت کرنے لگی۔ سعید نے چاہا کہ لڑائی چھیڑ دے خاتون نے اس کے ارادے سے واقف ہو کر بخارا کے چند معزز آدمی بھیج کر سعید سے صلح کی درخواست کی۔ سعید نے تین لاکھ درہم لے کر اس شرط پر صلح منظور کر لی کہ ہمارے جانے کے واسطے سمرقند کا راستہ چھوڑ دے اور رہبر ساتھ کر دے۔ صلح ٹھہر گئی۔ اور سعید نے روپیہ وصول کرکے بخارا کے شاہوں کے بیس لڑکے اول میں لئے اور ختک خاتون نے بھی بہت سے تحفے پیش کئے اور رہنما ہمراہ کر دیئے۔ سعید وہاں سے سمرقند آیا۔ اس وقت وہاں سعد اور برقش کے لوگوں کی جمعیت کثیر موجود تھی انہوں نے سعید سے جنگ کی اور ثمرقند کے بادشاہ اخشیدن اور سارک نے اپنی فوج کو سعید سے لڑنے کا حکم دیا۔ طرفین سے خوب خوب بلے ہوئے اور بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ اسی اثناء میں سمرقند کا ایک بہادر زرد رنگ کے گھوڑے پر سوار اپنی صف سے نکلا اور کاوے دیتا ہوا مرد مقابل کو طلب کرتا تھا۔ سعید کے لشکر میں سے کسی نے اس کے مقابلے پر نکلنا نہ چاہا سب اس سے ڈرتے تھے۔

مالک بن ریب نے پوچھا یہ شخص جو میدان میں نکلا ہے کیا کہتا ہے بتایا گیا کہ لڑنے والے کو طلب کرتا ہے۔ اس نے کہا کیا تم میں کوئی ایسا نہیں جو اس سے مقابلہ کے لئے جائے۔ لوگوں نے کہا اس سے سب ڈرتے ہیں اور کسی کو اس سے مقابلے کی جرات نہیں۔ مالک نے کہا یہ تو بڑے عیب کی بات ہے۔ اس کے دوستوں میں سے ایک آدمی بول اٹھا کیا تو اس سے لڑنا چاہتا ہے۔ مالک نے کہا ہاں۔ اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر میدان میں نکلا اور معدی جوان پر حملہ کیا دونوں نیزے سے

لڑنے لگے۔ معدی نے ایک نیزہ مالک کو مارا جو زین کی بندش پر بیٹھا۔ زین کٹ کر گر گیا اور مالک بھی زمین پر آ رہا مگر اس نے فوراً جست کر کے معدی کو نیزہ مار کر گھوڑے سے گرا دیا اب معدی چاہتا تھا کہ اٹھ کھڑا ہو مگر مالک نے دوڑ کر اسے گرا لیا اور زمین سے اٹھا کر سعید کے سامنے لا پٹخا۔

سعید اس نے بہادری کی تعریف کی اور کہا اس قیدی کا تجھی کو اختیار ہے جو چاہے کر۔ مالک نے اسے قتل نہ کیا بلکہ چار سو درہم کے عوض اس کی قوم کے ہاتھ فروخت کر دیا اور اس کا گھوڑا اور ہتھیار بھی آٹھ سو درہم کو بیچ ڈالے۔

سعید اور سمرقند کی فوجوں میں آج خوب جنگ ہوئی۔ یہاں تک کہ نماز مغرب کا وقت آ گیا۔ جب رات ہو گئی تو دونوں لشکر اپنے اپنے فرودگاہ پر چلے آئے۔ غرض اسی طرح روزانہ ایک ماہ تک جنگ ہوتی رہی۔ سعید کی فوج ہر روز غالب رہتی۔ سمندر قند کے بے شمار آدمی مارے گئے اور بہت سے قید ہو گئے۔ مالک بن وہب روزانہ مردانہ وار جنگ کرتا اور سعید اس کی شجاعت اور دلیری کو دیکھ کر بہت خوش ہوا مگر کوئی خلعت یا انعام نہ دیا۔ مالک اس سے دل برداشتہ ہوا، اس کی تمنا تھی کہ انعام و اکرام ملے جب کچھ نہ ملا تو اس مضمون کا قطعہ تصنیف کیا جس میں سعید کی شکایت شامل تھی۔ سعید نے اس قطعہ کو سن کر بھی کچھ توجہ نہ کی۔ اس کے بعد مالک نے سعید کی ہجو لکھی۔

اب سعید نے چاہا کہ اسے قتل کر دے مگر اس کے عزیزوں اور دوستوں کے سبب سے باز رہا۔ اور اسے بلا کر بڑھیا خلعت اور انعام دیا اور معذرت کی مالک نے قبول کر کے وہ خلعت اور انعام لے لیا۔ سعید اسی طرح سمرقند کے دروازے پر پڑا ہوا روزانہ جنگ کرتا رہا۔ انجام کار یہ دیکھ کر کہ سمرقند کو طاقت سے فتح نہیں کیا جا سکتا۔ اس نے صلح کر لی۔ شہر والوں نے بھی صلح کو غنیمت سمجھا اور پانچ لاکھ درہم دینے قبول کر لئے اور یہ شرط قرار پائی کہ شہر کے دروازے کھول دیئے جائیں اور سعید ایک دروازہ سے داخل ہو کر دوسرے دروازے سے نکل جائے۔ اہل شہر نے روپیہ دے دیا۔ سعید اقرار کے مطابق شہر کے ایک دروازہ سے داخل ہو کر دوسرے سے نکل گیا۔ سمرقند کے بادشاہ کے نئے بھی اسے تحفے دیئے۔ سعید نے سب منظور کر لئے۔ اور لشکر کو تنخواہ دے کر سفر کی درستی کر لی۔ پھر سمرقند سے بخارا آیا، کئی روز ٹھہرا۔ ملکہ بخارا نے کہا ہم نے اپنے وعدے پورے کر دیئے تو بھی اپنے قرار کو پورا کر اور چوبیں شہزادے جو اول میں لئے ہیں انہیں واپس کر دے۔ سعید نے شہزادوں کی واپسی سے انکار کیا۔ اور وہاں سے روانہ ہو کر دریائے بلخ کو عبور کرتا ہوں قزوین آیا مالک بن ریب یہاں پہنچ کر سخت بیمار ہو گیا۔ اور جب اسے یقین ہو گیا کہ اس بیماری سے تندرستی نہ پا کر مر جائے گا تو ایک قصیدہ تصنیف کیا جو آج تک لوگوں کے زبان زد ہے اس کے دو شعر یہ ہیں:

لاليت شعري هل ابيتن ليلته — بوادي الغضا ازجي القلاص النواجيا

الم ترني ابعث الضلالته لهدى — واصبحت في جيش بن عثمان غاديا

مالک نے مرو ہی میں وفات پائی اور اسی جگہ اس کی قبر بنی جو متبرک اور لائق زیارت سمجھی جاتی ہے۔

سعید کے پاس ان علاقوں سے بے شمار دولت جمع ہو گئی پھر وہ وہاں سے لوٹ کر مدینہ آیا اور معاویہ کو خط لکھ کر خراسان کی حکومت سے استعفا دینا چاہا۔ معاویہ بھی سمجھ گیا کہ اس کے پاس بہت سی دولت جمع ہو گئی ہے۔ اب وہ تن آسانی چاہتا ہے اس کا استعفا قبول کر لیا سعید نے مدینہ میں سکونت اختیار کر کے جن شہزادوں کو بخارا سے لایا تھا انہیں اپنے باغ میں کھیتی اور باغبانی پر لگا دیا۔ شہزادوں کو یہ امر بہت ناگوار گزرا کیونکہ وہ کھیتی اور معماری کا کام کرنے والے نہ تھے۔ ایک دن جبکہ سعید دل بہلانے کے لئے باغ میں گیا ان شہزادوں نے پکڑ کر مار دیا۔ اور بھاگ کر مدینہ کے ایک پہاڑ میں جا چھپے۔ انجام یہ ہوا کہ وہ شہزادے بھوک اور پیاس سے وہیں مر گئے۔

سعید کی ایک بیٹی تھی۔ اس نے اپنی ایک خوبصورت لونڈی کو بیش قیمت لباس اور زیور پہنا کر گھر سے نکالا اور منادی کر دی کہ جو شاعر میرے باپ کا مرثیہ میرے حسب پسند لکھے گا اسے یہ لونڈی زر و زیور سمیت جو اس کے جسم پر ہے اس کو مل جائے گی۔ مدینہ کے شاعر آئے اور مرثیے لکھے۔ مگر سعید کی بیٹی کو کسی کا مرثیہ پسند نہ آیا۔ یہاں تک کہ قبیلہ عبدالقیس کے ایک شخص نے آکر کہا میں تیرے باپ کا مرثیہ جیسا تو چاہتی ہے ویسا ہی تصنیف کروں گا۔ اس نے جواب دیا اگر واقعی تو ایسا ہی کہے گا تو لونڈی تجھے مل جائے گی۔ اس شخص نے جو دو بیتیں درج ہیں کہیں۔ سعید کی بیٹی کو پسند آئیں۔ کہا تو نے جیسا میں چاہتی تھی ویسا ہی مرثیہ لکھا۔ پھر لونڈی مع زر و زیور اس کے حوالہ کر دی۔ اشعار یہ ہیں:

یا عین انذری دمعہ   و ابکی الشھید ابن شھید

فلقد قتلت بعزۃ   و جبلت حقک من بعیر

سعید بن عثمان کے بعد فتح خراسان کا بیان

سعید بن عثمان کے مرنے کے بعد خراسان میں کوئی طاقتور حاکم نہ رہا۔ معاویہ نے زیاد بن ابیہ کو خط لکھا کہ خراسان کا انتظام ابتر ہے۔ کسی ایسے شخص کو جو وہاں کی حکومت کے لائق ہو بھیج دے۔ زیاد نے مضمون خط سے مطلع ہو کر ایک غلام کو حکم دیا کہ حکم بن بشر ثقفی کو بلالا۔ غلام بھول کر حکم بن عمر غفاری کو لے آیا۔ زیاد نے اسے دیکھ کر اور یہ جان کر کہ غلام کو سہو ہوا ہے ہنس کر کہا میں کچھ ارادہ کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کو کچھ اور منظور ہے اور حکم بھی اللہ ہی کے لئے ہے کہا اے حکم تیاری کر لے میں نے خراسان کی حکومت تجھے دی اور تجھے اس لئے اس ملک پر حاکم مقرر کیا ہے کہ وہاں کا روپیہ وصول کرے۔ اور دشمنوں سے لڑے۔ حکم بن عمر بڑا صالح اور [illegible] بخت شخص تھا۔ وہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں بھی رہ چکا تھا۔ زیاد کی بات سن کر انکار کیا اور فرمان لے کر زیاد کے پاس سے باہر آیا۔ اور منادی کر دی کہ جس شخص کو جہاد کا شوق ہو تیاری کر کے میرے ہمراہ خراسان چلے۔ اس کے پاس بہت بڑی جمعیت فراہم ہو گئی۔ زیاد نے سب کو تنخواہ اور رسد دی۔ اب حکم لشکر جرار کے ساتھ خراسان روانہ ہوا۔ مرو میں پہنچ کر قیام کیا۔ لشکر تھک چکا تھا۔ جب آرام کر چکے تو خراسان پر بڑھا اور بے شمار لوٹ کا مال اور روپیہ حاصل کیا اس کے بعد مرو کی طرف مراجعت کی اور زیاد بن ابیہ کو خط لکھا اور تمام فتوحات سے مطلع کیا۔ اور جس قدر روپیہ فراہم ہوا تھا اس سے بھی خبردار کیا۔ زیاد نے اس کا یہ خط معاویہ کے پاس بھیج دیا۔ اور دریافت کیا کہ حاصل شدہ مال کا کیا جائے گا۔

معاویہ نے زیاد کو لکھا کہ حکم بن عمر کو لکھ بھیج کہ بیت المال شام کو روانہ کر دے۔ اور جو باقی رہے اسے قاعدہ کے مطابق ہر ایک ضرورت پر خرچ کرے۔ جب زیاد کا جواب حکم کے پاس پہنچا اس نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کر کے جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجا اور کہا اے لوگو معاویہ نے حکم دیا ہے کہ ہم نے جس قدر لوٹ کا مال چاندی اور سونا وغیرہ حاصل کیا ہے وہ شام کے بیت المال میں داخل کر دوں مگر میں نے جناب رسول خدا ؐ سے سنا ہے کہ اگر زمین و آسمان حلقہ بن کر کسی کی گردن میں آن پڑیں اور وہ شخص خدا سے ڈرتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس بلا اور مصیبت سے بچا کر خوش دل رکھے گا۔ پس جناب رسول خدا ؐ کے قول کو معاویہ اور زیاد کے حکم سے برتر سمجھتا ہوں۔ تم نے جنگ کی ہے اور لوٹ کا مال پایا ہے۔ اس مال میں سے پانچواں حصہ علیحدہ کر دو باقی سب تمہارا ہے۔ غرض اسی طریق پر وہ سارا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

اللھم انی قد قسمت بین المسلمین غنایاھم بالسویتہ الھم انی قد سمت بنی امیتہ و سمونی فار حمھم و اوحنی منھم
(اے خدا میں نے مال غنیمت کو مساوی حصے سے تقسیم کر دیا ہے۔ اے خدا میں بنی امیہ سے ناراض ہوں اور وہ مجھ سے بیزار ہیں۔ تو مجھے ان کے ہاتھوں سے بچا اور انہیں مجھ سے دور کر)
اس دعا کے بعد وہ ایک ہفتہ سے زیادہ زندہ نہ رہا۔ اور رحمت الہی کے شامل حال ہو گیا۔ زیادہ بن ابیہ نے یہ سن کر ایک شخص غالب بن عبداللہ لیثی کو بلایا اور فرمان لکھ کر خراسان کی حکومت عطا کی یہ شخص بہت مشہور اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت سعادت حاصل کئے ہوئے تھا۔ اور فتح مکہ کے دن آپ کا لشکر ہراول تھا۔ وہ حسب الحکم خراسان کو روانہ ہو گیا اور مرو میں پہنچ کر اتنا عرصہ قیام کیا کہ اس کے لشکر نے آرام پا لیا۔ پھر علاقہ ملغارستان اور اس کے مضافات کی طرف بڑھا۔ اور سب کو فتح کرکے بے حد دولت لوٹی۔ اس نے بھی مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکال کر زیاد کے پاس بھیج دیا۔ اور باقی اپنی فوج کے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ اسی اثناء میں غالب کے بہت سے دشمن جمع ہو کر اور لشکر لے کر اس کی طرف بڑھے۔ غالب نے زیاد کو اس حال سے مطلع کرکے مدد مانگی۔ اس نے ربیع بن زیاد حارثیؓ عبداللہ ابن ابی عقیل ثقفی کو جو حجاج بن یوسف کا چچا تھا بہت بڑی فوج دے کر بطور کمک روانہ کیا۔
جب یہ لشکر غالب کے لشکر سے جا ملا تو اس نے قوت پا کر خراسان کا دورہ کیا اور بہت سے شہر فتح کرکے بے شمار مال غنیمت حاصل کیا جس میں سے پانچواں حصہ نکال کر زیاد کے پاس بھیج دیا اور باقی اپنی فوج میں تقسیم کر دیا۔ پھر خود شہر میں قیام کیا اور فوج کو ادھر ادھر بھیج کر ملک کا مکمل بندوبست کیا۔

شیعیان علی ابن ابی طالبؑ کے ساتھ

زیاد ابن ابیہ کا برتاؤ

اس زمانہ میں زیاد ابن ابیہ امیر المومنینؑ کے دوستوں اور محبوں کا سخت دشمن تھا۔ جہاں کہیں پاتا انہیں قتل کرا دیتا۔ ان کے ہاتھ پاؤں قطع کر دیتا اور آنکھیں نکلوا ڈالتا تھا۔ اسی طرح اس نے شیعیان علیؑ میں بہت سے آدمی مار ڈالے تھے۔ معاویہ اس کے اس فعل کو سراہتا رہتا تھا۔ جو لوگ حضرت علیؑ کی دوستی میں مارے گئے انہیں میں سے حجر بن عدی کندی اور عمر بن حمق بھی تھے۔ جو جناب امیر المومنینؑ کے بڑے نامور صحابی تھے۔ امیر المومنین حسنؑ متواتر ایسی خبریں سن کر بہت رنجیدہ اور غمگین ہوئے ہاتھ بلند کرکے بد دعا کی اور کہا اے خدا زیاد بن ابیہ کو پکڑ لے اور اس پر کسی بلا کو مسلط کر اور اس کو سزا دے تو تمام امور پر قادر ہے۔ آپ کی دعا مستجاب ہوئی۔ زیاد بن ابیہ کے دائیں انگوٹھے پر ایک درم کی برابر ورم پیدا ہوا اور روزانہ بڑھتے بڑھتے تمام ہاتھ پر چھا گیا۔ زیاد اس کی درد کی شدت سے بہت بے چین رہتا تھا۔ طبیبوں کو طلب کیا سب نے متفق علیہ کہا اس ہاتھ کو قطع کرا دینا چاہئے کہ باقی جسم متاثر نہ ہو۔ زیاد نے کہا مجھ میں ہاتھ کٹوانے کی طاقت نہیں۔ غرض روز بروز مرض بڑھتا گیا اور وہ رات دن درد کی شدت سے مثل ماہی بے آب تڑپتا اور واویلا اور آہ و زاری کرتا تھا۔ اسی حال میں اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اسے ثویہ مقام پر دفن کر دیا گیا۔ زیاد کے واصل جہنم ہونے کے بعد معاویہ نے بصرہ کی حکومت ثمرہ بن جندب قرشی کو دی۔ اس نے بصرہ پر چھ ماہ تک حکومت کی۔ اس کے بعد معاویہ نے اسے معزول کرکے عبداللہ بن عمر بن غیلان ثقفی کو اس کی جگہ مقرر کیا۔ اور اسے بھی چھ ماہ بعد موقوف

کر کے خالد بن اسد بن عاص بن امیہ کو مقرر کیا۔ اسی اثناء میں عبیداللہ بن زیاد بنی امیہ نے معاویہ کے پاس حاضر ہو کر کہا اے امیر المومنینؑ اگر تو مجھے عراق کی حکومت عطا کرے تو میں ایسا اچھا انتظام کروں کہ کوئی دوسرا نہ کر سکے۔ معاویہ نے کہا تیرا باپ پانچ برس تک عراق کا حاکم رہا اس نے تجھے کوئی خدمت کیوں نہیں دی۔ عبیداللہ نے کہا بخدا یہ کیا بات ہے اگر آپ کی بات لوگوں کے گوشزد ہو گی تو مجھے وہ عیب دار خیال کریں گے۔ معاویہ نے کہا میں عراق کا علاقہ دے کر وہاں کا قائم مقرر کروں گا اور تیرے باپ کی مروت سے یہ کروں گا۔ مگر اس وقت مجھے خراسان کا فکر زیادہ لاحق ہے۔ تو پہلے خراسان جا کر وہاں کی مہمون سے مجھے مطمئن کر دے۔ پھر میں تجھے عراق کا علاقہ دے دوں گا۔ عبیداللہ نے کہا میں فرمانبردار ہوں۔ پس وہ معاویہ کا فرمان لے کر خراسان کی طرف روانہ ہوا اور جو جو مقامات اب تک فتح نہ ہوئے تھے انہیں بھی قبضہ میں لا کر اور دولت کثیر جمع کر کے پھر بخارا اور سمرقند کی طرف گیا اور وہاں سے بھی مال کثیر حاصل کیا اب اس کو یہ عظمت اور قدرت ہو گئی کہ خراسان کے شاہزادوں کو اپنا غلام بنا لیا اور اپنا نائب قرار دے کر انہیں لڑائیوں پر بھیجتا۔ انجام کار طریق بن قرۃ حنفی کو سلطنت خراسان پر اپنا نائب مقرر کر کے خود معاویہ کے پاس آیا اور طرح طرح کے سامان غنیمت اور بیش قیمت چیزیں اور زر کثیر پیش کیا۔ معاویہ نے اس کی بڑی تعریفیں کیں اور بصرہ کی حکومت دے کر اسے باپ کا جانشین بنا دیا۔ عبیداللہ اپنے باپ کے ڈھنگ پر حکومت کرنے لگا اور خراسان کا انتظام بھی مکمل ہو گیا۔ سالانہ خراج معاویہ کے پاس پہنچتا رہا یہاں تک کہ وہ وفات پا کر اپنی جزا کو پہنچا۔

شہادت امام حسن علیہ السلام

ثقہ اور معتبر راویوں سے سنا گیا ہے کہ جس وقت معاویہ نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اپنے بیٹے کو اپنا ولی عہد مقرر کرے تو اس نے خیال کیا کہ امام حسنؑ کی زندگی میں یہ بات وقوع میں نہ آسکے گی۔ کیونکہ شرائط صلح میں ایک یہ بھی تھی کہ معاویہ وفات کے وقت خلافت کے معاملہ کو مشورے پر چھوڑ جائے اس لئے اس نے ہمہ تن کوشش کی اس مسند نشین امامت کو دنیا سے رخصت کر دے۔ مروان بن حکم کو جسے رسول خداؐ نے شہر بدر کر دیا تھا مدینہ بھیج کر ایک رومال زہر آلود دیا اور کہا جس طرح ہو سکے جعدہ بنت اشعث بن قیس کو جو حسنؑ کی بیوی ہے فریب دے کر راضی کر کہ مباشرت کے بعد اس رومال سے حضرت کا جسم صاف کرے۔ اور میری جانب سے اس سے وعدہ کر لے کہ جس وقت تو یہ کام کر چکے گی اور حضرت امام حسنؑ کی شہادت ہو جائے گی تو میں اسے پچاس ہزار دینار دوں گا اور اپنے بیٹے یزید سے اس کا نکاح کروں گا۔
مروان نے معاویہ کے حکم کے مطابق مدینہ پہنچ کر طرح طرح کے حیلوں اور فریبوں سے جعدہ کو راضی کر لیا کہ معاویہ کے حسب منشا عمل کرے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ زہر نے حضرت امام حسنؑ کے جسم میں اثر کیا اور آپ نے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی اور جعدہ نے مال کے لالچ اور گمراہوں کے سرگروہ کے وصال کی آرزو میں یہ ناسزا حرکت کی۔
عمر ابن اسحاق کی روایت ہے کہ جس وقت امام عالی مقام کے بدن میں زہر نے اثر کیا اور وہ صاحب فراش ہو گئے تو میں اور میرا دوست آپ کی عیادت کے لئے گئے۔ قریب پہنچ کر ہم نے سلام کیا اور بیٹھ گئے۔ ہم نے سنا کہ ایک شخص سے فرما رہے تھے کہ جو کچھ پوچھنا ہے مجھ سے پوچھ لو۔ اس نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین جب تک آپ کو اللہ تعالیٰ شفا بخشے گا میں کچھ نہ پوچھوں گا۔ آپ نے پھر بھی فرمایا کہ اس سے پیشتر کہ مجھ سے پوچھنے کا موقع نہ رہے مجھ سے پوچھ لے۔ اس نے پھر وہ جواب دیا۔ جناب امام حسنؑ نے فرمایا۔ مجھے کئی دفعہ زہر دیا گیا ہے۔ مگر اب کی دفعہ کچھ اور ہی حالت ہے۔

دوسرے دن جب میں آپ کی خدمت میں گیا تو دیکھا تو حضرت امام حسین آپ کے سرہانے بیٹھے ہوئے دریافت کر رہے ہیں کہ اے بھائی آپ کو کس نے زہر دیا ہے۔ کس شخص کی نسبت آپ کا گمان ہے۔ فرمایا تم سے کہہ دوں گا تو تم اسے قتل کر ڈالو گے۔ امام حسینؑ نے عرض کیا ضرور بالضرور۔ پھر امام مسموم نے فرمایا۔ اگر میں اس زہر سے شہید ہو جاؤں گا تو اس کی بدبختی اور گمراہی کا درجہ بہت ترقی پذیر ہو گا۔ اور آپ نے جانا کہ وفات کا وقت قریب ہے۔ امام حسینؑ کو وصیت فرما کر امامت کا مرتبہ حوالہ کیا اور کہا مجھے بعد وفات رسول خداؐ کے پاس دفن کر دینا اور اگر اس امر میں خونریزی کا اندیشہ ہو تو بقیع میں دفن کر دینا۔

غرض جناب امام حسن علیہ السلام کی روح اقدس جوار رحمت الٰہی میں چلی گئی۔ تو غسل اور کفن کے بعد آپ کا جنازہ اٹھایا گیا۔ اور حضرت رسولؐ کے روضہ اقدس کی طرف لے چلے تاکہ اپنے بھائی کو عالی مرتبہ نانا کے پہلو میں دفن کریں۔ سعید ابن عاص مدینہ کے حاکم نے عائشہ کے پاس پہنچ کر اطلاع کی جنازہ کو وہاں دفن نہ ہونے دے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ اونٹ پر سوار ہو کر اور کسی قدر عثمانی گروہ کے آدمیوں کو ساتھ لے کر روکنے میں مشغول ہوئیں۔ شیعوں میں سے بھی بعض نے للکارا کہ اے عائشہ ایک دن تو اونٹ پر سوار ہو کر لڑنے کو نکلی تھیں اور آج اونٹ پر بیٹھ کر پیغمبر خدا کے نواسہ کو روکتی اور اسے اپنا نانا کے پہلو میں دفن نہیں ہونے دیتی ہو۔ اس وقت آدمیوں کے دو گروہ ہو گئے۔ کچھ عائشہ کے طرفدار بن گئے۔ قریب تھا کہ تلوار چل جائے۔ جناب امام حسینؑ نے حسب وصیت اپنے بزرگ و برتر بھائی کا جنازہ اپنی دادی فاطمہ بنت اسد بنی ہاشم کے پاس دفن کر دیا۔ معاویہ نے جناب امیر المومنینؑ امام حسن کی وفات کی خبر سن کر اپنے وعدہ کے مطابق رقم جعدہ کے پاس بھیج دی۔ مگر یزید کا نکاح اس ملعونہ سے نہ کیا۔

طلحہ کی اولاد میں سے ایک شخص نے اسے اپنے نکاح میں لے لیا۔ جس سے کئی اولادیں پیدا ہوئیں۔ اور جب کبھی ان میں اور قریشیوں میں کہا سنی ہوتی تو وہ انہیں مسمۃ الازواج کہہ کر طعنہ دیتے یعنی دو خصم والی کے بیٹے۔ ایک دن عبداللہ ابن عباس معاویہ کی محفل میں موجود تھا۔ معاویہ نے طنزاً کہا اے عبداللہ تو نے سنا کہ حسن بن علیؑ نے سلطنت پر مرگ کو ترجیح دی اور عالم آخرت کو سدھارا۔ عبداللہ نے جواب دیا اے معاویہ تیرے لئے عاقبت میں جو گڑھا کھودا گیا ہے وہ حضرت امام حسنؑ کی وفات سے بند نہیں ہو گیا اور تو اس دنیا میں ہمیشہ مسند حکومت پر قائم نہیں رہے گا۔ ہم اہل بیت مصطفیٰ اس سے بھی زیادہ مصیبتوں میں مبتلا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان تکالیف سے راحت پہنچائے۔ پھر ابن عباس وہاں سے اٹھ کر باہر چلا آیا۔ معاویہ اس کی برجستہ حاضر جوابی سے بہت متعجب ہوا اور کہا۔ میں نے اپنی تمام عمر میں عبداللہ ابن عباس سے زیادہ عقلمند اور حاضر جواب کوئی دوسرا نہیں پایا۔ جب امیر المومنین حسنؑ کی شہادت کی خبریں ہر طرف پھیل گئیں اور عمرو عاص نے بھی سن لیا تو معاویہ کے پاس آ کر کہا۔ امیر المومنین حسن ابن علیؑ نے انتقال کیا۔ اب میدان خالی رہ گیا ہے۔ خلافت بغیر کسی جھگڑے کے تیرے اور تیرے فرزندوں کے لئے رہ گئی ہے۔ اب مصلحت یہ ہے کہ اپنے کنبہ میں سے جس سے لوگ رضامند ہوں۔ ولی عہد بنا تاکہ تیرے بعد وہ حکومت کرے اور لوگ اس کی فرمانبرداری کریں اور خلافت تیرے خاندان میں باقی رہے۔

معاویہ نے کہا تیری رائے بہت درست ہے میں اس معاملہ میں غور کروں گا اور ایسے شخص کو ولی عہد قرار دوں گا جو ان عظیم الشان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو سکے۔ اور جس میں اللہ تعالیٰ کی مرضی شامل ہو!

اس کے بعد معاویہ نے اپنے عاملوں اور جملہ سرداروں کو تحریری اطلاع بھیجی کہ میں یزید کو اپنا ولی عہد قرار دینا چاہتا ہوں۔ جب یہ خبر ہر طرف پھیل گئی تو مروان بن حکم، سعید بن عاص اور عبداللہ عامر نے معاویہ کو جواب میں لکھا کہ اس کام میں

تامل کرنا چاہئے۔ اس قدر جلدی نہ کر۔ پہلے اہل مدینہ سے اس امر میں مشورہ لے لینا چاہئے۔ معاویہ نے ان کی رائے کے مطابق توقف کیا اور یزید نے اس سال مکہ کی زیارت کے لئے آکر اپنی شہرت و ناموری کی غرض سے بہت روپیہ خرچ کیا۔ اور لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ جابجا اس کی مروت اور بخشش کا چرچا ہونے لگا خاص و عام یہ سن کر کہ معاویہ یزید کو اپنا ولی عہد قرار دے گا طرح طرح کے نتیجے نکالنے لگے۔ اور بعض آدمی یزید کے خوف سے چپ رہے۔

معاویہ نے ہر شخص کو اس کے عہدہ اور مرتبہ کے لائق انعام و اکرام دے کر اور خدمات سپرد کر کے لوگوں کو ترغیب دلائی کہ وہ یزید کی بیعت پر رضامند ہو جائیں۔ حاسدوں سے مدارات سے پیش آیا اور اکثر بڑے بڑے سرداروں اور مشہور لوگوں کو بھی اپنی طرف کر لیا۔ پھر آدمی بھیج کر عبداللہ بن یزید کو بلایا اور اس امر میں مشورہ کیا۔ عبداللہ نے کہا کیا تیرا خیر خواہ وہی ہے جو تجھ سے حق بات کہے اس امر میں تجھے بہت کچھ سوچ لینا چاہئے۔ کیونکہ اگر تو اسے ولی عہد مقرر کرے گا تو ایسا نہ ہو کہ شرمندگی اٹھانی پڑے اور مجھے اس معاملہ میں غور کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ میں اس گفتگو کو علانیہ بیان کروں گا۔ اپنا خیال تنہائی میں ظاہر کروں گا۔

معاویہ اس کی بات سن کر ہنسا اور بولا اے بھتیجے تو نے مجھے بڑھاپے میں شجاعت کا سبق دیا تو نے بہت جسارت کی کہ اپنے بھائی یزید کی نسبت یہ بات سوچی۔ پھر معاویہ نے آدمی بھیج کر احنف بن قیس کو طلب کیا۔ یزید کے معاملہ میں اس سے مشورہ کیا۔ احنف نے کہا اگر سچ کہتا ہوں تو تجھ سے ڈرتا اور جھوٹ بولتا ہوں۔ میں خوف خدا رکھتا ہوں مجھ سے باز آ اور اس معاملہ میں مجھ سے کچھ نہ پوچھ۔ یہ معاملہ یونہی سات سال تک زیر غور ہی پڑا رہا۔ مگر معاویہ سات سال تک برابر لوگوں کو یزید کی بیعت پر رضامند کرتا رہا۔ ۵۵ھ میں تمام شہروں کے امراء اور رؤسا کو طلب کیا کہ کوفہ و بصرہ اور مصر کے بڑے بڑے سرداروں اور مدینہ کے بھی بعض نامور اشخاص جمع ہوئے۔ اور تمام اراکین اور عہدیداران ہر دیار و امصار معاویہ کے پاس حاضر ہوئے۔ معاویہ نے ان سب سے یزید کی نسبت مشورہ کیا۔

مدینہ کے ایک شخص محمد بن عمر بن حزم نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر بخشش و مروت و مالداری اور نیک نسب ہونے میں کوئی شخص یزید کی برابری نہیں کر سکتا۔ اور تو نے اس کام کے لئے اسے کافی تعلیم و تربیت دی ہے۔ وہ اس عہدہ کے لائق ہے مگر مناسب یہ ہے کہ تو اس امر میں اور بھی زیادہ غور و فکر کرے کہ کس شخص کو جناب رسول خداؐ کی امت کا سردار مقرر کرنا چاہئے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ والیان ملک سے پوچھے گا کہ رعیت کے مال کو کس طرح خرچ کیا۔

معاویہ نے یہ بات سن کر ایک ٹھنڈی آہ بھری اور کہا اے عمر کے بیٹے تو بڑا خیر خواہ ہے اور جو بات تو نے کہی عقل و دانائی کی بات ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ کے دوستوں کی اولادوں میں میرے بیٹے کے سوا اور بہت سے آدمی ہیں۔ مگر اپنے بیٹے کو دوسروں کے بیٹوں کی نسبت زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ تمام آدمی معاویہ کی یہ بات سن کر چپ ہو رہے اور اپنے اپنے گھر چلے گئے۔

دوسرے دن معاویہ نے ضحاک بن قیس کو جو شہر شام کا کوتوال تھا طلب کیا اور کہا میں آج ان مشہور اور نامور لوگوں کو جو اطراف و جوانب سے آئے ہوئے ہیں طلب کروں گا۔ یزید کے بارے میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں وہ کہوں گا۔ جب سب جمع ہو جائیں اور تو مجھے خاموش دیکھے تو مجھے بولنے پر اکسانا اور یزید کے ولی عہد قرار دینے کی نسبت مجھے تحریص و ترغیب دلانا خود بھی اس امر میں کچھ اچھی باتیں کہنا۔ اس نے جواب دیا فرمان بجا لاؤں گا۔

جب تمام امیر اور سردار جمع ہو گئے تو معاویہ نے تقریر شروع کی۔ پہلے حمد باری تعالیٰ بیان کی پھر اس کی بے پایاں نعمتوں اور بخششوں کا تذکرہ کیا۔ اس کے بعد حضرت رسول خداؐ پر درود بھیجا اس کے بعد آیت **اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و**

اولی الامر منکم کے متعلق چند باتیں بیان کر کے یزید کا ذکر چھیڑا۔ اس کی فضیلت و شجاعت اور علم کا ذکر کیا۔ اب ضحاک نے موقع پا کر کھڑے ہو کر معاویہ سے کہا اے امیرالمومنین جب آپ کی تقریر نچوڑ تک آ پہنچی ہے تو رکنا نہ چاہئے کیونکہ دنیا کی کسی بات کو ثبات نہیں اور انسان کا انجام موت ہے۔ نیز بندگان خدا کے واسطے کسی والی کا ہونا نہایت ضروری امر ہے۔ کہ وہ تیرے بعد امور مملکت کو انجام دے گا۔ تجھے اپنا کوئی ولی عہد مقرر کرنا لازم ہے جو سلطنت اور رعایا کا انتظام قائم رکھے اور جس قدر معلومات ہیں آج یزید علم و شجاعت اور حسن سیرت و سخاوت میں تمام آدمیوں سے بڑھا ہوا ہے۔ اسے اپنا ولی عہد قرار دے اور حکم دے کہ ہم اس کی فرمانبرداری اور اطاعت و خدمت گزاری اختیار کریں۔ تاکہ تیرے بعد دنیا کے لوگ راحت پائیں۔ تنگیوں اور مصیبتوں کے زمانہ میں اس کے زیر سایہ پناہ گزین ہوں۔ مظالم کے وقت اس سے انصاف طلب کر سکیں اور اس کے دبدبہ کے سبب نیک بخت لوگ امن میں راستے بے خطر طے کریں۔ اور فساد کرنے والے مغلوب رہیں۔ ضحاک اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔

پھر سعید بن عاص نے کہا اے امیر مومناں معاویہ یزید ایسا دولت مند ہے جس کی ذات سے امیدیں ہیں اور وہ ایسا سردار ہے جس کی بدولت امن قائم رہ سکتا ہے۔ وہ سخاوت اور شجاعت میں نام پائے ہوئے ہے۔ اور عدل و حکومت میں مشہور ہے۔ اگر تو اس سے انصاف کی خواہش کرے گا تو انصاف پائے گا اور کسی خوف و خطر کے وقت پناہ طلب کرے گا تو حفاظت میں رہے گا۔ اے امیر تیرا فرزند خلافت کا سزاوار ہے۔ معاویہ نے کہا بیٹھ جا مرحبا تو نے بہت اچھا مشورہ کیا۔ اور کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ جو کچھ کہا بہت ٹھیک ہے۔ اس کے بعد یزید بن مقنع کندی نے یزید کی طرف اشارہ کر کے کہا اے امیرالمومنین ولی عہد یہ شخص ہے۔ پھر تلوار کی طرف نظر ڈال کر کہا اگر کوئی اس امر سے راضی نہ ہو گا تو اس کے واسطے یہ موجود ہے۔ معاویہ نے کہا بیٹھ جا۔ تو نے بھی بہت اچھا ادا کیا۔ اس کے بعد حصین بن نمیر نے کہا۔ اے امیر اگر یزید کو تو ولی عہد مقرر کئے بغیر دنیا سے اٹھ گیا تو خدا کی قسم امت محمدی برباد ہو جائے گی۔

اب معاویہ نے احنف بن قیس کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے ابا بحر تو کیوں کچھ نہیں بولتا۔ اس نے جواب دیا۔ تو یزید کے معاملہ میں آمد و خرچ اور اس کے دیگر حالات کو ہم سے زیادہ اچھی طرح جانتا ہے۔ اگر تو جانتا ہے کہ خلافت کے کام ایسے طریق سے انجام دے سکتا ہے جس سے خدا بھی خوش ہو اور امت محمدیہ بھی آسودگی سے بسر کرے۔ پھر اس کی نسبت کسی سے مشورہ کی کیا ضرورت ہے۔ اس کو خلیفہ بناوے۔ اور اگر تجھے یہ بات اس میں نظر نہ آتی ہو تو مملکت اس کے حوالہ نہ کر اور آخرت کا عذاب اپنے سر پر نہ لے۔ اور ہم کو اطاعت اور فرمانبرداری کے سوا اور کچھ کام نہیں ہے۔ معاویہ نے کہا اے ابا بحر تو نے سچ کہا اللہ تجھے نیک بدلا دے۔

اس کے بعد تمام حاضرین نے یزید کی خلافت کو قبول کر لیا اور چلے گئے۔ معاویہ نے خط لکھ کر مروان کو مدینہ روانہ کیا اور یزید کی بیعت کا تذکرہ کیا۔ مضمون یہ تھا:

"واضح ہو کہ مصر کے بزرگوں اور شام و عراق کے نامور لوگوں اور جزیرہ کے رئیسوں نے میرے پاس حاضر ہو کر میرے بیٹے یزید کی خلافت کے واسطے بیعت کر لی ہے اور میں نے اسے اپنا ولی عہد مقرر کر دیا ہے۔ میرے فرمان سے مطلع ہو کر اہل مدینہ سے یزید کی خلافت کے لئے بیعت لے لے۔ والسلام!

مروان نے یہ خط پڑھ کر آدمی بھیجا اور مدینہ کے نامور اشخاص کو طلب کر کے منبر پر چڑھا۔ تقریر شروع کی۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد جناب رسول خداؐ پر درود بھیجا اور کہا اے لوگو! امیرالمومنین پر اب بڑھاپا اچھی طرح چھا گیا ہے۔ اس نے خلافت کے باب میں ایک اچھی تدبیر سوچی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور امت محمد کی درستی کا سبب ہو گی۔ اور ہمیں

اس کی اطاعت و فرمانبرداری لازم ہے۔ لوگوں نے کہا بات کر اس نے کیا بات سوچی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ وہ اپنے بیٹے یزید کو اپنا ولی عہد مقرر کرنا چاہتا ہے۔ تمام لوگ یزید کا نام سنتے ہی خاموش رہ گئے۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے۔ اور وہ شخص بھی جھوٹا ہے۔ جس نے تجھے ایسے کلمات کہنے کی جرات دلائی ہے۔ خدا کی قسم یزید کے افعال ایسے نہیں اور جن پسندیدہ خصلتوں کا تو نے ذکر کیا وہ اس میں موجود نہیں ہیں۔ ہم ہرگز اس کی خلافت کو منظور نہ کریں گے۔ مروان غصہ میں بھر گیا اور کہا یہ جو شخص بول رہا ہے ایسا بزرگ شخص ہے جس کے حق میں اللہ نے آیہ والذی قال لوالدیہ لکما نازل فرمائی ہے۔ عبدالرحمٰن کو بھی غصہ آگیا اور کہا اب تو اس لائق ہو گیا کہ میری نسبت قرآنی احکام کو مطابقت دینے لگا۔ اے دشمن خدا تو وہ دشمن ہے جس کے باپ کو اور خود تجھے بھی جناب رسولؐ نے شہر سے نکالا تھا۔

اس نے اٹھ کر اس کا پاؤں پکڑ لیا اور کہا اے دشمن خدا تو منبر سے اتر تو اس پر بیٹھنے اور تقریر کرنے کے لائق نہیں ہے۔ عبدالرحمٰن نے یہ کہہ کر اسے منبر سے گھسیٹ لیا۔ بنی امیہ کے جو لوگ وہاں موجود تھے بگڑے اور چاہا کہ عبدالرحمٰن کو مار ڈالیں۔ عائشہ صدیقہ کو بھی خبر ہو گئی۔ حجرے سے ایک بڑی سے چادر اوڑھے ہوئے نکلی اور قریش خاندان کی کچھ عورتوں کو ہمراہ لئے ہوئے مسجد میں آئی۔ مروان اسے دیکھ کر ڈر گیا۔ اور قریب پہنچ کر کہا اے مادر مومناں میں تجھے قسم دلاتا ہوں کہ جو کچھ تو کہے سچ کہنا اس نے کہا میں حق بات ہی کہوں گی۔ اور گواہی دیتی ہوں کہ رسول خدا نے تجھ پر اور تیرے باپ پر لعنت کی ہے۔ اور تو مخروج اور مخروج کی اولاد ہے۔ تجھے یہ حق نہیں کہ تو میرے بھائیوں کے ساتھ اس طرح پیش آئے۔ مروان چپ ہو رہا۔ اور کچھ جواب نہ پا کر عائشہ بھی خاموش چلی گئی۔ اب مروان نے معاویہ کے نام خط ارسال کر کے تمام حالات سے اطلاع دی۔ معاویہ نے مضمون خط معلوم کر کے مصاحبین سے کہا مروان عبدالرحمٰن کی بہت شکایت لکھتا ہے۔ مگر عبدالرحمٰن بہت بوڑھا اور نحیف ہے۔ اس نے جو کچھ کہا ہے اپنی طرف سے نہ کہا ہو گا بلکہ کسی دوسرے کے کہنے پر اس طرح پیش آیا ہو گا۔ لازم ہے کہ میں اسے نہ ستاؤں کیونکہ وہ بڑا بزرگ اور بزرگ زادہ ہے۔ پھر خط کے جواب میں کچھ نہ لکھا۔ اور حج کا قصد کر کے اس طرف روانہ ہوا۔ مدینہ کے قریب آیا تو شہر کے رئیس اور نامور اشخاص پیشوائی کے لئے شہر سے باہر آئے۔ امیر المومنین حسینؑ عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور عبداللہ بن زبیر نے رسم استقبال ادا کی۔ معاویہ نے ان کی طرف دیکھ کر تیوری چڑھا لی اور کہا میں تمہارے حسد اور دشمنی کو خوب جانتا ہوں۔ جناب امیر المومنین حسینؑ نے کہا اے معاویہ ہوش میں آ ہم اس کلمہ کے شایاں نہیں۔ معاویہ نے جواب دیا تم اس کلمہ کے لائق ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ برے کلمے کے سزاوار ہو۔ اور زیادہ سختی سے کہا جو کچھ تم چاہتے ہو اللہ تعالیٰ اس کے خلاف چاہتا ہے۔ انجام کار ایسا ہی ہوا۔ جب اللہ تعالیٰ کو منظور تھا اور تمارا چاہا ہوا کام نہ ہوا۔

اب معاویہ نے مدینہ میں قیام کیا اور عوام اس کے سلام کے لئے حاضر ہونے لگے۔ ابن زبیر عبدالرحمٰن اور امام حسین علیہ السلام بھی گئے۔ وہاں پہنچ کر اجازت طلب کی۔ معاویہ نے انہیں اندر آنے کی اجازت نہ دی۔

وہ ناراض ہو کر چلے آئے اور مدینہ سے نکل کر مکہ کا راستہ لیا۔ اس کے بعد معاویہ نے مسجد میں منبر پر بیٹھ کر خطبہ پڑھا۔ حمد الٰہی کے بعد پیغمبرؐ پر درود بھیج کر اپنے بیٹے یزید کا ذکر چھیڑا اور کہا میں نہیں جانتا کہ آج کون سا شخص قریش میں ایسا موجود ہے جو میرے بیٹے سے خلافت کا زیادہ مستحق ہے۔ اور جو جو فضیلتیں اس میں ہیں وہ کسی میں نہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ کچھ آدمی اسے پسند نہیں کرتے اور اسے وہ عیب لگاتے ہیں جو اس میں موجود نہیں ہیں۔ وہ لوگ ان باتوں سے باز نہیں آئیں گے۔ تاوقتیکہ ان پر میری طرف سے کوئی ایسی بلا نازل نہ ہو گی جو انہیں بیخ و بنیاد سے برباد کر دے۔ تم اپنے

کاموں سے غرض رکھو۔ دخل در معقولات نہ کرو ورنہ جو کچھ افتادہ پڑنے گی وہ تمہارے افعال کی وجہ سے ہو گی۔
اس کے بعد جناب امیر المومنین حسینؑ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ عبداللہ ابن زبیر اور عبداللہ ابن عمر کا نام لے کر کہا اگر ان چار اشخاص نے اپنی بہتری دیکھ کر یزید کی خلافت کو مان لیا تو بہتر ہے ورنہ میں ان کے ساتھ وہی سلوک کروں گا جو کرنا چاہیے۔ اسی قسم کی باتیں کیں اور منبر سے اتر کر قیام گاہ کا راستہ لیا۔ عائشہ نے بھی معاویہ کی باتیں سن لیں۔ معاویہ کے پاس آکر کہا۔ اے معاویہ تو نے میرے بھائی محمد کو قتل کیا اور آگ میں جلا دیا۔ اور اچھا نہ کیا۔ اور آج مدینہ میں آکر میرے دوسرے بھائی عبدالرحمٰن کو ستانا چاہتا ہے۔ اور سخت باتیں کہتا ہے اور جناب رسول خداؐ کے بعض ساتھیوں فرزندوں کو تاکید و تنبیہہ کرتا ہے کیا تو اس بات سے واقف نہیں کہ تو طلقاء ہے اور طلقاء کے لئے خلافت جائز نہیں ہے۔ تیرا باپ احزاب میں سے تھا مجھے بتا کہ تو نے اپنے آپ کو کیا سمجھا ہے۔ اور کس شخص نے تجھے مجھ سے بے خوف کر دیا ہے۔ اگر میں حکم دے دوں تو اسی وقت تجھے گرفتار کر لیں۔ اور میرے بھائی کے بدلے مارا جائے کہ مجھے اس فعل سے کون روک سکتا ہے۔

معاویہ نے جواب دیا۔ اے مادر مومناں خاموش رہ میں نے تیرے بھائی محمد کو نہیں مارا۔ ہاں وہ علی ابن ابی طالبؑ کی طرف سے والی مصر تھا۔ میں نے عمر عاص اور معاویہ بن خدیج کو وہاں بھیجا۔ تیرے بھائی نے مقابلہ کیا اور انہوں نے اسے مار دیا۔ میں نے نہ اس بات کا حکم دیا تھا نہ ایسے فعل سے خوش تھا۔ اور میری نسبت تیرا یہ کہنا کہ تجھے قتل کرا دوں۔ میں جناب رسول خداؐ کے شہر میں ہوں۔ عائشہ نے کہا بے شک جیسا تو نے بیان کیا ہے۔ مگر مجھ سے لوگوں نے کہا ہے کہ تو نے میرے اور حسین بن علی علیہ السلام' عبداللہ بن عمرؓ زبیر کے بیٹے اور میرے بھتیجے عبداللہ کو تنبیہہ کی ہے۔ تیری اور تجھ جیسوں کی یہ مجال نہیں کہ ان چار بزرگ زادوں کو تنبیہہ کرے۔ معاویہ نے کہا یہ لوگ تو مجھے آنکھوں سے زیادہ عزیز ہے۔ اگر ان میں سے کسی کو کوئی شخص مار ڈالے تو میں قاتل کو روئے زمین پر زندہ نہ رہنے دوں۔ مگر میں نے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد مقرر کیا ہے اور اکثر معزز و ممتاز اشخاص نے اس کی بیعت کر لی ہے۔ اور اسے خلیفہ مان لیا ہے لیکن یہ چاروں اشخاص منظور نہیں کرتے تو کیا تو اس امر کو اچھا سمجھتی ہے کہ میں نے جو یزید کی بیعت لی ہے۔ اس سے دستبردار ہو جاؤں۔

عائشہ نے کہا میں اسے اچھا نہیں سمجھتی اور نہ یہ چاہتی ہوں کہ تو نے جس امر کو کر لیا ہے اس سے پھر جائے مگر ان چاروں اشخاص کی دلجوئی کر کہ وہ تیری مخالفت نہ کریں اور اس معاملہ میں تیری رضامندی کا خیال رکھیں۔ ہرگز ان کے ساتھ بدسلوکی نہ کرنا اور کوئی ایسا حکم نہ دینا کہ جس میں کوئی برائی شامل ہو۔ اور مجھے اس کے تدارک کے لئے اٹھنا اور تجھے صدمہ پہنچانا پڑے۔ خدا سے ڈر اس مکار دنیا سے گزرنے اور قبر میں جانے کا خیال کر اور وہ کام کر جس سے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

معاویہ نے کہا میں ایسا ہی عمل کروں گا اور تیری ہدایت کے مطابق چلوں گا۔ اور جو کچھ تو کہتی ہے اس میں عین بھلائی اور بہتری شامل ہے۔ اب عائشہ واپس چلی آئی اور معاویہ نے حسین ابن علیؑ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن زبیر کو بلوایا۔ معلوم ہوا کہ وہ مکہ کی طرف چلے گئے ہیں۔ معاویہ اس خبر کو سن کر فکر مند ہوا۔ تھوڑی دیر سوچ کر آدمی روانہ کیا کہ عبداللہ ابن عباس کو بلا لائے۔ جب عبداللہ آیا معاویہ نے بڑی خاطر تواضع اور عزت افزائی کی اور کہا میں ہر امر میں بنی ہاشم کا شریک حال ہوں۔ کیونکہ ہم سب عبد مناف کی اولاد ہیں۔ ایک ہی ماں کا دودھ پیا ہے اور ایک ہی جگہ پرورش پائی ہے۔ اور ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ رہے ہیں۔ الفت و محبت سے بسر کی ہے۔ اور اب چند روز

سے جو مخالفت اور عداوت واقع ہو گئی ہے اس کا سبب ہوس سلطنت تھی۔ اب سے پیشتر یہ اقتدار بنی تمیم اور عدی کے قبیلہ کو حاصل تھا۔ تم اس سے رضامند تھے۔ اور کبھی مخالفت نہ کی اور جب میں نے مخالف بن کر جنگ و جدل کے بعد اللہ کی مدد اور فضل سے اس امر کا خوب انتظام کر لیا جیسا کہ تم کو معلوم ہے میں نے تمہارے حق میں کچھ کمی نہ کی۔ درجے اور مرتبے بڑھائے۔ تمہیں بڑے بڑے انعام اور اکرام عطا کئے مگر جہاں تک میں دیکھتا ہوں تم دوستی اور موافقت کی کوئی بات نہیں کرتے۔ بلکہ طرح طرح کی دشمنی اور مخالفت کے آثار تمہاری طرف سے دیکھنے میں آتے ہیں۔ خصوصاً حسین ابن علیؑ کی باتیں جو میرے کانوں تک پہنچائی جاتی ہیں اگر وہ ایسا ہی کہتا ہے تو مناسب ہے کہ تم ان لڑائیوں کو یاد کرو جو علی ابن ابی طالبؑ نے مع مہاجر و انصار میرے مقابلے پر کی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی ان بخششوں اور برکتوں کو دیکھو جو میرے حال پر مبذول ہیں۔ اس قسم کی باتوں اور حرکتوں سے باز آؤ اور یہ خیال بھلا دو کہ تم میں سے کوئی متنفس علیؑ اور حسنؑ کے درجہ کو پہنچے گا۔ ناممکن بات کی فکر عبث ہے۔ معاویہ یہ باتیں کر ہی رہا تھا کہ عبداللہ ابن عباس نے اس کی بات قطع کر کے کہا۔ بے شک تیرا کہنا درست ہے۔ کہ ہم عبدمناف کی اولاد ہیں اور ہماری دوستی کی نسبت جو تیرا کہنا ہے وہ بھی غلط نہیں ہے۔ اور باہمی یگانگت کے خیال سے جو تو ہماری امداد کا آرزو مند ہے وہ بھی کچھ بعید نہیں۔ بے شک ابتدا میں جو پریشانی لاحق ہو گئی تھی وہ جاتی رہی اور کل اقتدار تجھے حاصل ہو گیا اور تیری امید بر آئی۔ اب لازم ہے کہ تو دلداری اور دلجوئی سے پیش آئے۔ اور دلی محبت پیدا کرے۔ تیرا ہمارے ساتھ بخششوں اور احسانات سے پیش آنا کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ تیری طبیعت سخاوت اور کرم کی طرف بہت مائل ہے اور خواہ تو کتنا ہی مال کثیر کیوں نہ عطا کرے تو کبھی احسان نہیں جتاتا۔ تو جنگ کر کے مال سمیٹتا ہے اور جشنوں میں اڑاتا ہے۔ مگر تیرا یہ کہنا کہ علیؑ اور حسنؑ دنیا سے چلے گئے اور ان جیسا تم میں سے کوئی نہ ہو گا۔ یہ بات کہنی لازم نہ تھی کیونکہ حسینؑ زندہ ہے اور وہ بھی اپنے باپ کا بیٹا ہے۔ پھر ایسا کلمہ نہ کہنا۔ ہرگز اسے کچھ رنج نہ دینا تمام عالم تجھے ملامت کرے گا۔ آج دنیا کے تختے پر اس کے سوا کوئی ایسا شخص موجود نہیں جو ہمارے پیغمبرؐ کی بیٹی کا بیٹا ہو۔

معاویہ نے کہا اے عبداللہ تو نے بہت ٹھیک بات کہی ہے۔ میں نے تیری نصیحت مان لی اس کے بعد معاویہ مکہ کی طرف روانہ ہوا اور عبداللہ ابن عباس کو ساتھ لیا۔ جب مکہ کے پاس پہنچے تو بڑے بڑے بزرگوں اور سرداروں نے مع عوام الناس شہر سے باہر آ کر اس کا استقبال کیا۔ امیرالمومنین حسین علیہ السلام، عبدالرحمٰن عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن زبیر بھی پیشوائی کے لئے آئے۔ معاویہ نے انہیں دیکھ کر کہا مرحبا۔ پھر حسین علیہ السلام کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے ابا عبداللہ اور بہشتی جوانوں کے سردار تم بہت اچھے ہو۔ پھر عبدالرحمٰن کی طرف نظر اٹھا کر کہا اے صدیق کے بیٹے اور قریش کے سردار مرحبا۔ اس کے بعد عبداللہ ابن عمر کو دیکھ کر بولا اے فاروق کے بیٹے اور ہمارے پیغمبر کے دوست کے فرزند تم اچھی طرح ہو اور اسی طرح عبداللہ بن زبیر پر نظر ڈال کر کہا اے رسول خداؐ کے دوست کے بیٹے اور اس کے خالہ زاد بھائی مرحبا۔ پھر حکم دیا کہ چار سواریاں لاؤ۔ ان پر انہیں سوار کرا کر اپنے ساتھ لے چلا۔ ان سے باتیں کرتا جاتا تھا اور بخندہ پیشانی پیش آتا تھا۔ پھر مکہ میں داخل ہو کر قیام کیا اور ان چاروں اشخاص کو بہت بھاری خلعت و انعامات عطا فرمائے۔ اور حسین علیہ السلام کے خلعت میں اور بھی ایزادی کی اور نہایت ہی عمدہ ملبوس بھیجا۔ اوروں نے اپنا اپنا عطیہ لے لیا مگر حسینؑ نے نہ لیا۔ معاویہ بہت دنوں مکہ میں رہا لیکن یزید کی خلافت و بیعت کا کچھ ذکر نہ کیا۔ پھر ایک دن آدمی بھیج کر امیرالمومنین حسینؑ کو بلوایا جب آپ تشریف لائے تو معاویہ نہایت اچھی طرح پیش آیا۔ اور بڑی مہربانی اور محبت ظاہر کی۔ پھر کہا میں آپ کے سامنے کچھ مطلب ظاہر کرنا چاہتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ تم میری اس بات کو رد نہ کرو

گے۔ اور اچھا جواب دو گے۔ میں نے تمام شہروں کے اراکین اور نامور اشخاص اور ملازموں کو اپنے پاس بلایا تھا اور ان سے یزید کی خلافت کے لئے بیعت لی تھی۔ اور مدینہ والوں کی مرضی سب کے بعد رکھی تھی۔ کیونکہ میں نے ان کی رضامندی کو اس لئے سہل بات سمجھا تھا کہ مدینہ یزید کی جائے ولادت ہے اور یہاں پر اس کے عزیز اور کنبہ دار بکثرت ہیں۔ پھر میں نے فرمان بھیج کر مدینہ والوں سے بھی بیعت لینی چاہی مگر کچھ لوگوں نے انکار کیا جس سے مجھے اس کی توقع نہ تھی۔ اگر میں دوسرے شخص کو خلافت کے لئے یزید سے زیادہ لائق سمجھتا تو میں اسی کو خلیفہ قرار دیتا۔

حسینؑ نے جواب دیا اے معاویہ خاموش رہ اور اس معاملہ میں اس سے کوئی بہتر بات کر کیونکہ یزید سے بہتر اور بھی کوئی شخص خلافت کی انجام دہی کے لئے موجود ہے۔ اپنی ذات خاص سے بھی اور ماں باپ کی طرف سے بھی یزید سے زیادہ اچھا ہے۔ معاویہ نے کہا کیا تمہارا مدعا اپنے لئے ہے؟

حسینؑ نے کہا اگر میں اپنے لئے چاہوں تو کوئی عجیب بات نہیں کیونکہ معاویہ نے کہا سنو اس میں تو کوئی شک و شبہ نہیں کہ تیری ماں یزید کی ماں سے بہتر ہے اور تیرے باپ کو بھی جو فضیلت اور سبقت اور نزدیکی جناب رسول خدا سے حاصل ہے وہ کسی اور شخص کو میسر نہیں مگر تو اور یزید پس خدا کی قسم امت محمدی اور امور خلافت کی انجام دہی کے لئے وہ تجھ سے بہتر ہے۔

امیر المومنین نے کہا یہ بات نہیں ہے کیونکہ مجھے اپنے نانا کی امت اپنی ذات سے زیادہ عزیز ہے۔ یزید فاسق و فاجر ہے تو اسے مجھ سے اچھا بتاتا ہے۔ معاویہ نے کہا اے حسینؑ خاموش ہو۔ یزید کی نسبت ایسا نہ کہ کیونکہ اگر لوگ اس سے تیرا تذکرہ کرتے ہیں تو وہ تیری نسبت اچھے ہی خیالات ظاہر کرتا ہے۔ حسینؑ نے کہا میں جو کچھ اس کے متعلق جانتا ہوں اور وہ بھی جو کچھ میری نسبت کہتا ہے بیان کر۔ پھر چھپانا کس لئے!

معاویہ نے کہا معلوم ہو گیا اے ابا عبداللہ سلامتی سے گھر چلے جاؤ اور اپنے حال پر رحم کرو اور شامیوں سے بچتے رہنا۔ یزید کی نسبت میں نے جو کچھ تیری زبان سے سنا ہے مبادا وہ بھی سن پائیں۔ وہ تیرے باپ کے دشمن ہیں۔ حضرت حسینؑ اٹھ کر واپس چلے آئے۔ پھر معاویہ نے عبدالرحمٰن کو بلوایا اور باتیں کرنے لگا۔ عبدالرحمٰن نے معاویہ کے کہنے سے پہلے ہی کہا ہم نے تیرے کرتوت کو تیرے حوالہ کر دیا اور تو کتنے ہی اصرار سے کیوں نہ کہے کہ ہم یزید کی بیعت اختیار کر لیں بالکل بے فائدہ ہو گا۔ لیکن ہاں اس کام کو مشورہ پر چھوڑ دے۔

معاویہ نے کہا خدا کی قسم میں تجھے اور تیرے گروہ کو خوب پہچانتا ہوں میں نے تیرے لئے وہ سزا سوچ رکھی ہے جو تیرے لائق ہے اور انجام کار تو اسے بھگتے گا۔ عبدالرحمٰن نے کہا اس وقت اللہ تعالیٰ تجھے دنیا ہی میں پکڑے گا۔ اور عقبیٰ میں تجھ پر عذاب نازل کرے گا۔ معاویہ نے کہا اے خدا تو اس کا کام میرے ہاتھوں سے تمام کر پھر کہا اے شخص چلا جا اور اپنی جان پر رحم کھا۔ اور شامیوں سے ڈرتے رہنا۔ عبدالرحمٰن نے کہا ہم خدا سے بہت ڈرتے ہیں ہمیں یزید کی بیعت کے لئے کچھ نہ کہہ اور ہم سے کچھ امید نہ رکھ۔ پھر غصہ میں بھرا ہوا وہاں سے اٹھ کر واپس چلا آیا۔

اب معاویہ نے آدمی بھیج کر عبداللہ ابن عمر کو بلوایا۔ جب وہ آیا بہت عزت سے بٹھایا کہا۔ مجھے تیرا حال معلوم ہے۔ تو ہر وقت امن کا خواستگار ہے اور چاہتا ہے کہ دن سے رات اور رات سے دن آ جائے اور مجھ پر کوئی شخص امیر یا خلیفہ یا فرمانروا نہ ہو۔ لازم ہے کہ تو اس نیک خصلت پر قائم رہے اور مخالفت اختیار کر کے طرفین میں فساد نہ ڈلے۔ کیونکہ لوگوں نے یزید کی ولی عہدی کو منظور کر لیا ہے اور معاملہ خلافت اب مضبوط و مستحکم ہو چکا ہے۔ عبداللہ نے کہا تجھ سے پیشتر بھی خلیفہ ہو چکے ہیں۔ اور ان کے بیٹے بھی موجود تھے۔ اور سب کے سب تیرے بیٹے سے افضل اور بہتر مگر کسی نے

بھی اپنے بیٹے کو خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا تو بھی ایسا ہی کر۔ اور میں مخالف نہیں ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ تو نے جس کام کو کرلیا ہے میرے واسطے اسے درہم برہم کردے۔ اگر تمام آدمیوں نے تیرے بیٹے کو خلیفہ مان لیا ہے تو میں بھی مخالفت نہ کروں گا۔ اگر سب کا اتفاق نہیں ہے تو میں عبادت الٰہی کے لئے گوشہ نشین ہو چکا ہوں جس پر سب کا اتفاق ہو گا میں بھی تسلیم کرلوں گا۔ اور منجملہ اور مسلمانوں کے ایک شخص میں بھی ہوں گا۔

معاویہ نے کہا تیری بات بالکل ٹھیک ہے۔ اور واپس چلا جا اور شامیوں سے بے خوف نہ رہنا۔

اب عبداللہ ابن زبیر کو بلوایا وہ آکر بیٹھ گیا تو معاویہ نے اسے بغور دیکھ کر کہا یہ تو لومڑی ہے اگر اس کے نکلنے کے تمام سوراخ بند کر دیئے جائیں تو ایک اور نئے سوراخ سے باہر آجائے گی۔ اے زبیر کے بیٹے آگاہ ہو کہ میں نے ان تین شخصوں کو جن سے تو بھی واقف ہے بلایا ہے اور ان کی نبض پر ہاتھ رکھ کر ہر ایک کے مزاج کی کیفیت دیکھ پائی ہے تو اپنے لئے ڈر اور مخالفت سے باز رہ۔ آگاہ ہو کہ خلافت یزید کے لئے قرار دے دی گئی اور تمام انتظام ہو چکا ہے۔ عبداللہ ابن زبیر نے کہا اے معاویہ میرے دل میں کوئی مخالفت موجود نہیں مگر لازم ہے کہ تو فتنہ و فساد کی بنیاد نہ رکھ اور گزشتہ خلفاء کے طریق سنت پر چلے اس قضیہ کو اپنی وفات کے بعد مشورہ پر چھوڑ جا۔ اگر تو اس خدمت سے بیزار ہو گیا ہے تو علیحدہ ہو جا اور اپنے بیٹے کو خلافت نہ دے۔ یاد رکھ کہ خلافت رسول بہت بڑا کام ہے۔ قیامت کے دن تجھ سے دریافت کیا جائے گا کہ اس عہدہ کو کس حالت پر چھوڑا اور اپنے بعد اسے کس شخص کے حوالہ کیا۔ اس معاملہ پر دوبارہ غور کر اور اس کے آغاز اور انجام کو خوب سوچ۔

معاویہ نے کہا اے شیخ اس کلام سے باز آ۔ اور شام والوں کی طرف سے خبردار رہنا۔ کہ وہ یہ سب کچھ نہ سن پائیں۔ تو نے مجھ سے تنہائی میں کہہ لیا خیر کوئی بات نہیں میں نے برداشت کیا مگر شامی اس کی برداشت نہ کریں گے۔ اور تجھے حقیقت حال معلوم کرا دیں گے۔ عبداللہ ابن زبیر بھی وہاں سے چلا آیا۔ اس کے بعد معاویہ مکہ میں بہت عرصے تک رہا۔ قریش کے لوگوں کو انعام اور خلعت دیتا رہا۔ مگر بنی ہاشم کے ساتھ کچھ سلوک نہ کیا۔ عبداللہ ابن عباس نے اس سے کہا کہ بنی ہاشم کو محروم نہ رکھنا۔ اے معاویہ تیرے کرم و سخاوت اور عادات حسنہ سے یہ بات بہت ہی بعید ہے۔ کہ اپنی بخششوں سے بنی ہاشم کو محروم رکھے۔ اس نے کہا میں حسین سے ناراض ہوں کہ وہ میرے بیٹے سے بیعت نہیں کرتا اس لئے میں آپے سے باہر ہوں کہ بنی ہاشم کو کچھ نہ دوں۔

عبداللہ نے کہا حسینؑ کے سوا جن لوگوں نے بیعت کرلی ہے سب کے حال پر تو نے مہربانی فرمائی اور انہیں اپنے احسانات سے محروم نہ رکھنا چاہا' وہ لوگ حسینؑ جیسا مرتبہ نہیں رکھتے۔ پھر عبداللہ ابن عباس نے کہا اے معاویہ اگر تو بنی ہاشم سے اچھا سلوک نہ کرے گا اور ان کو اپنی بخششوں سے محروم رکھے گا تو میں اس معاملہ میں خاموش نہ رہوں گا۔ تیری نسبت جیسا کہنا چاہئے کہوں گا۔ لوگوں کو تیری دوستی اور بیعت سے برگشتہ کروں گا۔ معاویہ نے کہا اچھا میں بنی ہاشم کو بھی انعامات دوں گا۔ پھر ہر ایک بنی ہاشم کو بھاری اور بیش قیمت خلعت اور انعامات عطا کئے۔ سب نے لے لئے مگر حسین ابن علیؑ نے قبول نہ کیا۔ جب معاویہ مکہ سے واپس جانے لگا حکم دیا کہ خانہ کعبہ کے قریب ایک منبر نصب کریں۔ حسین ابن علیؑ عبدالرحمٰن' عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن زبیر کو بلایا۔ جب سب آگئے ان سے کہا مجھے تم سے جس قدر محبت ہے تم اس سے آگاہ ہو۔ مجھ سے جہاں تک ہو سکتا تھا تمہارے ساتھ کرم کیا اور انشاء اللہ اور بھی زیادہ حسن سلوک سے پیش آتا رہوں گا۔ یزید تمہارا بھائی ہے اور تمہارے چچا کا بیٹا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اسے خلیفہ مان لو اور انتظام خود کرو۔ اور جو کچھ تمہارا دل چاہے اور تمہاری آرزو ہو اسے عمل میں لاؤ۔

عبداللہ ابن زبیر نے کہا معاویہ تین کاموں میں سے ایک کر۔ اگر جناب رسول خداؐ کے طریق پر چلنا منظور ہو تو حضرت نے کسی شخص کو خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا یہاں تک کہ دار فانی سے انتقام فرمایا۔ آپ کے بعد صحابہ نے مشورہ کرکے ابوبکر کو خلافت دی۔ تو آرام سے حکومت کا کام انجام دیئے جا۔ جب تو انتقال کر جائے گا لوگ خود دیکھ لیں گے اور جسے مناسب سمجھیں گے خلیفہ مقرر کر لیں گے۔ معاویہ نے کہا میں ایسا نہ کروں گا۔ کیونکہ میں تم میں ایک بھی ابوبکر نہیں دیکھتا۔ اور تمہاری مخالفت سے ڈرتا ہوں۔ عبداللہ بن زبیر نے کہا اگر یہ منظور نہیں تو ابوبکر کا طریق اختیار کر۔ اگرچہ اس کے بیٹے اور رشتہ دار موجود تھے اور سب خلافت کے لائق تھے مگر اس نے ان میں سے کسی شخص کو خلافت نہ دی۔ بلکہ ایک مضبوط قریشی یعنی عمر ابن خطاب کو خلیفہ بنا لیا۔ تو بھی ایسا ہی کر اور اپنے اقربا یعنی عبد شمس کی اولاد میں سے کسی کو خلیفہ نہ کر۔ اگر تو اس بات کو بھی نہیں مانتا تو جیسا عمر بن الخطاب نے کیا کہ خلافت کو مشورہ پر چھوڑ دیا۔ اور نامور صحابیوں میں چھ اشخاص کو مخصوص کر دیا کہ ان میں سے کسی ایک شخص کو باہمی مشورہ سے خلیفہ بنا لیں۔ چنانچہ لوگوں نے جیسا مناسب سمجھا اس منصب کا انتظام عثمان کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور عمر بھی فرزند اور رشتہ دار رکھتا تھا جو خلافت کے لائق تھے مگر اس نے بھی ان میں سے خلیفہ کسی کو مقرر نہ کیا تھا۔ تو بھی نہ کر اور اس کام کو مشورہ پر چھوڑ دے۔ معاویہ نے کہا میں نے تیری تینوں تجویزیں سن لیں اور سمجھ لیا کہ ان کے علاوہ کچھ اور ہی منظور ہے۔ عبداللہ نے کہا یہ غلط بات ہے تو ان صورتوں میں سے ایک اختیار کر لے۔ معاویہ نے حضرت امام حسین بن علیؑ عبداللہ ابن عمر اور عبدالرحمٰن کی طرف مخاطب ہو کر کہا تم کیا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا ہم بھی یہی چاہتے ہیں جو عبداللہ ابن زبیر کہہ رہا ہے۔ معاویہ نے کہا میرا ارادہ ہے کہ واپس جاؤں مگر جانے سے پیشتر چاہتا ہوں کہ بر سر منبر کچھ مدعا ظاہر کروں۔ اور لوگوں کو نصیحت کروں۔ تمام لوگوں میں عقلمند وہی ہے جو اپنے آپ کو محفوظ رکھے اور ہماری طرف سے خوف و خطر سے بچے۔ میں تمہیں شامیوں کی طرف سے ڈراتا ہوں انجام بخیر ہو پھر سب اٹھ کر چلے گئے۔

معاویہ نے دوسرے دن مسجد میں آ کر لوگوں کو طلب کیا۔ جب سب آ گئے تو منبر پر جا کر خدا تعالیٰ کی حمد بیان کرنے لگا اور جناب رسول خداؐ پر درود بھیج کر پند و نصیحت شروع کی اور آہستہ آہستہ اپنے مطلب پر آ گیا۔ اور کہا میں ان لوگوں سے طرح طرح کی باتیں سن رہا ہوں۔ مگر ان کا کچھ اعتبار نہیں۔ کل میں نے سنا کچھ آدمی آپس میں کہہ رہے تھے کہ حسین ابن علیؑ عبدالرحمٰن بن ابی بکر عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن زبیر یزید سے خوش نہیں ہیں اور اس کی بیعت اختیار نہیں کرتے۔ ان کی اس بات سے بہت تعجب ہوا۔ یہ چاروں ممتاز اور بزرگوں کے فرزند اور مسلمانوں کے سردار ہیں۔ میں نے ان کو بلا کر یزید کی بیعت کا ذکر کیا۔ انہوں نے لطف و کرم فرمایا اور یزید کی بیعت اختیار کر لی۔ چنانچہ میں ان کے روبرو یہ بات کہہ رہا ہوں اگر کسی کو شک و شبہ ہو کھڑا ہو کر یقین حاصل کر لے کہ ان بزرگ زادوں نے یزید سے بیعت کر لی ہے اور اس کے ساتھی بن گئے ہیں۔

شام کے امراء اور سردار جو اس جلسہ میں موجود تھے تلواریں سونت کر بولے اے امیر تو ان چاروں کی تعریفیں کب تک کیئے جائے گا اور کب تک ان کو بڑھاتا چڑھاتا رہے گا وہ اس قدر عظمت والے نہیں ہیں۔ ہمیں اجازت دے کہ ابھی ان کے سر قلم کر دیں۔ اگر انہوں نے سب کے سامنے یزید کی بیعت مان لی تو بہتر ورنہ ہم پوشیدہ بیعت کر لینے سے خوش نہیں ہیں۔ یزید کا کام مستقل اور مستحکم ہو چکا ہے اور خدا کا شکر ہے عظمت و غلبہ بدرجہ کمال حاصل ہے۔ پھر ان چار آدمیوں کی کیا ضرورت ہے حکم دے تو ہم ان چاروں کو قتل کر دیں۔

معاویہ نے کہا چپ رہو اور تلواریں میان میں رکھ لو۔ سبحان اللہ تم لوگ شر اور فساد کے لئے کس قدر مستعد اور خونریزی

پر تلے ہوئے ہو۔ خدا سے ڈرو اور اے شام والو تم فتنہ برپا کرنا چاہتے ہو۔ ان کا قتل کرنا بڑا اہم کام ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بنیادوں کو برباد کرنا اچھا نہیں اور اس کا بدلہ لیا جائے گا۔
غرض اسی طرح ان کو سمجھا کر حکم دیا کہ تلواریں میان میں رکھ لو۔ اب شام کے امیروں نے اپنی تلواریں میان میں کر لیں اور وہ جوش و خروش جاتا رہا۔
حسین ابن علیؑ اور وہ تینوں شخص حیران تھے اور کچھ کہہ نہ سکتے تھے سوچتے اگر یہ کہتے ہیں کہ ہم نے بیعت نہیں کی تو ابھی مارے جاتے ہیں۔ اور بہت بڑا فساد پھیل جائے گا۔ خاموش ہو رہے اور کچھ نہ بولے۔ معاویہ بھی منبر سے اتر آیا اور لوگ چلے گئے۔ سب نے یہی خیال کیا کہ ان چاروں بزرگوں نے بھی بیعت کر لی ہے۔ اور اس کی خلافت پر راضی ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد بڑی شان و تجمل سے لشکر لے کر مراجعت کی مکہ کے لوگ ان چاروں کے پاس آئے اور ملامت کرنے لگے کہ پہلے دن تمہیں معاویہ نے بلا کر یزید کی بیعت کے لئے کہا تھا مگر تم راضی نہ ہوئے پھر پوشیدہ طور پر بیعت کر لی ہمیں تمہاری اس بات سے بڑا تعجب ہے۔ حسین ابن علی نے فرمایا ہم نے یزید کی بیعت نہیں کی نہ ظاہر میں نہ پوشیدہ میں لیکن معاویہ نے دھوکا دیا ہے اور اس نے گزشتہ روز جو منبر پر بیٹھ کر کہا اور شامیوں نے سرکشی کی راہ سے تلواریں سونت لیں ہم یہ حال دیکھ کر جھجک گئے۔ اور کچھ نہ بولے کہ ابھی فساد برپا نہ ہو جائے۔ یہی بات سچ ہے لوگوں کو معاویہ کی مکاری کا حال معلوم ہو گیا سب کو بڑا تعجب ہوا۔
الغرض معاویہ نے واپسی پر ابو موضع میں قیام کیا۔ شب کے وقت رفع حاجت کے لئے خیمہ سے نکلا قریب ہی پانی بھرنے کا ایک کنواں تھا معاویہ اس کے اندر جھانکنے لگا۔ وہاں سے بخارات اٹھ کر اس کے چہرے کو لگے جن سے مرض لقوہ لاحق ہو گیا۔ بہ مشکل تمام اپنے خیمے میں واپس آیا اور بستر پر لیٹ گیا۔ دوسرے دن لوگوں کو خبر ہوئی۔ جوق در جوق عیادت کے لئے آنے شروع ہوئے معاویہ نے کہا انسان کی بیماریاں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک گناہوں کے سبب جبکہ اللہ تعالیٰ گناہگاروں کو ان کے گناہوں کے عوض عقوبت میں مبتلا کرتا ہے۔ تاکہ اور لوگ اس کا حال دیکھ کر عبرت پکڑیں اور گناہوں سے بچیں۔
دوسری قسم اللہ تعالیٰ کی عنایات میں شامل ہے کہ چند روز بیمار رہ کر اور تکلیف اٹھا کر داخل ثواب ہو جائیں۔ آج میں بیماری میں مبتلا ہوں اور ایک عضو میرا بیکار ہو گیا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اور اعضاء صحیح ہیں۔ اگر میں چند روز بیمار رہوں تو وہ تندرستی کے مقابلے میں بہت کم ہیں۔ اور صحت کا زمانہ زیادہ۔ اب مجھے خدا سے کسی چیز کی تمنا نہیں رہی کیونکہ اس نے مجھ پر بے انتہا مہربانیاں اور بخششیں نازل فرمائیں کہ ان کی تفصیل نہیں کر سکتا۔ بے حد دولت و نعمت کے ساتھ عمر دراز عطا کی یہاں تک کہ آج ستر سال کی عمر میں مجھے یہ عارضہ لاحق ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت مسلمانوں پر نازل فرمائے۔ میرے حق میں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ صحت و تندرستی عطا کرے۔ جس قدر آدمی وہاں موجود تھے سب نے اس کی بحالی صحت کے لئے دعا کی پھر اس کے پاس سے باہر چلے آئے۔ جب معاویہ تنہا رہ گیا تو بہت گھبرایا اور رونے لگا۔ اسی وقت مروان پہنچا اور بولا اے امیر تو روتا کیوں ہے؟ کہا اس لئے کہ اتنی بات ہے کہ میں بہت سے کام نہ کر سکا اس سبب سے افسردہ ہوں اور جو گناہ مجھ سے سرزد ہوئے ہیں ان کا افسوس آتا ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ یہ بیماری ایک ایسے عضو پر لاحق ہوئی ہے جو ہمیشہ کھلا رہتا ہے اور تمام اعضاء سے زیادہ اچھا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ علی ابن ابی طالبؑ کی خلافت چھین لینے اور اس کے صحابیوں حجر بن عدی وغیرہ کے قتل کرنے کے بدلے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس میں مبتلا نہ کیا ہو۔ یہ تمام مصیبتیں یزید کی محبت کے سبب اٹھا رہا ہوں۔ اگر میرے دل میں اس کی محبت غالب نہ ہوتی تو میں راہ راست

پر چلتا۔ اور اپنی بھلائی کا راستہ اختیار کرتا۔ مگر یزید کی محبت نے مجھے اس روش پر چلنے اور جنگ و جدل پر مجبور کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ آج دشمن قہقہ لگا رہا ہے اور دوست روتے ہیں اسی طرح کی اور چند باتیں کہہ کر وہاں سے کوچ کا حکم دیا۔ سفر کرتے ہوئے شام میں داخل ہوئے اور اپنے گھر میں قیام کیا اب عارضہ نے ترقی پا کر غلبہ کیا۔ راتوں کو پریشان خواب دیکھتا اور خوفزدہ ہوتا۔ کبھی بڑبڑانے لگتا۔ پانی پیتا پھر بھی پیاس نہ بجھتی۔ ہر دفعہ بے ہوش ہو جاتا اور جب ہوش آتا چیخ چیخ کر کہتا تھا اے حجر بن عدی اور اے عمر بن حمق مجھے کیا ہو گیا تھا کہ تمہارے ساتھ اس طرح پیش آیا اور اے ابو طالب کے بیٹے میں نے تمہاری مخالفت کیوں اختیار کی تھی۔ اے میرے سردار اگر تو مجھے عذاب میں مبتلا کرے تو میں اس کا مستحق ہوں اور اگر مجھے معاف کر دے اور بخش دے تو تو خداوند رحیم و کریم ہے۔ معاویہ اسی حالت میں صاحب فراش تھا۔ اور یزید اس کے پاس سے دم بھر کے لئے جدا نہ ہوتا تھا۔ ایک دفعہ اسی بیقراری میں غشی طاری ہوئی ایک قریشی عورت پاس تھی بولی امیر معاویہ مرگیا۔ معاویہ نے آنکھ کھول دی اور بولا:

و ان مات مات الجود القطع الذی من الناس الا من قلیل بنصرہ پھر ہاتھ مار کر اور گلے کا تعویذ توڑ کر پھینک اور یہ شعر پڑھا۔

و اذ المیتہ انشبہت اظفار ھا　　　الفتیکل بھمتہ الا ینفع

اسی اثناء میں یزید نے کہا اے امیر اپنی زبان سے کچھ کہہ اور مجھ سے بیعت کر کہ سب سن لیں کیونکہ اب یہی امر مناسب ہے۔ مبادا تیرا حال دگرگوں ہو جائے اور میرا معاملہ تیرے ہاتھ سے ناتمام رہ جائے اور میں آل ابو تراب کے ہاتھوں تکلیف اٹھاؤں۔ معاویہ یہ باتیں سنتا رہا اور خاموش تھا۔ دوسرے روز بدھ کا دن تھا۔ آدمی بھیج کر اپنے تمام دوستوں اور امیروں اور سرداروں کو طلب کیا۔ جب سب آ گئے دربان سے کہا جو شخص اندر آئے اسے آنے سے نہ روکے۔ جب لوگوں نے سنا کہ معاویہ کے پاس جانے کی ممانعت نہیں رہی آ آ کر معاویہ کو سلام کرتے اور اسے سخت بیمار دیکھ کر واپس چلے جاتے تھے۔ ضحاک بن قیس کے پاس جو معاویہ کا نائب اور شام کا کوتوال تھا بیٹھ کر روتے اور کہتے امیر سخت بیمار ہو گیا وہ اس مرض سے زندہ نہ رہے گا۔ پھر اس کے بعد کون خلیفہ ہو گا۔ تو پسند کرتا ہے کہ آل ابو سفیان کے خاندان سے خلافت نکل کر آل ابو تراب کے ہاتھ میں جا پڑے۔ ہم یہ بات گوارا نہیں کر سکتے بہت سے آدمی ضحاک بن قیس اور مسلم بن عتبہ مزنی کے پاس جمع ہو گئے کہا تم دونوں معاویہ کے خاص دوست اور راز دار ہو۔ اس کی حالت اب اس درجہ کو پہنچ گئی ہے جسے تم بھی دیکھ رہے ہو۔ مناسب ہے کہ دونوں اس کے پاس جاؤ اور ضرورت ہو تو اسے سمجھاؤ اور کہو کہ خلافت اپنے بیٹے یزید کے حوالے کر جائے ہم سب اسی کے آرزو مند ہیں۔ ضحاک اور مسلم دونوں نے معاویہ کے پاس جا کر سلام کیا۔ آج امیر کا مزاج کیسا ہے کچھ آرام ہے۔ معاویہ نے کہا بڑے بڑے گناہوں کے بوجھ سے دبا ہوا ہوں اور ان کے معاوضہ میں اللہ کے عذاب سے ڈر رہا ہوں۔ اور اس کی رحمت کا امیدوار ہوں۔ ضحاک نے کہا اے امیر ایک امر کہنا ہے۔ تمام لوگ امیر کو سخت بیمار دیکھ کر رنجیدہ ہیں۔ اور بہت ہراساں ہو گئے ہیں۔ قریب ہے کہ اختلاف پیدا ہو جائے حالانکہ ابھی امیر زندہ ہے۔ لیکن موجودہ حالت میں معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آ گیا تو پھر کیا ہو گا۔

اس کے بعد مسلم نے کہا اے امیر تمام لوگوں کا دل یزید کی طرف راغب ہے۔ سب اسے پسند کرتے ہیں۔ تم کو اس معاملہ میں پس و پیش ہے کسے معلوم کہ تمہاری بیماری کا انجام کیا ہو۔ مصلحت یہی ہے کہ بیماری کی زیادتی سے پہلے اور زبان بند ہونے سے قبل تو یزید سے بیعت کر لے اور اس کی خلافت کو مستحکم کر دے۔ معاویہ نے کہا اے مسلم تو سچ کہتا ہے میں ہمیشہ سے اس بات کا خواہشمند رہا ہوں کہ میرے بعد یزید خلیفہ ہو۔ کاش قیامت تک خلافت میرے خاندان میں چلتی

رہے۔ ابوتراب کی اولاد کو میری اولاد پر دسترس نہ ہو مگر آج بدھ کا دن ہے یہ کام کیونکر کیا جائے کیونکہ جو کام بدھ کے دن کیا جاتا ہے اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ کل تک انتظار کرو کہ تھوڑی قوت آجائے گی تو اس کام کو پورا کر دوں گا۔ ضحاک و مسلم نے کہا لوگ جمع ہیں اور امیر کے دروازے پر کھڑے ہیں جب تک تو یزید سے بیعت نہ کر لے جانے سے انکار کرتے ہیں۔ معاویہ نے کہا جو لوگ باہر ہیں انہیں اندر آنے کی اجازت دے۔ ضحاک اور مسلم نے باہر آکر سرداران شام میں سے ستر آدمی منتخب کئے اور معاویہ کے پاس لے گئے۔ انہوں نے اندر آکر معاویہ کو سلام کیا۔ معاویہ نے بہت کمزور آواز سے جواب سلام دے کر کہا۔ اے شام والو تم مجھ سے راضی ہو؟ سب نے کہا ہاں بہت ہی راضی ہیں۔ اور شکرگزار ہیں کہ ہم پر اور شام کے عوام الناس پر بھی تو نے بڑی شفقتیں اور مہربانیاں فرمائیں اور بڑے بڑے احسان کئے ہیں۔ اور قیمتی انعامات دیئے ہیں۔ اسی قسم کی اور بہت کچھ تعریفیں کیں۔ جناب امیرالمومنینؑ کی نسبت برے کلمے کہہ کر اپنے منہ اور سروں پر نحوست کی خاک ڈالی۔ نفس رسول کو نازیبا باتیں کہیں۔ معاویہ اور یزید کے خوش کرنے کے لئے عقبیٰ کے عوض دنیا کو اختیار کیا۔ کہا علی ابن ابی طالبؑ نے لشکر کشی کر کے ہمارے بہت سے آدمی قتل اور ہمارا ملک خراب کر ڈالا تھا ہمیں اس کی اولاد کو خلیفہ نہ بنانا چاہیے۔ ہماری عین آرزو ہے کہ یزید خلیفہ بنے۔ ہم سب اس بات پر متفق ہیں۔ اگر ہماری جانیں بھی اس معاملہ میں جاتی رہیں گی تب بھی ہم ذرا پس و پیش نہ کریں گے۔ معاویہ یہ باتیں سن کر خوش ہوا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور دربان کو حکم دیا کہ سب آدمیوں کو بلا لاؤ۔ وہ جا کر بلا لایا۔ بے شمار آدمی گھر میں داخل ہوئے۔ معاویہ نے کہا اے لوگو آگاہ رہو کہ دنیا کا انجام زوال ہے۔ اور آدمی کی عمر کا نتیجہ موت۔ تم آج مجھے اس قدر کمزور دیکھتے ہو اب چند سانسوں سے زیادہ زندگی باقی نہیں ہے۔ مجھے تمہارا بہت خیال ہے۔ جس کو تم کہو خلیفہ مقرر کر جاؤں اور اس منصب کا بوجھ اس کی گردن پر رکھ جاؤں۔ سب نے بہ آواز بلند کہا ہم یزید کے سوا کسی کو خلیفہ بنانا نہیں چاہتے۔ معاویہ نے انہیں اس بات پر زیادہ مصر دیکھ کر ضحاک سے کہا یزید سے بیعت کر۔ اس نے بیعت کی۔ اس کے بعد مسلم بن عقبہ نے اور پھر سب نے بیعت کی یہاں تک کہ تمام آدمی یزید کی بیعت میں داخل ہو کر چلے گئے۔

اب معاویہ نے یزید سے کہا خلافت کا لباس پہن لے۔ اس نے وہ لباس پہنا۔ معاویہ کی دستار سر پر زرہ بدن پر اور انگوٹھی انگلی میں پہنی۔ عثمان کا وہ خون آلود کرتہ جسے وہ پہنے ہوئے قتل ہوا تھا زرہ کے اوپر پہنا اور باپ کی تلوار کمر میں باندھ کر مسجد میں آیا۔ منبر پر بیٹھ کر خطبہ پڑھا اور دن ڈھلے تک منبر پر سے نہ اترا۔ ہر قسم کی باتیں کرتا رہا۔ پھر باقی ماندہ اہل شام نے بھی اس کی بیعت کی۔ اب شام کے وقت منبر سے اتر کر باپ کے پاس پہنچا' دیکھا وہ نزع کی حالت میں بے چین ہے۔ ہوش و حواس رخصت ہو چکے ہیں۔ پھر پہر رات گزری ہوگی کہ آنکھیں کھول دیں۔ ہوش آیا تو بیٹے کو اپنے سرہانے موجود پایا پوچھا اے پسر تو نے کیا کیا۔ اس نے کہا مسجد پہنچ کر منبر پر بیٹھ کر خطبہ پڑھا۔ تمام آدمیوں نے بہ طیب خاطر اور دلی خواہش سے مجھ سے بیعت کی اور شاد شاد واپس چلے گئے۔ معاویہ نے ضحاک اور مسلم کو طلب کیا اور کہا سرہانے سے کاغذ نکالو۔ یہ وصیت نامہ تھا۔ ضحاک نے پڑھنا شروع کیا۔

یزید کے نام معاویہ کا وصیت نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ عہد نامہ معاویہ ابن سفیان کی طرف سے اپنے بیٹے یزید کے ساتھ اور وہ اس کے ساتھ خلافت کے لئے بیعت کرتا اور عہدہ خلافت اس کے حوالہ کرتا ہے۔ بایں شرط کہ وہ عدل و انصاف کے طریقے پر چلے۔ میں اسے

خلافت دیتا اور امیر لقب دیتا ہوں اور حکم دیتا ہوں کہ یزید انصاف کرنے والوں اور صاحبان تسلیم و رضا کی خصلتوں پر قائم رہے۔ مجرموں اور خطا کاروں کو ان کی خطاؤں کے موافق سزا دے' ظالموں اور امن پسندوں کو اچھی طرح رکھے۔ ان کے حال پر احسان اور شفقت کرتا رہے۔ عوام الناس اور عربی قبیلوں میں خاص کر قبیلہ قریش پر رعایت کرنی لازم سمجھے اور دوستوں کے قاتلوں کو اپنے پاس سے دور رکھے۔ مظلوم مقتول یعنی عثمان کی اولاد کو اپنے پاس رکھے انہیں آل ابو تراب پر ترجیح دیتا رہے۔ بنی امیہ و آل عبدالشمس کو بنی ہاشم اور دوسرے شخصوں سے مقدم رکھے۔ اور جو شخص اس عہد نامہ کو پڑھے اپنے امیر یزید کی اطاعت و فرمانبرداری کرے پس اس پر مرحبا اور شاباش ہے اور جو شخص اس سے منحرف ہو اور انکار کرے اس کے واسطے اجازت ہے کہ تلوار سے اس کی خبر لی جائے اور انہیں قتل کریں۔ جب تک کہ یزید کی خلافت اور امارت کا اقرار نہ کریں اور مطیع و فرمانبردار نہ ہو جائیں۔ جس شخص کے ہاتھ میں یہ کاغذ ہو اور وہ اسے قبول کرے اس پر سلام ہو۔ پھر اس عہد نامہ کو لپیٹ کر اور اس پر مہر کرکے ضحاک کے حوالہ کر دیا۔ کہ کل صبح کے وقت منبر پر بیٹھ کر اور اس کاغذ کو کھول کر تمام آدمیوں کے سامنے اس طرح پڑھ کر سنا دے کہ سب چھوٹے بڑے ادنیٰ اور اعلیٰ سنیں۔ ضحاک نے کہا میں یہی کروں گا۔

پھر معاویہ نے یزید کی طرف مخاطب ہو کر کہا اے بیٹے تو امت کے ساتھ کس طرح پیش آئے گا۔ اور کس خصلت کے ساتھ عمر بسر کرے گا۔ آیا ابوبکر کے طریق پر چلے گا یا نہیں۔ یزید نے جواب دیا۔ مجھ سے ابوبکر کے طریق پر نہ چلا جائے گا مگر مجھ سے جس طرح ہو سکے گا اس طریق سے خلقت کے ساتھ پیش آؤں گا۔ معاویہ نے کہا اے بیٹے کیا تو لوگوں کے ساتھ عمر ابن خطاب کے طریقے اور خصلت سے برتاؤ کرے گا۔ عمر نے شہروں کو فتح کیا اور آباد کیا اور خدا کی راہ میں معرکہ آرا ہوا ہے اور فتوحات حاصل کی ہیں۔ جب دنیا سے گیا تو سب آدمی اس سے خوش تھے۔ اور وہ ان سے راضی تھا۔ یزید نے کہا میں اپنی بات کہہ چکا ہوں مجھ سے یہ نہ ہو سکے گا کہ عمر بن خطاب کی سیرت پر چلوں مگر اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سنت رسول خداؐ کے موافق لوگوں سے برتاؤ رکھوں گا۔

معاویہ نے کہا اپنے چچا زاد بھائی عثمان کے طریق کو اختیار کرے گا۔ جس نے اپنی زندگی میں خوب لطف اٹھائے اور اپنے عزیزوں قریبوں کو بیت المال کے روپے سے مالا مال کر دیا اور بے شمار مال بخشا اور اپنی اولاد کے واسطے بے حد میراث چھوڑ گیا اور بنی ہاشم کو بے حد ذلیل اور خراب حالت میں رکھا۔ یزید نے جواب دیا میں اپنی بات کہہ چکا اور جو اصلیت تھی بیان کر دی کہ مجھ میں جیسی طاقت اور قدرت ہو گی اس طریق پر چلوں گا اور فرمان الٰہی اور سنت رسول کو اپنی حد نظر رکھوں گا۔

معاویہ نے اس کا جواب سن کر ایک سرد آہ بھری اور کہا اے بیٹے میں نے تیری محبت میں دنیا کو عقبیٰ کے عوض اختیار کیا اور علی ابن ابی طالبؑ کا حق چھین لیا۔ گناہ کا بوجھ اپنی پشت پر رکھا میں نے صرف تیرے لئے اپنی عاقبت خراب کر ڈالی۔ میں ڈرتا ہوں کہ تو میری نصیحت کو نہ مانے گا۔ اپنی قوم کو ہلاک کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے گناہوں کا مرتکب ہو گا۔ حرم کے رہنے والوں سے لڑے گا اور انہیں بے خطا قتل کرے گا۔ اور اس سبب سے تو اپنی عمر سے بھی بہرہ ور نہ ہو گا کوئی راحت اور لذت نہ پائے گا۔ اور اس دنیا سے تو خسر الدنیا و الاخرہ کے مصداق رحلت کر جائے گا۔ میں نے پدری محبت کے سبب کوئی بات اٹھا نہ رکھی۔ مال اور ملک حاصل کر کے تیرے اور تیری اولاد کے لئے چھوڑا۔ اگر تجھ میں کچھ عقل ہے تو اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو بچانا۔ میں اپنا کام کر چکا ہوں بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ۔ آئندہ تجھے اختیار ہے۔ میں تجھے اس وقت نصیحت کرتا ہوں اگر تو مان لے گا اور میری فہمائش کے مطابق کاربند ہو گا تو تیرا آغاز و انجام نیک ہو

گا۔ شکر خدا کہ تو مستقل ارادہ اور اچھی سمجھ والا ہے۔ جب تو اپنے دشمنوں کے مقابلے کے لئے میدان جنگ میں نکلے تو شیر کی طرح دلیر رہنا نہ کہ لومڑی کی طرح ڈرپوک۔ اب تجھے مال و دولت جمع کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ جس قدر جی چاہے خرچ کر۔ میں نے کوشش بلیغ سے بے شمار اشرفیاں اور جواہرات اور قیمتی سامان جمع کر دیئے ہیں۔ اب وہ تجھے دے کر دنیا سے خالی ہاتھ جاتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ نے تجھے تیز طبیعت اور اعلیٰ لیاقت اور ابتداء انجام بینی کی عقل عطا کی ہے۔ دل لگا کر ان اوصاف کو اپنے اپنے محل اور موقع پر برتنا میں نے ایسے زمانہ میں جس سے تو بھی واقف ہے علم اور حلم سے کام لیا ہے۔ اور دلیران عرب کے سرکاٹ کر ان کے پاؤں پر گرا دیئے ہیں۔ اور ایسے شہروں کو جو مضبوطی اور استحکام میں اپنا مثل نہ رکھتے تھے۔ مخصوص شیریں کلامی اور حسن اخلاق سے فتح کر لئے ہیں۔ اکثر دشمنوں کو بے حد بخشش اور احسانوں سے اپنا ہوا خواہ بنا لیا ہے۔ میں نے تمام دنیا سے موافقت رکھی۔ مگر کسی نے میرے راز کو نہ جانا۔ تو میرے علم تواضع اور مروت و سخاوت کے ڈھنگ سے واقف ہے اسی طریق پر چلنا اور جو امور سہل ہوں انہیں اختیار کرنا۔ مشکلات کو نہ چھیڑنا کیونکہ سہولت کی رفتار سے مشکل کام بھی حل ہو جاتے ہیں۔ خبردار اللہ تعالیٰ کی خلافت سعادت مندی کے ساتھ روئے زمین پر کرنا آسان نہیں ہے اور تو اس سے عہدہ برآنہ ہو سکے گا۔ مگر تین باتوں کے ذریعے ممکن ہے۔ حوصلہ کو بڑھا ہوا' ہاتھ بخشش کے لئے کشادہ اور عادتیں نیک رکھنا۔ تین باتوں کا خیال رکھنا ظاہری باتوں کا علم' عمدہ امور کا مشاہدہ اور کشادہ پیشانی رہنا۔

ان چھ کے علاوہ دس باتیں اور بھی ہیں۔ صبر' دانائی' وقار' غلبہ' مرت' سخاوت' بہادری' رعب و داب' رعایا کی بات کو رغبت سے سننا اور کسی قسم کی پسندیدہ یا ناگوار بات کہی جائے تو اس پر عمل کرنا۔ میرے بیٹے تو خوب جانتا ہے کہ خلافت کے معاملہ میں میرا یہ نقشہ تھا جیسا کوئی بھوکا بھی ہو اور پیٹ بھرا بھی۔ صبح اٹھ کر خلافت کے کام انجام دینا اور تحصیل کے لئے بے صبر رہنا اور جب رات کو شب خوابی کا لباس پہنتا تو اور بھی بے صبر رہتا مگر کبھی کبھی غمگین ہوتا اور مایوس ہو جاتا تاہم ہر حالت میں کوشش کو جاری رکھتا۔ تکلیفوں کو جھیلتا۔ مروت کا برتاؤ قائم رکھتا۔ ہر معاملہ میں بردباری اور تواضع سے کام لیتا یہاں تک کہ تمام آدمیوں کو اپنی ذات سے رضامند کر لیا۔ وہ سب میرے خیر خواہ اور مطیع و فرمانبردار ہو گئے۔

اے بیٹے اس دنیا کی حلال چیزوں پر قناعت کرنا اور حرام باتوں کے پاس نہ جانا۔ رعیت کے ساتھ عدل و انصاف سے پیش آنا۔ میں خلافت کے معاملہ میں تیری طرف سے چاروں قریشی شخصوں سے ڈرتا ہوں یعنی ابوبکر کے بیٹے عبدالرحمٰن' عمر بن خطاب کے فرزند عبداللہ' عبداللہ ابن زبیر اور حسین بن علی بن ابی طالبؑ سے۔ مگر ابوبکر کا بیٹا ایسا شخص ہے جو ہمہ تن عورتوں کی صحبت میں مشغول رہتا ہے۔ اپنے دوستوں کو جو کام کرتے دیکھتا ہے۔ وہی خود کرنے لگتا ہے۔ عورتوں کی صحبت سے سیر نہیں ہوتا۔ اسے تو چھوڑ دے۔ جس حال میں ہے اسی میں رہنے دے۔ کوئی اعتراض نہ کر کیونکہ تو نے اس کے باپ کے حالات بزرگی و فضیلت سنے ہوئے ہیں۔ باپ کی وجہ سے بیٹے کا خبر گیراں رہ۔ اس کے ساتھ رعایت سے پیش آ۔ اور عبداللہ ابن عمر تو بہت ہی نیک بخت شخص ہے۔ لوگوں سے گھبراتا خدا تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتا ہے۔ اس نے دنیا کو ترک کر دیا ہے۔ باپ کی طرح بے آزار شخص ہے۔ جس وقت تو اس سے میرا سلام کہنا مہربانی سے پیش آنا اور گرانبہا عطیے دیتے رہنا۔

رہا عبداللہ ابن زبیر میں تیرے حق میں اس کی طرف سے بہت ہی ڈرتا ہوں۔ کیونکہ وہ بہت ہی مکار' فریبی اور رائے کا کمزور آدمی ہے۔ اس کے قول و فعل کا اعتبار نہیں۔ مردوں کی طرح اپنی بات اور ارادہ کا پورا نہیں۔ کبھی تیرے مقابلے پر شیر کی طرح جھپٹے گا کبھی لومڑی کی طرح ایسا دھوکا دے گا کہ تو حیران رہ جائے گا۔ اس سے اس طرح مسلوک ہونا جس

طرح وہ پیش آئے۔ اگر وہ تیری دوستی کی خواہش کر کے مطیع و فرمانبردار ہو جائے تو اس کے ساتھ عمدہ سلوک کرنا۔ ہاں حسین ابن علیؑ افسوس میں اس کی نسبت کیا کہوں۔ ہرگز ہرگز تو اسے نہ ستانا جہاں چاہے جائے اور رہے تو کسی امر سے نہ روکنا۔ مگر کبھی کبھی تاکید و تنبیہہ کرتے رہنا۔ ہرگز اس پر تلوار نہ اٹھانا۔ اور اس سے نہ لڑنا۔ جہاں تک ہو سکے اس کی عزت و حرمت کو قائم رکھنا۔ جب کبھی اہل بیتؑ میں سے کوئی شخص تیرے پاس آئے تو اسے بہت سا مال دولت دے کر خوش کر کے واپس بھیجنا وہ ایسے خاندان کے لوگ ہیں جو اعلیٰ مرتبہ اور حرمت ہی کے ساتھ زندگانی بسر کر سکتے ہیں۔ اے بیٹا ہرگز ایسا نہ کرنا کہ حسینؑ کا خون اپنی گردن پر لے کر خدا کے سامنے جائے ورنہ تو برباد ہو جائے گا۔ ہرگز ہرگز حسینؑ کو کسی قسم کی تکلیف ایذا نہ دینا کیونکہ وہ جناب رسولؐ کا فرزند ہے۔ تو رسول خداؐ کا حق ملحوظ خاطر رکھنا اے بیٹے خدا کی قسم تو نے دیکھا اور سنا ہو گا کہ میں اپنے روبرو حسینؑ کی کیسی کیسی باتوں کو سن کر عمل کرتا تھا۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ وہ رسول خدا کا فرزند ہے۔

اس معاملہ میں جو کچھ مجھے سمجھانا واجب تھا سمجھا چکا تجھ پر حجت قائم کر دی۔ پھر معاویہ نے ضحاک کی طرف مخاطب ہو کر کہا تم دونوں اس بات کے گواہ رہنا جو میں نے یزید سے کہی ہے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر حسینؑ دنیا کی بہتر سے بہتر چیز مجھ سے لے اور مجھ سے بہت ہی بری طرح پیش آئے تب بھی میں برداشت ہی کروں گا اور وہ شخص نہ ہوں گا کہ اس کا خون گردن پہ لے کر خدا کے سامنے جاؤں۔ اے بیٹے تو نے میری وصیت سن لی اور سمجھ لی؟ یزید نے جواب دیا ہاں۔

پھر معاویہ نے کہا کوفہ اور مدینہ والوں کی رعایت مدنظر رکھنا کیونکہ وہ تیری جڑ اور شاخ ہیں وہاں کا جو شخص تیرے پاس آئے ان پر مہربانی کرنا اور زر و مال دینا جو شخص حاضر نہ ہو اسے نہ ڈرانا۔ یہ بھی یاد رکھ کہ عراق والے تجھے ہرگز ہرگز اچھا نہ سمجھیں گے نہ تیرے خیر خواہ ہوں گے۔ یاد رکھ وہ ایسے ہیں اور تو ان پر مہربانی کرتا رہیو۔ اگر تجھ سے ہر روز ایک نئے حاکم اور امیر کے تقرر کا مطالبہ کرتے رہیں تو پہلے کو معزول اور نئے کو مقرر کرتے رہنا۔ کیونکہ کسی عامل کو علیحدہ کر دینا ہزار آدمیوں کو تلوار سے مار ڈالنے یا اپنے برابر کھڑا ہوا دیکھنے سے زیادہ آسان ہے۔

اے بیٹے شام والوں کے حال پر بہت مہربان رہنا۔ وہ ظاہر و باطن دونوں حالتوں میں تیرے ہوا خواہ ہیں۔ میں نے ان کو بہت دفعہ آزما لیا ہے۔ من چلے بہادر ہیں۔ اگر تجھے کوئی مہم درپیش آئے گی اور لڑنا پڑے گا تو شامی لشکر پر بھروسہ رکھنا۔ جب میدان جنگ سے واپس آئے تو انہیں خلعت و انعام عطا کرنا۔ اس کے بعد معاویہ نے ٹھنڈی آہ بھری اور غش کر گیا۔ پھر جب ہوش آیا کہا آہ حق امر ظاہر ہوا اور باطل جاتا رہا۔ پھر کھڑے ہو کر یہ مناجات کی۔ اس کے بعد اپنے گھر والوں اور چچا کی اولاد کی طرف دیکھا انہیں فہمائش کی کہ خدا سے ڈرتے رہو جیسا کہ اس سے ڈرنا چاہئے کیونکہ خدا سے ڈرنا بہت اچھا ہے۔ اور اس شخص پر بہت افسوس ہے جو خدا سے اور خدا کے عذاب سے نہ ڈرے۔ پھر کہا میں ایک دن حضرت محمد مصطفیؐ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ ناخن لے رہے تھے۔ میں نے آپ کے ناخن اٹھائے اور ایک شیشی میں رکھ لئے اور آج تک موجود ہیں۔ جب میں مر جاؤں تو غسل و کفن کے بعد آنحضرتؐ کے ان مبارک ناخنوں میں سے تھوڑی میری آنکھوں کانوں اور منہ میں رکھ دینا۔ پھر نماز جنازہ پڑھا کر دفنا دینا اور مجھے خدا کے سپرد کر دینا۔

وفات معاویہ

اس کے بعد اس کی آواز بند ہو گئی پھر کچھ نہ بولا۔ یزید اٹھ کر باہر چلا آیا اور شام کے ایک موضع کی طرف جسے حوران مثنہ کہتے ہیں شکار کھیلنے چلا گیا۔ ضحاک سے کہہ گیا کہ میں وہاں جا رہا ہوں امیر کے حال کی برابر خبر دیتے رہنا۔ معاویہ دوسرے دن مر گیا۔ یزید اس کے پاس نہ تھا۔ انیس برس تین مہینے بادشاہت کی۔ دمشق میں وفات پائی۔ رجب کا مہینہ اتوار کا دن تھا۔ ۷۵ برس کی عمر پائی۔ آئندہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ اب ضحاک بن قیس معاویہ کے گھر سے اس کی نعلین لئے ہوئے برآمد ہوا۔ کسی سے بات نہ کرتا تھا۔ جامع مسجد میں داخل ہو کر لوگوں کو طلب کیا۔ جب سب آ گئے۔ منبر پر بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر رسول خداؐ پر درود بھیج کر کہا اے لوگو معاویہ کے لئے حکم الٰہی آ پہنچا۔ اس نے وفات پائی۔ یہ اس کی نعلین ہیں۔ میں ابھی تجہیز و تکفین کا بندوبست کروں گا۔ لازم ہے کہ تم نماز ظہر و عصر کے وقت حاضر ہو جاؤ۔ پھر منبر سے اتر کر اس مضمون کا خط روانہ کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ اس خدا کی حمد و ثناء کے بعد جس کو ہمیشہ بقا ہے اور جس کے تمام بندے فانی ہیں۔ جیسا کہ کلام ربانی میں وارد ہوا کل من علیہا فان و یبقی وجہ ربک ذوالجلال و الاکرام یہ خط ضحاک بن قیس کی جانب سے یزید کے نام ہے اور روئے زمین پر رسول خداؐ کی خلافت کی مبارک باد دی جاتی ہے کہ با آسانی حاصل ہوئی اور معاویہ کی بات کا پرسہ دیتا ہوں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ لازم ہے کہ یزید مضمون خط سے اطلاع پا کر بہ عجلت تمام الٹا پھرے تاکہ تمام لوگوں سے از سرنو خلافت کی بیعت لے لے۔ والسلام!

جس وقت یہ خط یزید کے پاس پہنچا۔ اور اس نے پڑھا کھڑا ہو گیا رونے پیٹنے لگا کچھ دیر رو کر حکم دیا گھوڑوں پر زین کسا جائے۔ پھر سوار ہو کر جانب دمشق روانہ ہوا۔ اپنے باپ کے مرنے کے تین دن بعد دمشق پہنچا۔ باپ کی قبر پر گیا وہاں پہنچ کر خوب رویا۔ لوگوں نے بھی رونے میں اس کا ساتھ دیا۔ پھر سوار ہو کر قبہ خضرا کا رخ کیا جو اس کے باپ کا بنایا ہوا تھا۔ اس وقت سیاہ ریشمی عمامہ سر پر تھا باپ کی تلوار کمر سے لگی ہوئی تھی قبہ مذکور میں پہنچا قیام کیا۔ لوگوں چاروں طرف سے آنے شروع ہوئے۔ خدام نے اس کے لئے قناتیں اور اطلس کا قبہ کھڑا کیا ہوا تھا۔ فرش کے اوپر دوسرے فرش اس قدر بچھا رکھے تھے کہ چند سیڑھیوں سے گزر کر ان پر بیٹھ سکیں۔ یزید اس فرش پر بیٹھ گیا ادنیٰ اور اعلیٰ تمام لوگ آ آ کر اسے خلافت کی مبارکباد اور معاویہ کی موت کا پرسہ دیتے تھے۔ پھر یزید نے یہ تقریر کی:

"اے شام کے لوگو تمہیں خوش خبری ہو کہ ہم حق پر ہیں اور دین کے مددگار۔ ہمیشہ خیر و برکت اور سعادت تمہارے ساتھ رہی ہے۔ آگاہ ہو کہ عنقریب ہم میں اور عراق والوں میں معرکہ آرائی ہونے والی ہے۔ کیونکہ انہی گزشتہ دو تین رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے اور عراقیوں کے درمیان تازہ خون کا دریا بہہ رہا ہے۔ ہر چند میں نے چاہا کہ اس کو عبور کر جاؤں مگر نہ کر سکا۔ عبداللہ بن زیاد میرے سامنے آیا اس دریا کو عبور کرنے لگا۔ میں دیکھتا رہا۔"

شام کے رئیسوں نے کہا ہم تیری خدمت گزاری کے لئے کمر بستہ ہیں۔ تیرے حکم اور اشارہ کے منتظر اور مستعد فرمانبردار ہیں۔ تو جہاں بھیجے گا ہم جائیں گے۔ تیرے واسطے حتی الامکان کوشش بلیغ کریں گے۔ عراق والے ہمیں دیکھ چکے ہیں۔ ہمارے ہاتھوں میں اب بھی وہی تلواریں موجود ہیں جن سے صفین کی لڑائی میں ان کے خلاف کام لیا گیا تھا۔

یزید نے کہا مجھے اپنے سر اور جان کی قسم ہے یہی بات ہے۔ میں اپنے تمام معاملات میں تمہارے اوپر بھروسہ رکھتا ہوں۔ میرا باپ تمہارے حق میں شفیق باپ تھا۔ عرب میں میرے جیسا باپ صاحب مروت و سخاوت اور بزرگ کوئی دوسرا نہیں۔ وہ خوش بیانی سے عاجز نہ تھا۔ گفتگو کے وقت کبھی لکنت نہ ہوئی یہاں تک کہ دنیا سے اٹھ گیا۔ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ سب سے پچھلی صف سے آواز آئی کہ اے دشمن خدا تو جھوٹ بولتا ہے۔ معاویہ میں یہ اوصاف نہ تھے۔ اور یہ صفات حضرت

رسول خدا ہی میں تھیں۔ اور تیرا خاندان ان صفات سے بے نصیب ہے۔ لوگ اس کا یہ کلام سن کر بگڑے اور وہ بھی جان بچا کر اس انبوہ سے نکل گیا۔ ہر چند ادھر ادھر تلاش کیا کہیں پتہ نہ لگا۔ آخر کار ہلچل ختم ہوئی۔ یزید کے دوستوں میں سے ایک شخص عطا بن صفین نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر دشمنوں کے کہنے کا کچھ خیال نہ کر خوشی منا کہ اللہ تعالٰی نے تیرے باپ کے بعد خلافت کا مرتبہ تجھے عطا کیا آج تو ہمارا خلیفہ ہے۔ تیرے بعد تیرا بیٹا خلیفہ ہو گا۔ ہمیں تجھ سے اور تیرے بیٹے سے زیادہ عزیز کوئی دوسرا شخص نہیں ہو سکتا۔ یزید اس کی باتوں سے خوش ہو گیا اور خلعت گرانبہا عطا کیا۔ اس کے بعد کھڑے ہو کر حمد و ثناء بیان کی۔ حضرت محمدؐ پر درود بھیج کر کہا۔ اے لوگو معاویہ خدا کا ایک بندہ تھا۔ خدا نے اسے عزت بخشی وہ ان تمام اشخاص سے بزرگ تھا۔ جو اس کے بعد اب ہیں۔ یا ہوں گے۔ اگرچہ وہ خلافت میں اس درجہ کا تھا جو اس سے پہلے تھا۔ میں خدا کے سامنے اس کی تعریف نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جیسا وہ تھا خدا اس کے حال سے خوب آگاہ ہے۔ اگر وہ اس کے گناہ بخش دے تو اس کی رحمت بے اندازہ سے بعید نہیں اور اگر مبتلائے عذاب کرے تو بھی امید ہے کہ انجام کار اس پر رحم فرمائے گا۔ خلافت کا معاملہ آج مجھ سے متعلق ہو گیا ہے۔ اپنے حقوق کے حاصل کرنے میں ذرا کمی نہ کروں گا۔ اس کے انتظامات کے لئے حتی الوسع عدل و انصاف کے ساتھ کام کروں گا۔ والحکم اللہ و اقاوا اللہ شیئا والسلام۔ یہ کہہ کر بیٹھ گیا اور ہر سمت سے لوگوں نے آواز دی کہ ہم نے سنا اور قبول کیا۔ پھر سب نے از سر تو اس سے بیعت کی۔ اب یزید نے حکم دیا کہ خزانوں کے دروازے کھول دیئے جائیں۔ اراکین سلطنت، امیروں، رئیسوں، سرداروں اور نامور لوگوں اور ہر ادنٰی و اعلٰی کو بہت سا مال بخشا۔ پھر متوجہ ہوا کہ اطراف سلطنت میں فرمان بھیج کر بیعت لی جائے۔ اس وقت مروان بن حکم مدینہ کا حاکم تھا۔ اسے معزول کر کے اپنے چچا زاد بھائی ولید بن عتبہ کو اس جگہ مقرر کیا۔ اور اس کے نام اس مضمون کا خط لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عبداللہ یزید بن معاویہ کی طرف سے یہ خط ولید بن عتبہ کے نام لکھا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ معاویہ خدا کا ایک بندہ تھا جسے خدا نے ممتاز فرمایا اور روئے زمین کی خلافت اسے عطا کی تھی۔ اب وہ وفات پا گیا ہے۔ جب تک زندہ رہا نیک خصلتوں اور رضائے الٰہی کے طریقوں پر چلتا رہا۔ جب دنیا سے جانے لگا تو اپنی زندگی ہی میں مجھے اپنا خلیفہ اور ولی عہد مقرر کر گیا۔ تو اس خط کے مضمون سے واقف ہوتے ہی مدینہ والوں سے بیعت لے لے۔ اور ان کے بعد حسین ابن علیؑ عبداللہ بن زبیر، عبداللہ ابن عمر اور عبدالرحمٰن ابن ابی بکر سے بیعت لے اگر وہ بخوشی بیعت کر لیں تو اچھا ہے ورنہ ان سے بہ جبر بیعت لے اور ان میں سے جو شخص بیعت نہ کرے اسے قتل کر کے سر میرے پاس روانہ کر۔ جب یہ خط ولید کے پاس پہنچا اس نے کہا انا للہ و انا الیہ راجعون! خدا معاویہ پر رحمت کرے۔

ولید نے مروان سے پوچھا ان چاروں اشخاص کی نسبت تیری کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا ان چاروں کو اسی وقت طلب کر اور یزید کی بیعت لے۔ اگر بیعت کر لیں اور فرمانبرداری اختیار کریں تو خیر اور اگر انکار کریں تو چاروں کو قتل کر اور یہ کام معاویہ کی موت کی خبر پھیلنے سے پہلے کر لے ورنہ وہ معاویہ کی خبر وفات سن کر منحرف ہو جائیں گے اور لوگوں کو جمع کر کے قوت پکڑ جائیں گے۔ پھر تو ان پر قابو نہ پا سکے گا۔ ہاں عبداللہ ابن عمر خلافت کا خواہشمند نہ ہو گا۔ اور نہ مخالفت کرے گا۔ تاوقتیکہ خلافت اسے بغیر کسی جھگڑے کے نہ ملے۔ اس وقت وہ اسے منظور کر لے گا۔ اس لئے بالفعل اسے تو رہنے دے اور کچھ نہ کہہ البتہ حسینؑ، عبدالرحمٰن اور عبداللہ ابن زبیر کو بلا کر بیعت لینے کی تدبیر کر اور خوب سمجھ لے کہ حسینؑ ہرگز ہرگز یزید کی بیعت اختیار نہ کرے گا۔ خدا کی قسم اگر میں تیری جگہ ہوتا تو حسینؑ سے کچھ بھی نہ کہتا۔ اسے قتل ہی کر ڈالتا اور ذرا نہ ڈرتا۔ ولید نے سر جھکا لیا اور کچھ دیر تک غور و فکر میں رہا۔ پھر سر اٹھا کر کہا اے کاش میں پیدا ہی نہ

ہوتا اس کے بعد رونے لگا۔
مروان نے کہا اے امیر تو غمگین نہ ہو اپنے کام کی طرف متوجہ ہو۔ آل ابو تراب ہمیشہ سے ہماری دشمن ہے۔ انہوں نے عثمان کو مارا ہے۔ معاویہ کے ساتھ جو معرکہ آرائیاں کی ہیں وہ تو نے بھی دیکھی ہیں۔ اگر تو جلدی نہ کرے گا اور حسین کو معاویہ کی وفات کی خبر مل جائے گی تو پھر وہ تیرے ہاتھ نہ آئے گا۔ یزید کی طرف سے تیری حرمت اور مرتبہ کو نقصان پہنچے گا۔

ولید نے کہا اے مروان ان باتوں سے باز آ۔ فاطمہ کے فرزند کے حق میں نیکی کے سوا اور کوئی کلمہ نہ کہہ وہ یقیناً پیغمبر کا فرزند ہے۔ القصہ ولید نے آدمی بھیج کر حسینؑ عبدالرحمٰن اور عبداللہ بن زبیر کو بلوایا۔ مگر جو شخص بلانے گیا تھا اس نے انہیں گھر پر موجود نہ پایا۔ مسجد میں جا کر دیکھا تو تینوں بزرگوار موجود ہیں۔ رسول خدا کی قبر کے پاس بیٹھے ہیں۔ اس نے سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ پوچھا کس کام کے لئے آیا ہے؟ کہا امیر تم کو بلاتا ہے۔ حسینؑ نے جواب دیا ہم گھر جائیں گے تو وہاں بھی ہوتے جائیں گے۔ قاصد نے ولید کے پاس جا کر جو کچھ ان سے جواب پایا تھا عرض کر دیا۔
قاصد کے جانے کے بعد عبداللہ ابن زبیر نے امام حسینؑ سے کہا اے ابا عبداللہ یہ وقت تو امیر کے اجلاس اور امور سلطنت میں مشورہ لینے کا نہیں، نہ معلوم اس نے اس وقت ہمیں کیوں بلایا ہے۔ میرے دل میں گھبراہٹ پیدا ہو گئی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا میرا دل گواہی دیتا ہے کہ معاویہ مر گیا کیونکہ میں نے کل شب خواب میں دیکھا تھا کہ معاویہ کا منبر اوندھا ہو گیا۔ اور اس کے گھر میں آگ لگ رہی ہے۔ بیدار ہو کر میں نے اس خواب کی تعبیر معاویہ کی موت خیال کیا تھا۔

عبداللہ ابن زبیر نے کہا اگر یہ خواب سچا ہے تو ہمیں یزید کی بیعت کے لئے بلایا جا رہا ہو گا۔ تم اس معاملہ میں کیا کرو گے۔
امام حسینؑ نے کہا میں یزید کی بیعت اختیار نہ کروں گا۔ کیونکہ معاویہ نے میرے بھائی کے ساتھ اس شرط پر عہد کر لیا تھا کہ اس کے مرنے کے بعد خلافت مجھے ملے گی۔ اور وہ اپنی اولاد میں سے ہرگز کسی کو خلیفہ مقرر نہ کرے گا۔ اگر معاویہ مر گیا ہے تو اس نے اپنے قول و قرار کو پورا نہیں کیا۔ یہ تو بڑا اہم واقعہ ہے۔ کیا تیرا خیال ہے کہ میں یزید کی بیعت اختیار کر لوں۔ یزید شرابی، کاذب اور علانیہ فسادی شخص ہے۔ وہ کتوں اور چیتوں سے کھیلتا ہے۔ ہم رسول خداؐ کے اہل بیت ہیں۔ ہم سے یہ امر وقوع میں نہیں آ سکتا۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ دوسرا قاصد آیا اور کہا امیر تمہارا منتظر ہے۔
امام حسینؑ نے کہا تجھ پر تف ہے کب تک بلائے جائے گا۔ کوئی آئے نہ آئے میں ابھی آتا ہوں۔ ولید کا قاصد واپس چلا گیا۔ اور جا کر کہا حسینؑ ابھی تشریف لا رہے ہیں۔ مروان نے کہا وہ نہ آئیں گے تجھے دھوکا دیا ہے۔ ولید نے کہا ایسی بات نہ کہہ حسینؑ صادق القول ہے جو کہتا ہے اسے پورا کرتا ہے۔ امام حسینؑ نے ہمراہیوں سے کہا تم جاؤ میں بھی اپنے گھر جاتا [illegible] وہاں سے ولید کے پاس جاؤں گا۔ دیکھوں گا کیا کہتا ہے۔ عبداللہ بن زبیر نے کہا میری جان آپ پر فدا مجھے اندیشہ ہے کہ مبادا جب تم اس کے پاس جاؤ وہ تمہیں قید کر لے یا مار ڈالے۔
امام حسینؑ نے کہا میں اس کے پاس تنہا نہ جاؤں گا۔ اپنے اعزاء میں سے کچھ لوگ ہمراہ لوں گا اور کہہ دوں گا کہ ہتھیار لے کر زیر دامن چھپا لیں۔ پھر اگر کسی نے میری طرف ٹیڑھی نظر سے دیکھا تو میں اسے فنا کر دوں گا۔ جیسا کہ تو سمجھتا ہے مجھ پر کوئی آسانی سے قابو نہیں پا سکتا۔ اور جو کچھ لکھا جا چکا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ پھر سب جناب رسول خداؐ کی قبر پر آئے اور ایک دوسرے سے رخصت ہو کر اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ حضرت امام حسینؑ نے غسل فرمایا عمدہ لباس پہنا دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر اپنے عزیزوں کو بلایا۔ سب حال سنا کر کہا اپنے اپنے اسلحہ زیر دامن چھپا کر میرے ساتھ چلو، ولید

کے دروازے پر ٹھہرے رہنا۔ اگر میری آواز بلند سنو تو سمجھنا کہ میں تمہیں طلب کر رہا ہوں تم بلا جھجک اندر چلے آنا اور اگر کسی کو میرے قتل پر آمادہ پاؤ تو مار ڈالنا۔ جب تک میرے ساتھ کوئی واقعہ نہ ہو تم خاموش رہنا۔ ذرا جنبش نہ کرنا۔ اس کے بعد جناب رسول خداؐ کا عصا لے کر باہر تشریف لائے۔ تیس مردان جانباز ساتھ تھے۔ ولید کے دروازہ پر پہنچ کر انہیں بیٹھا دیا اور تاکیدا" پھر سمجھا دیا اور اندر تشریف لے گئے۔ ولید سے سلام علیک ہوا۔ اور امارت کی مبارک باد دی۔ ولید نہایت ہی تعظیم و تکریم اور عزت و آبرو سے پیش آیا۔ اپنے برابر بٹھایا۔ امام حسینؑ نے بلانے کا سبب دریافت فرمایا۔ ولید نے مناسب جواب دیا۔ مروان بھی وہاں موجود تھا۔ اس سے پیشتر ولید اور مروان میں کچھ رنجش پیدا ہو گئی تھی۔ آپ نے فرمایا کیا تم دونوں میں صلح ہو گئی ہے۔ میں اس بات سے بہت خوش ہوا۔ اور یہی بات بہتر ہے کہ باہم صلح سے رہو۔ انہوں نے اس بات کا کچھ جواب نہ دیا۔ پھر امام حسین علیہ السلام نے پوچھا آج کل معاویہ کی علالت کی خبریں سنی جا رہی ہیں اس کے متعلق کیا خبر ہے؟

ولید نے کہا آپ کی عمر دراز ہو معاویہ مر گیا ابھی یزید کے خط سے معلوم ہوا ہے۔ اے ابا عبداللہ معاویہ تمہارے حق میں مہربان چچا اور نیک حاکم تھا۔ امام حسینؑ نے فرمایا انا للہ و انا الیہ راجعون!

اللہ تعالیٰ اس کی موت سے تم کو ثواب عظیم عطا کرے۔ اب بتاؤ کہ میرے بلانے کا کیا سبب ہے۔ ولید نے کہا اس لئے کہ آپ یزید کی بیعت قبول کر لیں۔ کیونکہ تمام مسلمان اس سے رضامند ہیں۔ اور سب نے اس کی بیعت اختیار کر لی ہے۔ جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا یہ معاملہ بہت مشکل ہے۔ تنہائی کی بات ٹھیک نہیں ہوتی۔ کل جس وقت یہ خبر عام ہو جائے اور تو اور لوگوں سے بیعت لینے لگے اس وقت مجھے بھی بلا لینا پھر جو کچھ مناسب ہو گا دیکھا جائے گا۔ ولید نے کہا اے ابا عبداللہ تم نے ٹھیک بات کہی مجھے آپ کی فضیلت اور بزرگی سے ایسی ہی امید تھی۔ امن و امان سے واپس چلے جاؤ۔ کل تمام آدمی جامع مسجد میں جمع ہوں گے۔ مروان نے کہا اے امیر تو چوکتا ہے اسے جانے نہ دے ابھی قید کر لے یا سر تن سے جدا کر دے کیونکہ حسینؑ اس جگہ سے نکل گیا تو پھر اس پر قابو نہ پائے گا۔ جناب امام حسینؑ نے اس کی طرف غصے سے دیکھا' پلٹے اور کہا کس کی مجال ہے کہ میری طرف نظر بھر کر دیکھ سکے۔ اے بدکار کے بیٹے تو میرا سر کاٹے گا یا حکم قتل دے گا۔ اٹھ ذرا سامنے آ کہ تجھے حقیقت معلوم ہو جائے۔ پھر ولید کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا تو نہیں جانتا کہ ہم رسول خداؐ کے اہل بیت ہیں ہمارا گھر نزول رحمت اور فرشتوں کی آمد و رفت کا مقام ہے۔ یزید کون ہوتا ہے۔ جس کی بیعت کروں۔ وہ ایک شرابی اور فاسق آدمی ہے۔ مگر جیسا میں نے کہا ہے کل صبح مجمع عام میں میں بھی آؤں گا اور جو کہنا ہو گا کہہ دوں گا۔

آپ کی زبان سے یہ الفاظ بلند آواز سے نکلے اور آپ کے عزیزوں نے جو آواز کے منتظر تھے سنتے ہی تلواریں نکال لیں اور چاہا کہ ولید کے گھر میں گھس جائیں کہ اتنے میں حسینؑ باہر چلے آئے اور کہا بس ٹھہر جاؤ۔ پھر امام حسینؑ اپنے گھر چلے آئے۔ مروان نے ولید سے کہا تو نے میری بات نہ مانی حسینؑ کو چھوڑ دیا خدا کی قسم اگر قید یا قتل کر دیتا تو ہم اس دغدغہ سے بے فکر ہو جاتے۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ شور و غل بلند ہوا۔ مدینہ کے بہت سے باشندے ولید کے پاس آئے اور کہا تو نے عبداللہ بن مطیع کو کس خطا پر قید کیا ہے۔ اس کی رہائی کا حکم دے۔ اگر اس پر کوئی جرم ہے تو بیان کر ہم بھی سنیں اور تجھے منصف سمجھیں۔ اگر اس نے کوئی خطا نہیں کی اور تو نے غلط فہمی سے اسے قید کر لیا ہے تو ہم ہرگز اس کی قید گوارا نہ کریں گے۔ اور زبردستی اسے قید خانہ سے نکال لے جائیں گے۔ ولید نے کہا میں نے اسے بہ حکم یزید قید کیا ہے۔ مناسب ہے کہ میں بھی یزید کو لکھ بھیجوں اور تم بھی۔ وہاں سے جو کچھ جواب آئے ہم تم اس پر عمل کریں۔

بو جہم بن حذیفہ عدی نے کہا ہم تم جب تک یزید سے نامہ و پیام کریں اور شام سے کوئی جواب آئے اس وقت تک بداللہ بن مطیع قیدی میں رہے گا۔ عبداللہ بن مطیع کے عزیزوں نے کہا ہم اسے ہرگز قید میں نہ رہنے دیں گے۔ پھر قید انہ پر پل کر اسے چھڑا لے گئے کسی شخص نے بھی مزاحمت نہ کی۔
لید اس سرکشی سے بہت ناراض ہوا۔ اور چاہا کہ یزید کو اطلاع اور بنی عدی کی شکایت کرے مگر کچھ مناسب نہ سمجھا۔ اور س واقعہ کا کچھ حال نہ لکھا۔ دوسرے دن امام حسینؑ اپنے مکان سے باہر نکلے۔ کہ دیکھیں کیا کیفیت ہے۔ مروان کوچہ میں لا۔ کہا اے ابا عبداللہ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں اور تمہاری بھلائی کی بات کہتا ہوں۔ کہ یزید کی بیعت کر لو تاکہ تمہیں کوئی صدمہ اور رنج نہ پہنچے اور یہ فساد مٹ جائے۔ یزید یہ خبر سن کر تمہارے ساتھ بہت اچھا سلوک کرے گا۔ اگر میری بات مان لو گے تو دین اور دنیا دونوں جگہ تمہارا بھلا ہو گا۔ امام حسینؑ نے فرمایا انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آج اسلام کمزور ہو گیا اور انسان مصیبت میں پھنس گئے۔ اے مروان یزید کون ہے جس کے لئے تو نصیحت کرتا ہے تو اسے خوب جانتا ہے کہ وہ شرابی اور جھوٹا ہے۔ تو نے یہ بات نادانی اور بیوقوفی کی کی۔ میں تجھے اس نصیحت کے واسطے جو ہزارہا ملامتوں سے زیادہ ہے میں تجھے برا نہیں کہتا۔ کیونکہ تجھ سے اسی قسم کے امور سرزد ہوں گے اور تو ابھی ماں کے پیٹ سے باہر بھی نہ آیا تھا کہ جناب رسول خداؐ نے تجھ پر لعنت کی تھی۔ پھر تجھ سے کس بات کی توقع ہو سکتی ہے۔ اے دشمن خدا تجھے معلوم نہیں کہ ہم رسول خداؐ کے اہل بیت ہیں۔ ہم ہمیشہ سچ بولتے ہیں۔ میں نے اپنے نانا جناب رسول خداؐ سے سنا ہے کہ آل ابی سفیان اور طلقاء کے لئے خلافت حرام ہے۔ جب معاویہ کو میرے منبر پر بیٹھے دیکھو اس کا پیٹ پھاڑ ڈالنا۔ خدا کی قسم مدینہ والوں نے اسے میرے نانا کے منبر پر بیٹھے دیکھا اور کچھ نہ کہا نہ اسے اس حرکت سے روکا اور میرے نانا کا حکم ٹال دیا۔ اس لئے خدا نے انہیں یزید کے پنجے میں ڈال دیا۔ مروان جناب امیر المومنین حسینؑ کی یہ باتیں سن کر بولا خدا کی قسم میں یزید کی بیعت لئے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ اے آل ابو تراب تم ہمیشہ بدگوئی سے پیش آتے ہو۔ اور آل ابو سفیان کے دشمن ہو۔ اور اس دشمنی کا حق تمہیں حاصل ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے دشمن خدا میرے سامنے سے دور ہو جا۔ اے پلید ہم اہل بیت اور پاکیزہ ہیں اور خدا نے ہماری شان میں یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا** اب مروان سر جھکا کر خاموش ہو گیا۔ کچھ نہ بول سکا۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے پسر زرقا رسول خدا تیری نسبت خبر دے گئے ہیں کہ قیامت کے دن جس قدر مکروہ امور ہوں گے تجھ سے ان کی نسبت پرسش ہو گی اور تجھ سے اور یزید سے میری نسبت سوال کیا جائے گا کہ کس لئے حسینؑ کو اس کے حق سے محروم رکھا۔ مروان غصے میں بھرا ہوا چلا گیا اور ولید کے پاس جا کر جو کچھ امام حسینؑ نے کہا سنا تھا سب کہہ سنایا۔ پھر یزید کے نام خط لکھا اور مدینہ کے لوگوں کی کیفیت، عبداللہ ابن زبیر اور جناب امام حسین علیہ السلام کے قول اور قید خانہ کو توڑ کر عبداللہ ابن مطیع کے نکال لے جانے سے مطلع کیا۔

اب ولید نے آدمی بھیج کر عبداللہ ابن زبیر کو طلب کیا اس نے قاصد سے کہا جا کہہ دے میں ابھی آتا ہوں قاصد نے اس کا جواب ولید کو سنا دیا۔ ولید نے پھر آدمی بھیجا اور اس نے اسے بھی ٹال دیا۔ اب ولید نے پے در پے آدمی بھیجنے شروع کئے یہاں تک کہ اب صاف صاف طور پر ولید کے خدمت گار کہنے لگے کہ امیر کے پاس چل اور بیعت اختیار کر ورنہ وہ تجھے قتل کرا دے گا۔ عبداللہ کا بھائی جعفر ولید کے پاس آیا اور کہا عبداللہ کی طلبی میں اس قدر سختی نہ کر۔ پے در پے پیغام بھیجنے سے خوفزدہ ہے۔ آج کا دن چھوڑ دے اور دروازہ پر سے پہرہ والوں کو بلا لے کل صبح تک وہ تیرے پاس حاضر ہو جائے گا۔

ولید نے کہا ٹھیک ہے تیرے بھائی کی وہی جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان مد عدھم الصبح الیس الصبح بقریب پھر آدمی بھیج کر عبداللہ بن زبیر کے دروازہ پر سے پہرہ دارں کو واپس بلا لیا۔ جب رات ہو گئی عبداللہ نے اپنے عزیزوں سے کہا میری رائے یہ ہے کہ بھاگ کر مکہ چلا جاؤں تم سب شاہراہ سے جاؤ اور میں غیر معروف راستہ سے علیحدہ پہنچ جاؤں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ولید میرے بلانے کے لئے آدمی بھیجے گا میں نہ ملوں گا۔ پس جب صبح ہوئی تو ولید نے عبداللہ کو طلب کیا اور جب موجود نہ پایا تو جانا کہ بھاگ گیا ہے۔ سخت غصہ ہوا اور گھبرایا۔ مروان نے کہا جب امیر اپنے خیر خواہوں کی اچھی اور مناسب نصیحتوں کو نہ سنے گا اور ان پر عمل نہ کرے گا تو اور کیا ہو گا۔ یہی کچھ ظہور میں آئے گا۔ عبداللہ مکہ کے سوا کسی اور جگہ نہ جائے گا۔ کچھ آدمی اس کے تلاش میں بھیج دے کہ اسے پکڑ لائیں۔ غرض بنی امیہ کے تیس سانڈنی سواروں کو اس کے پیچھے دوڑایا۔ وہ لوگ نہایت سرعت سے روانہ ہوئے مگر اسے نہ پایا۔ آج ولید عبداللہ اور بھائیوں ہی کی گرفتاری میں مصروف رہا۔ حسین ابن علیؑ سے کچھ نہ کہا۔ پھر آدمی بھیج کر عبداللہ کے عزیزوں، رشتہ داروں، دوستوں اور خدمت گاروں کو پکڑوا کر قید خانہ میں ڈال دیا۔ ان ہی اشخاص میں ان کا چچا زاد عبداللہ ابن مطیع بھی تھا جس کی ماں عجبا یا مربن فضل بن عفیف کی بیٹی تھی وہ بھی قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔ اس کا ایک رشتہ دار عبداللہ ابن عمر کے پاس گیا اور کہا۔ ولید نے عبداللہ بن مطیع کو بے گناہ اور بے خطا قید خانہ میں ڈال دیا ہے اگر تو اسے رہا نہ کرا سکے تو ہم خود جائیں۔ اور بزور شمشیر چھڑا لائیں۔ اگر اس معاملہ میں ہم سب کی جانیں بھی جاتیں رہیں گی تو کچھ پرواہ نہیں۔ عبداللہ ابن عمر نے کہا تم جلدی نہ کرو فساد سے باز رہو۔ میں اس معاملہ میں غور و فکر سے کام لیتا ہوں۔

پھر آدمی بھیج کر مروان کو بلایا اور سمجھایا کہ بنی امیہ کو ظلم نہ کرنا چاہئے کیونکہ ظلم کا نتیجہ بربادی ہے۔ اپنے معاملات میں خدا سے مدد مانگو، لوگوں پر تہمتیں نہ لگاؤ۔ اگر تم اس طریق پر چلو گے تو خدا ہر کام میں تمہارا مددگار ہو گا۔ نہیں تو تمہیں تمہارے حال پر چھوڑ دے گا۔ عبداللہ بن مطیع نے کیا خطا کی ہے۔ اور اس پر کونسا جرم ثابت ہوا ہے جس کی پاداش میں اسے قید کر دیا ہے۔ ابھی یہ معاملہ درپیش ہی تھا کہ یزید کی طرف سے ان کی تحریروں کا جواب آ گیا، لکھا تھا تمہارا خط پہنچا حال معلوم ہوا مدینہ والوں کی نسبت تم نے جو لکھا ہے کہ وہ میری بیعت کی طرف متوجہ نہیں ہوتے ان کو دوبارہ طلب کر کے پھر تاکید شدید کرنی چاہئے اور ان سے بیعت لے لینی چاہئے۔

عبداللہ ابن زبیر کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ وہ جہاں جائے گا ہماری کمند اس کے گلوگیر رہے گی۔ لومڑی چاند سے بھاگ کر کہاں جا سکتی ہے۔ اور اس خط کے جواب کے ساتھ حسین ابن علیؑ کا سر میرے پاس بھیج دے۔ اگر تو ان تمام احکام کو خاطر خواہ بجا لائے گا اور میری اطاعت اور فرمانبرداری سے باہر نہ ہو گا تو میں تجھے بہت بڑا مرتبہ عطا کروں گا۔ لشکر عظیم کی سپہ سالاری دوں گا اور تو بے حد دولت و حشمت والا ہو جائے گا۔ والسلام!

جب یزید کا یہ خط ولید کے پاس پہنچا۔ اس نے یہ مضموں پڑھا سخت فکرمند ہوا کہا لا حول ولا قوۃ الا باللہ اگر یزید تمام دنیا کی دولت بھی مجھے دے تب بھی میں فرزند جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون میں شریک نہ ہوں گا۔

سرور عالمیاں جناب محمد مصطفیٰؐ کے مزار اقدس پر

جناب امام حسین علیہ السلام کی شکایت

ایک رات کو جناب امام حسین علیہ السلام اپنے مکان سے نکل کر اپنے نانا محمد مصطفیٰ کے روضہ اقدس پر تشریف لائے اور کہا السلام علیک یا رسول اللہ میں آپ کی فاطمہؑ کا بیٹا اور آپ کا فرزند ہوں جس کو دنیا سے رحلت فرماتے وقت آپ نے امت کے حوالہ کیا تھا اور ان کو میری عزت و حرمت کرتے رہنے کے لئے وصیت فرمائی تھی۔ واضح ہو کہ انہوں نے آپ کی نصیحت کو بھلا دیا اور مجھے تنہا چھوڑ دیا۔ میں آج کی رات آپ سے امت کی شکایت کرنے آیا ہوں اور جب آپ سے ملاقات کروں گا تو مفصل حال عرض کروں گا۔ پھر شکایت کرکے اٹھ کھڑے ہوئے۔ نماز شروع کر دی اور تمام رات رکوع و سجود میں گزار دی۔ ولید نے اس دن بوقت شب امام حسین علیہ السلام کا حال معلوم کرنا چاہا اور یہ سن کر کہ آپ گھر میں موجود نہیں ولید نے کہا شکر خدا کہ آپ شہر سے تشریف لے گئے اور مجھے یزید کے حکم کی تعمیل نہ کرنی پڑی۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ مجھے اس سے بچالے۔ جب صبح نمودار ہوئی امام حسین علیہ السلام گھر تشریف لے آئے۔

دوسری رات بھی اسی طرح حضرت رسول خداؐ کی تربت مقدسہ پر آئے' چند رکعت نماز ادا کرکے اللہ تعالیٰ کی جناب میں مناجات کی کہ اے خدا یہ تیرے پیغمبر محمد مصطفیٰؐ کی خاک ہے۔ اور میں ان کی بیٹی کا بیٹا ہوں۔ مجھے ایسا معاملہ درپیش ہے جس سے تو آگاہ ہے اور میرے حالات اور دل کی کیفیتوں سے بخوبی واقف ہے۔ کہ میں نیکی کو عزیز رکھتا ہوں اور برائی سے بیزار ہوں۔ اے ذوالجلال و الاکرام اس خاک کے طفیل اور اس شخص کے واسطے جو اس تربت میں مدفون ہے مجھے اپنی اور اپنے رسول کی رضامندی کرامت فرما۔ اس کے بعد آپ بہت روئے اور قبر مطہر پر سر رکھ کر سو رہے۔ خواب میں اپنے نانا محمد مصطفیٰؐ کو دیکھا کہ بہت سے فرشتوں کے ساتھ جو آپ کے دائیں اور بائیں۔ آگے اور پیچھے موجود ہیں۔ تشریف لائے اور امام حسین علیہ السلام کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ پھر پیشانی پر بوسہ دے کر فرمایا تو عنقریب ایسے شخصوں کے ہاتھ سے جو اسلام کے دعویدار ہوں گے شہید ہو گا۔ اس وقت تو پیاسا ہو گا۔ اور وہ تجھے ایک قطرہ پانی نہ دیں گے۔ اے خدا تو انہیں شفاعت کی توفیق نہ دے۔ اور انہیں اس دنیا کی کوئی لذت نصیب نہ ہو۔ پیارے حسینؑ تمہارے ماں باپ میرے پاس ہیں۔ اور تمہارے دیدار کے مشتاق ہیں اور بہشت میں تیرے واسطے عالی شان درجات مقرر ہیں جو بغیر شہادت حاصل نہیں ہو سکتے۔ اب امام حسینؑ خواب ہی میں جواب دیتے ہیں کہ اے نانا مجھے اپنے پاس ہی رکھ لیجئے مجھے دنیا میں جانے کی ضرورت نہیں۔ آپ نے فرمایا تجھے شہادت کی سعادت حاصل کرنی ضروری ہے۔ اس کے بعد تجھے وہ مدارج اعلیٰ ملیں گے جن کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ وہ مجھے تجھے اور تیرے ماں باپ کو ایک دن خاک تربت سے اٹھائے گا۔ بہشتی نعمتیں کرامت فرمائے گا۔ اب امام حسین علیہ السلام نیند سے بیدار ہو کر بہت پریشان خاطر ہوئے۔ اپنے اہل بیت سے یہ خواب بیان کیا اس روز آپ انتہائی اداس تھے۔ پھر آپ نے مکہ کی طرف جانے کا خیال فرمایا۔ آدھی رات کے وقت روضہ جناب رسول خداؐ پر جا کر دو رکعت نماز پڑھی اور اپنے نانا سے رخصت ہو کر صبح کے وقت گھر تشریف لائے۔ محمد بن حنفیہ بھی آ گئے اور کہا اے بھائی میری جان تجھ پر فدا مجھے دنیا میں آپ سے زیادہ عزیز اور کوئی نہیں ہے۔ تم مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہو۔ کبھی میں نے تم سے کسی نصیحت کو باز نہیں رکھا۔ آج بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں کیونکہ ہم دونوں ایک باپ کے بیٹے ہیں اور تم مجھے مثل نگاہ کے ہو اور اہل بیت میں سب سے زیادہ بزرگ اور جوانان بہشت کے سردار ہو۔ میں آپ کو نصیحت کرنا چاہتا ہوں آپ میری نصیحت کو قبول فرمائیں۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے بھائی بیان کرو تم نے کیا کہا کیونکہ تمہاری نصیحت میرے لئے فائدہ سے خالی نہ ہو گی۔

محمد نے کہا اپنے آپ کو یزید اور اس کے شہر سے جس قدر ممکن ہو دور رکھیں اور لوگوں سے اپنے واسطے بیعت لیں۔ اگر انہوں نے بیعت کر لی اور فرمانبرداری سے پیش آئے تو شکر خدا کرکے رسول خداؐ کی سنت اور علی مرتضیٰؑ کی سیرت کے

ساتھ زندگانی بسر کیجئے تاکہ جب موت آ جائے تو اللہ تعالیٰ اور ایمان والے اس طرح آپ سے راضی ہوں جس طرح آپ کے باپ اور بھائی سے خوش تھے۔ اور اگر یہ لوگ کسی اور کی بیعت اختیار کرلیں اور آپ کی طرف متوجہ نہ ہوں تو خاموشی سے شکر الٰہی بجا لا کر خانہ نشین ہو جایئے۔ پھر گھر سے باہر نہ نکلئے۔ اور لوگوں سے ملنا جلنا بند کر دیجئے کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کسی شہر میں جائیں اور وہاں کے کچھ آدمی آپ کی بیعت کرلیں اور کچھ مخالفت کریں پھر آپ میں اور ان میں معرکہ آرائی ہو۔

امام حسین علیہ السلام نے جواب دیا تم نے بہت اچھی بات کہی اب کس شہر میں جانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ محمد نے کہا فی الحال مکہ تشریف لے جایئے۔ وہاں کے باشندوں نے آپ کی بیعت کی تو اچھی بات ہے اور اگر نہ کریں تو آپ یمن کو چلے جائیں وہاں کے آدمی آپ کا ساتھ دیں گے۔ ورنہ آپ وہاں سے پہاڑ کی تلہٹی میں شہر بہ شہر گشت کریں اور دیکھیں کہ انجام کیا ہوتا ہے۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم اگر دنیا بھر میں ایک بھی دوست نہ ہو گا اور کسی جگہ بھی امن و امان نہ پاؤں گا تو تب بھی یزید کی بیعت اختیار نہ کروں گا۔ کیونکہ جناب رسول خداؐ نے آل ابی سفیان کے حق میں بد دعا کی تھی۔ اللھم لا تبارک فی یزید کہہ کر محمد بن حنفیہ خاموش ہو گئے اور کچھ دیر تک اپنے بھائی کے ہمراہ روتے رہے۔ پھر جناب امام حسین علیہ السلام نے کہا اے بھائی اللہ تعالیٰ تجھے جزائے نیک عطا کرے تو نے مشفقانہ اور اچھی رائے دی ہے میں امید کرتا ہوں کہ تیری رائے کا نتیجہ اچھا ہو گا۔ میں اس وقت مکہ جا رہا ہوں۔ بھائی بھتیجوں اور دوستوں کو اپنے ہمراہ لے جاتا ہوں وہ اس امر میں مجھ سے متفق ہیں اور مخالفت نہ کریں گے۔ تم مدینہ میں رہنا چاہو تو کوئی اندیشہ کی بات نہیں تم سے کوئی کچھ نہ کہے گا۔ مگر لازم ہے کہ ان لوگوں کے قول و فعل اور حالات سے خبردار رہ کر جو کچھ واقعات پیدا ہوں ان سے برابر مجھے مطلع کرتے رہو۔ یزید اور اس کے ہوا خواہوں کی کوئی بات مجھ سے پوشیدہ نہ رکھو۔ اس کے بعد ایک وصیت نامہ لکھا اور اپنے بھائی محمد حنفیہ کے حوالہ کیا۔

جناب امیر المومنین امام حسینؑ کا وصیت نامہ

محمد بن حنفیہ کے نام

جب جناب امام حسین علیہ السلام نے مکہ تشریف لے جانے کا عزم کیا تو دوات اور قلم اور کاغذ طلب کیا۔ وصیت نامہ لکھا۔ مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وصیت نامہ حسین ابن علیؑ نے اپنے بھائی محمد حنفیہ کے واسطے لکھا ہے۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا بھیجا ہوا پیغمبر ہے۔ جو کہ آنحضرتؐ نے فرمایا سب سچ ہے۔ بہشت اور دوزخ برحق ہے۔ قیامت آنے والی ہے۔ اس کے واقع ہونے میں ذرا شک نہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام آدمیوں کو قبروں سے زندہ کرکے اٹھائے گا۔ میں حسین ہوں کسی ظلم یا فساد یا خواہش یا دوریٔ حق کے اندیشہ کے مدینہ سے باہر نہیں جا رہا ہوں بلکہ محض امت محمد کے فائدہ کی خاطر جاتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ نیکی کی ہدایت اور بدی کی ممانعت کی شرائط لوگوں پر ظاہر کروں۔ میں نے جناب محمد مصطفیٰ صلعم سے اس امر کو سنا ہے کہ حسینؑ کی عمر کا خاتمہ قتل سے ہو گا۔ جب آپ یہاں تک فرما چکے تو عبداللہ ابن عباس نے کہا میری یہ رائے ہے کہ آپ یزید کی بیعت اختیار کر

لیں۔ اور جس طرح معاویہ کے زمانہ میں صبر کیا یزید کے عہد میں بھی صبر کرتے رہیں۔ یہاں تک کہ حکم خدا سے کوئی ایسا موقع پیدا ہو جائے جس سے آپ کو فائدہ پہنچے۔ امیر المومنین حسینؑ نے فرمایا یہ کیا کہتے ہو میں وہ شخص نہیں ہوں جو یزید کی بیعت اختیار کر لوں اور اس کے کہنے پر چلوں۔ حضرت رسول خداؐ نے اس کے اور اس کے باپ کے حق میں جو کچھ فرمایا وہ عیاں ہے۔ عبداللہ ابن عباس نے کہا اے ابا عبداللہ آپ نے جو کچھ فرمایا سچ ہے۔ میں نے بھی آنحضرتؐ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ اے یزید مجھے تیرے ساتھ کیسا معاملہ آن پڑا ہے۔ خدا یزید کو برکت نہ دے کیونکہ وہ میرے بیٹے اور میری بیٹی کے فرزند حسینؑ ابن علیؑ کو قتل کرے گا۔ اور خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت و اختیار میں محمدؐ کی جان ہے کہ میرے فرزند کو اور کوئی قوم قتل نہ کرے گی مگر وہی قتل کریں گے۔ اور کوئی شخص بھی اس کی امداد نہ کرے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں مخالفت ڈال دے گا۔ پھر عبداللہ ابن عباس نے کہا اے خدا سچ ہے اے حسینؑ میں دنیا میں کسی شخص کو جناب رسول خداؐ کی بیٹی کا فرزند آپ کی ذات کے سوا نہیں پاتا۔ اور اس امت پر حضورؐ کی امداد و نصرت ایسی فرض ہے کہ اس کے بغیر اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کی زکوٰۃ اور نماز کو بھی قبول نہ فرمائے گا۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے ابن عباس تو اس گروہ کو کیسا سمجھتا ہے جو جناب رسول خداؐ کے فرزند کو اس کے گھر وطن اور جائے پیدائش سے نکال دے اور حرم میں رہنے اور تربت رسولؐ کی زیارت سے محروم کرے اور اس قدر ڈرائے کہ وہ کسی قریہ اور شہر میں نہ ٹھہر سکے پھر اس کے قتل کا ارادہ کرے حالانکہ اس کی کچھ خطا اور قصور نہ ہو۔ اور نہ وہ مشرک ہو!

اب وصیت نامہ لپیٹ کر اپنے بھائی کو دے دیا اور انہیں رخصت کر کے خود رات کے وقت اہل بیت' عزیزوں اور دوستوں سمیت بسمت مکہ روانہ ہوئے۔ شعبان کی تیسری تاریخ اور ۶۰ھ تھا۔ شارع عام پر چلے جاتے تھے اور یہ آیت تلاوت فرماتے تھے۔ فخرج منھا خائف یترقب قال رب نجنی من القوم الظالمین آپ کے چچا زاد بھائی مسلم ابن عقیل نے کہا اگر ہم شارع عام سے علیحدہ ہو کر غیر معین رستے سے عبداللہ ابن زبیر کی طرف چلیں تو بہتر ہے۔ کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ ولید کچھ آدمیوں کو ہمارے پیچھے نہ بھیج دے۔ اگر ہم شارع عام پر ہوں گے تو بہ آسانی انہیں مل جائیں گے اور مشکل واقع ہو گی۔

امام حسینؑ نے فرمایا شارع اور سیدھے رستے پر چلنا ہی بہتر ہے ہم اس رستے سے چلیں گے اور مکہ کے مکانات پر نظر جمائیں گے اور جو حکم الٰہی ہے وہ ہو کر رہے گا۔ غرض شارع عام ہی سے سفر جاری رکھا چند فرسخ ہی گئے ہوں گے کہ عبداللہ ابن مطیع عدی حاضر ہوا اور کہا میری جان آپ پر فدا ہو اے فرزند رسول خدا کہاں کا ارادہ ہے۔ اور کس غرض سے آپ نے یہ سفر اختیار کیا۔ فرمایا فی الحال تو مکہ کا قصد ہے۔ اور وہاں پہنچنے کے بعد اپنے معاملات پر غور کر کے جیسا کچھ مناسب ہو گا اس کے مطابق عمل در آمد کروں گا۔ عبداللہ نے کہا سلامتی اور بہبودی خدا کرے آپ کے ارادے کے شامل حال رہے۔ اگر حکم ہو تو میں بھی اپنے دل کی بات عرض کروں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا ہاں کہہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ عبداللہ نے کہا مکہ پہنچ کر آپ مکہ ہی میں قیام فرمائیں اور اہل کوفہ پر ذرا بھروسہ نہ رکھنا۔ آج آپ سردار اور عرب کے سربر آوردہ شخص ہیں۔ خدا کے گھر میں قیام رکھیں۔ کہ کوفیوں کا کچھ اعتبار نہیں اور نہ ان کے کسی قول و قرار پر بھروسہ۔ اگر خدانخواستہ آپ کو کوئی حادثہ پیش آ گیا تو تمام اہل بیت ہلاک ہو جائیں گے۔

حضرت اسے دعائے خیر دے کر آگے روانہ ہو گئے۔ جب مکہ کے قریب پہنچے اور وہاں کے پہاڑ نظر آئے تو یہ آیت پڑھی و

لما توجه تلقاء مدین قال عسی ربی ان یھدی سواء السبیل غرض مکہ میں داخلہ کے وقت شہر کے تمام آدمی استقبال کے لئے آپؑ کی آمد سے نہایت ہی شاد و مسرور ہوئے۔ اب ہر روز صبح و شام لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ عبداللہ ابن زبیر بھی یہیں تھا' اس کو آپؑ کی تشریف آوری ناگوار گزری کیونکہ وہ خود اس امر کا خواہشمند تھا کہ کوفہ والے اس سے بیعت کرلیں لیکن وہ اس مطلب کو ظاہر نہ ہونے دیتا تھا۔ خود بھی ہر روز آپ کی خدمت میں آنے جانے لگا۔ آپ کے پیچھے نماز پڑھتا اور ہمراہ رہ کر حالات سنا کرتا اور خوب سمجھتا تھا کہ جناب امیر المومنین حسینؑ کے سامنے میرا چراغ نہیں جل سکتا۔ اور کوئی شخص مجھ سے بیعت نہ کرے گا۔ شعبان کے مہینے کے چند روز باقی تھے کہ جناب امام حسینؑ مکہ میں تشریف لاکر مقیم ہوئے اور رمضان اور شوال اور ذیقعد کا مہینہ آپ نے مکہ میں گزارا۔

عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ ابن عمر بھی مکہ میں تھے۔ انہوں نے مدینہ جانے کا قصد کیا اور جب مصمم ارادہ کرچکے تو امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عبداللہ ابن عمر نے کہا اے ابا عبداللہ آپ کو معلوم ہی ہے کہ کوفہ والے آپ کے خاندان کے کیسے دشمن ہیں۔ آپ کو ان کی طرف سے بہت کچھ احتیاط رکھنی اور اپنے آپ کو ان سے بچانا لازم ہے۔ آپ ان کے قول و قرار پر اعتماد نہ کریں۔ دوسری بات یہ ہے کہ لوگوں نے یزید سے بیعت کرلی ہے اور کوفہ والے بھی مال و زر کے لالچ سے اس کی طرف جھکیں گے۔ آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے یا شہید کردیں گے۔ آپ کی شہادت سے تمام اہل بیتؑ برباد ہو جائیں گے۔ اس لئے آپ امن و امان سے اپنے گھر میں بیٹھ رہیں۔ اور تمام جھگڑوں اور مخصموں سے الگ تھلگ رہیں۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اے ابن عمر افسوس تو اس بات کا ہے کہ یہ لوگ مجھے گھر میں بھی بیٹھنے نہ دیں گے مجھ سے الجھیں گے اور اگر میں اس سے بچ کر کسی نامعلوم جگہ پر جاؤں گا تو بھی یہ ڈھونڈ نکالیں گے۔ بیعت یزید کے لئے مجبور کریں گے اور اگر انکار کروں گا تو قتل کردیں گے۔ اے ابا عبدالرحمٰن تو نے سنا ہو گا کہ بنی اسرائیل نے پو پھٹنے سے سورج نکلنے تک ستر پیغمبروں کو قتل کردیا تھا۔ اس کے بعد بہ اطمینان تمام بازار میں جا بیٹھے اور لین دین میں مصروف ہو گئے۔ خدا نے ان کو ایسے بڑے گناہ کی سزا دینے میں ڈھیل کی اور عذاب نازل کرنے میں جلدی نہ کی۔ مگر انجام کار ان کو پکڑ لیا گیا۔ اور خدا ہی سب سے بہتر بدلا لینے والا ہے۔ ابا عبدالرحمٰن خدا سے ڈر اور میرا ساتھ نہ چھوڑ اور امداد سے منہ نہ موڑ تو میرا مددگار رہ اور بعد نماز دعائے خیر سے یاد کرتا رہ۔ اگر تو اس وقت مجبور ہے اور میرے ساتھ نہیں رہ سکتا تو میں تجھے معاف رکھتا ہوں۔ دعائے خیر سے تو فراموش نہ کرنا۔ پانچوں اوقات کی نماز کے بعد تو میرے لئے دعا کرتے رہنا' ان لوگوں کی بیعت کرنے میں عجلت نہ کرنا اس قدر توقف کرنا کہ تجھے انجام کار کی اطلاع ہو جائے۔ عبداللہ ابن عمر نے کہا اللہ تعالٰی نے دنیا و آخرت میں تمہارے نانا کو برگزیدہ کیا اور انہوں نے دنیا کو ترک کردیا۔ تم اسی رسول کے فرزند ہو۔ خدا کی قسم دنیا کو تم سے کوئی فائدہ نصیب نہ ہو گا اور نہ تمہارے اہل بیت ہی میں سے کسی کو میسر ہو گا۔ کیونکہ تم سے دنیا دور کردی گئی ہے۔ اور آخرت جو سب سے افضل ہے تمہارا ہی حصہ قرار دے دیا گیا ہے۔ اس کے بعد آبدیدہ ہو کر امام حسین علیہ السلام کو رخصت کیا۔

اب آنحضرتؑ نے عبداللہ ابن عباس کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تو میرے باپ کے چچا کا بیٹا ہے۔ میرے باپ نے ہمیشہ تیری عمدہ رائے سے مدد لی ہے۔ اب تو نے مدینہ جانے کا قصد کیا ہے سلامتی سے واپس چلا جا جو کچھ امور تجھے وہاں پر پیش آئیں اور حالات معلوم ہوں ان سے مجھے اطلاع دیتے رہا کرنا میں مکہ ہی میں قیام رکھوں گا جب تک یہاں کے لوگ میرے دوست رہیں گے۔ اور میری مدد کریں گے۔ جب یہ معلوم ہو جائے گا ان کے ارادے بدل گئے ہیں اور میرا ساتھ

نہ دیں گے۔ تو میں بھی اسی کلمہ کو اختیار کروں گا۔ جو ابراہیم پیغمبر آگ میں ڈالے جانے کے وقت فرماتے تھے کہ :
حسبنا اللہ و نعم الوکیل اور پھر میں کسی اور جگہ چلا جاؤں گا اس کے بعد تینوں صاحب رونے لگے۔ امام حسینؑ نے عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ ابن عمر کو رخصت کر دیا وہ مدینہ روانہ ہو گئے امام حسین علیہ السلام نے مکہ میں قیام کیا اور عبادت میں مشغول ہو گئے۔

امام حسین علیہ السلام کے نام کوفیوں کے پیغامات

جب کوفہ والوں نے سنا کہ جناب امیر المومنین حسین علیہ السلام مکہ میں تشریف لائے ہیں تو امیر المومنینؑ کے دوستوں میں سے کچھ لوگوں نے سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر میں بیٹھ کر جلسہ کیا۔ سلیمان نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا بیان کر کے جناب رسول خداؐ پر درود بھیجا۔ پھر جناب امیر المومنینؑ کے کچھ فضائل بیان کئے اور دعائے خیر کے بعد کہا اے لوگو تم نے معاویہ کے مرنے کی خبر سن لی اور جان لیا کہ اس کی جگہ یزید نے لی اور جاہل لوگوں نے اس کی بیعت اختیار کی ہے۔ امام حسینؑ کو اس کی بیعت سے انکار ہے۔ آل ابو سفیان کی فرمانبرداری منظور نہیں۔ اب مکہ میں تشریف لائے ہیں۔ تم ان کے ہوا خواہ ہو اور ان سے پہلے ان کے باپ کے دوستدار تھے۔ آج امام حسینؑ کو تمہاری امداد کی ضرورت ہے۔ اگر تم مددگار ہو اور ساتھ دو کچھ پس و پیش نہ کرو تو ان کے نام خطوط روانہ کرو اپنے ارادوں سے آگاہی دو اور اگر یہ جانتے ہو کہ تم کو کاہلی، سستی اور دل برداشتگی پیدا ہو گی، اپنے اقراروں کو پورا نہ کر سکو گے تو خاموش رہو کیونکہ ابھی اس مہم کا آغاز ہی ہے۔ آنحضرتؑ کو اپنے وعدوں اور امداد کا بھروسہ نہ دلاؤ۔ ان لوگوں نے برضا و رغبت جواب دیا کہ ہم نے تیرا کہنا منظور کیا ہاں ہم آنحضرتؑ کی ہر طرح امداد کریں گے۔ ان کی رضا میں ہماری جانیں بھی جاتی رہیں تو پرواہ نہیں۔ سلیمان نے ان سے اس معاملہ کی نسبت مستحکم اقرار اور وعدے لے لئے اور حجت قائم کی کہ بے وفائی نہ کرنا۔ اپنے قول سے نہ پھرنا۔ سب نے صدق دل سے جواب دیا کہ ہم بالکل ثابت قدم رہیں گے۔ اور جناب امام حسین علیہ السلام کے اوپر اپنی جانیں تک قربان کر دیں گے۔
اب سلیمان نے ان سے کہا کہ ہم سب امام حسینؑ کے نام ایک ایک خط بھیج کر اپنے دلی ارادہ اور اعتقاد سے مطلع کرو۔ اور درخواست کرو کہ آپ یہاں آ جائیں۔ انہوں نے کہا تیرا ہی لکھنا کافی ہے۔ اپنی طرف سے خط لکھ کر ہم سب کے ارادوں سے مطلع کر دے۔
سلیمان نے کہا بہتر یہی ہے کہ تم سب علیحدہ علیحدہ ایک ایک خط لکھ کر روانہ کرو۔ غرض سب نے درج ذیل مضمون کا ایک ایک خط لکھا:
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط حسین ابن علیؑ امیر المومنینؑ کے نام سلیمان بن صرد، مسیب بن نجبہ، حبیب ابن مظاہر، رفاعہ بن شداد، عبداللہ بن وائل، اور باقی تمام شیعوں اور اسلام کے خیر خواہوں کی طرف سے لکھا جا رہا ہے۔ کہ ہم سب تمہارے اور تمہارے باپ اور بھائی کے مکار دشمن کی موت سے خوش ہیں اور شکر الٰہی بجا لاتے ہیں کہ اس نے ان کو ہلاک کیا۔ جن حیلوں فریبوں اور مکاریوں سے اس نے خلافت پر قبضہ کیا تھا ان بری خصلتوں اور مذموم حالات کی تشریح نہیں ہو سکتی۔ وہ مسلمانوں کی رضامندی کے بغیر ان پر حکومت کرتا تھا۔ امت کے اچھے اچھے لوگوں کو قتل کرتا اور بدترین اشخاص کو زندہ رکھتا تھا۔ انجام کار اللہ جل شانہ نے ظالموں میں تفرقہ ڈال دیا۔ **فبعد کما بعدت ثمود اللہ** شکر خدا کہ وہ

دنیا سے اٹھ گیا۔ اب سنا جاتا ہے کہ اس کا لعین بیٹا اس کی جگہ بیٹھ گیا ہے۔ ہم اس کی خلافت اور امارت سے راضی نہیں اور نہ کبھی پسند کریں گے۔ ہم پہلے آپ کے باپ کے ہوا خواہ اور دوست تھے۔ اب تمہارے مددگار اور معاون ہیں۔ ان خطوط کے مضامین سے اطلاع پاتے ہی حضور سعادت و برکت کے ساتھ تشریف لائیں ہمارے سردار بنیں آپ ہمارے حاکم اور خلیفہ ہیں۔ آج ہمارا نہ کوئی امیر ہے نہ پیشوا جس کے پیچھے ہم نماز جمعہ اور دوسری نمازیں ادا کریں۔ نعمان بن بشیر یزید کی طرف سے یہاں موجود ہے۔ مگر یہاں اس کی کوئی عزت نہیں نہیں دن رات دار الامارۃ میں پڑا رہتا ہے نہ کوئی اسے خراج دیتا ہے۔ نہ اس کے پاس جاتا ہے۔ اگر وہ کسی کو طلب کرتا ہے تو کوئی اس کا کہنا نہیں مانتا بالکل بے وقعت امیر ہے۔

اگر آپ ہماری درخواست قبول فرمائیں گے اور تشریف لے آئیں تو ہم اسے یہاں سے نکال دیں گے۔ آپ کے تشریف لاتے ہی لشکر فراہم کر دیں گے۔ اچھی خاصی قوت بہم پہنچ سکتی ہے۔ پھر شام پر چڑھائی کر کے بدخواہ دشمن کو دور کر دیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ خدا ہمارے کاموں کو تمہارے وسیلہ والسلام علیک و رحمتہ اللہ و برکاتہ' ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

پھر خط بند کر کے اور مہر لگا کر دو شخص عبداللہ ابن مطیع ہمدانی اور عبداللہ بن سمیع عسکری کے حوالے کر دیئے کہ امیر المومنین حسینؑ کی خدمت میں پہنچا دیں۔ انہوں نے مکہ پہنچ کر وہ خط حوالہ کر دیئے۔ امام حسینؑ انہیں پڑھ کر اور حال دریافت کر کے خاموش ہو گئے۔ نہ قاصدوں سے کچھ فرمایا نہ خطوں کا جواب لکھا۔ صرف ان کو خوش کر کے واپس کر دیا۔ انہوں نے کوفہ پہنچ کر تمام حال دریافت کیا۔ اب کوفہ کے بڑے بڑے سردار قیس بن مسہر صیداوی' عبداللہ بن عبدالرحمٰن ارحبی' عامر بن وائل تمیمی وغیرہ ڈیڑھ سو سے زیادہ مشہور و معروف اشخاص جانب مکہ روانہ ہوئے۔ اور جناب امیر المومنین حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر ہر ایک نے کئی کئی خط رؤساء کوفہ کی طرف سے پیش کئے جن میں آپ کے بلانے کی درخواستیں شامل تھیں۔ اور زبانی بھی کہا کہ آپ کوفہ تشریف لے چلیں بلکہ ہمارے ہمراہ ہی چلیئے۔

امام حسین علیہ السلام نے کوفہ جانے میں تامل کیا اور انہیں بھی کچھ جواب نہ دیا۔ اب دو قاصد آئے اور کوفیوں کے خط لائے' یہ آخری خط تھے جن میں امام علیہ السلام کو بلایا گیا تھا۔ اور ہانی بن ہانی سبیعی' سعد بن عبداللہ جعفی نے اس مضمون کے خط لکھے کہ امیر المومنینؑ کے دوستوں کی طرف سے امیر المومنین حسینؑ کو معلوم ہو کہ تمام کوفہ والے آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں۔ سب کے سب آپ کی خلافت اور امارت پر متفق ہیں۔ اب ذرا تامل نہ کرنا چاہئے۔ یہاں پہنچنے اور فوج کشی کا یہی وقت ہے۔ صحرا سرسبز ہیں۔ میوے پک رہے ہیں' دیہات میں چارہ بکثرت ہے۔ فی الفور آنا چاہئے کہ کسی قسم کا پس و پیش نہ ہونا چاہئے۔ جس وقت آپ کوفہ میں داخل ہو جائیں گے تو وہ تمام فوجیں جو آپ کے لئے فراہم کی گئی ہیں آپ کے پاس حاضر ہو جائیں گی اور خدمت گزاری اور جان نثاری کے لئے کمربستہ ہوں گی۔ والسلام علیک و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔

امام حسین علیہ السلام نے ہانی اور سعید سے پوچھا یہ خط کس نے لکھے ہیں انہوں نے کہا اے فرزند رسول! شیث ربعی' حجاز بن حجر' یزید بن حارث' یزید بن یرم' عروہ بن قیس' عمر بن حجاج اور محمد بن عمیرہ نے متفق ہو کر یہ خط لکھے ہیں۔ اب امام علیہ السلام نے اٹھ کر وضو فرمایا اور رکن و مقام کے درمیان میں نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر دعا مانگی اور اس معاملہ کی نسبت اللہ تعالیٰ سے مدد چاہی فانہ ذالک و القادر علیہ

اس کے بعد کوفیوں کے خط کا جواب لکھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حسین ابن علیؑ کی طرف سے مومنین کی جماعت کو واضح

ہو کہ ہانی بن ہانی اور سعید بن عبداللہ نے حاضر ہو کر تمہارے خطوط پیش کیے۔ احوال مندرجہ معلوم ہوئے۔ تمہارے مطلب اور مدعا میں ذرا کمی نہ کی جائے گی اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل بن ابی طالب کو تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ کہ تمام حالات اور تمہارے بیان کی سچائی کا اندازہ کرکے مجھے اطلاع دے۔ جب وہ تمہارے پاس پہنچے اپنے حالات سے اسے باخبر کرو۔ اگر تم اسی اقرار اور عہد پر قائم ہو جس کا ذکر خطوط میں درج ہے تو اس سے بیعت کر لو اور ہر طرح سے اس کی مدد کرو۔ اس کے ساتھ سے علیحدہ نہ ہو' وہ امام جو اللہ تعالیٰ کی کتاب پر عمل کرتا ہے اور صاحب علم و انصاف ہے اس امام سے جو ظالم اور فاسق ہے بہتر ہے۔ اللہ تمہیں اور ہمیں راہ راست اور پرہیزگاری کی توفیق عطا فرمائے۔ و انہ سمیع الدعا و القادر علی ما یشاء و السلام علیک و رحمتہ اللہ و برکاتہ

پھر خط کو تمام کرکے بند کر دیا۔ مہر لگا کر مسلم بن عقیل کے حوالہ کیا۔ اور فرمایا میں تجھے کوفہ بھیجتا ہوں وہاں جا کر دریافت کرنا کہ کیا ان لوگوں کی زبانیں اپنی ان تحریروں کے مطابق ہیں یا نہیں۔ وہاں پہنچنے کے بعد ایسے شخص کے گھر اترنا جو سب سے زیادہ اعتماد کے لائق اور ہماری دوستی پر ثابت قدم معلوم ہو۔ وہاں کے باشندوں کو میری بیعت اور فرمانبرداری کی ہدایت کرنا۔ ان کے دلوں کو آل ابی سفیان کی طرف سے پھیر دینا۔ اگر یہ یقین ہو جائے کہ ان کے قول و قرار سچے ہیں اور جو کچھ کہتے ہیں اور لکھتے ہیں اس کو پورا کریں گے تو فوراً مجھے لکھ دینا اور جو امور مشاہدہ سے گزریں انہیں مفصل درج کرنا۔ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھے اور مجھے شہادت کا درجہ عطا فرمائے گا۔ اس کے بعد آپس میں بغل گیر ہو کر ملے۔ اور روتے ہوئے ایک دوسرے کو رخصت کیا۔

مسلم کوفہ روانہ ہو گئے۔ خفیہ راستہ اختیار کیا کہ بنی امیہ میں سے کسی کو اس حال کی خبر نہ ہو جائے۔ مبادا وہ یزید کو خط لکھ کر تمام حالات سے مطلع کر دے جس وقت مسلم مدینہ میں داخل ہوئے تو مسجد رسولؐ میں دو رکعت نماز پڑھی۔ آدھی رات کے وقت آپ نے عزیزوں اور دوستوں سے رخصت ہو کر سفر کوفہ اختیار کیا۔ قیس بن غیلان کے قبیلہ کے دو رہبر ساتھ لئے کہ غیر معروف راستے سے کوفہ پہنچا دیں۔ کچھ دور چل کر دونوں رہبر راستہ بھول گئے اور غلطی سے ایسے میدان میں جا پہنچے جہاں پانی کا نام و نشان نہ تھا۔ انجام کار دونوں رہبر پیاس کی شدت سے مر گئے۔ اب حضرت مسلم ہراساں ہو کر ادھر ادھر پانی کی تلاش میں دوڑے مگر کسی جگہ پانی نہ پایا۔ آخر کار ایک گاؤں مضیق میں پہنچ کر پانی پیا اور گھوڑوں' مویشیوں اور ساتھیوں کو بھی پلایا۔ پھر کچھ دیر آرام لے کر امیر المومنین حسینؑ کے نام خط لکھا تمام کیفیت درج کی۔ یہ بھی لکھا کہ مجھے یہ سفر مبارک نہیں ہوا۔ فال بد معلوم ہوتی ہے۔ آپ مجھے اس سفر سے معاف رکھیں۔

جس وقت مسلم کا یہ خط جناب امام حسینؑ کے پاس پہنچا حال مندرجہ سے واقف ہو کر یہ تحریر فرمایا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حسین ابن علی امیر المومنین کی طرف سے مسلم بن عقیل کو معلوم ہو کہ تمہارا خط آیا۔ مضمون معلوم ہوا۔ تمہارا یہ لکھنا کہ مجھے اس سفر سے معاف رکھو بڑے تعجب کی بات ہے۔ معلوم ہوتا ہے سستی اور شکستہ دلی کی وجہ سے یہ خط لکھا گیا ہے۔ تم اپنے دل کو مضبوط رکھو کسی امر کا خوف نہ کرو۔ اور جو حکم ہے اسے انجام دو۔ والسلام!

مسلم نے امام حسینؑ کا خط پڑھ کر کہا امیر المومنینؑ نے مجھ پر، الزام عائد کیا ہے جس کا مجھے خیال تک نہیں۔ مجھے کاہل اور شکستہ دل قرار دیا ہے۔ سبحان اللہ مجھے کس وقت اور کس جگہ ایسا پایا۔ پھر وہاں سے جانب کوفہ روانہ ہوئے۔ اثناء راہ میں دیکھا کہ اس نے ایک ہرن کا شکار کیا ہے اور اسے گرا کر ذبح کرتا ہے۔ مسلم نے اس منظر سے اچھی فال لی کہ انشاء اللہ ہم بھی اپنے دشمنوں کو قتل کریں گے پھر داخل کوفہ مسلم بن مسیب کے گھر قیام کیا۔ یہ مکان مختار بن ابو عبیدہ ثقفی کا بنایا ہوا تھا۔ امیر المومنین علی علیہ السلام کے دوست مطلع ہو کر آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ مسلم نے امام حسین علیہ السلام

کا خط پڑھ کر سنایا۔
جب انہوں نے حسینؑ کا خط اور علی کا نام سنا' خوب زور سے روئے اور وہ شوقا الی اللقاء زبانوں سے ادا کیا۔ پھر ایک ہمدانی شخص عابس بن سلیب نے مسلم کے پاس آکر کہا میں اور لوگوں کے دلوں اور اعتماد سے بے خبر ہوں۔ جو کچھ مجھے کہنا ہے محض اپنی طرف سے کہتا ہوں۔ کہ میرا دل اور جان فرزند رسول کی دوستی کے لئے وقف ہے۔ خدا کی قسم یہی بات ہے میں تمہارے آگے کھڑے ہو کر شمشیر زنی کروں گا۔ تمہارے دشمنوں کو ماروں گا یہاں تک کہ میری تلوار کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور صرف قبضہ ہاتھ میں رہ جائے۔ اور اس خدمت گزاری اور دوستی سے صرف خوشنودی خدا مطلوب ہو گی۔
پھر حبیب ابن مظاہر اسدی نے اٹھ کر کہا خدا کی قسم میں بھی تمہاری دوستی میں ایسا ہی نکلوں گا جیسا عابس نے بیان کیا ہے۔ اب لوگوں کی ٹولیاں آنی شروع ہو گئیں۔ اور سب اسی قسم کی گفتگو کرتے تھے۔ اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کی نسبت بڑے بڑے دعاوی کر رہے تھے مسلم کے سامنے ہر شخص بڑے بڑے تحفے پیش کرتا تھا مگر آپ نے کسی کا تحفہ قبول نہ کیا۔
اس وقت یزید کی طرف سے نعمان بن بشیر کوفہ کا حاکم تھا۔ اس نے مسلم کے آنے کی خبر سن کر جامع مسجد میں آکر لوگوں کو طلب کیا۔ جب سب آگئے تو منبر پر بیٹھ کر تقریر شروع کی اور کہا اے کوفہ والو تم کب تک فتنہ و فساد برپا رکھو گے کب تک نفاق کا دم بھرو گے۔ تم خدا سے نہیں ڈرتے اور نہیں جانتے کہ فساد کرنے سے محض بربادی' ابتری اور خونریزی کے سوا اور کچھ نتیجہ نہیں نکلتا فتنہ انگیزی سے جان اور مال دونوں برباد ہو جاتے ہیں۔ خدا سے ڈرو اور اپنے حال پر رحم کھاؤ۔ فساد سے بچو اور یہ بھی یاد رکھو کہ میں اس شخص سے بجنگ پیش آؤں گا جو مجھ سے لڑنا چاہے گا۔ ہاں میں سوتے ہوئے کو جگاتا نہیں۔ اور نہ جاگے ہوئے کو ڈراتا ہوں۔ نہ کسی شخص کو محض تہمت اور خیال کی بنا پر گرفتار کرتا ہوں۔ مگر تم اپنے کرتوت مجھ پر ظاہر کرتے اور عیب و نقصان کی راہ چلتے ہو۔ یزید کی بیعت و اطاعت سے نکل گئے ہو۔ اگر تم اس فساد سے باز آگئے۔ اور فرمانبرداری سے رہے تو تم کو معاف کر دوں گا۔ ورنہ خدائے واحد کی قسم تلوار سے کام لوں گا۔ اس قدر کشت خون کروں گا کہ تلوار پرزے پرزے ہو جائے گی۔ اگر میں تن تنہا ہی رہ جاؤں گا تب بھی اس معرکہ اور کوشش سے باز نہ رہوں گا۔
مسلم بن عبداللہ بن سعید حصی نے کہا۔ امیر کا بیان کمزور شخصوں کا سا ہے۔ اور اس میں ذرا بھی یقین نہیں پایا جاتا تو جو کچھ کہہ رہا ہے اسے عمل میں نہ لا سکے گا۔ نعمان نے کہا اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں میرا کمزور ہونا اس سے بہتر ہے کہ گناہ گاروں کے ساتھ گمراہیوں میں شریک ہو جاؤں۔ پھر اس کے بعد تاکید و تنبیہہ کی اور منبر سے اتر کر دار الامارۃ میں چلا آیا۔
عبداللہ بن مسلم نے جو یزید کا دوست تھا فوراً یزید کے پاس اس مضمون کا خط روانہ کیا کہ کہ میرے کوفی دوستوں اور خاص میری طرف سے امیر یزید کو معلوم ہو کہ مسلم ابن عقیل نے وارد کوفہ ہو کر علی ابن ابی طالب کے بہت سے دوستوں سے حسین ابن علیؑ کے لئے بیعت لی ہے اگر تجھے کوفہ کو اپنے قبضے میں رکھنا ہے اور کسی دوسرے کے قبضے میں جانا گوارا نہیں تو کسی سخت گیر شخص کو یہاں بھیج کہ تیرے احکام اور فرامین کو حسب ایما جاری اور دشمنوں کو تیری منشاء کے مطابق نیست نابود کر دے کیونکہ نعمان بن بشیر کمزور آدمی ہے۔ اگر کمزور بھی نہیں تو وہ لوگوں پر اپنے کو حقیر ظاہر کرتا ہے۔ والسلام!
عمار بن ولید اور یزید بن سعید نے بھی اسی مضمون کے خط روانہ کئے۔ یزید ان خطوں کو پڑھ کر بہت برافروختہ ہوا۔ اپنے باپ کے غلام سرجون کو بلا کر کہا مجھے ایک مہم پیش آگئی ہے۔ کیا تدبیر کی جائے؟ اس نے کہا وہ کیا مہم ہے۔ یزید نے کہا

مسلم بن عقیل نے داخل کوفہ ہو کر علی ابن ابی طالب کے دوستوں کی ایک جمعیت فراہم کر لی ہے۔ اور ان سے حسین ابن علی کے واسطے بیعت لی ہے۔ اب کیا بندوبست کرنا چاہئے تیری اس کے متعلق کیا رائے ہے۔ سرجون نے کہا اگر میری بات مانے تو کچھ کہوں۔ یزید نے کہا بیان کر۔ اس نے کہا تو نے عبداللہ ابن زیاد کو حاکم بصرہ مقرر کیا ہے۔ کوفہ بھی اسی کے حوالے کر دے۔ پھر جب اس طرف سے اطمینان ہو جائے گا تو وہ تیرے دشمنوں کو منتشر کر دے گا۔

یزید کو اس کی رائے بہت ہی پسند آئی۔ عبداللہ بن زیاد کے نام خط لکھا کہ مجھے میرے بعض دوستوں نے کوفہ سے اطلاع دی ہے کہ مسلم بن عقیل نے کوفہ میں آکر بہت سے آدمیوں کو جمع کیا ہے' ان سے حسین بن علیؑ کے واسطے بیعت لی ہے تو اس خط کے مضمون سے واقف ہوتے ہی فوراً کوفہ چلا جا اور اس فساد کی آگ کو بجھا کر اس مہم کو انجام دے۔

میں نے قبل ازیں تجھے بصرہ کی حکومت عطا کی تھی۔ اب کوفہ کی امارت بھی تجھے دیتا ہوں۔ مسلم بن عقیل کو اس طرح تلاش کر جس طرح بخیل آدمی گرے ہوئے روپے کو ڈھونڈتا ہے۔ جس وقت اسے گرفتار کر لے تو فوراً قتل کر کے سر میرے پاس بھیج دے۔ خوب یاد رکھ کہ میں اس معاملہ میں تیرے کسی بہانہ کو نہ سنوں گا۔ اس حکم کی تعمیل میں جلدی کر۔ والسلام!

پھر یہ خط مسلم بن عمر باہلی کو دے کر کہا بہت جلد یہ خط بصرہ لے جا اور عبداللہ کے حوالے کر اور رستہ میں کسی جگہ نہ ٹھہرنا' اس حال سے پہلے امیر المومنینؑ حسینؑ نے بصرہ کے نامور اشخاص خنت بن قیس مالک بن مسمعؑ منذر بن جارود' قیس بن محطمؑ' مسعود بن عمر اور عمر بن عبداللہ کے نام خط لکھ کر اپنی بیعت و اطاعت کی ہدایت کی تھی۔ اور انہوں نے آپ کے خطوط کو ظاہر نہ ہونے دیا تھا۔ مگر منذر بن جارود کی بیٹی عبداللہ کے نکاح میں تھی منذر اس سے بہت ڈرتا تھا اپنے نام کا خط جو امام حسینؑ کا بھیجا ہوا تھا عبیداللہ ابن زیاد کو دے دیا وہ خط دیکھ کر بہت غضبناک ہوا۔ اور ڈھنڈورا پٹوایا' پھر منذر سے کہا یہ خط کون لایا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ حسین بن علیؑ کا ایک ہوا خواہ سلیمان لایا ہے۔ عبداللہ نے کہا جا اسے بلا لا۔ اس وقت سلیمان ایک شیعہ کے گھر میں پوشیدہ تھا۔ منذر اسے بلا لایا۔ عبیداللہ نے اس سے کچھ نہ پوچھا۔ فی الفور قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا۔

جب سلیمان قتل ہو گیا تو منبر پر بیٹھ کر خدا کی حمد و ثناء کے بعد کہا اے بصرہ والو آج یزید کا ایک فرمان آیا ہے۔ اس نے ولایت کوفہ بھی مجھے دے دی ہے۔ میں کل کوفہ جاؤں گا اپنے بھائی عثمان کو تمہارا امیر مقرر کرتا ہوں۔ لازم ہے کہ تم سب اس کو عزت و حرمت سے رکھنا۔ ہر امر میں اس کی رضامندی اور اطاعت کو اختیار کرنا۔ مخالفت سے دور رہنا۔ خدائے واحد کی قسم اگر میں نے سنا کہ تم میں سے کسی نے اس کی خلاف ورزی کی اور فرمانبرداری سے منہ پھیرا ہے۔ تو اسے مع اس شخص کے جو اس کا شریک ہو گا قتل کر ڈالوں گا۔ اور جب تک انتظام ٹھیک نہ ہو گا۔ دشمن کو دوست کے عوض گرفتار کروں گا۔ اب میں نے تمہیں سمجھا دیا ہے ہرگز ہرگز مخالفت نہ کرنا۔ ورنہ تم مجھے جانتے ہو میں ابن زیاد کا بیٹا ہوں۔ میرے ماموں اور چچا بھی میری مخالفت سے پہلو بچاتے ہیں۔ والسلام!

اس کے بعد منبر سے اتر کر دوسرے دن جانب کوفہ روانہ ہوا۔ اور بصرہ کے نامور اشخاص مسلم بن عمر باہلی منذر بن جارود عبدی اور شریک بن عبداللہ اعور ہمدانی کو اپنے ہمراہ لے لیا۔ کوفہ کے قریب پہنچ کر ایک جگہ ٹھہر گیا اور اتنی دیر تک ٹھہرا رہا کہ آفتاب غروب ہو کر دو گھنٹے رات گزر گئی۔ اس کے بعد عمامہ باندھا تلوار کمر میں لگائی۔ کمان کندھے پر لٹکائی' ترکش لگا کر گرز ہاتھ میں لیا اور خنگ گھوڑے پر سوار ہو کر مع خدم و حشم بیابان کی راہ سے داخل کوفہ ہونے کے لئے کوچ کیا۔ اب چاند پوری روشنی ڈال رہا تھا۔ لوگوں کو خیال تھا کہ امام حسین تشریف لائیں گے۔ عبیداللہ کے خدم و حشم

کو دیکھ کر خیال کیا کہ امام حسینؑ تشریف لائے ہیں۔ گروہ در گروہ آنے شروع ہو گئے اور عبیداللہ کو سلام کرتے اور کہتے تھے اے فرزند رسول مبارک ہو مبارک ہو آپ کی تشریف آوری مبارک ہو عبیداللہ ان کے سلام کا جواب دیتا تھا۔

آخر کار مسلم بن عمر باہلی نے ایک شخص سے کہا یہ عبیداللہ بن زیاد ہے۔ حسین ابن علیؑ نہیں ہے۔ تم کو محض دھوکا ہوا ہے۔ کوفہ والے اس حال سے مطلع ہو کر بھاگے اور منتشر ہو گئے۔ عبداللہ نے دار الامارۃ میں قیام کیا وہ زخمی سور کی طرح جھلاتا اور پیچ و تاب کھاتا تھا۔ اس شب کو تو کچھ نہ بولا نہ کسی شخص کو بلایا۔ مگر دوسرے دن ڈھنڈورا پٹوایا کہ سب لوگ جامع مسجد میں اکٹھا ہوں۔ جب سب آ گئے اور بیشمار خلقت کا ہجوم ہو گیا تو عبیداللہ بھی داخل مسجد ہوا۔ سیاہ عمامہ سر پر اور کمر میں تلوار لٹکی ہوئی۔

منبر پر چڑھ کر حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا اے اہل کوفہ تمہارے امیر یزید نے مجھے حاکم کوفہ مقرر کیا اور حکم دیا ہے کہ عدل و انصاف سے پیش آؤں۔ مظلوموں کی فریاد سنوں۔ ظالموں سے بدلہ لوں۔ درویشوں سے اچھا سلوک کروں' دوستوں اور فرمانبرداروں پر مہربانی اور بخشش کرتا رہوں۔ میں نے امیر کے حکم کی تعمیل کی اور بصرہ سے یہاں آیا کہ اس کا فرمان بجا لاؤں۔ اب میں تمام ممانعتوں اور احکام کو جاری کروں گا۔ انشاء اللہ!

یہ کہہ کر منبر سے اترا۔ دار الامارہ میں پہنچا ا ر دوسرے دن وہاں سے نکل کر منبر پر چڑھا آج پہلے دن والی وضع میں نہ تھا۔ حمد خدا کے بعد کہا حکومت کے لئے سختی بھی ضروری ہے۔ اور میری عادت ہے کہ میں گنہگاروں کے عوض بیگناہوں کو پکڑ لیتا ہوں۔ اور غائب ہو جانے والوں کے واسطے حاضر اشخاص کو مبتلائے مصیبت کرتا ہوں۔ دوست کے بدلے دوست سے باز پرس کرتا ہوں۔ اسد بن عبداللہ نے کہا اے امیر خدا فرماتا ہے لا تزر وازرۃ وزر اخری مرد کو وقت پر آزماتے ہیں تلوار کو ہنر سے اور گھوڑے کو دوڑا کر۔ ہمارا یہ کام ہے کہ جو کچھ کہے گا اسے بجا لائیں گے۔ امیر کے احکام بسرو چشم پورے کریں گے۔ شروع میں احسانات کے علاوہ برا طریقہ جاری نہ کر۔

عبیداللہ ان باتوں کو سن کر خاموش ہو رہا۔ منبر سے اتر کر دار الامارہ میں چلا آیا۔ مسلم بن عقیل عبیداللہ کے آنے کی خبر سن کر گھبرائے آدھی رات کے وقت اپنی جائے قیام سے ہانی بن عروہ مذحجی کے گھر تشریف لائے اور بغیر اجازت اندر داخل ہو گئے۔ ہانی انہیں دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ پوچھا آپ کی یہ کیا حالت ہے۔ اور ایسا کون معاملہ درپیش آیا کہ آدھی رات کے وقت یہاں آئے۔ مسلم نے کہا میں نے عبیداللہ سے ڈر کر تیرے گھر میں پناہ لی ہے مجھے پناہ دے۔ ہانی نے کہا مجھے آپ نے سخت مصیبت میں مبتلا کیا۔ اگر تم میرے گھر تشریف نہ لاتے تو میں یہ بہتر سمجھتا کہ آپ واپس تشریف لے جائیں۔ مگر اب تو آپ نے میرے مکان میں پناہ لی ہے۔ بڑے شرم اور بے عزتی کی بات ہے کہ میں آپ کو یہاں سے واپس بھیج دوں۔ آپ آرام سے بیٹھیں۔ مسلم اس کے گھر میں بیٹھ گئے۔

عبیداللہ نے آدمی مقرر کئے کہ مسلم کو ڈھونڈ لائیں مگر کسی شخص نے آپ کا پتا نہ بتلایا۔ لوگ پوشیدہ طور پر مسلم کے پاس حاضر ہوتے اور از سر نو بیعت کرتے تھے۔ مسلم ان پر حجت قائم کرتے تھے کہ تم اپنے وعدوں پر ثابت قدم رہنا۔ بیوفائی نہ کرنا۔ وہ قسمیں کھاتے تھے یہاں تک کہ ۲۰ ہزار آدمی حلقہ بیعت میں آ گئے۔ اب مسلم نے ارادہ کیا کہ ان لوگوں کو ہمراہ لے کر نکالیں اور دار امارہ پر حملہ کر کے عبیداللہ کو پکڑ لیں۔ ہانی نے مناسب نہ سمجھا اور کہا آپ جلدی نہ کریں۔ کیونکہ جلد بازی شیطان کا کام ہے۔

ادھر عبیداللہ نے اپنے خیر خواہوں میں سے ایک شخص کو جس کا نام معقل تھا ایک ہزار درہم دے کر کہا جا شہر میں مسلم کو تلاش کر اور علیؑ کے گروہ سے کہنا میں علیؑ اور اس کے خاندان کا خیر خواہ ہوں جب تجھے مسلم کے سامنے لے جائیں تو اپنی

خیر خواہی جتا کر کہنا میں ایک ہزار درہم لایا ہوں آپ یہ روپیہ اپنے کاموں پر صرف کریں۔ وہ روپیہ پا کر تجھے اپنا ہوا خواہ سمجھیں گے اور اپنا دوست جان کر تجھ پر بھروسہ کریں گے پھر تو جو کچھ حالات دیکھے اور سنے مجھ سے آ کر بیان کر۔
معقل عبیداللہ کی ہدایات کے مطابق روپیہ لے کر مسجد کوفہ میں آیا۔ حسب اتفاق امیر المومنین علیؑ کے گروہ کے ایک شخص مسلم بن عوسجہ اسدی کو دیکھا۔ اس کے پاس بیٹھ کر کہا میں شام کا باشندہ ہوں۔ ایک ہزار درہم میرے پاس ہیں سنا ہے کہ خاندان نبوت میں کوئی شخص یہاں آیا ہے اور فرزند رسول خداؐ کے واسطے لوگوں سے بیعت لے رہا ہے اگر تو مہربانی کر کے مجھے اس کے پاس پہنچا دے اور میں اس کی زیارت سے مشرف ہو جاؤں تو یہ مال اسے دے دوں کہ وہ اپنے خرچ میں لائے میں تیرا بہت ہی احسان مند رہوں گا اگر تو چاہے تو اس شخص کے پاس جانے سے پہلے تجھ سے بیعت کر لوں۔
مسلم ابن عوسجہ نے جانا کہ وہ سچ بولتا ہے۔ قول قسم لے کر اور مضبوط عہد و پیمان کے بعد کہا اب تو چلا جا کل میرے پاس آنا۔ میں تجھے اس کے پاس پہنچا دوں گا۔ معقل وہاں سے چلا آیا۔ اور عبیداللہ سے سب حال کہہ سنایا۔ اس نے کہا دیکھ مردوں کی طرح اس کام کو انجام دینا۔
پھر لوگوں سے شریک بن الاعور ہمدانی کا حال پوچھا۔ جو بصرہ سے اس کے پاس آیا تھا اور کوفہ میں پہنچ کر سخت بیمار ہو گیا تھا۔ گھر سے باہر نہ آ سکتا تھا۔ انہوں نے کہا وہ بہت ہی ناتواں ہو گیا ہے۔ عبیداللہ نے کہا ہم اس کی عیادت کے لئے جائیں گے۔ شریک کو مسلم کا حال معلوم تھا اس نے کہا اے مسلم کل عبیداللہ میری عیادت کے لئے آئے گا۔ اسے باتوں میں لگا لوں گا اور تم اسے تلوار سے ایک ہلاکت خیز ضرب لگانا۔ پھر شہر کوفہ تمہارے قبضے میں آ جائے گا۔ اور اگر میں زندہ رہا تو بصرہ کو بھی تیرے تصرف میں لاؤں گا۔ دوسرے دن عبیداللہ سوار ہو کر ہانی کے دروازہ پر آیا اور شریک کی عیادت کے لے گھوڑے سے اتر کر اس کے پاس جا بیٹھا۔ شریک اس سے گفتگو کرنے لگا اور جس امر کو وہ پوچھتا بتاتا رہا۔ اور چاہا کہ نکل کر اس کا کام تمام کر دے۔
ادھر مسلم نے تلوار میان سے باہر کر کے چاہا کہ اندر سے نکل کر عبیداللہ کا کام تمام کر دے۔ ہانی نے کہا خدا کے لئے ایسا کام نہ کر میرے گھر میں بہت سے بچے اور عورتیں ہیں۔ قتل کے واقعہ سے بہت خوف کھائیں گے۔ مسلم بن عقیل نے غصہ ہو کر تلوار ہاتھ سے ڈال دی۔ شریک اب بھی عبیداللہ کو باتوں میں مشغول رکھنے کی کوشش کرتا رہا۔ اور کچھ کچھ باتیں دریافت کرتا رہا کہ اب بھی مسلم اسے آ کر مار ڈالے۔ آخر عبیداللہ کو بھی کچھ شبہ سا ہو گیا دل میں ڈرا اور وہاں سے اٹھ کر چلا آیا۔
عبیداللہ کے جانے کے بعد مسلم اور ہانی باہر آئے۔ شریک نے کہا تم نے اچھا موقع کھو دیا۔ کیوں اسے ہلاک نہ کر دیا۔ مسلم نے کہا مجھے ہانی نے اس امر سے روک دیا اور کہا میری عورتیں اور بچے اس قتل سے خوف کھا جائیں گے۔ شریک نے دونوں کو ملامت کی اور کہا اس بد اعتقاد فاسق کو بہت آسانی سے پکڑ سکتے تھے تم نے بڑی غلطی کی پھر ایسا موقع ہاتھ نہ آئے گا۔ شریک تین دن زندہ رہا پھر رحمت حق کے شامل حال ہو گیا۔
عبیداللہ نے دار الامارۃ سے نکل کر اس کے جنازہ کی نماز پڑھی پھر اپنے مکان پر چل گیا۔ دوسرے دن معقل نے مسلم بن عوسجہ کے پاس آ کر کہا تو نے مجھ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ مکہ سے آئے ہوئے شخص کے پاس لے چلوں گا کہ میں اس کی زیارت کر سکوں۔ اور یہ مال اسے دے دوں تو شاید اپنے وعدے سے پھر گیا ہے۔ براہ مہربانی اپنے اقرار کو پورا کر۔ مسلم نے کہا میں اپنے اقرار کو پورا کروں گا۔ شریک کی وفات کے سبب فرصت نہ ملتی تھی۔ کیونکہ وہ بڑا نیک خصلت اور امیر المومنین علی علیہ السلام کے خیر خواہوں میں سے تھا۔ معقل نے کہا وہ شخص جو مکہ سے آیا ہوا ہے ہانی کے گھر میں موجود

ہے۔ مسلم نے کہا ہاں۔ پھر اسے اپنے ہمراہ لے کر مسلم بن عقیل کی خدمت میں حاضر کیا۔ مسلم نے اسے مرحبا کہا۔ اور اپنے قریب بٹھا کر اس سے بیعت لی۔ معقل نے روپیہ پیش کیا۔ جسے مسلم نے قبول کر لیا۔ معقل تمام دن آپ کے پاس رہا اور طرح طرح کی باتیں اور دوستی کی باتیں کرتا رہا۔ جب رات ہو گئی وہاں سے رخصت ہو کر عبیداللہ کے پاس آیا۔ مسلم کا تمام حال کہہ سنایا۔ اس نے کہا تو مسلم کے پاس برابر آتا جاتا رہ اور خدمت گزاری کرتا رہ کیونکہ اگر تو اس کے پاس نہ جائے گا تو تیری طرف سے شک پیدا ہو جائے گا۔ اور مسلم اس کے گھر سے نکل کر کسی دوسرے گھر میں جا رہے گا۔ اس کے بعد عبیداللہ نے آدمی بھیج کر محمد بن اشعث' اسماء بن خارجہ فزاری اور عمرو بن حجاج زیدی کو بلایا۔ اور کہا ہانی ایک دفعہ میرے پاس نہیں آیا نہ میرا حال دریافت کیا۔ کیا تمہیں اس کا کچھ حال معلوم ہے؟ کہ وہ کس سبب سے نہیں آیا؟

انہوں نے کہا وہ بہت کمزور و ناتواں آدمی ہے۔ اس لئے امیر کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتا اس نے کہا ہاں پہلے تو علیل تھا اور اب تندرست ہے کسی قسم کی شکایت باقی نہیں رہی۔ پھر کیوں خانہ نشین ہے۔ اور میرے پاس نہیں آتا۔ کل تم اس کے پاس جاؤ اور اس سے علیحدہ رہنے پر ملامت کرو کہو مجھ سے ملنے کے لئے آئے اور جو خدمت اور اطاعت اس پر واجب ہے بجا لائے۔ میں ہمیشہ اس پر مہربان رہا ہوں۔ اب اور زیادہ اچھا سلوک کروں گا۔ انہوں نے کہا بسر و چشم۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ عبیداللہ کا ایک خدمت گار مالک بن یربوع تمیمی آیا اور کہا اللہ تعالیٰ امیر کو محفوظ رکھے ایک اور خوفناک حادثہ کی خبر ہے۔ اس نے کہا بیان کر۔ مالک نے کہا میں سیر کے ارادہ سے شہر کے باہر گیا ہوا تھا۔ اس کے گرد پھر رہا تھا۔ ایک شخص کو دیکھا کہ کوفہ سے نکل کر نہایت تیز روی سے مدینہ کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے اس کے پیچھے گھوڑا ڈالا اور اسے جا لیا پوچھا تو کون ہے اور کہاں جاتا ہے؟ اس نے کہا میں مدینہ کا رہنے والا ہوں پھر میں نے گھوڑے سے اتر کر دریافت کیا۔ کیا تیرے پاس کوئی خط ہے۔ اس نے اقرار نہ کیا تو میں نے اس کے کپڑوں کی تلاشی لی ایک سربند خط ملا' وہ یہ ہے۔ اور اس شخص کو امیر کے دروازے پر پہرہ کے اندر دے دیا ہے۔

عبیداللہ نے خط کھولا مضمون یہ تھا۔ مسلم بن عقیل کی طرف سے حسین ابن علیؑ کو معلوم ہو کہ میں کوفہ میں پہنچا تمام شیعوں سے ملا۔ آپ کے لئے بیعت لی۔ بیس ہزار اشخاص نے برضا و رغبت آپ کی بیعت اختیار کر لی ہے۔ میں نے ان کے نام لکھ لئے ہیں۔ آپ اس خط کے مضمون سے مطلع ہوتے ہی فوراً چلے آئیں۔ کسی بھی وجہ سے دیر نہ کریں۔ کیونکہ کوفہ والے دل سے آپ کے خیر خواہ اور دوست ہیں۔ اور یزید سے سخت متنفر ہیں۔ والسلام

عبیداللہ نے کہا جس شخص کے پاس سے یہ خط ملا ہے اسے میرے سامنے لا۔ مالک جا کر لے آیا۔ عبیداللہ نے پوچھا تو کون ہے۔ اس نے کہا میں بنی ہاشم کا ہوا خواہ ہوں۔ پوچھا تیرا نام؟ اس نے کہا عبداللہ یقطین۔ پھر پوچھا یہ خط تجھے کس نے دیا تھا کہ حسینؑ کے پاس لے جائے۔ اس نے جواب دیا ایک بوڑھی عورت نے۔ کہا تو اس کا نام جانتا ہے۔ میں نے کہا اس کے نام سے واقف نہیں۔ عبیداللہ نے کہا تو دو باتوں میں سے ایک اختیار کر یا تو خط دینے والے کا نام بتا دے کہ میرے ہاتھ سے بچ جائے ورنہ تجھے قتل کرا دوں گا۔ اس نے کہا نام نہ بتاؤں گا اس میں اگر میری جان بھی جاتی رہے تو کچھ پرواہ نہیں۔ عبیداللہ نے اسے قتل کرا دیا۔ رحمتہ اللہ علیہ۔ پھر محمد بن اشعث' عمر بن حجاج اور اسماء بن خارجہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا جاؤ ہانی سے کہو وہ میرے پاس آتا رہے۔ وہ وہاں سے اٹھ کر ہانی کے گھر آئے۔ دیکھا ہانی گھر میں موجود ہے۔ اسے سلام کیا پوچھا امیر کے پاس کس لئے نہیں جاتا۔ اس نے تجھے کئی مرتبہ یاد کیا ہے۔ اور تیرے حاضر نہ ہونے سے آزردہ خاطر رہتا ہے۔ اس نے جواب دیا بیماری کی وجہ سے نہیں جا سکا۔ چلنے پھرنے کی طاقت ابھی تک نہیں آئی۔ انہوں نے کہا ہم نے تیری طرف سے یہی عذر پیش کیا تھا۔ اس نے قبول نہ کیا۔ اور کہا میں سنتا ہوں کہ وہ تندرست ہو گیا ہے۔ باہر

نکلتا ہے اور اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھتا ہے۔ اور آدمی اس کے پاس جمع ہوتے ہیں۔ اب مناسب ہے کہ تو اس کے پاس جائے کیونکہ وہ برسر اقتدار ہے۔ ایسے شخص سے ملنا جلنا اچھا ہے۔ مبادا وہ کسی سختی اور ظلم پر آمادہ ہو جائے۔ خاص کر نامور اشخاص کی طرف سے اور تو آج اپنے قبیلہ کا سردار ہے۔ ہم تجھے قسم دلاتے ہیں تو اپنے حال پر رحم کر اور ہمارے ساتھ امیر کے پاس چل۔ ہانی نے کہا اچھا میں چلوں گا۔

اس کے بعد اپنی پوشاک منگا کر پہنی، گھوڑے پر سوار ہو کر ان لوگوں کے ہمراہ دار الامارۃ پر پہنچا۔ اب اس کا دل گھبرایا۔ بدی اور شرارت کا برتاؤ ہونے کا خیال گزرا۔ اسماء بن خارجہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا بھائی مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے ساتھ برائی وقوع میں آئے گی۔ اسماء نے کہا سبحان اللہ یہ کیا بات ہے۔ چچا تمہارے خیالات بالکل غلط ہیں۔ اپنے دل سے تشویش دور کرو اور ہر طرح سے مطمئن رہو۔ بھلائی کے سوا اور کوئی امر ظاہر نہ ہو گا۔

غرض عبیداللہ کے پاس آئے اس وقت قاضی شریح عبیداللہ کے پاس بیٹھا تھا۔ جس وقت دور سے ہانی کو آتے دیکھا قاضی شریح سے مخاطب ہو کر کہا:

اريد حياته و يريد قتلي عذ يرك من خليلك من مراد

ہانی یہ بیت سن کر گھبرایا اور کہا اے امیر یہ کیا مثل ہے جو تو نے کہی۔ اس نے کہا اے ہانی خدا کی قسم تو نے مسلم بن عقیل کو اپنے گھر میں لا کر رکھ چھوڑا ہے۔ اور پناہ دے کر بہت لوگوں کو مسلح کر کے مکان کے ارد گرد بہت سے لوگوں کو فراہم کیا ہے۔ اور تو یہ سمجھتا ہے کہ میں ان باتوں سے بے خبر ہوں۔ یقین کر کہ تیری تمام حرکات مجھے معلوم ہیں۔ ہانی نے کہا مجھے ان امور کی کوئی خبر نہیں۔ عبیداللہ نے کہا میں بالکل سچ کہتا ہوں۔ پھر معقل کو بلا کر ہانی سے کہا تو اسے جانتا ہے۔ اب ہانی سمجھ گیا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اور معقل عبیداللہ کا جاسوس تھا۔ فرزند رسول کا دوست نہ تھا۔ عبیداللہ کو یہ سب حالات معلوم ہو گئے ہیں۔ اب ہانی نے اقرار کر لیا کہ اللہ تعالیٰ امیر کو محفوظ رکھے میں نے کسی شخص کو مسلم کے بلانے کو نہیں بھیجا نہ اسے بلایا۔ نصف شب کے وقت میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ میرے گھر پر آ کر پناہ کا طالب ہوا ہے۔ مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ اسے پناہ نہ دوں اور تنہا چھوڑ دوں۔ اس لئے اس کو پناہ دے دی۔ اب تجھے اس کا حال معلوم ہو گیا ہے۔ اجازت دے کہ جا کر اس سے عذر کروں کہ کہیں اور چلا جائے اور میں عہد کرتا ہوں کہ جب اس شخص کو اپنے گھر سے روانہ کر دوں گا تو تیرے پاس حاضر ہو جاؤں گا۔

اس نے کہا جب تک تو اسے یہاں حاضر نہ کرے گا میرے پاس سے نہ جا سکے گا۔ ہانی نے کہا میں کبھی ایسی بات نہ کروں گا۔ کیونکہ ازروئے شرع مروت جائز نہیں کہ پناہ دیئے ہوئے شخص کو دشمن کے حوالہ کر دوں۔ اہل عرب کی خصلت ایسی نہیں ہے تو مجھے ایسے فعل کی تکلیف نہ دے میں ہرگز اسے تیرے سامنے نہ لاؤں گا۔ اور اپنے واسطے اس عیب و عار کو گوارا نہ کروں گا۔ مسلم بن عمر باہلی نے کہا اے امیر ذرا سی دیر کی مہلت دے کہ میں ہانی سے دو دو باتیں کر لوں۔ عبیداللہ نے کہا اسی مکان میں جو کہنا ہو کہہ لے۔ مسلم بن عمر نے ہانی کا ہاتھ پکڑا۔ اور کونہ میں لے جا کر سمجھایا کہ تو اپنی زندگی سے کیوں بیزار ہوا ہے۔ اپنے بچوں اور کنبے والوں کے حال پر رحم کر۔ مسلم بن عقیل کے واسطے اپنے آپ کو ہلاک نہ کر اگر ہم جنسوں میں کوئی برابر والا تجھ سے طلب کرتا اور تو دیتا عیب کی بات تھی۔ مگر جب ایک زبردست شخص جس کے پنجہ میں تو گرفتار ہے مانگتا ہے تو حوالہ کر دے۔ کوئی عیب اور شرم کی بات نہیں۔

ہانی نے کہا خدا کی قسم ہزار عیب سے بڑھ کر یہ امر ہے۔ میں اس شرم کو کبھی گوارا نہ کروں گا اور رسول خدا کے بیٹے کے قاصد اور اپنے مہمان اور پناہ دیئے ہوئے کو ہرگز دشمن کے سامنے پیش نہ کروں گا۔ جب تک زندہ ہوں اور میرے ہاتھ

پاؤں چلتے اور دوست آشنا عزیز و قریب میرے ہمراہ ہیں۔ ایسا ہونا ممکن نہیں۔ بلکہ خدا کی قسم اگر میں تنہا بھی رہ جاؤں گا اور میرا کوئی مددگار اور یار و غمخوار بھی نہ رہے گا تب بھی یہ عار نہ اٹھاؤں گا۔ مسلم ابن عمرا سے عبیداللہ کے پاس واپس لے آیا۔ اور کہا اسے کوئی نصیحت کارگر نہ ہوگی۔ اور وہ مسلم بن عقیل کو ہمارے حوالے نہ کرے گا۔ عبیداللہ زیادہ غضب ناک ہو کر بولا خدا کی قسم اگر تو اسے میرے پاس نہ لائے گا تو تیرا سر اڑا دوں گا۔ ہانی نے کہا کس کی مجال ہے جو میرے ساتھ اس طرح پیش آسکے گا۔

عبیداللہ نے کہا تو مجھے اپنے دشمنوں اور اپنے عزیزوں سے ڈراتا ہے۔ یہ کہہ ایک آہنی لکڑی جو سامنے رکھی تھی اٹھالی اور ہانی کے منہ پر ماری۔ جس سے ایک بھوں اور ناک پھٹ کر خون بہہ نکلا۔ قریب ہی عبیداللہ کا ایک سپاہی تلوار ہاتھ میں لئے کھڑا تھا۔ ہانی نے اس کے قبضے پر ہاتھ ڈال کر چاہاکہ تلوار چھین لے مگر ایک اور سپاہی نے پکڑ لیا۔ عبیداللہ نے چیخ کر کہا اسے گرفتار کرکے اسی مکان کی ایک کوٹھڑی میں بند کردو۔

اسماء بن خارجہ نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر تو نے ہم سے کہا تھا اور ہم اسے تیرے پاس لائے تھے اس کے آنے سے پہلے تو نے اس کے واسطے اچھے اچھے وعدے کئے تھے۔ اب وہ آیا تو غیض و غضب سے پیش آیا۔ ناک توڑ دی اور اس کے چہرے اور داڑھی کو خون سے رنگین کر دیا۔ پھر اسے قید خانہ میں ڈال دیا۔ تیری رحم دلی سے یہ بات بہت ہی بعید ہے۔ اور مزید یہ کہ تو اسے قتل کرنا چاہتا ہے۔ تجھے اچھا برتاؤ کرنا چاہئے تھا۔ عبیداللہ نے اسی غصے کی حالت میں جواب دیا کہ اس قدر مارو کہ یہ مرجائے۔ جب اس کے زندہ رہنے کی امید نہ رہی تو اسماء نے کہا انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اے ہانی ہم تجھے موت کا پیغام سناتے ہیں۔ اور اب یہ معاملہ ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ ہانی کے رشتہ دار بنی مذحج والے سوار ہو کر دار الامارہ پر آئے اور ہجوم کرکے بلند آوازوں سے بولنے لگے۔ عبیداللہ نے پوچھا یہ کیسا شور و غل ہے۔ لوگوں نے کہا ہانی کے عزیزوں کو خبر لگی ہے کہ امیر نے اسے ہلاک کر دیا ہے۔ اس لئے وہ جمع ہو کر دروازے پر آپہنچے ہیں۔

عبیداللہ نے قاضی شریح سے کہا اٹھ کر ذرا ہانی کو دیکھ۔ پھر مکان سے نکل کر اس کے رشتہ داروں کو سمجھا دے کہ ہانی صحیح و سلامت ہے۔ تم کس لئے فریاد کرتے اور فتنہ اٹھاتے ہو۔ جس کسی نے ایسا کہا کہ امیر نے ہانی کو مروا دیا ہے۔ وہ جھوٹا ہے۔ شریح نے مکان سے نکل کر اس کے عزیزوں کو یہی بات سنا دی واپس چلے گئے۔

عبیداللہ محل سے نکل کر جامع مسجد میں آیا اور منبر پر چڑھ کر دائیں بائیں دیکھا کہ اس کے سپاہی ہر طرف شمشیریں اور گرز کاندھے پر رکھے کھڑے ہیں۔ کہا اے کوفہ والو اللہ جل شانہ کی عبادت اختیار کرو، محمد مصطفیؐ کی سنت پر چلو' اور خلفاء کی روش سے نہ ہٹو' صاحب حکومت کی اطاعت سے نہ پھرو' ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ فتنہ و فساد سے بچو ورنہ پچھتاؤ گے۔ اور میں تم پر حجت تمام کئے دیتا ہوں۔ اور یزید کی طرف سے خوف دلاتا ہوں۔ اسی اثناء میں اس نے شور و غل سنا اور پوچھا یہ کیسا غل ہے لوگوں نے کہا اے امیر بچ۔ کیونکہ مسلم ابن عقیل نے جماعت کثیر کے ساتھ جنہوں نے حسین ابن علیؑ کی بیعت اختیار کرلی ہے چڑھائی کر دی ہے۔ اور وہ تیرے مارنے کے ارادے سے آتا ہے۔

عبیداللہ فوراً منبر سے اتر کر دار الامارہ میں چلا آیا۔ اور دروازے بند کرا لئے۔ مسلم بن عقیل کے پاس خاصا لشکر جمع ہو گیا۔ لوگ جھنڈے لے کر آپ کے پاس آتے تھے۔ یہاں تک کہ دو ہزار آدمی آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ اب دار الامارہ کے دروازہ پر پہنچے۔ عبیداللہ اور اس کے باپ کو سخت گالیاں دے رہے تھے۔ ادھر سے عبیداللہ کا لشکر بھی فراہم ہو گیا اور مسلم کی فوج کے مقابلہ میں آکر جنگ کرنے لگا۔ بڑی سخت جنگ ہوئی۔ عبیداللہ اور اس کے ارکین اور سرداران کوفہ کی چھتوں پر سے یہ حال دیکھ رہے تھے۔ اور عبیداللہ کا ایک دوست کثیر ابن شہاب کوٹھے پر کھڑا ہوا بہ آواز بلند کہہ رہا تھا

اے لوگو! حسین کے دوستو اور اے مسلم بن عقیل اپنی جانوں پر رحم کرو۔ اور اپنے اہل و عیال کے دشمن نہ بنو۔ کیونکہ شامی فوجیں داخل ہوا چاہتی ہیں۔ اور امیر عبیداللہ نے قسم کھائی ہے کہ اگر تم شام تک اسی طرح جنگ کرتے رہے اور مقابلے سے باز نہ آئے تو تمہاری جاگیریں ضبط کرلی جائیں گے اور تمہارے جنگجو مردوں کو یہاں سے نکال کر شام بھیج دوں گا اور مجرموں کے عوض بے گناہوں کو قتل کروں گا اور بھاگ جانے والوں کے بدلے موجودہ اشخاص کو سزا دوں گا۔ یہ باتیں سن کر جن لوگوں نے مسلم سے بیعت کی تھی خوفزدہ ہوگئے۔ دس دس بیس بیس آدمیوں کا گروہ کھسکنے لگا آپس میں کہتے تھے۔ ہم اس فساد میں کیسے شریک ہوں۔ اپنے کیوں نہ چل کر بیٹھیں۔ اور دیکھیں کہ انجام کیا ہوتا ہے۔ غرض آفتاب ابھی غروب نہ ہونے پایا تھا کہ وہ اٹھارہ ہزار مسلح آدمی جو مسلم بن عقیل کے ساتھ تھے سب کے سب بھاگ گئے۔ ایک بھی ساتھ نہ رہا۔

مسلم نے اپنے آپ کو بالکل تنہا اور بے یار و مددگار پا کر کہا لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ یہ سب کے سب کیا ہوئے اور کہاں چلے گئے۔ پھر گھوڑے پر سوار ہو کر کوفہ کی گلی کوچوں کا رخ کیا۔ ایک محلہ سے دوسرے محلہ میں جاتے تھے یہاں تک کہ ایک بوڑھی عورت طوعہ نام کے دروازہ پر پہنچے۔ یہ عورت اشعث بن قیس کندی کی بیوی تھی۔ جس نے اس شوہر کے بعد حضرموت کے ایک جوان سے نکاح کرلیا تھا۔ اور اس سے ایک بیٹا عبداللہ پیدا ہوا۔ اس وقت یہ عورت اپنے دروازے پر موجود تھی۔ مسلم بن عقیل نے سلام کیا اس نے جواب سلام دے کر پوچھا تیرا کیا مطلب ہے؟ مسلم نے کہا مجھے پینے کے لئے پانی دے۔ میں بہت ہی پیاسا ہوں۔ عورت گھر میں سے آبخورہ لائی۔ مسلم نے گھوڑے سے اتر کر اور اس کے دروازہ پر بیٹھ کر پانی پیا پھر اس عورت نے پوچھا اب کہاں جائے گا اور یہ تیرا کیا حال ہے۔ مسلم بن عقیل نے کہا اس شہر میں میرا کوئی گھر نہیں۔ جہاں امن سے بیٹھ رہوں۔ مسافر ہوں اور میرے جس قدر دوست اور ہمراہی تھے سب علیحدہ ہو گئے۔ اور مجھے تنہا چھوڑ دیا۔ میں ایک بڑے بزرگ خاندان کا شخص ہوں۔ اگر مجھ سے اچھا سلوک کرے گی تو اس کی جزا دوں گا۔ دونوں جہان میں خدا اور رسولؐ سے پائے گی۔

اس نے پوچھا تو کون شخص ہے۔ مسلم نے کہا اے عورت اس بات کو نہ پوچھ۔ اس نے کہا تو مجھ سے اپنا حال نہ چھپا اور جب تک مجھے معلوم نہ ہو جائے گا کہ تو کون ہے اس وقت تک میں تجھے اپنے گھر میں داخل نہ ہونے دوں گی۔ کیونکہ اس شہر میں فساد عظیم پھیلا ہوا ہے۔ اور عبیداللہ ابن زیاد بصرہ سے یہاں آیا ہے۔ مسلم بن عقیل نے کہا اے عورت اگر تو مجھے جان جائے گی تو یقیناً بڑی مہربانی سے پیش آئے گی اور مجھے اپنے گھر میں پناہ دے گی۔ میں مسلم ابن عقیل ابن ابی طالب ہوں۔ میرے ساتھیوں نے آج مجھے تن تنہا چھوڑ دیا اور سب منتشر ہو گئے۔ جب میں اکیلا رہ گیا تو یہاں آیا۔ اس عورت نے کہا مرحبا مرحبا! آیئے میرے گھر میں تشریف لے آیئے۔ مسلم اس کے گھر میں تشریف لے گئے اور اس نے آپ کو کوٹھری میں بٹھا کر باہر چراغ روشن کردیا۔ کھانا سامنے لا رکھا لیکن مسلم نے کچھ نہ کھایا۔ اسی وقت اس کا بیٹا آیا اور ماں کو دیکھا کہ روتی ہوئی کبھی اندر جاتی ہے اور کبھی باہر آتی ہے۔ پوچھا تیرا یہ کیا حال ہے۔ اس نے جواب دیا بیٹا ابھی مسلم بن عقیل نے ہمارے گھر میں پناہ لی ہے۔ وہ گھر میں موجود ہیں اور میں ان کی خدمت گزاری میں مصروف ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ثواب عطا فرمائے۔

اس کا بیٹا سن کر خاموش ہو رہا پھر کچھ دیر کے بعد بولا کل عبیداللہ نے منادی کرا کر تمام لوگوں کو جمع مسجد میں جمع کیا اور خود منبر پر بیٹھ کر حمد و ثنا کے بعد کہا مسلم نے اس شہر میں آ کر فتنہ و فساد برپا کیا اور جب کوئی مطلب حاصل نہ کر سکا تو بھاگ گیا۔ چنانچہ تم اچھی طرح واقف ہو اور مجھے بھی یقین ہے کہ وہ شہر سے باہر نہیں گیا کسی نہ کسی گھر میں پوشیدہ ہے۔ اس

لئے آگاہ رہو کہ جس گھر میں مسلم پایا جائے گا میں اس گھر والے کو قتل اور تمام مال و اسباب کو برباد کر دوں گا۔ اور جو شخص مسلم کو میرے پاس پکڑ کر لائے گا یا سچی خبر دے گا میں اس کے ساتھ بے شمار انعام و اکرام سے پیش آؤں گا۔ اے کوفہ والو خدا سے ڈرو اور مخالفت کے پاس نہ جاؤ۔ اس کے بعد کہا جو شخص مسلم کو میرے پاس لائے گا اسے دس ہزار درہم دوں گا اور یزید اس کی بڑی قدر و منزلت کرے گا۔ اور میں بھی اس کی خواہشات کو پورا کروں گا۔

اس کے بعد عبیداللہ نے حصین بن نمیر کو بلایا اور کہا جا تمام مکانوں کی تلاشی لے کر مسلم کو پکڑ لا۔ حصین نے کہا بہت اچھا۔ اسی وقت محمد بن اشعث بھی عبیداللہ کے پاس آ گیا۔ عبیداللہ نے کہا کیا خوب آیا تجھ سے ایک صلاح لینی ہے۔ اس نے کہا اے امیر فرمائیے کیا مشورہ ہے؟ جو کچھ میرا خیال ہو گا عرض کر دوں گا۔ عبیداللہ نے کہا مسلم اسی شہر میں ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ وہ باہر نہیں گیا۔ اب اسے کس حیلے سے پکڑ سکتے ہیں؟

محمد عبیداللہ کے پاس بیٹھ کر اس معاملہ کی نسبت باتیں کرنے لگا اتنے میں ایک عورت کے بیٹے نے جس کے گھر میں مسلم چھپا ہوا تھا عبدالرحمٰن محمد بن اشعث کو اس حال سے خبر کی اور عبدالرحمٰن نے اپنے باپ محمد کے کان میں پھونکی۔ عبیداللہ نے پوچھا تیرے بیٹے نے تیرے کان میں کیا کہا۔ محمد نے کہا اللہ تعالیٰ امیر کو عظمت بخشے اس نے کہا میرا بیٹا کہتا ہے کہ مسلم ایک عورت طوعہ نام کے گھر میں پوشیدہ ہے۔ عبیداللہ بہت خوش ہوا اور کہا تجھے بہت بڑا انعام اور خلعت دیا جائے گا۔ اسے پکڑ لا!

عمر بن حریص مخزومی کو جو اس کا نائب تھا حکم دیا کہ تین سو نامور بہادر فوج میں سے چھانٹ کر محمد ابن اشعث کے حوالہ کر دے کہ انہیں ہمراہ لے جائے اور مسلم کو گرفتار کر لائے۔ محمد تین سو سواروں کو ہمراہ لے کر طوعہ کے گھر کے قریب پہنچا۔ مسلم نے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سن کر پہچان لیا کہ میری گرفتاری کے لئے آئے ہیں۔ اٹھ کر زرہ پہنی اب وہ لوگ دروازہ پر آ پہنچے تھے۔ اور گھر کو آگ لگا دی تھی۔

مسلم نے یہ حال دیکھ کر تبسم فرمایا اور کہا اے نفس مرنے کے لئے مستعد ہو جا آدم کی اولاد کا انجام یہی ہے۔ پھر طوعہ سے کہا خدا تجھے بخشے اور ثواب عظیم عطا فرمائے تیرا بیٹا اس ظالم اور ناخدا ترس قوم کو مجھ پر چڑھا لایا گھر کا دروازہ کھول دے۔ اس عورت نے دروازہ کھولا مسلم غضب ناک شیر کی طرف جھپٹ کر باہر نکلے اور ایک ہی حملے میں کئی شخصوں کو مار گرایا۔

لوگوں نے عبیداللہ سے جا کر کہا مسلم مقابلے سے پیش آیا اور کئی شخص مار ڈالے۔ اس نے محمد سے کہلا بھیجا کہ تجھے صرف ایک شخص کی گرفتاری کے لئے تین سو جرار دیئے گئے تھے کہ اسے میرے پاس پکڑ لائے۔ تو نے اسے کیوں جنگ کرنے اور کئی شخصوں کو ہلاک کرنے کا موقع دیا یہ کیسی کمزوری اور عاجزی کی بات ہے۔ مسلم اگرچہ بہادر شخص ہے مگر ایک آدمی سے زیادہ نہیں۔ محمد نے جواب کہلا بھیجا کہ کیا تو خیال کرتا ہے مجھے کسی بنیئے کے مقابلے پر بھیجا ہے۔ خدا کی قسم وہ ایک ہزار جوانوں کے ہم پلہ ہے۔ اور اگر ایسے شخص کا کوئی ساتھ دینے والا اور مدد کرنے والا ہوتا تو دنیا کو ہماری نگاہوں میں تاریک کر دیتا۔ مسلم آسانی سے گرفتار نہیں ہو سکتا۔ اور تدبیر کرنی چاہئے۔ عبیداللہ نے کہلا بھیجا کہ اسے پناہ دے تاکہ بہ آسانی قبضے میں آ جائے۔ کیونکہ پناہ دیئے بغیر وہ گرفتار نہ ہو سکے گا۔

محمد نے کہا اے مسلم اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈال تجھے پناہ دیتا ہوں۔ اب ہاتھ سے تلوار ڈال دے۔ مسلم نے کہا اے فاسق فاجر گروہ تجھ پر اور تیری پناہ پر لعنت ہو۔ اس نے کہا یہ بات نہ کہہ اور اپنی جان پر ظلم نہ کر۔ میری بات پر بھروسہ کر کے امن و امان سے میرے پاس چلا آ۔ مسلم نے کہا خدا کی قسم ہرگز ایسا نہ ہو گا۔ تمہارا قول و قرار کوئی چیز نہیں۔ تم

میں نہ وفا ہے نہ دین نہ آئین اگر ایسا ہوتا تو مجھ پر اس طرح پتھر کیوں پھینکتے جس طرح کافروں پر پھینکتے ہیں۔ کیا تم واقف نہیں کہ میں اہل بیت رسالت اور جناب محمد کے خاندان سے ہوں۔ اگر تم میں ذرا سی بھی مسلمانوں کی بو ہوتی تو میرے ساتھ اس طرح پیش نہ آتے۔

غرض مسلم نے زخموں کی کثرت سے ناتواں ہو کر پھر حملہ کیا اور کئی شخصوں کو مار کر پلٹ آئے۔ اور دروازہ سے کمر لگائی۔ محمد نے کہا ذرا لڑائی بند رکھو میں مسلم سے چند باتیں کر لوں پھر قریب آ کر کہا اے مسلم تو اپنے آپ کو ہلاک نہ کر تجھے امان دے دی گئی ہے اور میں اقرار کرتا ہوں کہ تجھے تکلیف نہ پہنچے گی۔ اور میں اپنی حفاظت میں رکھوں گا۔ مسلم ابن عقیل نے کہا اے اشعث کے بیٹے کیا تو یہ جانتا ہے کہ جب تک میں سانس لے سکتا ہوں۔ اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں دے دوں گا۔ خدا کی قسم ہرگز ایسا نہ ہو گا۔ پھر اس پر حملہ کیا محمد پیچھے ہٹ گیا اور آپ بھی واپس آ کر اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے اور کہتے تھے اے کوفہ والو میں پیاس سے بے جان ہوا جا رہا ہوں مجھے ایک پیالہ پانی پلا دو۔ کسی شخص کو بھی آپ پر رحم نہ آتا تھا۔ کہ ایک آب جام پلا تا۔ اب محمد نے اپنے لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا بڑے شرم و عار کی بات ہے کہ ہم اس قدر جماعت کثیر ہو کر بھی ایک تن تنہا شخص کو گرفتار نہ کر سکے۔ سب مل کر ایک دفعہ ہی اس پر ٹوٹ پڑو اور پکڑ لو۔

غرض سب نے متفق ہو کر یکبارگی حملہ کیا۔ اور مسلم نے سب کو نیزہ سے ہٹا دیا۔ انجام کار ایک کوفی بکر بن حمیران نے آگے بڑھ کر تلوار ماری جو جناب مسلم کے نیچے کے لب پر لگی اور مسلم نے بھی اس کے جواب میں ایسا ہاتھ مارا کہ تلوار پیٹ کو چاک کرتی ہوئے کمر تک نکل آئی۔ بکر فوراً زمین پر گر کر راہی جہنم ہوا۔ اب ایک اور آدمی نے پیٹھ کے پیچھے سے نیزہ مارا جس کے صدمے سے مسلم منہ کے بل گر پڑے اور لوگوں نے دوڑ کر آپ کو پکڑ لیا۔ اور آپ کے اسلحہ اور گھوڑا چھین لے گئے۔ بنی سلم کے ایک آدمی عبداللہ ابن عباس نے آپ کا عمامہ اتار لیا۔

مسلم بن عقیل ایک گھونٹ پانی مانگتے تھے۔ مسلم بن باہلی نے کہا تو پانی کے بدلے موت کا مزا چکھے گا۔ مسلم نے کہا تجھ پر تف ہے۔ یہ کیسی نازیبا بات کہی تو بڑا سنگدل ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اگر تجھے قریشی کہیں تو بڑی غلطی ہے۔ تو کسی قریشی باپ کی اولاد نہ سمجھا جائے گا۔ مسلم بن عمر باہلی نے کہا مجھے بتا تو کون ہے؟ مسلم بن عقیل نے کہا میں وہ شخص ہوں جس نے اس وقت خدا کو مانا جب تو منکر تھا اور میں نے اس وقت اپنے امام کی پیروی کی جبکہ تو گناہ گار ہوا۔ میں مسلم بن عقیل بن ابی طالب ہوں اب تو بتا کہ تو کون ہے اور تیرا کیا نام ہے؟ اس نے کہا میں مسلم بن عمر باہلی ہوں۔ مسلم بن عقیل نے کہ اے باہلہ کے بیٹے تو آتش دوزخ اور جہنم کے گرم پانی کا زیادہ مستحق ہے۔ پھر کہا اے کوفہ والو مجھے تھوڑا پانی پلا دو۔ عمر بن حرث مخزومی آگے بڑھ کر پانی کی صراحی لایا اور ایک آبخورہ بھر کر حاضر خدمت کیا۔ مسلم جونہی وہ پیالہ منہ کے قریب لے گئے اس میں آپ کے دو دانت ٹوٹ کر گر پڑے اور وہ پیالہ خون سے بھر گیا۔ آپ وہ پانی نہ پی سکے۔

پھر آپ کو عبیداللہ بن زیاد کے سامنے حاضر کیا گیا۔ کسی نے کہا امیر کو سلام کر مسلم نے کہا پناہ بخدا وہ امیر نہیں کہ اسے سلام کروں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس وقت کا سلام کیا فائدہ دے سکتا ہے اگر وہ مجھے چھوڑے گا تو سلام کر لوں گا۔ عبیداللہ نے یہ سن کر کہا اس کا سلام کرنا آسان بات ہے اگر سلام نہ کرے گا تو مارا جائے گا۔ مسلم نے جواب دیا مجھے قتل کرے گا تو کیا ہوا۔ پیشتر ازیں تجھ سے بھی بدتر اشخاص نے مجھ سے بہتر اشخاص کو قتل کیا ہے۔ عبیداللہ ابن زیاد نے کہا اے عاقی شاق تو نے امام وقت پر خروج کیا امت اور مسلمانوں کے اجتماع میں اختلاف ڈالا اور فتنہ فساد برپا کیا۔ مسلم نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے۔ اے پسر زیاد معاویہ امت کے اجماع سے خلیفہ نہیں ہوا۔ بلکہ دغا بازی اور تغلب سے وصی پیغمبر کے خلاف ہو کر خلافت چھین لی۔ اور یہی یزید کی کیفیت ہے۔ فتنہ تو نے برپا کیا اور تجھ سے پیشتر تیرے باپ نے فساد کیا

تھا۔ امید ہے کہ اللہ بدترین شخص کے ہاتھ سے مجھے درجہ شہادت عطا کرے گا۔ خدا کی قسم میں راہ راست پر ہوں۔ میری نیت اور اعتقاد میں ذرا بھی تبدیلی اور تغیر نہیں آیا۔ میں حسین ابن علیؑ کی فرمانبرداری میں جو امیر المومنینؑ اور پیغمبرؐ کا خلیفہ اور جانشین اور مسلمانوں کا امام اور پیشوا ہے ثابت قدم ہوں۔ یزید اور معاویہ کو فاسق و فاجر جانتا ہوں۔ عبیداللہ نے کہا تو معاویہ کو فاسق کہتا ہے حالانکہ تو خود مدینہ میں شراب پیتا تھا۔ مسلم نے کہا اے کذاب شراب تو اس شخص نے پی ہے جو ناحق مسلمانوں کا خون بہاتا ہے اور اسے گناہ نہیں سمجھتا اور خونریزی سے ایسا خوش ہوتا ہے گویا کوئی گناہ ہی نہیں ہے۔

عبیداللہ نے کہا اے فاسق تو نے یہ سمجھ کر مہم اختیار کی تھی کہ کام بن جائے گا۔ مگر تو اس عہدہ کے لائق نہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے تجھے کامیاب نہ کیا اور اس شخص کو نصب کیا جسے اس کے لائق سمجھا۔ مسلم نے کہا الحمد للہ ہمارا تمہارا قبیلہ قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے سامنے ہو گا عبیداللہ نے کہا کیا تو سمجھتا تھا کہ حسینؑ کو خلافت مل جائے گی۔ مسلم نے کہا جو کچھ میں سمجھے ہوئے تھا وہ محض خیال ہی نہ تھا بلکہ یقینی امر تھا۔ عبیداللہ نے کہا اگر میں تجھے قتل نہ کروں تو خدا مجھے مار ڈالے۔ مسلم نے جواب دیا تجھ جیسے خبیث چلن اور شریر طینت والے شخص کے ہاتھ سے ناحق خونریزی کا ہونا کچھ مشکل بات نہیں ہے۔ خدا کی قسم اگر میرے ساتھ دو آدمی بھی ہوتے اور ذرا سا پانی مل جاتا تو تجھے اس قصر میں مزا چکھا دیتا۔ فی الحقیقت جس شخص نے اس مکان کی بنیاد ڈالی ہے وہ ملعون تھا۔ اگر تو مجھے مصمم مار ڈالنے کا ارادہ رکھتا ہے تو قریش میں سے کسی کو میرے پاس بھیج کہ اس سے کچھ وصیت کی باتیں کہوں۔ عبیداللہ نے عمر سعد بن ابی وقاص کو آپ کے پاس بھیجا کہ جو کچھ وصیت کرنی ہے اس سے کہہ دی جائے۔ عمر سعد نے مسلم کے پاس آ کر کہا جو وصیت کرنی ہے مجھ سے کہہ میں اسے بجا لاؤں گا۔ مسلم نے کہا تو میری اور اپنی قرابت کو جانتا ہے۔ آج مجھے تیری ضرورت ہے اور وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ واجب ہے کہ تو میری باتوں کو غور سے سن اور میری خواہش کو بجا لا۔ عمر سعد نے کہا تو سچ کہتا ہے۔ اور مجھے پر فرض ہو گیا ہے کہ تیری وصیت کو پورا کروں۔ تو نے اپنی جان پر ظلم کیا مگر تو میرے چچا کا بیٹا ہے۔ جو کچھ کہنا ہے بیان کر۔ مسلم نے کہا میں اس شہر میں سات سو درہم کا مقروض ہوں۔ میرے مارے جانے کے بعد میرے گھوڑے' زرہ اور اسلحہ بیچ کر قرضہ ادا کر دینا۔ پھر حسینؑ ابن علی کو خط بھیج کر میرے حال سے مطلع کر دینا اور میری طرف سے لکھ دینا کہ ہرگز ہرگز عراق کی طرف تشریف نہ لانا' ورنہ جو میرا حال ہوا ہے وہ ہی تمہارے ساتھ سلوک ہو گا۔

عمر سعد نے عبیداللہ سے مسلم کی وصیت کا ذکر کیا اس نے کہا گھوڑے' اسلحہ اور زرہ سے قرضہ کی ادائیگی کا ہم سے کوئی تعلق نہیں نہ کوئی ممانعت کر سکتا ہے مگر مسلم کی لاش پر بعد قتل بھی ہمارا ہی اختیار رہے گا۔ جو کچھ ہم چاہیں گے اور حسین ابن علی کی نسبت بات یہ ہے کہ اگر وہ حملہ نہ کرے گا تو ہم بھی اس پر حملہ آور نہ ہوں گے۔ اور اگر ہمیں ایذا دے گا اور خلافت حاصل کرنے کے لئے ہم سے لڑے گا تو ہم بھی خاموش نہ رہیں گے۔ اے مسلم ابن عقیل تو اس شہر میں کس لئے آیا تھا۔ حالانکہ اس جگہ کی حالت اور حاکم سب صحیح حالت میں تھے تو نے آ کر پریشانی پیدا کی۔

مسلم نے کہا میں اس شہر کے لوگوں کو متفرق اور پریشان کرنے کی غرض سے نہ آیا تھا مگر چونکہ تم نے برے برے قاعدے جاری کر رکھے ہیں۔ مصر کے بادشاہوں اور ایران کے حاکموں جیسے قوانین کا اجراء کیا ہوا ہے۔ خلق خدا کے ساتھ سنت کے خلاف عمل درآمد ہوتا ہے۔ امر معروف بالکل جاتا رہا کوئی شخص بدی سے نہیں روکتا اس لئے امیر المومنین حسینؑ نے مجھے اس جگہ بھیجا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے طریق کو جاری کروں۔ خلق خدا کو اللہ تعالیٰ کے احکام اور محمد مصطفیٰؐ کی سنت پر چلاؤں۔ کیونکہ امیر المومنین علیؑ کی شہادت کے بعد خلافت ہمارا حق ہے اور تم بھی اس بات سے خوب

واقف ہو۔ اسے مان یا نہ مانو۔ امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ پر جو امام برحق تھے اور خلیفہ مطلق تھے سب سے پہلے تم نے خروج کیا۔ اور ہماری تمہاری وہی کیفیت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کلام مجید میں فرماتا ہے۔ **وسیعلمو الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون** عبیداللہ ابن زیاد نے یہ کلام سن کر بے حیائی کی زبان درازی کی، خدا اور رسول کا ذرا پاس نہ کیا اور امیر المومنین علیؑ و حسینؑ اور مسلم کی نسبت نازیبا کلمات کہے۔ مسلم نے کہا تیرے اور تیرے باپ کے اور اس شخص کے منہ میں خاک جس نے تجھے امیر بنایا۔ اے دشمن خدا ان کلمات کے خود تم لوگ سزاوار ہو۔ تیرے باپ زیاد کا کوئی باپ ہی معلوم نہ تھا۔ صرف معاویہ نے دائرۂ اسلام سے خارج ہونے کے بعد زیاد ولد الزنا کو اپنے خاندان سے ملحق کر لیا تھا۔ اور اس پر **الخبیثات للخبیثین** کا مضمون صادق آیا اب جو چاہے کہہ اور کر۔ ہم اہل بیت نبوت سے ہیں۔ ہمیشہ ہم پر مصائب نازل رہے ہم راضی برضا ہیں۔

عبیداللہ نے کہا اسے مکان کی چھت پر لے جا کر قتل کرو مسلم نے کہا اگر تو قریشی ہوتا اور ہم میں سے تیری رشتہ داری ہوتی تو مجھے اس طرح قتل نہ کرتا اور اگر تو اپنے باپ کا بیٹا ہوتا تو خاندان نبوت کے ساتھ ایسی عداوت سے پیش نہ آتا عبیداللہ نے ان باتوں سے زیادہ غضب ناک ہو کر ایک زخمی شامی کو جس کے سر پر مسلم نے اثناء جنگ میں تلوار ماری تھی بلا کر کہا مسلم کو چھت پر لے جا کر اپنے ہاتھ سے قتل کر کے اپنا بدلہ لے۔

وہ شخص مسلم کا ہاتھ پکڑ کر کوٹھے پر لے گیا۔ حضرت مسلم برابر تسبیح و استغفار میں مشغول تھے کہتے جاتے تھے **اللھم احکم بیننا قومنا خذلونا** غرض شامی نے بٹھا کر جسم سے سر علیحدہ کر دیا۔ مسلم پر خدا کی رحمت ہو۔

پھر وہ شخص دیوانہ وار کوٹھے سے اتر کر عبیداللہ کے پاس آیا اور اس نے اسے پریشان حال دیکھ کر پوچھا تجھے کیا ہوا مسلم کو قتل کیا یا نہیں؟ اس نے جواب دیا ہاں کر دیا مگر عجیب معاملہ درپیش آیا اس کا سر کاٹنے کے بعد ایک سیاہ فام بدصورت شخص نظر آیا وہ دانتوں سے ہونٹ چباتا اور نہایت غصے سے میری طرف دیکھتا اور انگلی سے میری طرف اشارہ کرتا تھا میں اس قدر ڈرا کہ عمر بھر کسی شے سے نہ ڈرا تھا۔ عبیداللہ نے ہنس کر کہا تو نے پہلے کبھی ایسا کام نہ کیا تھا۔ اس سبب سے تیری طبیعت درہم برہم ہو گئی۔ کوئی بات نہیں کچھ اندیشہ نہ کر پھر حکم دیا کہ ہانی کو قید خانہ سے نکال کر مسلم کے پاس پہنچا دیں۔

محمد بن اشعث نے کہا اللہ تعالیٰ امیر کو تندرست رکھے ہانی بڑا نامور اور بزرگ شخص ہے۔ بصرہ میں بھی تو اس کے عالی مرتبہ اور بلند درجہ ہونے سے آگاہ تھا۔ اس کے عزیزوں اور رشتہ داروں کا گروہ بہت زیادہ ہے اس کی تمام قوم کو معلوم ہے کہ میں اور ابن خارجہ اسے تیرے پاس لے گئے ہیں اس لئے یہ امر ہمیں سخت ناگوار ہے تجھے قسم دیتا ہوں کہ اس کی خطا بخش دے ہمیں اس کی قوم کے سامنے شرمندہ نہ کر۔ عبیداللہ نے ایک ڈانٹ بتائی اور کہا چپ رہ کب تک ایسی بیہودہ گوئی کرتا رہے گا۔

غرض اس کے حکم پر لوگوں نے ہانی کو قید خانہ سے نکالا، بازار میں سے گزارا قصابوں کے محلے میں لے گئے جہاں بکریاں فروخت ہوتی تھیں۔ ہانی سمجھ گیا کہ مجھے قتل کریں گے غل و شور مچایا کہ اے مذحج والو اور میرے رشتہ دارو دوڑو۔ اب عبیداللہ کے ملازموں نے اس کے ہاتھ کھول دیئے تھے۔ پھر چیخا اور کہا کہ کوئی ہتھیار ہی مجھے دے دو کہ اس بلا کے ہاتھوں سے اپنے کو بچا لوں۔ یہ سنتے ہی جلادوں نے پھر ہاتھ باندھ دیئے اور کہا گردن اونچی کر۔ ہانی نے کہا۔ سبحان اللہ کیا اچھی بات کہتے ہو میں اپنے قتل کے واسطے خود کوئی کوشش نہ کروں گا۔ اتنے میں ابن زیاد کے ایک غلام رشید نے اس کی گردن پر تلوار ماری مگر وار پورا نہ بیٹھا اور ہانی نے کہا **الی اللہ المنقلب و المعاد اللھم الی رحمتک و رضوانک اجعل ھذا**

الیوم و کفارۃ کذبو نی اب دوسرے وار میں ہانی کی گردن قطع کر دی۔ اور بحکم ابن زیاد ہانی اور مسلم کی لاشیں سولی پر الٹی لٹکا دیں۔ اور دونوں کے سر یزید کے پاس بھیج دیئے۔
پھر عبیداللہ نے یزید کو ایک خط لکھا۔ مضمون یہ تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عبیداللہ ابن زیاد کی طرف سے یزید ابن معاویہ کو خدا کی حمد و ثناء کے بعد واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے امیر کا بدلہ دشمنوں سے لے لیا اور ان کی طرف سے مطمئن کر دیا۔ میں مطلع کرتا ہوں کہ مسلم نے کوفہ میں آکر مسلم کے گھر پناہ لی تھی۔ اور حسینؑ کے لئے خلقت سے بیعت لیتا تھا۔ میں نے جاسوس مقرر کرکے بڑی مشکلوں سے پتہ نکالا۔ جنگ و جدل کے بعد دونوں کو گرفتار کیا اب قتل کرکے ان کے سر ہمراہ روانہ کرتا ہوں۔ ہانی بن جہ وارعی اور زہیر بن ارواح یہ دونوں قاصد امیر کے فرمانبردار اور خدمت گذار ہیں۔ والسلام!
جب ان دونوں شہیدوں کے سر اور خط یزید کے حوالے کئے تو اس نے خط پڑھ کر حکم دیا کہ یہ سر دمشق کے دروازے پر لٹکا دیئے جائیں۔ اور جواب میں لکھا کہ تیرا خط آیا۔ مسلم اور ہانی کے سر پہنچنے سے بہت خوش ہوا۔ تو مجھے بہت عزیز ہے جیسا میں چاہتا تھا تو ویسا ہی نکلا۔ میں تجھ سے کسی امر کی باز پرس ہی نہیں کرتا۔ جو کچھ تو نے کیا خوب کیا۔ قاصدوں کی نسبت جو لکھا تھا ہر ایک کو دس دس ہزار درہم عطا کرکے شاداں و فرحاں واپس بھیجتا ہوں۔ والسلام!
ہاں یہ بھی سنتا ہوں کہ حسین ابن علیؑ مکہ سے نکل کر عراق کا ارادہ رکھتا ہے۔ تجھے بہت ہی احتیاط رکھنی لازم ہے۔ خبرداری کے ساتھ راستوں کو اپنی نگرانی میں لے لینا چاہئے اور جس شخص کو فسادی سمجھے خواہ قتل کر یا قید میں ڈال تجھے اختیار ہے۔ ہاں حسینؑ کی جو جو خبریں تجھے معلوم ہوتی رہیں وقتاً فوقتاً مجھے ان سے اطلاع دیتا رہ!

امیرالمومنین حسینؑ کو مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر ملنا

جس وقت امیرالمومنین حسین علیہ السلام کو مسلم کی شہادت کی خبر ملی اور وہ اس طرح کہ ایک شخص کوفہ سے وارد ہوا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہاں سے آتا ہے۔ اس نے جواب دیا کوفہ سے۔ پھر آپ نے پوچھا تجھے مسلم بن عقیل کی بھی کچھ خبر ہے۔ اس نے کہا اے رسول خدا کے فرزند جس وقت میں کوفہ سے باہر آیا تھا تو عبیداللہ ابن زیاد نے مسلم اور ہانی بن عروہ کی لاشیں دار پر الٹی لٹکا رکھی تھیں اور ان کے سر یزید کے پاس دمشق کو بھیج دیئے تھے۔ آپ اس شخص سے یہ حالات سن کر بہت غمگین ہوئے۔ اور سخت مغموم ہو کر بولے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اور اسی وقت سفر عراق کا مصمم ارادہ کر لیا۔ عمر بن عبدالرحمان بن حرث بن ہشام مخزومی نے حاضر ہو کر کہا۔ اے فرزند رسولؐ آپ کو وصیت کرتا ہوں۔ اور محض آپ ہی کے فائدہ کی بات ہے۔ تمام عمر میں ایک لمحہ کے واسطے بھی آپ کی بھلائی کے خیال سے علیحدہ نہیں رہا ہوں۔ نہ آپ سے کسی بات کو چھپاتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میری بات سن لیں اور بالکل خیر خواہی پر محمول فرمائیں۔ اگر اسے درست سمجھیں تو اس پر عمل فرمائیں۔
امام حسین علیہ السلام نے فرمایا تو جس امر میں بہبودی اور بھلائی جانتا ہے بیان کر۔ عمر نے کہا میں نے سنا ہے کہ آپ نے عراق تشریف لے جانے کا ارادہ کیا ہے۔ مجھے آپ کے ارادہ اور سفر سے اندیشہ ہے کیونکہ جس شہر کا قصد کیا ہے وہاں

سب امیر اور بڑے بڑے مالدار ہیں۔ تمام لوگ مال و زر کے دلدادہ ہو رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ عوام بھی مال و زر کی تمنا میں امیروں میں شریک ہو جائیں۔ اور آپ کے مخالف بن جائیں۔ آپ اپنی جان کا خیال فرمائیں۔ اس ہلاکت کے بھنور سے بچیں۔ اسی حرمت والی جگہ پر اطمینان اور فراغت سے قیام رکھیں۔

امامؑ نے فرمایا بہت ہی اچھی نصیحت ہے اور میں خوب سمجھتا ہوں کہ ازراہ خیر خواہی اور شفقت دلی تو نے یہ بات کہی ہے اور اپنی کوئی غرض شامل نہیں کی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ایک حکم دیا ہے اور میرے واسطے جو مقرر کرنا تھا کر دیا ہے۔ میں تیری نصیحت مانوں یا نہ مانوں وہ حکم نہیں ٹل سکے گا۔ موت ہر ایک برائی اور بھلائی کے ساتھ خلقت کی باگ ڈور اس طرح کھینچ رکھی ہے کہ اس کے خلاف ہر ایک کوشش بیکار ہے۔ عمر سن کر چپ ہو رہا اور واپس چلا گیا۔ اسی اثناء میں عبداللہ ابن عباس بھی مکہ میں آ گئے اور امام حسین علیہ السلام سے کہا۔ میری جان آپ پر قربان ہو۔ سنتا ہوں کہ آپ عراق جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ مجھے بھی معلوم ہو کہ آپ کس امید پر اور کس لئے ایسا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایک عرصے سے مجھے وہاں جانے کی آرزو تھی اب ارادہ ہے کہ وہاں جاؤں۔

عبداللہ ابن عباس نے کہا آپ عراق والوں کو اچھی طرح جانتے اور دیکھے بھالے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کبھی کسی کے ساتھ وفا نہیں کی۔ کل ہی کا ذکر ہے آپ کے والد بزرگوار اور مشفق بھائی کو عراق میں مارا ہے۔ اب وہاں پر عبیداللہ ابن زیاد جو شریروں کا شریر مایہ فساد ہے۔ لشکر کثیر کے ساتھ موجود اور منجانب یزید مامور ہے۔ چنانچہ اس نے آپ کے چچا زاد بھائی مسلم کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ تمام لوگوں کو مال دولت دے کر اپنا طرف دار بنا لیا ہے۔ وہاں کے تمام آدمی مال و زر کے بندے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ مبادا آپ کے مار ڈالنے کا قصد کریں۔ آپ کو اپنی ذات کے لئے احتیاط لازم ہے۔ وہاں تشریف نہ لے جائیں اسی حرم میں رہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے عراق میں کشتہ ہونا مکہ میں مارے جانے سے زیادہ پسند ہے اور جو کچھ مقدر میں لکھا جا چکا ہے وہ بے شک اپنے وقت پر ہو کر رہے گا۔ علاوہ ازیں میں اس امر میں ابھی غور کروں گا۔ اور استخارہ دیکھوں گا پھر جو رائے ہو گی اس پر عمل کروں گا۔ اب عبداللہ ابن زبیر بھی حاضر ہوا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ کچھ تامل کے بعد بولا خدا کی قسم عراق میں جس قدر آپ کے دوست ہیں اگر ان کا دسواں حصہ بھی میرے دوست ہوتے تو میں ایک دن بھی یہاں نہ ٹھیرتا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ تم عراق چلے جاؤ تمہارا کام بن جائے گا۔ اور مراد حاصل ہو گی۔ اس سوختگی میں کیوں پڑے ہو۔ کس لئے بنی امیہ کے سامنے عاجزی کرتے ہو۔ کیا ہم مہاجروں کی اولاد نہیں حالانکہ وہ فاسقوں کے بچے ہیں۔ عبداللہ ابن زبیر نے یہ گفتگو امام حسینؑ کی خیر خواہی کی وجہ سے نہ کہی تھی بلکہ اس کا مدعا یہ تھا کہ امام حسینؑ مکہ چلے جائیں گے تو میری قدر بڑھ جائے گی اور اہل مکہ میری بیعت کر لیں گے۔ امام حسینؑ اس کا مطلب سمجھ گئے اور کچھ جواب نہ دیا۔ دوسرے دن عبداللہ ابن عباس نے امام حسینؑ کے پاس حاضر ہو کر کہا۔ آپ کے معاملہ کی نسبت ایک اور بات میرے خیال میں آئی ہے اگر آپ قبول فرمالیں تو عرض کروں۔ آپ نے ارشاد فرمایا جو کچھ کہنا ہے بیان کرو۔ میرے فائدہ سے خالی نہ ہو گا۔

عبداللہ نے کہا مناسب ہے کہ آپ یمن کو تشریف لے جائیں۔ کیونکہ وہاں آپ کے خیر خواہ بہت ہیں اور وہ جگہ بھی دور ہے۔ وہاں ٹھہر کر اطراف و جوانب کو خط تحریر کر دیں۔ لوگوں کو اپنی فرمانبرداری کے لئے بلائیں۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے چچا کے بیٹے مجھے تیری محبت و شفقت اور خیر خواہی اور عقیدت کا حال بخوبی معلوم ہے مگر میں نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا ہے اور مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ سفر عراق اختیار کروں۔ اب کسی طرح سے یہ ارادہ فسخ نہیں کر سکتا۔

عبداللہ ابن عباس نے یہ سن کر سر جھکا لیا۔ اور کچھ دیر کے بعد کہا اگر آپ اس ارادہ کو پورا کریں گے اور کسی طرح اس

کو ترک نہ فرمائیں گے تو ان عورتوں، بچوں اور عزیزوں اور رشتہ داروں کو اپنے ہمراہ نہ لے جائیے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اگر آپ شہید ہو گئے تو آپ کی اولاد برباد و ہلاک ہو جائے گی۔ خدا کی قسم آپ مکہ سے تشریف لے جا کر عبداللہ ابن زبیر کو خوش کریں گے اور اس کی دلی مراد بر آئے گی کیونکہ جب تک آپ مکہ میں موجود ہیں کوئی شخص اس کی طرف توجہ نہ کرے گا۔ جب آپ یہاں سے چلے جائیں گے تو وہ لوگوں کو اپنی بیعت کی ترغیب دے گا اور ریاست اختیار کرے گا۔ امام حسینؑ نے فرمایا میں غور کروں گا اور اللہ تعالیٰ سے نیکی کا طالب ہوں گا۔ عبداللہ ابن عباس آپ کے پاس سے باہر چلے آئے اور کہتے تھے حسینؑ کی طرف سے افسوس صد افسوس ہے۔ میں مجبور ہو کر ان کا ساتھ چھوڑتا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ ان کا عراق میں کیا انجام ہو گا۔

اثناء راہ میں ابن زبیر بھی مل گیا اس سے کہا قد خلت لان وانت معاشری ملک ابن قرہ بمعجزی۔ حلا لک العو فبضی و اصفری اے پسر زبیر خوش ہو کر امام حسینؑ نے سفر عراق کا پختہ ارادہ کر لیا ہے اب کچھ ہی ہو وہ وہاں ضرور تشریف لے جائیں گے۔ اور حجاز تیرے حوالے کر دیں گے۔ اب تیرے لئے میدان خالی ہے۔ ابن زبیر نے ان باتوں کا کوئی جواب نہ دیا۔ جس وقت مدینہ میں یہ خبر پہنچی کہ امام حسین علیہ السلام عراق کا ارادہ رکھتے ہیں۔ عبداللہ بن جعفر نے امام حسینؑ کے نام خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ بہ سمت عراق تشریف لے جانا چاہتے ہیں اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانا مناسب نہیں ہے۔ میں آپ کو قسم دلاتا ہوں کہ آپ ہرگز ہرگز عراق نہ جائیں مکہ ہی میں قیام رکھیں کیونکہ آپ کے اس ارادہ سے اندیشہ ہے کہ وہاں کے لوگ آپ کو شہید کر دیں اور سب دوست، عزیز اور متعلقین تباہ ہو جائیں۔ اگر خدانخواستہ آپ کو شہید کر دیا گیا تو اسلام گم ہو جائے گا۔ مسلمانوں کے دل جو آپ سے وابستہ ہیں شکستہ ہو جائیں گے اپنی جان پر رحم کیجئے۔ اور عراق کی طرف نہ جائیے۔ میں آپ کے واسطے یزید اور بنی امیہ کے اور امیروں کی طرف سے بھی امان حاصل کرا دوں گا۔ پھر اطمینان کے ساتھ حرم محترم میں رہنا آپ کے اہل بیت بھی امن و عافیت سے زندگی بسر کریں گے۔ میری یہ رائے ہے۔ ہرگز میری التجا سے درگزر نہ کیجئے گا۔ والسلام!

جناب امیرالمومنین حسینؑ نے اس خط کو پڑھ کر جواب میں لکھا۔ تمہارا خط آیا میری نسبت جس قدر محبت اور شفقت کا اظہار کیا ہے مجھے سب معلوم ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ میں نے اپنے نانا سے سنا ہے کہ میں چیونٹیوں کے بل میں جا چھپوں گا تب بھی یہ قوم مجھے نہ چھوڑے گی۔ ڈھونڈ نکالے گی اور قتل کرے گی۔ اور میری ہلاکت میں ایسی بے رحمی اختیار کرے گی جیسی یہودیوں نے ہفتہ کے دن کی تھی۔ عمر بن سعید بن عاص نے بھی مدینہ سے لکھا: واضح ہو میں نے سنا ہے کہ آپ عراق جا رہے ہیں۔ اس ارادہ کو ترک کیجئے کیونکہ وہاں جانا اچھا نہیں۔ انہیں دنوں میں آپ کے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو کوفہ میں شہید کر دیا گیا۔ مجھے آپ کا اندیشہ ہے اس لئے یہ خط لکھوا کر اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کو آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ کہ اس کے ہمراہ آپ مدینہ چلے آئیں۔ یہاں پر امن و امان سے رہیں گے۔ آپ کے اہل بیتؑ کے لئے بھی امان ہے۔ اس کے علاوہ احسان و صلہ اور اچھا ہمسایہ بھی ہو گا اس امر پر خدا کو گواہ کرتا ہوں اور وہی وکیل و کفیل ہے۔ والسلام!

آپ نے جواب میں لکھا: واضح ہو کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی عبادت اور جناب محمد مصطفیٰؐ کی نسبت کی ترغیب دلاتا ہو ہرگز اس کی مخالفت نہیں کرتے اور تو نے بھی کچھ کمی نہیں کی کہ مجھے احسان و صلہ اور امان کی طرف بلایا مگر سب سے اچھی خدا کی پناہ ہے اور جو شخص دنیا میں خدا سے نہ ڈرے گا وہ قیامت کے دن پناہ نہ پائے گا۔ میں اپنے اور تیرے واسطے خدا سے نیک عمل کا خواستگار ہوں جس سے خدا رضامند ہو۔ اللہ تعالیٰ تجھے دنیا و آخرت دونوں جہان میں جزائے خیر عطا

کرے۔ والسلام!
اسی اثناء میں یزید کی طرف سے ایک منظوم تحریر مدینہ میں آئی۔ نہایت ہی عمدہ اشعار تھے اور ہر قسم کی باتیں مذکور تھیں۔ حسین ابن علیؑ کو تعظیم و تعریف سے یاد کیا تھا۔ اور اپنا عزیز اور رشتہ دار بیان کرکے کچھ فضائل و مناقب خاندانی اور فضیلت و اخلاق حسنہ کا بھی ذکر تھا۔ اس کے بعد یہ التجا تھی کہ حسینؑ مجھ سے موافقت اختیار کرکے آتش جنگ و جدل سرد کر دے۔ دوستی اور رضامندی سے پیش آئے۔ غرض یہ سب باتیں بہت طول طویل درج کی تھیں۔ مدینہ والوں نے یہ اشعار پڑھ کر امیر المومنین حسین علیہ السلام کی خدمت میں بھیج دیئے۔ امام حسین علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ اشعار یزید نے لکھے ہیں۔ ان کے جواب میں کلام الٰہی کی یہ آیت تحریر فرمائی **بسم اللہ الرحمن الرحیم فان کذبوک فقل لی عملی و لکم عملکم انتم بریئون مما اعمل و انا بری مما تعملون**

اب جناب امیر المومنین حسینؑ نے عراق کا قصد کیا جس جس شخص کو ہمراہ لینا تھا دس دینار سرخ اور ایک ایک اونٹ دے کر کعبہ و صفا اور مروہ کا طواف کیا پھر اہل بیت کے لئے کجاوے درست کر دیئے۔ ترویہ کے وقت ۹ ذی الحجہ کو منگل کے دن مکہ سے نکلے۔ عزیز رشتہ دار دوست ملازم سب مل کر ۸۲ آدمی ہمراہ تھے۔ جب عراق کے دیہات میں پہنچے بنی اسد کا ایک شخص ملا۔ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا تو کہاں سے آیا ہے۔ اس نے جواب دیا عراق سے۔ پوچھا وہاں کی کیا کیفیت ہے۔ اور تجھے کیا کیا حالات معلوم ہیں۔ اس نے کہا وہاں کے لوگوں کے دل آپ کی طرف مائل ہیں اور ان کی تلواریں بنی امیہ کی طرف جھکی ہوئی ہیں اور حکم خدائے جلیل کا ہے۔ آپ نے فرمایا اے بھائی بنی اسد تو سچ کہتا ہے۔ **یفعل اللہ ما یشاء و یحکم ما یرید** اللہ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے اور حسب ارادہ حکم فرماتا ہے۔

اس نے پوچھا اے فرزند رسول اس آیت کے کیا معنی ہیں۔ **یوم ندعوا کل اناس باماممھم** آپ نے فرمایا امام دو ہیں ایک سیدھی راہ کی ہدایت کرتا ہے دوسرا گمراہی کی طرف لے جاتا ہے۔ اور جو گروہ اس کی پیروی کرتا ہے وہ دوزخی ہے۔
الغرض جب ولید بن عتبہ کو امام حسین علیہ السلام کی روانگی اور سفر عراق کی خبر ہوئی اسی وقت عبیداللہ کو اس مضمون کا خط لکھا۔ واضح ہو کہ حسین ابن علیؑ عراق کی طرف روانہ ہو گیا ہے۔ وہ فاطمہ کا بیٹا ہے اور فاطمہ جناب محمد مصطفیؐ کی بیٹی ہے ہرگز ہرگز اسے کچھ ایذا نہ دینا اور دین اور دنیا دونوں برباد ہو جائیں گے اور کوئی خرابی اپنے اوپر عائد نہ کرنا۔ کیونکہ پھر کسی تدبیر سے اس کا معاوضہ نہ ہو سکے گا۔ اگر تو نے اس کے ساتھ بدی کی تو قیامت تک دنیا کو یاد رہے گی۔ والسلام!
عبیداللہ نے ولید کے خط پر ذرا توجہ نہ کی۔ امام حسین علیہ السلام نے خزیمہ منزل پر پہنچ کر ایک دن قیام فرمایا دوسرے دن امام حسینؑ کی بہن زینب نے آپ کے پاس آکر کہا۔ بھائی کل شب کو میں نے ایک عجیب آواز سنی۔ آپ نے پوچھا کیا سنا۔ جناب زینب نے کہا میں خیمہ سے نکل باہر آئی تھی اور بہت متفکر تھی یکایک آواز غیب آئی اور یہ دونوں شعر سنے:

الا یاعین بجھد — **و من یبکی علی شہداء بعدی**
علی قوم صبرتہم المنایا — **بمقدار الی انجاز عدی**

آپ نے فرمایا اے بہن جو حکم خدا ہو گا اور ہم حکم الٰہی سے راضی ہیں پھر اس منزل سے کوچ کرکے ثعلبہ مقام پر ٹھیرے۔ امام حسین علیہ السلام تکیہ پر سر رکھے کچھ غنودگی کی حالت میں تھے کہ سخت بے قرار ہو کر اٹھے۔ آنکھوں سے اشک جاری تھے۔ آپ کے فرزند علی اکبرؑ نے پوچھا اے والد بزرگوار میری جان آپ پر قربان ہو آپ کی آنکھیں کبھی آنسوؤں سے تر نہ ہوں۔ اس رونے کا کیا سبب ہے۔ فرمایا میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور اس وقت کا خواب ہمیشہ سچا ہوتا ہے۔ میں ابھی سو گیا تھا اور ایک سوار کو دیکھا کہ میرے پاس آکر کہتا ہے۔ اے حسینؑ تم عراق کی طرف جانے میں

جلدی کر رہے ہو اور موت تمہارے تعاقب میں جلدی کر رہی ہے۔ کہ بہشت میں لے جائے۔ معلوم ہو گیا کہ موت قریب ہے۔ علی اکبرؑ نے پوچھا والد بزرگوار کیا ہم حق پر نہیں ہیں۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا بے شک ہم حق پر ہیں اور حق ہمارے ساتھ ہے۔ علی اکبرؑ نے کہا ہم حق پر ہیں تو پھر موت سے کیا ڈرنا۔ امام حسینؑ نے کہا اے فرزند تو نے دل خوش کر دیا۔ اللہ تجھے جزائے خیر دے۔

دوسرے دن ایک کوفی ابو ہریرہ ازدی نے حسین ابن علی کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا۔ اور کہا اے فرزند رسول آپ کس لئے حرم خدا اور حرم رسول سے چلے آئے؟ آپ نے فرمایا اے ابو ہریرہ بنی امیہ نے ہمارا مال غصب کیا ہم نے صبر کیا' ہمارا حق دبا لیا ہم نے صبر کیا۔ ہمیں سخت و ست کہا۔ ہم نے صبر کیا اب قتل کرنا چاہا تو میں وہاں سے نکل آیا۔ اے ابو ہریرہ خدا کی قسم میں باغیوں کے ہاتھ سے مارا جاؤں گا اور میری شہادت کے بعد اللہ تعالی ان لوگوں کو ذلت خواری کا لباس پہنائے گا۔ ایک زبردست قوم ان پر مسلط ہو گی جو انہیں ایسا ذلیل و خوار کرے گی جیسا کہ طاقتور کمزور کو خراب کرتا ہے۔ اس گروہ کی بادشاہ ایک عورت ہو گی وہ ان کے جان مال پر قبضہ کرے گی اور یہ لوگ چار و ناچار اس کے حکم کو مانیں گے۔ پھر جناب امام حسینؑ اس منزل سے کوچ کر کے بمقام سقوق قیام فرما ہوئے۔ فرزدق شاعر نے سلام کرنے کے بعد آپ کے قلب مبارک پر بوسہ دیا۔ امام نے پوچھا تو کہاں سے آتا ہے۔ اس نے کہا کوفہ سے۔ پھر دریافت فرمایا وہاں کے لوگوں کو کیا حال ہے۔ اور ان کے دل کس کی طرف ہیں۔ عرض کی ان کے دل آپ کی جانب ہیں اور تلواریں بنی امیہ کی طرف۔ مگر حکم الہی آسمان سے نازل ہوتا ہے اور جو خدا چاہتا ہے وہ ہوتا ہے۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا سچ ہے **ان اللہ یفعل ما یشاء و کل یوم ھو فی شان** فرزدق نے کہا یا حضرت آپ کوفہ کیوں جاتے ہیں اور کس سبب سے ان لوگوں پر اعتماد کرتے ہیں۔ وہاں کے باشندے اعتماد کے لائق نہیں ہیں۔ کیا آپ نے سنا نہیں کہ آپ کے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو کس طرح ہلاک کر دیا امام رونے لگے اور فرمایا **رحمہ اللہ مسلما فلقد صار الی روح و ریحانہ و جنتہ و غفرانہ** اس کا جو فرض تھا اس نے پورا کر دیا ذرا کمی نہیں کی۔ فرزدق امام حسینؑ کو رخصت کر کے چلا گیا۔ امام حسین علیہ السلام وہاں سے سفر کر کے قصر مقاتل کے قریب خیمہ زن ہوئے۔

ایک پردہ سرا نصب ہے۔ اس کے سامنے نیزہ گڑا ہوا تلوار لٹکتی ہے۔ اور گھوڑا تھان پر بندھا ہوا دیکھ کر پوچھا کہ یہ کس کا پردہ سرا ہے۔ لوگوں نے کہا یہ ایک کوفی عبید اللہ بن جعفری جعفی کا پردہ سرا ہے۔ آپ نے اپنے ایک خادم حجاج بن مسروق جعفی کو بھیج کر اسے طلب فرمایا۔ حجاج نے اس کے قریب پہنچ کر سلام کیا اور کہا اللہ تعالی نے تجھے نعمت غیر مترقبہ عطا کی اور افعال بیکراں تجھ پر نازل فرمایا ہے۔ اس نے پوچھا وہ کون سی چیز ہے جو اللہ تعالی نے مجھے بخشی ہے۔ جواب دیا امیر المومنین حسینؑ جناب رسول خداؐ کے فرزند اس جگہ فروکش ہیں۔ عزیز و اقربا اور اہل بیت اطہار و اہالی اور موالی اور خدمت گار سب ہمراہ ہیں۔ اور تجھے طلب کیا ہے۔ اگر تو قبول کر کے ان کی مدد کرے گا تو ثواب عظیم پائے گا۔ اور مارا گیا تو شہیدوں میں شمار ہو گا۔ عبید اللہ نے کہا میں اس لئے کوفہ سے نکل آیا ہوں کہ اگر امام حسینؑ وہاں تشریف لائے اور میں نے مدد کرنی چاہی تو نہ کر سکوں گا۔ کیونکہ تمام اہل کوفہ کی نیتیں بدل گئی ہیں۔ دنیا کی محبت میں مبتلا ہو کر عبید اللہ بن زیاد کے طرفدار ہو گئے ہیں۔ سعادت مندی کے ساتھ جا کر میرا سلام پہنچا اور آپ کو یہ سب حالات سنا دے۔ حجاج نے امام حسینؑ کے پاس آ کر جو کچھ دیکھا اور سنا تھا عرض کر دیا۔ امام حسین علیہ السلام اپنے عزیزوں کو ساتھ لے کر اس کے پاس گئے۔ عبید اللہ حضرت کو تشریف لاتا ہوا دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ امام حسینؑ کا دست مبارک پکڑ کر صدر جگہ پر بٹھایا۔ آپ نے حمد و ثنائے الہی کے بعد فرمایا اے عبید اللہ تیرے شہر کے آدمیوں نے جو سب کے سب نامور

اور اراکین شہر ہیں ہمیں تحفے بھیج بھیج کر وعدے کئے کہ ہم سب آپ کے ہواہ خواہ اور معاون و مددگار ہیں۔ آپ ہمارے پاس چلے آیئے۔ میں نے اس امر کو قبول کرنے میں تامل کیا۔ کسی کا جواب نہ دیا۔ پھر مکرر خطوط آئے۔ ناچار میں نے ان لوگوں کے قول و قرار کی وجہ سے حرم خدا سے سفر کیا۔ اب اس طرف آیا معاملہ دگرگوں دیکھتا ہوں۔ میرے چچا زاد بھائی مسلم کی بیعت اٹھارہ ہزار آدمیوں نے کی تھی۔ اور جنگ کے لئے نکلے' جب لڑائی شروع ہوگئی تو عین معرکہ میں اس سے علیحدہ ہو گئے۔ اور اسے تن تنہا چھوڑ دیا۔ اور پسر زیاد کے حوالہ کر دیا۔ اس نے بڑی ایذا دہی کے ساتھ شہید کیا۔ اب سنتا ہوں کہ یزید کی فرمانبرداری کے ساتھ پسر زیاد کی طرف مائل ہو گئے ہیں۔ عبیداللہ تو خوب جانتا ہے کہ تجھ سے جو کچھ نیکی یا بدی ظہور میں آئے گی اللہ تعالیٰ ویسے ہی جزا دے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ تو اس وقت توبہ کر کے تمام گزشتہ گناہوں سے بری ہو جائے۔ ہم جناب رسول خدا کے اہل بیت ہیں۔ ہماری امداد کر اور اس معاملہ میں ہمارا ساتھ دے۔ جس قدر ہو سکے ہمارے دشمنوں کو ہمارے مقابلہ سے دفع کر۔ عبیداللہ نے کہا اے فرزند رسول اگر کوفہ میں آپ کے مددگار اور کچھ دوست ہوتے جو آپ کا ساتھ دیتے تو میں سب سے پہلے آپ کے واسطے جنگ کرتا مگر آپ کے تمام دوست و مددگار اور شیعہ اپنا اعتقاد بدل چکے ہیں۔ چاہتا ہوں کہ یہ گھوڑا مجھ سے لے لیں واللہ اس گھوڑے کو میں نے جس جانور کے پیچھے ڈالا ہے اسی کو جالیا ہے۔ اور جب اس پر سوار ہو کر بھاگا ہوں کوئی شخص مجھ تک نہیں آسکا اور یہ تلوار جس پر لگائی ہے اس میں سے صاف نکل گئی ہے۔ یہ دونوں چیزیں میری طرف سے قبول فرمالیں۔

آپ نے فرمایا میں تیرے پاس اس گھوڑے اور تلوار کے لالچ میں نہیں آیا بلکہ مدعا یہ ہے کہ تو میرا ساتھ دے اور میرے دشمنوں سے لڑے۔ اگر تو اپنی جان کو ہم سے عزیز رکھتا ہے تو ہمیں تیرے مال کی بھی کچھ ضرورت نہیں۔ میں نے اپنے نانا جناب محمد مصطفیٰؐ سے سنا ہے کہ جو شخص میرے اہل بیت کی فریاد اور طلب امداد کی درخواست سن کر مدد نہ کرے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔ یہ فرما کر آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی قیام گاہ پر چلے آئے۔ دوسرے دن کوچ کر کے بہ سمت کوفہ روانہ ہوئے۔ عبیداللہ بعدہٗ سخت شرمندہ اور نادم ہوا۔ اور جناب امام حسین علیہ السلام کی خدمت گزاری نہ کرنے اور ساتھ نہ دینے پر ہاتھ ملتا تھا۔ غرض اثناء راہ میں حضرت امام حسین نے ایک لشکر اپنی طرف آتے دیکھا۔ قریب آیا تو معلوم ہوا کہ ایک ہزار سوار اسلحہ سے لیس ہیں قاصد کو بھیجا دریافت کرے کہ ان کا سردار کون ہے۔ لوگوں نے کہا حر بن یزید ریاحی۔

امام علیہ السلام نے اسے طلب کر کے پوچھا حر تو ہماری مدد کے واسطے آیا ہے۔ یا ہم سے جنگ کرنے کے ارادہ سے؟ حر نے کہا مجھے عبیداللہ نے آپ سے لڑنے کے لئے بھیجا ہے۔ حر کا یہ کلام سن کر آپ نے فرمایا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ظہر کی نماز کے وقت امام حسین علیہ السلام نے حجاج بن مسروقہ سے کہا اذان دے کر نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ کہ ہم حجاج نے اذان دی اور امام حسین علیہ السلام نے حر سے کہا تو اپنی جگہ پر اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نماز پڑھے گا یا ہمارے پیچھے نماز ادا کرے گا۔

حر نے کہا میں آپ کے پیچھے نماز ادا کروں گا۔ اب امام حسینؑ نے دونوں فوجوں کو نماز ادا کرائی اور نماز سے فارغ ہو کر تلوار پر سہارا لے کر کھڑے ہو گئے۔ خطبہ پڑھا۔ حمد و ثناء الٰہی کے بعد جناب محمد مصطفیٰؐ پر درود بھیجا اور کہا اے لوگو میں تم سے کوئی عذر کرنے کے لئے کھڑا نہیں ہوا۔ اور نہ میں نے اس شہر کی طرف اس وقت تک قصد کیا اور یہاں تک آیا جب تک میرے پاس تم لوگوں کے خطوط نہ پہنچے۔ اور تم نے میرے بلانے کے لئے درخواستیں نہیں بھیجیں۔ اور تمہارے

قاصد جن میں بہت سے نامور اور رکن اشخاص شامل تھے۔ اہل کوفہ کی طرف سے خط لے کر میرے پاس آئے۔ انہوں نے کہا تھا بہت جلدی کوفہ پہنچنا چاہیے۔ کیونکہ یہاں کوئی امام موجود نہیں ہے۔ جو نمازیں پڑھائے۔ اور دینی و دنیوی امور کی اصلاح کرتا رہے۔ اگر تم آ جاؤ گے تو شاید اللہ تعالیٰ ہمارے ابتر کاموں کو درست کر دے۔ اب اگر تم اپنے قول و قسم پر ثابت قدم ہو تو میں آ ہی گیا اور تم پر اعتماد کرنا چاہیے تو تمہارے ساتھ شہر میں داخل ہوں۔ اگر تم اپنے عہد سے پھر گئے اور قول و قرار سے شرمندہ ہوئے اور میرے آنے کو برا سمجھا تو میں مکہ کو واپس چلا جاؤں گا۔ حضرت کا یہ کلام سن کر سب کے سب خاموش سر جھکائے ہوئے تھے کچھ نہ بولے۔ اب حر نے اپنا خیمہ نصب کیا اور اس کے اندر بیٹھا امام حسینؑ بھی اس کے مقابل جا بیٹھے اور تمام آدمی بھی اپنے اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑے ہوئے بیٹھے تھے۔ کہ اتنے میں حر کے پاس کوفہ سے خط آیا کہ حکم ہذا سے مطلع ہوتے ہی حسینؑ بن علیؑ اور اس کے اصحاب کو نظر بند کر لینا۔ اور خود ان کا ساتھ نہ چھوڑنا۔ یہاں تک کہ میرے پاس حاضر کر اور میں نے قاصد کو حکم دیا ہے کہ وہ تیرے ساتھ رہے۔ جب تک کہ تو اس حکم کو پوری طرح سرانجام نہ دے لے اور میری فرمانبرداری کا حق ادا نہ کر لے۔ حر نے مضمون خط سے مطلع ہو کر اپنے لوگوں کو بلایا اور کہا یہ مردود کمبخت ابن زیاد مجھے خط لکھتا ہے۔ کہ حسین ابن علیؑ کو گرفتار کر کے حاضر کر اور جہاں تک میں سوچتا ہوں میرا دل مجھے ایسے کام یا بات پر آمادہ نہیں ہونے دیتا۔ جس سے امام حسین رنجیدہ ہوں' میں اس امر سے سخت پریشان ہوں۔ حر کا ایک ہمراہی شعثا عبیداللہ کے قاصد سے مخاطب ہو کر بولا بدبخت تیری ماں تیری جدائی میں روئے تو کیسے کام کے لئے یہاں آیا ہے۔ اس نے کہا میں نے اپنے امام کی فرمانبرداری اور اپنی بیعت کو پورا کیا ہے۔ اپنے امیر کا حکم حر کو پہنچا دیا۔ ابو شعثا نے کہا مجھے اپنے سر و جان کی قسم تو اپنے امام کی فرمانبرداری کے سبب خدا کی بارگاہ میں گنہ گار ہو گیا۔ تو نے اپنے آپ کو تباہ کر دیا۔ دنیا و آخرت دونوں تباہ کر لیں۔ اور دوزخ کی آگ تو نے اپنے واسطے سلگا لی۔ تیرے امام کی یہ تعریف ہے جو اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ **وجعلنھم ائمتہ یدعون الی النار و یوم القیمتہ لا ینصرون** ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ نماز عصر کا وقت آ گیا۔ امام حسینؑ نے موذن سے فرمایا اذن دے تاکہ نماز کے لئے کھڑے ہوں۔ آپ نے لشکر کو نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر حمد و ثناء الٰہی کے بعد کہا اے لوگو ہم خلافت اور امامت کے لئے ان سے بہتر ہیں۔ اگر تم ہمارا حق سمجھو گے اور خدا سے ڈرو گے تو اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو گا اور اگر میرے آنے کو برا جانو گے اور اپنے قاصدوں کی زبانی وعدوں کو پورا نہ کرو گے تو میں تمہیں کچھ نہیں کہتا اور نہ تمہیں کسی بات کے لئے مجبور کروں گا۔ تم صاف صاف کہہ دو کہ میں مکہ کو واپس چلا جاؤں۔

حر بن یزید نے جو لشکر کا سردار تھا آگے بڑھ کر عرض کی اے فرزند رسول آپ نے دو تین مرتبہ خطوں اور قاصدوں کا ذکر کیا۔ مگر مجھے کچھ خبر نہیں کہ کن لوگوں نے خط لکھے اور کون اشخاص قاصد بن کر حاضر ہوئے۔ امام حسین علیہ السلام نے اپنے غلام عقبہ بن سمعان کو بلا کر کہا خطوں کی خرجیاں اٹھا لاؤ۔ عقبہ جا کر خرجیاں اٹھا لایا۔ نکال کر زمین پر رکھ دیئے۔ فوج کے نامور اشخاص آگے بڑھے لفافوں کو پڑھا۔ حر بن یزید ریاحی نے بھی انہیں دیکھا اور کہا ہم ان شخصوں میں سے نہیں ہیں جنہوں نے یہ خطوط تحریر کئے ہیں۔ عبداللہ ابن زیاد نے ہمیں حکم دیا ہے کہ آپ کو اس کے پاس لے جائیں۔ امام حسین علیہ السلام نے مسکرا کر فرمایا تم یہ کام نہیں کر سکتے۔ پھر حکم دیا کہ عورتوں کو کجاووں میں سوار کراؤ۔ سوار ہو کر چلو۔ دیکھیں یہ لوگ ہمارا کیا کر سکتے ہیں۔ لوگوں نے آپ کے حکم کے مطابق اہل و عیال اور بچوں کو سوار کیا اور چل نکلے۔ کوفی لشکر نے راستہ روکا۔ اور جانے سے مانع آئے۔ امام حسینؑ نے قبضہ شمشیر پر ہاتھ ڈالا اور کہا اے پسر یزید تو کس لئے ان لوگوں کو جانے نہیں دیتا۔ تیری ماں تیرے سوگ میں بیٹھے۔ حر نے جواب دیا یا بن رسول اللہ اگر اور کوئی شخص

میری ماں کا نام لیتا تو میں تلوار کی دھار سے اس کا جواب دیتا مگر آپؑ اور آپ کے ماں باپؑ کی حرمت بہت بڑی ہے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن تمہیں عبیداللہ کے پاس ضرور لے چلوں گا۔ امام حسینؑ نے فرمایا میں ہرگز نہ جاؤں گا۔ اور مجھے تیرے ارادے کی ذرا پرواہ نہیں تو کیا کر سکتا ہے۔ حر نے کہا اگر میری اور میرے لشکر کی جانیں بھی اس معاملہ میں جاتی رہیں تو بھی مجھے گوارا ہے۔ میں عبیداللہ کے پاس ضرور لے چلوں گا۔ امام حسینؑ نے کہا اچھا اپنے لشکر سے نکل کر سامنے آ۔ اور میں بھی اپنے ہمراہیوں سے علیحدہ ہو کر تیرے سامنے آتا ہوں کہ دونوں آپس میں جنگ کریں۔ اگر تو نے مجھے مار ڈالا تو تیرے امیر کی اور تیری مراد بر آئی گے۔ اور اگر تو مارا گیا تو خلقت تیرے پنجے سے آزاد ہو جائے گی۔ حر نے کہا یا ابا عبداللہ مجھے آپ سے جنگ کرنے کا حکم نہیں ہے۔ بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ آپ کے ساتھ سے علیحدہ نہ ہوں۔ یہاں تک کہ آپ کو عبیداللہ کے پاس پہنچا دوں۔ خدا کی قسم مجھے سخت ناگوار ہے کہ کوئی ایسی بات کہوں یا ایسی حرکت کروں جو آپ کی ناخوشی کا باعث ہو۔ مگر کیا کروں دوسرے کا مقرر کیا ہوا ہوں اور محکوم مجبور ہوتا ہے۔ میں نے اس گروہ سے بیعت کر رکھی ہے اور ان کے حکم سے آپ کے پاس پہنچا ہوں۔ اور خوب جانتا ہوں کہ قیامت کے دن تمام خلقت کو آپ ہی کے نانا کی شفاعت کی ضرورت پڑے گی۔ میں حیران و پریشان اور خوفزدہ ہوں کہ آپ سے لڑنے کی نوبت نہ آئے پھر شفاعت کی امید کیا خاک ہو سکتی ہے خدانخواستہ مجھ سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہو گئی جس سے حضرت کے جسم مبارک کو کچھ تکلیف پہنچی تو دنیا و آخرت دونوں جگہ میرے واسطے خرابی ہی خرابی ہے اور اگر آپ کو عبیداللہ کے پاس نہ لے جاؤں تو میں کوفہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ ہاں دنیا وسیع ہے۔ خدا کی پناہ قیامت کے دن آپ کے نانا کی شفاعت سے محروم رہ جانے کی نسبت یہی بہتر ہے کہ کسی اور طرف نکل جاؤں۔ آپ اس شارع عام سے نہیں بلکہ کسی غیر معروف راستے سے کسی اور سمت کو چلے جائیں۔ اور میں عبیداللہ کو لکھ دوں گا کہ حسینؑ کسی اور طرف چلے گئے۔ اور مجھے نہیں ملے۔ پھر تو مجھے آپ کے نانا کی شفاعت کی کچھ امید باقی رہے گی۔ اور یا امام میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ اپنی جان پر رحم کریں اور کوفہ نہ جائیں۔

آپ نے فرمایا اے حر کیا تو یہ بات اس لئے کہتا ہے کہ وہ مجھے مار ڈالیں گے۔ حر نے کہا اے فرزند رسولؐ ہاں۔ بلاشک آپ سلامتی سے مکہ کو واپس چلے جائیں۔

امام حسینؑ نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا تم میں سے کوئی شخص اس شارع کے سوا کوفہ کے اور کسی غیر معروف راستے سے بھی واقف ہے۔ طرماح بن عدی نے کہا اے فرزند رسولؐ میں ایک اور راستہ سے بھی واقف ہوں۔ آپ نے فرمایا اس رستے سے آگے آگے روانہ ہو کر ہمیں لے چل۔ طرماح آگے ہو لیا اور امیرالمومنین حسین مع اہل بیت و اصحاب اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ دوسرے دن طرماح نے مقام عذیف مخامات پر پہنچا دیا۔ اب قیام کرنے کے بعد دیکھا کہ حر بھی اپنے لشکر سمیت اس مقام پر آ پہنچا ہے۔ امام حسینؑ نے پوچھا ہمارے پیچھے پیچھے یہاں تک چلے آنے کا کیا سبب ہے؟ تو نے نہ کہا تھا کہ آپ غیر معروف راستہ سے جہاں چاہیں چلے جائیں۔ ہم یہاں چلے آئے اور تو کس لئے ہمارے نشان قدم پر چل کر یہاں آ پہنچا ہے۔ حر نے کہا جب آپ اس جگہ سے روانہ ہو گئے تھے تو عبیداللہ کا ایک اور خط آیا جس نے مجھے بزدل اور کم ہمت کہہ کر سخت تاکید اور ملامت کی ہے کہ امام حسینؑ کو کیوں جانے دیا اور میرے پاس نہ لایا۔ حسینؑ نے کہا اب ہمیں نینوا جانے دے۔ حر نے کہا ہرگز جانے نہ دوں گا۔ اب میرے قابو کی بات نہیں رہی۔ یہ قاصد عبیداللہ کی طرف سے مامور ہو کر آیا ہے کہ میرے ہمراہ رہ کر ہر ایک گفتگو اور کارروائی اس سے جا کر بتائے۔

جناب امیرالمومنین حسین علیہ السلام کے دوستوں میں سے ایک شخص زہیر بن قیس بجلی نے کہا، آپ ہمیں اجازت دیجئے

کہ ان سے جنگ کریں۔ ہمیں آئندہ مواقع پر فوجوں کے مقابلے کی نسبت ان کے ساتھ لڑنا زیادہ مشکل نہیں۔ آپ نے فرمایا یہ ٹھیک ہے۔ لیکن میں لڑائی میں پہل نہیں کر سکتا۔ اگر یہ لوگ لڑائی شروع کر دیں گے تو میں ان کے دفعیہ کے لئے جنگ کروں گا اور مناسب ہے کہ اس وقت ہم کربلا کی طرف روانہ ہو جائیں۔ کیونکہ وہاں سے دریائے فرات قریب ہے۔ یہ لوگ ہم سے لڑیں گے تو ہم بھی ان سے جنگ کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ سے مدد چاہیں گے۔ اب حضرت کچھ مغموم ہوئے اور اسی جگہ قیام فرمایا۔ حر بھی ایک ہزار سواروں سمیت مقابل میں اتر پڑا۔ امام حسینؑ نے کاغذ اور قلم دوات منگا کر ان کوفی سرداروں کے نام جن سے مدد کی امید تھی اس مضمون کے خط لکھے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حسین بن علی بن ابی طالب کی طرف سے سلیمان بن صرد‘ مسیب بن نجبۃ‘ رفاعہ بن شداد‘ عبیداللہ بن وال‘ اور جماعت مومنین کو معلوم ہو کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایسے ظالم بادشاہ کو جو حرام باتوں کو حلال سمجھتا‘ اللہ تعالیٰ کا عہد توڑتا‘ رسول خداؐ کی سنت کو مٹاتا‘ اور خلق خدا کے ساتھ ظلم اور گناہوں کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے اچھا سمجھے اور اس کے قول و فعل کو پسند کرے۔ اور اس کے کردار سے انکار نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں ڈالے گا۔ تم خوب جانتے ہو کہ اس جماعت نے ہمارا حق چھین لیا ہے۔ اور یہ گناہ گار ہیں‘ شیطان کی فرمانبرداری کرتے‘ اللہ کے احکام کو پس پشت ڈالتے‘ حرام کو حلال اور حلال کو حرام سمجھتے ہیں۔ اور میں اپنے ناناؐ کی خلافت کے لئے ان سب سے بہتر اور زیادہ حقدار ہوں۔ تم نے جو خط مجھے بھیجے اور قاصدوں کی زبانی وعدے کئے ہیں وہ سب تمہیں یاد ہی ہوں گے۔ اگر تم اپنے وعدوں کو پورا نہ کرو گے اور عہد شکنی پسند کرو گے تو یہ امور بھی تم سے بعید نہیں ہیں۔ میرے باپ‘ بھائی‘ مسلم کے ساتھ تم نے ایسا ہی کیا اور ان کی مخالفت اختیار کی۔ جو شخص تمہارے اقراروں پر بھروسہ یا تمہارے قول کو سچ سمجھے وہ بیوقوف ہے۔ **و من نکث فانما ینکث علی نفسہ و سیغنی اللہ علیکم** والسلام!

پھر خط کو بند کر کے مہر لگا دی اور قیس بن مسہر صیداوی کے حوالہ کر کے فرمایا کوفہ پہنچ کر وہاں کے نامی اشخاص کو دینا۔ قیس نے کہا بسرو چشم! اور وہ خط لے کر جانب کوفہ روانہ ہوا۔ عبیداللہ نے پیشتر ہی سے راستوں کی ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ کہ بہت ہوشیاری سے خبر لیتے رہیں۔ اگر حسین ابن علیؑ کی طرف سے کوئی شخص خط لائے تو اسے میرے پاس پکڑ لائیں۔ قیس نے کوفہ کے قریب پہنچ کر دور سے عبیداللہ کے ملازم حصین بن نمیر کو دیکھا۔ اس نے اسے دیکھ کر خط چاک کر دیا۔ حصین نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ قیس کو پکڑ لائیں اور خط کے پرزے اٹھا لیں پھر اسے عبیداللہ کے پاس لے گئے۔ اس کا اور خط چاک کر دینے کا حال سنایا۔ پسر زیاد نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا علی ابن ابی طالب کے گروہ کا ایک آدمی ہوں۔ پوچھا تو نے خط کیوں پھاڑ ڈالا ہے؟ کہا اس لئے کہ تو اس کے مضمون سے واقف نہ ہو جائے۔

پھر پوچھا وہ خط کس نے لکھا تھا کہا امیر المومنین حسین ابن علی نے۔ پھر پوچھا کن شخصوں کے نام تھا؟ کہا کوفہ کے ان لوگوں کے نام جنہیں میں نہیں جانتا۔ پسر زیاد نے غضبناک ہو کر قسم کھائی کہ تو میرے سامنے سے جانے نہ پائے گا جب تک یہ نہ بتائے گا کہ وہ خط کن اشخاص کے نام تھا۔ اور منبر پر بیٹھ کر علیؑ‘ حسنؑ‘ حسینؑ کو سخت اور سست نہ کہے گا۔ ان دونوں باتوں میں سے ایک بات اختیار کرنی چاہئے۔ تب میرے ہاتھ سے رہائی پا سکتا ہے۔ ورنہ میں تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔ قیس نے کہا۔ میں ان لوگوں کو جانتا نہیں جن کے نام جناب امام حسین علیہ السلام نے یہ خط لکھا تھا۔ نہ انہیں بتا سکتا ہوں۔ رہا سخت سست کہنا یہ بہت آسان بات ہے جیسا تو کہتا ہے میں منبر پر بیٹھ کر ویسا ہی کہہ دوں گا۔

ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے جامع مسجد میں لے جا کر تمام خلقت کے سامنے منبر پر جگہ دیں تاکہ وہ سب کو سنا سنا کر علی اور اس کی اولاد پر لعن و تبرا کہے۔ قیس کو لے جا کر مسجد کے منبر پر بٹھا دیا گیا۔ لوگ آنے لگے۔ جب آدمیوں سے تمام مسجد

پر ہو گئی قیس نے منبر پر کھڑے ہو کر بہت اچھا خطبہ پڑھا جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیج کر اہل بیت نبوت کی تعریف و توصیف بیان کی۔ اور جناب امیر المومنین علیؑ حسنؑ اور حسینؑ پر درود بھیج کر تمام اہل بیت نبوت کے مدائح اور اوصاف جمیلہ ظاہر کیے۔ پھر عبیداللہ اور اس کے باپ زیاد پر لعنت بھیج کر جناب امام حسینؑ کا تمام حال کہہ سنایا۔ اور آپ کے بہت سے اوصاف اور اکثر مناقب بیان کر کے لوگوں کو بیعت کی طرف ترغیب دلائی۔ لوگوں نے عبیداللہ سے یہ حال جا کر کہا اس نے حکم دیا کہ اسے پکڑ لائیں اور کوٹھے پر لے جا کر سرنگوں گرا دیں جس سے سب ہڈیاں چور چور ہو جائیں۔

غرض قیسؓ شہادت پا کر رحمت الہٰی کے شامل حال ہو گئے۔ امام حسین علیہ السلام نے اس حال سے آگاہ ہو کر فرمایا انا للہ انا الیہ راجعون۔ اور بہت دیر تک مغموم رہے اور کہا اللہ تعالیٰ قیس پر رحمت نازل فرمائے اس نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ خدا اسے نیک جزا عطا فرمائے۔ آپ کے اصحاب میں سے ایک شخص ہلال بن نافع نے عرض کی یا بن رسول اللہ آپ کے نانا جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمام لوگوں کو اپنا دوست نہ بنا سکے۔ بعض آپ کے دوست تھے اور بعض منافق تھے۔ ظاہر میں تو باتوں سے دوستی کا دعویٰ کیا کرتے تھے لیکن بعض کے دلوں میں عداوت تھی۔ یہی جناب علی مرتضیٰ کے ساتھ کیفیت تھی۔ کچھ آدمی آپ کے ہوا خواہ اور دوست تھے۔ فرمانبرداری اور اعانت سے پیش آتے تھے۔ اب جو شخص اپنے عہد کو توڑ ڈالے اور آپ کے خلاف ہو جائے وہ اس کا بدلہ دیکھ ہی لے گا۔ آپ مشرق و مغرب جہاں چاہیں جائیں ہم ہرگز آپ سے جدا نہ ہوں گے۔ اور حکم الہٰی پر راضی رہیں گے۔ ہمارا دوست وہی شخص ہو گا جو آپ کو عزیز سمجھے گا اور جو شخص آپ کو دشمن جانے گا وہ ہمارا بھی دشمن ہو گا۔

جناب امام حسینؑ نے اسے دعائے خیر دے کر اپنی اولاد' بھائیوں اور خاندان کو اپنے سامنے طلب فرمایا۔ اور ان کے چہروں پر نظر ڈال کر رونے لگے اور کہا اے خدا ہم تیرے پیغمبر کی عترت ہیں۔ ان لوگوں نے ہمیں گھر سے نکالا' پھر نانا کے گھر سے علیحدہ کیا۔ بنی امیہ ہمارے قتل و گرفتار اور ظلم و ستم میں ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔ اے خدا تو ظالموں سے ہمارا بدلہ لے۔ اس کے بعد وہاں سے جانب کربلا سفر کیا۔ منزل بہ منزل چلے جاتے۔ بدھ یا جمعرات کا دن دوسری محرم ۶۱ھ کو وارد کربلا ہوئے۔ جناب امام حسینؑ نے پوچھا یہی زمین کربلا ہے۔ ہمراہیوں نے کہا ہاں یہی میدان کربلا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں یہ ایذا اور مصیبت کی جگہ ہے۔ ہماری قتل گاہ' ہمارے لوگوں کا احاطہ اور ہمارے اونٹوں کی جائے خواب یہی جگہ ہو گی۔ اسی خاک پر ہمارے خون بہیں گے۔ اسباب کو دریائے فرات کے کنارے ایک طرف اتارا اور خیمے کھڑے کیے۔ بھائی اور چچا زاد بھائی ہر ایک اپنے اپنے واسطے خیمے لگاتا تھا۔ غرض امام حسینؑ کے خیمہ کے گرد آپ کے دوستوں اور محبوں کے خیمے کھڑے ہو گئے۔ سب لوگ تو اپنے اپنے خیموں میں آرام سے لیٹ رہے۔ اور امام حسین علیہ السلام اپنی تلوار کی صفائی میں مصروف ہوئے۔ غلام ابوذر غفاری آپ کے پاس حاضر تھا۔ اور بحالت تفکر یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

یا دھر اف لک من خلیل　　کم لک بالاشراق و الاصیل

من طالب و صاحب قتیل　　ما اقرب الوعد من الرحیل

و کل حی سالک السبیل　　و انما الامر الی الجلیل

آپ کی بہنوں زینبؑ و ام کلثومؑ نے آواز سن کر کہا اے بھائی یہ کس کی آواز ہے جو اپنے قتل کا یقین کیے ہوئے ہے۔ حضرت نے فرمایا اے بہن لو ترک القطا لنا زینبؑ نے کہا و اثکلاہ اے کاش میں مر جاتی اور یہ دن نہ دیکھتی۔ میں نے نانا جناب محمد مصطفیٰؐ کی وفات دیکھی اپنے باپ جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام کا مرنا دیکھا۔ اور اپنی پاک و پاکیزہ ماں فاطمہ

زہراؑ کا سر سے گزر جانے کا الم سہا اپنے پیارے بھائی جناب امام حسنؑ کی شہادت کی مصیبت جھیلی۔ اب بھائی حسین علیہ السلام جو دنیا میں باقی رہ گیا ہے۔ مجھے ایسے خبر سناتا ہے اور اپنے انتقال کی خبر دیتا ہے ہائے میں تو مرگئی افسوس مصیبتوں اور بلاؤں کی مجھ مبتلا کے حال اور افسوس اور اسی قسم کے کلمات فرماتی اور روتی تھیں۔ تمام اہل بیتؑ آپ کے ساتھ مل کر رونے لگے۔ ام کلثوم کا بیان تھا واممداہ و اعلیاہ بعدک یا ابا عبداللہ۔ جناب امام حسینؑ انہیں تسلی دیتے اور کہتے تھے۔ اے خواہر صبر کر اور مرضی الٰہی پر صابر رہ' کیونکہ خدا تعالیٰ نے زمین سے لے کر آسمان تک کسی شے کو ہمیشہ کی زندگی عنایت نہیں کی نہ کسی کو عطا کرے گا۔ سب فنا ہو جائیں گے۔ صرف ایک ذات پاک خدا کے سوا تمام مخلوق ہلاک ہونے والی ہے۔ سب کو اس نے اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا ہے۔ اور سب کو اپنی مرضی اور ارادہ کے مطابق نیست و نابود کر دے گا۔ میرے نانا' ماں' باپ' اور بھائی مجھ سے بہتر اور زیادہ عزیز تھے اسی طرح وہ بھی جام فنا پی کر مٹی میں مل گئے۔ تمام دنیا والوں کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ سلم کی وفات کا خیال اپنی موت پر صبر دلاتا ہے۔

پھر ارشاد فرمایا اے بہنو! اے ام کلثومؑ اے زینبؑ جب مجھے مار ڈالیں تو ہرگز ہرگز کپڑے نہ پھاڑنا منہ نہ نوچنا اور ایسے کلمے زبان سے نہ نکالنا جن سے خدا راضی نہیں ہے۔ اسی اثناء میں حر بھی آ پہنچا اور حضرت کے خیموں کے برابر اپنا خیمہ لگایا۔ اور عبیداللہ ابن زیاد کو خط لکھ کر حسینؑ کے وارد کربلا ہونے اور قیام کرنے سے مطلع کیا۔ عبیداللہ ابن زید نے امام حسینؑ کو خط لکھا کہ اے حسینؑ میں نے سنا ہے کہ تم نے کربلا کے متصل قیام کیا ہے۔ اور آج ہی یزید کا خط میرے پاس پہنچا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ جب تک آپ کو واصل حق نہ کردوں نہ بستر پر سوؤں نہ کھانے کا مزہ چکھوں اور یا آپ اس کی فرمانبرداری اختیار کر کے بیعت کریں۔ والسلام!

جب یہ خط آپ کے پاس پہنچا پڑھ کر ہاتھ سے ڈال دیا اور کہا وہ قوم ہرگز فلاح نہ پائے گی۔ جو مخلوق کی رضامندی کے لئے خالق کی ناراضی اختیار کرتی ہے۔ عبیداللہ کے قاصد نے خط کا جواب مانگا آپ نے فرمایا اس کا جواب کچھ نہیں۔ و قد حقت علیہ کلمتہ العذاب قاصد جواب لئے بغیر واپس گیا اور جو کچھ دیکھا اور سنا تھا ابن زیاد سے بیان کر دیا۔ وہ اور بھی زیادہ غضبناک ہو کر اپنے ملازموں اور دوستوں سے بولا کہ حسین کو جس طرح ہو سکے قتل ہی کر دینا چاہئے۔ تم میں سے کون شخص اس خدمت کو اپنے ذمے لیتا ہے اور حسینؑ کو قتل کرتا ہے۔ میں اس کے صلے میں جو شہر اور علاقہ مانگو گے دوں گا کسی نے اس بات کا کچھ جواب نہ دیا۔ اسی دن عمر سعد کے نام ایک فرمان جاری کیا اور شہر رے اور اس کا نواح عطا کر کے حکم دیا کہ وہاں جا' اور خرابیوں کو دور کر۔ عمر سعد نے فرمان لے کر اس طرف جانا چاہا ابن زیاد نے کہا اے عمر تو نے دیکھا کہ کسی نے امام حسینؑ سے جنگ کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔ بہتر ہے کہ تو اس مہم کو انجام دے اور حسینؑ سے لڑنے کے واسطے جا اور اس طرف سے مجھے مطمئن اور فارغ کر کے شہر رے کی حکومت پر جانا۔

اس نے کانپ کر کہا اے امیر اگر تو مجھے حسینؑ ابن علیؑ کے مقابلے پر جانے سے معاف رکھے تو بہت ہی بڑا احسان مانوں گا۔ ابن زیاد بولا اچھا معاف کیا۔ مگر یہ فرمان واپس دے کر اپنے گھر میں بیٹھ۔ کیونکہ یہ علاقہ اسی شخص کی ملکیت ہے جو حسین ابن علیؑ کا کام تمام کرے گا۔ عمر نے کہا تو مجھے ایک دن کی مہلت دے کہ میں اس امر کو اچھی طرح سے سوچ لوں۔ ابن زیاد نے اجازت دی اور عمر نے اپنے گھر آ کر دوستوں اور عزیزوں سے مشورہ کیا۔ کسی نے اچھا نہ جانا کہ وہ امام حسین علیہ السلامؑ کے قتل کے واسطے جائے۔ سب نے اسے ڈرایا۔ حمزہ بن مغیرہ جو اس کی بیوی کا بھائی تھا اس کی طرف مخاطب ہو کر بولا ہرگز تو حسینؑ سے لڑنے اور اسے قتل کرنے کا فعل اپنے ذمے نہ لینا ورنہ تو گناہ عظیم کا مرتکب ہو گا۔ خدا کی قسم اگر دنیا میں تیرے پاس کچھ بھی باقی نہ رہے تو اس سے بہتر ہے کہ تو آخرت میں حسینؑ کا خون گردن پر لے

جائے۔
عمر سن کر خاموش تھا لیکن اس کا دل حکومت رے سے باز نہ آتا تھا۔ دوسرے دن صبح کے وقت ابن زیاد کے پاس آیا۔ اس نے پوچھا تیری کیا رائے قرار پائی۔ کہا امیر تو نے پہلے انعام عطا کیا بعدہ حسینؑ ابن علیؑ کا تذکرہ کیا۔ لوگ مجھے مبارک باد دے چکے۔ اگر تو مجھ سے آج فرمان واپس لے لے گا تو مجھے ندامت حاصل ہو گی تو مجھے مہربانی فرما کر حسینؑ کے قتل کے واسطے نہ بھیج اور رے کی حکومت میرے پاس رہنے دے۔ کوفہ میں اور بہت سے نامور سردار اسماء بن خاجہ، محمد بن اشعث، اور کثیر بن شہاب وغیرہ موجود ہیں۔ ان میں سے ہر شخص اس خدمت کو منظور کر کے امیر کے دل کو اس طرف سے مطمئن اور فارغ کر دے گا۔ براہ مہربانی مجھے امام حسینؑ کے قتل سے معاف رکھ۔ ابن زیاد نے کہا تو میرے سامنے جن سرداران کوفہ کا نام لیتا ہے وہ سب میری نظروں میں ہیں۔ اگر تو ہی مجھے اس فکر سے مطمئن کر دے گا تو میرے نزدیک تو بہت ہی عزیز ہو گا۔ ورنہ رے کا فرمان واپس کر کے اپنے گھر بیٹھ پھر میں تجھے کسی قسم کی تکلیف نہ دوں گا۔
عمر سن کر چپ ہو رہا۔ اور ابن زیاد نے ناراض ہو کر کہا۔ اگر تو نہ جائے گا اور حسین علیہ السلام سے جنگ کر کے میرا حکم بجا نہ لائے گا تو میں تجھے ابھی قتل کرا دوں گا اور گھر لٹوا دوں گا۔ بعد میں چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ عمر نے کہا جب معاملہ کی یہ صورت آ پڑی ہے اور ضرورت لاحق ہو گئی ہے میں امیر کا فرمان بجا لاؤں گا۔ پسر زیاد نے اس کی تعریف کی۔ اور انعام و اکرام میں مزید ترقی کر کے چار ہزار سوار ہمراہ کر دیئے۔ اور رے کی حکومت برقرار رکھی۔ وہ کمبخت سنگ دل حکومت رے کے لالچ اور فرمانبرداری کی ہوس میں اس خدمت کو منظور کر کے اور لشکر ہمراہ لے کر جناب امیر المومنین حسینؑ سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ آسمان اور زمین نے تحیر سے دانتوں میں انگلی دبائی۔ اور اس کے اس فعل پر لعنت کناں تھے۔ اور زبان حال سے یہ شعر سناتے تھے۔

رے کا اگر امیر بھی تو ہو گیا تو کیا　　انجام کار موت کرے گی تجھے فنا
مانا کہ ملک و زر میں سلیماں سے بڑھ گیا　　وہ کب رہا جو تجھ سے کرے گا فلک وفا

غرض وہ دنیائے فانی پر پھولا ہوا مغرور محض مال و دولت کے واسطے نہ خدا سے شرمایا نہ جناب رسول خدا سے ڈرا۔ ایسے بڑے کام کا بیڑا اٹھایا کہ فرشتوں اور نبیوں اور پیغمبروں کے لعن و طعن کا نشانہ بن گیا۔ جب تک دنیا قائم ہے اس پر برابر لعنت ہوتی رہے گی۔ وہ مغرور دیوانہ وار نہ جانتا تھا کہ کہاں جاتا ہے اور کس کام کو اختیار کر لیا ہے۔ ابن زیاد بدنہاد نے اس ملعون نابکار کو سخت تاکید کی کہ ہرگز ہرگز حسین ابن علیؑ اور ان کے اصحاب دریائے فرات سے پانی نہ لینے پائیں۔ اور ایک قطرہ پانی نہ پی سکیں۔ عمر نے کہا میں ایسا ہی کروں گا۔
جس وقت عمر چار ہزار سوار لے کر کربلا میں پہنچا حر ایک ہزار سوار سمیت اس سے جا ملا۔ عمر نے اپنے ایک ہمراہی عروہ بن قیس احمسی کو بلا کر کہا حسینؑ کے پاس جا کر دریافت کرو کہ تم مکہ سے جو امن و امان اور حرمت کا مقام ہے نکل کر کیوں اس میدان کربلا میں آئے۔ اس نے کہا اے امیر انہیں دنوں میں میرے اور ان کے درمیان خط کتابت ہوتی رہی ہے اور میں نے ان سے ہر قسم کی دوستی و محبت کے دعوے کئے تھے وہ پورے نہ ہو سکے اس لئے مجھے ان کے سامنے جاتے شرم آتی ہے۔ عمر نے کہا میں نے تجھے اس خدمت سے معاف کیا۔ پھر ایک اور شخص عبداللہ سبعی کو بلایا یہ شخص بڑا بہادر تھا حاضر ہوا اور اس سے کہا کہ امام حسینؑ کے پاس جا کر پوچھ کہ آپ کیسے مکہ جیسے مقام امن سے نکل کر اس دشت بلا میں آئے اور یہاں قیام کرنے سے آپ کا مطلب و مدعا کیا ہے؟
سبعی ملعون جو خاندان جناب رسول خداؐ کا سخت ترین دشمن تھا بولا اسی طرح حکم بجا لاؤں گا پھر آنحضرتؑ کے خیمہ کی طرف

چلا۔ قریب پہنچا تو ابو ثمامہ صاعدیؒ نے دیکھ کر حضرت سے عرض کیا ابا عبداللہ میری جان آپ پر فدا ہو خاندان مصطفیٰ کا سب سے بڑا دشمن جو روئے زمین پر موجود ہے اور خلائق میں بدترین شخص ہے۔ اس طرف آ رہا ہے۔ آپ یہ بات سن کر کھڑے ہو گئے اور اس طرف نظر کی۔

ابو ثمامہ نے کہا تلوار ہاتھ سے رکھ کر آگے بڑھ اور جو کچھ کہنا ہے عرض کر۔ سبعی نے کہا میں ایلچی ہوں۔ ایک پیغام لایا ہوں۔ اگر سنو تو بیان کروں۔ مگر تلوار ہاتھ سے نہ رکھوں گا۔ ابو ثمامہ نے کہا تلوار مجھے دے میں حفاظت سے رکھوں گا۔ اور جب پیغام پہنچا کر تو واپس جائے گا تو تیرے حوالہ کر دوں گا۔ اس نے کہا میری تلوار تک کسی کا ہاتھ نہیں جا سکتا۔ اور نہ میں کسی کو دوں گا۔ ابو ثمامہ نے کہا اسی جگہ ٹھہر کر جو پیغام دینا ہے جناب امام حسین علیہ السلام کو سنا دے۔ سبعی نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا اور ناراض ہو کر واپس چلا گیا۔

عمر سعد سے کہا مجھے امام حسینؑ کے پاس نہیں جانے دیا گیا کہ پیغام پہنچاتا۔ عمر نے قرۃ العین بن قیس حنظلی کو جناب امام حسین علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ جب قریب آیا امام حسینؑ نے اسے دیکھ کر اصحاب سے پوچھا اسے پہچانتے ہو یہ کون شخص ہے؟ حبیب ابن مظاہر اسدی نے کہا میں جانتا ہوں وہ بنی تمیم میں سے ہے اور خوش اعتقاد ہے۔ میرا خیال تھا کہ وہ بھی اس لشکر کے ساتھ آیا ہو گا۔

الغرض قرۃ نے آنحضرتؑ کے سامنے حاضر ہو کر سلام کیا اور پیغام پہنچایا۔ آپ نے فرمایا خود میرا ارادہ کوفہ جانے کا نہ تھا۔ لیکن کوفہ کے نامور سرداروں اور شہر کے اراکین نے خط بھیج کر مجھے بلایا ہے۔ کہ ہم آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اور بیعت کریں گے۔ جب اس بات میں بہت کچھ مبالغہ اور اصرار کیا ناچار میں ان کی باتوں کو سوچ اور سمجھ کر اور قول قرار پر بھروسہ کر کے مکہ سے نکلا اور اس طرف آیا۔ آج زمانہ کا رنگ دگرگوں دیکھ کر وہ اپنے قول و قرار سے پھر گئے اور اپنے وعدوں سے شرمندہ ہو کر منحرف ہو بیٹھے۔ اب میرا ارادہ ہے کہ مراجعت کر کے مکہ چلا جاؤں۔ تیرے پیغام کا یہی جواب ہے۔ اسی طرح عمر سعد سے جا کر کہہ دینا۔ قرۃ نے کہا یہی کہہ دوں گا۔

حبیب نے قرۃ کی واپسی کے وقت اس سے کہا میں ہمیشہ تجھے نیک اعتقاد اور اہل بیت جناب رسول خداؐ کا خیر خواہ سمجھتا تھا۔ اب تعجب کرتا ہوں کہ اس دشمن خدا و رسول اور فاسق و فاجر گروہ کے ساتھ تو کیوں رہتا ہے؟ اگر تیرا عقیدہ نہیں بدلا تو پھر امیر المومنین حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہو اور ہمیشگی کی سعادت حاصل کر۔ قرۃ نے کہا تو نے بہت اچھی بات کہی۔ خدا کی پناہ میں نے اپنا عقیدہ نہیں بدلا اور اہل بیت پیغمبرؐ کی دوستی میں ذرا کمی نہیں آئی۔ اس وقت تو مجھے سفارت پر بھیجا ہے۔ واپس جانا اور جواب پہنچانا ضرور ہے۔ اس کے بعد کوئی تدبیر سوچوں گا۔ کہ میں تمہارے پاس آ جاؤں۔

غرض اس نے واپس جا کر امام حسین علیہ السلام کی زبان مبارک سے جو کچھ سنا تھا عرض کر دیا۔ عمر نے کہا الحمد للہ شاید غیب ہی سے کوئی ایسی بات ظہور میں آ جائے گی کہ حسین ابن علیؑ یہاں سے مراجعت کر جائیں اور ہمیں ان سے جنگ نہ کرنی پڑے۔ اس کے بعد عبیداللہ بن زیاد کو خط لکھا کہ میں نے تیرے حکم کی تعمیل کی اور حسب الحکم حسینؑ ابن علیؑ کے مقابل آ ٹھیرا ہوں۔ ایک قاصد اس کے پاس بھیجا تھا کہ تم کیوں مکہ سے نکل کر اس میدان میں آئے اور قیام پذیر ہوئے۔

جواب آیا کہ کوفہ والوں نے خط لکھ کر اور نامور اشخاص کو قاصد بنا کر میرے پاس بھیجا۔ اور درخواستیں کی تھیں کہ آپ ہمارے پاس آ جائیں۔ ہم آپ سے بیعت کر لیں گے۔ میں اہل کوفہ کی درخواست پر مکہ سے نکل کر کوفہ آیا اب میرے آنے کے بعد وہ لوگ اپنے وعدوں سے پھر گئے۔ اور اقرار پورے نہ کئے اس لئے میں بھی مکہ کو واپس جاتا ہوں۔ حسین

بن علیؑ کی یہ سرگزشت ہے جو تحریر کرتا ہوں وہ واپس جانے کا قصد رکھتا ہے۔ آئندہ تجھے اختیار ہے۔ تیری آگاہی کے لئے لکھ دیا گیا۔ والسلام!

جب عمر بدگہر کا خط ابن زیاد نے پڑھا کچھ دیر تک سوچتا رہا اور بولا اب ہمارے پنجہ میں پڑ کر واپس جانے کا ارادہ رکھتا ہے یہ چاہتا ہو گا کہ اس حیلہ سے ہمارے ہاتھ سے بچ کر نکل جائے۔

ابن زیاد نے جواب میں عمر سعد کو لکھا کہ اس کی باتوں پر ذرا توجہ نہ کرنا۔ اس خط کے دیکھتے ہی حسینؑ سے یزید کی بیعت کے لئے کہہ۔ اگر وہ منظور اور قبول کر کے بیعت یزید اختیار کر لے تو مراد بر آئی ورنہ جس طرح ہو سکے اسے میرے پاس پہنچا۔ عمر سعدؒ نے اس تحریر کو پڑھتے ہی کہا: انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اس مہم کا انجام اچھا ہو جیو۔ اب اس نے امام حسینؑ سے یزید کی بیعت لینے کی نسبت جیسا کہ ابن زیاد نے لکھا تھا کچھ نہ کہا۔ کیونکہ وہ بخوبی سمجھتا تھا کہ اس گفتگو سے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ حسین ابن علیؑ ہرگز ہرگز یزید کی بیعت اختیار نہ کرے گا۔ ابن زیاد نے اس حکم کی روانگی کے دوسرے دن جامع مسجد کوفہ میں جا کر لوگوں کو طلب کیا۔ جب سب حاضر ہو گئے تو سبز گنبد پر چڑھ کر حمد و ثنائے الٰہی کے بعد جناب محمد مصطفیٰؐ پر درود بھیجا اور کہا اے لوگو تم نے اکثر دفعہ آل ابو سفیان کو آزمایا ہے۔ ان کو ظاہر و باطن، سختی و نرمی ہر حالت میں دیکھ لیا ہے۔ کہ تمہاری دلداری کرتے ہیں۔ یزید کے نیک خو نیک چلن اور خوش اعتقادی سے اور رعیت کے حق میں اس کے لطف و کرم اور جود و سخا رحم و انصاف اور حسن سلوک سے بھی تم آگاہ ہو۔ تمام اقسام کے فتنہ و فساد اور بلاؤں کو استحکام سلطنت کے واسطے دور کیا۔ اور ہر طرف راحت و آرام کا دور ہو گیا۔ راستوں کا خطرہ جاتا رہا۔ اپنے زمانہ میں مفسدوں اور سرکشوں کے قلعے مسمار کر دیئے۔ امن و دولت کی کثرت محاصل کی فراوانی، ہر قسم کی برکتوں کا نزول، تنخواہوں اور وظیفوں کی ترقیاں، معاش و رزق کے طریقوں کا دوامی انتظام جو محض اس کے اخلاق حسینہ اور عادات کریمہ سے وقوع میں آئے ہیں تم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ آج اس کا فرمان آیا ہے مجھے حکم ہے کہ تمہارے حال پر زیادہ مہربانی کروں۔ تنخواہوں اور وظیفوں میں ایک دینار کی جگہ سو سو دینار بڑھا کر تکمیل کروں اور تمہیں اس کے دشمن حسین علیہ السلام سے لڑنے کے لئے بھیجوں۔ تم ان باتوں کو سن رکھو اور اطاعت و فرمانبرداری سے پیش آؤ۔ والسلام!

منبر سے اتر کر حکم دیا کہ فوجوں کو زر و مال اور رسد کا سامان عطا کیا جائے۔ کہ جنگ کی تیاریاں کر کے دشت کربلا میں عمر سعد سے جا ملیں۔ حسین ابن علیؑ سے لڑنے کے لئے جو شخص سب سے پہلے آمادہ ہوا وہ شمر ذی الجوشن تھا۔ چار ہزار سوار لے کر عمر سعد سے آن ملا۔ اب اس کے پاس ۹ ہزار سپاہ ہو گئی یزید بن رکاب کلبی دو ہزار جمعیت لے کر پہنچا۔ اس کے پیچھے ہی پیچھے ایک سردار حصین بن نمیر شکوئی چار ہزار آدمی لے کر پہنچا۔ مصابر بن نرینہ نازلی تین ہزار اور ایک اور شخص ۲ ہزار کی جمعیت سے عمر سعد سے جا ملا۔ پھر اور سردار یکے بعد دیگرے پہنچے۔

اب عبیداللہ نے آدمی بھیج کر شبث بن ربعی سے کہلا بھیجا کہ حسین ابن علیؑ سے جنگ کے لئے مستعد ہو جاؤ۔ وہ سخت ناراض ہوا کوئی بہانہ نہ پایا۔ انجام کار اپنے آپ کو مریض بنایا اور جواب میں کہلا بھیجا کہ میں امیر کا فرمانبردار ہوں مگر مجھے ضعف لاحق ہے۔ مہربانی فرما کر اتنی مہلت دے کہ میرا عارضہ جاتا رہے جس وقت صحت ہو گی امیر کے فرمانے کے مطابق جا کر خدمت بجا لاؤں گا۔ عبیداللہ نے کہا تیری بیماری کا حال مجھے خوب معلوم ہے۔ بیمار نہ بن اور اس گروہ میں شامل نہ ہو۔ جس کی نسبت کلام مجید میں خدا فرماتا ہے:

و اذا لقوا الذین امنوا قالوا امنا و اذا خلوا الی شیطینھم قالوا انا معکم انما نحن مستھزءون

اگر حسین سے لڑنے اور عمر سے جا ملنے کے ساتھ میری فرمانبرداری مد نظر ہے تو بلا عذر بہ عجلت چلا جا۔ یہ پیغام سن کر

شیث سمجھ گیا کہ بہانہ کارگر نہ ہوا اور عبداللہ میری بناوٹ سے واقف ہو گیا ہے۔ وہ ڈرا اور نماز عشا کے وقت کہ اس کے چہرے اور رنگ کو تمیز نہ کر سکے۔ عبیداللہ کے پاس گیا۔ وہ اسے آتا دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ مرحبا کہہ کر اپنے پاس بٹھا لیا اور کہا لازم ہے کہ تو آج رات ہی کو سامان سفر درست کر کے علی الصباح ایک ہزار سواروں کے ساتھ چلا جا اور عمر سعد سے جا مل۔ شیث نے کہا امیر کا جو حکم ہے بجا لاؤں گا۔ دوسرے دن صبح کے وقت ایک ہزار سوار لے کر چلا گیا۔ عبیداللہ نے ایک ہزار سوار فراہم کر کے حجاز بن حر کو ان کا سردار مقرر کیا اور حکم روانگی دے دیا۔ الغرض عمر سعد کی فوج میں بائیس ہزار سوار اور پیدل ہو گئے۔ اب عبیداللہ نے عمر سعد کو خط لکھا کہ حسینؑ سے جنگ کرنے کے لئے اب کوئی بہانہ نہیں رہا۔ فوج کی کمی کی شکایت تھی سو اب وہ بھی نہیں رہی۔ تیرے پاس بائیس ہزار سوار اور پیدل کی جرار فوج موجود ہے۔ جو ہر طرح سے ساز و سامان اور اسلحہ سے مکمل اور آراستہ ہے۔ اب تیرا تمام انتظام درست ہو گیا ہے۔ لازم ہے کہ تمام حالات سے جو امام حسینؑ کے ساتھ تجھے پیش آئیں مثل جنگ و جدل ان سب سے مجھے مطلع کرتا رہ۔ ہر روز صبح و شام کے وقت تیرے قاصد میرے پاس پہنچتے رہیں اور تیری تحریریں مشتمل بر حالات واقعات مجھے ملتی رہیں۔ اس انتظام کو نہایت ضروری اور فرض سمجھنا۔ والسلام!

غرض اس قسم کی اور ضروری تاکیدیں لکھ کر اور معتمد قاصد بھیج کر عمر سعد کے حالات سے مطلع ہوتا اور اس مہم سے بہ عجلت فارغ ہونے کی تنبیہہ کرتا رہا اور عمر سعد حسینؑ سے جنگ کرنے اور خون اپنی گردن پر لینے سے ڈرتا اور برا سمجھتا رہا۔

حتی کہ محرم کی چھ تاریخ ہو گئی۔ عبیداللہ ہر روز خط پر خط بھیج کر عمر سعد کو قتل جناب امام حسین کی ترغیب و تحریص دلاتا رہا۔

قصہ کوتاہ عمر سعد کا لشکر دریائے فرات کے کنارے آپڑا۔ امام حسینؑ اور ان کے دوستوں کو پانی سے روک دیا۔ اس لئے ان پر تشنگی نے غلبہ کیا۔ امام حسینؑ نے عورتوں کے خیمہ سے بجانب قبلہ انیس قدم چل کر زمین کھودی۔ فوراً پانی کا ایک چشمہ نہایت صاف اور خوشگوار برآمد ہوا۔ آپ نے حکم دیا کہ سب پی لیں اور مشکیں بھر لیں۔ جب سب سیراب ہو گئے اور مشکیں بھر کر چلے گئے وہ چشمہ اسی جگہ غائب ہو گیا۔ اور پھر کسی نے اسے نہ پایا۔ عبیداللہ کو خبر لگی اس نے عمر سعد کو لکھا: مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسین ابن علیؑ اور ان کے ہمراہیوں نے کنویں کھود کر پانی حاصل کیا ہے اور انہیں کوئی تکلیف اور دقت پیش نہیں آئی۔ اس خط کے پہنچتے ہی حسین ابن علیؑ اور اس کے دوستوں کو کنویں کھودنے سے روک دے اور ایک قطرہ پانی کا حاصل نہ کرنے دے۔ جس طرح انہوں نے عثمان کو پانی نہ دیا تو بھی ان کو پانی کا ایک قطرہ دریائے فرات سے نہ پینے دے۔ اس حکم کے پہنچتے ہی اس نے حسین ابن علیؑ کے ساتھ زیادہ سختی اختیار کی اور دریائے فرات پر پہرے بٹھا دیئے۔ کہ ان کی نظر تک پانی پر نہ پڑے۔

پھر اپنے لشکر میں سے عمر بن حجاج زبیدی کو سوار اور پیدل دے کر کہا تو فرات کے کناروں کی حفاظت کر اور حسینؑ یا ان کے کسی ہمراہی کو پانی کا ایک قطرہ بھی نہ لینے دے۔ پھر ایک شخص کو بلا کر منادی کرا دی کہ اے پسر فاطمہؑ اور فرزند رسول خداؐ تجھے اس پانی کا ایک قطرہ بھی نصیب نہ ہو گا۔ تاوقتیکہ موت کا ذائقہ نہ چکھے گا۔ اور یا عبیداللہ بن زیاد کی فرمانبرداری اختیار نہ کرے گا۔

جناب امام حسینؑ نے یہ آواز سن کر کہا تو کون شخص ہے جو یہ صدا دے رہا ہے۔ اس نے کہا میں عبدالرحمن بن حصین ازدی ہوں۔ آپ نے فرمایا **اللھم اقتلہ عطشا و لا تغفر لہ ابدا** یعنی اے خدا تو اسے پیاس سے ہلاک کر اور اسے کبھی نہ

بخشو۔ روایت ہے کہ وہ بدبخت بیمار ہوا اور وہ تشنگی اس قدر غالب ہوئی کہ جس قدر پانی پلاتے تھے پیاس میں ذرا کمی نہ ہوتی تھی اور وہ پیاس ہی پیاس پکارتا ہوا واصل جہنم ہوا۔

القصہ جب امام حسینؑ اور اصحاب پر تشنگی کا بہت غلبہ ہوا۔ آپ نے اپنے بھائی عباس ابن علیؑ کو بلا کر اور تین سوار اور پیدل دے کر کہا کہ بیس مشکیں لے جاؤ اور دریائے فرات سے بھرلاؤ۔ عباس ابن علیؑ تیار ہو گئے اور ان ہمراہیوں کو لے کر فرات کے کنارے پہنچے۔ عمر پہریدار تھا۔ بولا کون شخص پانی لیتا ہے۔ بلال بن نافع نے کہا میں تیرا چچا زاد بھائی پینے آیا ہوں۔ عمر نے کہا جتنا چاہے پی۔ بلال نے کہا اے عمر تجھ پر تف ہے میں کس طرح پانی پی سکتا ہوں جبکہ حسین ابن علی اور ان کے فرزند پیاس سے بے جان ہوئے جاتے ہیں۔ عمر نے کہا مجھے یہ سب کچھ معلوم ہے۔ میرے بس کی بات نہیں میں مقرر کیا ہوا ہوں۔ محکوم مجبور ہوتا ہے۔

ہلال نے کہا آؤ دوستو پانی بھرلو۔ عمر بھی سمجھ گیا کہ حسینؑ کے دوست پانی لینے آئے ہیں۔ انہیں روکنے کے لئے جنگ سے پیش آیا۔ حسین کے دوستوں میں سے کچھ لڑنے لگے اور بعض مشکوں کے بھرنے میں مصروف ہوئے اور پانی سے سیراب ہو کر مشکیں بھرلیں اور صحیح سلامت واپس چلے آئے۔ ان میں سے کوئی شہید نہ ہوا۔ لیکن عمر کے چند طرفدار مارے گئے۔

امام حسینؑ کے ساتھی ان مشکوں کا پانی پی کر سیراب ہو گئے۔ دوسرے دن جناب امام حسینؑ نے عمر سعد کے پاس پیغام بھیجا کہ تجھ سے کچھ کہنا ہے رات کے ووقت مجھ سے مل جانا اور میری باتیں سن لینا۔ عمر ایک سو بیس سوار ہمراہ لے کر اپنے لشکر گاہ سے نکلا۔ امام حسینؑ نے اپنے ہمراہی سواروں سے کہا تم پرے ہٹ کر کھڑے ہو جاؤ۔ وہ پرے سرک گئے۔ عباس ابن علیؑ اور علی اکبرؑ آپ کے ساتھ رہے۔ عمر نے بھی اپنے ہمراہیوں کو پیچھے ہٹا دیا۔ اس کا غلام لاحق اور بیٹا حفص اس کے پاس ٹھہرے رہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا اے عمر سعد تجھ پر افسوس ہے کیا تو اس خدا سے جس کی طرف تمام مخلوق مر کر رجوع کرنے والی ہے نہیں ڈرتا۔ اور مجھ سے جنگ کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں۔ تو اس ناواجب اور ناسزا کام سے باز آ اور جس کام میں دین اور دنیا کی بھلائی شامل ہے اختیار کر' میرے پاس چلا آ۔ اس گمراہی سے نکل۔ اس مکار دنیا نے مجھ اور تجھ جیسے بہت شخصوں کو دیکھا ہے۔ اور یقین کر کہ نیکی اور سلامتی اس امر پر موقوف ہے۔ کہ جو کچھ میں تجھ سے کہہ رہا ہوں۔ اس نے کہا سبحان اللہ آپ نے بہت ٹھیک فرمایا ہے لیکن آپ کے پاس چلے آنے میں اندیشہ ہے کہ میرے مکان کو برباد کر دیں گے۔ حسینؑ نے کہا سبحان اللہ یہ کیا ہوس ہے۔ اگر خاندان محمد مصطفیؐ کی دوستی کی بدولت دنیا میں تیرا مکان برباد کر دیا جائے تو بھی کچھ نقصان کی بات نہیں۔ اس کے عوض بہشت میں تیرے لئے کئی محل مقرر کئے جائیں گے۔ اس کے علاوہ جب تو میرے ہمراہ رہے گا تو میں تیرے موجودہ گھر سے اچھا گھر بنوا دوں گا۔ عمر نے کہا میرے پاس زرخیز اور شادات جاگیر ہے ابن زیاد اسے ضبط کر لے گا۔ اور میری اولاد محروم رہ جائے گی۔ امام حسینؑ نے فرمایا اس بات سے مطمئن رہ تجھے اس کی عوض اس سے بھی زیادہ زرخیز اور سرسبز و شاداب جاگیر حجاز میں عطا کروں گا۔ عمر سعد خاموش رہا کچھ جواب نہ دیا۔ امیر المومنین حسینؑ یہ حال دیکھ کر واپس چلے آئے اور فرماتے تھے اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کرے اور عاقبت میں نہ بخشے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید کرتا ہوں کہ تجھے عراق کے گیہوں کھانے نصیب نہ ہوں گے۔ عمر نے کہا اے حسین اگر گیہوں نہ ملیں گے تو اس کے عوض جو ہی کھا لوں گا یہ کہہ کر اپنے لشکر گاہ کو واپس آگیا۔

دوسرے دن علی الصبح ابن زیاد کا ایک فرمان عمر سعد کے پاس پہنچا جس میں سخت سرزنش اور ملامت کرتے ہوئے اسے بزدل کمزور اور بے ہمت لکھا تھا اور پوچھا تھا کہ اس قدر دیر اور تامل کس واسطے کر رکھا ہے۔ اور کیوں ڈھیل ڈال رکھی

ہے۔ اگر حسین اور اس کے دوست یزید کی بیعت اور فرمانبرداری کر لیں تو خیر ورنہ تیرے پاس بے شمار لشکر موجود ہے سب کو قتل اور اعضا بریدہ کر دے کیونکہ وہ اسی سزا کے مستحق ہیں اور اگر تو اس کام کو کرنا اور حسینؑ سے لڑنا پسند نہیں کرتا تو اس خط کے پہنچتے ہی فوجوں کی سرداری شمر ذی الجوشن کو دے کر خود علیحدہ ہو جا۔ ہم نے شمر کو سردار لشکر کیا۔ حسینؑ کا معاملہ اس پر چھوڑ دے ہم نے تجھ پر اسے بزرگی اور عظمت عطا کی۔ مگر پھر بھی سمجھتا ہوں کہ حسینؑ کی جنگ کا فیصلہ اور خاتمہ کرکے اسے قتل کرتا کہ تجھے فرمانبرداری و اطاعت کا صلا ملے۔ ورنہ تو خود جانتا ہے کہ ان دو امور میں سے ایک ضرور اختیار کرنا پڑے گا۔ جب یہ خط لکھ کر چاہا کہ کسی آدمی کو دے کر بھیجے ایک شخص عبداللہ بن محل عامری نے کھڑے ہو کر کہا اللہ امیر کو تندرست رکھے مجھے عرض کرنا ہے۔ اگر قبول ہو جائے۔ ابن زیاد نے کہا بیان کر۔ اس نے کہا علی ابن ابی طالبؑ جس وقت کوفہ میں تشریف لائے تھے تو میری چچا زاد بہن ام البنین سے نکاح کیا تھا اس سے تین بیٹے عباسؑ جعفر اور عبداللہ پیدا ہوئے میرے یہ تین بھانجے حسین ابن علیؑ کے ساتھ ہیں۔ اگر اجازت ہو تو تیری طرف سے انہیں امان لکھ بھیجوں۔ ابن زیاد نے کہا میں نے ان تینوں کو امان دی۔ عبداللہ بن محل نے عباسؑ و جعفر و عبداللہ کے نام خط لکھ کر ان کو اس صورت حال سے مطلع کیا اور اپنے ایک غلام عرفان نام کو یہ خط دے کر کہا کہ خاص انہی کو دینا اور جلدی جواب لے کر واپس آنا وہ گیا اور خط عباس و جعفر و عبداللہ کو دیا۔ انہوں نے پڑھ کر کہا ہمارے ماموں کو ہمارا سلام کہنا اور کہہ دینا کہ ہمیں تمہاری امان کی ضرورت نہیں کیونکہ خدا کی امان ابن مرجانہ ملعون کی امان سے بہتر و افضل ہے۔ غلام نے واپس آکر جو کچھ سنا تھا ابن محل سے کہہ دیا۔

اب امیرالمومنین حسینؑ نے اپنے عزیزوں، دوستوں، ملازموں اور اہل خاندان کو جمع کر کے حمد و ثناء الہی کے بعد فرمایا **اللھم لک الحمد علی ما علمتنا من القران رفقیتنا فی الدین و اکو متنا بہ من قرابتہ نبیک محمد صلعم و جعلنا لنا ابصارا و اسماعا و افئدۃ و جعلنا من الشاکرین** پھر سب کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ میں تمام دنیا میں تم سے زیادہ وفادار اور اچھے دوست نہیں دیکھتا اور نہ اپنے اہل بیتؑ سے زیادہ مشفق و مہربان اور نیک خو کسی اور کے اہل بیت پاتا ہوں۔ اللہ تعالی تمہیں اچھا بدلا دے تم نے میرے حق میں ذرا کمی نہیں کی اور میں تمہاری بہتری اور بھلائی اس بات میں سمجھتا ہوں کہ جب رات ہو جائے تو اے میرے دوستو، رفیقو اور خاندان والو اور ملازمو تم میں سے ہر ایک شخص میرے بھائیوں اور فرزندوں میں سے ایک ایک کا ہاتھ پکڑ کر جس طرف چاہے نکل جائے۔ کیونکہ تم جہاں کہیں جاؤ گے لوگ اچھی طرح پیش آئیں گے کوئی شخص تم سے تعرض نہ کرے گا۔ تم مجھے اس جگہ تنہا چھوڑ جاؤ کیونکہ ان لوگوں کو صرف مجھ سے دشمنی ہے وہ مجھے تنہا پا کر قتل کر دیں گے اور تم سے کچھ نہ کہیں گے۔ میرے مارے جانے کے بعد تم زندہ رہو گے۔ حضرت امام حسینؑ سے یہ باتیں سن کر بھائیوں اور اہل بیت نے کہا معاذ اللہ ہم اس امر سے ہرگز رضامند نہیں کہ آپ کے دوست ہمارا ہاتھ پکڑ کر ہر جگہ لئے پھریں لوگ ہمیں کیا کہیں گے۔ اگر ہم اپنے امام اور پیشوا اور سردار کو چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ ابھی دشمن پر ایک تیر بھی نہیں چھوڑا نہ تلوار ہی کا وار کیا ہے۔ اے فرزند رسولؐ ہم آپ کو تنہا کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ ہم ہرگز آپ سے جدا نہ ہوں گے۔ جب تک بدن میں جان ہے آپ کے دشمنوں سے جنگ کریں گے۔ ہماری جانیں اور سر آپ پر قربان ہوں ایسی زندگی پر لعنت ہے جو آپ کے بعد باقی رہے۔

مسلم بن عوسجہ اسدی نے کہا اے فرزند رسول یہ کیونکر ممکن ہے کہ ہم آپ کو اس جگہ چھوڑ کر اپنی خوشی حاصل کریں۔ پھر ہم سے زیادہ کمبخت انسان دنیا میں اور کون ہو گا۔ ہم ایسے فعل سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں اور آپ کی رکاب اقدس سے علیحدہ نہ ہوں گے۔ میری جان آپ پر فدا ہو جب تک ذرا سی طاقت بھی بدن میں باقی رہے گی۔ اور سانس چلتی ہو گی

اس وقت تک بھی ہم آپ کے سامنے دشمنوں سے لڑتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ ہمارے نیزے شکستہ اور تلواریں کند ہو کر ٹوٹ جائیں گے خدا کی قسم ایک ہتھیار بھی ہاتھ میں نہ رہے گا۔ تو جب تک بدن میں جان رہے گی حتی الامکان ان آپ کے دشمنوں سے لڑیں گے اور آخر دم تک حضور کی رضامندی حاصل کرنے میں ساعی ہوں گے۔ اور انشاء اللہ آپ کی خدمت گزاری میں ہم اپنی جانیں لڑا دیں گے۔ اس قسم کی باتیں اور عزیزوں اور ساتھیوں نے بھی کیں۔

پھر بریر بن حصیرانی بولے یہ شخص بہت ہی بڑا عابد و زاہد تھا۔ دن بھر روزہ رکھتا تھا اور رات بھر عبادت خدا میں مصروف رہتا تھا۔ بولا اے فرزند رسول خداؐ اور نور دیدۂ فاطمہ ؑ اے قرۃ العین علی مرتضیٰ و برادر حسن مجتبیٰؑ میں اس معاملہ میں سخت اور حیران اور متفکر ہوں کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آتی۔ میرا دل چاہتا ہے عمر سعد کے پاس جا کر سمجھاؤں شاید اس کی غفلت اور بے ہوشی کو دور کر سکوں۔ اور وہ میری نصیحت مان لے۔ اگر آپ اس بات کو قبول اور منظور فرمائیں تو اجازت عطا فرمایئے امام حسینؑ نے فرمایا جو تجھے مناسب معلوم ہو اس پر عمل کر۔ بریر عمر سعد کے پاس گیا وہ خیمہ میں بیٹھا تھا۔ حصول اجازت کے بعد اندر گیا اور سلام کئے بغیر بیٹھ گیا۔ عمر سعد ناراض ہوا اور کہا کیا میں مسلمان نہیں اور خدا اور رسول کو نہیں پہچانتا کہ تو نے مجھے سلام نہیں کیا۔ بریر نے کہا اگر تو مسلمان ہوتا اور خدا اور رسول کے دین پر چلتا تو جناب رسول خداؐ کے فرزند اور ان کے اہل بیتؑ سے کیوں جنگ کرتا اور ان پر پانی بند کرتا۔ اے عمر تو مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرتا ہے اور جناب محمد مصطفیٰؐ سے دشمنی بھی کر رہا ہے۔ یہ کونسا مذہب ہے اور دین ہے جو تو اختیار کئے ہوئے ہے۔ دریائے فرات جناب امام حسینؑ اور اہل بیت رسولؐ اور فرزندان حسینؑ کے سامنے لہرا رہا ہے۔ اس کا صاف چمکتا ہوا پانی نظر کے سامنے ہے اور چھوٹے چھوٹے معصوم بچے پیاس کی شدت سے بے جان ہوئے جاتے ہیں۔ اور تیرا لشکر' درند' چرند اور پرند بلکہ کتے اور سور تک اس سے سیراب ہو رہے ہیں۔ تو پھر تو ہی انصاف سے کہہ کہ تجھے مسلمان کیونکر کہا جائے۔ تو عجب بے رحم اور سنگدل انسان ہے۔

عمر سعد نے یہ باتیں سن کر سر جھکا لیا اور تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر سر اٹھا کر بولا اے بریر تو سچ کہتا ہے۔ جو شخص حسین ابن علیؑ اور اس کی اولاد سے لڑے گا اور ان کا حق چھینے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔ مگر اے بریر رے کا علاقہ بہت وسیع اور زرخیز ہے۔ مجھ سے وہ نہیں چھوڑا جاتا۔ میرا دل حکومت اور فرمانروائی سے باز نہیں آتا۔ میرے دل پر شقاوت چھا گئی ہے اور میری آنکھوں میں نعمت و دولت اور آسودگی اور عظمت و حکومت کا رنگ جم گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت ہی برا کام کرتا ہوں۔ مگر کیا کروں سلطنت و حکومت عجیب چیز ہے اس سے منہ نہیں موڑا جا سکتا۔

بریر کو اس کی اس بدبختی اور سنگ دلی پر سخت تعجب ہوا۔ واپس آ کر امام حسینؑ سے کہا۔ عمر سعد سخت گمراہی میں مبتلا ہو گیا ہے۔ آپ کے قتل کو حکومت رے کے لالچ میں آسان بات سمجھتا ہے اور ذرا پرواہ نہیں کرتا۔ میں نے دیکھ لیا کہ یہ اپنے ارادے سے باز نہیں آئے گا۔ جو خدمت اس کے سپرد کی گئی ہے اسے ضرور عمل میں لائے گا۔

امام حسین علیہ السلام سمجھ گئے کہ صورت واقعہ کیا ہے۔ اصحاب کو حکم دیا کہ خیموں کے گرد خندق کھود کر لکڑیوں سے بھر دو اور ہر طرف آگ دے دو کہ یہ لوگ خیموں تک نہ آ سکیں۔ اور ایک طرف کے سوا کسی اور طرف مقابلہ کرنے کی ضرورت لاحق نہ ہو۔ اصحاب فرمان بجا لائے۔ لشکر عمر سے ایک ملعون سوار مالک بن جوزہ خندق کے پاس آیا۔ کہا کہ اے امیر المومنینؑ حسین تو نے آگ کی طرف بہت جلدی کی۔ آتش دوزخ میں جانے سے پہلے ہی اپنے گرد آگ جلا دی۔ آپ نے جواب دیا تو جھوٹ بولتا ہے خدا کا دشمن ہے۔ لوگوں نے اس کا نام پوچھا اس نے جوزہ بتلایا۔ آپ نے فرمایا اے خدا اسے دنیا میں آگ کا مزہ چکھا دے اور عقبیٰ سے پیشتر دنیا کی آگ سے جا دعا فوراً قبول ہو گئی۔ مالک نے گھوڑا آگے بڑھایا

وہ آگ سے بھڑک اٹھا لگام ہاتھ سے چھوٹ گئی گھوڑا اسے ہر طرف لئے دوڑا پھرتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ گھوڑے سے گر پڑا۔ اور اس کا پاؤں رکاب میں الجھ گیا۔ گھوڑا اسے ہر چہار طرف گھسیٹتا پھرتا تھا۔ انجام کار خندق کے پاس سے گزرا اور وہ رکاب سے چھوٹ کر جلتی ہوئی آگ میں گر پڑا۔ اور چیختا چلاتا ہوا جل کر مر گیا۔

امام حسینؑ نے فرمایا خدایا تو نے میری دعا قبول فرمائی تیرے فضل کرم سے یہی امید ہے۔ اے خدا ہم تیرے پیغمبرؐ کے اہل بیت اور جگر گوشہ ہیں۔ جو شخص ہم پر ظلم کرتا ہے اور ہمارے حقوق چھینتا ہے اس سے ہمارا بدلہ لے۔ **انک سمیع الدعا و دافع البلاء** لشکر عمر سے محمد بن اشعث نے آواز دی کہ اے حسینؑ محمد مصطفیٰؐ سے تجھے کیا قرابت ہے۔ آپ نے دست بدعا ہو کر کہا اے خدا ابن اشعث کہتا ہے کہ تیرے پیغمبرؐ سے میری کوئی قرابت نہیں تو اسے آج ہی ذلیل و خوار کر اور بہت جلد اسے اس کہنے کی سزا دے۔ اسی وقت ابن اشعث کو پیشاب کی ضرورت ہوئی لشکر سے ذرا ہٹ کر ایک جگہ بیٹھ گیا۔ حسب اتفاق ایک سوراخ پر پیشاب کیا۔ اس سوراخ میں ایک سیاہ بچھو نے نکل کر اس کے عضو پر ڈنک مارا وہ فوراً متورم ہو گیا۔ اور اشعث اپنے پیشاب میں گر کر لوٹنے لگا انجام کار دوزخ میں جا داخل ہوا۔

اب عمر نے حکم دیا کہ لشکر گھوڑوں پر سوار ہو کر حسین ابن علیؑ کے خیموں کی طرف بڑھے۔ جناب امام حسین علیہ السلام اس وقت سر زانو پر جھکائے ہوئے بیٹھے تھے۔ اور غنودگی آ گئی تھی۔ آپ کی بہن زینب نے سرہانے آ کر کہا اے بھائی جناب رسول خداؐ کے فرزند دشمن کا لشکر قریب آ پہنچا۔ فرمایا اے بہن اس وقت آنکھ جھپک گئی تھی خواب میں دیکھا کہ میرے نانا جناب محمد مصطفیٰؐ باپ علی مرتضیٰؑ عصمت مآب والدہ فاطمہ زہراء اور مہربان بھائی حسن مجتبیٰ سب ایک جگہ جمع ہیں اور کہتے ہیں اے حسینؑ شاد ہو کہ ابھی ہمارے پاس آ پہنچے گا۔ ان کی باتیں سن ہی رہا تھا کہ تم نے مجھے جگا دیا۔ اے بہن یقین ہے کہ تم سے جدا ہو جاؤں گا۔ زینبؑ گریہ و زاری کرنے لگیں۔ آپ نے فرمایا اے بہن خاموش رہو آواز سے نہ رو کیونکہ یہ لوگ تیری آواز سن کر ملامت کریں گے۔ پھر اپنے بھائی جناب عباس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ ان لوگوں سے پوچھو کہ تم کیوں آئے ہو۔ جناب عباس نے اپنے بھائیوں کو ساتھ لیا اور سوار ہو کر عمر کے لشکر کے مقابل جا کھڑے ہوئے اور پوچھا تم کیوں آئے ہو؟ انہوں نے کہا عبیداللہ ابن زیاد کا فرمان ہے کہ حسین ابن علیؑ اور ان کے ہمراہیوں سے یزید کی بیعت لے لو۔ اگر وہ اختیار کریں تو بہتر ہے ورنہ ہم ان سے جنگ کریں۔ عباس نے کہا ذرا ٹھیرو کہ جناب امام حسینؑ سے عرض کروں۔ وہ لوگ اپنی اپنی جگہ پر ٹھیر گئے اور جناب عباسؑ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام حال عرض کیا۔ امام حسینؑ نے سر جھکا لیا۔ جناب عباس کھڑے تھے اور اصحاب ان لوگوں سے گفتگو میں مصروف تھے۔ حبیب ابن مظاہر اسدی نے کہا قیامت کے دن جب تم اللہ تعالیٰ کے سامنے جاؤ گے تو بہت ہی بری قوم ہو گی اور پیغمبر کے فرزند' اہل بیت اور متقی و عابد اور زاہد لوگوں کے قاتلوں میں ہو گے۔

جناب امام حسینؑ بیٹھے ہوئے تھے اور ان لوگوں سے لڑنے کی تدبیریں سوچ رہے تھے' اپنے بھائی عباس سے کہا میں چاہتا ہوں کہ آج کی رات عبادت خدا میں مصروف رہوں اور خدا سے بخشش طلب کروں۔ اور اس قوم سے جنگ کرنے کے لئے امداد اور اعانت چاہوں۔ تم ان لوگوں سے کہو کہ آج واپس چلے جائیں۔ اور عبادت خدا کے لئے رات بھر کی مہلت دیں کل صبح کو ہم معرکہ آرا ہوں گے۔ حضرت عباسؑ نے ان کے پاس جا کر پیغام دیا اور کہا اس وقت واپس چلے جاؤ اور آج رات کی مہلت دو۔ عمر نے شمر سے پوچھا کہ تیرے نزدیک کیا مصلحت ہے۔ مہلت دوں یا نہیں۔ شمر نے کہا امیر تو ہے میں کچھ نہیں جانتا۔ عمر نے کہا اے کاش میں امیر لشکر نہ ہوتا اور اس مخمصہ میں نہ پڑتا۔

عمر بن حجاج زبیری نے کہا سبحان اللہ یہ لوگ جن سے ہمیں لڑنے بھیجا ہے اگر ترک و دیلم بھی ہوتے تو ان کی درخواست

منظور کر لیتے۔ حالانکہ یہ پیغمبروں کے سردار جناب محمد مصطفیٰؐ کے اہل بیت ہیں۔ عمر نے کہا ان سے کہہ دو کہ میں نے ان کی درخواست منظور کر لی۔ اور کل صبح تک کی مہلت دی اور لشکر سے کہا واپس چلو۔ عمر بد گہر کے لشکر کے واپس جانے کے بعد جناب حسین علیہ السلام نے تمام رات عبادت میں گزاری۔ رکوع و سجود میں مصروف رہے اور گریہ زاری کے ساتھ اپنی نجات و بخشش کی دعائیں مانگتے تھے۔ اسی طرح آپ کے بھائی اور فرزند اور تمام اہل بیت اور دوست مصروف عبادت رہے۔ دم بھر کے لئے بھی کوئی نہ سویا سب تسبیح و تہلیل میں مصروف تھے۔ صبح کے وقت جب خورشید خنجر گذار اس حادثہ کے خوف سے لرزاں اور ترساں بام فلک پر نمودار ہوا تو عمر سعد لشکر کی ترتیب کے لئے اٹھا دائیں بازو پر عمر بن حجاج زبیدی کو اور بائیں پہلو پر شمر ذی الجوشن کو مقرر کیا۔ سواروں پر عروہ بن قیس کو اور پیادوں پر شیث بن ربعی کو سرداری دی۔ اور اپنا جھنڈا زید کے حوالہ کیا۔

ادھر جناب حسینؑ نے زہیر بن قیس کو جانب راست اور حبیب ابن مظاہر کو بائیں طرف قائم کیا اور جھنڈا اپنے بھائی عباس علیہ السلام کو دیا۔ جس وقت طرفین کی صفیں قائم ہو گئیں بریر بن حصیر ہمدانی آگے بڑھے عمر سے کہا تو امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرے گا۔ اس نے جواب دیا ہاں۔ اور اس معرکے میں بہت سے تن بے سر ہوں گے۔

بریر بن حصیر نے کہا تم انہیں واپس کیوں نہیں جانے دیتے۔ کہ مکہ یا مدینہ چلے جائیں۔ اے کوفہ والو! کیا تم نے ہی خطوط بھیج کر جناب امام حسینؑ کو طلب نہیں کیا تھا؟ کیا تم بھول گئے اور اس مضبوط عہد و پیمان کو جن میں خدا کو گواہ کیا تھا توڑ ڈالنا جائز رکھتے ہو۔ پھر آپ کی طلبی میں اس قدر مبالغہ اور تاکید کس لئے تھی۔ تم تو یہ لکھتے اور دعویٰ کرتے تھے کہ جس وقت تم یہاں آؤ گے ہم سب تمہارا ساتھ دیں گے۔ تمہارے ہی اقرار پر بھروسہ کر کے آپ یہاں آئے تو تم ان کے دشمنوں کے دوست بن گئے۔ تلواریں سونت کر ان کے مقابلے پر آ جمے۔ آپ کی اولاد پر پانی بند کر دیا۔ آب فرات جس سے عام آدمی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ یہودی، مجوسی، ترسا اور جنگلی پرند سب پانی پیتے تھے اور تم کتوں اور چیتوں تک کو اس سے نہیں روکتے۔ کیا سبب ہے کہ پیغمبر کی ذریت اور اطفال کو پیاسا مارتے ہو اور ایک قطرہ پانی نہیں دیتے۔ یہ کونسا مذہب ہے اور قیامت کے دن جناب محمد مصطفیٰؐ کو کیا جواب دو گے۔ اور اس گناہ کا کیا عذر کرو گے؟ **ما لکم لا سقا کم اللہ یوم القیامۃ فبئس القوم انتم** عمر کے لشکر میں سے کچھ لوگوں نے آواز دی اے بریر ہم نہیں سمجھتے کہ تو کیا کہہ رہا ہے۔ بریر نے کہا میں جس قدر سمجھاتا ہوں اسی قدر تمہاری گمراہی اور زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اور مجھے تمہارے افعال سے اور زیادہ عبرت ہوتی ہے۔ اے خدا تو خوب جانتا ہے کہ میں اس قوم سے بیزار ہوں تو انہیں ہلاک کر اور ان کے ظلموں کی سزا دے۔ ان لوگوں نے تیر کمان پر ہاتھ ڈالا اور کئی تیر اس کی طرف چھوڑے۔ بریر واپس چلا آیا۔ امام حسینؑ آگے بڑھ کر اس گروہ کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ لشکر کوفہ پر نظر ڈالی۔ عمر کو دیکھا کہ سرداران لشکر کے بیچ میں کھڑا ہے۔ تھوڑی دیر تعجب سے دیکھا پھر فرمایا الحمد للہ کہ دنیا فانی ہے۔ سب نیک و بد گزر جاتے ہیں۔ محنت اور راحت کسی شے کو قیام نہیں نیک بخت وہ شخص ہے جو اس دنیا کی نمائش اور بے اصل چیزوں کی طرف میل نہیں کرتا اور بدنصیب وہ ہے جو اس کے فنا ہونے والے بے قیام امور کی خواہشیں رکھتا اور اس کی وفاداری کے بھروسے پر تھیلی بیتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ اس کی نعمتیں ہمیشہ برقرار رہیں گے۔ غرض صدہا اسی قسم کی باتیں اپنے دل سے فرما رہے تھے۔ پھر بہ آواز بلند ان کو نصیحتیں کرنے لگے۔ نہایت عمدہ تقریر کی اور نیکوکاری کی تاکید فرمائی۔ عمر سعد نے کہا آپؑ کا کلام قطع کرو۔ کیونکہ یہ ایسے باپ کا بیٹا ہے۔ اگر یہ بولتا رہا تو دن اور رات اسی میں گزر جائے گا۔ اور بولنے سے ذرا نہ رکے گا۔ شمر ذی الجوشن نے آگے بڑھ کر کہا اے حسین کب تک یہ طول طویل نصائح بیان کرتے رہو گے تمہارا ان سے مطلب کیا ہے۔ امام حسین نے فرمایا

میں کہتا ہوں کہ میں جناب محمد مصطفیٰؐ کا فرزند ہوں۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔ حلال کو حرام یا حرام کو حلال قرار نہیں دیا جس کے سبب میرا ہلاک کرنا واجب ہوتا۔ مجھ سے باز آؤ مجھے نہ ستاؤ مکہ جانے دو۔ اگر مجھے نہیں جانتے ہو تو ایک دفعہ اور اپنا حسب نسب بتائے دیتا ہوں۔ میں اسی شخص کا بیٹا ہوں جو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور جس نے سب سے پہلے محمد مصطفیٰؐ کی پیغمبری کو سچ جانا میری ماں فاطمۃ الزہراء رسول خداؐ کی بیٹی ہے۔ تم نے سنا ہی ہو گا کہ میرے بھائی اور میرے حق میں حضرت نے فرمایا ہے کہ حسن و حسینؑ جوانان جنت کے سردار ہیں۔ شمر ذی الجوشن نے کہا میں نہیں سمجھتا کہ تم کیا کہتے ہو۔ حسین ابن علیؑ یہ بات سن کر خاموش ہو رہے۔ حبیب ابن مظاہر نے کہا اے دشمن خدا مجھے یقین ہے کہ تو خدا کو ایک نہیں سمجھتا بلکہ ستر حرفوں سے پوجتا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تو جو کچھ ہے اسے خوب سمجھتا ہے اور خدا نے تیرے دل پر مہر لگا دی ہے۔

امام حسینؑ نے حبیبؓ سے کہا تو نے اپنا حق ادا کر دیا ان کو یہ باتیں موثر نہ ہوں گی۔ حکم صادر ہو چکا ہے اس میں ذرا بھی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ میں اپنے ناناؐ ماںؑ باپؑ اور بھائیؑ اور گزشتہ بزرگان کے دیدار کا مشتاق ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ نے میری نسبت جو حکم لگایا ہے وہ ٹلنے والا نہیں۔ جو کچھ مقدر میں ہے بہر حال اس سے راضی ہوں اور حکم الٰہی پر چلنا چاہئے۔ واللہ الحکم الیہ ترجعون اب عمر سعد نے آگے بڑھ کر اور ایک تیر کمان میں جوڑ کر آپؑ کی طرف پھینکا اور پکار کر کہا گواہ رہو اور عبیداللہ کے سامنے گواہی دینا کہ سب سے پہلے امام حسینؑ کی طرف میں نے تیر چھوڑا ہے۔ وہ تیر حسینؑ کے سامنے زمین پر آ پڑا۔ آپ ذرا پیچھے ہٹ گئے۔ اب عمر کا لشکر آگے بڑھا اور تیر برسانے شروع کئے۔ امام حسینؑ نے اپنے اصحاب سے کہا۔ یہ تیر جو ہماری طرف آتے ہیں موت کے قاصد ہیں۔ موت سے چارہ نہیں۔ اور بالضرور موت کا مزا چکھنا ہے۔ اے دوستو تیار ہو جاؤ اور حکم الٰہی کے لئے کمریں کس لو۔ الغرض امام حسینؑ کے اصحاب کا شمار بیاسی تھا اور عمر سعد کا لشکر بائیس ہزار۔ اب جنگ کے لئے بڑھے تو اصحاب حسینؑ نے ان پر حملہ کیا اور قتل کا بازار گرم کر دیا۔ پچاس آدمی مار ڈالے۔ امام حسینؑ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قوم گبر پر اس لئے ناراض ہوا تھا کہ وہ چاند سورج اور آگ کو پوجتے تھے۔ اس قوم پر سخت عذاب نازل ہو گا۔ کیونکہ وہ پیغمبر خداؐ کی دختر کے فرزند کو قتل کرنے پر مستعد ہو گئے ہیں۔ خدا کی قسم وہ اپنی کسی مراد کو نہ پہنچیں گے۔ اس کے بعد بلند آواز سے فرمایا کوئی ہے جو میری فریاد کو سنے یا کوئی مددگار ہے جو خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے اہل بیت پیغمبر سے اس بلا کو دور کرنے میں سعی کرے۔ حر بن یزید ریاحی نے امام حسینؑ کی آواز سنی اور گھوڑے کو مہمیز کر کے لشکر عمر سے نکل آیا۔ جناب امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہو عرض کی یا بن رسول اللہ آپ سے لڑنے کے واسطے سب سے پہلے نکل کر آیا تھا۔ اب میں آپ کے پاس اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ سب سے پہلے جو شخص آپ کے ہمراہ مارا جائے وہ بھی میں ہی ہوں۔ تاکہ قیامت کے دن تمہارے ناناؐ کی شفاعت مجھے نصیب ہو۔ غرض سب سے پہلے جس شخص نے اس قوم سے جنگ کی وہ حر بن یزید ریاحی تھا۔ رجز خواں ہو کر حملہ کیا۔ اور متواتر حملے کرتا رہا یہاں تک کہ اس کے گھوڑے کے پاؤں کاٹ دیئے حر زمین پر گر پڑا اور پیدل ہی لڑتا رہا۔ پیہم تلوار سے حملے کرتا رہا۔ کتنے ہی آدمیوں کو ہلاک کیا۔ انجام کار سخت زخمی ہو کر گر پڑا۔ جناب اما حسینؑ کے آدمی اسے اٹھا لائے۔ ابھی رمق جان باقی تھی۔ امام حسینؑ دست مبارک سے اس کے چہرے کی خاک پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے تھے تیری ماں نے تیرا نام حر بے سبب نہ رکھا تھا۔ اس دنیا میں تیرا نام حر تھا اور عاقبت میں تو دوزخ کی آگ سے آزاد ہے۔ حر کی روح یہ خوش خبری سن کر جانب بہشت پرواز کر گئی۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

اب بریر ہمدانی جو بڑا عابد و زاہد تھا حملہ آور ہوا۔ اور خوب جنگ کی۔ حملے کے وقت کہتا جاتا تھا اے فرزند رسول خداؐ کے

قاتلو میرے سامنے آؤ۔ اب عمر سعد کے طرفداروں میں سے ایک شخص بحیر بن اوس نے اس پر حملہ کر کے تلوار ماری اور زمین پر گرا کر مار ڈالا۔ بریر پر اللہ کی رحمت ہو۔ اب تمام لوگ بحیر کو لعنت ملامت کرنے لگے کہ تو نے بریر جیسے عابد و زاہد کو قتل کر دیا۔ اس کے چچیرے بھائی عبید بن جابر نے بھی بریر کے قتل پر اسے شرم دلائی وہ کمبخت بھی ایسے وقت پشیمان ہوا لیکن اس کی یہ پشیمانی بے فائدہ تھی۔ اور وہ اسی شرمندگی میں مر گیا۔

بریر کے بعد عمر بن خالد ازدی نے نکل کر مردانہ وار جنگ کی اور شہادت پائی۔ پھر مسلم ابن عوسجہ اسدی حملہ آور ہوا۔ سخت خونریزی کے بعد زخم کھا کر شہید ہو گیا۔ اس پر خدا کی رحمت ہو۔ اب مالک بن اوس مالکی تلوار سونت کر جا پڑا۔ اور کئی بہادروں کو قتل کر کے درجہ شہادت حاصل کیا اور رحمت الٰہی کے شامل حال ہو گیا۔ اس کے بعد ہلال بن نافع نے ان اشقیاء پر حملہ کیا اور جنگ کرتا ہوا شہید ہو گیا۔ پھر حباب بن ارت انصاری معرکہ آرا ہوا اور کچھ عرصہ تک جنگ کر کے جوار رحمت الٰہی میں جا پہنچا۔ عمر بن جنادہ نے بھی حملہ کر کے خوب جوہر دکھائے اور انجام کار جام شہادت نوش کیا۔ عصابہ کریمہ یعنی اہل خاندان میں سے جس شخص نے سب سے پہلے اس فاسق اور ظالم گروہ پر حملہ کیا۔ وہ عبداللہ بن مسلم بن عقیل تھا۔ ایسی مردانہ وار جنگ کی کہ جس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ آخر کار بہت سے فاسقوں اور ظالموں کو قتل کرنے کے بعد شہید ہو گیا۔ پھر جعفر بن ابی طالب نے گھوڑے کو مہمیز کیا اور رجز خواں ہو کر حملہ کیا۔ پھر اس کافر گروہ سے خوب مردانہ وار جنگ کی۔ انجام کار شہادت پائی۔ اب عبداللہ بن حسن بن علیؑ ہتھیار سجا کر میدان میں آئے نہایت ہی صاحب جمال حسین اور ملاحت میں بے نظیر تھا۔ اپنا نام بتا کر اور شعر پڑھ کر اس ظالم گروہ پر حملہ کیا۔ اور کچھ دیر تک خوب لڑتا رہا آخر کار اس ناخدا ترس اور ظالم گروہ نے ایسے جوان کو بھی درجہ شہادت کو پہنچایا۔ اس پر اللہ کی رحمت ہو۔ امام حسین علیہ السلام کو اس کی شہادت سے سخت رنج ہوا۔ بہت افسوس کرتے تھے۔ اور بہ آواز بلند فرمایا اے عزیزو اور اے میرے اہل بیت اس حادثہ پر جو مجھے پیش آیا ہے۔ اور اس مصیبت و بلا پر جو لاحق ہے صبر کرو اور خوش رہو کہ اس تکلیف کے بعد راحت ہی راحت ہے۔ اور اس ذلت کے بعد عزت ہی ہو گی۔ امام حسینؓ کے بھائیوں میں سے جو شخص سب سے پہلے معرکہ آرا ہوا وہ ابوبکر ابن علیؓ تھا اسے عبداللہ بھی کہتے تھے۔ اس کی ماں لیلیٰ بنت مسعود بن خالد تھی۔ میدان میں نکل کر رجز خواں ہوا۔ اور اس گروہ سے کچھ دیر تو خوب جنگ کی۔ بہت سے شامیوں کو دوزخ کے حوالہ کیا۔ اسی اور گیر میں عمر کے طرفداروں میں سے زجر بن بدر نخعی نے حملہ کیا۔ ابوبکر کچھ عرصے تک مقابلہ کرتا رہا انجام کار اسی ملعون کے ہاتھ سے شہید ہو گیا۔ اب اس کا دوسرا بھائی عمر بن علیؓ میدان میں آیا۔ زجر کو جس نے اس کے بھائی نے قتل کیا تھا مقابلے کے لئے طلب کیا۔ زجر حملہ آور ہوا اور عمر بن علیؓ نے ذرا مہلت نہ دے کر تلوار کا ایسا ہاتھ مارا کہ وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر آ رہا۔ پھر رجز خوانی کرتے ہوئے گھوڑے کو میدان جنگ میں کاوے دیتا اور مرد مقابل کو طلب کرتا تھا۔ اور جو شخص مقابلے پر نکلتا اسی کو مار گراتا۔ انجام کار کئی بہادروں کو واصل جہنم کر کے شہید ہو گیا۔

اب تیسرا بھائی عثمان بن علیؓ جس کی ماں ام البنین دختر خرام ابن خالد عامری تھی حملہ آور ہوا۔ لشکر کفار کی قطع و برید کرتا ہوا داخل جنت ہوا۔ پھر اس کا بھائی جعفر بن علیؓ جو بطنی بھائی تھا حملہ آور ہوا۔ خوب لڑا اور بہت سے کافروں کو قتل کر کے شہید ہو گیا۔ پھر اس کا ایک اور بھائی عبداللہ بن علیؓ حملہ آور ہو کر اس ظالم گروہ سے مردانہ وار لڑا اور شہید ہو گیا۔ اب عباسؓ ابن علیؓ نے لشکر کفار پر حملہ کیا اور معرکہ آرائی اور شجاعت کی داد دے کر اور لشکر عمر کے بہت سے نامور بہادروں کو مار کر داخل جنت ہوئے۔ جناب امام حسینؓ حضرت عباس علمدار کی شہادت سے بہت غمناک ہوئے' زار زار روتے تھے اور فرماتے تھے الآن انکسر ظہری و قلت حیلتی یعنی اب میری کمر ٹوٹ گئی اور طاقت میری گھٹ گئی'

عباس ابن علیؑ کے بعد علی بن الحسین بن علیؑ نے لشکر کفار کا رخ کیا۔ اٹھارہ برس کا جوان شخص تھا۔ حسین ابن علیؑ اپنے دلبند علی اکبرؑ کو ان ملاعین سے جنگ کرتے ہوئے دیکھ کر مضطرب ہوئے۔ آنکھوں میں اشک بھرلائے ہاتھ اٹھا کر کہا اللھم اشہد علی ھو لاء القوم یعنی اے خدا تو اس قوم پر گواہ رہنا' ایک بچہ جو اس کافر گروہ سے جنگ کر رہا ہے وہ صورت و شکل اور عادت و گفتگو میں تیرے رسولؐ سے بہت ملتا ہے اے خدا تو اس فاسق قوم سے آسمان کی بارش اور زمین کی برکتوں کو علیحدہ کر۔ انہیں روئے زمین پر پریشان اور بیوی بچوں سے بے لطف کر۔ پھر آواز دے کر عمر سعد کو بلایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ تیرا قطع رحم کرے اور ایسے شخص کو تجھ پر مسلط کرے جو سوتے ہوئے کو گرفتار کرکے مار ڈالے۔ پھر بلند آواز سے یہ آیت پڑھی۔ ان اللہ اصطفی ادم و نوحا و ال ابراہیم و ال عمران علی العالمین ذریتہ بعضہا من بعض و اللہ سمیع العلیم علی اکبرؑ دشمنوں پر حملے پر حملہ کرتے رہے ایک سو بیس آدمی قتل کئے۔ تمام لشکر فریاد کرنے لگا۔ اب جناب علی اکبرؑ کے جسم پر کئی سخت زخم آئے اور پیاس نے غلبہ کیا۔ باپ کے پاس واپس آکر کہا یا ابتا العطش العطش یعنی باپ میں پیاسا ہوں تشنگی مجھے ہلاک کئے دیتی ہے۔ اگر ذرا سا پانی بھی مل جائے تو پھر ان فاسقوں کا کام تمام کر دوں۔ جناب امام حسینؑ نے رو کر کہا اے باپ کی جان تجھ سے کوئی امر پوشیدہ نہیں ہے۔ صبر کر ابھی اپنے دادا کے ہاتھ سے سیراب ہو گا۔ علی بن حسینؑ واپس جا کر تشنہ وہاں ان ظالموں سے مصروف جنگ ہوئے اور شہید ہو گئے۔

اب حسینؑ ابن علیؑ تنہا رہ گئے کوئی بھی ساتھی نہ رہا۔ صرف سات برس کا بھتیجا عمر نام اور بھائی کا ایک شیر خوار پوتا باقی تھا۔ آپ گھوڑے پر سوار عورتوں کے خیمے کے دروازے پر تشریف لائے اور کہا میرے بھتیجے کو میرے پاس لاؤ اسے دیکھ کر رخصت کروں۔ عورتوں نے اس شیر خوار کو آپ کے دست مبارک پر رکھ دیا۔ آپ اسے پیار کر رہے تھے کہ ناگاہ ایک تیر اس بچے کے سینے پر آلگا۔ وہ اسی وقت جاں بحق ہو گیا۔ آپ نے کہا میرے نانا محمد مصطفیٰؐ کی دشمنی کی وجہ سے اس قوم کے حال پر سخت افسوس ہے۔ پھر گھوڑے سے اتر کر تلوار سے گڑھا کھودا اور اس بچے کی نعش دفن کر دی۔

اس کے بعد اپنے شیر خوار بچے علی اصغرؑ کو جو پیاس کی شدت سے انتہائی مضطرب تھا اپنے آگے زین پر رکھ کر صفوں کے سامنے لے گئے اور آواز دی کہ اے ظالم قوم اگر تمہارے خیال میں میں گناہ گار ہوں تو اس بچے نے تو کوئی خطا نہیں کی اسے ایک گھونٹ پانی پلا دو۔ حسینؑ ابن علیؑ کی آواز سن کر ان میں سے ایک شقی نے حضرت کی طرف تیر مارا۔ جو شیر خوار بچے کے گلے کو چھیدتا ہوا حضرت کے بازو میں پیوست ہو گیا۔ تیر کے نکالتے ہی بچے کی روح پرواز کر گئی۔ امام حسینؑ لاش لے کر واپس آئے اور اس کی ماں کو دے کر کہا۔ یہ بچہ حوض کوثر سے سیراب ہو گیا۔ اب جناب امام حسینؑ نے لشکر کفار کا رخ کیا۔ آپؑ یہ رجز پڑھ کر کوفیوں کی طرف متوجہ ہوئے۔

کفر القوم و قدیما رغبوا	عن ثواب اللہ رب الثقلین
قتلوا قدما علینا وابنہ	حسن الخیر کریم الابوین
یا بقوم من اناس و ذل	جمع الجمع لاہل الحرمین
ثم صاروا و تواصوا کلھم	باحتیاج الرضا المخلبین
لم یخاف اللہ فی سفک دمی	لعبید اللہ نسل الکافرین
و ابن سعد قد رمانی عنوہ	بجنود کر خوف العاطلین
لا بشی کان فی قبل	نا غیر فخری لضیاء الفرید
بعلی الخیر من بعد نبی	و النبی القرشی الوالدین

اور فرمایا تم پر تف ہے اپنے پیغمبر کے اہل بیتؑ کو تم نے قتل کر دیا۔ بچے اور بوڑھے کسی کو باقی نہ چھوڑا۔ اور ہماری خونریزی میں بے حد غلو کیا۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ ہم کون ہیں اور یہ بھی جانتے ہو کہ تمہارا دشمن کون شخص ہے کیا تم نے ہی نہ بلایا تھا اور وعدے نہ کئے تھے۔ جب تمہاری رضامندی اور خواہش کے لئے میں جلدی کر کے آیا تو وہی تلواریں جو تم نے دشمنان دین کے لئے تیز اور فراہم کر رکھی تھیں سونت سونت کر میرے مقابل پر آ جمے اور میرے دشمنوں سے مل بیٹھے۔ حالانکہ میری طرف سے تمہارے حق میں کوئی کمی یا بے پروائی وقوع میں نہیں آئی تھی نہ میں نے کوئی گناہ ہی کیا تھا۔ کاش تم دشمنوں سے ملنے سے پیشتر ہی مجھے خبر کر دیتے اور اپنے ارادہ اور وعدوں سے پھر جانے کا حال لکھ بھیجتے۔ میں ادھر آنے کا ارادہ ترک کر دیتا۔ تم پر تف ہے کہ جب میں یہاں آیا تو تم نے پروانہ وار شمع ہدایت پر گر کر ایمان کے چراغ کو اپنے ہاتھوں سے گل کر دیا۔ آپ یہ فرما رہے تھے لیکن ادھر سے کوئی جواب نہ تھا۔ اس کے بعد آپ تلوار لے کر ان بدبختوں پر ایسے گرے جیسے کوئی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ بہت سے آدمیوں کو شمشیر کے گھاٹ اتار کر واصل جہنم کیا۔

آخر کار شمر ذی الجوشن بہت سے سوار اور پیدل لے کر آپ کی طرف بڑھا۔ آپ کچھ دیر تک تن تنہا اس فوج کثیر سے لڑتے رہے۔ اب ملعونوں نے درمیان میں پڑ کر آپ کو اہل حرم سے علیحدہ کر دیا اور اہل بیتؑ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے خیموں کی طرف چلے۔ امام حسینؑ نے اس حال کو مشاہدہ کر کے زیادہ غضب ناک ہو کر آواز دی کہ اے آل سفیان مانا کہ تم میں دین کی بو تک باقی نہیں مگر کیا تم قوم عرب میں نہیں ہو تمہیں شرم نہیں آتی کہ میرے اہل حرم سے تعرض کرنا چاہتے ہو۔

شمر نے کہا حسینؑ تو کیا کہتا ہے اور تیرا مدعا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا تم میرے اہل بیتؑ پر حملہ کیوں کرتے ہو۔ تمہارا مدعا تو میرا ہلاک کر دینا ہے۔ میں کھڑا ہوں اور تم سے جنگ کر رہا ہوں۔ کسی کو میرے اہل حرم کے خیموں کے پاس نہ جانے دے۔ شمر نے کہا اے فاطمہ کے بیٹے مجھے تیری بات منظور ہے۔ اسی وقت ان لوگوں کو ڈانٹا جو آپ کے خیموں کی طرف جا رہے تھے اور کہا واپس چلے جاؤ ان خیموں سے کچھ تعرض نہ کرو۔ حسین علیہ السلام پر ٹوٹ پڑو کہ اس کے سوا ہمیں اور کسی سے کچھ غرض نہیں ہے۔ اب وہ سب کے سب حسینؑ پر ٹوٹ پڑے۔ حملوں پر حملے کرتے تھے۔ امام حسینؑ مار مار کر ہٹا دیتے تھے۔ اسی معرکہ آرائی کے دوران آپ پر پیاس نے غلبہ کیا۔ گھوڑے کو جانب فرات لے چلے۔ وہ ملعون آپ کو روکتے اور فرات پر نہ جانے دیتے تھے۔ ایک ملعون ابو خنوق نے ایک تیر آپ کی پیشانی پر مارا آپ نے وہ تیر نکال کر پھینک دیا۔ خون سے تمام چہرہ اور ریش مبارک تر ہو گئی۔ اس وقت امام حسینؑ خدا سے فریاد کناں تھے۔ کہ اے خدا تو دیکھتا ہے کہ اس قوم کے ہاتھ سے میرا حال کیا ہو رہا ہے۔ اے خدا تو انہیں ہلاک کر اور نجات نصیب نہ کیجئو۔ پھر شیر غضب ناک کی طرح حملہ کیا اور ان کافروں کو مار مار کر ڈھیر کر دیا۔ آخر کار ان بزدلوں نے تیر برسانے شروع کئے۔ آپ ان کے تیر اپنے سینے پر کھاتے اور فرماتے تھے کہ اے بدبخت امت تو نے اپنے پیغمبرؐ کا ذرا پاس نہ کیا اور اس کی اولاد کو قتل کرنے میں بڑی بے باکی سے کام لیا۔ خدا کی قسم! اس ذلت کے عوض مجھے درگاہ الٰہی سے بہت بڑی کامیابی کی امید ہے اور یقین کرتا ہوں کہ تم ذلیل و خوار ہو گے اور خدا تم سے میرا بدلہ لے گا۔

حصین بن نمیر سکونی نے پکار کر کہا اے پسر فاطمہؑ کس طریق سے اللہ تیرا بدلہ ہم سے لے گا۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں عداوت اور دشمنی ڈالے گا اور تم آپس میں ایک دوسرے کو مار مار کر مر جاؤ گے۔ اس کے بعد وہ تم پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا۔ شمر ذی الجوشن نے کہا تم کیوں دیر لگا رہے ہو۔ یہ شخص زخموں کی کثرت سے بہت ناتواں ہو گیا ہے۔ سب مل کر

اس پر حملہ کرو۔ سب چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے اور گھیر کر نیزے اور تلواریں مارتے تھے۔ ایک ملعون ارغذ بن شریک نے آپ کے بائیں ہاتھ پر تلوار ماری اور ایک بدبخت عمر بن حنیفہ حقیقی نے پشت کی جانب ہو کر دوش مبارک پر اور تیسرے نے جسے سنان ابن انس نخعی کہتے تھے سنے پر تیر مارا۔ چوتھے بدکار صالح بن صہیب مری نے پہلو پر نیزہ مارا۔ امام حسینؑ فوراً گھوڑے سے گر پڑے' زمین پر بیٹھ کر سینے سے تیر نکالا۔ خون بہہ نکلا۔ دونوں ہاتھ ملا کر زخم کے نیچے رکھتے تھے۔ اور جب مٹھی بھر جاتی تھی تو اپنے منہ اور ریش مقدس پر مل لیتے تھے اور فرماتے تھے میں اسی طرح چہرہ پر خون لگائے اور داڑھی کو خون سے رنگین کئے اپنے نانا کے پاس جاؤں گا۔ عمر سعد نے آپ کا یہ حال دیکھ کر گھوڑا بڑھایا اور سر مبارک کے قریب پہنچ کر کہا اس کا کام تمام کر دو اور سر تن سے اتار لو۔ نصر بن حرشہ صنعانی گھوڑے سے اتر کر آگے بڑھا برص کی بیماری میں مبتلا تھا۔ حضرت امام حسینؑ کے قریب پہنچ کر ریش مبارک پکڑ لی اور چاہا کہ سر تن سے جدا کرے۔

امام حسینؑ نے اسے دیکھ کر فرمایا کیا تم وہ مبروص کتا ہے جسے میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ نصر نے کہا تو میری نسبت ایسا کہتا ہے تلوار نکال کر گلوئے مبارک پر رگڑنے لگا اور کہتا تھا **اذ بعک الیوم و نفسی تعلما علما یقینا لیس فیہ مزعم و لا محالہ لا ھلا یکم ان اباک خیر من تکلم** تلوار کو ہرچند پورے زور سے رگڑتا تھا مگر وہ کاٹ نہ کرتی تھی۔ عمر سعد نے غصے ہو کر ایک شخص خولی بن یزید اصبحی کو جانب راست کھڑا تھا کہا جا تو حسینؑ کا کام تمام کر۔ خولی نے گھوڑے سے اتر کر فرزند رسول خداؐ قرۃ العین علی مرتضیٰؑ اور امت جان فاطمہ زہراءؑ کا سر مبارک بدن سے علیحدہ کر دیا۔

الغرض امیر المومنینؑ جناب امام حسینؑ کے شہید ہونے کے بعد بنی تمیم کے ایک شخص اسود بن حنظلہ نام نے آپ کی تلوار اٹھا لی۔ جویہ بن حوفہ خضری نے جسم مبارک کے کپڑے اتار کر پہن لئے وہ تو اسی وقت برص کے مرض میں مبتلا ہو گیا اور سر کے بال جھڑ گئے۔ بحیر بن عمر حرمی نے ازار اتار کر پہن لی۔ اسی وقت اس کی ٹانگیں رہ گئیں۔ اس جگہ سے ذرا حرکت نہ کر سکا۔ اور عمر کھڑا نہ ہو سکا۔ جابر بن زید ازدی نے دستار لے کر سر پر لپیٹ لی اور اسے مرض جذام لاحق ہو گیا۔ مالک بن بشر کندی نے زرہ پہن لی وہ دیوانہ ہو گیا۔ کچھ نہ جانتا تھا کہ کیا کہتا ہے اور کیا سنتا ہے۔ اسی اثناء میں ایسی سرخ آندھی نمودار ہو گئی کہ دنیا اندھیر ہو گئی۔ کوئی شخص ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکتا تھا۔ سب کو یہی خیال ہو گیا کہ منجانب خدا عذاب نازل ہونے کی علامت ہے۔ اور اسی وقت سے عذاب شروع ہو جائے گا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ آندھی جاتی رہی۔ جناب امیر المومنین حسین علیہ السلام کا گھوڑا میدان میں دوڑتا پھرتا تھا۔ اس نے واپس آ کر منہ اور پیشانی حضرت امام حسین کے خون سے رنگین کی اور چیختا چلاتا ہوا چلا۔ لوگوں نے چاہا اسے پکڑ لیں۔ وہ بھاگ خیام امامؑ کے گرد پھرنے لگا اور ہنہنانے لگا۔ اہل بیتؑ نے امام حسین علیہ السلام کے گھوڑے کی آواز سن کر خیال کیا کہ امام حسینؑ تشریف لائے ہیں۔ بچے اور بہنیں خیموں سے نکل کر اس کی طرف دوڑے۔ دیکھا کہ آپ کی سواری کا گھوڑا خالی کھڑا ہے۔ اور خون میں تر ہے۔ سمجھ گئے کہ امامؑ نے شہادت پائی۔ جناب زینب فرماتی تھیں۔ وامحمدا علیک السما آپ کو کچھ خبر نہیں کہ آپ کے حسینؑ پر کیا گزری اور کس طرح اسے قتل کر دیا۔ اور اس کے جسد اطہر کو برہنہ میدان میں چھوڑ دیا۔ وامحمدا آپ کے اہل بیتؑ قید ہو گئے اور فرزند جنگل میں بے حفاظت پڑے ہیں۔ دوست دشمن ان کے حال پر روتے ہیں۔

اب عمر اہل حرم کے خیموں کے پاس آ کھڑا ہوا اور فوج کو حکم دیا کہ گھوڑوں سے اتر کر خیموں میں گھس جاؤ جو شے کم یا زیادہ پاؤ سب لوٹ لو۔ لشکر والے خیموں میں گھس گئے اور جو چیز دیکھی اٹھا لی۔ شمر نے جناب علی بن الحسینؑ کے خیمہ میں جا کر دیکھا کہ وہ بستر پر بیمار پڑے ہیں۔ تلوار کھینچ کر چاہا کہ انہیں بھی قتل کر دے۔ حمید بن مسلم نے کہا سبحان اللہ! اس بیماری کے قتل سے باز آ یہ تو بیمار ہے۔ شمر نے کہا عبیداللہ بن زیاد بدنہاد کا یہی حکم ہے۔ مسلم نے کہا تجھ پر افسوس

ہے محمد مصطفیٰؐ کو کیا جواب دے گا۔ آخر کیا تو نہیں جانتا کہ یہ پیغمبر کے اہل بیت ہیں۔ شمر ان باتوں سے شرمندہ ہو کر پھر گیا علی بن الحسین علیہ السلام کے قتل سے باز آیا۔ پھر حکم دیا کہ جناب رسول خداؐ کے اہل بیت کے خیموں کو آگ لگا دو۔ لوگوں نے آگ لگا کر خاندان نبوت کو برباد کر دیا۔

امیر المومنین حسین علیہ السلام کے اہل بیت عزیز و اقارب اور دوستوں میں سے کربلا میں بہتر آدمی شہید ہوئے۔ دوستوں میں سے صرف دو شخص مرقع بن ثمامہ اسدی اور سکینہؑ کا ایک غلام اور اولاد میں سے دو جانیں علی بن حسین علیہ السلام اور ایک لڑکا عمر بن حسینؑ جو سات برس کا تھا زندہ بچے۔ عمر سعد نے امام حسینؑ کا سر مبارک بکیر بن مالک کے ہاتھ ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ اس نے آپ کا سر اقدس ابن زیاد کے سامنے رکھ کر یہ اشعار پڑھے۔

املا رکابی فضۃ و ذھبا   انا قتلت سلک الحجبا

و من یصلی القبلتین فی الصبی   قتلت خیر الناس اما و ابا

و خیر ھم اذ یذ کرون النساء

یعنی مجھے بے شمار دولت عطا کر کیونکہ میں نے ایسے بادشاہ کو قتل کیا اور اس کا سر تیرے سامنے لا کر رکھ دیا ہے جو شان و شکوہ اور رعب و داب والا تھا۔ بچپن میں اس نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی تھی۔ اور اہل عالم کے نسب کے مقابلے پر وہ ماں باپ کی طرف سے سب سے زیادہ بڑھا چڑھا تھا۔ عبید اللہ یہ اشعار سن کر غضب ناک ہوا اور کہا کیا تو جانتا تھا کہ حسینؑ ایسا شخص ہے جو کس لئے اسے قتل کیا۔ خدا کی قسم تو مجھ سے کچھ نہ لے گا تجھے ابھی جہنم میں بھیجتا ہوں۔ یہ کہہ کر اسے قتل کر دیا۔

امیر المومنین حسین علیہ السلام کا سر مبارک عبید اللہ کے پاس روانہ کرنے کے بعد وہ ملعون اس شب کو کربلا میں رہے' دوسرے دن کوفہ کی طرف چلے۔ اہل بیت رسول خداؐ کو ہمراہ لیا۔ ملعونوں میں سے بہت سے آدمی اپنے فعل پر سخت نادم اور پشیمان تھے' روتے پیٹتے تھے جناب علی بن الحسین علیہ السلام نے جو اس وقت بیماری سے بہت ہی ناتواں ہو رہے تھے۔ فرمایا یہ لوگ میرے باپ اور بھائیوں کے قتل پر کیوں روتے ہیں۔ کیا قتل کرنے والے اور لوگ تھے۔

عمر سعد نے واپسی کے وقت شہیدوں کے سر قبیلوں پر تقسیم کر کے حکم دیا کہ انہیں نیزوں پر رکھ لیں۔ بائیس سر ہوازن قبیلے کو' چودہ بنی تمیم کو جن کا سردار حصین بن نمیر تھا اور کندہ کو جن کا سرگرہ قیس بن اشعث تھا۔ چھ سر بنی اسد کے بہ سرداری ہلال بن اعور اور پانچ سر ازد کر دیئے۔ باقی ماندہ سر ثقیف کے حوالے کئے۔ امیر المومنین حسینؑ کی عورتوں بچوں اور لونڈیوں کو محملوں اور کجاووں میں سوار کر کے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ عمر سعد کے چلے جانے کے بعد غاضریہ کے باشندوں نے شہیدوں کی لاشیں اس جگہ دفن کر دیں۔

جس وقت یہ شقاوت اثر لشکر کوفہ کے قریب پہنچا ابن زیاد ملعون نے حکم دیا کہ حسین بن علی علیہ السلام کے سر کو تمام شہیدوں کے سروں سے آگے نیزوں پر رکھ کر شہر میں داخل ہوں۔ اس شقی ازلی کے فرمانبرداروں نے ایسا ہی کیا۔ سروں کو نیزوں پر رکھ کر گلی کوچوں اور بازاروں سے گزرے۔ جب دوبارہ امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک ابن زیاد کے سامنے لائے تو وہ بدبخت لعین چہرہ سے بالوں کو ہٹا کر دیکھنے لگا۔ ناگاہ اس کے منحوس ہاتھوں کو رعشہ ہوا اس نے وہ مقدس سر زانو پر رکھ لیا۔ اسی وقت گلوئے مبارک سے خون کا ایک قطرہ زانو پر گرا جو کپڑوں سے گزرتا اور ان میں ناسور کرتا ہوا نکل گیا۔ وہ ناسور سخت بدبودار تھا۔ ہرچند جراحوں اور طبیبوں نے علاج کیا کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس لئے وہ شقی اس ناسور پر مشک رکھا تھا کہ بدبو ظاہر نہ ہو۔

جس وقت امام زین العابدینؑ اور اہل بیت رسول خداؐ کو ابن زیاد کے دربار میں لے گئے تو زینبؑ اور ابن زیاد میں طعن و تشنیع ہونے لگی اور علی بن الحسینؑ نے مناظرہ کیا۔ ابن زیاد لعین نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا مگر زینبؑ خاتون کی بیقراری کے سبب اپنے ارادۂ فاسد سے باز آیا۔ حکم دیا کہ مجھے اس گروہ کی درد سری سے بچاؤ۔ یہاں سے نکال کر دوسرے مکان میں لے جاؤ۔ فرمانبردار حکم بجا لائے۔
اس کے بعد ابن زیاد نے زجر بن قیس، محضر بن ثعلبہ اور شمر ذی الجوشن کو حکم دیا کہ علی ابن الحسینؑ اور مخدرات عصمت و طہارت کو شہیدوں کے سروں کے ساتھ دمشق میں لے جائیں۔ وہ ملاعین اس لعین کے حکم سے خاندان نبوت کو لے کر جانب شام روانہ ہوا۔ جب دمشق میں پہنچے شہیدوں کے سردار علی بن الحسین اور مخدرات اہل بیتؑ رسول خداؐ کو یزید کے سامنے پیش کیا۔ اس لعین نے حکم دیا کہ خاندان نبوی کے سر گروہ کا سر طشت طلائی میں رکھ کر ابن زیاد کے قاصدوں سے کیفیت پوچھنے لگا۔ شمر ذی الجشن نے اس واقعہ کا حال تفصیل سے بیان کیا کہ اے میر حسین ابن علی اٹھارہ عزیزوں اور ساٹھ دوستوں کے ہمراہ کربلا میں وارد ہوا۔ لڑائی شروع کرنے سے پہلے ہم نے کہا کہ عبیداللہ کا حکم قبول کرو یا جنگ کے لئے مستعد ہو جاؤ۔ حسینؑ نے نے جنگ کو اختیار کر لیا۔ لڑائی کا سماں سورج نکلنے سے دوپہر تک رہا۔ ہم ان پر بلا کی طرح ٹوٹ پڑے۔ تھوڑی دیر میں سب کا خاتمہ کر دیا۔ اب ان کی لاشیں خاک و خون میں لتھڑی ہوئی میدان میں پڑی ہیں۔ اوپر سے سورج تپ رہا ہے۔ ہوا ان پر خاک ڈال رہی ہے۔ جانوران صحرا ان کے خادم ہیں۔ یزید نے یہ حالات سن کر کچھ دیر کے لئے سر جھکا لیا۔ پھر سر اٹھا کر یہ اشعار پڑھے۔

لیت شیاخی ببدر شهدوا	دفعته الخروج من وقع الاسل
ولا هلوا و استهلا فرجا	و استهو القتل فی عبد الامثل
لست من عتبته ان لم انقم	من بنی احمد ما کان فعل
لبعت هاشم بالملک فلا	خبر جاء و لا وحی نزل

امام زین العابدینؑ اور بعض مخدرات سراپردۂ عصمت و طہارت نے یزید سے مناظرہ کیا۔ بہنوں نے دربار میں خطبہ دیا۔ یزید نے سب کو قید کر دیا۔ یزید نے دیکھا کہ خلقت امام حسینؑ کے قتل سے سب نفریں بھیج رہی ہے۔ شمر اور اس کے ہمراہیں پر بہ ظاہر غصے ہوا اور کہا میں تمہاری فرمانبرداری سے حسینؑ کے قتل کے بغیر بھی خوش ہوتا۔ پسر مرجانہ پر لعنت ہو کہ ایسے برے کام کا مرتکب ہوا۔ پھر علی بن الحسینؑ اور جملہ اہل بیتؑ کی روانگی کا سامان مہیا کر کے اور شہیدوں نے سر دے کر نعمان بن بشیر انصاری کو ۳۰۰ سواروں کی جمعیت سے ہمراہ کیا اور اس واجب التعظیم گروہ کو رخصت کر دیا۔
علی بن الحسینؑ بہنوں، پھپوں، پھوپھیوں اور تمام عزیزوں کو ہمراہ لے کر مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہوئے۔ صفر کی بیس تاریخ امیر المومنینؑ اور تمام شہداء کے سر ان کے جسموں سے ملحق کر کے دفن کئے۔ پھر وہاں سے کوچ کر کے اپنے نانا بزرگوارؐ کی تربت مقدس پر پہنچ کر قیام کیا۔

تمت بالخیر